READER BURAQ

راہ عشق میں

تحریر :عشاء آصف

وہ شہر کے باہر موجود ایک فارم ہاؤس کے باہر کھڑا

تھا۔

بلیک جینز کے اوپر بلیک ہڈی اور بلیک ماسک پہنا ہوا تھا۔ بغیر آواز کئے فارم ہاؤس کی دیوار پر چڑا دیوار پر چلتے ہوئے۔ وہ آگے کی طرف آیا۔ اپنی سائلنسیر لگی گنز سے دروازے پر کھڑے دونوں گارڈز کے ماتھے کا ایک ساتھ نشانہ لیا۔ ان کو مارنے کے بعد وہ گھر کے اندر بڑھا۔

گھر کا نقشہ وہ دیکھ چکا تھا۔اس لیے آرام سے اندر جانے کا راستہ مل گیا۔

لاؤنج کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں کی سرخی میں اضافہ ہوا تھا۔

تقریباً بارہ لوگ موجود میز پر خرام مشروب پڑا تھا۔

ایک طرف لڑکے دو لڑکیوں کو پکڑے کھڑے تھے۔

وہ دونوں روتے ہوئے مسلسل خود کو چھوڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ جلدی سے بغیر آواز کئے ایک پردے کے پیچھے چھپ گیا۔پردے کے پیچھے سے ان دونوں کا نشانہ لیا۔

چند ہی لمحوں میں وہ دونوں زمین بوس چکے تھے۔

اس اچانک حملے پر سب لوگ چوکنا ہو گئے۔ان میں سے ایک بولا۔

". کون ہے یہاں پر"

"ایول کنگ۔"

وہ بے تاثر لہجے میں کہتا ہوا سامنے آیا تھا۔ایول۔کنگ کا نام سن کر ہی وہ لوگ اس پر حملہ کرنا بھول گئے۔

جس موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نے دو دو کر کے چار لوگوں کو جہنم واسل دیا۔

اپنے چار ساتھیوں کے مرنے پر ہی دو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے بھاگنے سے پہلے ہی ایول۔ کنگ ان کی گردنوں کا نشانہ لے کر ان کو بھی گرا چکا تھا۔

باقی لوگوں نے ایول۔ کنگ پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش کی مگر ان کے حملے کا جواب ایول۔ کنگ نے بھی فوراً دیا تھا۔ ایک گولی ایول۔ کنگ کے کاندھے پر لگی تھی اس وقت وہ بار کے پاس کھڑا تھا۔ شراب کی بوتل بائیں ہاتھ سے اٹھا کر ایک کا سر پھاڑ چکا تھا۔ دونوں لڑکیاں تو کب کی ہے ہوش ہو چکی تھیں۔ اب صرف ایک ہی بچا تھا۔ مگر ایول۔ کنگ کے زمین پر گرتے ہی اس نے بے یقینی سے ایول۔ کنگ کو دیکھا تھا۔ چند لمحوں تک ایول۔ کنگ نے کوئی حرکت نہیں کی تو وہ خود ہی اس کے پاس آ گیا۔

" ایول۔ کنگ۔ "

اس نے ایول۔ کنگ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر دیکھا وہ بے جان سا سیدھا ہوا ۔پہلے تو اس کو یقین نہیں ہوا پھر جب یقین ہو گیا تو گھر میں اس کا قہقہہ گونجا تھا۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے ایول۔ کنگ کو مار دیا۔ ہاہاہاہا۔۔۔۔ مر گیا"

"ایول۔ کنگ۔

ہنستے ہوئے اس نے ایول۔ کنگ کا ماسک اتارا چند لمحے تو وہ پلک بھی نہیں جھپک سکا۔

وہ پاگلوں کی طرح خوش ہو رہا تھا کے میں نے ایول۔ کنگ کو مار دیا۔ وہ واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کے کسی نے اس کو پاؤں پکڑ لیا۔

"ایول۔ کنگ کو مارنا تم جیسوں کے بس کی بات نہیں۔"

کہہ کر اس نے اپنی ہڈی کی جیب سے چاقو نکال کر پاؤں پر مار دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایول۔ کنگ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر ایول۔ کنگ نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"جوایول۔ کنگ کو جان لیتا ہے ایول۔ کنگ اس کی ہی جان لیتا ہے۔"

ایول۔ کنگ نے اپنے ہاتھ میں موجود چاقوں پہلے اس کی آنکھوں میں باری باری مارا پھر اس کے دل کے مقام پر اس وقت تک چاقو مارتا رہا جب تک ایول۔ کنگ کو اس کا دل نظر نہیں آیا۔ پھر آٹھ کر شراب کی ساری بوتلیں زمین پر پھینک دیں۔

ان دونوں بے ہوش لڑکیوں کو گھر سے باہر لا کر گھر کو جلا دیا۔

اور خود جس خاموشی سے آیا تھا۔ اس خاموشی سے واپس چلا گیا۔

رات کے وقت ہر طرف خاموشی تھی۔ آسمان پر پورا چاند چمک رہا تھا۔

اپنے گھر کی بالکنی پر بیٹھی وہ چاند کو ہی دیکھ رہی تھی۔ بے بی پنک کلر کی ٹراؤزر شرٹ پہن کر بیٹھی تھی اس کے چہرے پر پڑتی چاند کی روشنی اس کو مزید دلکش بنا رہی تھی.

(آج دو سال ہو گئے ہیں ہمارے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

اس سے آگئے وہ کچھ نہیں سوچ سکی تھی۔

اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر گل پر پھسلا تھا۔

کہاں ہو تم مجھے یہاں چھوڑ کر اسے غائب ہوئے ہو جسے تم کبھی تھے ہی نہیں.)

وہ کافی دیر تک اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی اس کی آنکھوں میں امید تھی آخر تھک کر وہ اندر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

(تم آج بھی نہیں آئے۔)

یہ کہہ کر اس نے شعر بولا۔

خود کو خود سے ہم کلام کر کے دیکھنا "

کتنا مشکل ہے یہ کام کر کے دیکھنا

کس قدر اداس گزرتی ہیں میری شامیں

"یاد مجھ کو کسی شام کر کے دیکھنا۔

وہ دل ہی دل میں اس سے مخاتب تھی۔اپنے آنسوں صاف کرتی اندر چلی گئی۔

وہ سب لوگ زمین پر بیٹھے سامنے موجود جگہ کو دیکھ رہے تھے۔جہاں پر ابھی کام شروع کیا گیا تھا۔

وہ سب اداس تھے۔

جب اچانک پولیس کی جیب کا زائرین سن کر کھڑے ہو گئے۔

اس نے اپنا سیاہ شوز میں مقید پر زمین پر رکھا۔ وہ پولیس یونیفارم پہنے آنکھوں پر سن گلاسز لگائے ادھر اُدھر دیکھتا ہوا ان لوگوں کی طرف بڑھا۔

ایک پولیس آفیسر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سب ڈر تھے۔

"صاحب ہم نے کام شروع نہیں کیا پھر آپ کیوں آئے ہیں؟"

ان میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اپنی صفائی دی تھی۔

"ہم نے کچھ نہیں کیا۔"

دوسرے آدمی نے بھی فوراً کہا تھا۔

"کس سے پوچھ کر کام روکا ہے تم سب نے۔ "

اس کی ایک ہی دھاڑ پر سب کے سب جو بولنے لگے تھے خاموش ہو گئے۔

"ایک وکیلنی نے آکر کام رکا وادیا ہے۔"

ٹھیکے دار نے کہا تھا۔

اور یہ کارڈ دے کر گئی تھی کہ اگر کسی نے یہاں دوبارہ کام کرنے کی "
"کوشش کی تو اس نمبر پر ربطہ کروائیں مجھ سے۔
اس نے ایک کارڈ ایس پی کی طرف بڑھا دیا۔
" بلاؤ ذرا اس کالے کوٹ والی کو "
ایس پی نے حکم دینے والے انداز میں کہا تھا۔
" اور تم سب اپنا اپنا کام کرو میرا منہ کے دیکھ رہے ہو؟ "
تمام مزدوروں کو اس نے حکم سنایا تھا۔
ان کے نہ جانے پر ایس پی نے دھمکی دی تھی۔
"اگر تم سب نے کام نہ شروع کیا تو اندر کر دوں گا۔"
اس کی دھمکی سے ڈر کر سب نے اپنا کام شروع کر دیا۔
اور ٹھیکے دار نے اپنے فون پر کارڈ سے دیکھ کر ایک نمبر ڈائل کیا۔
اتنے میں ایس پی ایک طرف موجود میز اور کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ کرسی
پر بیٹھ کر اس نے اپنی ٹانگیں میز پر رکھ کر سر کرسی کی پشت سے لگا دیا۔

کچھ دیر بعد ایک سیاہ گاڈی وہاں پر پہنچ چکی تھی۔
ایس پی کے چہرے پر دل فریب مسکراہٹ آئی تھی۔ جس کو وہ فوراً چھپا گیا تھا۔

وہ اس کے بیٹھنے کے انداز سے سمجھی کہ وہ اون ڈیوٹی سو رہا ہے اس لیے غصے میں واپس گاڑی کی طرف گئی اور پانی کی بوتل لے کر اس کے پاس آئی اور وہ اس کی سب حرکتیں دیکھ رہا تھا۔
مگر اس کو سمجھ نہیں آئی کے وہ پانی کی بوتل کیوں لائی ہے سمجھ تو اس کو تب آئی تھی جب اس نے پانی اُس نے منہ پر پھینکا تھا۔

"ابے تیری تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "

اس نے غصے سے کھڑے ہوتے ہوئے گلا سزا تارے تھے۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ہاں بولو کیا بکواس کر رہے تھے تم۔ "
وہ بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"او۔۔۔تو تم ہو وہ وکیلنی صاحبہ جو بڑے دھڑلے سے ان سب کو دھمکی دے کر گئی ہو۔؟؟"

اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔اس نے بھی ایٹیٹیوڈ میں جواب دیا تھا۔

" ہاں "

"تم ہوتی کون ہو ان کو روکنے والی"

اس کے ایٹیٹیوڈ پر طش سے پوچھا تھا۔

"دی ایڈووکیٹ غزال ابرہیم خان۔"

اس نے اپنے اسی ایٹیٹیوڈ میں جواب دیا تھا۔

وہ اس کے ایٹیٹیوڈ پر دانت پیس کر رہ گیا۔

"اچھے سے جانتا ہوں تم جیسے رشوت خور وکیلوں کو۔"

اس نے سر سے پیر تک غزال کو دیکھتے ہوئے غصے میں کہا تھا۔جس پر وہ تلملا کر رہ گئی۔

وہ بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے کہاں تھی۔اس لیے غصے سے بولی۔

میں بھی تم جیسے دو ٹکے کے پولیس والوں کو جانتی ہوں۔جو اپنی ڈیوٹی "
"کے ٹائم پر سو رہے ہوتے ہیں۔
" تمہاری ہمیت بھی کیسے ہوئی مجھے.....ازمار شاہ کو دو ٹکے کا کہنے کی؟؟ "
ازمار غصے سے اپنے اس کے درمیان موجود میز کو بائیں طرف الٹتے ہوئے
بولا تھا۔
" منہ سے "
غزال نے جیسے پر سکون انداز میں کہا تھا۔ازمار کو مزد آگ لگا گیا۔
بکواس بند کرو تمہارا میں وہ حال کروں گا کہ دو باہ "
"کسی کو دو ٹکے کا کہنے کی ہمت نہیں ہو گی۔
اور میں تم جیسے دو ٹکے کے کتوں کا وہ حال کرتی ہوں کہ دوبارہ میرے"
"سامنے بھونکے کی ہمت نہیں کرتے۔
وہ دوبدو بولی تھی۔
" یو بلڈی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "

اس سے پہلے کہ ازمار کچھ کہتا اس کا فون بجا تھا۔

اس نے فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگایا۔ چند لمحے خاموش رہ کر دوسری طرف کی بات سنی۔

"یس آئی ایم کمینگ۔"

کہہ کر وہ جانے ہی لگا تھا کہ غزال کی آواز پر رک گیا۔

"جاؤ اپنے سینسرز کے پیچھے دم ہلاتے ہوئے۔"

"یو ہیو ٹو پے فار دس۔"

کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

". چلا گیا ہے تم لوگوں کا دو ٹکے کا ایس پی "

غزال نے طیش میں کرسی کو ٹانگ مار کر کہا تھا۔

اور اگر کام نہیں روکا تو سب پر ایسے ایسے کیس کروں گی کہ ساری زندگی "

"ایسی ایس پی کی جیل میں چکی پیسو گے۔

ان کو نہ رکتے دیکھ کر کہا وہ سب رک گئے تو غزال بھی وہاں سے چلی گئی۔

سر نے ساری کلاس کو اپنے ساتھ موجود بچے کی طرف متوجہ کروایا اور کہا۔

". ان سے ملیں یہ ہماری کلاس کے نیو سٹوڈینٹ ہیں دلاور ابر ہیم خان"

سب بچوں نے مسکرا کر اس کو دیکھا تھا۔

مگر اس نے بیزاری سے سب کو دیکھا تھا۔اور خود ہی پیچھے جا کر ایک بچے کے پاس بیٹھ گیا۔

سر تو اس کا ایٹیٹیوڈ دیکھ کر ہکا بکا رہ گے۔

اس نے اپنے ساتھ موجود لڑکے کو دیکھا جو اپنی بڑی بڑی گرین آنکھوں میں حیرت لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔دلاور نے سوالیہ نظروں سے اپنے ساتھ بیٹھے بچے کو دیکھا۔

"کیا تم میرے ڈیڈ ہو؟؟"

اس نے آنکھوں میں حیرت لیے ہی سوال کیا تھا۔

"کیا تمہارے ڈیڈ تمہارے ساتھ پڑتے ہو گے؟"

دلاور نے اس کے بچکانہ سوال پر جیسے مزاق اڑایا تھا۔

" او۔۔۔۔۔۔ہاں سچ۔ "

اس کو جسے یاد آیا تھا۔

"بے وقوف۔ "

دلاور کہہ کر سیدھا ہوا تھا۔

" Open your Note Books."

سر نے سب بچوں کو دیکھ کر کہا تھا۔

سر کی بات سن کر دائم نے بیگ سے نوٹ بک نکالتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم دائم دلاور شاہ۔ "

اتنی دیر میں کلاس کا مونیٹر دائم سے نوٹ بک لینے اگیا۔ جو دائم نے اس کو دے دی ساری کلاس سے نوٹ بوکس لے کر سر کو دے دی۔

دلاور نے کلاس مونیٹر کو سب کی نظروں سے بچا کر دائم کی نوٹ بک چھپاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

مگر بولا کچھ نہیں۔

سر نے سب کی نوٹ بوکس چّیک کر کے دائم کو آواز دی تھی۔

"دائم دلاور شاہ آپ کا ہوم ورک کدھر ہے؟"

سر کی دھاڑ پر وہ کچھ نہیں بول سکا تھا۔

دائم کے ڈرنے پر دلاور نے کھڑے ہو کر کہا تھا۔

"جو بچہ نوٹ بوکس لے رہا تھا اس نے دائم کی نوٹ بک چھپا دی ہے۔"

کلاس مونیٹر تو اپنی چوری پکڑے جانے پر گھبرا گیا تھا۔

"نہیں سر یہ چھوٹ بولا رہا ہے۔ "

اس نے سارا الزام دلاور کے سر ڈال دیا۔ دلاور نے بغیر کچھ کہے ایک ڈیکس کے نیچے سے نوٹ بک نکال کر سب کو حیران کر دیا۔

" یہ لیں سر دائم نے میرے سامنے نوٹ بک اس کو دی تھی۔ "

دلاور نے گھور کر کلاس مونیٹر کو دیکھا تھا۔

" یہ کیا حرکت ہے داور اعظم۔ "

سر نے اب اس کو غصے سے دیکھا تھا۔ اور دلاور کے ہاتھ سے نوٹ بک لے لی۔ تو وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔

سر تو اس کو اس طرح بغیر اجازت کے جاتا دیکھ کر رہ گئے۔ اس کے بعد سر نے دائم کی کاپی چیک کی۔ سر تو اس کی ہینڈ رائٹنگ دیکھ کر چند لمحے کے لیے صفہ نہ پلیٹ سکے۔

" دائم یہاں پر آئیں۔ "

اس بار سر کا لہجہ نرم تھا دائم ڈرتے ہوے سر کے پاس گیا۔

" کیا یہ آپ نے لکھا ہے؟ "

ان کی آواز میں حیرت کا عنصر شامل تھا۔

" جی۔۔۔۔۔۔۔ "

وہ ڈر کی وجہ سے اتنا ہی کہہ سکا۔ سر نے ایک بار اس کو دیکھا پھر کاپی کو ایک ایک کر کے صفے پلٹے۔ جہاں اس کا ہر روز کا ہوم ورک موجود تھا۔ جو کلاس مونیٹر کے روز کاپی چھپانے کی وجہ سے چیک کرنے سے رہ جاتا تھا۔ سر نے ایک نظر شرمندہ کھڑے داور کو دیکھا تھا۔

"ایک بار میرے پاس کھڑے ہو کر یہاں پر کچھ لکھو۔"

سر نے ایک صفہ پلٹ کر دائم کے سامنے کاپی کی تھی ان کو ابھی تک یقین نہیں ہوا تھا۔ کہ فورتھ کلاس میں پڑھنے والے بچے کی ہینڈ رائٹنگ اتنی اچھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان کو آئے ہوئے ابھی چند ہی دن ہوئے تھے۔ دائم نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر مائے فادر کا ایک پیرا گراف لکھ دیا تھا۔ اتنی اچھی انگلش اور ہینڈ رائٹنگ دیکھ کر ایک نظر دائم کو دیکھا تھا۔ جو کاپی پر سر جھکائے لکھنے میں مصروف تھا۔

"آپ جائیں۔۔۔۔ "

سر نے اس کو واپس جانے کا کہا تو وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا

" تھنکیو دلاور۔۔۔۔۔۔ تم نہ بتاتے تو آج بھی مجھے مار پڑ جانی تھی۔ "

دائم نے خوشی سے اس کو کہا تھا۔

"اٹس اوکے۔ "

اس نے مختصر جواب دیا تھا۔

"تم میرے فرینڈ بنو گے ؟"

دائم نے پوچھا تھا۔

"کیوں۔ "

یک لفظی سوال کیا تھا۔

"کیونکہ کلاس میں میرا کوئی فرینڈ نہیں ہے۔"

اس نے اداسی سے کہا تھا۔ جو اباً دلاور نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ جو کے دائم نے خوشی سے تھام لیا تھا۔

.....

.....

ایک سیاہ کار یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں رکی تھی۔ جس سے تین لڑکیاں باہر آئی تھیں۔

ڈرائیونگ سیٹ سے باہر آنے والی لڑکی نے بلیک جینز پر وائٹ ٹی شرٹ پہنی تھی۔ عیش گرین بالوں کی پونی ٹیل کمر پر جھول رہی تھی۔اس کے ساتھ ہی دوسری لڑکی باہر نکلی تھی جو بلکل اسکی طرح ڈریسنگ کیے ہوئے تھی۔

پچھلی سیٹ سے آنے والی لڑکی نے بلیک گھٹنوں تک آتی فراک اور جینز پہنی ہوئی تھی۔اس نے سیاہ بالوں کی فرینچ ٹیل کی ہوئی تھی اور ڈوپٹہ گلے میں مفرل کی طرح لیا ہوا تھا۔

وہ تینوں اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کی طرف جا رہی تھی۔

" ہائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیوٹی فلز۔ "

ان تینوں نے ایک ساتھ دائیں طرف دیکھا تھا۔جہاں لڑکوں کا ایک گروپ کھڑا ان کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ان میں سے ایک لڑکا چل کر ان تینوں کے پاس آیا۔

" آؤ یہی بیوٹی فلز تمہیں ذرا جنت کے نظارے کروائیں۔ "

دائیں طرف موجود لڑکی نے کہا۔اس بات پر لڑکے کی مسکراہٹ گہری ہھی۔

وہ چل کر فوراً ان کے پاس آیا تھا۔اس نے درمیان والی لڑکی کو اپنا بیگ اور ہاتھ میں موجود کتابیں پکڑائی تھیں۔لڑکے کے پاس آتے ہی اس نے سب سے پہلے لڑکے کے منہ پر مکا مارا پھر اس کے حیران ہونے سے پہلے اس کو مارنا شروع کر چکی تھی ہر کوئی رک رک کر ان کو دیکھ رہا تھا۔اس گروپ میں سے ایک لڑکا آگے بڑھا تھا مگر اس کو بائیں طرف موجود لڑکی نے مارنا

شروع کر دیا۔ وہ دونوں اس وقت مارتی رہیں تھیں جب تک ان کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا ان دونوں کو مار کھاتا دیکھ کر دوبارہ کسی میں ان کو روکنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہم سائیکو شاہز کو چھیڑنے کی؟؟"

ان دونوں نے اس گروپ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا ان دونوں نے ابھی ایک قدم اٹھایا ہی تھا کے وہ سب بھاگ گئے ان کے ڈرنے پر وہ دونوں بے اختیار ہنسی تھیں۔ اس کے بعد وہ تینوں اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کی طرف بڑھ گئی تھیں

.....

.....

سب لڑکے اور لڑکیاں کلاس روم میں بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے سوائے اس کے جو کتاب کھولے بیٹھی تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں

اتنی مصروف تھی کے اس کو پتا ہی نہیں چلا کے سر کب کلاس میں داخل ہوئے تھے

نظریں کتاب پر

سوچیں جناب پر

سر نے اس کو کتاب پر پر سوچ نظریں جمائے دیکھ کر بے اختیار شعر کہا تھا وہ چونکی تھی ان کے الفاظ پر مگر سامنے ایک انجان مرد کو دیکھ کر ماتھے پر بل آئے تھے۔ جبکہ ساری کلاس اپنے نئے سر کے منہ سے شاعری سن کر معانی خیزی سے ہنسی تھی جس پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔ سر نے اس کی شرمندگی دور کرنے کے لئے سب سے پہلے اسی کو کھڑا کیا تھا

"مس آپ کا نام؟؟؟"

"ہیر۔۔۔"

اس نے کھڑے ہو کر یک لفظی جواب دیا تھا۔

"آپ ہیر ہیں تو آپ کا رانجھا کدھر ہے؟؟؟"

سر کے شرارت بھرے لہجے پر وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولی تھی

وہ جہاں بھی ہے میرا ہے آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں"

"ہے۔

اس کے جواب پر ساری کلاس کے ساتھ سر کا بھی قہقہہ جاندار تھا۔ان کے ہنسنے پر وہ تلملا کر رہ گئی تھی۔

"ٹھرکی۔۔۔"

. وہ بڑبڑا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی

"آئی ایم یور نیو پروفیسر آبان شاہ۔۔"

انہوں نے اپنا تعارف کروایا۔

"اس ٹھرکی کو کس نے پروفیسر بنا دیا ہے؟؟"

وہ بڑبڑائی تھی۔اس کی بڑبڑاہٹ پر انہوں نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ پھر آبان سر نے ایک ایک کر کے تمام کلاس سے ان کے بارے میں پوچھا۔

.....

ہر روز کی طرح آج بھی وہ اس کی تصویر کو پکڑے اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ ہاسپٹل میں اپنے کیبن میں تھی۔ اس کو اپنی دس سال پہلے کی گئی غلطی یاد آئی تھی اس کے ایک چھوٹ کی وجہ سے ایک ہستی کھیلتی ایملی برباد ہو گئی تھی۔ یہ بات یاد آنے پر ہر بار اس خود سے نفرت مزید بڑھ جاتی تھی۔

اس کے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اس تصویر میں موجود شخص کی آنکھوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔۔۔۔ "

آنسو نکل کر اس تصویر پر گرے تھے۔ وہ اس سے ایسے بات کر رہی تھی جیسے وہ خود اس کے سامنے موجود ہو۔

"پلیز مجھے معاف کر دیں۔ "

وہ اس تصویر کو دیکھنے میں اتنی مصروف کہ اس کو پتا ہی نہیں چلا کہ کوئی کھڑکی سے کود کہ اندر آیا ہے۔

اندر آتے ہی سب سے پہلے اس نے دروازہ لاک کیا تھا۔

اس نے غصے سے میز کے دوسری طرف جا کر تصویر کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

ڈاکٹر نے تصویر کھینچنے پر جیسے ہی اس نے سر اٹھایا تھا۔ خوف سے اس کا جسم کانپنا شروع ہو گیا تھا۔

اس نے تصویر اپنے سامنے کی تو اس تصویر کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑھ گئے۔

"تم کیا ہر وقت اپنے یار کی تصویر پکڑ کر بیٹھی رہتی ہو؟"

اس کو غصے سے بولا تھا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو تمیز سے بلاؤ ان کو۔"

وہ اپنے خوف پر قابو پا کر غصے سے بولی تھی۔

"'کہاں کا وزیر اعظم ہے جو میں تمیز سے بلاؤں 'ان کو"

اس نے آخر میں 'ان کو' پر زور دیا تھا۔

" وزیر اعظم تو نہیں میرا عشق ہیں۔ "

اس نے بھی عشق پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔ جو اس کو مزید غصہ دلا گیا تھا۔

" دوبارہ یہ بکواس نہ کرنا میں تمہارا وہ حال کروں گا کہ ساری زندگی یاد رکھو گی۔ اور میں تمہارا وہ حال بھی اس انداز میں کروں گا کہ تم کسی کو منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔ "

اس نے غصے سے اس کو بازو سے دبوچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا تھا۔

آخری بات پر اس نے اس کو سر سے پیر تک دیکھا تھا۔

جس پر وہ جی جان سے کانپی تھی مگر اپنے خوف کو چھپاتے ہوئے غصے سے بولی۔

"تم جیسے وحشی درندے سے اور امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔"

"ابھی تم نے میری درندگی دیکھی کہاں ہے۔ مسز ایول۔ کنگ۔ "

اس نے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس کو شرٹ اتارتے دیکھ کر ڈر گئی تھی۔

"مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میرا خون تمہارے خون جیسا گندھا نہیں ہے۔"

اس کو ایول۔ کنگ کے طنز کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

(کیا اس کو پتا ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟)

اس نے دل میں سوچا تھا۔

"مجھے سب کچھ پتا ہے۔"

وہ تو جیسے اس کی سوچ تک پڑھ رہا تھا۔ اس کی بات پر وہ مزید خوف زدہ ہوئی تھی۔

"تم لوگ بھی عجیب ہو پہلے جس کو ذلیل کرتے ہو بعد میں اسی کے اسیر ہو جاتے ہو۔"

اس نے ایک اور طنز کا تیر اچھالا تھا۔ جو سیدھا نشانے پر لگا تھا۔ وہ مزید شرمندہ ہوئی تھی۔

اور میرا سٹینڈرڈ اتنا گرا ہوا نہیں ہے کہ میں تم جیسی لڑکی کو ہاتھ لگاؤں "
"۔

اس نے ایک بار پھر طنز کیا تھا۔ جس پر وہ غصے سے بولی تھی۔

"کیا مطلب ہے تم جیسی لڑکی سے؟"

"یہ بھی تمہیں بتانے کی ضرورت ہے؟"

اس نے لہجے میں خیرت شامل کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس بات پر اس کو کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا۔ مگر خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"تو پھر مجھ سے نکاح کیوں کیا تھا؟؟"

"اس کے لیے۔۔۔۔۔"

ایول۔ کنگ نے اپنے کندھے پر لگی گولی کی چوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"تھوڑی سی نیچے لگ جاتی تو میری جان چھوٹ جاتی۔"

وہ بڑبڑائی تھی۔

"وہ تو مرنے کے بعد بھی نہیں چھوٹے گی۔

اس کی بڑبڑاہٹ سن کر بولا تھا۔

وہ ابھی اس کو بینڈیج کر ہی رہی تھی کہ دروازہ نوک ہوا۔

وہ اس کو چھوڑ کر دروازے کی طرف چلی گئی۔اس کے دروازہ کھولتے ہی ایک بچہ داخل ہوا تھا۔

"آب کو پتا ہے آج میں نے ایک دوست بنایا ہے۔"

وہ خوشی سے بتاتے ہوئے اس کی طرف مڑا تھا۔ مگر اس نے سر کر دائیں طرف دیکھا تھا۔جو بے تاثر نظروں سے بچے کو دیکھ رہا تھا۔

"موم آپ نے اس کا نام نہیں پوچھا مجھ سے۔"

اس نے اپنی ماں کو دیکھ کر کہا تھا۔

"میں آپ کو اس کا نام بتاؤں؟"

اس کے نہ بولنے پر خود ہی بول پڑا تھا اپنی شرٹ پہنتا ایول۔ کنگ سمجھ چکا تھا کہ اس کو بولنے کا بہت شوق ہے۔

اس نے اپنے خوف پر قابو پا کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"اس کا نام دلاور ہے۔"

وہ اس نام پر چونکی تھی۔ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے ایول۔ کنگ کا ہاتھ بھی ایک لمحے کے لیے روکے تھے۔ اس نے جلدی سے اپنی شرٹ کے بٹن بند کیے اور اس کے پاس آیا۔

اس کو اپنے بیٹے کے پاس دیکھ کر وہ انگلی سانس لینا ہی بھول گئی۔

"اور آپ کا نام کیا ہے؟"

اس نے بچے کے بال خراب کرتے ہوئے نرمی سے پوچھا تھا۔ وہ فوراً اس کے پاس آئی تھی اور اس کو اپنی طرف کیا۔

"دائم میں نے آپ کو کتنی بار کہا ہے کہ سٹرینجرز سے دور رہا کریں۔"

اس نے غصے سے دائم کو ڈانٹا تھا۔

"یہ آپ کے ساتھ ہیں تو سٹرینجر کسے کو سکتے ہیں؟؟"

اس نے اپنی ماں کو دیکھ کر معصومیت سے پوچھا تھا۔اس کی بات پر ایول۔کنگ کی آنکھیں مسکرائی تھیں مگر ایک لمحے کے لیے۔جو اس کو قیامت جیسا لگا تھا۔

"آپ کا پورا نام کیا ہے؟"

اس نے دوبارہ دائم کو اپنی طرف کر کے پوچھا تھا۔

"دائم دلاور شاہ۔ "

اس نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔ایول۔کنگ نے ایک نظر اس کو دیکھا تھا۔

". آپ باہر جاؤ آپ کی موم نے میرا ٹریٹمنٹ کرنا ہے"

"اوکے ایم ویٹینگ موم۔"

ایول۔کنگ کی بات سن کر اپنی ماں کو کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

تمہارا بچہ اتنا معصوم خیرت کی بات ہے اور تمہارے یار کا بیٹا بھی نہیں "
"ہے پھر تم نے اس کا نام اس کے نام کے آگے کیوں لگایا ہے۔
اس نے الجھ کر پوچھا تھا۔
"تم کیوں میرے پیچھے پڑھ گے ہو؟"
وہ بے بسی سے بولی تھی۔اس کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی مگر پھر بھی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔
". یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے"
اس کو غصہ آیا تھا اس نے سختی سے اس کا بازو دبوچتے ہوے اپنے قریب کر کے بولا تھا۔
مجھے سچ سننا ہے ہے جو جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرنا۔مجھے تمہارے "
"بارے میں سب کچھ پتا ہے۔
اس نے اپنی گرفت مزید سخت کرتے ہوئے کہا تھا۔

اس کو لگا اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔اس کے آنسو میں مزید روانی آئی تھی۔

"اس کا جواب میں تمہیں کتنی بار دے چکی ہوں۔ "

وہ ڈرتے ہوئے بولی تھی۔ مگر اس کے ذکر پر اس کی آنکھوں میں آنے والی چمک پر ایول۔ کنگ کا دل کیا کہ اس کی آنکھیں نکال دے۔اس کو یہ چمک زہر لگتی تھی۔

"دیکھ لی ہے تمہاری ماں کی تربیت جو اپنے شوہر کے سامنے کھڑے ہو کر

"کسی غیر مرد سے عشق کی داستانیں سنا رہی ہو۔

اب کی بار اس کے کردار کو نشانہ بنایا گیا تھا۔

"تمہیں ہی شوق تھا مجھ جیسی لڑکی سے شادی کرنے کا۔ میں اب بھی تم

"سے طلاق مانگ رہی ہوں۔

وہ اپنے کردار پر بولنے پر غصے سے بولی تھی۔

"اور تمہیں لگتا ہے کہ وہ تم جیسی لڑکی سے شادی کرے گا؟"

اس کو مزید طیش آیا تھا۔اس لیے غصے سے بولا تھا۔

"تو نہ کرے میں ان سے محبت کرنا نہیں چھوڑوں گی۔اس دنیا میں نہ سہی اس دنیا میں ان کے ساتھ ہوں گی۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس دنیا میں وہ میرے ساتھ ہیں یا نہیں۔"

اس کے جواب میں اس نے کہا تھا۔چند لمحے تو ایول۔کنگ کچھ بول ہی نہ سکا۔

"فلحال اس دنیا میں تم میرے ساتھ ہو۔اس کے پاس تو میں تمہیں کسی صورت جانے نہیں دوگا۔

"یونو آئی ایم ڈیوول آف یور ولو اینڈ لائف۔

اس نے آخری بات پر اس کا گلا دبایا تھا۔اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنے کو تھیں مگر پھر بھی بغیر ڈرے بولی تھی۔

"مار دو مجھے۔میں تو ویسے بھی موت کا انتظار کر رہی ہوں۔ان کے پاس جانے کے لیے۔"

اس بات پر ایول۔ کنگ نے دھکا دیتے ہوئے اس کو چھوڑا تھا۔ جس پر وہ بری طرح کھانسنے لگی تھی۔

"اتنی آسانی سے تو تم اس سے نہیں مل سکتی۔"

اس کو مزید غصہ آیا تھا۔اس لئے دانت پیس کر بولا۔

"تم نہ بھی بھیجو میں خود چلی جاؤں گی۔ "

ایول۔ کنگ کے اس کو زندہ چھوڑنے پر وہ استہزایہ لہجے میں بولی تھی جیسے اس کا مزاق اڑا رہی ہو۔

"اور تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں جانے دوں گا؟ "

وہ غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے بولا تھا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔ "

وہ بے بسی اور غصے سے بولی تھی۔

وقت کا انتظار کرو تمہاری

ملاقات ہم سے ہی ہو گی

"... مجبوراً "

اس نے روتے ہوئے بے بسی سے کہا تھا۔ مگر وہ اس کو نظر انداز کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ رو رو کر جب دل ہلکا ہوا تو اٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔ وہاں سے فریش ہو کر دائم کو اندر بلا لیا۔

وہ اپنے آفیس میں بیٹھا تھا کچھ سوچتے ہوئے اس نے فون اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے فون اٹھاتے ہی بے قراری سے بولا۔

"اس کا کچھ پتا چلا۔ "

"ہم کوشش کر رہے ہیں۔۔ "

دوسری طرف کی بات سن کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے وہ غصے سے دھاڑا تھا۔

"میں یہ بکواس سننے کے لئے تم لوگوں کو پیسے دیتا ہوں۔دوبارہ اگر یہ بکواس کی کہ ہم کوشش کر رہے ہیں تو اپنا انجام سوچ لینا۔۔اتنے عرصے سے تم لوگوں کو ایک لڑکی نہیں ملی۔"

دوسری طرف موجود شخص اس کو اتنے غصے میں دیکھ کر ڈرتے ہوئے بولا۔

"سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ "

"مجھے کوشش نہیں کام چاہیے۔ "

اس کا جواب سن کر وہ طیش سے بولا کر فون چکا تھا۔فون بند ہوتے ہی اس نے ٹیبل پر پٹخ دیا۔

"کہاں ہو تم اذلان کی جان؟؟ "

اس نے اپنے بالوں کو مٹھی میں پکڑتے ہوئے بے بسی سے کہا تھا۔ جیسے وہ اس کو سن رہی ہے۔اس نے ایک ڈرار سے ایک تصویر نکال کر اپنے سامنے کی۔

اس کی حسرت ہے جسے دل سے

مٹا۔ بھی نہ سکوں

ڈھونڈنے اس کو چلا ہوں

جسے پا بھی نہ سکوں

اپنے الفاظ پر وہ خود ہی مسکرایا تھا۔

" دیکھو تمہاری یاد نے مجھے کیا بنا دیا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں دس سال پہلے کیا تھا؟؟ پلیز واپس آ جائو۔۔۔"

وہ تصویر سے ایسے مخاتب تھا جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہو اور اس کو سن رہی ہو۔اذلان کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر اس کے گال پر پھسلا تھا۔اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اس کو یاد

کر رہا تھا کہ اس کے کانوں میں دل دہلا دینے والی چیخوں کی آوازیں گونجی تھیں۔اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں جو اس وقت لہو رنگ ہو رہی تھیں۔اگر کوئی اس وقت اذلان کی آنکھوں میں موجود وہشت دیکھ لیتا تو خوف سے بے ہوش ہو جاتا۔اس کے کانوں میں مسلسل چیخوں کی آوازیں گونج رہی تھیں جن کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی وہشت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔اس نے غصے سے ٹیبل پر پڑا لیپ ٹاپ اٹھا کر زمین پر پھینکا تھا مگر اس کی بے چینی ہنوز قائم تھی اس نے ایک ایک کر کے ہر وہ چیز زمین پر پھینکی جو اس کے ہاتھ آئی تھی۔اس کے ہاتھ میں وہ تصویر آئی تھی جس کو پھینکتے پھینکتے روکا گیا۔اس نے سر میز پر رکھ دیا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے پھر وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

" اللہ۔۔۔مجھے معاف کر دے بہت بڑا گناہ ہو گیا ہو مجھ سے۔۔پلیز اس کو مجھے دے دے۔اس گناہ کے بوجھ سے میرا دل بند ہو جائے گا۔۔"

وہ دعائیں کرتا ہوا اللہ کے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ چیخ چیخ کر وہ اپنے کیے کی معافی مانگ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود تصویر کو اپنے سینے موجود ہو اور وہ اس کو کہیں بھی نہیں جانے دے تھا۔

اس نے اس بچی کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک بار تم مجھے مل جاؤ بس ایک بار تو ملو پھر میں تمہیں کبھی خود سے دور نہیں کرو گا۔ کاش میں وہ سب نہ کرتا۔ تو آج تم میرے ساتھ ہوتی۔ میرے پاس ہوتی۔ کاش میں اس وقت اپنا عضہ کنڑول کر لینا۔ کاش وہ وقت ہماری زندگیوں میں نہ آیا ہوتا۔"

وہ روتے روتے بول رہا تھا۔ اور پھر وہ اس تصویر سے باتیں کرنے لگا جیسے وہ اس کو سن رہی ہو۔

وہ سیاہ گاڑی لیے گھر کے اندر داخل ہوا دائیں طرف گاڑی پارک کی۔ بائیں طرف ایک گاڑی موجود تھا۔

وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔ سامنے ایک لاؤنج تھا۔ جہاں ایک بچہ بیٹھا پزل سولو کرنے میں معروف تھا۔ دائیں طرف ایک ڈرائینگ روم تھا۔ جس کے آگے

ایک بیڈ روم تھا۔ بائیں طرف دائیننگ ایریا تھا۔ جس کے سامنے سامنے ایک کچن تھا۔ جہاں ایک لڑکی اور ملازمہ کام کرنے میں معروف تھی۔ کچن کی دیوار کے ساتھ سیڑیاں تھیں۔ اور سامنے ایک بیڈ روم تھا۔ دائیں اور بائیں طرف دو دو کمرے تھے۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"ابھی تک ہوا نہیں جونئیر؟؟ "

اس نے پزل کو دیکھ کر پوچھا۔

"یہ ہووو..... گیا۔ "

اس نے آخری پیس لگاتے ہوئے کہا۔وہ بلکل بھی حیران نہیں ہوا تھا کہ نو سال کے بچے نے اتنی مشکل پزل سولو کرلی ہے۔پزل دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔اس نے پزل ایک طرف کر کے ایک اور پزل اس کو دی۔

"یہ پزل اس سے زیادہ مشکل ہونی چاہیے۔ "

اس نے شیر کی تصویر کی اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس نے ابھی سولو کی تھی۔اس کی بات سن کر وہ مسکرایا

"یہ پہلے والی سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ "

کہتے ہوئے اس نے اپنے موبائل سے ایک تصویر اس کے سامنے کی۔

".اس بار یہ بنانی ہے "

اس تصویر میں ایک بیس سال کا نوجوان لڑکا پنجرے کے پاس کھڑا تھا اور اس کے بائیں طرف ایک شیر تھا۔اس تصویر کو دیکھ کر وہ مسکرایا اس نے فوراً موبائل کی سکرین آف کر دی۔

"ٹائم از اپ۔ "

اس کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ بولا تھا۔

"اس کے کتنے پیسز ہیں؟؟ "

دلاور نے پزل کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

"تین ہزار ہیں۔ "

جواب فوراً آیا تھا۔اتنے میں ایک لڑکی وہاں آگئی ان دونوں کو دیکھ کر بے اختیار مسکرائی۔

"کھانا لگ گیا ہے آجائیں۔ "

اس کی آواز پر دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"چلیں جونئیر۔۔۔۔؟؟؟ "

کہتے ہوئے وہ اٹھا اس کے پیچھے دلاور بھی اٹھ کر ڈئیننگ ایریا کی طرف بڑھ گیا۔ان کو آتا دیکھ کر وہ بھی اندر چلی گئی۔وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہائوس جاب کہاں پر کرنی ہے عینا؟؟ "

"۔شاہ میڈیکل سینٹر میں "

عینا نے بریانی کی ٹرے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔اس نام پر اس کا ہاتھ روکا تھا۔اس نے بغور عینا کی طرف دیکھا کس کا انداز عام سا تھا۔

"کہیں یہ ان لوگوں کا تو نہیں؟؟ "

اس نے دل میں آیا خدشہ ظاہر کیا۔

"ان میں میڈیکل کون کر رہا تھا؟؟ "

عینا نے غیر معمولی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر سوال کے بدلے سوال کیا۔ جس پر اس نے سر جھٹک کر ٹرے پکڑ لی۔

"آپ کا پہلا دن کیسا تھا؟؟ "

عینا نے دلاور کو دیکھ کر ماحول کی سنجیدگی کم کرنے کے لیے پوچھا۔

"اچھا تھا۔ "

اس نے چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

"کوئی دوست نہیں بنایا؟؟ "

وہ بھی اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"بنایا ہے۔ "

دلاور نے اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

"کون ہے؟؟ "

اس نے دوبارہ سوال کیا۔

".. دی ڈرپوک دائم دلاور شاہ "

اس نے پورا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں تو 'ڈدپوک' پر ہی اٹک گئے تھے نام کیا سنتے.

".. ڈرپوک "

عینا نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ڈرپوک کیونکہ وہ ذرا سی اونچی آواز سے ڈر جاتا ہے۔ "

دلاور نے تفصیل سے بتایا تھا۔

"مطلب تم اس کے باپ ہو۔ "

اس کی بات سن کر دلاور نے ہنس کر سر اثبات میں ہلایا۔

"پوری بات بتائو... یہ آدھی ادھوری باتیں نہ بتایا کرو۔۔ "

عینا نے دلاور کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر اس نے سکول کا پورا واقع سنایا۔ وہ دونوں تو اس کے دوستی والے کارنامے پر حیران تھے۔

"مسٹر ڈی۔ کے نے آج یہ غلطی کیسے کر لی؟؟؟ "

عینا کی آواز کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔ اس نے چمچ پلیٹ میں رکھ کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا بخار چیک کیا۔ دلاور نے عینا کا ہاتھ پکڑ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"ایسے۔۔۔ "

اس کے انداز پر دونوں کی ہنسی نکل گئی۔

سر کے کلاس میں آتے ہی وہ سب کھڑی ہو گئی۔

"گوڈ مارنگ سر۔۔۔ "

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔اس نے سر اثبات میں ہلا کر جواب دیا۔ جس پر سب لڑکیاں بیٹھ گئیں۔ سر کی نظر سامنے بیٹھی معصوم لڑکی پر پڑی جو اپنے بیگ سے میتھ کی بک نکال رہی تھی جس کو دیکھ کر سر نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

"کلاس اپنے ٹیسٹ لے لیں۔ "

سر نے ہاتھ میں موجود ٹیسٹ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مس کرن کم ہیر۔۔ "

وہ سر کی آواز پر بڑے ہی شاہانا انداز میں چل کر آئی تھی۔اس کے انداز پر سر کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

چل کر تو ایسے آ رہی ہیں جیسے کہ آپ کو کوئی میڈل ملنے والا "

"ہے۔۔ ٹیسٹ دیکھا ہے اپنا۔۔

انہوں نے غصے سے ٹیسٹ کرن کی طرف بڑھا کر کہا۔ سر کی بات سن کر ساری کلاس دبی دبی آواز میں ہنسی تھی۔ سوائے اس کے جو فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئی تھی۔ سر کو غصے میں دیکھ کر اس کی جان پر بن گئ تھی۔ سر کی ایک گھوری سے ہی ساری کلاس کی ہنسی کو بریک لگ گئ تھی۔

"اور آپ۔۔۔ "

اس نے کرن کو دیکھ کر اس کو اپنی طرف متوجہ کیا جو کلاس کے ہنسنے پر شرمندہ ہو گئ تھی۔

فیشن سے دھیان ہٹا کر تھوڑا سا پڑھائی پر بھی دے دیں تا کہ بار بار آپ "
"کو ساری کلاس کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

اس کے لہجے میں طنز شامل تھا۔

"سوری سر۔۔۔ "

کرن نے سر کے ہاتھ سے اپنا ٹیسٹ پکڑتے ہوئے کہا جو سر نے اس کی طرف بڑھایا ہوا تھا۔

"نیکسٹ ٹائم ٹیسٹ ایسا نہ ہو۔۔ "

انہوں نے وارننگ دینے کے انداز میں کہا۔اس کی بات سن کر وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ پھر سر نے سب کو ایک ایک کر کے ان کے ٹیسٹ واپس دیتے ہوئے ان سب کی کلاس لی۔

"غانیہ حدیر خان۔۔ "

اپنے نام کی پکار پر اس کی سانس خلق میں ہی اٹک گئی۔

(اللہ جی بچا لینا۔۔۔۔پلیز پلیز پلیز۔۔۔۔۔اللہ جی بچا لینا۔۔)

وہ بڑبڑاتی سر کے پاس گئی۔اس کی بڑبڑاہٹ سن کر سر نے اپنی ہنسی کا گلا دبایا۔

"ساری کلاس میں صرف ان کا ٹیسٹ اچھا ہے۔ شیم اون یو۔۔ "

سر نے ساری کلاس کو دیکھ کر کہا تھا جس پر اس کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

"آپ کی کوشش اچھی تھی۔ "

سر نے ٹیسٹ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ان الفاظ پر وہ منہ بسور کر بڑبڑائی تھی۔

"کھڑوس۔۔سر۔ "

اس کی بڑبڑاہٹ پر سر نے اپنی مسکراہٹ روکنے کے لیے کتاب کھول کر سب کو پیج نمبر بتایا۔ان سب کو اپنے پیچھے موجود وائٹ بورڈ پر سوال سمجھانے لگا۔سب لڑکیاں جلدی جلدی سوال نوٹ کر رہی تھیں۔ٹائم آوور ہوتے ہی سر نے غانیہ کو دیکھ کر کہا۔

سی۔آر ساری کلاس کی کل کی پریکٹس لے کر میرے آفیس میں آئیں " "۔

سر کی بات سن کر اس نے جلدی سے اپنا پین بند کیا اور سب سے پہلے اپنی پریکٹس نکالی اور پھر باقی سب سے ان کی نوٹ لے کر سر کے آفیس کی طرف بڑھ گئی۔

"سر نے آئی کم ان؟؟ "

اس نے سر سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔اس نے سر ہلا کر اس کو اجازت دی تو وہ اندر آ گئی۔

"سر یہ سب کی پریکٹس۔ "

اس نے نوٹ بکس سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں جائوں؟؟ "

اس نے اجازت مانگی تو سر نے اس کو ایک نظر دیکھ کر سر اثبات میں ہلا دیا۔وہ باہر چلی گئی۔

وہ دونوں یونیورسٹی سے واپس گھر جا رہی تھیں جب ایک لڑکی نے کہا۔

"رو ہی آج پھپھو کے گھر چلیں ان کی یاد آ رہی ہے؟؟؟ "

"پھپھو کی یا ان کے بیٹے کی؟؟

رویہانے اس کی بات سن کر شرارت سے ایک آنکھ دبا کر کہا تھا جس پر وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"ہاں۔۔اس کی بھی۔۔ "

"تو مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے بول دیتی؟؟

وہ اب بھی شرارت کے موڈ میں تھی۔

تمہیں تو میں بتانے والی تھی۔۔ پھپھو کی یاد آ رہی ہے یہ تو گھر بتانا "

"ہے۔

رویہا اس کی بات پر مسکرائی۔ کچھ دیر بعد وہ خان ہائوس پہنچ گئیں۔

"اسلام و علیکم ! پھپھو جان۔۔"

دونوں اندر داخل ہوتے ہوئے ایک ساتھ بولی تھیں۔ ان دونوں کو دیکھ کر وہ مسکرا کر ان کی طرف بڑھ گئیں۔

"وا علیکم السلام ! کیسی ہیں میری شہزادیاں؟؟ "

انہوں نے خوش دلی سے کہا۔

"ہم بلکل ٹھیک ہیں۔اپ سنائیں اور گھر میں سب کیسے ہیں؟؟ "

رویہانے پوچھا جبکہ وہ تو ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہیں بس ایزد کو بخار ہے۔ "

انہوں نے تفکر سے کہا۔وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"ان کو کیا ہوا ہے؟؟ "

وہ بے اختیار بولی تھی جس پر رویہانے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اس کو کہنی ماری تو اس کو اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا۔

" وہ اپنے کمرے میں ہے تم دونوں اس سے مل لو۔میں تم دونوں کے لیے کھانا لگواتی ہوں۔"

کہتے ہوئے وہ کچن کی طرف بڑھ گئیں اور وہ پیچھے سے 'ارے۔۔ارے' کرتی رہ گئیں۔

"جاؤ رمل ہو سکتا ہے تمہیں دیکھ کر وہ ٹھیک ہو جائے۔۔"

وہ اس کے کندھے پر کندھا مار کر شرارت سے آنکھ دبا کر بولی۔ جس پر وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ بیڈ پر نیم دراز تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر کھانا ویسے ہی رکھا تھا۔ ساتھ ہی دوائی پڑی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ آہٹ پر اس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر کمزوری اور نقاہت نے دوبارہ اس کو آنکھیں بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ مگر آہٹ سے بھی جان گیا تھا کون ہے پر انجان بن کر ایسے ہی لیٹا رہا۔ وہ اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

" ہائے جان! یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے؟؟ اگر مجھے مس کر رہے تھے تو فون کر لیتے ایسے مجنوں بننے کی کیا ضرورت تھی۔۔"

اس کے لہجے میں شرارت تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس کی بات سن کر ایزد کی پوری کی پوری آنکھیں کھول گئی تھیں۔ اس نے رمل کو دیکھا جو چہرے پر دل فریب مسکراہٹ لیے بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی ڈریسنگ دیکھ کر اس نے غصے سے اپنا منہ موڑ لیا۔

"کیا کرنے آئی ہوں یہاں؟؟ "

وہ غصے سے بولا تھا۔اٹھنے کی ہمت نہیں تھی اس لیے چہرا دوسری طرف کیے لیٹا رہا۔

"آپ کو دیکھنے آئی ہوں۔اور کس لیے آنا تھا۔ "

وہ اس کے غصے کو نظر انداز کر کے شرارت سے آپ پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"دیکھ لیا ہے۔۔۔؟؟؟اب جاؤ یہاں سے۔ "

اس بار ایزد اس کو دیکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

" نہیں۔۔ "

وہ جتنے غصے سے بولا تھا رمل نے اتنے ہی آرام سے بولی تھی۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟؟ "

وہ غصے سے بولتے ہوئے اپنا منہ موڑ گیا۔

"مسئلہ عشق "

رمل نے اس کا چہرہ اپنی طرف کر کے کہا تھا۔ایزد نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔

" یہ تمہارا مسئلہ ہے میرا نہیں آج کے بعد یہاں نظر نہ آنا۔۔ "

" عنقریب میں آپ کو یہیں پر نظر آؤں گی جان رمل۔ "

رمل نے شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔اتنے صاف الفاظ میں اظہارِ محبت سن کر اس کی آنکھیں پھیل گئی تھی۔

ایسے نہ دیکھو جاناں ہماری طرف
عشق بڑھ جائے گا سر چڑھ جائے گا

اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا جس پر اس کو مزید غصہ آیا تھا۔

" یہ کس قسم کی بے ہودہ باتیں کر رہی ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ "

وہ آہستہ آواز میں دھاڑا تھا۔

ارے واہ میرا اظہار سن کر کیسے تمہاری زبان فراٹے سے چلنے لگی ہے "

" ابھی تک تو بخار کی وجہ سے تمہاری آنکھیں نہیں کھول رہی تھیں۔۔

وہ بھی ڈھٹائی کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے بولی تھی۔ایزد غصے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

" رمل تم یہاں سے جائو گی یا تمہاری بے غیرتی موم کو بتاؤں وہ غصے سے اس کا بازو پکڑ کر اس کو اپنے قریب کرتے ہوئے بولا تھا۔وہ کہاں اس کی بات سنتی اس کے منہ سے اپنا نام سن کر ساکت ہو گئی تھی۔

"تمہارے منہ سے میرا نام کتنا پیارا لگتا ہے۔"

وہ آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے بولی تھی۔ایزد نے بے اختیار اس کی آنکھوں کی چمک سے نظریں چرائیں تھیں۔اس لیے رمل کو جھٹکے سے چھوڑ کر غصے سے بولا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔ "

الفاظ کریں گے اشارہ جانے کا

تم آنکھیں پڑھنا اور رک جانا

"تمہاری آنکھیں زبان کا ساتھ کیوں نہیں دیتیں؟ "

اس کے منہ سے پھر سے شعر سن کر حیرت و بے یقینی سے ایزد نے اس کو دیکھا تھا۔ وہ اس کی ڈھیٹائی پر نہیں بلکہ اس کے الفاظ پر حیران ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا رویہا کے قدموں کی آہٹ سن کر کھڑی ہو کر بولی۔

" باقی باتیں اگلی ملاقات کے لیے۔ گیٹ ویل سون جان رمل۔ "

کہہ کر وہ رکی نہیں تھی جبکہ وہ اب تک بے یقین و ساکت بیٹھا اس کے الفاظ سوچ رہا تھا۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟ یہ بات تو آج تک موم کو بھی پتا نہیں چلی)

(_____

اس نے دل میں سوچا تھا۔

(کاش تم ایسی نہ ہوتی تو آج ایزد خان کی ہوتی۔)

وہ بس سوچ ہی سکا تھا۔

رات کے وقت اپنے سنیر ڈاکٹر سے ایک کیس ڈسکس کر رہی تھی۔ وہ اپنے کام میں اتنی مگن تھی کہ اس کو ڈاکٹر کی نظروں کا مفہوم ہی سمجھ نہیں آیا۔ جو عجیب نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھولنے پر دونوں ہی دروازے کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ سامنے سے آنے والے انسان کو دیکھ کر ڈاکٹر نور جی جان سے لرزی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر غصے سے بولا تھا۔

" کون ہو تم۔۔۔؟؟اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی بغیر اجازت کے اندر آنے کی؟؟ "

اس نے اندر آکر دروازہ بند کیا تو ڈاکٹر نور کے ہاتھ سے فائل چھوٹ کر زمین پر گری تھی۔ وہ خوف سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے آنے والے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے فائل کے گرنے پر حیرت سے ڈاکٹر نور کو دیکھا تھا۔ وہ اس کا ڈرنا تو سمجھ گئے تھے۔

"ارے تم ڈر کیوں رہی ہو نور؟؟"

ڈاکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھا تھا۔ڈاکٹر نور نے ایول کنگ کی سرخ ہوتی وہشت سے بھری آنکھوں میں خون اترتا دیکھا تھا۔ جس سے اس کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوا تھا۔وہ فوراً اسے اس کی طرف آیا تھا۔ایول کنگ نے میز پر پڑا گلاس اٹھا کر زمین پر ایسے گرایا تھا۔ جیسے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا ہو۔

" یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔؟؟؟ "

ڈاکٹر غصے سے دھاڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایول کنگ نے کرسی پیر سے اس کی طرف کر دی وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا تھا۔ جس کی وجہ گلاس کے ٹکرے اس کے ہاتھ میں دھنس گئے تھے۔ڈاکٹر نور کی چیخ نکل گئی تھی۔ایول کنگ نے اس کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ڈاکٹر زمین سے اٹھا تو ایول کنگ نے اس کو پکڑ کر کرسی پر بیٹھا دیا۔

" چھوڑو۔۔۔۔۔مجھے کون ہو تم۔۔۔۔۔۔؟؟ "

اس نے مزاحمت کرتے غصے سے پوچھا تھا۔ہاتھ سے تکلیف کی ٹیسیں اٹھ رہیں تھیں۔

"ایول کنگ۔۔۔۔ "

اس نے مختصر جواب دیا تھا۔اس کی آواز میں چٹانوں کی سختی تھی۔اس کے نام پر ڈاکٹر کی حالت بھی ڈاکٹر نور جیسی ہو گئی تھی۔اس نے ایک انجیکشن نکال کر اس ڈاکٹر کی گردن پر لگایا تھا۔ڈاکٹر نور تو خوف سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس سفاک انسان کو دیکھ رہی تھی اپنا کام کر کے وہ اس کی طرف آیا تھا۔

"ڈئیر مسز ایول کنگ آئندہ کسی سے فری ہونے سے پہلے اپنے اس سینئر کی موت کو یاد کر لینا۔"

ڈاکٹر بری طرح تڑپ رہا تھا۔جبکہ نور خوف سے کانپتی ہوئی اس کو اپنی طرف آتا دیکھ رہی تھی۔جواب اس کے سامنے کھڑا تھا۔

" ایسے ہی ڈرتی رہا کرو مجھ سے۔۔۔ "

اس نے نور کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنا ماسک اتارا تھا۔ اور بغیر اس کو سمجھنے کا موقع دیے اس پر جھک گیا۔ اس کے وحشت بھرے لمس پر ڈاکٹر نور بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپی تھی۔ اس کی مزاحمت پر ایول کنگ نے اپنی گرفت مزید سخت کی تھی۔ جبکہ وہ ڈاکٹر تڑپ تڑپ کر بے دم ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر نور کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔

بے بسی سے اس کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے تھے۔ جب وہ بے ہوش ہو گئی تو ایول کنگ نے اس کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اس کو بغیر کسی کی نظر میں لائے اس کے کیبن کی طرف لے گیا۔ ایک طرف پڑے سٹیچر پر لٹا دیا جسے ہی اس کو ہوش آیا تو اپنے سامنے ایول کنگ کو دیکھ کر اس کو تھوڑی دیر پہلے کا منظر یاد آیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مزید خوف زدہ ہوئی تھی۔

ایول کنگ اس کے پاس آیا اور اس کا منہ دبوچ کر اپنے قریب کر کے بولا تھا۔

"اگر اپنا منہ کھولا تو اپنے بیٹے کی خیر منانا مسز ایول کنگ۔"

اس کی دھمکی پر ڈاکٹر نور کی کپکپاہٹ میں مزید اضافہ ہوا تھا۔اس کی آنکھوں سے بے اختیار ہی آنسو بہہ نکلے تھے۔اس کے اندر ایول کنگ کو خود سے دور کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

اور دوسری بات اگر اب تم مجھے کسی کے ساتھ نظر آئی تو یاد رکھنا اس کو"

"آسان موت دی ہے مگر اگلے بندے کا انجام اس سے بھی برا ہو گا۔

ڈاکٹر کی موت یاد آتے ہی اس نے اپنے اندر ہمت مجتمہ کر کے اس کو خود سے دور کیا تھا۔

چھوڑو۔۔۔۔مجھے گھٹیا انسان۔۔۔۔۔ قاتل ہو تم قاتل ہو۔۔۔۔مار دیا"

"ہے تم نے سر کو۔۔۔۔۔۔

اس کے دھکا دینے پر ایول کنگ کو غصہ آیا تھا۔جو اس نے ڈاکٹر نور کے ہونٹوں پر نکالا تھا۔اس نے

ڈاکٹر نور کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر اس کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر آتارا تھا۔ جس پر وہ مزید خوف زدہ ہوئی تھی۔ ایول کنگ نے اس کی گردن پر جابجا اپنی وحشت کے نشان چھوڑے تھے۔ وہ مسلسل روتے ہوئے اس سے التجاء کر رہی تھی۔ مگر

وہاں پرواہ کس کو تھی۔

مجھے اپنی بات بار بار کہنے کی عادت نہیں ہے آخری بار کہہ رہا ہوں اب" اگر تم مجھے کسی اور مرد کے آس پاس نظر آئی تو یقین جانو اس سے بھی بری "سزا دوں گا۔

اس نے ڈاکٹر نور کو دھمکی دی اور آخری بار اس کے ہونٹوں پر لمس چھوڑا اور کھڑکی کے ذریعے وہاں سے چلا گیا۔ ڈاکٹر نور اپنے دوپٹے کو اپنے سینے سے لگا پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ جب کلاس میں داخل ہوا تو دائم کو پیچھے بیٹھے دیکھ کر اس کے پاس چلا گیا۔

"تم پیچھے کیوں بیٹھے ہو؟؟ آگے جگہ خالی ہے۔ "

دلاور کے بات کرنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ اپنے دوست سے نہیں اپنے بیٹے سے بات کر رہا ہو۔

"اسلام و علیکم! میں پیچھے اس لیے بیٹھتا ہوں آگے دوسرے لڑکے بیٹھتے ہیں۔"

دائم نے سلام کر کے اگلی بات کی تھی۔

"تم جلدی آئے ہو اس لیے آگے بیٹھو گے۔ وہاں پر ان کا نام نہیں لکھا۔۔ "

وہ حکم دینے والے انداز میں کہتا ہوا آگے چلا گیا۔ جس پر دائم اداسی سے بولا۔

"لڑکے لڑائی کرتے ہیں اس لیے میں پہلے ہی پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔ "

"تمہارا نام دائم دلاور شاہ نہیں بلکہ دی ڈرپوک شاہ ہونا چاہیے تھا۔ چلو۔۔
دلاور نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پہلے بینچ پر لے کر
آ گیا۔

"دلاور۔۔۔۔وہ۔۔۔۔داور غصہ کرے گا۔ "

دائم نے اس کو بعض رکھنا چاہا تھا مگر وہ اس کی ایک گھوری سے ہی خاموش
ہو گیا۔ آہستہ آہستہ کلاس کے سب بچے آ گئے۔ داور اپنے بینچ پر دلاور اور
دائم کو بیٹھے دیکھ کر غصے سے ان کی طرف آیا تھا۔

"اٹھو یہاں سے یہ میری جگہ ہے۔۔ "

اس کے لہجے میں بھی غصہ تھا۔ دائم تو ڈر گیا تھا مگر دلاور نے اس کو گھور کر
جواب دیا۔

کیوں یہاں پر تمہارا نام لکھا ہے؟؟ یا یہ بینچ تم اپنے گھر سے لے کر آئے "
"ہو؟؟

"میں ہی یہاں ہر روز بیٹھتا ہوں۔ اس لیے یہ میری جگہ ہے۔

داور کے لہجے میں اب بھی غصہ تھا۔

ہم پہلے آئے ہیں اس لئے ہم ہی یہاں پر بیٹھیں گے تم کہیں اور جا کر بیٹھ جائو۔۔"

دلاور نے اس پر احسان اعظیم کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میری جگہ ہے اس لئے میں یہاں پر ہی بیٹھوں گا۔اٹھو یہاں سے۔ "

داور نے دائم کا بیگ پیچھے کرنا چاہا تھا مگر دلاور نے اس کے بیگ پر ہاتھ رکھ دیا۔دلاور اسی کو گھور رہا تھا۔دائم نے ان کو لڑنے کے لئے تیار دیکھ کر فوراً کہا۔

"میں پیچھے چلا جاتا ہوں۔ "

وہ کھڑا ہونے لگا تھا کہ دلاور نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"تم جلدی آئے ہو تم کیوں پیچھے جائو گے ؟؟ "

دائم،دلاور کی ایک گھوری سے ہی خاموش ہو گیا۔

"اور تم جاؤ جا کر کہیں اور بیٹھو۔ "

اب اس نی داور کو حکم سنایا تھا۔

" میں کلاس کا مانیٹر ہوں اس لئے آگے ہی بیٹھوں گا۔"

اس کے انداز پر داور تلملا کر بولا۔

"تم ہمارے ساتھ ہی بیٹھ جائو۔ "

دائم نے لڑائی ختم کرنے کے لئے کہا تھا کیونکہ ان دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اس لئے وہ آرام سے ان کے پاس بیٹھ سکتا تھا۔اتنے میں کلاس ٹیچر وہاں پر آ گیا۔

"کیا پرابلم ہے آپ کے ساتھ داور اعظم؟؟ "

داور کی کل کی بات پر سر کو اب بھی غصہ تھا اس لئے ان کا لہجہ اس کے لئے سخت ہو گیا۔

سر ہم جلدی آ کر آگے بیٹھ گئے ہیں۔اب یہ ہمیں پیچھے جانے کا کہہ رہا "

"ہے۔

داور کے بولنے سے پہلے ہی دلاور نے کہا تھا۔ مگر سر سے بات کرتے ہوئے اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی زحمت نہیں کی۔

" داورِ اعظم۔۔ جو پہلے آئے گا وہی آگے بیٹھے گا آپ اگر آگے بیٹھنا چاہتے ہیں تو جلدی آجاتے۔"

سر کے اس کو ڈانٹنے پر دلاور نے اپنے ڈیمپلز کی نمائش کی تھی۔ دائم نے غور سے اس کے ڈیمپلز دیکھے تھے۔ اس سے پہلے کہ سر داور کو مزید کچھ کہتے دائم فوراً بولا۔

" سر اس کو کہیں اگر یہ چاہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ جائے۔ "

دائم نے سر کو اور پھر ایک نظر داور کو دیکھ کر کہا۔

" داورِ اعظم آپ ان کے ساتھ ہی بیٹھ جائیں۔ اور اب کوئی بھی لڑائی نہیں کرے گا۔"

سر نے ساری کلاس کو نصیحت کی۔ جبکہ کلاس تو نئے آنے والے بچے پر حیران تھے کہ آتے ہی کلاس مانیٹر سے پنگا لے لیا ہے۔ سر کی بات سن کر اس کو مجبوراً ان کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔

"تمہیں کیا ہمدردی ہو رہی ہے اس سے؟؟ بھول گئے ہو کل اس نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا؟؟"

اس کو اپنے ساتھ بیٹھتا دیکھ کر دلاور نے اپنا غصہ دائم پر نکالا تھا۔

"چھوڑو دلاور لڑائی کو بڑھا کر کیا کرنا۔ ویسے بھی اس کی موم میری موم کی فرینڈ ہیں۔"

دائم نے اس کو پر سکون کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اچھا تو تم اس لیے اس سے ڈر رہے ہو کہ کہیں یہ تمہاری موم کو شکایت نہ لگا دے؟؟؟"

دلاور نے اس کو گھور کر دانت پیستے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے موم کہتی ہیں لڑائی نہیں کرتے۔"

دائم نے اپنی صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا۔ داور اپنے بیگ سے بوک اور نوٹ بک نکالتے ہوئے ان کی بات سن رہا تھا۔ اسکی بات سن کر دلاور نے کہا۔

"یہ تو میری موم بھی کہتی ہیں۔ "

"پر تم ان کی بات نہیں سنتے۔۔ "

نوٹ بک کھولتے داور نے مزاق اڑاتے ہوئے کہا۔ جبکہ دلاور نے کندھے اچکا دیے جیسے اس کو فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ دائم نے اپنا ہوم ورک نکال کر سامنے رکھ کر کہا۔

"لڑائی نہ کیا کرو مجھے بھی اچھا نہیں لگتا۔ "

"دائم میری موم یہ بھی کہتی ہیں رونگ از رونگ۔ "

دلاور کا انداز جتانے والا تھا۔

آئی نو وری رونگ از رونگ میری موم کہتی ہیں ہر بار لڑائی کرنا ضروری "

"نہیں ہوتا۔

دائم نے اس کو سمجھانا چاہا تھا جس پر اس نے بس اپنے کندھے اچکائے تھے۔

وہ جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوئی وہ دونوں اس کو دیکھ کر بے اختیار ہی مسکرائے تھے۔

"آج ہماری بیٹی کو ہماری یاد کیسے آگئی؟؟ "

انہوں نے اس سے ملتے ہوئے محبت سے شکوہ کیا تھا۔

"کچھ مصروفیات تھیں۔ "

"آئو بیٹھو نہ۔۔ "

"ماما۔۔آپ کے صاحب زادے نظر نہیں آرہے۔۔"

اس نے ایک نظر ارد گرد ڈال کر میرب ملک سے پوچھا تھا۔

"اچھا۔۔تو آپ اپنے مسٹر ملک سے ملنے آئی ہیں۔مجھے لگا ہم سے ملنے آئی ہیں۔"

بہروز ملک کے انداز پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

"ارے شرمندہ کیوں ہو رہی ہو؟؟وہ تمہارا شوہر ہے۔"

میرب ملک نے بھی اس کو چھیڑا تھا۔

"آں۔۔۔ہاں۔۔میں کیوں شرمندہ ہو رہی ہوں؟؟وہ شوہر ہے میرا۔"

اس کے گردن اکڑا کر کہنے پر ان دونوں نے ہی ہنس کر گردن نفی میں ہلائی تھی۔

"اوپر کمرے میں ہے وہ۔۔"

میرب ملک کے کہنے پر وہ اوپر کی طرف بڑھ گئی۔مگر جانے سے پہلے مڑ کر ان کو کہا۔

"کھانا تیار کروائیں بہت بھوک لگی ہے۔"

تین چار گھنٹے کے لیے آتی ہو۔اس میں سے بھی ڈھائی گھنٹے اس کے کمرے
"میں گزار دیتی ہو۔

یہ تو آپ مسٹر ملک سے کہیں کہ مجھے آپ کے پاس بھی آنے دیا "
"کریں۔

میرب ملک کے کہنے پر وہ شرارت سے ایک آنکھ دبا کر بولی تھی۔ جبکہ وہ دونوں تو ہر بار کی طرح اس کی بے باکی دیکھ کر رہ گئے۔ وہ کمرے میں آئی تو کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ شرارت سے اس کی آنکھیں چمکیں تھیں۔ وہ ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔ وہ سرخ آنکھیں لیے شرٹ لیس شاور کے نیچے کھڑا تھا۔ اپنے پیچھے آہٹ محسوس کر چکا تھا مگر انجان بن کے کھڑا رہا جانتا تھا کون ہے۔ ملک کے نہ مڑنے پر اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ وہ خود ہی اس کے سامنے آ گئے ملک کے دونوں ہاتھ دیوار پر تھے وہ نیچے سے ہو کر اس کے سامنے آئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔

" آئی ایم سوری۔۔۔۔۔۔مجھے ابھی تک کوئی ثبوت نہیں ملا۔ "

اس کی آنکھوں میں موجود وہشت دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

" سزا پر خود عمل کرو گی؟ یا میں کروں۔؟ "

"کس بات کی سزا۔۔۔۔۔۔؟"

اس نے غلطی پوچھی تھی۔

" آخری بار کب آئی تھی۔۔۔؟ "

اس کے سوال کے بدلے ملک نے دوبارہ سوال کیا تھا۔

" آپ جانتے ہیں میں نہیں آسکتی۔ "

اس نے اداسی سے کہا تھا۔ جواباً وہ اس پر جھکا تھا۔ ملک کی شدت پر اس نے اپنے بازو اس کی گردن کے گرد حمائل کر لیے تھے۔ کچھ دیر بعد اس کو اپنے کندھے سے ہاتھ ٹاول سرکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ جو باتھ روم میں آنے سے پہلے اس نے پہن لیا تھا۔ اس کے کوئی مزاحمت نہ کرنے پر وہ

گردن پر جھکا تھا۔ وہ پوری طرح بھیگ چکی تھی۔ وہ اس کو اٹھا کر کمرے میں لے آیا تھا اس کی شدتیں

بتا رہی تھی کہ وہ کتنا ناراض ہے۔ تھوڑی ہی دیر وہ اس کی ناراضی سے نڈھال ہو گئی تھی۔ اب وہ محبت سے اس کو گہرے گہرے سانس لیتا دیکھ رہا تھا۔

"جاب شروع کر لو۔ جاب کے بہانے یہاں آجایا کرو۔ "

اس نے حل بتایا تھا۔

" آپ کو لگتا ہے وہ لوگ مجھے جاب کی اجازت دیں گے۔ "

اس نے 'جاب' پر زور دیے کر حیرت سے پوچھا تھا۔

"کوئی بھی بہانا سوچ لو نہیں رہا جاتا تم دونوں کے بغیر۔۔۔۔۔ "

ملک نے اس کی گردن میں منہ چھپا کر کہا تھا۔

"میں نچے ماما بابا کو کھانے کا کہہ کر آئی ہوں۔ "

اس نے بات بدلنی چاہی تھی۔

" تم مجھے نظر انداز کر رہی ہو۔ "

انداز جتانے والا تھا۔

"جس بات کا جواب نہیں ہے میرے پاس وہ ہر بار کیوں پوچھتے ہیں۔ "

اس نے گہرا سانس لے کر پوچھا تھا۔اس کی بات سن کر وہ خاموش ہوا تھا۔

"گھر میں کیا کہہ کر آئی ہو؟"

اس نے بات بدلنی تھی۔

"شاپنگ۔۔۔۔۔۔ "

اس نے مختصر جواب دیا تھا۔ نظریں اس وجاہت کے شاہکار پر تھیں۔جو اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کی سنجیدگی کو بغور دیکھ کر بے اختیار بولی تھی۔

" کب یہ سب ختم ہو گا اذی؟ شوہر ہیں آپ میرے۔ کب تک ہم ایسے چھپ چھپ کر ملتے رہیں گے۔"

وہ اس کے ہونٹوں پر محبت کی مہر ثبت کرتے بولا تھا۔ جواباً اس نے محض سر ہلایا تھا۔ وہ تین گھنٹے وہاں رہ کر واپس چلی گئی تھی۔ اور میرب ملک اور بہروز ملک نے اس کے جاتے ہی اپنے اکلوتے بیٹے کی غائب ہوتی مسکراہٹ اور آنکھوں کا سکون دیکھا تھا۔

"کیوں بھیجتے ہوں اس کو وہاں؟ جہاں بھیجنا تمہارے لیے کسی اذیت سے کم نہیں ہے؟"

بہروز ملک نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"اپنی خوشی اور سکون کے لیے میں باقی سب کی زندگی کو عذاب تو نہیں بنا سکتا۔"

وہ بھی سنجیدگی سے ہی بولا تھا۔

"کب ہماری بیٹی ہمیشہ کے لیے ہمارے پاس آئے گی؟"

میرب ملک نے اداسی سے کہا تھا۔

"آپ دعا کریں یہ سب جلدی ختم ہو جائے۔"

". میری ساری دعائیں تم دونوں کے لیے ہی تو ہیں "

اس کے کہنے پر میرب ملک پیار سے بولی تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔۔۔۔

بہت افسوس ہوا یہ جان کر کہ اس بار یہ ٹینڈر آپ کی کمپنی کو نہیں ملا "

"مسٹر ملک۔

اس کی آنکھوں میں چمک اور لہجے میں طنز تھا۔وہ بس اپنا غصہ ضبط کر کے رہ گیا تھا۔

ایکسکیوزمی خان صاحب ! اتنا نہ اترائو اپنی کامیابی پر کہیں بعد میں پچھتانا "

"نہ پڑ جائے۔

اس نے بھی چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ سجا کر کہا تھا۔

"خان زادہ حدی ایسا کوئی کام نہیں کرتا کہ بعد میں اس کو پچھتانا پڑے۔ "

اس کا انداز جتانے والا تھا۔

"اتنا نہ اترائو کہ بعد میں منہ کی کھانی پڑے۔"

مسٹر ملک نے مشورہ دیا تھا۔

"مجھے آپ کے مشورے کی فلحال ضرورت نہیں ہے مسٹر ملک۔ "

اس نے چہرے پر دل جلانے والی مسکراہٹ سجا کر کہا تھا۔

"ملک دلاور نام ہے میرا۔ "

خان زادہ حدی کے بار بار اس کو مسٹر ملک کہنے پر اس نے دانت پیس کر غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔ ملک دلاور نے غصہ ضبط کرنے کے لئے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچ لیں تھیں۔

"جانتا ہوں مسٹر ملک۔ "

اس کے بعض نہ آنے پر ملک دلاور کا دل کیا خان زادہ حدی کا سر پھاڑ دے۔ اس کو غصہ دلا کر وہ پر سکون سا واپس مڑ گیا تھا۔

"چھوڑوں گا نہیں تجھے خان زادے۔۔ "

اس نے غصے سے سوچا تھا۔

وہ ہاسپٹل سے واپس آ رہی تھی کہ اس کی گاڑی خراب ہو گئی جس کی وجہ سے وہ پیدل واپس جا رہی تھی کہ ایک طرف کھڑے لڑکوں نے اس کو دیکھ کر سیٹی بجاتے ہوئے کہا۔

"ارے۔۔۔ کہاں جا رہی ہو؟؟ ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ "

ان کی بات سن کر وہ ڈر گئی تھی۔ اس نے ان سب کو نظر انداز کر کے اپنے قدم تیز کر لیے۔ وہ بھی اس کے پیچھے آئے تھے۔ ان لڑکوں کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر اس کے ڈر میں اضافہ ہوا تھا۔ مگر پھر بھی اس نے مڑ کر ان کی

طرف نہیں دیکھا۔وہ سب جلدی سے اس کے قریب پہنچے۔ایک لڑکا اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

ارے۔ارے۔۔کہاں جارہی ہو؟؟اتنی جلدی بھی کیا ہے؟؟ہم چھوڑ "
"دیتے ہیں۔۔

اس نے کہتے ہوئے ڈاکٹر نور کا بازو پکڑ لیا۔اس کی چیخ نکل گئی تھی۔وہ سب اس کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ان سب کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ خوف سے کانپنے لگی تھی۔

"چھچھ۔۔۔ چھچھ۔۔ چھوڑو مم۔۔۔ مم۔۔مجھے۔ "

خوف سے اس کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔وہ سب خباثت سے قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

"چھوڑ دیں گئے۔۔ چھوڑ۔۔دیں گے پہلے ہمیں تو خوش کرو۔۔ "

ایک لڑکے نے کہتے ہوئے اس کے گال کو ہاتھ لگانا چاہا تھا مگر وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔ مگر پیچھے ایک لڑکا کھڑا تھا وہ اس سے ٹکرا گئی۔وہ

سب اس کے گرد دائرہ بنا کر کھڑے تھے۔اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔

"چھوڑو مجھے۔۔ "

اس نے روتے ہوئے کہا مگر کسی پر بھی اس کی بات کا اثر نہیں ہوا تھا۔ایک لڑکے نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے دوپٹہ اتار کر پھینک دیا۔ڈاکٹر نور کی چیخ نکل گئی تھی۔

"اللہ میری مدد فرما۔۔ "

اس کے روتے ہوئے اللہ سے دعا کی تھی۔دوسرے لڑکے نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کو اپنی طرف کھینچا تھا۔

"چھوڑو۔۔مجھے۔۔کوئی ہے۔۔؟؟ "

اس نے مدد کے لیے چیخ کر کہا تھا۔

"کوئی نہیں آنے والا تیری مدد کے لئے۔ "

وہ خباثت سے بولا تھا۔ وہ ابھی ڈاکٹر نور پر جھکا ہی تھا کہ اس نے چیخ کر اللہ کو پکارا تھا۔

"اللہ۔۔۔ "

اسی وقت ایک بلیک مرسیڈیز ان کے پاس آکر رک گئی۔ وہ سب ہی اس گاڑی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کے وہ سب پھر سے ڈاکٹر نور کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتے۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے آنے والے کو دیکھ کر وہ سب ساکت ہو گئے۔ وہ سفید قمیض شلوار پہنے کندھوں پر بلیک چادر لئے ہوئے تھا۔ برائون بال جیل سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔ کشادہ سفید پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔ ہیزل گرین آنکھوں میں موجود غصہ اور وحشت دیکھ کر وہ سب ڈر گئے تھے۔ مغرور کھڑی ناک برائون داڑھی۔ مونچھوں تلے سختی سے بھنچے عنابی لب بلاشبہ وہ مردانہ وجاہت کا مجسمہ تھا۔ اس نے ان کو سوچنے کا موقع بھی نہیں دیا اور ان سب کو مارنا شروع کر دیا۔ وہ جو پہلے ان لڑکوں سے ڈر رہی تھی اب اس

کواس وحشی سے ڈر لگ رہا تھا۔اس کو بے اختیار ہی ایول کنگ یاد آ گیا تھا۔ان سب کو اچھا خاصا مار کر اس نے زمین پر گرا دوپٹہ اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا۔جو خوف سے کانپتی اس کو ہی دیکھ رہی تھی۔اس کو دیکھ کر ایک لمحے کو وہ ساکت ہو گیا تھا۔اس کے اس طرح دیکھنے پر ڈاکٹر نور نے گھبرا کر نظریں نیچے کر لیں۔اس کی خم دار پلکیں رونے کی وجہ سے مزید خوبصورت لگ رہی تھیں۔اس کی بڑی بڑی برائون آنکھوں میں لگا کاجل پھیلنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کو مزید پر کشش بنا رہا تھا۔اس کی خوبصورت ناک پر چمکتی سفید لانگ گلاب کی پنکھڑی جیسے لب اور ان کے پاس موجود ایک چھوٹا سا تل وہ بلا کی حسین لڑکی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر دوپٹہ اس کے کندھوں پر اچھی طرح سے رکھ کر کہا۔

"گاڑی میں بیٹھو۔۔ "

اس نے اپنے محسوس رعب دار لہجے میں کہا تھا۔

مم۔۔۔ مم۔۔ میں۔۔ چچ۔۔ چل۔۔ چلی۔۔ جج۔۔ جا۔۔ جائوں "
"گی۔۔

اس کی انکار کرنے پر اس کو غصہ آیا تھا۔

"میں نے پوچھا نہیں ہے کہ تم نے جانا ہے یا نہیں۔۔ "

اس نے سختی سے کہا تو ڈاکٹر نور نے خوف زدہ نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔ جو اس سے ایسے مخاتب تھا جیسے وہ اس کی ملکیت ہے۔

مجھے بار بار اپنی بات کہنے کی عادت نہیں ہے۔ آخری بار کہہ رہا ہوں اب)
اگر دوبارہ تم مجھے کسی اور مرد کے ساتھ نظر آئی تو یقین جانو اس سے بھی
(بری سزا دوں گا۔

ڈاکٹر نور کے کانوں میں ایول کنگ کی آواز گونجی تھی۔

"تھنکیو سو مچ لیکن میں چلی جاؤں گی۔ "

اس کے دوبارہ منع کرنے پر اس نے ڈاکٹر نور کا بازو پکڑ کر اس کو اپنی گاڑی میں بیٹھا دیا۔

"ہر بار بچانے نہیں آتا کوئی۔ "

اس نے غصے سے کہہ کر گاڑی کا دروازہ بند کر دیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"مجھے انکار سننے عادت نہیں ہے۔ "

کہتے ہوئے اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"گھر کہاں ہے؟؟ "

وہ اس سے ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ اس کی ذر خرید غلام ہو۔

"شاہ حویلی۔۔ "

اس نے مختصر جواب دیا تھا۔اس کے بعد ان دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ڈاکٹر نور کے ذہن میں ایول کنگ چل رہا تھا کے اب وہ پتا نہیں کیا کرے گا۔

سب لوگ جرگے میں موجود تھے۔

ابو۔۔۔پلیز۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔نہ۔۔ بھیجیں۔۔۔مجھے پڑھنا "

"ہے۔۔

وہ روتے ہوئے اپنے باپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر التجائیں کر رہی تھی۔ مگر وہ تو ایسے بیٹھے تھے جیسے وہ ان کی نہیں کسی اور کی بیٹی ہو۔ آنسو ضبط کرنے کی وجہ سے ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔ایک ستائیس اٹھائیس سال کا لمبا چوڑا مرد اس کی طرف بڑھا تھا۔اس نے گھبرا کر اپنے باپ کو دیکھا تھا۔اس لڑکی نے روتے ہوئے ایک بار پھر اپنے باپ سے التجاء کی تھی۔

"ابو۔۔میں نہیں جائوں گی۔۔آپ کی بیٹی ہوں میں۔۔ "

ان کے نظر پھیرنے پر اس نے اپنے تڑپ کر اپنے باپ کو دیکھ کر کہا تھا۔ مگر وہ اس کو نظر انداز کر کے کھڑے ہو گئے۔اس نے بے یقینی سے پتھرائی نظروں سے اپنے باپ کو دیکھا تھا۔

"ابو۔۔میں نہیں جائوں گی۔۔پلیز۔۔۔ "

اس نے اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا مگر انہوں نے بغیر اس کو دیکھے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔اس نے صدمے کی کیفیت میں اپنے باپ کو دیکھا تھا۔اتنے میں وہ بھی اس کے پاس آگیا۔اس نے ڈر کر اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔اس آدمی نے بغیر کیسی کا لحاظ کیے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا تھا۔وہ تھپڑ اتنی زور کا تھا کہ وہ زمین پر گر گئی۔آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔زبان پر جیسے قفل لگ گیا تھا۔وہ پتھرائی نظروں سے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔اس نے بالوں سے پکڑ کر اس کو کھڑا کیا اور غصے سے دانت پیس کر بولا۔

"بکواس بند کر اپنی۔تجھے پتا ہے کہ ونی کی گئی لڑکی اپنے ماں باپ کے لئے مر جاتی ہے اب ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے اتنی سختی سے بال پکڑے تھے کہ اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔سب وہاں پر بیٹھے بس خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔کوئی اس ظالم کو روکنا تو

دور کوئی اس ظلم کے خلاف آواز تک نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ بس بت بنی اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی جنہوں نے آج تک اس سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی آج ان کے سامنے ان کی لاڈلی کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا تھا اور وہ خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ وہ اس کو تقریباً اس کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ اور وہ کسی بے جان چیز کی طرح اس کے ساتھ گھسیٹتی چلی جا رہی تھی۔ جرگہ ختم ہونے بعد سب وہاں سے چلے گئے۔

:خان حویلی

وہ جس وقت حویلی میں داخل ہوئے تھے پوری حویلی میں افراتفری کا عالم تھا۔ ہر کوئی ادھر اُدھر بھاگ بھاگ کر کام کر رہا تھا۔ وہ یہ سب دیکھ کر وہ بے اختیار ہی مسکرائے تھے۔

"آتا ہی ہو گا۔ (Hadi) آغا جان! آ گئے ہیں۔ جلدی کریں حدی "

اس کی خوشی قابلِ دید تھی۔

"اس لیے ہی تو ہم جلدی آئے ہیں۔ "

انہوں نے مسکرا کر کہا تھا۔

"میں بہت بہت خوش ہوں۔۔ "

وہ جوش سے کہ رہا تھا اور وہ اس کو ایسے سن رہے تھے جیسے اس سے زیادہ ضروری کوئی اور کام نہیں ہے۔

"ہم جانتے ہیں ہمارے مرتضیٰ کو اپنے بھائی کے آنے کی کتنی خوشی ہے۔ باقی سب کہاں ہیں؟؟

انہوں نے اس کو بچوں کی طرح خوش ہوتے دیکھ کر کہا اور باقی سب کے بارے میں پوچھا۔

"مورے کچن میں حدی کی پسند کا کھانا تیار کروا رہی ہیں۔ بابا کہہ رہے تھے کے وہ سارے کام ختم کر کے آتے ہیں۔ زویزان یونی سے آتا ہی ہو

گا۔چاچو بھی آرہے ہیں۔دلاور بھی سکول سے آنے والا ہے۔درعین
"مورے کے ساتھ کچن میں ہے۔

اس نے سب کے بارے میں بتایا تھا۔وہ سر ہلا کر اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گئے۔

خان حویلی کے سربراہ ابراہیم خان ہیں۔جن کو سب ہی آغا جان کہتے
ہیں۔ان کی بیوی خانم بیگم۔جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔سب سے
بڑے جلال ابراہیم خان جن کی شادی رائحہ خان سے ہوئی تھی اور ان
دونوں کے تین بیٹے تھے۔سب سے بڑا بیٹا خان زادہ حدی جو اپنے دادا کی
طرح سخت مزاج تھا۔چند سالوں میں اس نے بزنس کی دنیا میں اپنا بہت بڑا
نام بنالیا تھا۔باہر والوں کے لئے جتنا سخت تھا اپنے دونوں بھائیوں کے لیے
جان دیتا تھا۔اس سے چھوٹا مرتضیٰ تھا جو حدی کے بلکل الٹ تھا۔اس کی
شادی گھر والوں کی مرضی سے اس کی پھپھو زاد سے ہوئی تھی۔اس کا ایک
بیٹا تھا۔جو اپنے حدی بابا پر تھا۔دیکھنے میں بھی اور ایٹیٹیوڈ میں بھی دلاور

حدی پر ہی تھا۔اور سب سے چھوٹا اور حدی اور مرتضیٰ کی جان زویزان جو یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ جلال خان سے چھوٹے بلال ابراہیم خان جن۔ کی شادی ان کے دوست کی بہن ہادیہ سے ہوئی تھی۔ان کے دو بچے تھے ایک بیٹا ایزد خان جو بزنس مین تھا۔اور ایک بیٹی غزال جو پیشے سے تو وکیل تھی۔پر اس کی شرارتوں سے ہر کوئی تنگ تھا۔ایزد جتنا خاموش مزاج تھا غزال اس کے بلکل الٹ تھی۔جب بھی باہر کوئی کارنامہ انجام دے کر آتی سب سے پہلے ایزد کو ہی بتاتی تھی۔اس لئے اکثر اوقات وہ اس کو گھر والوں کی ڈانٹ سے بچا لیتا تھا جس کا وہ بھرپور فائدہ اٹھاتی۔ابراہیم خان کی اکلوتی بیٹی اور ان کے شوہر ایک ایکسیڈنٹ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے تب سے ہی ان کی اکلوتی بیٹی اپنے نانا کے پاس تھی۔وہ ڈاکٹر تھی مرتضیٰ اور وہ اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن تھے۔

وہ کیبن میں داخل ہوااور سر کو سلیوٹ کیا۔انہوں نے سر ہلا کر اس کو ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا کہا۔وہ سر ہلا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔انہوں نے ایک فائل اس کے سامنے کی تواس نے فائل پکڑتے ہوئے چوچھا۔

"سر! یہ کس کیس کی فائل ہے؟؟ "

"..ایول کنگ "

ان کے منہ سے یہ نام سن کر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

" یہ ایول کنگ کے سارے کارناموں کی فائل ہے۔وہ کون ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔بس ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ خود کو ایول کنگ کہتا ہے۔اس کو دیکھنا تو دور کی بات ہے کیسی کو آج تک اس کا نام بھی نہیں پتا چلا۔جو اس کو دیکھ لیتا ہے یا اس کو جان لیتا ہے وہ اس کی جان لے لیتا ہے۔ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ان شارٹ تم نے ایسے انسان کو پکڑنا ہے جس کے سائے کے بارے میں بھی ہمیں کچھ نہیں پتا۔"

انہوں نے ایس پی ازمار کو بتایا تواس نے پر جوش وہ کر جواب دیا۔

تھینکس سر مجھے اس قابل سمجھنے کے لئے۔میں آپ کو ناراض نہیں "
"کروں گا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔۔"
ان کی بات سن کر وہ مسکرا کر بولا۔

"اور آپ کو بھی پتا ہے مجھے آسان چیزیں پسند نہیں ہیں۔ "
اس کی بات سن کر وہ بھی مسکرا دیے۔

وہ آتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

اب وہ پتا نہیں کیا کرے گا؟؟ یا اللہ میں کیا کروں وہ تو اس بے چارے کو"
"جان سے مار دے گا۔۔
وہ پریشانی سے اُدھر ٹہلتے ہوئے خود سے باتیں کر رہی تھی۔ بے بسی سے آنکھوں سے آنسوں بہنے کو تیار تھے۔
اس نے تو میری مدد کرنی چاہی تھی۔ اب یہ بات اس کو کون سمجھائے"
"گا۔۔ وہ نہیں چھوڑے گا۔۔
اس نے ایول کنگ کے خوف سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے خود سے کہا۔ بے بسی سے آنسو ٹوٹ کر گال پر گرے تھے۔ اس کو یقین تھا کہ وہ ابھی آتا ہی ہو گا۔ کافی دیر ٹہلنے کے بعد وہ تھک کر چینج کر کے سو گئی۔ رات کا نا جانے کون سا پہر تھا کہ ایک وجود کھڑکی سے اندر آیا تھا۔ اس کو سکون سے سو یا دیکھ کر اس کو مزید غصہ آیا تھا۔ وہ غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے بیڈ کی طرف بڑھایا تھا اور اس کی گردن کو اپنے ہاتھوں کی سخت گرفت میں لے لیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کو ایک لمحے میں اپنا

سانس روکتا ہوا محسوس ہوا۔اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنے کو
تھیں۔اندھیرے میں بغیر دیکھے بھی وہ جان گئی تھی کون ہو سکتا ہے۔اس
نے بے اختیار ہی ایول۔ کنگ کے ہاتھ پکڑ کر خود کو چھڑوانے کی کوشش
کی تھی مگر اس نے گرفت مزید سخت کر دی۔اس کو اپنے جسم سے جان
نکلتی محسوس ہوئی تو اس کے ہاتھوں کی گرفت ایول۔ کنگ کے ہاتھوں پر
اس نے ایک جھٹکے سے ڈاکٹر نور کی گردن چھوڑی۔وہ بیڈ پر کمزور ہوئی تو
دائیں طرف کروٹ لے کر بری طرح کھانسنے لگی۔ایول۔ کنگ نے اس کو
بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کیا تو وہ کھانسنا تو دور سانس تک لینا بھول گئی۔

"کیا کر رہی تھی اس کے ساتھ؟؟"

وہ اس کے منہ کے پاس غرایا تھا۔ڈاکٹر نور اپنے اپنے چہرے پر اس کی
سانسوں کی تپش محسوس کر کے جی جان سے لرزی تھی۔

"اا۔۔اا۔۔اس۔۔اس۔۔نن۔۔نن۔۔نے۔۔نے۔۔مم۔۔مے۔۔مے۔۔

میری۔۔۔ہہ۔۔ہہ۔۔ہی۔۔ہیل۔۔ہیلپ۔۔کک۔۔کک۔۔کی۔۔

"کی۔۔۔تھتھ۔۔تھ۔۔تھی۔۔

وہ خوف سے بری طرح ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔

"ہیلپ کی تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی بھی ایرے غیرے کے

"ساتھ واپس آجاؤ گی؟؟

ایول۔کنگ نے ایک جھٹکے سے اس کو خود سے دور کیا۔اس کی آنکھوں

سے نکلنے والے آنسو ایول۔کنگ کو مزید غصہ دلا گئے تھے۔

"اب دیکھو میں کیا کرتا ہوں تمہارے ساتھ بھی اور اس کے ساتھ

"بھی۔۔

ایول۔کنگ نے غصے سے کہتے اس کا دوپٹہ اس کے وجود سے الگ کیا۔

"آہ۔۔"

اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ جوایول۔ کنگ کے ہاتھ کی مضبوط گرفت نے دبوچ لی۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ آنسو سیلاب کی طرح نکل رہے تھے۔ ایول۔ کنگ اس کے لبوں پر جھکا تھا ڈاکٹر نور نے مزاحمت کرنی چاہی مگر اس نے ڈاکٹر نور کی کلائیاں پکڑ کر بیڈ کے ساتھ لگا دیں۔ وہ مسلسل خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کی مزاحمت پر وہ اس کے ہاتھوں اور لبوں پر گرفت سخت کر دیتا۔ اس کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ بے ہوش ہونے کو تھی۔ جب وہ پیچھے ہوا تو اس نے گہرے گہرے سانس لے کر اپنی سانسوں کی ترتیب درست کی ابھی وہ اس کی اِس حرکت سے نہیں سنبھلی تھی کہ اُس کا وحشت بھرا لمس اپنی گردن پر محسوس کر کے سانس تک لینا بھول گئی۔ آنکھوں سے اب بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو چّاہ کر بھی چھوڑا نہیں پا رہی تھی۔ اُس کی گردن پر جا بجا اپنی وحشت کے نشان چھوڑ کر اُس نے ڈاکٹر نور کے ہاتھوں کو آزادی بخشی تھی ایول۔ کنگ کے اتنی

آسانی سے چھوڑ دینے پر اُس کو حیرت ہوئی تھی مگر اُس کی حیرت تب کم ہوئی جب اُس نے ڈاکٹر نور کی نائٹ شرٹ ایک جھٹکے سے پھاڑ دی۔

"آہ۔۔۔"

اس کی چیخ بے حتیار تھی۔ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے سامنے موجود سفاک جلاد کو دیکھا جس نے اپنی جیب سے چاقو نکال لیا تھا۔ اُس کا دل کیا کے ایک ہی بار اس کو جان سے مار دے۔ تاکہ اس روز روز کی اذیت سے ڈاکٹر نور کی جان چھوٹے مگر سامنے ایول۔ کنگ تھا برائی کا بادشاہ وہ اتنی آسانی سے کیسے چھوڑ دیتا اُس نے ڈاکٹر نور کی بیوٹی بون پر اپنا نام لکھا چاقو چبنے پر اُس کی چیخ نکل گئی تھی جس کو اُس نے اپنے ہونٹوں سے روک کر اُس کی سانسوں تک کو قید کر لیا۔ اپنا نام لکھ کر ایول۔ کنگ نے ڈاکٹر نور کو آزاد کیا مگر مکمل طور پر نہیں۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا تکلیف کی شدت سے اُس کے آنسوؤں میں مزید روانی آئی تھی مگر یہ تکلیف اُس کی قید کی تکلیف سے کم تھی۔ ایول۔ کنگ نے جھک کر اُس کے بہتے خون کو اپنے لبوں سے روکا

تھا۔ جیسے اُس کے زخم پر مرہم لگا رہا ہو۔ اپنی کمر پر اُس کے ہاتھ کی سخت بے آواز رو رہی تھی وہ کسی کو مدد کے لئے آواز گرفت محسوس کر کے وہ دیتی تو کیسے دیتی کوئی آتا بھی تو کیوں آتا؟؟

"یہ نام ہر وقت تمہیں یاد کروائے گا یہ غلطی دوبارہ ہوئی تو ابھی کچھ نہیں
"کیا اگلی بار کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔

اُس نے ڈاکٹر نور کی پھٹی شرٹ کی طرف اِشارہ کر کے کہا تھا۔ اپنی حالت دیکھ کر اُس کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے ایول۔ کنگ نے بالوں سے پکڑ کر اُس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کر کی کہا

"پر تمہارے (Muqtaza) تمہیں جان سے نہیں مار سکتا جانِ مقتضی قریب آنے والے کسی بھی انسان کو نہیں چھوڑوں گا۔ پھر چاہے وہ کوئی بھی ہو۔۔۔ کوئی بھی۔"

اُس کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ ڈاکٹر نور کانپ کر رہ گئی۔

"آ۔۔ آئی۔۔ آئندہ نہیں۔۔ ہو۔۔ گ۔ گ۔۔ گا۔۔"

وہ جانے والا تھا کہ ڈاکٹر نور نے اُس کا بازو پکڑ کر ڈرتے ہوئے کہا۔ وہ اُس کے لہجے میں کسی کی جان لینے کا خوف کر چُکا تھا۔ اُس کو کسی اور کے لئے پریشان دیکھ کر اُس کا پارا مزید ہائی ہوا تھا۔

بہت فکر ہو رہی ہے اُس کی اب اُس کے لئے پریشان ہونے کا انجام"

"دیکھو۔۔

وہ غصے سے کہتا ہوا اُس کی گردن پر جھک گیا۔ اپنی گردن پر جا بجا اُس کی وحشت کا لمس محسوس کر کے وہ اپنی کہی بات پر پچھتائی تھی۔ وہ اُس کے لبوں پر جھکا تھا۔ اُس کا ہاتھ اپنی گردن سے نیچے جاتا محسوس کر کے ڈاکٹر نور نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بے بسی سے آنسوؤں میں مزید روانی

نے غصے سے اُس کو دیکھا جو روتے ہوئے (Muqtaza) آئی۔ مقتضی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"آ۔۔آئی۔۔ایم۔۔س۔۔سو۔۔سوری۔۔"

اُس نے ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے معافی مانگی تھی۔ جسم اب بھی بُری طرح کانپ رہا تھا۔اُس کی آنکھوں میں بے بسی دیکھ کر کو مسکرایا تھا۔

"ایسے ہی ڈرتی رہا کرو مجھ سے۔۔"

وہ کہتے ہوئے سیدھا ہوا تھا۔ڈاکٹر نور فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اب اُس کے انجام کا انتظار کرو۔۔ "

اندھیرے میں بھی وہ اُس کی وحشت زدہ آنکھیں ڈاکٹر نور کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔اُس کو پھر سے کسی کا قتل کرنے کے لئے تیار دیکھ کر ڈاکٹر نور کے دِل میں اُس کے لئے نفرت بڑھ گئی تھی۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔"

وہ بے بسی سے روتے ہوئے بولی تھی۔اُس نے ڈاکٹر نور کو بالوں سے پکڑ کر اپنے قریب تر کیا۔اُس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے وہ جی جان سے کانپی تھی۔ایول۔کنگ کے دور ہونے پر اُس کی جو کپکپاہٹ کم ہوئی تھی اُس میں پھر سے اضافہ ہوا تھا۔

"آئی ہیٹ یو ٹو مسز جنگل کنگ۔"

وہ کہتے ہوئے پھر سے اُس کے لبوں پر جُھکا تھا۔ بغیر اُس کی مزاحمت کی پرواہ کیے وہ اپنی منمانی کرتا وہاں سے چلا گیا۔ ڈاکٹر نور ہمیشہ کی طرح اُس کے جانے کے بعد پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اپنے گھٹنوں کو سینے سے لگائے اُن میں منہ چھپائے وہ اپنی بے بسی پر ماتم کناں تھی۔ بے بسی ایسی کے کسی کو بتا نہیں سکتی تھی اور تکلیف ایسی کے اب برداشت سے باہر تھی۔ اُس کو لگا اب اُس کا دل پھٹ جائے گا مگر وہ مرنے بھی نہیں دیتا تھا۔ نہ خود جان سے مارتا تھا نہ موت آتی تھی۔

وہ اپنی ڈیوٹی سے واپس جا رہا تھا کے ایک لڑکی اُس سے بُری طرح ٹکرائی تھی۔

"او۔۔ایم سوری۔۔"

ایک معصوم سی آواز ایس پی ازمار کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔اُس نے دیکھا سامنے ایک ڈری سہمی لڑکی نظریں جھکائے کھڑی تھی۔پُرانا سوٹ پہنے بڑی سی سیاہ چادر سے آدھا چہرہ چھپائے ہوئے گھنی خم دار پلکوں کی جھالر گرائے ہوئے تھی۔بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چوٹیاں کیے ہوئے تھی۔

"کوئی بات نہیں۔۔آپ کس سے ڈر رہی ہیں؟"

ازمار کو اُس کے ڈر کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔

"ک۔۔ک۔۔کسی۔۔س۔۔سے نہیں۔۔"

اُس کا حکلانا ازمار نے محسوس تو کیا تھا مگر اُس کے نے بتانے پر خاموش ہو گیا۔اُس لڑکی نے ڈر کر پیچھے دیکھا اور بغیر ازماز کی طرف دیکھے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلی گئی۔وہ سر نفی میں ہلا کے چلا گیا۔

وہ سب گاؤں جانے کے لئے تیار تھے۔جب غزال کو شرارت سوجھی۔

خان صاحب کی بھی شادی کروادو۔ یہ ایسے ہی گھر بیٹھا کر مفت کی "
"روٹیاں توڑوانی ہیں۔۔
ایزد نے غزال کو گھوری سے نوازا تھا مگر اُس پر کب اثر ہونا تھا۔
"مفت کی کب توڑتا ہے۔ماشاءاللہ سے اپنا بزنس ہے۔"
بلال خان اس کی شرارت سمجھ کر بولے تھے۔
میرا مطلب کب تک آپ کی بیوی سے کام کرواتے رہیں گے۔اب تو ان "
"کی بیوی آجانی چاہیے۔
غزال کی چلتی زبان پر ایزد نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ جس پر ہادیہ اور بلال خان نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔
"میرے منہ کی بات چھین لی ہے غزال۔۔"
بلال خان نے سنجیدگی سے کہا۔
جس نے شادی کرنی ہے پہلے اس کو منالو یہ نہ ہو شادی کے دن انکار کر "
"دے۔

ہادیہ خان نے سنجیدگی سے کہا۔ان کی بات سن کر ایزد نے خاموش نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

"وہ تو پہلے ہی مانا ہوا ہے۔"

اس کی بات سن کر ایزد کا دل کیا اس کا سر پھاڑ دے مگر اپنا غصہ ضبط کر گیا۔ جبکہ ہادیہ اور بلال خان نے بے یقینی سے اپنے اکلوتے بیٹے کو دکھا تھا۔

کیا سچ میں بتاؤ۔۔؟؟کون ہے؟؟کہاں رہتی ہے۔۔؟؟کیا کرتی ہے؟؟"

"پھر میں اس کے لئے تمہارا رشتہ لے کر جاؤں۔

بلال خان کو دلی خوشی ہوئی تھی۔

"میں نے کب کہا ہے کہ میں نے شادی کرنی ہے؟؟"

ایزد نے غزال کو تیکھے چتونوں سے گھور کر کہا۔

"آٹھ۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایزد نے اس کو آنکھوں ہی آنکھوں سے وارننگ دی۔

"منٹ پہلے۔۔"

اس کی گھوری پر غزال نے اپنا بیان بدلا۔

"آٹھ منٹ پہلے۔۔؟؟"

ہادیہ خان نے نہ سمجھیں سے کہا۔ جبکہ بلال خان نے ایزد کا بار بار غزال کو گھورنا محسوس کر لیا تھا

"کون ہے وہ۔۔"

وہ اپنے بیٹے کی رگ رگ سے واقف تھے اس لئے سختی سے پوچھا اس سے کے وہ انکار کرتا غزال کی زبان کا کیڑا پھر سے مچلا۔

"ر۔۔۔"

اس کی زبان سے نام ادا ہونے سے پہلے ہی ایزد بول پڑا۔

"فضول بکواس کر رہی ہے مجھے نہیں کرنی شادی۔"

ہادیہ خان تو صدمے میں چلی گئی تھیں کہ ان کا شریف بیٹا کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے۔

"میں نے پوچھا کون ہے وہ لڑکی۔۔۔؟؟ کہاں رہتی ہے؟؟"

بن بلال خان نے رعب دار لہجے میں کہا۔ جبکہ غزال نے اپنی زبان کو دانتوں میں دبایا تھا۔

"کوئی نہیں ہے ڈیڈ۔۔آپ کو پتا ہے یہ فضول بولتی رہتی ہے ہمیں دیر ہو رہی ہے۔۔"

اس نے بات ٹالنی چاہی تھی۔

"فضول ضرور بولتی ہے پر جھوٹ نہیں بولتی میری بیٹی۔۔"

ہادیہ خان نے سختی سے کہا تھا۔

"اب میں اس کو اپنی تعریف سمجھوں یا بے عزتی؟؟؟"

غزال منہ بسور کر بولی۔

"موم نے تو تعریف کی ہے تم جو مرضی سمجھ لو۔۔"

اس نے سب کا دھیان بٹانے کی کوشش کی۔

"اب یہ سمجھ نہیں آتی کہ مائیں تعریف کر رہی ہیں یا بے عزتی۔۔۔"

وہ منہ بسور کر بولی۔

"بات مت بدلو ایزد۔۔"

بلال خان کی سنجیدگی اب بھی وہیں پر تھی۔

"ارے میں بتاتی ہوں۔۔"

غزال نے پھر سے اس کو سولی پر لٹکایا۔اس سے پہلے کے وہ سب کو بتاتی ایزد فوراً بولا۔

"کل یہ ایک پولیس آفیسر سے لڑ کر آئی ہے۔"

(اس چڑیل کو اتنی لمبی زبان دے کر پچھتا رہا ہوں۔۔)

وہ بس سوچ ہی سکا تھا۔

پولیس والا رہ گیا تھا لڑنے کے لئے؟؟ محترمہ اس سے بھی لڑ کر آگئی"

"ہیں۔

ہادیہ خان غصے سے بولی تھیں۔ان کی توپوں کا اپنی طرف دیکھ کر غزال منہ بسور کر رہ گئی۔ جبکہ بلال خان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے سوچا۔

(واہ۔۔۔بیٹا جی بات بدلنا تو کوئی آپ سے سیکھے۔)

"بعد میں پوچھوں گی آپ سے بھائی۔۔۔"

اس نے دانت پیس کر ایزد کے کان میں کہا تھا۔ جس پر اس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔ جبکہ غزال منہ بسور کر اپنی ماں کی ڈانٹ سن رہی تھی۔

"وہ مجھ سے بد تمیزی کر رہا تھا۔۔"

اس کی برداشت سے باہر ہوا تو منہ بسور کر بڑبڑائی۔

"کیا کیا تھا اس نے؟؟؟"

بلال خان نے پوچھا تھا۔ اپنے بیٹے کی کلاس بعد میں لینے کا سوچ چکے تھے۔ جواباً اس نے ساری بات بتائی۔

"نام کیا ہے اس کا؟؟"

"ازمار شازم شاہ۔۔"

غزال نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"ویسے جہاں لڑائی زیادہ ہوتی ہے وہاں پیار بھی زیادہ ہوتا ہے۔"

ایزد نے شرارت سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"جی۔۔ بلکل۔اس بات کی مثال میرے ساتھ ہی کھڑی ہے۔"

وہ کب چپ رہنے والوں میں سے تھی اس لئے ایزد کو سر سے پیر تک گھور کر ولی۔

"یہ کیا تم دونوں ہر وقت ایک دوسرے کے کان میں کھسر پھسر کرتے رہتے ہو؟؟"

"کچھ خاص نہیں بس بھائی اپنے عشقِ حیات کے بارے میں بات کر رہے تھے۔"

غزال نے اس کی طرف فاتحانہ مسکراہٹ اچھال کر کہا۔اس سے پہلے کے وہ کچھ بولتے ایزد نے پھر سے ان کی توجہ اس کی طرف کر دی۔

"میں تو بس یہی کہہ رہا تھا کے عنقریب ازمار شاہ کا پروپوزل آنے والا ہے ہماری غزال کے لیے۔"

آخر میں اس نے ہماری غزال پر زور دیا۔وہ اس کو گھور کر بولی۔

"آپ بڑے ہونے کا کچھ زیادہ ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔۔"

اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔ جبکہ بلال خان نے افسوس سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں کی لڑائی ختم ہو گئی ہو تو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

ان کی بات سن کر وہ دونوں شرافت سے آگے بڑھ گئے تھے ان کے پیچھے وہ بھی چلے گئے۔

وہ ابھی اندر ہی تھی کہ اس کی وین چلی گئی۔اُس نے جیسے ہی کالج سے باہر قدم رکھا حالی سڑک اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ وین کو نہ دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔

"ارے۔۔ کیا ہوا ہے تم گئی نہیں۔۔؟؟"

گارڈ نے پریشانی سے پوچھا۔

"وین چلی گئی میں ابھی اندر ہی تھی۔ سر کا کام تھا اِس لئے دیر ہو گئی۔"

اُس نے روہانسی ہو کر کہا۔

"اندر آجاؤ کوئی رکشہ آتا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

وہ معصوم لڑکی گارڈ کی آنکھوں میں موجود ہوس نہیں دیکھ سکی تھی۔اِس لئے سر ہلا کر اندر چلی گئی۔اُس کے جاتے ہی وہ بھی اندر چلا گیا۔

"ملا کیا کوئی رکشہ۔۔؟؟ "

اُس کو آتا دیکھ کر وہ خوشی سے بولی۔اُس کے قدم اپنی طرف بڑتے دیکھ کر غانیہ کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔وہ غانیہ کی طرف بڑھا اور اس کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔غانیہ جی جان سے لرزی تھی۔

"چھوڑیں۔ مم۔۔ مجھ۔۔مجھے۔۔"

وہ خوف سے کانپتی ہوئی بولی۔

"ارے ایسے کیسے چھوڑ دوں اتنی مشکل سے ہاتھ لگی ہو۔۔"

وہ خباثت سے بولا تھا۔غانیہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔
وہ غانیہ کی طرف جھکا تھا۔اس میں نہ جانے کہاں سے اتنی ہمت آگئی تھی
کہ اس نے گارڈ کو پوری قوت سے دھکا دیا اور باہر کی طرف بھاگ گئی۔ مگر
اس نے دروازے پر ہی اس کی کلائی پکڑ لی۔غانیہ کی بے اختیار ہی چیخ نکل
گئی۔ گارڈ نے دروازہ بند کرنا چاہا تھا کہ کسی نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اس
کو روک دیا۔اس گرین آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔اس کی وحشت زدہ
آنکھیں دیکھ کر ایک پل کو تو گارڈ بھی ڈر گیا تھا۔اس نے بغیر کچھ سمجھنے کا
موقع دیے گارڈ کو بُری طرح مارنا شُروع کر دیا۔چند منٹوں میں وہ گارڈ کو
ادموا کر چکا تھا۔غانیہ بے اختیار اس اجنبی کے پیچھے چھپی تھی۔وہ اس کو
لے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔
"گھر کا ایڈریس بتائیں..؟؟؟"

اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔غانیہ نے روتے ہوئے اس کو ایڈریس بتایا۔وہ تحمل سے گاڑی چلا رہا تھا۔غانیہ کو مسلسل روتے دیکھ کر وہ اپنا غصہ ضبط کر کے رہ گیا۔غانیہ کو اس کے گھر چھوڑ کر وہ اپنے گھر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جیسے ہی حویلی میں داخل ہوا پھولوں کی بارش نے اس کا استقبال کیا۔تمام ملازم ارد گرد جمع تھے۔سامنے ہی گھر کے تمام مرد کھڑے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔وہ بیزاری سے یہ سب دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"اس سب کی کیا ضرورت تھی؟؟"

وہ بیزاری سے ابراہیم خان کو دیکھ کر بولا۔

تو کس نے کہا ہے مہمانوں کی طرح گھر آیا کرو؟؟ہم تو مہمانوں کا ایسے ہی" "استقبال کرتے ہیں۔

انہوں نے اس کے کبھی کبھی گھر آنے پر طنز کرتے ہوئے کہا تو وہ بس ان کو گھور کر رہ گیا۔ان سے مل کر وہ باری باری سب سے ملا۔سب مردوں سے مل کر وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ان کے اندر کی طرف جاتے ہی سب ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔اندر آتے ہی وہ سب سے پہلے خانم بیگم کی طرف بڑھ گیا۔اس کو دیکھ کر وہ تو اس کے واری صدقے جا رہی تھیں۔پہلے تو انہوں نے اس کے سر سے کئیں نوٹ وارے پھر کئیں بکروں کا صدقہ دے دیا۔

"میرا بچہ اتنی دیر کیوں کر دی آنے میں؟؟"

انہوں کے سوال پر حدی کی آنکھوں کے سامنے وہ ڈری سہمی روتی ہوئی معصوم لڑکی گھوم گئی۔وہ سر جھٹک کر رائحہ خان کی طرف بڑھ گیا۔انہوں نے بھی اس کو سینے سے لگا لیا۔اتنی دیر بعد اپنے لاڈلے بیٹے کو دیکھ کر ان کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ان کی آنکھوں کی نمی نے اس کی یاد دلا دی تھی۔اس نے گھبرا کر اپنی ماں کو خود میں بھینچ لیا۔

"اتنی یاد آرہی تھی تو پہلے آجاتے۔"

وہ اپنے بیٹے کی حرکت پر مسکرا کر بولیں۔ مگر وہ کچھ نہیں بولا بس ایسے ہی کچھ دیر انہیں اپنے ساتھ لگائے کھڑا رہا۔ جب وہ ان سے الگ ہوا تو رائحہ خان نے غور سے اس کو دیکھا۔ چاچی سے مل کر وہ درعین اور غزال کی طرف بڑھ گیا۔

"کیسی ہیں آپ دونوں؟؟"

"بہت خوبصورت۔۔"

غزال نے ایک ادا سے بال جھٹک کر کہا۔ حدی نے اس کو گھوری سے نوازا۔

"حدی بابا! مجھ سے تو مل لیں۔۔"

اپنے پیچھے سے آنے والی آواز پر وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اس کی طرف مڑا۔ خود کو نظر انداز کر پر غزال اپنا غصہ ضبط کر کے بڑبڑائی۔

"کھڑوس۔۔"

وہ اس کی بڑبڑاہٹ نظر انداز کرتا دلاور سے بولا۔

"او۔۔میں نے دیکھا نہیں۔۔"

وہ زمین پر بیٹھ گیا۔

دلاور ابراہیم خان کو نظر انداز کرنے کے جرم میں آپ کو حویلی بدر کیا"
"جاتا ہے۔کوئی ضرورت نہیں ہے واپس آنے کی چلے جائیں دوبارہ۔

دلاور کا انداز ایسا تھا جیسے حدی اس کے حکم کا غلام ہو۔اس نے کہہ دیا تو بس ماننا پڑے گا۔

"سوری چھوٹے خان۔۔آئندہ یہ غلطی نہیں ہو گی۔معاف کر دیں۔۔ "

حدی نے چھوٹے بچے کی طرح کہا تھا۔اس کے انداز پر سب ہی مسکرا دیے۔

"میری ایک شرط ہے۔۔ "

"مطلبی۔۔"

دلاور کے رعب سے کہنے پر وہ اس کو گھور کر بولا۔

اس کو مطلبی نہیں بزنس کہتے ہیں۔میرا کام کریں بدلے میں آپ کو آپ "
" کے مطلب کی چیز مل جائے گی۔
وہ ایک پروفیشنل بزنس مین کی طرح کہہ رہا تھا۔
"اچھا۔۔جی۔فرمائیں کیا شرط ہے؟؟"
حدی نے ہار ماننے والے انداز میں کہا۔
"پہلے وعدہ کریں شرط پوری کریں گے۔۔"
"پہلے شرط بتائو پھر سوچوں گا۔۔"
اس نے دلاور کو مشکوک نظروں سے گھور کر کہا۔
"پہلے وعدہ۔۔"
دلاور نے ہاتھ آگے کر کے کہا۔اس نے کچھ سوچ کر دلاور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔جس پر وہ مسکرا کر فوراً بولا۔
"مجھے ماما چاہیے۔۔"
"آپ کی ماما تو وہ ہیں۔۔"

اس نے نا سمجھی سے درعین کو دیکھ کر کہا۔

"وہ تو موم ہیں مجھے ماما چاہیے۔۔"

دلاور نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کیا تھا۔اس سے پہلے کے وہ انکار کرتا دلاور فوراً بولا۔

آپ یہ بلکل نہیں کہیں گے آپ کو سمجھ نہیں آئی میں کیا کہہ رہا"

"ہوں۔۔۔

اس نے سختی سے کہا تھا۔دلاور کی خواہش پر سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔ان کے درمیان بولنے کی غلطی کسی نے نہیں کی تھی۔

"نہیں۔۔"

حدی نے فوراً انکار کیا۔

"آپ انکار نہیں کر سکتے۔آپ نے وعدہ کیا ہے۔۔"

دلاور نے اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نے صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔وعدہ نہیں کیا۔"

حدی نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ ہٹا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔اس کے انکار نے دلاور کو غصہ دلایا تھا۔

نکل جائیں اس حویلی سے۔ ہمیں نہیں چاہیں آپ گھر تو آتے نہیں"
ہیں۔ جب دیکھو کہیں نہ کہیں گئے ہوتے ہیں۔ مہمانوں کی طرح گھر آتے
"ہیں۔

اس نے غصے سے کہا تھا۔دلاور کے حاکمانہ انداز پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔حدی کے انکار سے سب کو دکھ ہوا تھا مگر اس کے آگے کسی کی نہیں چلتی تھی۔

"اچھا۔۔سوچوں گا۔۔"

حدی کے ہار ماننے والے انداز پر کہنے پر سب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"سوچیں گے نہیں کریں گے شادی۔۔"

دلاور کی اگلی بات پر اس کی آنکھوں کے سامنے وہ معصوم چہرا گھوم گیا تھا۔

"سوچ کے بتائوں گا۔۔اب اندر چلیں؟؟بندہ بشر کو بھوک لگی ہے۔۔"

دلاور کو پھر سے بولنے کے لئے تیار دیکھ کر اس نے فوراً بات بدلی۔اس وقت سب کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ سوچے گا۔پہلے کی طرح گھر سے چلے جانے کا نہیں کہا۔

"اچھا میں کھانا لگواتی ہوں۔۔"

رائحہ خان کہتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

وہ گاؤں سے کسی کام سے شہر جا رہی تھی۔راستے میں پولیس کی ناکہ بندی دیکھ کر وہ جھنجھلا گئی۔جیسے ہی اس کی باری آئی سامنے موجود آفیسر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔

"اس کی گاڑی چیک کرو۔۔"

سامنے اس لڑاکا وکیل کو دیکھ کر وہ چہرے پر استہزایہ مسکراہٹ سجا کر بولا تھا۔ وہ جو سامنے ازمار شاہ کو دیکھ کر تپی ہوئی تھی۔ اس کے انداز نے غزال کو مزید آگ بگولا کیا تھا۔

"کچھ نہیں ہے میری گاڑی میں۔۔"

وہ گاڑی سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف آتے آفیسر پر دھاڑی تھی۔

"کچھ نہیں ہے تو بھی گاڑی چیک کروایں۔ مس ایکس۔ وائے۔ ذی۔"

ازمار دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر بولا۔ جس کو دیکھ کر غزال کے سر پر لگی تلووں پر بجھی۔

"نہیں چیک کرواؤں گی میں۔۔"

وہ بپھری شیرنی کی طرح غرائی تھی۔

"اگر گاڑی چیک نہیں کروانی تو پولیس سٹیشن چلو۔۔"

غزال کا یہ انداز اس کو غصہ دلا گیا تھا۔

"تم جیسے دو ٹکے کے پولیس آفیسر زوردی میں ہی رعب جھاڑ سکتے ہو۔۔"

ازمار کی بات نے اس کے غصے کو مزید ہوا دی تھی۔ غزال کی بات پر ازمار کی غصے سے رگیں تن گئی تھیں۔

"تمہیں تو میں ایک دن پولیس سٹیشن لے کر ہی جائوں گا۔۔"

وہ نفرت سے بولا تھا۔

"تم مجھے پولیس سٹیشن لے دیکھتے ہیں کس کی خواہش پوری ہوتی ہے۔۔(کر جائو گے یا میں تمہیں کتوں کی طرح دوڑاؤں گی۔)

آخری بات اس نے دل میں کہی تھی۔ان آفیسرز کو کچھ نہیں ملا۔

"سر کچھ نہیں ہے۔۔"

ایک پولیس اہلکار نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"دیکھ لیا ہو تو میں جا رہی ہوں۔۔"

اس نے اجازت نہیں مانگی تھی بلکہ ازمار کو باور کروایا تھا۔

وہ وہاں سے فارغ ہو کر ابھی پولیس سٹیشن آیا تھا کہ پانچ منٹ بعد اس کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ اپنا غصہ ضبط کر کے رہ گیا۔

"فرمایئے۔۔"

وہ بیزاری سے بولا تھا۔

"میرا ہینڈ بیگ کہیں گر گیا ہے۔مجھے ڈھونڈ کے دو۔۔"

اس کے حکمیہ انداز پر وہ غصے سے بولا۔

"میں اتنا فارغ نہیں ہوں کہ تمہارے دو کوٹے کے ہینڈ بیگ کو ڈھونڈنے
کے لئے میں اپنا اتنا ایمورٹینٹ کام چھوڑ کر تمہارے ساتھ نکل پڑوں۔
اون ڈیوٹی سونے سے اچھا تو یہی ہے کہ تم میرا دو ٹکے کا ہینڈ بیگ ہی ڈھونڈ"
"دو۔۔

اس کی بات سن کر ازمار کو آگ ہی تو لگ گئی تھی۔

"اپنی بکواس بند کر اور یہاں سے کہیں اور جا کر مرو۔۔"

وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے دھاڑا تھا۔اس کو اتنے غصے میں دیکھ کر وہ فاتحانہ
انداز میں مسکرائی تھی جس کو دیکھ کر وہ مزید آگ بگولا ہوا تھا۔اس سے پہلے
کے وہ کچھ کہتا غزال نے اس کو دھمکی دی۔

اگر ابھی اور اسی وقت تم میرے ساتھ میرا بیگ ڈھونڈنے کے لئے نہیں"
"آئے تو تمہاری یہ دو ٹکے کی نوکری خطرے میں پڑ جائے گی۔۔
اس کی بات سن کر وہ تلملا کر بولا۔
تم اون ڈیوٹی آفیسر کو دھمکی دے رہی ہو اس جرم میں میں تمہیں اندر"
"بھی کر سکتا ہوں۔

وہ کب پیچھے رہنے والوں میں سے تھا۔ مگر غزال اس کی بات کو نظر انداز کر کے ایزد کو فون کر چکی تھی۔اس کے فون اٹھاتے ہی وہ بولی۔

بھائی!! ایک پولیس والا میرے ساتھ نہیں چل رہا۔ میرا بیگ گم گیا ہے"
"اس میں میرے ایمورٹینٹ پیپرز ہیں۔۔
وہ اس کو فون پر مصروف دیکھ کر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اس لئے دھیان نہیں دے سکا غزال کس سے کیا بات کر رہی ہے۔بس اس کے کان میں بھائی کی آواز آئی تھی۔چند منٹ کے بعد اس کے فون کی بیل بجی

تھی۔اپنے سینئیر کی کال دیکھ کر اس نے فوراً موبائل کان کے ساتھ لگایا تھا۔

"یس سر۔۔"

اس نے فون کان کے ساتھ لگاتے ہی کہا۔

"سر۔۔میں۔۔"

ان کی بات سن کر اس نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اوکے سر۔۔"

وہ سپاٹ چہرے اور آواز سے بولا تھا۔اس کو سختی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی تھی۔اس کا انداز ازمار کو مزید سلگا گیا تھا۔

"چلیے۔۔محترمہ۔۔"

اس نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کر کے کہا۔اس کی بات سن کر وہ چہرے پر دل جلانے والی مسکراہٹ سجا کر سر ہلاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"سب سے پہلے آج میں مال میں گئی تھی۔"

"مال چلو۔۔"

غزال کی بات سن کر اس نے ڈرائیو کو کہا۔اس نے تابعداری سے سر ہلا کر گاڑی مال کی طرف بڑھادی۔مال چیک کرنے میں ہی تین گھنٹے گزر گئے تھے۔مال کے بعد وہ ان سب کو ایک ریسٹورانٹ میں لے کر گئی تھی۔وہاں بھی ان کو کچھ نہیں ملا۔اءک ایک کر کے وہ ان سب کو آدھا شہر گھوما چکی تھی۔

"ان سب کے بعد آپ کہاں گئی تھیں؟؟"

اس کی سرخ ہوتی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ کس طرح اپنا غصہ ضبط کیے خاموشی سے اس کی بات مان رہا ہے غزال کو اس کی حالت دیکھ کر ہنسی آرہی تھی اس لئے بے وجہ ہی مسکرا رہی تھی۔

"تم نے گاڑی چیک کرنے کے لئے میری گاڑی روکوائی تھی۔"

وہ چہرے پر معصومیت سجا کر بولی۔اس کے انداز اور اس کی بات دونوں پر ہی وہ چونکا تھا۔اسی جگہ سے بیگ ملنے پر اس کو ایک لمحے میں سمجھ آگئی تھی کہ غزال نے یہ سب گاڑی روکنے کی بات کا بدلہ لینے کے لئے کیا ہے۔

"آاا۔۔تم غالباً مجھے پولیس سٹیشن لے کر جانے والے تھے۔۔۔اور دیکھو کس طرح میں نے آج تمہیں پورے شہر میں کتوں کی طرح بھگایا ہے۔۔"

وہ کہہ کر رو کی نہیں تھی اور ازمار پیچوتاب ہی کا کر رہ گیا۔

(چھوڑوں گا نہیں میں تمہیں۔۔تمہاری یہ اکڑ توڑ کر رہوں گا غزال ابراہیم خان۔۔تمہاری وجہ سے آج میں اس ایول۔کنگ کو نہیں پکڑ سکا۔)

اس نے نفرت سے سوچا تھا۔

وہ سب ایک کمرے میں موجود تھے جب ایول۔ کنگ نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"عادی۔۔ تم اس کالونی میں جاؤ گے اور وہاں چھپے لوگوں کی ہر انفارمیشن ہم تک پہنچاؤ"

"او۔کے سر۔۔"

اس نے سر اثبات میں ہلا کر کہا۔اس کو پلین سمجھا کر ایول۔ کنگ نے کہا۔

"اب اگلی میٹنگ میں تم مجھے انفارمیشن لا کر دو گے۔"

"یس۔۔ سر۔۔"

اس نے فوراً سر پہ ہلا کر جواب دیا۔

"او کے میٹنگ از اوور۔۔"

اس کی بات سن کر وہ باہر چلے گئے تھے۔

وہ یونی سے واپس جا رہی تھی کہ راستے میں اس کی گاڑی خراب ہو گئی۔ وہ پیدل چلنے کا فیصلہ کرتی گاڑی سے اتر گئی۔ اس کو چلتے ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ اس کے سامنے ایک جیپ آ کر رک گئی۔ اچانک جیپ کے سامنے آنے پر وہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی۔ جیپ سے چھے لڑکے اتر کر اس کے سامنے آ گئے تھے۔ وہ ایک لمحے کو ڈر گئی تھی۔ مگر فوراً اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر سختی سے بولی۔

"کیا بے غیرتی ہے یہ؟؟ راستہ چھوڑو میرا۔۔"

اس کی بات سن کر ایک لڑکا خباثت سے بولا۔

ہماری غیرت کو گوارا نہیں کے ایک حسین لڑکی کو ایسے سنسان سڑک پر"

"اکیلا چھوڑ دیں۔۔

او۔۔ تو میری غیرت کو بھی گوارا نہیں کے اپنی طرف اٹھنے والی خبیث"

" نظروں کو اگلا منظر دیکھنے کے قابل چھوڑ دوں۔۔

وہ اپنے ازلی غنڈوں والے انداز میں بولی تھی۔اس کی بات سن کر وہ خباثت سے قہقہہ لگا ہنسے تھے۔

وہ سب اس کے ارد گرد دائرہ بنا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ایک لڑکے نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جس کو اس نے پھرتی سے پکڑ کر موڑ دیا۔

"آہ۔۔۔"

رمل نے اتنی سختی سے اس کا بازو موڑا تھا کے اس کی چیخ نکل گئ تھی۔

"اوے۔۔ پکڑو اس کو۔۔"

دوسرے نے سب کو اشارہ کر کے کہا تھا۔سب ایک ساتھ اس کی طرف بڑھے تھے۔ایک نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ چھوڑانے کے لئے پہلے لڑکے کا ہاتھ چھوڑا تو اس نے فوراً رمل کا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کتے۔۔کمینے۔۔۔بے غیرت ایک دفع میرا ہاتھ چھوڑ پھر بتاتی ہوں۔۔"

وہ غصے سے غرائی تھی۔

ایسے کیسے چھوڑ دیں؟؟! اگر خود کو چھڑوانا ہے تو وہ کرو جو ہم بولتے"

"ہیں۔ آج کی رات کا تو انتظام ہو گیا ہے۔

وہ خباثت سے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھ چکا تھا۔ اس کے پورے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس نے رمل کے گلے سے اس کا سٹالر الگ کیا تو اس کی بے اختیار چیخ نکل گئی۔

"آہ۔۔"

اس کی بے باک نظریں اپنے وجود پر جمیں دیکھ کر رمل کو غصہ آیا تھا۔ اس نے اپنی پوری قوت سے اپنی دائیں ٹانگ اس کی ٹانگوں کے درمیان ماری تو اس کی چیخ نکل گئی۔

"آہ۔۔۔"

وہ سب ہکا بکا اس نازک لڑکی کی جراءت دیکھ رہے تھے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنی کلائی ایک لڑکے کے ہاتھ سے چھوڑائی اور دوسرے کو پوری قوت سے دھکا دیا۔ وہ ابھی بھاگنے ہی والی تھی کے ان

سب لڑکوں نے سنبھل کر رمل کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ان سب کو ایک ساتھ اپنی طرف بڑھتا دیکھ کو ایک لمحے کو وہ ڈر گئی تھی۔ مگر ان پر اپنا ڈر واضح نہیں ہونے دیا۔

"روک ابھی تجھے بتاتا ہوں۔۔"

پہلے لڑکے نے کہتے ہوئے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا۔اتنے سخت تھپڑ پر وہ چند لمحوں کے لئے سن ہو گئی تھی۔اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے رمل کو بالوں سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر کے رمل نے غصے سے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا ہی تھا کے دوسرے لڑکے نے ہوا میں ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔رمل نے نفرت و حقارت سے اس کی طرف دیکھا اور پوری قوت سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑوانے کی کوشش کی مگر اس کی سخت گرفت کے سامنے وہ کچھ نہیں کر سکی۔پہلے لڑکے نے ایک نظر اپنے دوست کو دیکھا اور رمل کے لبوں پر جھکا تھا۔وہ جو اپنے آفیس سے واپس جا رہا تھا کچھ لڑکوں کو ایک لڑکی

کے ساتھ زبردستی کرتے دیکھ کر اس کی مدد کے لئے ان کی طرف بڑھا تھا۔اس سے پہلے کے وہ اپنی حد پار کرتا کسی نے پیچھے سے اس کا کالر پکڑ کر جہاں رمل پر اس کو رمل سے دور کیا تھا۔سامنے موجود ایزد کو دیکھ کر سکون ہوئی تھی وہیں ایزد کا غصہ سوا نیزے پر پہنچا تھا۔وہ کسی وحشی کی طرح ان سب پر ٹوٹ پڑا تھا۔ایزد نے ان سب کو ایک ایک کر کے اس وقت تک مارا تھا جب تک ایزد کو ان سب کی جان نکلنے کا یقین نہیں ہو گیا تھا۔ان سب کو مار کو بھی اس کو سکون نہیں ملا تھا اس لئے درشتی سے رمل کا بازو دبوچتے ہوئے اس کو اپنی گاڑی میں بیٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سچ میں آج پھر سے (I love you)ہائے۔۔میرے ہیرو آئی لو یو"

"تم سے عشق ہو گیا ہے۔۔

وہ خوشی سے چہکتے ہوئی بولی تھی۔ایزد جو گاڑی سٹارٹ کرنے والا تھا اس نے خیرت سے رمل کو دیکھا۔وہ رمل کے الفاظ پر اتنا خیران نہیں تھا جتنا

اس کے لہجے پر خیران تھا۔ جس کے انداز سے بلکل نہیں لگ رہا تھا کے ابھی چند لمحے پہلے اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

"دل کر رہا ہے تمہارا منہ چوم لوں۔۔"

وہ اس کے گال پر شدت سے اپنے لب رکھتے ہوئے بولی تھی۔ رمل کی حرکت پر ایزد نے غصے سے اس کو خود سے دور کیا تھا۔

"ہائے!!! میرا شرمیلا شونا۔۔"

اس نے ایزد کے انداز کا کچھ اور ہی مطلب لیا تھا۔

بکواس بند کر اپنی اور دوبارہ اس طرح اکیلے گھر سے باہر نکلی تو تمہاری" "ٹانگیں توڑ دوں گا۔

وہ غصے سے دھاڑا تھا مگر وہ اس کے غصے کو نظر انداز کر کے اس کی فکر کو محسوس کر کے بولی تھی۔

اتنی فکر ہے میری تو خود کیوں نہیں پک اینڈ ڈراپ کی سروس لے لیتے" "ہمیشہ کے لئے۔۔؟؟

اس کی بات سن کر ایزد کی تو پوری کی پوری آنکھیں کھول گئیں۔اس کو رمل سے ہر کام کی امید تھی مگر وہ اس کو پرپوز کر دے گی یہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی ڈرائیور نہیں ہوں تمہارا۔۔"

ایزد نے اس کو بازوؤں سے دبوچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔وہ کب شرمندہ ہونے والوں میں سے تھی؟ایزد کی گردن میں بازو ڈال کر محبت سے چور لہجے میں بولی۔

"ابھی میں نے شادی کا کہا ہی ہے تو اتنے رومنٹک ہو رہے ہو۔شادی کے بعد تو تم نے مجھے کمرے سے باہر ہی نہیں آنے دینا۔"

رمل کی اس قدر بے باکی پر تو ایزد کی تو پوری کی پوری آنکھیں کھول گئیں۔اس نے غصے سے رمل کو خود سے الگ کیا تھا۔

"دور رہو مجھ سے۔۔"

وہ غصے سے دانت پیس کر بولا۔

اتنا نہ شرمایا کرو رمل کی جان۔ شادی کے بعد میں اکیلی تو رومینس کرنے"

"سے رہی۔

اس نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔اس کی ڈھیٹائی پر وہ بے بسی سے

بولا۔

"چاہتی کیا ہو تم؟؟"

"تمہیں۔۔"

ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر جواب آیا تھا۔

"تم ایسی کیوں ہو؟؟"

ایزداس کی حرکتوں سے تنگ آکر بے بسی سے بولا تھا۔

"تمہیں نہیں پسند تو ایک بار کہہ کے تو دیکھو۔۔"

وہ آنکھو میں محبت کے جگنو لے کر بولی تھی۔

"مجھے تم نہیں پسند۔۔"

وہ اپنی جانچتی نظریں اس پر مزکور کر کے بولا تھا۔

اگر میں تمہیں نہیں پسند تو تمہاری آنکھیں تمہاری زبان کا ساتھ کیوں"
"نہیں دیتیں؟؟

ایزد نے اس کی آنکھوں میں موجود محبت کی چمک سے نظریں چرائیں تھیں۔

"تم مجھ سے نظریں کیوں چراتے ہو؟؟"
وہ بغور اس کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

میرے پاس تمہاری ان فضول باتوں کے جواب دینے کا وقت نہیں
"ہے۔ کہاں جا رہی تھی؟؟

ایزد کا بات بدلنا اس نے بھی محسوس کیا تھا۔

"تم بات بدل رہے ہو ایزد۔۔"

رمل کا انداز جتانے والا تھا۔

"مسئلہ کہا ہے تمہارا؟؟"

وہ رمل کو دیکھ کر بے زاری سے بولا۔

"تم ہو میرا مسئلہ۔۔ تم ہر وقت مجھ سے بے زار کیوں رہتے ہو؟؟ "

وہ اس کے انداز پر چڑ کر بولی تھی۔

"کیونکہ تمہاری باتیں مجھ بے زار کرتی ہیں۔"

وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔

"میں نے ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے؟؟"

تم چھوٹی بچی نہیں ہو کے کوئی بات سمجھ نہ آئے۔ مجھے زہر لگتی ہیں تم"

"جیسی لڑکیاں۔

اس کی بات سن کر ایزد نے غصے سے کہا۔ اپنے لئے 'تم جیسی' کا لفظ سن کر اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"کیا مطلب مجھ جیسی لڑکیاں۔۔؟؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی رمل کی آواز بھرا گئی تھی۔

ایک بار آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ لینا خود پتا چل جائے گا تم جیسی کا کیا"

"مطلب ہے۔۔

وہ ایک نظر اس کو سر تا پا دیکھ کر بولا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔اپنی آنکھوں کی نمی چھپانے کے لئے رمل نے اپنا منہ باہر کی طرف کر لیا تھا۔

(آئی ایم سوری رمل۔میں یہ سب ہر گز نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔)وہ ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں سے بس سوچ ہی سکا تھا۔رمل باہر کی طرف منہ کیے بے آواز رو رہی تھی۔

وہ واپس جا رہا تھا کے ایک لڑکی بری طرح اس سے ٹکرائی تھی۔اس دن والی لڑکی کو دیکھ کر وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"سوری۔۔۔"

اس نے گھبرا کر کہا تھا۔

"آپ کو کوئی ہیلپ چاہیے؟؟"

اس کا آدھا چہرہ چادر میں چھپا تھا مگر وہ اس کے آدھے چہرے پر خوف دیکھ چکا تھا۔

"جج۔جی۔۔"

وہ گھبرا کر بولی کہتی جانے ہی والی تھی کہ ازمار نے اس کا راستہ روک لیا۔

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟؟ پہلے بھی آپ بہت گھبرائی ہوئی لگ رہیں تھیں۔۔"

اب وہ ایک پولیس آفیسر کی طرح اس سے سوال کر رہا تھا۔

"کک۔۔کچھ۔۔ نہیں۔۔"

اس نے گھبرا کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا اور ازمار کے دوسری طرف سے گزر کر وہاں سے چلی گئی۔

(کون ہے یہ لڑکی؟؟)

وہ بس سوچ کر رہ گیا۔

وہ جانی پہچانی گلیوں سے گزر کر ایک گھر کے سامنے آکر روک گیا۔ دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے وہ چہرہ اس کے سامنے گھوم گیا تھا۔

"کون ہے؟؟؟ارے کچھ بولتے کیوں نہیں نیگوڑے؟؟؟"

ایک بوڑھی عورت نے غصے سے کہتے ہوئے دروازہ کھولا تو سامنے ایک انجان لڑکے کو دیکھ کر اس کو گھور کر بولیں۔

"کیا مصیبت پڑی ہے بھائی صاحب؟؟"

اس کا تو منہ ہی کھول گیا تھا اپنی دادی کی عمر کی عورت کے منہ سے 'بھائی صاحب' کا لفظ سن کر۔

اب کچھ منہ سے پھوٹو گے بھی کہ یوں ہی ٹھرکیوں کی طرح تاڑتے رہو"

"گے؟؟

وہ اب بھی غصے میں بول رہیں تھیں۔ان کی غصے بھری آواز پر اس نے اپنا منہ بند کر کے سوچا تھا۔(آپ کو کون تاڑے گا؟؟میں تو آپ کی پوتی کو تاڑنے آیا ہوں دادی جی۔۔)

منہ سے کچھ نہیں پھوٹنا تو دروازہ کیوں بجایا ہے بھائی جی؟؟آپ کی" پھوپھی کا گھر نہیں ہے۔یہ دو لڑکیاں رہتیں ہیں یہاں۔ویسے دیکھنے میں تو "کسی اچھے گھر کے لگتے ہو تو یہ چھچھوری حرکتیں کرتے شرم نہیں آتی۔۔

وہ بغیر اس کو بولنے کا موقع دیے بولے جا رہی رہیں تھیں۔

دادی جی!!!میں کرائے کا مکان ڈھونڈنے آیا تھا میرے دوست کی آپ" "سے بات کی ہوئی ہو گی۔۔اسنے ہی مجھے یہاں کا ایڈریس دیا تھا۔

اس نے ایک ہی سانس میں ان کو بتایا تھا کے کہیں وہ پھر سے نہ شروع ہو جائیں۔

"تو پہلے پھوٹو نہ۔۔کرائے کے لئے گھر ڈھونڈنے آئے ہو۔۔اندر آؤ۔۔"

(بولنے دیں تو کچھ منہ سے پھوٹتا نہ بولے جا رہی ہیں کب سے۔۔۔)

وہ بس سوچ ہی سکا تھا۔ان کے راستہ دینے پر وہ گھر میں داخل ہوااور ایک نظراس چھوٹے سے گھر کو دیکھا۔نیچلے پورشن میں صرف دو ہی کمرے ایک کچن اور چھوٹاسالائونج تھا۔دروازے کے پاس سیڑھیاں تھیں جواوپر کی طرف جاتی تھیں۔وہ ان کے ساتھ لائونج کی طرف بڑھ گیا۔

"کتنے بچے ہیں؟؟"

وہ اس کی طرف مڑ کر اس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"کس کے؟؟؟"

ان کی بات سن کر اس نے نا سمجھی سے کہا تھا۔

"اس وقت یہاں کون ہے جس سے میں بات کر رہی ہوں؟؟"

اس کے سوال پر انہوں نے اس کو جانچتی نظروں سے گھورتے ہوئے اُلٹا سوال کیا تھا۔

یہ تو میرے بچوں تک پہنچ گئی ہیں۔ابھی تو مجھ معصوم کو بچی پسند آئی ہے)۔

"او۔۔ارے ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی۔۔"

وہ تو ان کے سوال پر سٹپٹا گیا تھا مگر خود پر قابو پا کر بولا تھا۔

"تو کرتے کیا ہو؟؟"

وہ اب ابھی بھی اس کو جانچتی نظروں سے گھور رہی تھیں۔

"میں پڑھ رہا ہوں۔۔"

اب وہ ریلیکس ہو کر بولا تھا۔

"تو یہاں پر مکان کیوں چاہیے؟؟؟؟"

وہ ابھی تک اس کو گھور رہیں تھیں۔

"میں گاؤں میں رہتا ہوں ہر روز گاؤں سے شہر اور شہر سے گاؤں آنے جانے میں بہت وقت ضائع ہوتا ہے اس لئے پڑھائی مکمل ہونے تک یہاں پر رہنے کی بات دوست سے کی تو اس نے آپ کے گھر کا ایڈریس دے دیا۔"

اس نے ان کے سوال کا تفصیل سے جواب دیا۔

"تو ہاسٹل میں کیوں نہیں رہ لیتے؟؟"

کتنے سوال کرتی ہیں۔وہ بھی ایسے ایسے کے اچھا بھلا بندہ کنفیوز ہو)

(جائے۔۔

اسنے دل ہی دل میں سوچ کر ان کو ان کے سوال کا جواب دیا۔

یونیورسٹی کے پس والے ہاسٹلز میں جگہ نہیں ہے اور یہاں سے یونیورسٹی"

" پاس پڑتی ہے۔

آج کل کے بچے۔۔۔محنت کرنے کی بجائے محنت سے جان چھڑانے کی"

"کوشش کرتے ہیں۔۔

ان کے طنز پر وہ خاموش ہی رہا تھا۔

اب آپ کو کیا بتاؤں کہ آپ کی پوتی کے چکر میں یہ سب کرنا پڑ رہا)

(ہے۔۔۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ وہ اس سے کچھ اور سوال کرنے لگی تھیں۔ وہ بس ان کے سوالات کے جوابات دیتا ان کے گھر میں رہنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔

وہ تینوں ناشتے کی میز پر بیٹھے تھے کہ اس کو سامان اٹھا کر آتا دیکھ کر حیرانگی سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ارے۔۔۔بیٹا آپ سامان کے ساتھ؟؟؟"

بہروز ملک نے سب سے پہلے سوال کیا تھا۔

"ارے.... کھانا تو کھانیں دیں بھوک لگی ہے مجھے۔۔۔"

وہ مسکرا کر جواب دیتی ہوئی میز کی طرف بڑھ گئی۔ میرب ملک اور بہروز ملک نے اپنے اکلوتے بیٹے کی آنکھوں میں سکون اترتا محسوس کیا تھا۔

"گھر پر کیا کہہ کے آئی ہو؟؟؟؟"

اس کی آنکھوں کی چمک اس کی خوشی کی گواہی دے رہی تھیں۔

"دس دن کے لئے بزنس ٹوور پر جا رہی ہوں۔۔"

اس نے پلیٹ سیدھی کر کے جواب دیا تھا۔

"دس دن تک اس کو کس کے پاس چھوڑ کر آئی ہو؟؟"

اب اس کے لہجے میں پریشانی شامل تھی۔

"جس کے پاس چھوڑ کر آئی ہوں۔ مجھ سے پہلے وہ اس کا ہے۔۔۔"

"دل۔۔۔"

وہ پر سوچ انداز میں بڑبڑایا تھا۔

"دل کا دل بھی ٹھیک ہے۔۔"

اس نے مسکرا کر جواب دیا تو وہ اداسی سے مسکرا دیا۔اس کی اداسی پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی تھی۔

"مطلب دس دن تک ہماری بیٹی یہاں پر ہی رہے گی؟؟"

میرب ملک نے ان دونوں کی اداسی کم کرنے کے لئے خوشگوار لہجے میں کہا تھا۔ان کے سوال پر اس نے بس سر ہلایا تھا۔اس کا ملک اداس تھا تو وہ کیسے مسکرا کر جواب دیتی؟؟

"آج تم آفس نہیں جاؤ گے اور پورا دن گھر پر ہی رہو گے۔۔"

بہروز ملک نے بھی ان دونوں کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اوکے۔۔۔"

اس نے سنجیدگی سے انہیں جواب دیا تھا۔وہ دونوں کھا کم رہے تھے اور سوچوں میں زیادہ گم تھے۔میرب اور بہروز ملک دونوں نے ہی ان کو اداسی سے دیکھا تھا جو شادی شدہ ہونے اور ایک دوسرے سے اتنی محبت کرنے کے باوجود ایک دوسرے سے دور تھے۔پورا دن وہ ان سب کے ساتھ گزار کر وہ دونوں کچھ حد تک نارمل ہو گئے تھے۔

"ڈاکٹر نور!!ایک ایمرجینسی ہے جلدی آئیں۔۔"

ایک نرس کے کہنے پر وہ جلدی سے اٹھ کر اس کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئی تھی۔سامنے سے بازو پکڑ کر آتے حدی کو دیکھ کر ڈاکٹر نور کے قدم سست ہو گئے تھے۔ذہن کے پردے میں کیا کچھ نہیں لہرایا تھا۔حدی کے بازو سے نکلتا خون دیکھ کر اپنی بے بسی پر اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ جو جلال خان کے ساتھ چل کر آرہا تھا سامنے اس لڑکی کو آہستہ آہستہ چل کر اپنی طرف تھا دیکھ کر وہ کچھ دیر کے لئے اپنے بازو کی تکلیف بھول گیا تھا کیونکہ وہ اس کی آنکھوں میں شناسائی کی رمک دیکھ چکا تھا۔

ڈاکٹر!!!جلدی کرو اتنی آرام سے کیوں چل رہی ہو؟؟نظر نہیں آرہا"

"اس کا خون نکل رہا ہے۔۔۔

وہ غصے سے اس پر دھاڑے تھے۔وہ جو ایول۔کنگ کا سوچ سوچ کر ڈر رہی تھی ان کی اونچی دھاڑ پر مزید سہم گئی تھی۔

"جلدی کرو۔۔۔۔"

وہ ایک بار پھر سے دھاڑے تو وہ ڈر کر سر ہلاتی ہوئی قدموں کی رفتار تیز کرتی جلدی ان کے پاس آکر رکی اور حدی کو چلنے کا کہتی اس کو لے کر اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

"چلیں..اس طرف۔۔"

آنسو ضبط کرنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔اپنے کیبن میں لے کر آتے ہی ڈاکٹر نور نے اس کو سٹیچر پر بیٹھایا اور خود سامان لے کر اس کی طرف بڑھی۔اس کی گولی نکالتے ہوئے وہ ایول۔کنگ کا سوچ کر کانپی تھی۔

"آپ کو ڈاکٹر کس نے بنایا ہے؟؟؟؟ایک گولی نکالتے ہوئے اتنا کانپ رہی ہیں تو آپریشن کیسے کرتی ہیں؟؟"

وہ جو کبھی کسی نے بات پر دھیان نہیں دیتی تھی حدی کے طنز پر اس نے اپنی سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھا تھا جو بے تاثر چہرہ لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کے وہ کس طرح خود پر ضبط کر رہی

ہے۔وہ سر آہستہ سے سر جھکا کر واپس پٹی کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ مگر اس بار ڈاکٹر نور نے خود کو کمزور نہیں پڑنے دیا تھا۔اس کو پٹی کر کے وہ اپنے میز کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"گولی بازو کے زیادہ اندر تک نہیں گئی تھی مگر چوٹ چھوٹی بھی نہیں ہے کچھ دن تک آپ اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی کام نہیں کریں گے۔اس دوائی کو روٹین سے استعمال کریں اور اپنا چیک اَپ بھی کرواتے رہیے گا۔۔"

وہ ایک کاغذ پر دوائی لکھتے ہوئے پروفیشنل انداز میں کہتی ہوئی کہیں سے بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے والی ڈری سہمی لڑکی بلکل نہیں لگ رہی تھی۔حدی کو بے اختیار پچھلی ملاقات یاد آئی تھی۔

وہ سب ایک کمرے میں موجود تھے۔

ایول۔ کنگ انسپیکٹر ازمار شاہ کے پاس تمہارے خلاف ثبوت ہیں۔اور وہ"
"تمہیں پکڑنے کے لئے دن رات محنت کر رہا ہے۔
وحی (ایول۔ کنگ کی ٹیم میمبر) نے ان سب کو بتایا تھا۔
"اس کو بھی اسی نے ہائیر کیا ہو گا۔"
"کیا ہو گا نہیں کیا ہے۔"
اس کے اندازے کو ایول۔ کنگ نے اپنے لہجے سے یقین میں بدلا تھا۔
"ہمارے لئے کیا کام ہے؟؟"
اذی نے پوچھا تھا۔
"اس پولیس سٹیشن کی ایک ایک ڈیٹیل چاہیے مجھے پھر بتاتا ہوں۔"
اس کی آنکھوں کے ساتھ اس کے لہجے میں بھی چٹانوں کی سی سختی تھی۔
"دو سے تین گھنٹوں میں مل جائے گی۔"
جواب عادی نے دیا تھا۔اس نے محض سر ہلایا۔

وہ کمرے میں آتے ہی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی کہ ملک نے اس کا بازو پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچا تھا۔

"چینج تو کرنے دیں۔۔"

اس کو اپنی گردن پر جھکتے دیکھ کو وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"چینج کرنے کا کیا فائدہ جب میں نے۔۔۔۔"

اس نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے دانستہ اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ ملک کی بات کا مطلب سمجھ کر اس نے شرم سے سر جھکا لیا تھا۔ وہ جھک کر اس کو اٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کو نرمی سے بیڈ پر رکھ کر خود اس پر جھک گیا۔ کتنی ہی دیر وہ اس کی سانسوں کی خوشبو کو محسوس کرتا رہا تھا۔ اس کو اپنا سانس روکتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ تو جیسے بھول ہی گیا تھا۔ اس نے ملک کے چوڑے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کو خود سے دور کرنے کی

کوشش کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہ اس کی شدت پر بری طرح کانپی تھی۔ بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ وہ بے ہوش ہونے کو تھی۔ اس نے پھر سے ملک کو خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی مگر وہ تو جیسے صدیوں کا پیاسا تھا۔ وہ اس کو بے سودھ ہوتا محسوس کر کے ہو پیچھے ہوا تھا۔ اس کو بے خوش دیکھ کر وہ مسکرایا تھا۔ وہ اس کے بے ہوش وجود کو کرواش روم کی طرف بڑھ گیا۔ چہرے پر پانی کی تیز دھار پڑنے پر وہ لے ہوش میں آئی تھی۔ اس کو مکمل ہوش میں آنے کے لئے چند لمحے لگے تھے۔

"مسٹر ملک ! ! آپ بلکل اچھے نہیں ہیں۔"

اس کے منہ بسور کر کہنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ وہ اس کے قہقہہ لگانے پر بے خود سی اس کو دیکھے گئی۔ اس کے ایسے دیکھنے پر ملک نے ایک چھوٹی سی گستاخی کی تھی۔ وہ دونوں مکمل بھیگ چکے تھے۔ ملک کی اس حرکت پر وہ

سر جھکا گئی تھی۔اس کی بے باک نظریں اپنے جسم پر محسوس کر کے اس نے اپنے آپ کو دیکھ تو شرم سے پانی پانی ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس کے کپڑے اس کے جسم کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔

"شرما کیوں رہی ہو؟؟ میں تو ویسے بھی تمہیں دیکھ چکا ہوں۔۔"

ملک کی بے باک باتیں سن کر اس کا جھکا سر مزید جھکا تھا۔اس کو اپنے کندھے سے اپنی شرٹ سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تو اس نے گھبرا کر اپنا روح دیوار کی طرف کر لیا۔ملک نے اس کے کندھے سے بال ہٹاتے ہوئے اس کے کندھے پر اپنے لب رکھ دیے اس کی شدت پر اس نے زور سے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ملک نے پیچھے سے اس کی شرٹ کی زیپ کھول دی تھی۔اس کا تنفس بگڑا تھا۔اپنے کندھوں سے شرٹ سرکنے پر اس نے خود کو ملک کے سینے میں چھپایا تھا۔ملک نے اس کے بالوں سے اس کی کمر کو چھپایا اور ان میں اپنی انگلیاں پھنسا کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔

"ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں اور تمہاری جان پر بن گئی ہے۔"

وہ اپنی ناک سے اس کی ناک سہلا کر بولا تھا۔

"ابھی بھی کچھ نہیں کیا آپ نے؟؟"

وہ بے ترتیب سانسوں کے ساتھ بولی تھی۔اس کی بات سن کر وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔

"اتنے سالوں میں بھی تمہیں میری عادت نہیں ہوئی؟؟؟"

وہ اس کی گردن پر جھکتے ہوئے بولا تھا۔

"عادت ہے اس لئے یہاں سے جانے کے بعد سکون نہیں ملتا۔۔"

وہ اس کی گردن کے گرد بازو ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

"لے لیا ہے شاور؟؟"

وہ اپنی خمار سے بھری آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔اس کی جھکی پلکیں دیکھ کر وہ بے اختیار جھک کر ان پر لب رکھتا اس کو لے کر کمرے میں آ گیا۔وہ خود کو ملک سے چھپانے کے لئے اسی کی گردن میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔ملک نے بیڈ پر بیٹھا کر اس

کے لبوں پر جھکتے اس پر بلینکٹ ڈال دیا۔ وہ مکمل طور پر اس پر جھکا جا بجا اپنا لمس چھوڑتا اس کو بتا رہا تھا کے وہ اس کا کتنا منتظر تھا۔ ان دونوں کو ہی وقت کا نہیں پتا چلا رات کو وہ اپنے درمیان کے فاصلے مٹاتا اس کے وجود کی خوشبو کو اپنے اندر اتار کر سویا تھا۔

وہ سب میٹنگ روم میں جمع تھے۔

"ایول۔ کنگ!!! اس پولیس سٹیشن میں ایک ہی ایماندار آفیسر ہے۔"

عادی نے حد درجا سنجیدگی سے بتایا تھا۔

"وہ ازمار شاہ ہے۔۔"

اگلی بات وحی نے بتائی تھی۔

"اور اس کو تمہارے خلاف اسی نے کیس دیا ہے۔"

عادی نے ایول۔ کنگ کو پوری بات بتائی تھی۔

"وہ چاہتا ہے کہ میں ازمار شاہ کو مار دوں۔۔۔"

ایول۔ کنگ کو ایک لمحے میں اس کا پلین سمجھ آ گیا تھا۔

آج شام کو اس پولیس سٹیشن میں شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ لگ"

"جائے گی اور سب لوگ اس میں مر جائیں گے۔

ایول۔ کنگ نے ان سب کو پلین سمجھایا اور وہ سب شام کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

ایک لڑکا ہاتھ میں چائے کے کپ لئے پولیس سٹیشن میں آیا اور سب آفیسرز کو چائے کا ایک ایک کپ دے دیا۔ سب کو چائے دے کر وہ ایک طرف آیا اور ایک نظر سب کو دیکھ کر سرکٹ سسٹم کی طرف بڑھ گیا۔ اس طرف کسی کا دھیان نہ پا کر اس لڑکے نے ایک ایک کر کے دو وائرز کھینچیں اور پہلی وائر کو دوسری کے قریب کر کے اس جگہ پر کچھ گاڑھا

مائع پھینک کر بغیر کسی کی نظر میں آئے وہاں سے باہر نکل گیا۔اس نے باہر تک اس مائع کی لکیر کھینچی تھی۔وائرز کے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے پر ان سے چھوٹے چھوٹے شعلے نکلنا شروع ہو گئے۔کسی کا دھیان اس طرف نہیں تھا۔پولیس آفیسرز ایک دوسرے سے باتیں کرنے اور تاش کھیلنے میں اتنے مصروف تھے کہ کوئی اپنی موت کو اپنی طرف آتا نہیں دیکھ سکا۔وہ شعلے نکل کر اس مائع نما چیز پر گر رہے تھے۔پولیس سٹیشن کے باہر ماسک اور ہڈی میں چھپا شخص کسی سے ٹکرایا تھا جس کی وجہ سے اس میں موجود پیٹرول کی بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر کے ہاتھ گر گئی۔بوتل گرنے کی وجہ سے اس میں سے پیٹرول زمین پر گر گیا۔

"او۔۔ایم سوری۔۔۔"

جو اس سے ٹکرایا تھا وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔وہاں سے جاتے ہوئے اس نے ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے وجود کو اشارہ کر دیا۔وہ جو اسی کے اشارے کی منتظر تھی اس نے اپنی گاڑی وہاں سے ہٹالی جہاں سے اس نے گاڑی ہٹائی

تھی وہاں زمین پر پیٹرول گرا ہوا تھا۔اس کے گاڑی وہاں سے ہٹانے پر اس کو اشارہ ملا تو وہ ایک معمولی سے رکشے سے اتر کر پولیس سٹیشن کی طرف بڑھ گیا۔اس نے ایک نظر سب پر ڈالی جو کام کرنے کی بجائے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔وہ سب اتنے بے خبر تھے کے کسی کو جلنے کا احساس تک نہیں تھا۔

"سر میں نے ایک رپٹ لکھوانی اے۔۔۔"

اسکا لہجہ ایسا تھا جیسے اس نے کبھی سکول کی شکل باہر سے بھی نہ دیکھی ہو۔

"بعد میں آنا۔۔۔"

ایک سب انسپکٹر نے حقارت سے کہا تھا۔

"ساب جی۔۔۔ جروری اے۔۔"

اس کا لہجہ ملتجی تھا۔

"کہا نہ بعد میں آنا چل نکل یہاں سے۔"

اس نے پھر سے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔اور پھر سے دوسرے آفیسر سے تاش کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔اس کو غصہ تو بہت آیا تھا مگر ضبط کر گیا۔

"ساب جی۔۔۔۔سن لیجئے۔۔۔ایک بار۔"

بس اس کے ہاتھ جوڑنے کی کمی تھی۔

کہا نہ دفع ہو یہاں سے۔۔۔جا کہیں اور جا کے رپورٹ کرا۔۔آجاتے ہیں"

"پتا نہیں کہاں کہاں سے اٹھ کے۔۔

سب انسپکٹر نے اس کو دھکا دیتے ہوئے کہا اور بڑبڑاتا ہوا اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔سب آفیسرز نے ایک نظر اس کو دیکھا اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔اس کے دھکا دینے پر وہ سرکٹ سسٹم کے کچھ فاصلے پر موجود ایک میز کی طرف گرا تھا۔کسی نے اس کی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔اس نے ایک نظر سرکٹ سسٹم سے نکلنے والے شعلوں کو دیکھا اور میز پر پڑا پانی سے بھرا گلاس اس پر گرا دیا۔جس کی وجہ

سے سرکٹ سسٹم میں ایک دھماکہ ہوا تھا۔ وہ سہم کر پیچھے ہوا۔ گلاس وہ اسی وقت میز پر رکھ چکا تھا۔ سب آفیسرز اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سرکٹ سسٹم کی طرف بڑھ گئے۔ اس نے غیر محسوس انداز میں ایک آفیسر کی جیب سے لائٹر نکالا اور بغیر کسی کی نظر میں آئے زمین پر پڑے اس مائع کی طرف لائٹر پینک دیا۔

"باہر نکلو یہاں سے۔۔ شاٹ سرکٹ ہو گیا ہے۔۔۔"

آگ کو بڑھتا دیکھ کر ایک پولیس آفیسر نے سب کو کہا تھا۔ سب کو ہی اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ وہ۔ جو باہر جا رہا تھا اس کی بات سن کر اس نے ایک نظر دروازے کی طرف پیٹرول پر تیزی سے چلتی آگ پر ڈالی اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جاتے ہی آگ نے دروازے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ آفیسر آگ کے بھڑکنے پر دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ پولیس سٹیشن میں موجود لکڑی کا سامان جلنا شروع ہو گیا۔ ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی پڑی تھی۔ ہر کوئی دوست کو پیچھے کر کے خود کو بچانے کی

کوششوں میں مصروف تھا۔ وہ محافظ تھے پر دوسروں کی جان کے نہیں اپنی جانوں کے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا پولیس سٹیشن آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ باہر کھڑے وہ سب مختلف جگہوں پر کھڑے اس منظر کو دیکھ کر اپنی فتح پر مسکرائے تھے۔ وہ تب تک وہاں سے نہیں گئے تھے جب تک ان کو وہاں پر موجود ہر آفیسر کے مرنے کا یقین نہیں ہو گیا۔

وہ جب سے ہاسپٹل سے واپس آئی تھی مسلسل ٹہل رہی تھی۔ دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ کھڑکی پر کسی کی آہٹ سن کر وہ بدک کر مڑی تھی سامنے اس کی وحشت زدہ آنکھیں دیکھ کر اس کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کی طرف بڑھتے ہوئے ایول۔ کنگ نے کمرے کی لائٹس آف کر دیں تھیں۔ اس کی آہٹ کو اپنے قریب آتا محسوس کر کے وہ خوف سے کانپنے لگی تھی۔ ایول۔ کنگ اس سے آدھے قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا

تھا۔نور نے اس سے دور ہونا چاہا تھا مگر اس نے نور کے بازو پکڑ کر اپنے قریب کرتے اس کو روک دیا۔نور مزید سہم گئی۔

"میں نے کہا تھا کہ تم مجھے کسی کے ساتھ نظر آئی تو میں تمہارا تو پتا نہیں پر اس کو جان سے مار دوں گا۔

"مم۔۔مار۔۔مار۔۔دد۔۔دیا

"ہہ۔۔۔ہے۔تت۔۔تم۔۔نن۔نے۔۔ا۔اا۔۔اس۔۔اس۔۔کک۔۔کو۔۔گگ۔۔گو۔۔گول۔۔گولی۔۔۔مم۔مم۔ماری۔۔ہہ۔۔۔ہے۔۔"

نور خوف سے بری طرح ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔

"اس کو گولی ماری پر پھر بھی وہ تمہارے پاس آیا اور تم نے بھی اس کا علاج کر دیا۔اب میں تمہارا علاج کرتا ہوں۔۔"

وہ اس کے چہرے کو اپنے چہرے کے قریب کرتے ہوئے غرایا۔وہ مزید ڈر گئی۔اس کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔وہ خوف سے اس کی باہوں میں ہی جھول گئی تھی۔ایول۔کنگ نے ایک غصے بھری نگاہ اس پر ڈالی اور اس

کو اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔اس کو اپنے اوپر گرنے والے پانی سے ہوش آیا تھا۔آنکھیں کھولتے ہی اس کو اپنے بے ہوش ہونے کی وجہ یاد آئی تھی وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے سینے پر گیا تھا۔اپنی حالت دیکھ کر اس کو لگا اس کا دل بند ہو گیا ہو۔دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہو۔وہ پتھرائی نظروں سے اس بے حس انسان کو دیکھ رہی تھی۔

"اب غلطی سے بھی کسی مرد کے ساتھ نظر نہیں آؤ گی تم مجھے۔"

ایول۔کنگ نے اس کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر کہا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔اس کے وحشت زدہ لمس پر وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح مچلی تھی مگر وہاں اس کو کب پرواہ ہوتی تھی؟نور اپنی بے بسی پر پھوٹ پھوٹ کر رو رو ہی تھی اور وہ بے حس اور سفاک انسان خاموشی سے اس کی بے بسی کو دیکھ رہا تھا۔

"خدا کا واسطہ ہے بس کر دو۔۔میں مر۔۔۔"

نور نے بے بسی سے راتے ہوئے کہا تھا۔ مگر اس کی اگلی بات نے
ایول۔ کنگ کے غصے کو مزید ہوا دی تھی۔

"بہت شوق ہے نہ مرنے کا۔۔اب میں بتاہوں مرنا کس کو کہتے ہیں۔"
وہ غصے سے کہتے ہوئے اس پر جھکا اور اس کی شہ رگ پر لب رکھ دیئے۔ نور
روتے ہوئے مسلسل اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر
وہ نازک جان اس کے چوڑے وجود کو خود سے دور کرنا تو دور اس کو ہلا بھی
نہ سکی۔ اس کی گردن پر اپنی وحشت کا نشان چھوڑ کر ایول۔ کنگ نے اس
کی بے ترتیب سانسیں اپنی سانسوں میں الجھا لیں۔ اس کے ہر ظلم پر نور کو
لگتا کہ اب وہ زندہ نہیں بچے گی مگر ہر بار وہ اس کو موت کے قریب کر کے
زندہ چھوڑ دیا۔ اس بار بھی اس نے یہی کیا اس کو موت کے قریب کر کے
نور سے اس کی سانسیں چھین کر اپنی سانسیں اس کو دے کر نور کو آزاد کیا۔
"میں دوبارہ کسی کو موقع نہیں دیتا پر تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں اب تم
مجھے کسی اور کے ساتھ نظر آئی تو تمہیں یہاں سے ایسی جگہ لے جاؤں گا

جہاں تم مجھے خود سے دور کرنے کی کوشش نہیں کرو گی بلکہ خود چل کر "میرے پاس آؤ گی۔

اس کے کچھ نہ کہنے وہ اس پر دھاڑا تھا۔

"آئی سمجھ۔۔"

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔"

وہ روتے ہوئے نفرت سے بولی تھی۔

"آئی ہیٹ یو ٹو مسز جنگل کنگ۔۔"

وہ پھر سے ایک گستاخی کر کے کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔اور نور چادر کو اپنے سینے سے لگائے تکیے میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ اس کو لے کر شاہ ویلا آیا تھا۔اس کی حالت کے پیشِ نظر وہ بھی اس کے ساتھ ہی آیا تھا۔

"واہ۔۔تم بھی آرہے ہو اچھی بات ہے۔میں بھی تمہیں اپنی فیملی سے ملوا دوں گی۔"

وہ اس کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر جاتے ہوئے بولی تو ایزد نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے گھر میں کوئی تمہیں کچھ کہتا نہیں ہے؟؟؟"

"کہتے ہیں پر ان کی سنتا کون ہے؟؟؟؟"

رمل نے شان بے نیازی سے کندھے اچکا کر کہا تھا۔وہ تو اس کو دیکھ کر رہ گیا۔

"ایسے نہ مجھے تم دیکھو

سینے سے لگالوں گی۔۔

جس بات کا تم کو ڈر ہے۔۔

"وہ کر کے دیکھادوں گی۔۔۔۔

رمل ایزد کے دیکھنے پر شرارت سے اپنی سریلی آواز میں گاتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر بولی۔رمل کے الفاظ اور اس کے انداز پر وہ تو سٹپٹا ہی گیا تھا۔

"میرا شرمیلا شونا۔۔"

وہ اس کا گال کھینچ کر کہتی ہوئی اس کو لے کر شاہ ویلا چلی گئی۔سب ملازم حیرت سے اس کو اور ایزد کو دیکھ رہے تھے۔ان کے دیکھنے پر اس نے اپنا بازو رمل کے ہاتھ سے نکالا تو وہ اس کی جھجھک محسوس کر کے بے اختیار مسکرائی تھی۔

"ان سے کیوں ڈر رہے ہو انہوں نے کون سا بندوقیں لے کر تمہارے سر ہو جانا ہے؟؟"

"کچھ لحاظ نام کی چیز ہے کے نہیں تمہارے اندر؟؟"

اس کے بے پرواہ انداز نے ایزد کو غصہ دلایا تھا۔

"نہیں۔۔"

اس نے شان بے نیازی سے کندھے اچکا کر کہا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ وہ اس کو لے کر شاہ ویلا میں داخل ہوئی تو شاہ ویلا میں کہرام مچ گیا۔

"اے لڑکی تو اس کے ساتھ کیوں آئی ہے؟؟"

وہ حقارت سے اس کو دیکھ کر بولی تھیں۔

اس کی حالت دیکھ کر صاف پتا چل رہا ہے کے اس ناجائز کے ساتھ کس"
"قسم کے تعلقات ہیں اس بد چلن کے۔

رمل کو اپنے کردار پر بات کرنے پر اتنا غصہ نہیں آیا تھا جتنا ایزد کو ناجائز کہنے پر آیا تھا۔

"زبان سنبھال کر بات کریں اس کے بارے میں۔"

وہ غصے اور بد تمیزی سے بولی تھی جبکہ ضبط سے ایزد کی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔ ناجائز کہنے پر وہ رمل کی اپنے لئے فکر نہیں دیکھ سکا تھا۔ اتنے میں گھر میں جتنے بھی لوگ تھے سب جمع ہو گئے۔ زباریہ شاہ نے آگے بڑھ کر اس

کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔اس نے حیرت و بے یقینی سے ان کو دیکھ تھا۔اس کو ان کے غصے کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔

"گھٹیا بد چلن اس ناجائز اور گندے خون کے ساتھ منہ کالا کرتے شرم نہیں آئی تجھے؟؟"

"زبان سنبھال کر رکھیں کیوں بار بار اس کو ناجائز کہہ رہی ہیں؟؟"

اس کو کب برداشت تھا کے کوئی ایزد کے بارے میں غلط الفاظ استعمال کرے۔

"دیکھو تو کس طرح سب کے سامنے بکواس کر رہی ہے۔پوچھ خود اس سے کے یہ ناجائز ہے کہ نہیں۔ثابت کر دیا ہے تو نے تیرے اندر بھی تیرے باپ کا گندا خون ہے۔شرم نہ آئی تجھے اپنے ماموں کی بیٹی سے عشق لڑاتے اپنا منہ کالا کرتے؟؟ کچھ تو خیال کر لیا ہوتا۔"

وہ رمل کو بول کر ایزد کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔وہ اپنے لئے ناجائز کا لفظ سن کر ہی وہاں سے ہلنا تو دور سانس بھی نہیں لے سکا تھا۔ضبط سے سرخ

ہوتا اس کا چہرہ دیکھ کر رمل اتنا حیران نہیں ہوئی تھی۔ جتنا حیران وہ اس کی خاموشی پر تھی۔

"ایزد تم کچھ بول کیوں نہیں رہے کہوان کو یہ سب جھوٹ ہے۔۔"

وہ سب کو نظر انداز کرتی اس سے سوال کر رہی تھی۔ اس نے رمل کی نم آنکھوں سے نظریں چرائیں تھی جیسے وہ ہمیشہ کرتا تھا کسی کو اس کا نظریں چرانا تو سمجھ نہیں آیا تھا مگر زباریہ شاہ نے پھر سے بولنا شروع کر دیا۔

ہائے۔۔۔دیکھو تو کیسا زمانہ آگیا ہے۔۔یہ بے شرم بے حیا بے غیرت"

"بد چلن کس طرح سب کے سامنے اپنے عاشق سے عشق لڑا رہی ہے؟؟

اس میں کون سی بڑی بات ہے کہ میں اس کے ساتھ گھر آئی ہوں کزن"

"ہے میرا۔

رمل نے غصے سے کہا تھا۔

زبان سنبھال کر بات کر لڑکی یہ ماں ہے تیری۔۔اور بڑی بات نہیں ہے"

"تو یہ کیا ہے کے تو اس حالت میں کسی غلیظ کے ساتھ گھر آئی ہے۔۔

وہ تو اپنے تایا کے تھپڑ پر سن ہو گئی تھی۔ان کے الفاظ تھے کے پتھر جو رمل کو لہولہان کر گئے تھے۔اس کو امید تھی کے ایزد کچھ کہے گا۔ جیسے اس کو ایزد کے بارے میں کوئی بات برداشت نہیں تھی وہ بھی نہیں کرے گا مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔جو بات اس کی ماں اس کو بغیر کہے جتاتی تھیں آج سر عام کہا جا رہا تھا۔جو بات وہ چاہ کر بھی نہیں سوچتا تھا۔آج رمل کی فیملی نے اس کو باور کروادی تھی۔وہ جو کب سے پتھر کا بت بنا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا وہاں سے جانے کہ لئے ایک قدم پیچھے ہوا ہی تھا کہ رمل کے الفاظ نے اس کے قدم جکڑ لئے۔

"محبت کرتی ہوں میں اس سے اور اسی سے شادی کروں گی۔۔۔"

بے حیا کیسے تو پورے خاندان کے سامنے اپنے عشق کی داستان سنا رہی"

"ہے؟؟ تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

غصے سے کہتے ہوئے انہوں نے رمل کو ایک اور تھپڑ مارنا چاہا تو ایزد نے رمل کو پیچھے کھینچ لیا اور خود آگے وہ گیا جس کی وجہ سے تھپڑ اس کے منہ پر لگ گیا۔ سب لوگوں میں کوئی اتنا حیران نہیں ہوا تھا جتنا رمل ہوئی تھی۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں ماموں میں بس۔۔۔"

اس نے رمل کی طرف سے بات کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے غصے سے کہا۔

"ماموں نہیں ہوں میں تمہارا۔۔۔ تم جیسا گندا خون میرے خاندان کا نہیں ہے۔ اس لئے اپنی بکواس بند کرو اور اس آوارہ بد چلن کو رخصت کرو"

"اس گھٹیا اور گندے خون کے ساتھ۔۔۔"

ان کی بات سن کر ایزد کی گرفت اس کی کلائی پر کمزور ہوئی تھی۔ ان کے حکم سادر کرنے پر رمل پر سکون ہو کر بولی۔

"تو آپ کے اس قید خانے میں رہنا بھی کون چاہتا ہے؟؟؟"

اس کی بد تمیزی سے پورا خاندان واقف تھا۔اس لئے کسی نے اس کو جواب دینے کی بجائے خاموش رہنا ہی ٹھیک سمجھا۔رمل کو لگا کے وہ سب غصے میں ایزد کے بارے میں یہ سب کہہ رہے ہیں مگر جب نکاح کے وقت بلال ابراہیم خان کی جگہ کسی اور کا نام لیا گیا تو کتنی ہی دیر وہ ساکت بیٹھی رہی تھی۔

ارادہ بدل دیا ہے کیا؟"

زباریہ شاہ کی طنزیہ آواز پر اس نے فوراً نکاح قبول کر کے نکاح نامے پر سائن کیے تھے۔ایزد مسلسل اس کو دیکھ رہا تھا۔رمل کا رکنا اس نے بھی محسوس کیا تھا۔نکاح کے بعد وہ اس کو وہاں سے لے کر ایک اپارٹمنٹ میں گیا تھا۔

"مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہو؟؟؟ پھوپھو کے گھر لے کر چلو مجھے۔۔"

رمل نے ضدی لہجے میں کہا تھا۔

"ہر بات میں ضد اچھی نہیں ہوتی۔۔"

اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

"مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہو؟؟؟"

وہ جو سوچ رہا تھا کے رمل اس سے سوال کرے گی۔ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

"وہ دونوں گھر پر نہیں ہیں۔۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا تھا۔اس کے تھکے تھکے انداز ہو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی۔اس کو جاتا دیکھ کر رمل نے بے اختیار پوچھا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟؟؟"

"کچھ کام ہے۔۔"

وہ اس کے لہجے پر حیران تھی کہ ہر وقت رمل کو غصے سے بولنے والا آج کتنے آرام سے جواب دے رہا تھا۔

"مت جاؤ پلیز۔۔۔"

اس کے ملتجی لہجے میں کہنے پر وہ محض سر ہلاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اس کو کمرے میں جاتا دیکھ کر رمل بھی اس کے پیچھے چلی گئی۔وہ کمرے

میں اندھیرا کئے بیٹھا تھا۔اس کے لائٹ آن کرنے پر ایزد نے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔وہ اس کے پاس آکر بیٹھی اور کچھ سوچ کر بولی۔

"مجھے کچھ ٹائم چاہیے۔۔"

اسی وقت ایزد نے بھی یہی جملہ کہا تھا۔اور جواب میں دونوں نے بس سر اثبات میں ہلایا تھا۔وہ بس خاموش بیٹھی تھی اور ایزد کے پاس کہنے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں۔اپنی سوچوں میں مگن دونوں کو ہی پتا نہیں چلا کہ کب ان کی آنکھ لگ گئی۔

وہ کمرے میں آیا تو اس کو درعین کے کپڑے بیڈ پر پڑے نظر آئے پانی گرنے کی آواز پر وہ مسکراتا ہوا واش روم کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔اس کے باہر آتے ہی مرتضیٰ نے کمر سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"آہ۔۔۔۔"

درعین کی چیخ بے ساختہ تھی۔

"کتنی بار کہا ہے ایسے نہ چیخا کرو۔۔اگر کسی نے سن لیا تو کیا سوچے گا؟؟ میں نے کمرے میں تمہارے ساتھ ایسا بھی کیا کر دیا ہے کہ تمہاری چیخیں نکل گئی ہیں۔۔"

وہ شرارت سے بولا تھا۔اس کو دیکھ کر جہاں اس کی جان میں جان آئی تھی۔وہیں اس کی بات پر درعین کا چہرا شرم سے لال ٹماٹر ہوا تھا۔

"ویسے اس باتھ ٹاول میں زیادہ اچھی لگتی ہو۔۔"

اس کو شرماتے دیکھ کر وہ مزید شوخ ہوا تھا۔اور اس کی بات سن کر درعین کا جھکا سر مزید جھکا تھا۔اس کے گیلے بال آدھے آگے تھے اور آدھے پیچھے مرتضیٰ نے ان کو پیچھے کر کے اس کا چہرہ اوپر کیا اور اس کی گردن پر موجود پانی کے ننھے قطروں کو اپنے لبوں سے چن لیا۔اس کی شدت پر درعین جی جان سے کانپی تھی۔اس نے زور سے مرتضیٰ کی شرٹ پکڑ لی۔وہ اس کی گردن سے ہوتا ہوا اس کے لبوں پر آیا تھا۔اس کے شدت بھرے لمس پر

درعین کا تنفس بگڑا تھا۔وہ چینج کرنے کے ارادے سے بیڈ کی طرف مڑی ہی تھی کہ اس نے درعین کو پیٹ سے پکڑ کر واپس اپنے قریب کیا۔اس کے ارادے دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھی۔مرتضیٰ نے اس کے بال بائیں کندھے پر ڈالے اور اس کے دائیں کندھے پر اپنے لب رکھ دیے۔

"مجھ آپ کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔"

"تمہیں دیکھ کر میرے ارادے ٹھیک کب رہتے ہیں؟؟"

وہ اس کا روح اپنی طرف کر کے بولا۔

"کچھ تو شرم کر لیں۔۔ابھی حدی بھائی کو۔۔۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر مرتضیٰ اس کی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔اس لئے اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر بولا۔

"ابھی اس وقت اور کوئی نہیں۔۔۔"

درعین نے پھر کچھ کہنا چاہا مگر مرتضیٰ نے اس کے الفاظ اپنے لبوں میں قید کر لئے۔وہ اس کے تیور دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔اس نے اپنا روح بدل کر

درعین کو دیوار کے ساتھ لگایا۔اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو مرتضیٰ نے اس کے ہاتھ دیوار کے ساتھ لگا کر اس کی مزاحمت کو روک دیا۔

"مجھے دور نہ کیا کرو کتنی بار کہا ہے۔۔"

وہ اپنی مرضی سے اس کو آزاد کر کے اس کے کان کے قریب ہو کر بولا۔درعین زور زور سے سانس لے کر اپنی سانسیں بحال کر رہی تھی۔مرتضیٰ نے جھک کر اس کی جھکی پلکوں پر لب رکھے۔اس کے لمس پر درعین کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

"خ۔۔خان۔۔"

اس نے مرتضیٰ کو روکنے کی ایک اور کوشش کی مگر اس کے لمس پر درعین کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔وہ اس کو لے کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔اپنی ہر کوشش ناکام ہوتے دیکھ کر اس نے بھی مزاحمت چھوڑ دی۔

"آپ سب بھائی کسی کی کیوں نہیں سنتے؟؟بس اپنی مرضی کرتے ہیں۔"

اس کا انداز نہ تو شکایتی تھا نہ ہی طنزیہ اس نے بس پوچھا تھا۔

کیونکہ ہم سب کہتے ہیں جو میرا ہے وہ بس میرا ہے۔اس پر کسی کا حق"

"نہیں۔

"میرا بھی نہیں؟؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں۔۔"

مرتضیٰ نے اس کی گردن میں منہ چھپاتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔۔؟؟؟"

اس نے بے اختیار پوچھا تھا۔

"کیونکہ تم میری ہو۔۔صرف میری اور کسی کی نہیں۔"

وہ جنونی انداز میں بولا تھا۔

"لگتا ہے آپ نے قبر میں بھی مجھے ساتھ لے کر جانا ہے۔۔۔"

اس نے شرارت سے کہا تو وہ مسکرا کر بولا۔

اور نہیں تو کیا میں تمہیں ان کے پاس چھوڑ کر جاؤں گا اگر ان لوگوں نے "
"تمہیں مجھ سے الگ کر دیا تو۔۔۔
اس کی بات سن کر وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔
"آپ نہ بھی لے کر جائیں میں خود آپ کے پیچھے آجاؤں گی۔۔"
درعین نے اس کے گلے میں بازو ڈال کر کہا تو اس کو اپنی بے وقوفوں والی بات پر ہنسی آگئی۔اس کے ساتھ درعین کو بھی ہنسی آگئی۔

سب لوگ جرگے میں موجود تھے۔سب کی منتظر نظریں ان پر
تھیں۔سب ہی فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔
اس گاؤں میں شراب جیسا حرام مشروب نہیں آئے گا یہی اس جرگے اور "
ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے۔اس لئے اذان شاہ کو اپنا یہ کاروبار بند کرنا ہو

گا۔اور اگر اذان شاہ نے جرگے کے فیصلے پر عمل نہ کیا تو اس کو سخت سزا
"سنائی جائے گی۔

ابراہیم خان کا فیصلہ سن کر اذان شاہ غصے سے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

(بہت مہنگا پڑے گا تمہیں یہ فیصلہ ابراہیم خان۔۔)

اس نے ابراہیم خان کو دیکھ کر نفرت سے سوچا تھا۔وہ غصے میں کچھ کہنے ہی
والا تھا کہ اس کے باپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

گھر آتے ہی اس نے اپنا سارا غصہ لائونج کی چیزوں پر نکالا تھا۔

چھوڑوں گا نہیں میں تمہیں ابراہیم خان۔۔۔۔اذان شاہ کے راستے میں "
"آنے کا انجام بہت بُرا ہو گا تمہارے لئے۔۔۔

وہ غصے میں پاگلوں کی طرح ہر چیز تہس نہس کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہر کوئی اذان شاہ کے غصے سے واقف تھا۔ اس لئے کسی نے بھی اس کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔

"اذان!!! روکو اس طرح اپنا غصہ ان بے جان چیزوں پر نکال کر کیا ہو گا۔۔۔ وہ کون ہوتا ہے ہمارے کام میں ٹانگ اڑانے والا۔۔ تم بس اپنا کام کرو باقی سب میں دیکھ لوں گا۔۔۔"

انہوں نے اپنے بیٹے کا غصہ کم کرنے کے لئے کہا۔

"آپ یہ سب میرا غصہ کم کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔۔۔ اگر اس وقت میرا ہاتھ نہ پکڑتے تو اس وقت وہ موت کے گھاٹ اتر چکا ہوتا۔۔۔"

ان کی بات سن کر اس نے غصے اور بد تمیزی سے کہا۔

"نہیں۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے اگر اس وقت تم غصے میں کچھ کرتے تو اس وقت تمہیں سزا سنادی جاتی۔۔ تم اپنا کام کرو میں بھی دیکھتا ہوں کیسے ابراہیم خان روکتا ہے تمہیں۔۔۔۔"

انہوں نے اپنے بیٹے کا غصہ کم کرنے کے لئے اس کی حوصلہ افزائی کی تو وہ کچھ پر سکون ہوا۔

"تم کرو جو بھی کرنا چاہتے ہو۔۔۔باقی سب میں دیکھ لوں گا۔۔"

اس کا غصہ کم ہوتا دیکھ کو انہوں نے مزید کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔اذان کو پر سکون کر کے وہ یہ سوچنے لگے کہ ابراہیم خان کو کیسے اپنے راستے سے ہٹایا جائے۔

وہ سب لان میں بیٹھے تھے۔

"تم دائم کو یہاں کیوں نہیں لائی؟؟؟وہ بھی آتا تو کتنا اچھا ہوتا۔۔۔"

میرب ملک نے اداسی سے کہا۔

"میں جو بہانہ بنا کر آئی ہوں اس میں وہ نہیں آسکتا تھا۔۔"

وہ خود اس کے لئے اداس ہو رہی تھی۔

"اس کو بھی یہاں لے کر آؤ۔۔۔"

اس کا انداز حکمیہ تھا۔

"اذی میں اس کو کیسے لے کر آؤں؟؟؟"

اس کے حکمیہ انداز پر وحی نے بے بسی سے کہا تھا۔

"مجھے ان پر یقین نہیں ہے۔۔اپنے بیٹے کے معاملے میں تو بلکل نہیں۔۔۔

اس ذکر پر اذی کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر سب ہی کو دکھ ہوا تھا۔

ان پر مجھے بھی یقین نہیں ہے۔۔دائم کو میں اس کے پاس چھوڑ کر آئی"

"ہوں۔۔

وہ دائم کے حوالے سے مطمئن تھی۔

وہ ہر وقت اس کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔۔ تمہیں پتا ہے وہ ہوسپٹل جاتی"

"ہے۔

وہ اب بھی دائم کی طرف سے پریشان تھا۔

ہاں وحی!!!!اذی ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔اس کو یہاں لے آؤ دائم کو ان کے پاس چھوڑنا ٹھیک نہیں ہے۔۔"

بہروز ملک نے بھی اپنے بیٹے کی سائیڈ لی۔

"وحی!!!!تم خود سوچھ جس انسان نے اپنے بھائی کو نہیں چھوڑا۔اُس کو اِس معصوم پر ترس کیسے آئے گا۔۔"

میرب ملک نے بھی اس کا دھیان اِس طرف کرنے کی کوشش کی۔

"دل ڈاکٹر ہے۔۔اس کو کسی بھی وقت ہوسپٹل جانا پڑ سکتا ہے۔۔۔اور دائم کا تو تمہیں پتا ہے۔۔۔ہم اُس کو زیادہ دیر کے لئے اس گھر میں نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔"

اذی کو اب بھی دائم کی فکر تھی۔

"اچھا میں کچھ کرتی ہوں۔۔۔۔بس مجھے موقع مل جائے وہ گھر چھوڑنے کا۔۔اگر میں بغیر کسی وجہ کے گھر چھوڑ دوں تو تمہیں پتا ہے ان کو شک ہو جائے گا۔۔"

وحی نے سر اثبات میں ہلا کر اور ان سب کو مطمئن کیا۔

"مطلب میں اس کے آنے کی تیاری کروں۔۔"

میرب ملک کی خوشی دیکھ کر وہ سب مسکرا دیے۔

ہاں۔۔۔ہاں۔۔کریں تیاری اور میں اس کے لئے کمرہ تیار کرواتا ہوں"

"آخر ہمارا پوتا ہمارے ساتھ رہے گا اب۔۔۔

بہروز ملک نے بھی خوشی سے سینا چوڑا کر کے کہا۔

"میں اس کے لئے شاپنگ شروع کر دیتی ہوں۔۔

ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ دائم ابھی آئے اور وہ اس سے پیار کریں۔

یہ لیں جتنی چاہیں شاپنگ کر لیں۔۔کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے میرے"

"پوتے کے استقبال میں۔۔

بہروز ملک نے اپنا کریڈیٹ کارڈ میرب ملک کی طرف بڑھا کر کہا۔وہ

دونوں ان کی اتنی محبت پر بے اختیار مسکرا دیے۔میرب ملک اور بہروز

ملک اس کے آنے کے بعد کیا کرنا ہے؟؟کہاں جانا ہے؟؟کیسے اس کا

استقبال کرنا ہے؟؟کیسے گھر کو سجانا ہے؟؟اس کا کمرہ کیسا ہونا چاہیے؟؟؟یہ سب ڈیسکس کرنے لگے جبکہ وہ دونوں مسکرا کر ان کی باتوں کا جواب دینے لگے۔اذی کو مسکراتا دیکھ کر میرب ملک اور بہروز ملک دونوں نے ہی اس کی دائمی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

وہ سب میٹنگ روم میں جمع تھے۔

"ازمار شاہ کو اس کیس سے ہٹانا پڑے گا۔۔وہ تو ایول۔کنگ کو پکڑنے کے لئے دن رات ایک کر رہا ہے۔۔"

وحی کی بات سن کر وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"اس کو کسی اور کیس میں اتنا الجھاؤ کے وہ مجھے بھول جائے۔۔"

"چینی پینی۔۔کو سزا دینے کا وقت آگیا ہے۔۔۔۔"

زی کی بات سن کر ایول۔ کنگ نے اس کو گھور کر دیکھا جو کام کے وقت مزاق کر رہا تھا۔

ازمار کو اس میں اتنا الجھا دو کہ اس کو سمجھ ہی نہ آئے وہ کس کو پکڑ رہا"

"ہے۔۔

ایول۔ کنگ نے ان سب کو سارا پلین سمجھایا اور ان سب کو ان کے کام پر لگا دیا۔ سب ہی چلے گئے تھے مگر اذی اور وحی وہیں بیٹھے رہے۔ ان سب کے جاتے ہی وحی نے اس سے پوچھا۔

میں کب تک اور وہاں رہوں؟؟؟ میں اس کو زیادہ دیر ان لوگوں میں "

"نہیں چھوڑ سکتی۔ آپ جانتے ہیں وہ کیسا ہے۔۔ میں اب کیا کروں؟؟

اس کے لہجے سے بھی پریشانی عیاں تھی۔

"آج ہی لے آؤ۔۔۔"

"یہ تم میرا فائدہ کر رہے ہو یا اپنا۔۔۔؟؟؟"

اس کی بات سن کر اذی نے معنی خیزی سے کہا تو وحی نے اپنی ہنسی دبائی۔

"بکواس بند کرو۔۔۔"

اس نے سختی سے کہا تو وہ اس کو اور چڑانے کے لئے بولا۔

"تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم سے ملا نہیں جا رہا۔ پہلے بھی تمہیں دو دفعہ اس کی وجہ سے ملے بغیر واپس آنا پڑا ہے۔۔۔"

وہ بس سنجیدگی سے اس کو دیکھ رہا تھا اور وحی ان کو دیکھ کر مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟؟؟"

اس کو مسلسل خود کو گھورتا پا کر اذی نے پوچھا۔

"کوئی اپنی بہن کے بارے میں یہ سب کیسے کہہ سکتا ہے؟؟"

اس نے اذی کو شرمندہ کرنے کے لئے کہا۔

"میں نے تو اس کا نام بھی نہیں لیا۔۔ میں تو تمہاری بات کر رہا ہوں۔۔"

وہ کب شرمندہ ہونے والا تھا۔ ڈھیٹائی سے بولا۔ ایول۔ کنگ نے اس کی بکواس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ مگر وہ کب چپ ہونے والا

تھا۔اس کی طرف ایک باکس کھول کر بڑھایا جس میں ایک لاکٹ پڑا تھا۔ جس میں ہارٹ شیپ میں دل لکھا تھا۔

تم اس سے ملنے جارہے ہو تو میری طرف سے میری دل کو یہ چھوٹا سا"
"گفٹ دے دینا۔

اذی نے میری پر زور دے کر کہا۔ جو اس کو مزید غصہ دلا گیا تھا۔ وہ غصے سے کھڑا ہوا تو اذی اس کو مزید جلانے کے لئے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر باکس بند کر کے اس کی طرف بڑھا کر بولا۔

"یاد سے دے دینا۔۔۔"

ایول۔ کنگ نے غصے سے باکس کو شوٹ کر دیا۔ وحی جو کب سے خاموش بیٹھی ان کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی ایول۔ کنگ کی اس حرکت پر اذی کو بولی۔

کیوں ہر وقت اس کو تنگ کرتے رہتے ہیں؟؟ آپ کو پتا ہے غصے میں یہ"
"دوسری بات گولی سے کرتے ہیں۔۔

اذی کے کندے پر ہاتھ رکھے کہا۔اذی نے ایول۔کنگ کو دیکھ کر ایسی شکل بنا کر کہا جیسے اس سے زیادہ معصوم کوئی اس دنیا میں ہی نہ ہو۔

میں کب اس کو تنگ کر رہا ہوں؟؟؟میں تو اس کو ہمیشہ سے ہی دل کہتا"

"ہوں۔

اگر تم اپنی بیوی کی شکل دیکھنے کے لئے ترسنا نہیں چاہتے تو اپنی شکل یہاں"

"سے گم کرو۔۔۔

ایول۔کنگ نے غصے سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے وحی کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔کیوں کہ وہ جانتا تھا اگر مزید کچھ کہا تو وہ اپنا کہا سچ کر دے گا۔

وہ صبح صبح اٹھ کر رمل کو وہیں چھوڑ کر گھر آ گیا تھا۔ایک ہفتے تک وہ اپارٹمنٹ میں نہیں گیا تھا۔آج لنچ کرتے ہوئے اس کو یاد آیا تھا کہ وہ اپارٹمنٹ میں اکیلی ہے۔اس لئے سب کچھ چھوڑ کر وہ گروسری اور کچھ

اس کے کپڑے اور اس کی ضرورت کا دوسرا سامان لے کر وہاں پہنچا تھا۔ وہ لاؤنج میں سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی۔

"رمل۔۔۔"

وہ بے قراری سے اس کی طرف بڑھا۔ اس کو ہاتھ گاتے ہی ایزد کو احساس ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔

"رمل کیا ہوا ہے رو کیوں رہی ہو۔۔۔؟؟"

تمہیں اس سے کیا..... میں تمہیں بلکل نہیں پسند اس لئے تم مجھے "

"یہاں اکیلا چھوڑ گئے تھے۔۔۔

اس نے روتے ہوئے ایزد کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"ایم سوری۔۔۔ایم۔۔۔ سو۔۔ سو۔۔ سوری۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ مزید شرمندہ ہوا تھا۔ اس لئے اس کو اپنے ساتھ لگا کر بولا۔ اس کے سینے سے لگ کر وہ مزید پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولی۔

اب کیوں آئے ہو؟؟؟؟مرنے دیتے مجھے۔۔۔دو دن سے بھوکی ہوں"
میں اور تمہیں یاد بھی نہیں کہ میں یہاں ہوں۔۔۔مجھے یہاں چھوڑ کر چلے
"گئے تھے۔۔۔

وہ اس کو اسی کی شکایتیں لگا رہی تھی۔

"ایم سوری۔۔"

اس نے زور سے رمل کو خود میں بھینچ کر کہا۔رمل نے اس سے الگ ہونا چاہا
مگر ایزد نے اپنا حصار مزید تنگ کیا۔

"چھوڑو۔۔۔مجھے۔۔۔"

اس نے خود کو چھوڑانے کے لئے ایزد کے سینے پر مکے برسانا شروع کر
دیے۔وہ مسلسل خود کو چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"رمل!!!! چلو اٹھو کھانا کھالو۔۔۔"

"نہیں مجھے نہیں کھانا۔۔۔"

ایزد کی بات سن کر وہ منہ بسور کر بولی تو وہ اس کے خفا خفا سے انداز پر مسکرا دیا۔

"سوری۔۔نہ۔۔۔ کہہ تو رہا ہوں غلطی ہو گئی ہے۔۔۔"

اس نے پیار سے رمل کو منانے کی کوشش کی تو اس نے روٹھے روٹھے انداز میں اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ایم۔۔سوری۔۔"

اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ایزد کے دل کو کچھ ہوا تھا۔اس لئے اس کی سوجھی سرخ آنکھوں پر اپنے لب رکھ دیے۔اس کو ایزد سے ایسی کسی حرکت کی امید نہیں تھی۔رمل کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ایک آنسو نکل کر گال پر پھسلا جس کو ایزد نے اپنے لبوں سے چن لیا۔وہ حیرت سے ساکت بیٹھی اس کو دیکھ رہی تھی۔وہ اس کے گال سے ہوتا ہوا اس کے نازک لبوں پر جھک گیا۔اس کے کوئی مزاحمت نہ کرنے پر ایزد کے لمس میں شدت آئی تھی۔

"ایزد۔۔۔"

اس کو اپنی گردن پر جھکتا دیکھ کر وہ گھبرا کر بولی۔ مگر وہ تو جیسے کسی اور جہان میں چلا گیا تھا۔

".مجھے بھوک لگی ہے۔۔"

اس کی بھوک کا سوچ کر وہ اس سے الگ ہوا۔اور اس کے لئے کھانا نکال کر وہیں پر لے آیا۔ایزد کے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانے پر رمل کو حیرت ہوئی تھی کہ وہ اس کی اتنی فکر کر رہا ہے۔

"تم چینج کر لو۔۔تب تک میں سامان سیٹ کر دیتا ہوں۔۔"

"میرے کپڑے۔۔۔"

ایزد کی بات سن کر وہ جھجھک کر بولی۔

"یہ لو۔۔۔"

ایزد نے کچھ شاپنگ بیگز اس کی طرف بڑھا کر کہا۔جن کو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔اس کے کمرے میں جاتے ہی ایزد نے جلدی جلدی سامان

سیٹ کیااور خود بھی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اس کو واش روم سے نکلتا دیکھ کر وہ ساکت ہو گیا۔وائٹ جینز پر وائٹ کرتا جس پر ملٹی کڑھائی کی گئی تھی اس میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔کمر پر ہلکے گیلے بال بکھرے تھے۔ڈوپٹے سے الجھی وہ ایزد کو اور بھی پیاری لگی۔اس نے بمشکل رمل سے نظریں ہٹا کر کہا۔

"مجھے کچھ کام ہے۔۔تب تک تم بھی ریسٹ کر لو۔۔"

"تم پھر سے جا رہے ہو۔۔۔"

اس کو باہر نکلتا دیکھ کر رمل نے اداسی سے پوچھا۔

"نہیں ادھر ہی ہوں۔۔۔"

اس نے رمل کو بغیر دیکھے جواب دیا اور اپنا لیپ ٹاپ لے کر کمرے میں ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔اس کو خود پر مسلسل رمل کی نظریں محسوس ہو رہیں تھیں مگر وہ نظر انداز کئے کام میں مصروف رہا۔وہ بیڈ پر بیٹھی یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔وہ اسے دیکھتے دیکھتے کب سوئی

اس کو خود احساس نہیں ہوا۔ جب ایزد نے دیکھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے سو گئی ہے تو اٹھ کر اس کو صحیح طریقے سے لیٹا دیا اور اس پر کمبل ڈال کر خود کام میں مصروف ہو گیا۔

وہ اپنے گھر واپس جا رہی تھی کے اس کی نظر سڑک پر کھڑے ازمار پر پڑی۔ اس کو اپنا ازمار کو پورے شہر میں دوڈانا یاد آیا تو مسکرا دی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہنے کے لئے جاتی۔ اگلا منظر دیکھ کر اس کو خیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ ایک آدمی ریڑھی پر کچھ لگائے وہاں سے گزر رہا تھا کے اس کا والٹ جیب سے گر گیا۔ والٹ کی حالت دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کس قدر پرانا ہے۔ ازمار نے آگے پیچھے دیکھا۔ پہلے غزال کچھ اور ہی سمجھی تھی۔ مگر اس کو اپنی جیب سے پیسے نکال کر والٹ میں ڈالتے دیکھ کر اس کے ماتھے کے بل ختم ہوئے تھے۔ آنکھیں خیرت سے پھیل گئیں

تھی۔ جب اس نے والٹ واپس کیا۔ وہ خود وہاں سے چلا گیا تھا۔ کچھ لوگ اس کے پاس آئے تو وہ ان کو ان کی ضرورت کا سامان دینے میں مصروف ہو گیا۔ جیسے ہی رش کم ہوا تو اس نے پیسے والٹ میں ڈالنے کے لئے والٹ کھولا تو اس میں پیسے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوا پھر نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔ غزال کو اس کا چہرہ دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سمجھ گیا ہے اس کی مدد کس نے کی ہے۔

ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں؟؟؟ اور سر فہرست ازمار شاہ۔۔ آئی کانٹ بیلیو (.I can't believe this) دس

اس نے حیرت سے سوچا۔ اس کو احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ ازمار شاہ کو اچھے لوگوں کی فہرست میں پہلا نمبر دے چکی ہے۔ وہ اپنی سوچوں میں گم گاڑی چلانے میں مصروف تھی کہ اچانک اس کی گاڑی پر حملہ ہوا۔ اس اچانک افراد پر وہ گھبرا گئی تھی۔ ازمار جو پولیس جیپ میں وہاں سے گزر رہا تھا کسی پر حملہ ہوتا دیکھ کر فوراً اپنا فرض ادا کرنے پہنچا۔ مڈ سل گولیاں لگنے کی وجہ

سے اس کی گاڑی کے شیشے ٹوٹ چکے تھے۔ وہ گولیوں سے بچنے کے لئے سیٹ پر جھکی ہوئی تھی۔ ازمار نے آگے بڑھ کر ان پر جوابی حملہ کیا۔ گولیوں کا روح اپنی بجائے کسی اور کی طرف ہوتا دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ فوراً گاڑی سے باہر نکلی تو ازمار کو اپنے لئے لڑتا دیکھ کر وہ اپنے اوپر ہوئے حملے کو بھول گئی تھی۔ مقابل نے اسی وقت غزال پر گولی چلائی۔ اس کو پیچھے کرنے کے لئے ازمار نے اس کی طرف دیکھا تو غزال کو اپنی طرف دیکھتا پا روکا۔ بس ایک لمحے کے لئے ازمار نے اس کی آنکھوں کر وہ ایک لمحے کو میں دیکھا تھا۔ گولی کی آواز سنتے ہی ازمار نے اس کو پیچھے کیا۔ جس کی وجہ سے گولی اس کے بازو میں لگ گئی۔ پھر بھی اس نے مقابل کو مار گرایا۔ وہ بس خاموش سی اس کو دیکھ رہی تھی جو فون پر کسی کو کہہ رہا تھا کہ ان سب کو یہاں سے لے کر جاؤ۔ غزال کو بھی کانچ لگنے کی وجہ سے تھوڑی سی چوٹ آئی تھی اس لئے وہ اس کو لے کر ہوسپٹل آیا تھا۔ وہ خاموش تھی یہ دیکھ کر ازمار کو حیرت ہوئی تھی مگر اس نے شکر ادا کیا کے وہ چپ ہے۔

"ازمار بھائی آپ؟؟؟اور یہ چوٹ کیسے لگی ہے؟؟؟اور یہ کون ہیں؟؟؟"
نور نے ایک ہی سانس میں کئیں سوال کر دیے۔ غزال کو حیرت ہوئی کہ
اس کی ایک بہن ہے۔
تجھے پتا تو ہے یہ کام ہے میرا۔۔اور پٹی کر دے بعد میں سوال جواب کر"
"لینا۔۔۔

آخر میں وہ بچوں کی طرح بولا تھا۔ غزال خاموشی سے اس کو اپنا کام کرتے
دیکھ رہی تھی۔ گولی نکالتے ہوئے اس پر مخصوص دوا لگاتے ہوئے ازمار نے
اُف تک نہیں کیا تھا۔ازمار کے بعد اس نے غزال کو بھی بینڈ یج کی۔

"ویسے آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا بھائی۔"
نور نے اس کو یاد کروایا تو وہ سوچنے کے انداز میں بولا۔
"امم۔۔۔یاد نہیں۔۔۔"
اس کے نہ بتانے پر وہ گہرا سانس لے کر بولی۔
"نہیں بتانا ہوتا تو بہانے کیوں بناتے ہیں؟؟"

"تجھے تنگ کرنے کے لئے۔۔"

اس نے کندھے اچکا کر کہا۔وہ جانتی تھی اپنے منہ سے کبھی نہیں بتائے گا اس لئے خاموش ہو گئی۔

"ڈاکٹر صاحبہ آپ کی فیس۔۔۔۔؟؟؟"

"پولیس والوں کے لئے فری سروس ہے۔۔"

اس کی سنجیدگی دیکھ کر نور نے بھی پر فیشنل انداز میں کہا۔

"کوئی خاص وجہ۔۔۔ہم غریبوں پر اس مہربانی کی۔۔"

وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

"آپ اپنی جان پر کھیل کر عام لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں۔آپ کے لئے اتنا تو کیا ہی جا سکتا ہے۔"

غزال اس کی بات پر فوراً بولی۔

"ہر کوئی جان دینے والا نہیں ہوتا۔۔۔"

ازمار کواس کی مداخلت بلکل پسند نہیں آئی تھی۔نور چونک کراس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔وہ تو بھول گئی تھی کہ کوئی اور بھی یہاں موجود ہے۔

"ہر شعبہ ایسا ہوتا ہے جس میں کچھ برے لوگ پائے جاتے ہیں۔اب ہم ان برے لوگوں کی وجہ سے سب کو تو غلط نہیں کہہ سکتے۔۔۔"

نور کی بات سن کراس نے بے اختیار ازمار کو دیکھا تھا۔ازمار ہی اس کو گھر چھوڑ کر گیا تھا۔اس کے جانے کے بعد بھی وہ مسلسل اسی کو سوچ رہی تھی۔

وہ جیسے ہی یونی سے آیا اوپر کا دروازہ کھولا دیکھ کراس کو خیرت ہوئی تھی۔کیونکہ جب سے وہ یہاں آیا تھا اوپر کا دروازہ تب ہی کھولا ہوتا جب نیچے کپڑے دھوئے جاتے۔وہ فریش ہو کر چھت پر گیا تو اس کو ایک طرف

پڑے پتھر کے کرسی اور میز پر بیٹھا دیکھ کر مسکراتا ہوا اس کہ پاس جا کر بیٹھ کے سوال میں الجھی بیٹھی تھی کسی کے Maths گیا۔وہ جو اپنے میتھس بیٹھنے پر سر اٹھایا تو ایک نظر اس کو دیکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"کوئی ہیلپ چاہیے۔۔؟؟؟"

غانیہ کو پریشان دیکھ کر اس نے پیشکش کی تھی۔

"آپ کو نہیں آتا۔۔۔"

غانیہ کے لہجے میں یقین دیکھ کر اس نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔یہاں رہتے اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ حد سے زیادہ معصوم ہے۔

"بتائیں تو صحیح۔۔ہو سکتا ہے مجھے آتا ہو۔۔"

"اچھا۔۔۔تو ذرا یہ سم سولو کر کے دیکھائیں۔۔۔"

اس کی بات سن کر غانیہ نے اپنی کتاب اس کے سامنے کی تھی مگر اس کو یقین تھا وہ نہیں کر سکے گا۔اس کے دو منٹ میں سم سولو کرنے پر غانیہ کا

حیرت سے منہ کھول گیا۔ وہ اپنی مسکراہٹ دباتا وہیں بیٹھ کر اس کو دیکھنے لگا۔

"آپ کو آتا تھا تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟؟"

اس کے لہجے میں اب بھی حیرت تھی۔

"آپ کو یقین تھا کہ مجھے نہیں آتا تو میں کیسے بتاتا کہ مجھے آت ہے؟؟"

اس نے الٹا غانیہ سے سوال کیا۔

"تو آپ بتا دیتے مجھے۔۔۔"

"آپ یقین کر لیتیں؟؟؟

غانیہ کی بات سن کر اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔"

اس نے فوراً جواب دیا تو وہ سنجیدگی سے اس کو دیکھنے لگا۔

"آئندہ بتا دینا۔۔۔"

اس کو خاموش ہوتا دیکھ کر وہ اس کو کہہ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"وقت کتنی جلدی گزر گیا ہے نا۔۔۔۔"

وہ اس کو دیکھتے ہوئے اداسی سے بولی۔

"پر میں خوش وہ تم اور دائم ہمیشہ کے لئے میرے پاس آجاؤ گے۔۔۔"

وہ مسکرا کے بولا تو اس نے بھی مسکراتے ہوئے اسکے چوڑے سینے پر سر رکھ دیا۔اس نے کروٹ بدلی اور وحی پر جھک گیا۔

"دل نہیں بھرا آپ کا مسٹر ملک۔۔۔۔"

اس کو تھوڑی دیر پہلے والے موڈ میں دیکھ کر وہ گھبرائی تھی۔

"نہیں۔۔ جن سے روح کا تعلق ہو ان سے دل نہیں بھرتا جانم۔۔"

کہتا ہوا وہ اس کی گردن پر جھک گیا۔اپنے اوپر سے چادر اترتی محسوس کر کے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتی اذی کی شدت پر تڑپ اُٹھی۔وہ اس کے لبوں پر جھکا ہوا تھا۔اس کا ہاتھ کندھے سے گردن اور گردن سے نیچے جاتا محسوس

کر کے اس نے گھبرا کر ملک کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جس کو اس نے بیڈ کے ساتھ لگاتے ہوئے اس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھا لیں۔ اس کو اپنی سانس روکتی ہوئی محسوس ہوئی تو اس کی انگلیوں کی گرفت ملک کے ہاتھ میں کمزور ہو گئی جسے سمجھ کر وہ پیچھے ہوا۔ تو وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ ابھی وہ اس کی اِس شدت سے نہیں سنبھلی تھی کہ اپنے پیٹ پر اس کے شدت بھرے لمس اور دھاڑی کی چُبن محسوس کر اس نے کروٹ بدلی۔ وہ اس کی کمر پر جھکا۔

"اذی۔۔پپ۔۔پلیز۔۔۔"

وہ تڑپ کر بیٹھتے ہوئے اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ اس کو خود سے خود میں ہی چھپتا دیکھ کر وہ مسکرایا۔ اس کو کپکپاتا دیکھ کر وہ شوخ ہوا۔

"ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں اور تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔۔۔"

اس کی بات سن کر وحی کا منہ کھول گیا۔ جسے دیکھ کر اس نے اپنا قہقہہ ضبط کیا۔

"تو کون کہتا ہے جنگلیوں کی طرح پیار کریں۔۔۔۔"

اس کو تو غصہ ہی آگیا تھا۔

"اتنے سالوں میں بھی تمہیں میری شدتوں کی عادت نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔

وہ کندھے اچکا کر معصوم بن گیا۔

"انسانوں کی طرح پیار کریں تو عادت ہو نہ۔۔۔"

وہ اس کے سینے سے سر اٹھا کر اس گھور کر بولی۔اس کی بات سن کر وہ زور دار قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا۔

"یہ تو تمہارا قصور ہے کہ میرا پیار تمہیں جنگلی لگ رہا ہے۔۔۔"

"آپ بلکل بھی اچھے نہیں ہیں۔۔۔"

وہ منہ بسور کر لاڈ سے کہتی ہوئی اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"بار بار میرے سینے میں منہ کدھر چھپا رہی ہو ابھی تو میں نے تم سے ان دنوں کا حساب لینا ہے جو تم وہاں گزار کر آؤ گی۔۔۔"

اس کی بات سن کر وحی نے خود کو مزید اس کے سینے میں چھپایا۔ وہ خود بھی شرٹ لیس تھا اُس کی اِس حرکت نے ملک کو مزید پاگل کیا۔ وہ اُس کی مزاحمت کو نظر انداز کرتا مکمل طور پر اس پر جھکتا خود کو اس پر حاوی کر گیا۔ اس کی شدتوں کے آگے وحی کی مزاحمت آہستہ آہستہ دم توڑ گئی۔

وہ کمرے میں سوئی ہوئی تھی۔ کمرے میں آتے ہی وہ اس کو دیکھ کر مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سوتے ہوئے اور بھی معصوم لگ رہی تھی۔ وہ بغیر آہٹ پیدا کئے اس کے پاس آکر لیٹ گیا۔ اس نے نیند میں کروٹ بدلی تو اس کا ہاتھ ایول۔ کنگ کے سینے پر گیا۔ جسے دیکھ کر اس نے ایک نظر اس کو دیکھا جو بے فکری سے سو رہی تھی۔

"بہت سولی چین کی نیند دلِ مقتضی۔۔۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔اپنے کان کے قریب اس کی آواز سن کر اس نے ڈر کر پٹ سے آنکھیں کھولیں اس کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر وہ خوف سے لرزی تھی۔اپنے ہاتھ کے نیچے اس کا دل دھڑکتا محسوس کر کے اس کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس کی خوف سے پھیلی آنکھیں دیکھ کر مقتضی نے کروٹ بدلی۔مارے خوف اور وحشت کے وہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔وہ اس کے وحشت بھرے لمس کو اپنے لبوں پر محسوس کر ہوش میں آئی تھی۔اس نے مزاحمت کرنی چاہی مگر مقتضی نے اس کے ہاتھ پکڑ کر بیڈ کے ساتھ لگا کر اس کی مزاحمت کو روک دیا۔نور کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا تھا پر وہاں فکر کس کو تھی۔اس کو اپنا سانس روکتا ہوا محسوس ہوا۔نور نے خود کو چھوڑانے کی ایک اور کوشش کی مگر بے سود۔اس نے اپنی مرضی سے نور کو آزاد کیا۔وہ گہرے گہرے سانس لے کر اپنی بے ترتیب سانسوں کو درست کر رہی تھی۔وہ اس کی گردن پر جھکا تو

وہ اپنی بے بسی پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اس کو اپنی شرٹ کے بٹن کھولتا دیکھ کر اس نے روتے ہوئے التجاء کی۔

"پلیز۔۔۔۔ڈونٹ ڈو دس۔۔۔۔"

"میں نے کہا تھا میں کسی کو تمہارے ساتھ نہ دیکھوں۔۔۔"

اس کے بے تاثر لہجے میں لگائے گئے الزام پر وہ تڑپ کر بولی۔

"اب میں نے کیا کیا ہے؟؟؟"

"وہ بچہ تمہارے پاس کیا کر رہا تھا؟؟"

نور تو صدمے سے کچھ بول ہی نہیں تھی۔

"میرا بیٹا ہے وہ۔۔۔۔"

وہ بے بسی سے چیخی تھی۔آنسوؤں میں اضافہ ہوا تھا۔

"آواز نیچے رکھو اپنی۔۔اور وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔۔"

وہ تقریباً غرایا تھا۔

"میرا بیٹا ہے وہ۔۔۔ چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔۔۔"

اس میں نہ جانے اتنی ہمت کہاں سے آئی جو آج ایول۔ کنگ کے سامنے بول پڑی تھی۔

"کچھ دن ڈوز نہیں ملا تو زیادہ ہی پر نکل آئے ہیں۔۔۔ابھی بتاتا ہوں تمہیں۔۔۔"

اس کی دھمکی پر وہ خوف سے لرزی اٹھی تھی۔اور اس نے سچ میں اپنے کہے پر عمل کر دیکھایا تھا۔وہ اپنا درد اس کی روح میں اتارنے لگا۔نور کا رونا، گڑگڑانا اور سسکنا بھی ایول۔ کنگ کو نہیں پگھلا سکا تھا۔وہ بے بسی سے روتے ہوئے اس کی وحشت کو اپنی روح میں اترتا دیکھتی رہی۔

"آئندہ میرا بیٹا۔۔میرا بیٹا۔۔کرنے یا میرے سامنے زبان چلانے سے پہلے ہزار دفعہ سوچ لینا۔۔۔"

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔"

وہ بے بسی سے روتے ہوئے بولی۔آج وہ واپس نہیں گیا تھا بلکہ اپنی تمام تر شدتوں سے اس پر جھکا تھا۔ایک بار پھر سے اس کو اپنی وحشت کا نشانہ بنا کر

وہ پھر سے اس کو بے بس کر گیا تھا۔ وہ ساری رات اپنی منمانیاں کرتا اس کی بے بسی کا تماشا دیکھتا رہا اور فجر کی اذان سے آدھا گھنٹا پہلے نور کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی نور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اپنی چیخوں کا گلا گھونٹنے کے لئے اس نے اپنا چہرہ تکیے میں چھپا لیا۔

"اللہ۔ بس کر دے۔۔ بس کر دے۔۔ تو کہتا ہے تو اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا۔۔ بس کر دے اب۔۔۔ یا میری آزمائش ختم کر دے یا میری زندگی ختم کر دے۔۔۔"

اس کی چیخیں دل کو چیر رہی تھیں۔

وہ جیسے ہی گھر آئے تھے غزال کو پٹیوں میں دیکھ کر پریشان ہو کر اس کی طرف بڑھے اور اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

کیاہواہے میری جان؟؟؟یہ سب کیسے ہوا؟؟؟اور یہ چوٹیں کیسے لگی"
"ہیں؟؟؟

انہوں نے پریشانی میں ایک ہی سانس میں سارے سوال کر دیے۔

میں ٹھیک ہوں ڈیڈ۔۔بس کسی کام سے جارہی تھی تو بس چوٹا سا"
"ایکسیڈینٹ ہو گیا۔۔

ان کی پریشانی دیکھ کر وہ اصل بات چھپا گئی تھی۔

اب تم گھر سے باہر بلکل نہیں جاؤ گی۔۔۔اور اس کے آگے میں کوئی لفظ"
"نہ سنوں۔۔

اس کو بولنے کے لئے منہ کھولتا دیکھ کر انہوں نے سختی کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔

اپنے کمرے میں جا کر ریسٹ کرو۔۔اور گھر سے باہر نکلنے کی کوئی"
"ضرورت نہیں ہے۔۔

انہوں نے سختی سے اس کو ایک بار پھر گھر سے باہر جانے سے منع کیا تو وہ منہ بسور کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بلال خان کا موبائل بجا۔ انجان نمبر دیکھ کر انہوں نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔ ان کے بولنے سے پہلے ہی دوسری طرف سے جو کہا گیا اس نے ان کے چہرے کی رنگت اڑا دی۔

بلال خان۔۔۔۔ اس ٹینڈر سے پیچھے ہٹ جاؤ۔۔۔ ورنہ آج تو قسمت "
سے وہ بچ گئی ہے۔۔ اگلی بار کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔ لڑکی ذات ہے ذرا خیال
"کرو۔۔ قتل کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔

ان کو دھمکی دے کر فون بند کر دیا گیا تھا۔ غزال کی چوٹ کی وجہ سوچ کر وہ فون بھی کان سے نہیں ہٹا سکے تھے۔

"غزی۔۔۔ نہیں تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔"

انہوں نے خود کلامی کے انداز میں کہا اور ایک اور نمبر ڈائل کرنے لگے۔

مجھے آپ سے ایک کام ہے۔۔۔اس لئے مجھے ابھی اسی وقت آپ سے ملنا"
"ہے۔۔۔

دوسری طرف سے فون اٹھاتے ہی انہوں نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔۔۔"

دوسری طرف سے کہا گیا تو انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا۔

نہیں آپ کو آنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود آکر آپ سے ملتا"
"ہوں۔۔۔

فون بند کرتے ہی وہ گھر سے باہر نکل گئے۔

وہ گاؤں واپس جا رہا تھا کے اس کی گاڑی کے سامنے مرتضیٰ کی گاڑی آ گئی۔اس کو دیکھ کر وہ تلملاتا ہوا گاڑی سے باہر نکلا۔اذان شاہ کو دیکھ کر غصہ

تو اسے بھی آیا تھا مگر مصلحتاً خاموش رہا۔اس کو گاڑی سے نکلتا دیکھ کر مرتضیٰ کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

"اپنے باپ کو جا کر کہہ میری جو فیکٹری سیل کروائی ہے اس کو چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے کھلوائے ورنہ پچھتائے گا۔"

وہ مرتضیٰ کو حقارت سے دیکھتا حکمیہ انداز میں بولا تو اس کا ضبط جواب دے گیا۔

"میں کیوں کہوں۔۔۔ تمہیں منع کیا تھا کہ اپنی ناجائز فروشی بند کرو۔۔اب اگر میرے راستے میں آنے کی کوشش کی تو تمہارے لئے اچھا نہیں ہو گا۔۔"

"تم ابھی اذان شاہ کو جانتے نہیں ہو۔۔۔"

اذان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بولا تھا۔

مرتضیٰ خان ہوں میں۔۔۔تمہاری ان دھمکیوں سے ڈرتا نہیں"

ہوں۔۔۔ابھی بس فیکٹری سیل کروائی ہے اب بھی اگر تم باز نہ آئے تو

"کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔۔۔

وہ بھی مرتضیٰ خان تھا۔کب کسی کی دھمکیوں سے ڈرتا تھا۔

خون کے آنسو نہ رولا دیے تمہارے خاندان کو تو میرا نام بھی اذان شاہ"

"نہیں۔۔۔

تم اپنے ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اذان شاہ۔۔۔جاؤ کر لو جو"

"کر سکتے ہو۔۔۔

وہ اس کو چیلنج کرتا وہاں سے چلا گیا۔

"اب دیکھو میں کیا کرتا ہوں تمہارے ساتھ مرتضیٰ خان۔۔۔"

وہ خود سے کہہ کر گاڑی میں بیٹھ کر شاہ ویلا کی طرف بڑھ گیا۔

وہ رات میں ہی گھر آگئی تھی۔ صبح جب وہ ناشتے کے لئے آئی تو اس کو دیکھ کر ان کو غصہ ہی آگیا تھا۔

"لڑکی!!! اتنے دن کہاں تھی تم؟؟؟"

وہ غصے سے دھاڑے تھے۔

"آپ کو بتا کر تو گئی تھی۔۔۔۔"

وہ جتنے غصے اس بولے تھے۔اس نے اتنے ہی آرام سے جواب دیا تھا۔

دفاع وہ جاؤ۔۔۔پتا نہیں اتنے دن کس کے ساتھ منہ کالا کر کے آئی"

"ہو۔۔۔

وہ نفرت اور حقارت سے دھاڑے تھے۔

"شاہ سائیں!!! کیا کر رہے ہیں؟؟ بہو ہے یہ اس گھر کی۔۔"

حنا شاہ کا دل دہل گیا تھا ان کی بات سن کر اس لئے تڑپ کر بولیں۔

بکواس بند کر۔۔۔بے غیرت عورت اپنے شوہر کے سامنے زبان چلا رہی"

"ہے۔۔

جازم شاہ کی بات سن کر اس کو ان سے مزید نفرت محسوس ہوئی تھی۔

"شاہ سائیں!!! اس کے ساتھ آپ کے خاندان کا اکلوتا وارث بھی چلا
جائے گا۔۔"

انہوں نے ایک اور کوشش کی۔

"لے کر جائے اپنے اس نالائق کو۔۔پتا نہیں کس کا گند ہمارے گلے ڈال
بیٹھی ہے۔۔"

ان کی بات سن کو اس کا ضبط ختم ہوا تھا۔

"اِن اف۔۔ازان آف۔۔تایا سائیں آپ کے بڑے ہونے کا لحاظ کر کے
چپ ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ جو چاہیں وہ کہہ سکتے ہیں۔۔۔"

وہ غصے سے بولی تو اس کی زبان درازی پر انہوں نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ مگر
وہ ان میں سے نہیں تھی کہ سسرال والوں کہ ظلم پر خاموش ہو
جائے۔اس نے ان کا ہاتھ ہوا میں ہی پکڑ لیا تھا۔وہ تو اس چھوٹی سی لڑکی کی
جرأت پر دھنگ رہ گئے۔

مجھے ان لڑکیوں میں سے ہر گز مت سمجھیئے گا جو اپنے اوپر ہونے والے"
ظلم پر خاموش ہو جائیں گی۔ مسٹر جازم شاہ!!! اپنی جہالت کو اپنے تک ہی
رکھیئے۔۔مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے آپ کے گھر رہنے کا۔۔جا رہی ہوں
"اپنے بیٹے کو لے کر۔۔۔
وہ ان کو اچھی خاصی سنا کر اپنے کمرے کی طرف جانے ہی والی تھی کہ حنا
شاہ نے اس کو روک کر کہا۔
"مت جاؤ۔۔۔پلیز معافی مانگ لو ان سے۔۔"
ایم سوری تائی امی۔۔۔پر میں اس گھر میں مزید نہیں رہ سکتی۔۔جہاں"
"آئے دن میرے کردار کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔۔
اس کو ان کے لئے سچ میں دکھ ہو رہا تھا پر وہ بھی کیا کرتی۔
بھابی!! میرے بیٹے کو آپ مجھ سے الگ نہیں کر سکتیں۔۔۔پلیز مت"
"جائیں۔۔۔
نور نے روتے ہوئے التجا کی۔

اتنی مشکل سے تو موقع ملا ہے۔۔۔اب اس لڑکی نے مجھے ایمو شنل کر)
(کے چھوڑنا ہے۔۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"نہیں نور۔۔۔میرا یہاں سے جانا ضروری ہے۔۔"

وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔نور اس کے پیچھے گئی تھی۔اس کے پیچھے حنا شاہ بھی تھیں۔

"اس لڑکی سے جب تک میں اپنے سامنے ناک نہ رگڑ والوں تب تک اس کو موت نہیں دوں گا اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی جازم شاہ کے سامنے سر اٹھانے کی۔۔۔"

وہ غصے اور نفرت بھرے لہجے اذان سے محاتب تھے۔

"آپ کہیں تو ابھی اس کا کام تمام کر دوں۔۔۔بہت پر نکل آئیں ہیں اس کے۔۔۔"

اذان کو بھی اس پر غصہ آیا ہوا تھا۔

نہیں بہت شوق ہے نہ اس کو ہواؤں میں اڑنے کا۔پہلے اس کے پر کاٹوں"
"گا۔۔اتنی آسان موت سے میری بے عزت کا بدلہ پورا نہیں ہو گا۔۔۔
وہ دماغ میں پورا پلین ترتیب دے چکے تھے۔
پلیز۔۔۔بھابی!!مت جائیں۔۔۔آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر"
"سکتیں۔۔اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے میرے پاس۔۔۔
نور نے اس کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔بس ہاتھ جوڑنے کی کمی رہ گئی تھی۔

"ایم سوری نور میرا جانا ضروری ہے۔۔"
اس نے نور کے سینے سے لگا کر کہا۔اس کے جسم سے آتی کسی اور کے وجود کی خوشبو پر وہ چونکی تھی۔مگر اپنی حیرت چھپا گئی۔
بھابی آپ نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ کا جانا ضروری ہے۔آپ نے یہ"
"نہیں کہا کہ آپ کو اس گھر میں نہیں رہنا۔۔
نور نے الجھ کر پوچھا۔

ہاں میں نے کہا میرا جانا ضروری ہے اور کیوں ضروری ہے یہ میں تمہیں "
"ابھی نہیں بتا سکتی۔۔

اس کو حیرت ہوئی تھی کہ نور نے اتنی چھوٹی بات نوٹ کر لی ہے۔

کیوں جا رہی ہیں۔۔۔پلیز۔۔آپ خود بتائیں میں کیا کروں گی؟؟؟کیسے "
اس کے بغیر رہوں گی؟؟آپ جانتی ہیں یہ بھی میرے بغیر نہیں رہ
"سکتا۔۔

نور نے اس کو روکنے کی ایک اور کوشش کی۔

"تمہیں مجھ پر یقین ہے نا۔۔"

اس نے پیار نے نور کے گال پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو اس کا سر اپنے آپ ہی
اثبات میں ہل گیا۔

جب تمہیں میرے یہاں سے جانے کی وجہ پتا چلے گی تو تم خود کہو گی میرا "
یہاں سے چلے جانا ہی بہتر تھا۔ویسے بھی اپنے بیٹے کے لئے کوئی بھی ماں ایسا
"ماحول نہیں چاہتی۔۔

اس نے بیڈ پر سوئے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہا۔

"میں جانتی ہوں یہ ابھی چھوٹا ہے اور اس کے لئے ہمارے گھر کا ماحول ٹھیک نہیں ہے۔۔پر میں کیا کروں میں بھی تو اس کی ماں ہوں۔۔"

نور نے بھی روتے ہوئے ایک نظر بیڈ پر سوئے اس معصوم وجود پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آئی نو تمہیں بہت برا لگ رہا ہے۔۔پر میرا جانا ہی بہتر ہے۔۔۔ہمارے بیٹے کے لئے۔۔۔"

اس نے نور کو ایک بار پھر اپنے سینے سے لگا کر کہا۔اس کا سوچ کر وہ خاموش ہو گئی تو اس نے بھی اپنا اور اپنے بیٹے کا سامان پیک کیا۔نور نے اس کو اٹھا کر دیوانوں کی طرح پیار کیا جیسے آخری بار اس کو پیار کر رہی ہو۔اس کو بس یہی کہا گیا تھا کہ وہ اور اس کی ماما گاؤں سے جا رہے ہیں۔نور نے روتے ہوئے اس کو الوداع کیا۔حنا شاہ کا دکھ بھی کچھ کم نہیں تھا پر وہ بھی کیا کرتیں۔جازم شاہ کے سامنے کب کسی کی چلتی تھی۔

آج اس کا کالج میں لاسٹ ڈے تھا۔اس لئے کلر ڈڈریس میں جانا تھا۔وہ یونی جانے کے لئے نیچے اتارا ہی تھا کے اس کو دیکھ کر قدم وہیں رک گئے۔وہ ملٹی کلر کی پنجابی ڈریسنگ میں نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ بھی اس کے ساتھ ہی نکلا تھا۔باہر جاتے ہوئے اس کا دل کیا کے وہ اس کو منع کر دے کہ آج کالج نہ جائے مگر اس کی خوشی کو دیکھ چکا تھا۔اس لئے وہ چاہ کر بھی اس کو روک نہیں سکا۔اس لئے اپنی بے چینی کو جھٹکتا یونیورسٹی کے لئے نکل گیا۔

وہ جب سے گھر سے نکلی تھی۔اس کے چہرے کی چمک اور خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔اپنی خوشی میں اس نے دھیان نہیں دیا تھا۔گھر سے نکلنے سے

لے کر اب تک ایک گاڑی اس کا پیچھا کر رہی ہے۔اس کی بے ارادہ نظر بیک ویو مرر پر پڑی تو اس کو احساس ہوا کہ وہ گاڑی کب سے اس کے پیچھے ہے۔اس کے دماغ میں کچھ کھٹکا تھا۔اپنے شک کی تصدیق کے لئے اس نے غلط موڑ لیا۔تو اس گاڑی کو اپنے پیچھے آتا دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ وہ گاڑی اسی کا پیچھا کر رہی ہے اور کیوں کر رہی ہے۔

(میں آپ کی معصوم بیٹی نہیں ہوں سسر جی۔۔)

اس نے دل میں سوچتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والی گاڑی کو چکما دیا اور خود اپنے راستے کی طرف بڑھ گئی مگر اس بار اس نے لاپرواہی نہیں کی تھی بلکہ چوکنا ہو کر اپنی منزل تک آئی تھی۔

"ماما یہ کس کا گھر ہے؟؟"

تب سے اس نے پہلا سوال کیا تھا۔

"میرے پرنس کا۔۔۔"

"میرا۔۔؟؟"

اس کے مسکرا کر کہنے پر دائم نے خیرت سے پوچھا تو اس نے معصوم سی شکل بنا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا۔اس نے گاڑی سے اتر کر دائم کو بھی گاڑی سے اتارا اور اس کو لے کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔وہ جو اس کے انتظار میں بیٹھے تھے ان دونوں کو آتا دیکھ کر خوشی سے دائم کا ویلکم کیا۔

"یہ کون ہیں۔۔۔؟؟؟ماما"

دائم نے خیرت سے ایک نظر میرب ملک اور بہروز ملک کو دیکھ کر پوچھا۔

"پہلے مجھ سے تو مل لو۔۔۔"

وہ جو وحی کی طرف دیکھ رہا تھا اس آواز پر فوراً سامنے دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ڈیڈ۔۔۔"

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے کہتا بھاگ کر اس کر سینے سے لگ گیا۔کتنی ہی دیر وہ ایسے ہی اس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھا رہا۔

آئی لو یو۔۔۔آئی لو یو سو مچ۔۔اینڈ آئی مس یو ویری ویری ویری ویری"
"مچ۔۔۔

اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کی گرنے لگے تھے۔جن کو دائم نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"آئی لو یو ٹو۔۔اینڈ آئی مس یو ٹو۔۔"

اس کی بات سن کر اس نے دائم کو دیوانہ وار پیار کیا تھا۔جیسے پہلی بار اس کر پیار کر رہا ہو۔

"ڈونٹ کروائے ڈیڈ۔۔۔"

دائم نے پھر سے اس کے آنسو صاف کر کے کہا۔تو وہ نم آنکھوں سے بولا۔

"سے اگین۔۔۔"

"واٹ۔۔۔؟؟؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"ڈیڈ۔۔"

"ڈیڈ۔۔"

اس کی بات سن کر دائم نے فوراً گہا۔دائم نے محبت سے اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھے توسب اس چھوٹے سے بچے کے دل میں اپنے باپ کے لئے اتنی عقیدت دیکھ کر پلک جھپکنا تودور سانس بھی نہیں لے سکے تھے۔

"میں نے آپ کو بہت بہت بہت مس کیا۔۔"

دائم نے سے کے کندھے پر سر رکھا۔

"ایم سوری۔۔آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔۔"

اس نے دائم کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا جیسے وعدہ کر رہا ہو کہ اب وہ اس کے پاس ہی رہے گا۔

"ہمارا تعارف بھی کروادو اب۔۔"

میرب ملک نے ماحول کی سنجیدگی کم کرنے کے لئے کہا۔

"یہ آپ کے گرینڈ پیرینٹس ہیں۔۔"

اس نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مطلب دو دو گرینڈ پیرینٹس ہیں۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔"

اس کے بولنے سے پہلے وحی نے جواب دیا۔وحی کے کہتے ہی وہ دونوں اس سے ملے۔پہلے تو دائم جھجھکا مگر ان کی محبت اور پیار پر اس کی جھجھک کم ہوئی تھی۔

"اب ساری باتیں یہیں پر کرنی ہیں کیا۔۔؟؟"

بہروز ملک کے کہنے پر وہ دائم کو گود میں اٹھا کر کھڑا ہوا۔تو دائم فوراً بولا۔

"ڈیڈ میں چل سکتا ہوں۔۔۔"

"نہیں ابھی یہیں رہو۔۔۔"

اس نے بچوں کی طرح ضدی انداز میں کہا۔

"دلاور۔۔"

اس کے انداز پر دائم کو دلاور یاد آیا تھا۔

"ہا۔۔۔اپنے ڈیڈ کو نام سے بلا رہے ہو۔۔"

وحی نے شرارت سے کہا۔

نہیں میرا دوست ہے دلاور ابراہیم خان۔۔۔وہ بھی بہت ضدی"

"ہے۔۔

"اچھاااا۔۔جی۔۔۔دوست بھی بنالیااور مجھے بتایا بھی نہیں۔۔"

وحی نے اس کو گھور کر منہ بسور کر کہاتو وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"کھانا کھائیں۔۔مجھے بھوک لگی ہے۔۔"

"میں کھانا لگواتی ہوں۔۔۔"

میرب ملک اپنے بیٹے کو خوش دیکھ کر دل سے خوش ہو رہی تھیں۔وہ سب کھانے کی میز پر بیٹھے تھے۔جب وحی نے دوبارہ اس سے سوال کیا۔

"بتاؤنہ دائم۔۔۔کون ہے وہ؟؟اور یہ دوستی کیسے ہوئی۔۔؟؟"

"...کیا ہو گیا ہے بتادے گا؟؟اس کو کھانا تو کھانے دو"

اس نے دائم کو ڈسٹرب کرنے پر وحی کو ڈانٹا تھا۔

پلیز مسٹر ملک۔۔آج پہلی بار یہ اتنی بات کر رہا ہے۔۔ورنہ ضرورت "

"سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا یہ۔۔۔

اس نے اداسی سے کہا تو وہ شرارت سے بولا۔

"میرا اثر ہے۔۔۔نہ۔۔اس لئے بولنا شروع کر دیا ہے۔۔"

"بتاؤ دائم۔۔۔"

وحی نے مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

کلاس میں اس کا فرسٹ ڈے تھا اس نے میری ہیلپ کی اور میں نے اس"

"سے دوستی کر لی۔۔

"کہاں رہتا ہے۔۔؟؟"

ملک کے سوال پر وہ فوراً بولا۔

"ہمارے گاؤں میں۔۔۔"

"کتنے دوست ہیں کلاس میں۔۔۔؟؟"

اس نے پھر سے سوال کیا۔

"ابھی ایک ہی ہے۔۔"

وہ کھانا کھاتے ہوئے اس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔

"اور کتنے بنانے کا ارادہ ہے۔۔؟؟"

دلاور کسی سے دوستی کرے گا نہیں اور مجھ سے کوئی دوستی نہیں"

"کرتا۔۔۔

دائم نے کندھے اچکا کر کہا۔

"کیوں۔۔۔؟؟"

دلاور کو حیرت ہوئی تھی کہ کوئی اس سے دوستی نہیں کرتا۔

"پتا نہیں۔۔"

دلاور نے دیکھا تھا دائم کی کوشش ہوتی کہ وہ چھوٹے سے چھوٹا جواب دے۔ پورا دن اس کے ساتھ کھیلتے باتیں کرتے وقت کیسے گزرا کسی کو احساس نہیں ہوا۔ رات بھی دائم ان کے پاس ہی سویا تھا۔

"آپ خوش ہیں۔۔؟؟"

وحی نے بغور اس کے چہرے کا سکون دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں میں بہت بہت بہت خوش ہوں۔۔"

اس نے ایک نظر بیڈ پر لیٹے ہوئے دائم پر ڈال کو مسکراتے ہوئے کہا۔وحی بھی بیڈ پر دائم کے دوسری طرف آکر لیٹ گئی اور اپنے ہاتھ پر اپنا سر رکھ کر اس کو دیکھنے لگی۔جو آج کتنے عرصے بعد ایسے مسکرا رہا تھا۔اس کے محبت سے دیکھنے پر وہ دائم کے سر سے تھوڑا اوپر بازو رکھ کر اس کے قریب ہوا۔اس کو اپنے قریب آتا دیکھ کر نظریں جھکا گئی تھی۔اس سے پہلے کے وہ تمام فاصلے مٹاتا چند انچ کی دور پر ہی تھا کہ دائم کی آواز پر سٹپٹا گیا۔

"کیا کر رہے ہیں ڈیڈ۔۔۔؟؟؟"

"کچھ نہیں سو جاؤ۔۔"

وہ اس کے اوپر بلینکٹ ٹھیک کرتا خود بھی لیٹ گیا۔اس کے ارادوں پر پانی پھرنے پر وحی نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔دائم اس کے ساتھ لگ کر وحی کا بازو پکڑ کر دلاور کو ہگ کر کے آنکھیں بند کر گیا۔دلاور نے اس کے

ماتھے پر لب رکھے تو اس نے آنکھیں بند کر لیں اور دلاور نے ان دونوں کو اپنے حصار میں لے لیا۔

وہ غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔ جب وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا ہے اتنے غصے میں کیوں ہے۔۔۔؟؟"

ازمار کو غصے سے منہ پھولائے بیٹھا دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"یہ امیر زادیاں خود کو کیا سمجھتی ہیں..؟؟ ہم ملک کی حفاظت کے لئے بیٹھے ہیں۔۔ یا ان محترماؤں کے باڈی گارڈ بننے کے لئے۔۔؟؟"

اس نے غصے سے اپنے دوست سے سوال کیا تھا۔

"کریمنلز کو چھوڑ دیں بس ان نازک جانوں کو ایک خراش بھی نہ آئے۔۔۔ ان کے چکر میں ہم معصوموں کو چھوڑ کر ان کی حفاظت کرنے میں لگ جائیں۔۔"

وہ غصے میں مسلسل بول رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے۔۔؟؟آرام سے بتا کیا ہوا ہے؟؟؟"

اس نے ازمار کا غصہ کم کرنے کے لئے کہا۔

پتا نہیں کسی بلال ابراہیم خان کی بیٹی کی پروٹیکشن کا زمہ دے دیا"

ہے۔۔۔اب میں اس ایول۔کنگ کو چھوڑ کر اس محترمہ کے پیچھے جی

"حضوری کرنا شروع کر دوں۔۔

اس نے غصے میں ہی ساری بات بتائی تھی۔

چلو پھر جاؤ کیوں کہ میں تمہیں یہی بتانے آیا تھا کہ تمہاری رخصتی کا وقت"

"آ گیا ہے دوست۔۔

وہ اس کو تنگ کرنے کے لئے شرارت سے بولا۔

کمینے انسان۔۔دوست کے نام پر دھبہ ہے تو۔۔۔میں یہاں تیرے"

"سامنے اپنا غصہ نکال رہا ہوں اور تو میرا مزاق اڑا رہا ہے۔۔

ازمار کی بات سن کر اس نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔

میں جانتا تھا تو غصے میں ہے اس لئے یہ خبر خود تیرے پاس لے کر آیا"
ہوں۔۔اگر کسی اور نے تیرے نادر خیالات سن لئے ہوتے تو لگ پتا
"جاتا۔۔۔اس لئے تھینکس بول مجھے۔۔

دفاع ہو جا یہاں سے۔۔۔ورنہ اس امیر زادی کی بجائے تیرا خون پی"
"جاؤں گا۔۔

غصے میں ازمار کے منہ میں جو آیا اس نے وہی کہہ دیا۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔یار خوش قسمت سمجھ خود کو ایک لڑکی کا باپ خود اس کو"
"تیرے حوالے کر رہا ہے۔۔

اس نے معنی خیزی سے کہا۔

بکواس بند کر۔۔۔اور اپنی منحوس شکل لے کر دفاع ہو جا یہاں"
سے۔۔۔اس سے پہلے کے کسی کو منہ دیکھانے کے قابل نہ
"چھوڑوں۔۔۔

اس کی بات سن کر ازمار کا غصہ ساتویں آسمان پر چڑھا تھا۔

اچھا جا رہا ہوں۔۔۔میں بس یہ ہی کہنے آیا تھا کے تجھے ابھی خانزادی کے "
"گھر جانا ہے۔۔

وہ کھڑے ہوتے ہوئے کہتا شرارت سے پھر بھی باز نہیں آیا تھا۔ازمار نہ پیپر ویٹ اٹھا کر اس کو مارنا چاہا تھا مگر وہ پہلے ہی باہر بھاگ گیا۔وہ اپنا غصہ ضبط کرتا باہر نکل گیا۔

کالج کے بعد سب جا چکے تھے۔ایک بس وہی تھی۔وہ واپسی کے لئے نکل ہی رہی تھی کہ اپنے سر کی آواز پر روک گئی۔

"غانیہ آپ ابھی تک گئی نہیں۔۔؟؟؟"

"جی سر بس جا رہی ہوں۔۔۔"

وہ عجلت میں اپنے سر کی نظروں کا مطلب نہیں۔ سمجھ سکی تھی۔

"چلیں میں چھوڑ دیتا ہوں آپ کو۔۔۔"

"نہیں تھینک یو سو مچ سر میں چلی جاؤں گی۔۔"

اس نے فوراً انکار کر دیا۔

"اٹس اوکے۔۔۔غانیہ۔۔ چلیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔۔"

وہ غانیہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی گاڑی تک لے آیا۔

"سر میں چلی جاؤں گی۔۔"

اس کی گرفت میں نا جانے ایسا کیا تھا کہ غانیہ کا لہجہ اپنے آپ ہی سخت ہو گیا۔وہ تو جیسے اس کی سن ہی نہیں رہا تھا اس کو زبردستی اپنی گاڑی میں بیٹھا دیا۔وہ حیران پریشان اس کو دیکھ رہی تھی جس کا رویہ آج کچھ بدلا بدلا سا تھا۔وہ خود دوسری طرف آکر بیٹھ گیا۔اس نے غانیہ کی طرف دیکھا۔اس کی نظر میں نا جانے ایسا کیا تھا کہ وہ جی جان سے لرز اٹھی تھی۔

"ارے ڈر کیوں رہی ہو غانیہ۔۔۔ادھر تو آؤ۔۔"

اس نے غانیہ کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو اس کو گارڈ والا واقعہ یاد آ گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ سر؟؟؟ چھوڑیں مجھے۔۔۔"

اس نے پوری قوت سے خود کو چھوڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ مگر وہ نازک جان اس کو خود سے دور کرنا تو دور ہلا بھی نہیں سکی تھی۔اس کے دماغ میں جھماکا ہوا۔غانیہ نے اپنا بیگ پوری قوت سے سر کے منہ پر مارا۔

"آہ۔۔۔"

بیگ آنکھ میں لگنے کی وجہ سے وہ بے اختیار پیچھے ہوا تھا۔غانیہ موقعے کا فائدہ اٹھا کر گاڑی سے نکلی اور بھاگتی چلی گئی۔

"اے۔۔ لڑکی روک۔۔"

اس کو اپنے پیچھے آتا دیکھ کر وہ کالج کے بیک ڈور سے کالج کے اندر چلی گئی۔وہ ابھی بھی اس کے پیچھے تھا۔اس سے بچنے کے لئے وہ ایک کلاس میں آخر میں جا کر بینچ کے پیچھے چھپ گئی۔وہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے کالج میں آیا تھا۔اپنے خوف میں غانیہ کو احساس ہی نہیں ہوا کہ پین دروازہ باہر

سے لاک کر کے جا چکا ہے۔ وہ خوف سے کانپتی وہیں چھپی رہی۔ آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

ازمار کو اپنے باڈی گارڈ کے طور پر دیکھ کر اس کی عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ حیران تھی کہ وہ تو اس سے نفرت کرتی تھی اور اس سے لڑنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی اب اس کو دیکھ کر خوشی کیوں ہو رہی تھی۔

"مجھے شاپنگ کے لئے جانا ہے۔۔۔"

اس نے آکر ازمار کو حکم سنایا تھا۔ بلال ابراہیم خان کی بیٹی کو دیکھ کر اس کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"تم۔۔۔ ہو؟؟ بلال ابراہیم خان کی بیٹی۔۔"

وہ جو بلال خان کی بات سننے کے لئے لاؤنج میں کھڑا تھا اس کو دیکھ کر غصے سے بولا۔

"ڈیڈ مجھے شاپنگ پر جانا ہے۔۔"

وہ اس کو نظر انداز کر کے بولی۔اپنے آپ کے نظر انداز کیے جانے پر اس کو مزید غصہ آیا تھا۔

"تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو۔۔۔؟"

ہادیہ خان کو ازمار کا اس کو تم کہنا کھٹکا تھا۔

"ازمار شاہ کو کون نہیں جانتا۔۔۔؟؟"

اس نے ازمار کو دیکھ کر ہی چہرے پر مسکراہٹ سجا کر کہا۔اس کا مسکرانا ازمار کو اس وقت زہر لگا تھا۔

"یا اللہ!! غزال کیا یہ وہیں ازمار شاہ ہے۔۔؟؟"

ان کی آواز کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔کیوں کہ رویہانے بتایا تھا کہ ازمار پولیس میں ہے۔

"غزی۔۔۔"

بلال خان نے بے یقینی سے اس کو دیکھا۔

ڈیڈ۔۔میں نے کب لڑائی شروع کی تھی؟؟؟یہ ہی اون ڈیوٹی سو رہا"
"تھا۔

اس نے ایسے کہا جیسے وہ دونوں اس وقت وہاں موجود تھے۔
ایکس کیوزمی۔۔۔ محترمہ غزال ابراہیم خان۔۔میں اون ڈیوٹی نہیں سو"
"رہا تھا آپ کا انتظار کر رہا تھا۔۔
"ہاں اور میرے آنے تک تمہاری آنکھ لگ گئی۔۔"
اس کی بولتی کب بند ہوتی تھی۔ازمار نے مٹھیاں بند کر کے اپنا غصہ ضبط کیا
تھا۔

"غزال۔۔۔"

ہادیہ خان نے اس کو غصے سے کہا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے؟؟کیوں ڈانٹ پڑ رہی ہے غزی کو؟؟"
بس آپ کو ہی میری فکر ہے بھائی۔۔یہ سارے مجھے ڈانٹتے رہتے"
"ہیں۔۔

غزال نے ایزد کو ان کی شکایت لگائی تھی۔

"تمہیں بچانے کون آیا ہے؟؟ میں نے بھی حصہ ڈالنا ہے۔۔"

وہ جو اس کے پاس جا رہی تھی ایزد کی بات سن کر اس کے قدم وہیں روک گئے۔

"یہ کون ہے۔۔۔؟؟"

ایک پولیس آفیسر کو دیکھ کر اس نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا باڈی گارڈ۔۔۔"

جواب غزال نے دیا تھا۔

"تمہارا۔۔ باڈی گارڈ۔۔"

ایزد نے اپنی مسکراہٹ دبا کر لفظ تمہارا پر زور دیا۔ کسی اور کو تو نہیں پر غزال کو اس کی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ آ گیا تھا۔ ازمار اپنا غصہ ضبط کر کے رہ گیا۔

غزال اپنی زبان کے جوہر سنبھا کر رکھنا۔۔اب اگر تم نے اس سے بد"
"تمیزی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔
ہادیہ خان نے اس کو دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔توایزد نے آگے بڑھ کر
اس کو اپنے سینے سے لگالیا۔اس نے روہانسی ہو کر اس کو دیکھا۔
کوئی ضرورت نہیں ہے ان کی بات ماننے کی اگر کسی نے اپنی لمٹس"
کراس کرنے کی کوشش کی تو اس کے ٹکرے ٹکرے کر کے آنا باقی سب
"مجھ پر چھوڑ دینا۔۔۔

ایزد نے آہستہ آواز میں کہا تھا۔جو صرف وہ سن سکتی تھی مگر ازمار پاس ہی
کھڑا تھا۔اس لئے وہ بھی ان کی بات سن چکا تھا۔
"یہ چوٹ کیسے لگی ہے؟؟؟"
اس کے ماتھے پر نشان دیکھ کر ایزد پریشان ہوا تھا۔
"کچھ نہیں کل ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا۔"

اس نے ایک نظر ازمار کو دیکھ کر کہا۔وہ سمجھ گیا تھا غزال جھوٹ بول رہی ہے۔اس لئے اپنے ماں باپ کا خیال کر لے خاموش رہا۔

"غزال تم ذرا اپنی چونچ بند رکھنا میں نے تمہاری زبان چلتی دیکھ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

ہادیہ خان اس کو ایک بار پھر اسے دھمکی دے کر وہاں سے چلی گئیں۔

"جھوٹ کیوں بول رہی ہو۔۔۔؟؟؟بتاؤ یہ چوٹ کیسے لگی ہے؟؟"

ایزد نے حد درجے سنجیدگی سے کہا۔بلال خان جو اس کو بتانے والے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے ایزد کے خود ہی پکڑ لینے پر بولے۔

"فائرنگ ہوئی ہے کل اس محترمہ پر۔۔۔۔پہلے بھی کتنی بار اس کو کہا ہے کہ گھر بیٹھے۔۔۔پر سنے کون؟؟آج بھی اس محترمہ کو شاپنگ پر جانا ہے جیسے کل کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔"

بلال خان جو کب سے اپنا غصہ دبائے بیٹھے تھے موقع ملتے ہی دل کی بھڑاس نکالنے لگے۔

"تمہاری گن کہا تھی؟؟"

"وہ گھر رہ گئی تھی۔۔۔۔"

ایزد کے غصے سے پوچھنے پر غزال نے منہ بسور کر کہا۔ازمار تو ششدر سا کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"دیکھ لو اس کی لاپرواہی۔۔۔۔پھر اس کو کچھ کہوں تو تم سے برداشت نہیں ہوتا۔۔۔"

بلال خان نے ایزد پر سارا غصہ نکالا تھا۔

"کہیں نہیں جا رہی تم۔۔۔"

"نہیں میں جا رہی ہوں۔۔آپ کے دشمنوں کی وجہ سے میں کیوں اپنا باہر آنا جانا بند کروں۔۔ویسے بھی باڈی گارڈ رکھ تو دیا ہے۔۔اب اور کیا چاہیے۔۔"

ایزد نے حکم سنایا تھا پر یہاں سننی کس نے تھی۔

"آپ کا نام۔۔۔؟؟"

ایزد نے ازمار کو دیکھ کر پوچھا۔

"ازمار شاہ۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا۔

"ازمار شاہ۔۔۔تب ہی میں سوچوں اس نے میرا گارڈ کیوں کہا ہے۔۔۔"

ایزد کی آنکھوں میں شرارت چمکی تھی جس کو غزال کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکا تھا۔

اس سے آگے کچھ فضول بولا تو میں آپ کو اپنی زبان کی کوئی گیرنٹی نہیں"

"دے رہی۔۔

غزال کب پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔

"کیا بتاؤ گی میرے بارے میں۔۔۔؟؟؟"

ایزد کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کے وہ اس کو کس بارے میں دھمکی دے رہی ہے۔

"کیا کہوں ان کو عشقِ ایزد یا بھابی جان۔۔۔؟؟؟"

اس کے چہرے پر دنیا جہان کی معصومیت سجا کر کہا تو وہ سٹپٹا گیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ ازمار اس کو دیکھ کر رہ گیا کیسے وہ اس کو کھانے کو پڑتی ہے اور اپنے بھائی سے کتنے پیار سے بات کر رہی ہے اس کو تنگ کر رہی ہے۔

"تم شاپنگ پر جا رہی تھی۔۔"

ایزد نے اس سے اپنی جان چھڑانی چاہی جس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

"ہاہاہا۔۔۔آؤں زندگیٔ ایزد سے ملنے۔۔"

"نہیں.. کوئی ضرورت نہیں ہے آنے کی۔۔"

اس نے فوراً انکار کر دیا۔

"ہا۔۔میں ابھی موم ڈیڈ کو بتاتی ہوں۔. موم۔۔۔"

"اس نے ایزد کو کہتے ہی ہادیہ خان کو آواز دے دی تھی۔۔۔

"آجانا۔۔۔آجانا۔۔۔میری ماں۔۔۔"

ایزد نے تو اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"جا تجھے معاف کیا۔۔"

غزال نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کر کے کہا۔

"غزال کیا کہہ رہی تھی۔۔"

ہادیہ خان وہیں آ گئی تھیں۔

"موم میں شاپنگ پر جا رہی ہو۔۔بس یہ بتانا تھا۔۔"

انہوں نے شکی نظروں سے اس کو گھور کر ایزد کو دیکھا جو اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔ان کے دیکھنے پر وہ فوراً ہاتھ پیچھے باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"سچ بتاؤ یہاں کیا ہو رہا تھا؟؟"

وہ مشکوک ہوئیں۔

وہ تو بھائی کہہ رہے تھے ان کو بھی ساتھ لے کر جاؤں میں نے منع کیا تو"

"ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔

"استغفر اللہ۔"

ایزد نے اس کو گھور کر کہا۔

"جھوٹ بول رہی ہے یہ موم۔۔"

"تو پھر سچ کیا ہے ایزد بھائی۔۔۔؟؟"

غزال نے دنیا جہان کی معصومیت اپنے چہرے پر سجا کر کہا۔ایزد نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔ مگر ہادیہ خان کے اس کو نظر انداز کرنے پر دکھ سے بغیر کسی کو کچھ کہے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ غزال کو ان پر غصہ تو آیا تھا مگر وہ اس کی سنے بغیر ہی وہاں سے چلیں گئیں۔وہ بھی غصے میں ازمار کو اپنے ساتھ آنے کا کہہ کر شاپنگ کے لئے نکل گئی۔

وہ یونیورسٹی جانے کے لئے نیچے آیا تھا۔گھر میں کسی کو نہ پا کر اس کو حیرت ہوئی تھی۔

"یہ لوگ اتنی صبح صبح کہا چلے گئے ہیں۔۔۔؟؟"

وہ بڑبڑاتا ہوا نیچے اترا۔ابھی وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کے کھولے دروازے نے اس کو مزید حیران کیا۔اتنے میں اماں بھی گھر آ گئیں۔ان

کے چہرے کی اڑی رنگت اس کو بتا رہی تھی کہ وہ کس قدر پریشان ہیں۔ان کو پریشانی کے عالم میں آتا دیکھ کر وہ وہیں رک کر ان کا انتظار کرنے لگا۔دل انجانے خدشے کے باعث بے چین ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟؟؟اماں بی!!!آپ ٹھیک تو ہیں؟؟غانیہ بھی ٹھیک ہے نہ؟؟؟"

دل میں سب سے پہلے اس کا ہی خیال آیا تھا۔

"غانیہ گھر آئی ہے۔۔۔؟؟"

اپنی پریشانی میں انہوں نے اس کے سوالات نظر انداز کر دیے۔ان کے پھولی سانسوں کے ساتھ کیے سوال پر اس کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔

"کیا مطلب وہ آئی ہے؟؟کہاں ہے وہ؟؟"

اس کے دل نے شدت سے دعا کی تھی کے جو وہ سوچ رہا ہے ایسا کچھ نہ ہو۔

"پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے کالج گئی تھی اس کے بعد واپس نہیں آئی۔۔"

انہوں نے پریشانی سے روتے ہوئے کہا۔ان کی بات سن کر اس کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"اور آپ مجھے اب بتا رہی ہیں۔۔۔"

وہ غصے سے بولا۔

"میری بچی پتا نہیں کہاں ہے؟؟ کس حال میں ہے؟؟؟ کیسی ہے۔۔میری بچی کو ڈھونڈ دو مجھے۔۔میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔"

اماں بی نے سچ میں اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔اس نے بے اختیار ان کے ہاتھ تھامے تھے۔وہ اپنی کہی بات پر شرمندہ ہوا تھا۔ان کے ہاتھ پکڑتے ہی اس کو احساس ہوا تھا کے ان کو شدید بخار ہے۔اس سے پہلے وہ ان ان کو کچھ کہتا وہ بے ہوش ہو کر زمین بوس ہو گئیں تھیں۔

"اماں بی۔۔۔"

وہ بے اختیار ان کو پکارتا ہوا ان کی طرف جھکا اور ان کو گود میں اٹھا کر ہوسپٹل لے گیا۔ان کو وہاں چھوڑ کر وہ خود غانیہ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل گیا۔

سب سے پہلے وہ کالج پہنچا۔پریشانی میں اس کو یاد ہی نہیں تھا کہ کالج بند ہے۔کالج کے گیٹ پر تالا لگا دیکھ کر اس کی پریشانی میں اضافہ ہوا تھا۔وہ پریشان سا دائیں بائیں چکر لگا رہا تھا کہ اس کی نظر سی سی ٹی وی کیمرے پر پڑی تو اس کے دماغ میں جھماکا ہوا۔

"غانیہ کا بیگ۔۔۔"

وہ بڑبڑا کر کہتا ہوا فوراً گھر آیا اور غانیہ کا کالج بیگ ڈھونڈنے لگا۔جو اس کو کمرے کے ایک طرف سٹڈی ٹیبل میں پڑا ملا۔وہ فوراً اس کی طرف لپکا اور اس کی تلاشی لینے لگا۔وہ اس کا رجسٹر دیکھ رہا تھا۔جس میں ایک صفحے پر اس

کو پرنسپل کا نام لکھا نظر آیا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا کہ اب پرنسپل سے رابطہ کیسے کرے۔ اس نے کچھ سوچ کر غانیہ کا بیگ بیڈ پر الٹا کیا تو اس کو فیس کارڈ نظر آیا۔ اس نے لپک کر کارڈ اٹھایا جس میں دو نمبر لکھے تھے۔ اس نے اپنی جیب سے فون نکال کر ایک ایک کر کے دونوں نمبر ڈائل کیے مگر کوئی رسپانس نہیں ملا۔ اس نے غصے میں فیس کارڈ پھینکا۔۔

"آاااا۔۔۔ کہاں ہو تم غانیہ۔۔۔؟؟"

وہ بے بسی سے چیخا تھا۔ اس نے غصے سے بیڈ پر پڑیں اس کی چیزیں زمین پر پھینک دیں۔ اسی وقت اس کی نظر غانیہ کی ڈائری پر پڑی اس نے ڈائری اٹھا کر کھولی تو پہلے ہی صفحے پر اس کو غانیہ کی ہینڈ رائیٹنگ میں بڑے بڑے حروف میں لکھا نظر آیا۔

"My last day at college in uniform...."

اس نے ڈائری کھولی تو اس میں غانیہ کی کچھ کلاس فیلوز اور ٹیچرز کی باتیں مختلف ہینڈ رائیٹنگز میں لکھی ہوئی تھی۔ جو یقیناً اس نے لاسٹ ڈے سے

ایک دن پہلے لکھوائی تھیں۔اس نے پڑھے بغیر صحفے آگے کیے ایک پیج پر اس کو غانیہ کی ایک ٹیچر کا نمبر ملا۔اس نے اپنی درمیان والی انگلی پر انگوٹھا رکھ کر صفحے پر مارا۔اس نے اپنا موبائل نکالا اور کچھ سوچ کر اس کی ٹیچر کا نمبر ڈائل کیا۔دوسری طرف سے فون اٹھایا گیا تو اس نے شکر کا سانس لیا۔

"ہیلو۔۔"

دوسری طرف سے نسوانی آواز پر اس نے پوچھا۔

"مس آمنہ۔۔۔"

"جی آپ کون۔۔؟؟"

ان کے پوچھنے پر اس نے کہا۔

"میں غانیہ کا کزن بات کر رہا ہوں۔۔ایکچولی۔۔۔میں سر احمد کا پرانا سٹوڈینٹ ہوں۔۔پڑھائی کے سلسلے میں ملک سے باہر چلا گیا تھا۔۔میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔۔پر مجھ سے ان کا کانٹیکٹ نمبر گم گیا ہے۔۔غانیہ نے

بتایا کہ اس کے پاس آپ کا نمبر ہے ہو سکتا ہے آپ کے پاس ہو۔۔ کیا آپ
"مجھے ان کا نمبر دے سکتی ہیں۔۔؟؟
اس نے ذہن میں بنائی کہانی سنائی تھی۔
آج کل بھی ایسے سٹوڈینٹ ہوتے ہیں۔۔ دیکھ کر اچھا لگا۔۔ ابھی سینڈ "
"کرتی ہو۔۔
کہتے ہوئے انہوں نے اس کو ایک نمبر سینڈ کیا جس پر پرنسپل کا نام بھی لکھا تھا۔ اس نے ان کا شکریہ ادا کر کے پرنسپل احمد رضا کو فون کیا۔ ان کو بھی اس نے یہی کہانی سنائی تھی۔ ان سے ملنے کا کہہ کر ان کا ایڈریس لے کر وہ گھر سے نکل گیا۔

کچھ دیر میں وہ پرنسپل کے گھر پر تھا۔ اس کو دیکھ کر ان کو یاد نہیں آیا تھا کہ یہ کون سا سٹوڈینٹ ہے۔

"سوری مجھے آپ کا نام یاد نہیں۔۔"

انہوں نے الجھ کر کہا۔

"مجھے آپ کے کالج کی سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھنی ہے۔۔"

"کیا بکواس ہے۔۔یہ کون ہو تم۔۔۔؟؟"

اس کی بات سن کر ان کو وہ کوئی مشکوک لگ تھا۔اس لئے سختی سے بولے۔وہ جو غانیہ کے لئے پریشان تھا ان کی بات سن کر اس کو مزید غصہ آیا۔۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔"

اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"تم ہوتے کون ہو میرے گھر میں آ کر مجھے ہی دھمکی دینے والے۔۔؟؟"

وہ غصے سے اپنے محسوس رعب دار لہجے میں بولے تو اس نے اپنے جیب سے گن نکال کر ان کے سامنے کر دی۔احمد صاحب عام سے آدمی تھے گن دیکھ کر ڈر گئے۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو ورنہ یہ کوئی کھیلونا نہیں ہے۔"

جتنے نڈر انداز میں اس نے گن پکڑی ہوئی تھی احمد صاحب سمجھ گئے تھے وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ یہ سوچ کر ہی ان کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔ انہوں نے اڑی رنگت کے ساتھ سر اثبات میں ہلا کر کہا۔

"چلیں میرے ساتھ۔۔۔۔"

وہ ان کو آگے چلنے کا کہہ کر ان کے پیچھے چل دیا۔ اس نے سب سے پہلے لاسٹ ڈے کی ویڈیو نکلوائی۔ وہ بہت غور سے ویڈیو کا ایک ایک منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہر کیمرے کی آنکھ کا منظر دیکھا تھا۔ آخر اس کو وہ بیک گیٹ سے کالج واپس جاتی نظر آئی۔ دو دن سے اس کے کالج میں بند ہونے کا سوچ کر اس کا دل بند ہونے کو تھا۔ وہ ان سب کو وہیں چھوڑ کر کالج کا تیس منٹ کا سفر پانچ منٹ میں طے کر کے کالج پہنچا تھا۔ اس کے پیچھے احمد صاحب بھی پہنچے تھے۔ اس نے کسی کے دروازہ کھولنے کا انتظار کیے بغیر دروازے پر۔ لگے تالے پر گولی چلائی تھی۔ تالا ٹوٹتے ہی وہ اندر چلا

گیا۔ایک ایک کر کے وہ سارے تالے توڑتا سب کلاسز چیک کرتا پاگلوں کی طرح اس کو آوازیں دے رہا تھا۔احمد صاحب کو وہ کوئی پاگل دیوانہ لگ رہا تھا۔ساری کلاسز چیک کرنے کے بعد بھی وہ اس کو نہیں ملی تو اس کی تھا کسی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا۔وہ جس کلاس کے سامنے کھڑا احساس کے تحت وہ کلاس کے اندر چلا گیا۔آخر میں اس کو کپڑا نظر آیا تو وہ فوراً آگے بڑا۔غانیہ کو بے ہوش زمین پر گرا دیکھ کر اس کا سانس تک رُک گیا تھا۔

"غانیہ۔۔"

وہ اس کو پکارتا ہوا اس کی طرف بڑا۔

"غانیہ۔۔غانیہ۔۔گیٹ اپ۔۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتا ہوا تڑپ کر بولا۔اس جو ہوش نہیں آیا تو اس نے غانیہ کو شدت سے خود میں بھینچ لیا۔احمد صاحب نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔آج کے دور میں بھی ایسی محبت کرنے والے پائے جاتے ہیں۔

"اس کو ہوسپٹل لے کر چلیں مسٹر۔۔"

انہوں نے کہا تو اس نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا۔ اس کے دیکھنے پر انہوں نے سر اثبات میں ہلا کر اس کو تسلی دی۔ وہ غانیہ کو گود میں اٹھا کر کھڑا ہوا۔

وہ اس کو لے کر اسی ہوسپٹل میں آیا تھا جس میں اماں بی ایڈمٹ تھیں۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اس نے دو دن سے کچھ کھایا نہیں ہے اس لئے بے ہوش ہوئی ہے۔ ڈاکٹر کی بات سن کر اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔ آنکھوں میں اس وقت خون اترا ہوا تھا۔ جو بھی اس کو دیکھتا کی سرخ آنکھیں دیکھ کر خوف سے بات کرنا بھول جاتا۔ کئیں بار احمد صاحب نے بھی اس سے بات کرنی چاہی تھی مگر اس کی حد سے زیادہ سرخ آنکھیں ان کو بھولنے سے باز رکھ رہیں تھیں۔ وہ غصے میں کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں غانیہ کا دھیان رکھنا۔۔"

اس کے حکمیہ انداز پر وہ لب بینچ کر رہ گئے۔ مگر غانیہ کی فکر ان کو سچ میں ہو رہی تھی اس لئے سر اثبات میں ہلا دیا۔ ان کے ہامی بھرتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔

وہ سب ٹارچر سیل میں موجود تھے۔ ایول۔ کنگ کو کسی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے دیکھ کر سب کا دل خراب ہو رہا تھا مگر کسی کو بھی اس کو روکنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے وہ دوسرے آدمی (غانیہ کے سر) کی طرف بڑھا۔ وہ جو خوف سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایول۔ کنگ کو وحشی درندوں کی طرح اپنے دوست کے ٹکڑے کرتے دیکھ رہا تھا۔ اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ خوف و وحشت سے کانپنے لگا تھا۔ ایول۔ کنگ نے اس کی رسیاں کھول کر اس کو ان ٹکڑوں کے سامنے بیٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔

"کھاؤاس کو۔۔"

"میں کیسے کھا سکتا ہو؟؟ یہ انسان کا گوشت ہے۔۔"

اس کو یہ انسان کو پاگل ہی لگا تھا۔جو اس کو ایک انسان کا کچا گوشت کھانے کے لئے کہہ رہا تھا۔

"کھاؤاس کو۔۔۔"

اس کی بات نے ایول۔کنگ کو مزید غصہ دلایا تھا۔اس کی دھاڑ پر وہ خوف اور بے بسی سے بولا تھا۔

"پاگل ہو کیا۔۔۔؟؟؟ حرام ہے انسان کو گوشت اور تم مجھے کچا۔۔"

"غلط کام کرتے ہوئے یاد نہیں آیا کہ یہ بھی حرام ہے۔۔"

ایول۔کنگ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دھاڑ کر کہا تو وہ خوف سے کانپنے لگا۔ایول۔کنگ نے چند ٹکڑے اٹھا کر اس نے منہ میں ڈال دیے۔وہ مسلسل سر نفی میں ہلا رہا تھا مگر ایول۔کنگ نے پیچھے سے اس کے بالوں کو مٹھی میں دبوچا ہوا تھا۔اور منہ کے آگے اپنے ہاتھ سختی سے رکھا

ہوا تھا۔تاکہ وہ گوشت باہر نہ نکال سکے۔ مجبوراً اس کو کچا گوشت چبانا پڑ رہا تھا۔

"اس بار تو نے غلط لڑکی پر نظر ڈالی ہے۔۔"

ایول۔ کنگ نے اس نے منہ پر ہاتھ کا دباؤ بڑھ کر کہا۔

(ہیں یہ کس لڑکی کی بات کر رہا ہے۔۔؟؟)

اذی نے دل میں سوچا تھا۔اس وحشت زدہ خاموشی میں کچا گوشت چبانے کی آواز سب کا دل خراب کر رہی تھی پر اس ایول۔ کنگ کو روکتا کون؟؟بس ایک وہی تھا جو سپاٹ چہرہ لئے سب کچھ سکون سے دیکھ رہا تھا۔

"زویزان ابراہیم خان۔۔ کرو اس کے ساتھ جو بھی کرنا چاہتے ہو۔۔"

ایول۔ کنگ اس کو کہہ کر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں اس وقت خون اترا ہوا تھا۔ایول۔ کنگ کی جگہ زویزان اس کے پاس گیا تو اس کے خوف میں مزید اضافہ ہوا تھا۔زویزان نے سب سے پہلے اس کی آنکھوں میں چاقو مارا تھا۔ٹارچر سیل میں اس کی دل دہلا دینے

والی چیخیں گونجیں تھیں۔تکلیف کی شدت سے وہ خوش وحواس سے بے گانا ہوا تھا۔اس نے پانی کا جگ اس پر الٹا تو اس کے بے حس و حرکت وجود میں جنبش ہوئی۔زویزان نے اس کے ہاتھ بھی اس کے وجود سے الگ کر دیے۔اس کے بعد بھی اس کو سکون نہیں ملا تو زویزان نے اس کے سینے پر چار قومارا اور تب تک مارتا رہا جب تک اس کا دل زویزان کو نظر نہیں آنے لگا۔زویزان نے پہلے اس کے سینے پر ہاتھ کر کر اس کا دل نکالا پھر اس کے جسم سے ہر وہ عضو نکال لیا جو ڈونیٹ کیا جا سکتا تھا۔اس کی سفاکیت دیکھ کر سب نے ہی منہ کے زاویے بھاڑے تھے۔

وہ آئی سی یو کے باہر بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔جب ڈاکٹر نے آکر پوچھا۔

"زویزان کون ہیں۔۔۔؟؟"

"میں ہوں۔۔"

اس نے فوراً کھڑے ہو کر کہا۔

پیشینٹ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔۔آپ ان سے مل لیں۔۔اور ذرا"

"دھیان رکھیئے گا کہ ان کو کوئی پریشانی نہ ہو۔۔

وہ اس کو بتا کر ہدایت دیتے وہاں سے چلے گئے۔وہ اندر گیا تو ان کو ایسے مشینوں میں جکڑا دیکھ کر اس کو برا لگا تھا۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ان کے پاس جا کر بولا۔

"...جی..اماں بی"

اس نے اماں بی کے پاس جا کر کہا۔اس کی آواز پر انہوں نے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔اس کو سامنے دیکھ کر انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

"زو۔۔۔زویزان۔۔"

تکلیف کی وجہ سے ان سے ٹھیک سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"جی۔۔اماں بی سن رہا ہوں۔۔"

اس نے ان کی بات سننے کے لئے چہرا ان کے قریب کیا۔

"مم۔۔۔۔میرے۔۔۔۔۔جانے۔۔کا وقت۔۔آگیا ہے۔۔"

"اماں بی ایسے نہ کہیں۔۔۔آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔"

اس کو اماں بی کے لئے سب میں دکھ تھا۔اس لئے بے اختیار ہی بولا۔جتنے دن بھی وہ ان کے ساتھ رہا تھا۔وہ جان گیا تھا اماں بی سخت ضرور بولتی ہیں پر دل کی بہت اچھی ہیں۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔۔"

انہوں نے زویزان کو ٹوٹے لفظوں میں سمجھایا تھا۔

"غانیہ کا کیا ہو گا اماں بی اسی کا ہی سوچ لیں۔۔"

زویزان نے ان کی دگتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اس کو تمہارے حوالے کر کے جا رہی ہوں۔۔"

وہ پھولی سانسوں کے ساتھ رک رک کر کہہ رہیں تھیں۔

"میرے حوالے۔۔۔"

اس کو یہ وقت مناسب نہیں لگا تھا۔اس لئے حیرت سے کہا۔

"مجھے غانیہ نے بتادیا تھا کہ تم نے کالج میں گاڈ سے اس کو بچایا تھا۔"

انہیں یہ لگا تھا کہ وہ غانیہ سے نکاح نہیں کرنا چاہتا۔

زویزان۔۔۔میری غانیہ سے نکاح کرلو میں اس کو کس کے حوالے کر"

"کے جاؤں۔۔یہ۔۔دنیا بہت ظالم ہے۔۔

ان کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"میں کروں گا پر پہلے آپ ٹھیک ہو جائیں۔۔"

ان کو روتا دیکھ کر وہ تڑپ اٹھا تھا۔

نہیں ابھی میری آنکھو کے سامنے نکاح کرو میرے پاس وقت نہیں"

"ہے۔۔

انہوں نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا تو زویزان نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ان کو وہیں چھوڑ کر وہ باہر چلا گیا۔اس کی نظر غانیہ پر پڑی جو جب سے ہوش میں آئی تھی اماں بی کی حالت کا سن کر روئے جا رہی تھی۔احمد رضا کی

سادگی پر اس کو یقین ہو چلا تھا۔ جو تب سے یہیں پر تھے اور غانیہ کر اپنی بیٹیوں کی طرح سنبھال رہے تھے۔

"میری دادو کیسی ہیں۔۔؟؟"

اس کو باہر آتا دیکھ کر غانیہ فوراً اس کی طرف لپکی اور ایک ہی سانس میں پوچھ لیا۔

"ہمارا نکاح ہے ابھی۔۔"

اس کی بات سن کر غانیہ کتنی ہی دیر کچھ بول ہی نہ سکی تھی۔

"..یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ زویزان"

کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اس کے منہ سے اپنا نام سن کر بہت خوش ہوتا۔

"اماں بی نے کہا ہے۔۔"

اس نے غانیہ کو دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اس کو تکلیف دے رہے تھے۔ احمد صاحب بھی اس لڑکے پر حیران تھے۔ جو غانیہ کو ڈھونڈنے کے لئے اتنا پاگل ہو رہا تھا کے سامنے آنے والی ہر چیز ختم

کرنے کو تیار تھا۔اب وہ اس کے سامنے تھی تو اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

کچھ دیر میں وہ اس کے نکاح میں تھی۔غانیہ تو بس حیران تھی اپنی زندگی کے یوں اچانک بدل جانے پر۔اماں بی کے سمجھانے پر اس نے مولوی صاحب کے سامنے ہاں کر تو دی تھی مگر ذہن اس سب کو اتنی جلدی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔

انہوں نے کہا تھا ان کے جانے کا وقت آگیا ہے۔شام کو جب ان کے مرنے کی خبر غانیہ نے سنی تو اس کی چیخیں پورے ہوسپٹل میں گونج اٹھی تھیں۔

"اماں بی مجھے کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہیں زویزان۔۔۔؟؟"

وہ اس کے سامنے اس کی شرٹ کو کالر سے پکڑے اس سے روتے ہوئے پوچھ رہیں تھی۔ زویزان نے اس کو شدت سے خود میں بھینچ لیا تھا۔

"وہ مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہیں۔۔؟؟ میرے پاس ان لے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔۔"

ایک مضبوط سہارا ملنے پر وہ زویزان کو کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کو روتا دیکھ کر زویزان ضبط کے کس دھانے پر کھڑا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ میت کو گھر لے کر جاتے ہوئے بھی وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔ جس جس کو پتا چلتا گیا وہ ان کے گھر آتا گیا۔ غانیہ کی کچھ ٹیچرز اور اس کی کلاس فیلوز بھی آئی تھیں۔ تدفین کے لئے لے جاتے ہوئے غانیہ پاگلوں کی طرح چیخی تھی۔

"دادو۔۔ میری دادو کو چھوڑ۔۔ کہاں لے کر جا رہے ہو؟؟۔۔ دادووو۔۔ دادووو۔۔۔

اس نے نہیں رکنا تھا اور وہ نہیں رکا۔اس کے امان بی کو لے جانے پر وہ اتنی شدت سے روئی تھی کے اس کو دیکھ کر ہر کسی کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔روتے روتے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔اس کی ٹیچر زنے اس کو سنبھالا اور اس کو لے کر کمرے میں چلی گئیں۔زویزان جس وقت آیا تھا کافی مہمان جا چکے تھے۔اس کی ٹیچر زنے اس کو کھانے کھلانے کی کوشش کی تھی مگر وہ بس ایک ہی بات کہہ رہی تھی۔

"مجھ دادو کے پاس جانا ہے۔۔"

غانیہ بیٹا کھانا کھالو نا۔۔آپ کو پتا ہے آپ کی دادو کو کتنا بُرا لگ رہا ہو "گا۔ان کی روح کو تکلیف ہو رہی ہو گی۔۔

اس کی ایک ٹیچر نے اس کو سمجھانا چاہا تھا۔

میرے پاس دادو کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔۔میں ان کے بغیر کیسے " رہوں گی۔۔؟؟مجھے ان کے پاس جانا ہے مجھے بھی ان کے پاس چھوڑ کر "آئیں۔۔

وہ مسلسل کھانا کھانے سے انکار کر رہی تھی۔آنسو تھے کے تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔وہ واپس آیا تو اس کو ابھی تک روتا دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔زویزان کو دیکھ کر غانیہ کا غم نئے سرے سے تازہ ہوا تھا۔

"میری دادو کہاں ہیں؟؟کہاں چھوڑ کر آئے ہیں آپ؟؟؟"

غانیہ غصے سے اس پر چڑ دوڑی تھی۔اس کے سامنے کھڑی غصے سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"زویزان میری دادو کو کیوں لے کر گئے تھے۔۔آپ کو پتا ہے نا میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔"

وہ بے بسی سے کہتی ہوئی اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"غانیہ بس کرو۔۔ایسے نہیں رو۔۔۔اگر ایسے رو گی تو وہ کبھی تمہارے خواب میں تم سے ملنے نہیں آئیں گی۔۔"

زویزان نے پیار سے اس کو سمجھایا۔

میرے پاس کوئی بھی نہیں ہے ان کے علاوہ۔۔ماما بابا بھی مجھے چھوڑ کر "
" چلے گئے تھے۔۔اب دادو بھی چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔۔

اس نے روتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

میں ہوں نے تمہارے پاس۔۔۔ چلواب رونا بند کرواور اچھے بچو کی "
"طرح کھانا کھاؤ۔

وہ اس کو خود سے الگ کر کے اس کے آنسو صاف کرتا ایسے کہہ رہا تھا جیسے وہ کوئی چھوٹی سی بچی ہو۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔"

اس نے اداسی سے سے نفی میں ہلا کر انکار کہا۔

"تھوڑا سا کھالو۔۔"

اس کو غانیہ کی صحت کی فکر تھی۔پہلے ہی وہ بھوک پیاس اور خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔اب وہ اس کی صحت کے معاملے میں کوئی ریسک نہیں لینا چاہتا تھا۔اس کو سمجھا کر زویزان نے اس کو کھانا کھلا کر اس کو

میڈیسن دے کر کچھ دیر آرام کرنے کا کہا۔وہ جانے ہی والا تھا کے غانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

"آپ غانیہ کے بھائی ہیں۔۔۔"

وہ جس طرح اس کو ٹریٹ کر رہا تھا سب کو یہی لگا تھا۔اس لئے ایک ٹیچر نے پوچھ ہی لیا۔ان کی بات سن کر زویزان نے ان کو گھور کر کہا۔

"شوہر ہوں۔۔"

اس کی بات پر جہاں ٹیچر شرمندہ ہوئی تھیں۔وہیں غانیہ کی کلاس فیلوز نے زویزان کے گھور کر جواب دینے پر اپنی ہنسی دبائی تھی۔عہ اس کے پاس بیٹھا اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا اس کے سونے کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ آج کافی دنوں بعد اپنے چچا کے پورشن میں آیا تھا۔آنکھوں میں محبوب سے ملنے کی خوشی چمک رہی تھی۔

آج تو میں تم سے بات کر کے گھر میں شادی کی بات کر کے رہوں"

"گا۔۔جانِ اذان۔۔

وہ خود سے کہتا ہوا ایان شاہ کے پورشن میں پہنچ گیا۔

شاہ حویلی۔۔

شاہ حویلی میں تین بھائی رہتے تھے۔سب سے بڑے جازم شاہ جن کی شادی حنا شاہ سے گھر والوں کی مرضی سے ہوئی تھی۔جازم شاہ کو دولت کمانے کا جنون تھا اب چاہے وہ طریقہ صحیح ہو یا غلط۔۔جبکہ ان کی بیوی حنا شاہ ایک نہایت ہی نرم مزاج اور سادہ عورت تھی۔وہ اپنے شوہر سے بلکل مختلف تھیں۔وہ جازم شاہ کو روکنا چاہتی تھیں مگر ان کی سنتا کون تھا۔ان کے تین بچے تھے۔دو جوڑواں بیٹے اذان اور دلاور دونوں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔دلاور حنا شاہ کے ساتھ رہ کر صحیح اور غلط کا فرق نہ صرف

جانتا تھا۔ بلکہ غلط کو غلط ہی کہتا تھا۔ چاہے سامنے کوئی بھی ہو۔اس کی شادی
اس کے بڑے چچا کی بیٹی رویہا سے اس کی ماں کی مرضی سے ہوئی
تھی۔ جس سے اس کا ایک بیٹا تھا جو زیادہ تر اپنی پھوپھو کے ساتھ ہوتا تھا۔ پر
شادی کے کچھ عرصے بعد وہ اپنے بیوی کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔اس کے باپ کا
کہنا تھا کہ وہ کسی لڑکی کو پسند کرتا تھا اور دلاور کی زبردستی شادی کروائی گئی
تھی اس لئے وہ گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔اذان بلکل اپنے باپ جیسا
تھا۔ جو اس کو چاہیے تھا وہ اس کو حاصل کر کے رہتا۔ چاہے جیسے بھی ملے
بس اس کو چاہیے تو چاہیے۔۔ان کی ایک بہن تھی نور جو پیشے سے ایک
ڈاکٹر تھی۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی جو ذرا ذرا سی بات پر سہم جائے۔ نور
ایک بہت حساس لڑکی تھی۔ اپنے اس کے بھائی دلاور کا بیٹا بھی اسی پر تھا۔ وہ
رویہا سے زیادہ نور کے ساتھ ہوتا تھا۔ نور کو بھی وہ موم ہی کہتا
تھا۔ جازم۔ شاہ اور ان کے دونوں بھائی ایک جیسے ہی تھے۔ جازم شاہ سے
چھوٹے شازم شاہ ان کی بیوی ردا شاہ جن کے صرف دو بچے تھے۔ ازمار اور

رویہا۔ازمار اپنے باپ سے بلکل مختلف تھا۔اس کو اپنے ملک کی خدمت کا شوق تھا جو پورا کرنے کے لئے اس نے پولیس جوائیں کی تھی۔پورا ڈیپارٹمینٹ اس کی ایمان داری کی گواہی دیتا تھا۔ان سب سے چھوٹے پسند کی شادی کی تھی مگر ان کی پہلی بیوی ایان شاہ تھے جنہوں نے اپنی رمل کی پیدائش کے وقت انتقال کر گئی تھی۔گھر والوں کے کہنے پر انہوں نے دوسری شادی روباب شاہ سے کرلی تھی۔ان میں سے ایان شاہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔وہ کبھی بھی اپنے شوہر کی بیٹی کو قبول نہیں کو سکی تھی۔اذان رمل کو پسند کرتا تھا۔مگر رمل کو اپنے خاندان کی جہالت سے سخت نفرت تھی۔اور وہ اذان کی نیچر سے اچھی طرح واقف تھی۔اسی کی وجہ سے رمل نے سیلف ڈیفنس سیکھا تھا۔ان تینوں بھائیوں کی ایک بہن اور ایک بھائی بھی تھے۔زاویان شاہ اور ہیر شاہ۔ہیر کی شادی انہوں نے اپنے ایک دوست سے کروائی تھی۔زاویان شاہ اپنی بیوی کے ساتھ شہر جا رہے تھے۔ایک ایکسیڈینٹ میں ان دونوں کو انتقال ہو گیا۔ان کی حویلی

تین پورشنز میں تھی۔سب سے نیچے جازم شاہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔اس سے اوپر شازم شاہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتے تھے کی وجہ سے شہر ہوتا تھا۔سب سے اوپر ایان شاہ اور کیونکہ ازمار زیادہ تر کام ان کی بیوی رہتے تھے۔

"چاچی رمل کہاں ہے۔۔۔؟؟"

اس نے سارا پورشن دیکھ لیا تھا وہ اس کو نظر نہیں آئی تو رو باب شاہ سے پوچھ لیا۔

"تمہیں نہیں پتا۔۔۔"

انہوں نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

"کیا۔۔؟؟"

اس کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"وہ تو کب کی اپنے کسی عاشق کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔۔۔وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔۔"

وہ بد تمیزی سے دھاڑا تھا۔اس کو رمل پر پورا یقین تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔

"وہ ایسا کر چکی ہے مجھے تو لگا تھا تمہیں پتا چل گیا ہو گا۔۔"

انہوں نے اپنے چہرے پر حیرت سجا کر کہا۔

"چھوڑوں گا نہیں میں اس کو کس کے ساتھ بھاگی ہے وہ۔۔۔؟؟"

اس نے غصے سے پوچھا تھا۔

"او۔۔۔ بھئی مجھ سے تو ایسے پوچھ رہے ہو جیسے مجھے سب بتاتی تھی اور مجھے ہی بتا کر بھاگی ہے۔۔

انہوں کے اذان کے غصے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

چھوڑوں کا نہیں میں اس (گالی) کو جس نے میری رمل پر نظر رکھی"

"ہے۔۔

وہ غصے سے راستے میں آئے میز کو ٹھوکر مار کر کہتا وہاں سے چلا گیا۔ رو باب شاہ نے شکر کا سانس لیا تھا۔ وہ غصے میں گھر سے ہی نکل گیا تھا۔

صبح سے ہی ان کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنے سب بچوں کو فون کر کے ان کی خیریت دریافت کی تھی سب نے ہی کہا تھا میں ٹھیک ہوں ۔ مگر ان کی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بولائی بولائی گھر میں گھوم رہیں تھی۔

وہ آج پھر سے اس کی نیندیں حرام کرنے پہنچ چکا تھا۔ وہ ہوسپٹل سے آکر فریش ہونے گئی جب واپس آئی تو کمرہ کو اندھیرے میں ڈوبا دیکھ کر اس کو

کمرے میں کسی کی موجود کا احساس ہوا تھا۔ کھڑکی سے آتی ہلکی سی روشنی میں نور کا چہرہ تو نظر آرہا تھا مگر ایول۔ کنگ کی کھڑکی کی طرف کمر ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ مگر وہ بغیر دیکھے بھی جان گئی تھی سامنے کون ہے۔ایول۔ کنگ کو اپنے بیڈ پر اپنے منتظر بیٹھا دیکھ کر اس کے ہاتھ کے ٹاول گرا تھا۔ خوف سے اس کا پورا جسم لرزنے لگا تھا۔اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کے پاس جاتی۔ وہ جو دائم کے جانے پر پریشان تھی۔ایول۔ کنگ کو دیکھ کر اس کا موڈ مزید خراب ہوا تھا۔

"تم پریشان ہو۔۔"

وہ غور سے اس کو دیکھ کر بولا۔ نور کو سمجھ نہیں آئی تھی وہ پوچھ رہا ہے یا بتا رہا ہے۔

"نن۔۔ نہیں۔۔تت۔۔۔تو۔۔"

اس کی ایکسرے کرتی نگاہیں خود پر محسوس کر کے نور کو لگا وہ اندر تک اس کو پڑھ رہا ہے۔

"میں نے پوچھا نہیں بتایا ہے۔۔"

ایول۔کنگ کے سخت لہجے پر وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"یہاں آؤ۔۔۔"

وہ اس کو بیڈ کی طرف آنے کا کہہ کر اس کی جان خشک کر گیا تھا۔نور کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔اس کو وہیں اپنے جگہ پر جما دیکھ کر ایول۔کنگ نے اس کو دھمکی دی تھی۔

"تم خود آؤ گی یہ میں اپنے طریقے سے لے کر آؤں۔۔؟؟"

اس کی دھمکی پر وہ اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتی مرے مرے قدم اٹھاتی اس کے پاس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔خوف سے اس کو کانپتے دیکھ کر اس نے نور کا ہاتھ تھاما تھا۔نور تو مرتے مرتے بچی تھی کیونکہ آج اس کے لمس میں سختی نہیں تھی۔پھر بھی نور کا وجود خوف سے کانپ رہا تھا۔ایول۔کنگ کا ڈر اس کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔اس نے نور کا ہاتھ ہلکا سا دبا کر اس کو بولنے پر اکسایا تھا۔

"دائم چلا گیا ہے۔۔"

نور کی آنکھیں دائم کو یاد کر نم ہوئی تھیں۔

"جانتا ہوں۔۔"

ایول۔ کنگ کی بات سن کر نور کو جھٹکا لگا اور اس کو دیکھ تھا۔ یہ بندہ اس پر اتنی کڑھی نظر رکھے ہوئے تھا کہ وہ یہ تک جانتا کہ دائم اس کو چھوڑ کر چلا گیا ہے۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟؟ تم جانتی ہو تمہاری پل پل کی خبر رکھتا ہوں۔۔"

وہ برف جیسے سرد لہجے میں بولا تھا۔ اس کی بات سن کر وہ خاموشی سے سر جھکا گئی۔ وہ کیسے بھول گئی تھی کہ یہ بندہ اس کے ایک ایک پل پر ایسے نظر رکھتا تھا جیسے وہ اس کا اپنا وجود ہو اور کسی کو اپنے بارے میں نہ پتا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟؟

".. بڑے آئے جگا جاسوس"

وہ بڑبڑائی تھی۔ جس کو وہ باخوبی سن چکا تھا۔

"تمہیں میرے الٹے نام رکھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔۔؟؟"

آج وہ نا جانے کس موڈ میں تھا۔جو اس انداز میں بات کر رہا تھا۔نور تو صدمے سے چند لمحے کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"کون سا غلط نام دیا ہیں؟؟"

نور نے الٹا اس سے سوال کیا۔تو کچھ دیر وہ بول ہی نہیں سکا۔

"ایک بات پوچھوں۔۔۔؟"

اس کو خاموش دیکھ کر نور نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"ہمم۔۔پوچھو۔۔"

ایول۔کنگ نے اپنی جیب سے ایک سیگریٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے کہا۔

"پہلے آپ وعدہ کریں آپ غصہ نہیں کریں گے۔۔"

اس کو ابھی بھی ایول۔کنگ کے غصے کا ڈر تھا۔

"نہیں کروں گا۔۔"

نور کو ایک لمحے کو لگا وہ مسکرا رہا ہے۔ایول۔کنگ نے سیگریٹ اپنے لبوں کے ساتھ لگا لیا۔

"آپ اتنے کھڑوس۔۔جنگلی۔۔وحشی۔۔ظالم اور بد تمیز کیوں ہیں۔۔؟"

وہ تو بہت غور سے نور کی بات سن رہا تھا۔اپنے آپ کو اتنے القابات دیے جانے پر اس کو گھور کر رہ گیا۔

وعدہ نہ کیا ہوتا تو بتاتا میں اتنا کھڑوس جنگلی وحشی اور بد تمیز کیوں"

"ہوں۔۔

اس کی سرد آواز پر نور نے اپنے جملے کی تصحیح کی تھی۔

میرا مطلب۔۔آپ آرام سے بھی تو بات کر سکتے ہیں۔چھوٹی چھوٹی"

بات پر جان کیوں لے لیتے ہیں۔۔اور تو اور سامنے والے کو اس طرح

"گھورتے ہیں جیسے ابھی کچا کھا جائیں گے۔۔

ایول۔کنگ کو خود کو گھورتے پا کر آخری بات نور نے آہستہ آواز میں کہی تھی مگر وہ سن چکا تھا۔ایول۔کنگ نے اپنے منہ میں دبایا سیگریٹ

سلگایا۔اس کی آنکھوں میں وحشت دیکھ کر نور کا پورا جسم خوف سے کانپنے لگا تھا۔

!!آسمان بھی برس پڑا ابھی تو

ہم نے داستان شروع کی تھی

اس نے سیگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔اس کا لہجہ بے تاثر تھا مگر نور کو اس کے الفاظ میں درد کی انتہا محسوس ہوئی تھی۔

"میں دو مہینے کے لئے جا رہا ہوں۔۔"

نور کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر ایول۔کنگ نے پنے آنے کی وجہ بتائی تھی۔

"کیا سچ میں۔۔"

نور کی چہکتی آواز پر ایول۔کنگ نے اس کو گھور کر کہا۔

"تمہیں بہت خوشی ہو رہی ہے میرے جانے کی۔۔"

وہ جو اپنے جانے کی وجہ سے پریشان تھا۔دل میں عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔نور کی خوشی نے اس کو مزید غصہ دلایا تھا۔

"نہیں مجھے برا لگ رہا ہے۔۔"

وہ چہرے پر مصنوعی اداسی سجائے بولی ورنہ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے تھے۔

"کہو تو رک جاتا ہوں۔۔؟؟"

نور کو سیگریٹ کے دھوئیں میں اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا مگر پھر بھی اس کو ایول۔کنگ کی آواز سے لگا وہ مسکرایا ہے۔وہ اٹھ کر کھڑکی کی طرف جا کر کھولی ہوا میں گہرے گہرے سانس لینے لگی۔اس کو کھڑکی پر کھڑے ہو کر گہرے گہرے سانس لیتے دیکھ کر ایول۔کنگ نے سیگریٹ پھینکا تھا۔کمرے میں سیگریٹ کی بو پھیلی ہوئی تھی۔جس کی وجہ سے نور کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ایول۔کنگ نے اپنے منہ سے سیگریٹ کی بو ختم کرنے کے لئے تلسی منہ میں ڈالی اور نور کی طرف بڑھ گیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟؟"

اس کا لہجہ تو بے تاثر تھا مگر اس کو اپنی فکر کرتے دیکھ کر نور نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔

دکھ دے کر سوال کرتے ہو

تم بھی غالب کمال کرتے ہو

دیکھ کر جو پوچھ لیا حال میرا

چلو کچھ تو میرا خیال کرتے ہو

شہرِ دل میں اداسیاں کیسی؟؟

یہ بھی مجھ سے سوال کرتے ہو

مرنا چاہیں تو مر نہیں سکتے

تم بھی جینا محال کرتے ہو

تمہیں اس کی مثال دوں؟

تم تو ہر ستم بے مثال کرتے ہو

نور کو یول۔ کنگ کا 'تم ٹھیک ہو' پوچھنا اس کا ہر ستم یاد کروا گیا تھا۔ اس کے الفاظ پر وہ کتنی ہی دیر کھڑا اس کو دیکھتا رہا تھا۔ آج پہلی بار نور نے اس انداز میں اس سے شکوہ کیا تھا۔ کینگ کو خاموش دیکھ کر نور نے اپنا رُخ کھڑکی سے باہر کر کے چہرہ آسمان کی طرف بلند کر لیا۔ وہ بس خاموشی سے اس کو دیکھے گیا۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟؟"

اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔ پر آنکھیں سرخ ہو رہی تھی۔

"یہ ستارے زمین پر کیوں نہیں آ سکتے؟؟"

اس نے سادگی سے سوال کیا تھا۔ چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔

"آؤ۔۔ چلیں۔۔"

ایول۔ کنگ نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کہاں؟؟"

نور نے بے ساختہ پوچھا تھا۔ایول۔ کنگ نے بس ایک دفع اس کو گھورا تھا۔نور نے خاموشی سے سر جھکالیا۔

"یہ پہن کر آؤ۔۔"

ایول۔ کنگ نے بیڈ پر پڑے ایک پیکٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔جو وہ پہلے اس کے خوف سے نہیں دیکھ سکی تھی۔اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکی تھی۔ایول۔ کنگ نے اس کے لئے بھی اپنے جیسی ہڈی بنوائی تھی۔اس کی ہڈی کے پیچھے کنگ لکھا تھا اور نور کی ہڈی کے پیچھے کوئین لکھا تھا۔وہ نور کو آتا دیکھ کر پہلے ایول۔ کنگ خود باہر کودا پھر نور کو بھی نکلنے میں مدد دی۔نور کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔پہلی بار وہ ایسی کوئی حرکت کرنے جا رہی تھی۔وہ نور کو اس کے گھر کی بیک سائیڈ سے لے کر آیا تھا۔گھر سے باہر آتے ہی نور نے سکون کا سانس لیا تھا۔ایول۔ کنگ نے بائیک پر بیٹھتے ہوئے نور کو بھی اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ سر اثبات میں ہلاتی ایول۔ کنگ کے پیچھے اسی کے

انداز میں بیٹھ گئی۔

"دوسری طرح بیٹھو۔۔"

اس کے حکمیہ انداز پر وہ منہ بسور کر بولی۔

"دوسری طرح مجھے ڈر لگتا ہے۔۔"

اس کی بات سن کر ایول۔ کنگ نے بس سر ہلایا تھا۔ وہ اس کو لے کر ایک ویران جگہ پر آ گیا تھا۔ بائیک کا رخ جنگل کی طرف دیکھ کر نور نے سختی سے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچا تھا۔ ایول۔ کنگ کی آنکھیں لمحے بھر کو مسکرائی تھیں۔ جن کو اگر اس وقت دیکھ لیتی تو اس نے صدمے سے ہی مر جانا تھا۔

"خود تو جنگل کنگ ہیں۔۔ مجھے بھی اپنے گھر لے آئے ہیں ہیں۔"

"کوئین کنگ کے ساتھ ہی رہتی ہے۔۔ پھر چاہے جنگل میں ہی ہو۔۔"

نور کو لگا وہ مسکرا رہا ہے مگر اس کو اپنا وہم سمجھ کر جھٹک گئی۔ وہ بائیک کو ایک جگہ پر روک چکا تھا۔

"کہیں مجھے جان سے مارنے تو نہیں لے کر آئے۔۔؟؟"

نور مشکوک انداز میں ایول۔ کنگ کو گھور کر بولی۔

"تمہیں مارنا ہوتا تو کب کا ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک چکا ہوتا۔"

ایول۔ کنگ نے نور کو گھور کر سرد آواز میں کہا۔ خیال میں ہی نور نے ایول۔ کنگ کو قصائی کی طرح اپنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے دیکھ کر جھرجھری لی۔

"استغفراللہ۔۔یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔۔"

وہ خود سے بڑبڑائی تھی۔ جو ایول۔ کنگ کے باریک کانوں نے باخوبی سن لیا تھا۔

"چلو۔۔گی یا اٹھا کر لے کر جاؤں؟؟"

ایول۔ کنگ کی دھمکی پر وہ فوراً اس کے قدم سے قدم ملاتی اس کے ساتھ چل پڑی۔ کچھ دور چل کر نور سامنے کا منظر دیکھ کر مبہوت ہو گئی۔ جہاں ایک پہاڑ سے بہتا جھرنا جھیل میں پانی جمع کر رہا تھا۔ ہر طرف جگنو جگمگا

رہے تھے۔قدرتی حسن کا یہ منظر اتنا دلکش تھا کی نور کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا.

"ماشاءاللہ۔۔"

یہ منظر اتنا دلکش تھا کہ وہ اپنے ساتھ آئے ایول۔کنگ کو بھی بھول گئی تھی۔

"یہ جگہ آپ کی ہے۔۔؟؟"

نور نے کافی دیر کے بعد اس کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا کر جواب دیا۔

"ہاں۔۔"

"مجھے دے دیں۔۔ پلیییز زز۔۔کنگ"

نور کو یہ جگہ اتنی پسند آئی تھی کہ اس نے ایول۔کنگ سے یہ جگہ لینے کے لئے ایک لمحہ بھی سوچنے کے لئے نہیں لیا تھا۔نور نے اتنے پیار سے کنگ کہا تھا کے ایول۔کنگ اس کو انکار نہیں کر سکا۔

"تاسو مره ملکه یاست چی مردی ستاسو"

(تم میری ملکہ ہو۔۔جو میرا ہے وہ تمہارا ہے۔)

ایول۔کنگ کی بات میں نور کو بس ملکہ لفظ کی سمجھ آئی تھی۔پشتو نور کے سر کے اوپر سے ہی گزر جاتی تھی۔

"مجھے آپ کی پشتو سمجھ نہیں آتی۔۔"

نور نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"ادھر آؤ۔۔"

وہ نور کی بات نظر انداز کر کے اس کو لے کر جھیل لے کنارے بیٹھتا اس کو بھی ساتھ بیٹھا چکا تھا۔دونوں کی آدھی ٹانگیں پانی میں تھی۔

آپ ویسے کیوں نہیں ہیں؟؟ جیسے میں نے سوچا تھا۔۔زہر لگتے ہیں آپ"

"مجھے۔۔

نور کی صاف گوئی نے ایول۔کنگ کو حیران کیا تھا مگر وہ اپنی حیرت چھپا گیا تھا۔

"جس چیز سے نفرت ہو وہی گلے پڑتی ہے۔۔"

اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

"چلو شکر ہے آپ نے مانا تو صحیح کہ آپ زبردستی میرے گلے پڑے ہیں۔"

نور نے باقائدہ شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"میں آج کچھ کہہ نہیں رہا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فضول کی بکواس کرتی جاؤ گی۔۔"

ایول۔ کنگ نے نور کو گھور کر سختی سے کہا تو وہ منہ کے زاویے بگاڑ کر بولی۔

"اب بندہ مزاق بھی نہ کرے کھڑوس کے ساتھ۔۔"

"میں نے مزاق کیا تو تم شرمندہ ہو جاؤ گی۔۔"

ایول۔ کنگ نے کمر سے پکڑ کر اس کو اپنے قریب کیا۔ اس کی مسکراتی آنکھیں نور کو چند لمحوں کے لئے مبہوت کر گئیں تھیں۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں بے تاثر ہوئی تھیں۔ نور نے خود کو چھوڑانے کی کوشش کی

تھی۔ایول۔کنگ نے اس کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔خود کو چھوڑانے کی کوشش کرتی نورساکت ہوئی تھی۔آج اس کے لمس میں نہ شدت تھی نہ وحشت اس کے لمس میں نرمی تھی۔نور نے آہستہ سے اپنا منہ دوسری طرف کیا تھا۔ایول۔کنگ نے بغیر کچھ کہے اس کو آزاد کیا۔وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوئی تھی۔

"ویسے تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔۔"

ایول کنگ کی بات سن کر نور نے نہ سمجھی سے اس کو دیکھا تھا۔

"اگر تم چاہتی ہو۔۔تو میں نہیں جاتا۔۔"

"نن۔۔نہیں آپ جائیں آپ کو کام ہو گا نا۔۔"

ایول۔کنگ کی بات سن کر وہ گڑبڑائی تھی اس لئے فوراً انکار کر دیا کہ کہیں سچ میں ہی روک نہ جائے۔ان کے چاروں طرف اب بھی جگنو اڑتے ہوئے ایسے لگ رہے تھے جیسے ستارے زمین پر اتر آئے ہوں۔

"تم چاہتی ہو میں چلا جاؤں؟؟"

ایول۔کنگ نے حد درجے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"آپ تو ایسے پوچھ رہے ہیں جیسے آپ ہر کام مجھ سے پوچھ کر میری مرضی سے کرتے ہیں۔۔"

ایول۔کنگ کے سوال پر پہلے تو وہ حیران ہوئی تھی پھر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیسا لگا یہ سب؟؟"

ایول۔کنگ نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے چمکتے جگنوؤں کو دیکھ کر کہا۔

"اللہ کی بنائی چیز ہے کیا کمی ہو سکتی ہے؟؟"

اس نے چاروں طرف ایک طائرانہ نظر ڈال کر دل سے اس جگہ کی تعریف کی تھی۔نور نے اپنے سوال کو نظر انداز کرنا محسوس تو کیا تھا پر اس کی چلتی کب تھی جو وہ اس بات کو لے کر بیٹھ جاتی۔وہ کچھ دیر وہیں بیٹھے رہے۔ایول۔کنگ اس کو وہاں سے لے کر کچھ فاصلے میں لگے ٹیبل کی طرف گیا تھا۔اس طرف بھی بہت سے جگنو تھے۔چاند ستاروں اور

جگنوؤں کی روشنی میں لگا ٹیبل سفید چادر سے ڈھکا گیا تھا۔ نور کو ایول۔ کنگ سے اتنے اچھے سرپرائز کی توقع بلکل نہیں تھی۔ وہ۔ اس کو لے کر کھانے کی ٹیبل پر پہنچا اور اس کو بیٹھا کر خود اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"لگتا ہے آج آپ کا مجھے ہاٹ اٹیک دینے کا ارادہ ہے۔۔"

نور کو آج وہ جھٹکے پر جھٹکا دیے جا رہا تھا۔ کھانے کی ٹرے کی طرف بڑھتا ہاتھ ایک لمحے کو ساکت ہوا تھا۔ ایول۔ کنگ نے بے تاثر چہرے مگر سرد نظروں سے نور کو دیکھا تھا۔ نور کی اس کی وحشت سے بھری آنکھوں سے خوف محسوس ہوا تھا۔ وہ اس کے خوف کو دیکھ کر کھانا ڈالنے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ آج وہ اس کو ڈرانے نہیں آیا تھا۔ آج وہ بس اس کو دیکھنے اور اس سے ملنے آیا تھا۔ نور کو۔ حیرت ہو رہی تھی کہ آج سے پہلے ایول۔ کنگ نے اس کے ساتھ یہ رویہ نہیں رکھا تھا۔ پھر اچانک اس پر اتنی مہربانی کیوں؟

"ایک بات پوچھوں؟؟"

نور نے ڈرتے ڈرتے اپنا نچلا لب دانتوں میں دبا کر کہا۔

"...ہمم"

اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دے کر نور کو اجازت دی تو نور نے ایک ہی سانس میں سوال کر دیا۔

"آج مجھ پر اتنی مہربانی کیوں؟؟"

ایول۔ کنگ نے اس کے سوال پر بس ایک خاموش نظر نور پر ڈالی تھی مگر کہا کچھ نہیں۔ اس کی خاموشی دیکھ کر نور کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس کو کچھ نہیں بتائے گا۔ اس نے تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لئے تھے۔ مگر نور کھانے کے ساتھ بھرپور انصاف کرنے میں مصروف تھی۔

"دیکھ کر لگتا نہیں ہے اتنا کھاتی ہو۔۔"

نور کو لگ وہ مسکرایا ہے۔ اس نے فوراً سر اٹھایا تھا مگر ایول۔ کنگ کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"کل رات کو کھانا کھایا تھا۔۔ اس کے بعد اب کھا رہی ہوں۔۔"

نور نے اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟؟"

ایول۔ کنگ اپنی بے اختیاری پر خود حیران ہوا تھا۔ جبکہ نور کو لگا آج وہ پکا مر مرا جائے گی اور یہ ظالم دیو اس کو کاٹ کر یہیں پھینک جائے گا۔

"مجھے اپنی بات بار بار دہرانے کی عادت نہیں ہے۔۔"

نور کی طرف سے جواب نہ پا کر ایول۔ کنگ نے سختی سے کہا تو وہ ہوش کہ دنیا میں آئی تھی۔

"صبح ایک ایمرجینسی آ گئی تھی۔۔اور دوپہر میں ٹائم نہیں ملا۔۔

نور نے فوراً اس کے سوال کا جواب دیا جواباً ایول۔ کنگ نے بس خاموشی سے نور کو دیکھا تھا۔ جو کھانے سے ہاتھ روک چکی تھی۔ اس کو کھانا نہ کھاتے دیکھ کر وہ کھڑا ہو کر بے تاثر لہجے میں بولا۔

"چلو۔۔"

نور چاہ کر بھی نہیں پوچھ سکی تھی کہاں جانا ہے۔ وہ وہاں سے تھوڑا ہی دور لے کر آیا تھا۔ نور تو اس ویران جنگل میں اتنا خوبصورت گھر دیکھ کر قدم آگے بڑھانا ہی بھول گئی تھی۔ ساری دیواروں اور گیٹ کے ساتھ مختلف بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ نور گیٹ دیکھنے میں ہی اتنی مگن تھی کہ وہ ایک طرف لگے نیم پلیٹ پر دھیان نہیں دے سکی تھی۔ وہ ایول۔ کینگ کے پیچھے اندر آئی تو اس کی حیرت سے پھیلی آنکھیں مزید پھیلیں تھی۔ گیٹ کے سامنے ایک چھوٹا سا گارڈن تھا۔ جہاں مختلف پھول لگے تھے۔ گھر کے اندر کے

دروازے تک جاتی رہداری میں یوشیپ کی بیلیں لٹک رہی تھیں۔ نور کو لگا وہ خوابوں کی دنیا میں آگئی ہو۔ بیلوں پر لگے مختلف پھول اس رہداری کو مزید خوبصورت بنا رہے تھے۔ وہ دونوں جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے۔ دروازہ کھولتے ہی بائیں طرف ڈرائینگ روم تھا۔ اس لے آگے ڈائینگ ایریا اور اس کے آگے کچن تھا۔ دائیں طرف ایک جیم اور اس کے آگے ایک کمرہ تھا۔ نفاست سے سجی ہر چیز اپنی قیمت کا پتا دے رہی

تھی۔ دروازے کے بلکل سامنے سڑھیاں تھیں۔ جن کے پیچھے گلاس وال تھی۔ گلاس وال کے دوسری طرف گارڈن کا منظر صاف ظاہر تھا۔ ایک طرف لگے درخت پر لائٹنگ کی گئی تھی جس سے لان کا سارا منظر واضع طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ ابھی وہ اس منظر کے اثر سے باہر نہیں نکلی تھی کہ ایول۔ کنگ اس کو لے کر اوپر گیا تھا۔ سڑھیاں چڑھتے ہی سامنے ماسٹر بیڈ روم تھا۔ نور جیسے ہی بیڈ روم میں آئی تھی اس کو لگا وہ کسی اور ہی جہان میں پہنچ گئی ہے۔ دروازے کے بائیں طرف پہلے سٹڈی روم تھا۔ اس کے ساتھ ہی جہازی سائز بیڈ پڑا تھا۔ بیڈ کے آگے ایک سٹیپ اوپر چڑھ کر سیٹینگ ایریا تھا۔ سامنے گلاس وال تھی جہاں سے پہاڑ سے بہتا جھرنا دیکھ کر نور کو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ کمرے کے دائیں طرف ایک کونے میں ایل ای ڈی لگی بالکنی میں جانے کا راستہ بنا تھا۔ اس کے ساتھ والی دیوار پر تھی۔ اسی دیوار کے آگے واش روم اور ڈریسنگ ایریا تھا۔ نور ایول۔ کینگ کو بھول چکی تھی۔ وہ بالکنی میں گئی جہاں گلاس گریل لگی تھی۔ سامنے پہاڑ

سے بہتے جھرنے کو دیکھتے ہوئے نور کی نظر نیچے گئی تو اس کو لگا پانی اس کے قدموں کے نیچے سے بہہ رہا ہے اور وہ پانی کے اوپر کھڑی ہے۔ وہ کمرے میں واپس آئی تو اس کی بے ارادہ نظر اوپر پڑی تھی۔ نور کو لگا آسمان سے تارے توڑ کر کسی نے اس کمرے کی چھت پر لگا دیے ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا نور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے اچانک سامنے آنے پر نور کو احساس ہوا تھا کہ وہ اکیلی یہاں نہیں آئی تھی۔ بیڈ روم سے باہر لاکو ایول۔ کنگ نے نور کو ماسٹر بیڈ روم کے دائیں اور بائیں طرف بنے دو دو کمرے دیکھائے تھے۔ ہر کمرہ دوسرے سے مختلف اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ مگر نور کا دل تو ماسٹر بیڈ روم میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

"یہ بہت بہت بہت خوبصورت گھر ہے۔۔ اس سے زیادہ خوبصورت جگہ میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

نور نے دل سے اس جگہ کی تعریف کی تھی۔

"ویسے مجھے آپ سے اس سب کی امید نہیں تھی۔۔"

نور نے ایول۔ کنگ کو دیکھ کر کہا تھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ اتنا خوبصورت گھر ایول۔ کنگ نے اس ویران جگہ پر کیسے بنوایا ہے۔ وہ بس خاموش سا نور کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں آج میں نے ان چھوٹے چھوٹے صدموں سے ہی مر جانا ہے۔۔"

نور نے ایک بھرپور نظر کمرے میں ڈال کر کہا تھا۔ اپنی دھن میں مگن وہ ایول۔ کنگ کی آنکھوں کا سرد پن نہیں دیکھ سکی تھی۔

"تم مجھ سے ہر نرم رویے کی امید کر سکتی ہو۔۔ پر شرط یہ ہے کہ دوبارہ مرنے کی بکواس کبھی مت کرنا۔"

ایول۔ کنگ کے برف جیسے سرد لہجے پر نور کو اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔

"When the king is kind far his queen.

The queen is blind far har King."

"تم مجھ پر اندھا یقین کرنا چاہتی ہو؟؟"

نور کی بات سن کر وہ فوراً بولا تھا۔ نور کو ایک بار پھر لگا وہ مسکرایا ہے۔

"میرے پاس کوئی اور آپشن ہے۔۔؟؟"

ایول۔ کنگ کے سوال کے بدلے نور نے سوال کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔

"اور کوئی خواہش۔۔؟؟"

ایول۔ کنگ آج نا جانے کس موڈ میں تھا جو نور سے مشورہ مانگ رہا تھا۔ نور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ حیرتوں کے سمندر میں ڈوبتی جا رہی تھی۔

"آپ کو کیسے پتا میرا شوق تھا قدرتی منظر کے پاس میرا گھر ہو۔۔؟؟"

نور نے دل میں آیا سوال کر ہی دیا تھا۔

"دا°بہ°ہ کیدای شي چ°ھیر°وک د خپل °مان پہ ا°ہ نہ پوھیر°ي؟"

(کسی کو اپنے بارے میں نہ پتا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟؟)

ایول۔ کنگ کے پھر سے پشتو زبان میں جواب دینے پر نور نے اپنے منہ کے زاویے بگاڑ تھے۔

"ساری رومنٹک بات تو آپ کسی اور زبان میں کر دیتے ہیں۔۔"

نور کی بات سن کر ایول۔ کنگ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ نور تو اس کو پہلی بار اس طرح ہنستے دیکھ کر مبہوت ہو گئی تھی۔

"چینج کر کے آؤ۔۔"

نور کو اپنی طرف دیکھتا پا کر ایول۔ کنگ نے واش روم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ نور سر اثبات میں ہلاتی واش روم میں چلی گئی۔ پہلے تو وہ واش روم دیکھ کر حیران ہوئی تھی کہ اتنا شاندار واش روم بھی ہوتا ہے۔ جیسے ہی اس کی نظر باربی فراک پر پڑی تو کتنی ہی دیر وہ کھڑی اس کی خوبصورتی کو دیکھتی رہی۔ وہ چینج کر کے باہر آئی تو اس کو اپنا منتظر پا کر نور کی نظریں جھک گئی تھیں۔ وہ ٹرانس کی کیفیت میں چلتا ہوا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایول۔ کنگ نے ہاتھ بڑھا کر نور کے بالوں سے جوڑا پینز نکال دی۔ جس کی وجہ سے نور کے براؤن بال آبشار کی طرح کمر پر بکھرتے چلے گئے۔ گھٹنوں سے کچھ اوپر تک آتے بال نور کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے تھے۔ وہ اس کو لے کر سٹنگ ایریا کی طرف بڑھا تھا۔ وہاں میز پر کیک

دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوئی مگر اس پر لکھے الفاظ دیکھ کر اس کی حیرت کم ہوئی تھی۔ جہاں ہیپی اینیورسری لکھا تھا۔ایول۔ کنگ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کیک کاٹا۔نور حیرت سے اس کے نئے انداز کو دیکھ رہی تھی۔ایول۔ کنگ نے کیک کا ایک پیس پکڑ کر نور کی طرف بڑھایا۔ جس کو نور نے خاموشی سے کھالیا۔اس کی نظریں اب بھی ایول۔ کنگ پر تھیں۔اس نے نور کا چھوڑا ہوا کیک اپنے منہ میں ڈال لیا۔وہ اپنے موبائل پر ایک گانا پلے کرتا اس کو بھی کھڑا کر چکا تھا۔

"مجھ ڈانس نہیں آتا۔۔"

نور نے منع کرنا چاہا تھا پر اس کی چلتی ہی کب تھی ایول۔ کنگ کے سامنے؟

"جیسے میں کروں گا ویسے کرتی جانا۔۔"

ایول۔ کنگ کا انداز ایسا تھا کہ وہ دوبارہ منع نہیں کر سکی تھی۔نور مکمل طور پر موبائل پر لگے گانے کے بولوں کی طرف متوجہ تھی۔

You're the light, you're the night

You're the color of my blood

You're the cure, you're the pain

You're the only thing I wanna touch

Never knew that it could mean so much,

so much

You're the fear, I don't care

'Cause I've never been so high

Follow me through the dark

Let me take you past our satellites

You can see the world you brought to

life, to life

So love me like you do, lo-lo-love me like you do

Love me like you do, lo-lo-love me like you do

Touch me like you do, to-to-touch me like you do

What are you waiting for?

Fading in, fading out

On the edge of paradise

Every inch of your skin is a holy grail

I've got to find

Only you can set my heart on fire, on fire

Yeah, I'll let you set the pace

'Cause I'm not thinking straight

My head's spinning around I can't see clear no more

What are you waiting for?

Love me like you do, lo-lo-love me like you do (like you do)

Love me like you do, lo-lo-love me like you do

Touch me like you do, to-to-touch me

like you do

What are you waiting for?

I'll let you set the pace

'Cause I'm not thinking straight

My head's spinning around I can't see

clear no more

What are you waiting for?

Love me like you do, lo-lo-love me like

you do (like you do)

Love me like you do, lo-lo-love me like you do (oh)

Touch me like you do, to-to-touch me like you do

What are you waiting for?

نوراس کو فالو کر رہی تھی۔ڈانس کرتے ہوئے وہ لائٹس آف کر چکا تھا نور تواج کنگ کا یہ روپ دیکھ کر بے ہوش ہونے کو تھی کہاں وہ اس سے ہٹلر کھڑوس دیو ہیکل سمجھتی تھی۔نور کو ہمیشہ لگتا تھا کہ یہ کڑوس کبھی بھی سیدھے منہ بات نہیں کر سکتے۔جو انسان اپنے ہر بات شروع کرنے سے پہلے دھمکی دینا ضروری سمجھتا ہو نور کو اس سے اچھے رویے کی امید کبھی نہیں تھی۔

نور کو اج کنگ اپنے خوابوں کے شہزادے جیسا لگا رہا تھا جس کی خواہش وہ ہمیشہ اللہ سے کرتی ائی تھی۔ نور اج کنگ کے اس سے انداز سے بہت خوش تھی۔ اور دل میں دعا کی کہ اللہ کنگ کو ہمیشہ ایسے ایسا ہی رکھے۔ کنگ تو نور کے چہرے میں اس طرح کھویا تھا جیسے اس کو اخری بار دیکھ رہا ہوں۔ گانے کے بول کنگ دل کا حال بیان کر رہے تھے۔ نور کنگ کی نظروں سے گھبرا کر گانا ختم ہوتے ہوئے فورا بولی

"مجھے گھر چلنا چاہیے۔۔۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔۔"

نور نے سر جھکائے ہی کہا تھا۔

"دل۔۔"

ایول۔ کنگ کی پکار پر نور نے بے اختیار اپنا جھکا سر اٹھا کر اس کو دیکھ تھا۔ بہت کچھ تھا جو یاد آیا تھا۔ آنسوؤں کا گولہ خلق میں اٹک گیا تھا۔ ایول۔ کنگ نے جھک کر پہلے اس کی آنکھوں پر لب رکھے جیسے وہ اس

کا درد کم کرنا چاہتا ہو۔ نور کا جسم ہلکا ہلکا کانپنے لگا تھا۔ ایول۔ کنگ اس کے لبوں پر جھک گیا۔ آج اس کے رویے کی طرح اس کے لمس میں بھی نرمی تھی۔

"یہی روک جاؤ صبح میں خود چھوڑ آؤ گا۔۔"

ایول۔ کنگ کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اس کی بات نہیں ٹال پاتی تھی۔ نور کے خاموش ہونے پر ایول۔ کنگ نے اس جھک کر اس کو بانہوں میں اٹھایا اور بیڈ کی طرف لے گیا۔ خوف سے نور کے جسم کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوا تھا۔

"ریلیکس۔۔ کچھ نہیں کروں گا۔۔"

وہ اس کو بیڈ پر لیٹاتے ہوئے بولا تھا۔ ایول۔ کنگ کو خود پر بلینکٹ اڑاتا دیکھ کر وہ کچھ پر سکون ہوئی تھی۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ جلدی سو گئی تھی۔ مگر ایول۔ کنگ نہیں سویا تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھا بس نور کے نقوش کو حفظ کرتا رہا۔ اس نے ہاتھ

بڑھا کر نرمی سے نور کے چہرے کے ہر نقش کو انگلیوں کی پوروں سے چھو کر محسوس کیا تھا۔ تقریباً فجر کی اذان سے کچھ دیر پہلے اس نے نور کو اٹھایا تھا۔ایول۔ کنگ کو خود پر جھکا دیکھ کر نور ڈر کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"چلو گھر چھوڑ آؤں۔۔"

اس کی بات سن کر نور نے سکون کا سانس لیا تھا۔ جیسے اس کو کسی دیو کی قید سے آزادی کی خوشخبری سنائی گئی ہو۔ نور نے جلدی جلدی اپنے بال باندھے اور سر پر اسکارف پہن کر تیار ہو گئی۔ اس کو لگا وہ کچھ بھول گئی ہے مگر یاد نہ آنے پر اپنا سر جھٹک دیا۔ نور کو اس کے گھر پر اس کے کمرے میں چھوڑتے ہوئے نا جانے کیا خیال آیا تھا کہ ایول۔ کنگ نے اس کو زور سے خود میں بھینچ لیا۔ نور تو ششدر سی ایول۔ کنگ کی اس حرکت کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔ ابھی وہ اس حرکت سے نہیں سنبھلی تھی کہ ایول۔ کنگ نے اپنا شدت بھرا لمس اس کے لبوں چھوڑا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگا چھوڑیں مجھے۔۔"

نورنے خود کو آزاد کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔وہ اس کے ماتھے پر لب رکھ کر ایک آخری نظر اس پر ڈال کر جس راستے سے آیا تھا اسی سے واپس چلا گیا۔دل کو عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی جیسے کچھ برا ہونے والا ہے۔اس لئے جاتے جاتے بھی ایول۔کنگ نے پلٹ کر نور کو دیکھا تھا جو کھڑکی پر کھڑی اس کے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔وہ اپنی بے چینی کو اپنے دل میں ہی دبائے واپس چلا گیا۔

❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️

❤️❤️

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنی شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔رمل اس کو ٹائی پکڑتے دیکھ کر چلتی ہوئی اس کے سامنے آگئی۔ایزد نے سوالیہ نظر سے اس کو دیکھا تو رمل نے سر نفی میں ہلا دیا۔اس نے اپنا ہاتھ ایزد کے ہاتھ

کی طرف بڑھایااوراس کے ہاتھ سے ٹائی لے لی۔ایزداس کی حرکت پر مسکرایا۔

"!!ایزد"

رمل نے ایزد کی ٹائی بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہمم۔۔"

ایزدنے رمل کے ارد گرد ہاتھ رکھ کراس کوڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ لگایا۔ اس کواپنے اتنے قریب دیکھ کروہ بھول گئی تھی اس کو کیا کہنا تھا۔رمل کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کرایزدنے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"ویسے تو بہت چالاک بنتی ہواب کیاہواہے۔۔؟؟"

ایزداس کی حالت سے محظوظ ہوتاہوابولا۔رمل کی زبان توتالوں سے چپک گئی تھی۔

جس طرح تم سرعام اپنی محبت کااظہار کرتی تھی مجھے نہیں لگتا تھاکہ ایسے"

"شرماؤ گی۔۔۔

ایزد کی بات سن کر اس کی گردن شرم سے جھک گئی تھی۔ایزد نے اس کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔رمل کی تو اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے ہی رہ گئی۔اس نے دوسرے ہاتھ سے رمل کا چہرہ اوپر کیا۔اس کی پلکیں خود بخود جھک گئیں۔ کتنی ہی دیر وہ رمل کی لرزتی پلکوں کا رقص دیکھتا رہا۔رمل کو لگا اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔وہ اس کی پلکوں پر جھکا۔رمل کو اپنے دل کی دھڑکن کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ایزد اس کے رخساروں سے ہوتا ہوا اس کی سانسوں کو خود میں قید کر گیا۔ایک ایزد کا اتنے قریب آنا اوپر سے اتنی شدت رمل کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔جب ایزد کو لگا اب وہ برداشت نہیں کر سکے گی اس نے رمل کے لبوں کو آزاد کیا۔وہ گہرے گہرے سانس لے کر اپنی بے ترتیب سانسوں کو درست کرنے لگی۔ابھی وہ ایزد کی اس شدت سے نہیں سنبھلی تھی کہ وہ رمل کی گردن پر جھک گیا۔رمل تو سانس لینا ہی بھول گئی۔اس کی گردن پر اپنی محبت کا نشان چھوڑ کر وہ آرام سے رمل کے چہرے پر اپنی

محبت کے رنگ دیکھنے لگا۔اس کو یہ تک یاد نہیں تھا کہ وہ ایزد کو کچھ کہنے والی تھی۔ایزد نے ایک ڈرار سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔رمل نے حیرت سے پہلے ایزد کو پھر لفافے کو دیکھ کر پوچھا۔

"یہ کیا ہے۔۔؟؟"

"خود دیکھ لو۔۔"

ایزد کا ہاتھ اب بھی اسی کی طرف تھا۔رمل نے لفافہ پکڑ کر کھولا۔اس میں ایڈمشن فام دیکھ کر اس نے حیرت اور خوشی کی مل جلی کیفیت سے ایزد کو دیکھا۔جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تھینکیو۔۔ایز۔۔۔"

ایزد نے رمل کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی تھی۔

"..ایزد نہیں خان"

پہلے تو رمل کو سمجھ نہیں آئی پھر یاد آیا کہ ایزد کی موم بھی بلال خان کو خان ہی بلاتی تھی۔

"کوشش کروں گی۔۔"

رمل نے آنکھوں کو سوچنے والے انداز میں گھوما کر کہا۔

"میں کب سے یونی جوئن کروں؟؟"

اس سے پہلے کے ایزد کچھ کہتا رمل نے بات بدل دی۔

"کچھ شرائط ہیں میری۔۔"

ایزد نے اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے کہا۔

"مجھے منظور ہیں۔۔"

پڑھائی کے شوق نے اس کو سوچنے کا وقت بھی نہیں لینے دیا۔

".. شرائط سن تو لو"

ایزد نے اس کو روکنا چاہا تھا۔

تم نے کون سا مجھے سولی پر لٹکنے کے لئے کہنا ہے۔۔ منظور ہیں مجھے ساری"

"شرائط۔۔

سائن کرو۔۔اگر ایک بار بھی کسی ایک شرط کو ماننے سے انکار کیا تو میں جو
"چاہوں وہ کر سکتا ہو۔۔
"ہا۔۔ تمہیں مجھ پر یقین نہیں؟؟"
رمل نے حیرت سے منہ پھولا کر کہا۔
"اس معاملے میں تو بلکل نہیں۔۔"
ایزد کی آنکھوں میں موجود چمک رمل کو الجھا گئی تھی۔ایزد نے شرط نامہ
اور ایک پین رمل کے سامنے کیا۔رمل نے بغیر پڑھے ہی سائن کر دیا۔ایزد
کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔رمل کی بے ارادہ سی نظر ایک شرط پر پڑی
تھی۔
"میں رمل ہر روز ایزد کو صبح کس کر کے اٹھاؤں گی۔"
شرط پڑھ کر رمل سر سے پیر تک سرخ ہوئی تھی۔ایزد نے شرط نامہ اس
کے ہاتھ سے لیا تو رمل نے فوراً ایزد کے ہاتھ سے شرط نامہ واپس لے
لیا۔جیسے جیسے وہ ایزد کی شرائط پڑھتی گئی اس کا چہرہ شرم سے سرخ پڑتا گیا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا پڑھ لو۔۔"

رمل نے ایزد کو گھور کر دیکھا تو اس نے سارا الزام رمل پر ڈال دیا۔

"اس سے اچھا تھا تم مجھے سولی پر لٹکا دیتے۔۔"

"یہ سب تو سائن کرنے سے پہلے سوچنا تھا۔"

رمل کی بڑبڑاہٹ پر ایزد نے فوراً کہا۔

"ناشتہ دو مجھے پھر سی آف بھی کرنا ہے۔۔"

ایزد نے اس کو دیکھتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر کہا اور قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔رمل روہانسی ہو گئی تھی۔آنکھوں سے آنسو نکلنے کو تھے۔وہ مرے مرے قدموں سے باہر چلی گئی۔وہ ایزد کو کھانا دے کر جانے والی تھی کے ایزد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو روک لیا۔رمل کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے کو بے تاب تھے۔اس نے کرسی پر بیٹھنا چاہا تھا مگر ایزد کے کھینچ کر اس کو اپنی گود میں بیٹھا دیا۔

" کھانا کھلاؤ۔۔"

ایزد کے حکمیہ انداز پر وہ نم آواز میں بولی۔

"... تم نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ"

"آنسو اندر۔۔ اگر ایک بھی آنسو بہایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"

ایزد نے سختی سے کہا تو رمل نے اپنا نیچلا ہونٹ لٹکا لیا۔ شاید اس کو رمل پر ترس آجائے۔ اس کو ترس نہیں آنا تھا اور نہ ہی وہ رمل پر ترس کھانے کا کوئی ارادہ رکھتا تھا۔ رمل کو مجبوراً اس کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا پڑا۔ کھانا کھانے کے دوران بھی وہ مسلسل اس کی گستاخیاں عروج پر تھیں۔ خود کھانا کھا کر اس نے رمل کو بھی کھانے کے لئے کہا۔ کھانا کھلاتے ہوئے ایک چھوٹا سا ذرا رمل کے ہونٹ کے پاس لگ گیا تھا۔ جس کو رمل صاف کرنے والی تھی مگر ایزد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ ذرا اپنے لبوں سے چن لیا۔ ایزد سے بچنے کے لئے رمل نے اس کی گردن میں منہ چھپا لیا۔

"ناشتہ تو ختم کرو۔۔"

ایزد نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں کھانا۔۔"

رمل نے اس کی گردن میں ہی منہ چھپائے کہا تھا۔

"اچھا مجھے سی آف کرو میں جاؤں۔۔"

ایزد کے جانے کا سن کر رمل نے سکون کا سانس لیا۔وہ دروزے تک اس کو چھوڑنے گئی تھی۔جاتے جاتے بھی وہ ایک چھوٹی سی گستاخی کر کے گیا تھا۔رمل بس اس کو گھور کر رہ گئی تھی۔اس کے آفس جاتے ہی وہ اندر واپس چلی گئی۔

وہ فیکٹری آیا تھا۔وہ جو رمل کے بھاگنے کا سن کر غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔اپنی فیکٹری کو بند دیکھ کر مزید آگ بگولہ ہوا۔

"یہ کس نے کیا ہے؟؟؟"

اذان نے اپنے ایک ملازم سے پوچھا۔اذان کو اتنے غصے میں دیکھ کر اس کی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔خوف سے وہ اس کو جواب بھی نہیں دے سکا۔

"بتاؤ یہ کس نے کیا ہے؟؟؟ورنہ جان سے مار دوں گا۔۔"

اس کی دھاڑ پر وہ مزید خوف زدہ ہوا۔اب کی بار جواب نہ دینا مطلب اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔

"آ۔۔آپ۔۔کی فیکٹری رخ۔۔۔۔خان زادہ حدی۔۔۔۔نے بند کروائی ہے۔۔"

مارے خوف کے اس کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔

"جان سے تو میں تمہیں اب بھی ماروں کا کس کام کے پیسے دیتا ہوں تمہیں۔۔۔؟؟تم لوگوں کی موجودگی میں کیسے وہ خان زادہ میری فیکٹری سیل کروا سکتا ہے۔۔"

اذان بات مکمل ہونے سے پہلے اس کی بندوق سے نکلی گولی نے ملازم کے جسم سے جان نکال لی۔ وہ غصے سے وہاں سے چلا گیا۔ اذان کا رُخ گھر کی طرف تھا۔ وہ ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا جا رہا تھا۔

کسی کو اتنی تیز گاڑی چلاتا دیکھ کر وہ غصے سے گاڑی سے باہر آیا تھا۔ اذان شاہ کو دیکھ کر اس کے غصے میں اضافہ ہوا تھا۔

تمہارے پورے خان خاندان کو آج خون کے آنسو رولاؤں گا خانزادہ)

(حدی۔۔

"یہ گلیاں تمہارے باپ کی نہیں ہیں۔۔ اذان شاہ۔۔"

سامنے مرتضیٰ خان کو دیکھ کر اذان نے ایک لمحے میں حدی سے بدلہ لینے کا سوچ لیا تھا۔ اس کے گاڑی سے باہر آتے ہی مرتضیٰ نے غصے سے کہا۔

بکواس بند کرو۔۔ چھوڑو گ نہیں میں تمہیں مرتضیٰ خان۔۔۔ تمہارے"

اس خانزادے نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا اس لئے اپنے بھائی کے کیے

"کی سزا تم بھگتو گے۔۔

اذان نے غصے سے کہہ کر اپنی گاڑی کے ڈیش بورڈ سے پسٹل نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

"ڈرتا نہیں ہو میں تم سے اور تمہاری ان دھمکیوں سے۔۔ تم لوگ جو گیم کھیل رہے ہو اس کو تو میں روک کر رہوں گا۔۔"

وہ بغیر ڈرے اذان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تھا۔

"اذان شاہ کو کائی نہیں روک سکتا۔۔ جو بھی میرے راستے میں آتا ہے آئے گا میں اس کو راستے سے ہٹا دوں گا۔۔"

اذان نے مرتضیٰ کو دھمکی دی تو وہ نڈر انداز میں بولا۔

"تمہیں کی لگتا ہے میں تمہاری ان دھمکیوں سے ڈر جاؤں گا۔۔ اذان شاہ ابھی تم مجھے جانتے نہیں ہو۔۔"

اذان اپنی پسٹل میں موجود تمام گولیاں مرتضیٰ کے سینے میں اتار کر وہاں سے چلا گیا۔ کچھ دیر تو مرتضیٰ بے یقینی سے اپنے آپ کو دیکھتا رہا۔ سب سے پہلا خیال اس کو اپنی ماں کا آیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے درعین اور دلاور کے

مسکراتے چہرے گھوم گئے۔ایک ایک کر کے اس کو سب کے ساتھ گزرا وقت یاد آیا تھا۔قہ بے جان ہوتا زمیں بوس ہو چکا تھا۔وہاں سے گزرتے کچھ لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔مرتضیٰ خان کو اذان شاہ نے جان سے مار دیا ہے یہ بات پورے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

خان حویلی میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔بڑے چھوڑے سب ہی کی آنکھیں نم تھیں۔درعین تو یقین کرنے کے لئے تیار ہی نہیں تھی کہ مرتضیٰ کو قتل کر دیا گیا ہے۔جیسے ہی مرتضیٰ خان کی میت کو گھر لایا گیا تو اس کی چیخیں پوری خان حویلی کے در و دیوار ہلا گئی تھی۔پوری خان حویلی کی لاڈلی کی چیخیں سب کا دل چیر رہی تھیں۔رائحہ خان کو اب سمجھ آئی تھی کہ ان کا دل کیوں اتنے دن سے بے چین تھا۔جلال خان اپنے جوان بیٹے کی میت

دیکھ کر نڈھال ہو گئے تھے۔بلال خان خود بھی غم زدہ تھے۔اس لئے ان کو
بلکل سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح سب گھر والوں کو
سنبھالیں۔رائحہ خان کا مارے غم کے برا حال تھا۔اس لئے ہادیہ خان
.درعین کو سنبھالنے کو کوشش کر رہی تھیں

"خان مجھے چھوڑ کے کیوں چلے گئے ہیں؟؟"

وہ ہادیہ خان کے سینے سے لگی روتے ہوئے ان سے پوچھ رہی تھی۔

"بس کرو میری جان۔۔۔اس کی اتنی ہی زندگی تھی۔"

ہادیہ خان نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"خان تو کہتے تھے وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتے پھر وہ مجھے چھوڑ کر کیوں چلے
گئے؟؟"

"نہیں میری جان ایسے نہیں کہتے۔۔"

درعین کی بے بسی پر ان کے آنسوؤں میں بھی روانی آئی تھی۔

"مجھے بھی خان کے پاس جانا ہے۔۔میں نہیں رہ سکتی ان کے بغیر۔۔"

"نہیں عینا۔۔ایسے نہیں کہوں دلاور کا تو خیال کرو۔۔"

ہادیہ خان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو بولنے سے روکا تھا۔اس نے دلاور کو دیکھا جو اپنے باپ کی میت کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔درعین نے تڑپ کر اس کو اپنے سینے میں چھپایا تھا۔

"ڈیڈ ہمیں کیوں چھوڑ کر چلے گئے؟؟"

وہ اس کے سوال کا جواب بھی نہیں دے سکی تھی۔

"اللہ غارت کرے تمہیں اذان شاہ۔۔ایک چھوٹے سے بچے کے سر سے تم نے اس کے باپ کا سایہ چھین لیا ہے۔۔"

ہادیہ خان نے اذان شاہ کو دیکھا تو نہیں تھا پر مرتضیٰ کی میت دیکھ کر انہوں نے اس کو بددعا دی تھی۔

وہ ازمار کو تنگ کرنے کے لئے شاپنگ پر لے کر آئی تھی۔

"یہ لڑکی آئے دن کیوں شاپنگ کرتی رہتی ہے؟"

ازمار کی غصے بھری بڑبڑاہٹ پر غزال مسکرائی تھی۔وہ اس کو تنگ کرنے میں مگن تھی۔جب اس کے فون کی بیل ہوئی۔

"ایک تو یہ موم بھی نہ اس انسپکٹر کو تنگ بھی نہیں کرنے دیتیں۔۔۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے فون اٹھا کر کان نے ساتھ لگالیا۔

"جی بولیں۔۔"

غزال نے اپنی آنکھیں گھوما کا کہا۔

"غز۔۔۔غزال۔۔۔"

ہادیہ خان کی روندی آواز سن کر غزال اپنی ساری شرارت بھول گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے موم؟؟آپ رو کیوں رہی ہیں؟؟"

غزال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی اڑ کر اپنی ماں کے پاس چلی جائے۔

"غزال۔۔مم۔۔مرتضیٰ کو ما۔۔ما۔۔۔ماردیا۔۔۔"

ہچکیوں کی وجہ سے وہ ٹھیک سے بول بھی نہیں پا رہیں تھیں۔ غزال کو سب اتنا ہی سمجھ آیا تھا مرتضیٰ کو مار دیا ہے۔ وہ جو کاؤنٹر کے پاس پیمینٹ کرنے کے لئے کھڑی تھی۔ یہ خبر سن کو اس کے ہاتھ سے شاپنگ بیگز چھوٹ کر گر گئے۔ کچھ گرنے کی آواز پر ازمار نے مڑ کر غزال کو دیکھا۔ غزال کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے تھے۔

"غزال کیا ہوا ہے؟؟"

ازمار فوراً اس کے پاس آتے ہوئے بولا۔ اس کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ازمار نے کیا کہا ہے۔ غزال نے بس نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ تھا۔ ازمار نے اس کے ہاتھ سے فون لے کر اپنے کان کے ساتھ لگایا ہاد یہ خان کہہ رہی تھیں۔

"غزال جلدی گاؤں والی حویلی پہنچو۔۔۔ میں بھی گاؤں آ گئی ہو۔۔۔"

آنٹی میں ازمار بس کر رہا ہوں۔۔ آپ مجھے گاؤں کا نام بتائیں غزال کی"

"کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔۔

ازمار نے ہادیہ خان کو بتایا تو انہوں نے گاؤں کا بتا دیا۔ ازمار غزال کو لے کر شاپنگ مال سے باہر آ گیا۔

"بھ۔۔بھائی۔۔بھائی کو کسی نے نہیں بتایا ہو گا۔۔"

غزال کو جیسے یاد آیا تھا۔ اس کی لہجے میں یقین تھا کہ ایزد اس کے بارے میں نہیں جانتا۔ وہ ازمار کا سوچے بغیر ہی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ازمار بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ غزال ریش ڈرائیونگ کرتی ہوئی اپنے آفس آئی تھی۔ آفس آتے ہی اس نے ریسیپشن میں ایزد کا پوچھا تھا۔ جیسے ہی اس نے ایزد کے میٹنگ میں ہونے کا بتایا وہ سیدھا میٹینگ روم میں چلی گئی۔ کسی نے اس کو روکے کی غلطی نہیں کی تھی۔ ازمار بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔ غزال نے جیسے ہی میٹینگ روم کا دروازہ کھولا ایزد کو لگا کوئی ملازم ہے۔ اس نے بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا۔ مگر سامنے غزال کو روتا دیکھ کر وہ فوراً اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔ غزال بھاگ کر اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"غزال۔۔۔میری جان کیا ہوا ہے اس طرح رو کیوں رہی ہو۔۔۔"

اپنی عزیز از جان بہن کو اس طرح روتے دیکھ کر اس کا دل بند ہونے کو تھا۔

بھ۔۔بھا۔۔بھائی مم۔۔۔۔مرتضیٰ بھائی۔۔ہمیں چھوڑ کے چلے گئے"

"ہیں۔۔۔

غزال نے ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے ایزد کو بتایا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو غزال؟؟"

ایزد کو یقین نہیں آیا تھا اس لئے بے یقینی سے بولا۔

"مم۔۔۔موم نن۔۔نے بتایا ہے۔۔"

وہ اب بھی رو رہی تھی۔ازمار نے پہلی بار دوسروں کو رولانے والی لڑکی کو خود روتے دیکھا تھا۔اس کو افسوس تھا اس کے بھائی کے مرنے کا۔ایزد آنے والوں سے معذرت کرتا اس کو لے کر گاؤں کے لئے نکل گیا۔ازمار بھی ان کے ساتھ ہی گاؤں گیا تھا۔

وہ ہاتھوں میں کچھ سامان پکڑے گھر میں آیا ہی تھا کہ اس کی نظر غانیہ پر پڑی جو صبح سے کام کر رہی تھی۔ ابھی گھر میں تعزیت کے لئے لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ اس کی کچھ ٹیچرز تھیں جو اس کی مدد کے لئے آجاتی تھیں۔ اس لئے آج بھی وہ غانیہ کے گھر پر موجود تھیں۔ اس کو سامان دے کر وہ ابھی صوفے پر بیٹھا ہی تھا کہ اس کا موبائل رنگ ہوا۔ منہاج کالنگ دیکھ کر اس نے تھکے تھکے سے انداز میں فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگایا۔

"کہاں ہو تم؟؟"

تھکاوٹ کی وجہ سے وہ منہاج کی لہجے کی حد درجہ سنجیدگی محسوس نہیں کر سکا تھا۔

"ایک ایڈریس بھیج رہا ہوں وہاں آجاؤ۔۔"

زویزان نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ اگلے دس منٹ میں وہ وہاں موجود تھا۔

"گاؤں چلو۔۔زویزان۔۔"

"کیاہواہے؟؟حیریت ہے؟؟"

زویزان کو کسی انہونی ہونے کااندیشہ ہواتھا۔منہاج کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ زویزان کو کس طرح بتائے۔غانیہ بھی وہیں آگئی تھی۔مہمانوں کو چائے دے کر وہ واپس چلی گئی۔

"منہاج میں مجھ پوچھ رہاہو؟؟"

زویزان نے غصے سے کہاتووہ اس کو لے کر ایک طرف چلا گیا۔وہاں کا منظر کچن کی کھڑکی سے باآسانی دیکھا جاسکتا تھا۔

"..مرتضیٰ بھائی اس دنیامیں نہیں رہے"

اس کی بات سن کر وہ سانس بھی نہیں لے سکا تھا۔

"بکواس بند کرواپنی۔۔۔"

زویزان اس کے منہ پر مکامارتے ہوئے دھاڑا تھا۔اس کی دھاڑ پر غانیہ توکیا اس کی ٹیچرز بھی سہم گئی تھیں۔

میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔ تمہیں تمہارے گھر سے فون بھی کیا تھا پر تمہارا"
"نمبر بند تھا۔اس لئے مجھے آنا پڑا۔

منہاج جانتا تھا یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔اچانک سے اتنا بڑا صدمہ وہ برداشت نہیں کر سکے گا۔اس لئے زویزان کے مکے کو نظر انداز کر کے بولا۔زویزان کو لگا سانس نہیں لے سکا تھا۔

"نہیں۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔"

اس کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔وہ بے بسی سے کہتا ہوا زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ منہاج نے اس کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا تو وہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔اپنے اکلوتے دوست کو اس طرح روتے دیکھ کر اس کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔

"زویزان گھر چلو۔۔۔"

منہاج نے اس کو خود سے الگ کر کے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔کچن میں کھڑی غانیہ کو زویزان کے آنسوؤں نے تکلیف دی تھی۔

"غ۔۔غ۔۔غانیہ۔۔۔؟؟"

زویزان کو سب سے پہلا خیال اسی ک آیا تھا۔

"غانیہ...؟؟"

منہاج نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"بعد میں بتاؤں گا پہلے تم اس کو اپنے ہوسٹل لے کر جاؤ۔۔۔"

زویزان اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔ منہاج بس سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ کچن میں آیا تو وہ اور اس کی ٹیچر زاسی کو دیکھ رہی تھیں۔

"غانیہ اپنا سامان پیک کریں آپ کو ہوسٹل چھوڑ دوں۔۔"

زویزان نے اس کو دیکھے بغیر کہا اور خود بھی اپنا سامان پیک کرنے چلا گیا۔ غانیہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی مگر اس نے مہلت ہی کب دی تھی۔ وہ تو بس غانیہ کو حکم سن کر چلا گیا تھا۔

"غانیہ بیٹا آپ جاؤ۔۔"

اس کی ایک ٹیچر نے کہا تو وہ نم آنکھوں سے سر ہلا کر چلی گئی۔

وہ سب حویلی میں موجود تھے۔ابھی صبح تک سب اتنے پر سکون تھے۔اب صفِ ماتم بچھا ہوا تھا۔سب کہ آنکھیں نم تھیں۔ہر کوئی خان حویلی کے لاڈلے کی موت پر ماتم کناں تھا۔درعین کی حالت گزرتے وقت کے ساتھ بگڑتی ہی جارہی تھی۔دلاور کا بھی تورورو کر برا حال تھا۔غزال، رائحہ خان کے گلے لگی رورہی تھی۔ایزد، حدی اور زویزان کے پاس تھا۔حدی کی آنکھوں کی خطرناک حد تک سرخی بتارہی تھی کے وہ ضبط کے کن مراحل سے گزر رہا ہے۔تعزیت کے لئے آئے لوگوں سے وہی مل رہا تھا۔اپنے جوان بیٹے کی موت نے جلال خان کو نڈھال کر دیا تھا۔

وہ جیسے ہی کلاس روم سے باہر آئی تو اس کا فون رنگ ہوا۔کال کرنے والے کا نام دیکھ کر وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی۔

(یہ مجھے کیوں کل کر رہے ہیں؟؟)

اس نے کچھ سوچ کر کل پک کر لی۔

"ہیلو۔۔مروہ!!!آپ ابھی مجھے یونی کی پارکنگ میں مل سکتی ہیں؟؟"

فون اٹھاتے ہی وہ ایک ہی سانس میں ساری بات کر گیا۔

"میں آتی ہوں۔۔"

مروہ نے بس اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔اور پارکنگ کی طرف قدم بڑھ دیے۔امنہاج کے ساتھ کسی لڑکی کو دیکھ کر نہ جانے کیوں اس کو برا لگا تھا۔

"!!اسلام و علیکم"

منہاج کے سلام کا جواب مروہ نے بس سر ہلا کر دیا تھا۔

مروہ!!یہ غانیہ ہیں۔۔کیا آپ ان کو کچھ ٹائم کے لیے آپنے ہاسٹل لے کر" جا سکتی ہیں؟؟

"یہ آپ کی کوئی ریلیٹیو ہیں؟؟"

منہاج کی بات سن کر اس کے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا تھا۔

ابھی میں آپ کو زیادہ کچھ تو نہیں بتا سکتا پر میرا دوست جس گھر میں "
کروائے پر رہتا تھا۔وہ گھر ان کا اور ان کی دادو کا تھا۔۔ان کی دادو کی ڈیتھ ہو
"گئی ہے۔۔

منہاج نے آدھی ادھوری بات بتائی۔

"او۔۔۔سو۔۔سڈ۔۔"

Ohh so sad..

مروہ کو سچ میں دکھ ہوا تھا۔

"ان کے پیرینٹس۔۔؟؟"

مروہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"وہ بھی نہیں ہیں۔۔۔"

منہاج نے دکھ سے بتایا۔

"اچھا میں ان کو ہوسٹل لے جاتی ہوں۔۔"

مروہ نے فوراً ہامی بھری۔غانیہ کو دیکھ کر مروہ کو اس کے لئے دلی دکھ ہو تھا۔

"تھینکیو۔۔۔اور ایک اور بات۔۔؟؟"

منہاج نے تشکر سے کہا۔

"جی۔۔۔؟؟"

اس کا انداز سوالیہ تھا۔

"بہتر یہ ہی ہو گا کہ آپ ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔۔"

اس کی بات سن کر مروہ نے سر اثبات میں ہلا کر اس کو تسلی دی۔

تھینکیو۔۔۔ تھینکس اگین۔۔اپ ان کو ہوسٹل لے جائیں مجھے ابھی"

"ضروری کام ہے۔۔

منہاج کہہ کر چلا گیا۔مروہ غانیہ کو لے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ساتھ ہی ساتھ وہ اس سے سوال بھی کر رہی تھی۔ہوسٹل میں اس نے

یہ کہا تھا کہ وہ اس کی کزن ہے۔اور وہ اس کو اپنے روم میں ہی رکھنا چاہتی ہے۔ جس کی وجہ سے غانیہ کو اس کے ساتھ ہی کمرہ شیئر کرنے کی اجازت مل گئی۔

تین دن بعد

آج مرتضیٰ کو مرے ہوئے تین دن گزر گئے تھے۔ حدی نے جرگہ بیٹھایا ہوا تھا۔ سب لوگ جمع تھے۔

"ونی کرو گا میں۔۔"

حدی کی آواز پر سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"ہمیں منظور ہے۔۔۔"

جازم شاہ کی آواز پر سردار نے اپنے ساتھ بیٹھے وگوں سے مشورہ کر کے سب کو فیصلہ سنایا۔

آج سب کی موجودگی میں جرگہ یہ فیصلہ سناتا ہے کہ کل جازم شاہ کی بیٹی "
"کو مرتضیٰ خان کے خون کے بدلے ونی کی جائے گا۔

ان کا فیصلہ سنتے ہی سب لوگ آپس میں باتیں کرتے وہاں سے چلے گئے۔ جلال خان کو غصہ تو بہت آیا تھا۔ مگر لوگوں کی موجودگی کا خیال کر کے خاموش رہے تھے۔

گھر آتے ہی انہوں نے غصے سے حدی کو کہا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔۔؟؟ کیا بکواس کر کے آئے ہو جرگے میں ؟؟"

جلال خان کی دھاڑ پر حدی کی سرخ آنکھوں میں غصے کی سرخی مزید بڑی تھی۔

"کیا غلط کیا ہے میں نے ؟؟"

حدی کے انجان بننے پر جلال خان کو مزید غصہ آیا تھا۔

کسی کی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کرنے سے پہلے ایک بات اپنی بہن کو بھی"
"دیکھ لینا۔
"..میری کوئی بہن نہیں ہے"
حدی نے بے تاثر لہجے میں کہا۔
تم غزال کو بھول گئے ہو۔۔۔میں تمہیں یہ کرنے کی اجازت ہر گز نہیں"
"دیتا۔
جلال خان کی بات سن کر پہلے تو اس نے خیرت سے دیکھا پھر غصے سے بولا
۔
"کوئی ہات تو لگا کر دیکھائے اس کو....میں۔۔۔"
حدی کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی جلال خان نے اس کی بات کاٹ
دی۔
تم دوسروں کی بیٹی کسی اور کی بہن کے ساتھ کچھ بھی کرو اور کوئی تمہاری"
"بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی یہ دیکھے۔واہ۔۔خان زادہ حدی۔۔واہ۔۔

جلال خان کی بات سن کر حدی کی آنکھیں خطرناک حد تک سرخ ہوئی تھیں۔

"اس کے بھائی نے میرے بھائی کو جان سے مارا ہے۔۔۔"

وہ غرایا تھا۔اس کی آنکھیں دیکھ کر کوئی بھی نارمل انسان بے ہوش ہو جاتا۔

کسی کے کیے کا بدلا اس کی اولاد نہیں دے گی۔۔جو قتل کرے گا اسی سے"
اس کا بدلہ لیا جائے گا۔یہ بات ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ
"وسلم کا ارشاد ہے۔اب تم ان کے خلاف جا رہے ہو۔۔

"میں خون بہا مانگ رہا ہوں جو کے بلکل جائز ہے۔۔"

جلال خان کی دلیل کو اس نے بھی دلیل سے رد کیا تھا۔

خون بہا میں تم جتنی چاہو دولت مانگو۔۔۔چاہے ان کو سڑک پر لے"
آؤ۔۔۔میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔۔پر کسی کی بیٹی کی زندگی برباد کرنے
"کی اجازت میں تمہیں نہیں دوں گا۔۔

جلال خان نے اس کو روکنے کی ایک اور کوشش کی تھی۔

تاکہ سب کہیں کہ میں نے اپنے بھائی کا خون بیچ دیا ہے۔۔۔مجھے وہی "
"..چاہیے
حدی کے آخری الفاظ میں عجیب سی ضد تھی۔ جس کو محسوس کر کے جلال خان کے ی ہی دیر کچھ بول ہی نہیں سکے تھے۔انہوں نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کے حدی نے سختی سے ٹوک دیا۔
اس کے آگے میں کچھ نہیں سنوں گا۔۔وہ لڑکی ہر حال میں ونی ہو کر "
"آئے گی۔۔
وہ کہہ کر روکا نہیں تھا۔ پیچھے سے جلال خان اپنا غصہ ضبط کر کے رہ گئے تھے۔

وہ سب لاؤنج میں جمع تھے۔

"تایاسائیں۔۔۔آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟؟آپ نور کو ونی نہیں کریں
"گے۔۔۔

ازمار نے جازم شاہ کو سختی سے منع کیا تھا۔نور نے بھی کچھ کہنا چاہا تھا مگر جازم شاہ غصے سے دھاڑے۔

"تم ہوتے کون ہو بڑوں کی بات سے انکار کرنے والے۔۔؟؟"

"تایاسائیں۔۔آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔آپ اچھی طرح جانتے ہیں ونی
"میں گئی لڑکی کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔۔۔

ازمار نے جازم شاہ کو روکنے کی ایک اور کوشش کی تھی۔

"تو کیا میں اپنے بیٹے کو مرنے کے لئے دے دوں۔۔؟؟"

مرنے دیں۔۔۔قتل اس نے کیا ہے تو سزا نور کیوں بھگتے؟؟"

ازمار کو ان کی ناانصافی پر غصہ آیا تھا۔

"بکواس بند کرواپنی۔۔۔میرا بیٹا ہے اذان۔۔۔"

جازم شاہ کی دھاڑ پر سب عورتیں ڈر یں تھیں۔ جبکہ ازماران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہی کہ انداز میں بولا۔

"نور بھی آپ کی بیٹی ہے۔۔۔اگر آپ نے نور کو ونی کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔

"تو تم خود بتاؤ کون اس جیسی لڑکی سے شادی کرے گا؟؟اچھا ہے ہمارے سر سے مصیبت بھی تر جائے گی۔۔

جازم شاہ کی بات سن کر نور کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل کر گال پر پھسلے تھے۔ حنا شاہ تو تڑپ گئی تھیں۔ جبکہ گھر کے باقی افراد نے نور کو حقارت سے دیکھا تھا۔ایک ازمار ہی تھا جو اس کے حق میں سارے گھر والوں کے خلاف جا رہا تھا۔

"تایا سائیں۔۔اس کا مطلب یہ نہیں۔ہے کہ ہم اس کو بوجھ کی طرح سر سے اتار دیں۔۔۔نور ونی نہیں۔ہو گی۔۔اگر آپ نے اس کو ونی کیا تو میں پورے گاؤں پر کیس کر دوں گا۔۔"

ازمار نے نور کو ونی ہونے سے روکنے کے لئے دھمکی دی تھی۔

"جاؤ۔۔۔کر کے دیکھ لو۔۔۔"

جازم شاہ پر کب کسی کی بات کا اثر ہوتا تھا؟؟

"ایسا ہے تو ایسا ہی صحیح۔۔"

وہ کہہ کر رو کا نہیں تھا۔ جبکہ جازم شاہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اور تم۔۔۔کل تیار رہنا۔۔تمہارا نکاح ہے خان زادہ حدی کے ساتھ۔۔"

"بابا سائیں۔۔۔۔میں۔۔۔"

نور نے ان کو بتانا چاہا تھا کہ وہ کسی کے نکاح میں ہے پر ان کے تھپڑ نے اس کی بات روک دی۔

"اپنے باپ کے آگے زبان چلاتی ہے۔۔۔بے حیا لڑکی۔۔اگے ایک لفظ نہ سنوں میں۔۔۔بول نے کہہ دیا ہے کے کل تیرا نکاح ہے۔۔"

جازم شاہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھے تھے مگر حنا شاہ کی آواز پر ان کے قدم روک گئے۔۔

ایسامت کریں آپ جانتے ہیں ونی ہوئی لڑکی کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا"
"ہے۔۔
میں اس دو ٹکے کی لڑکی کے لئے اپنے بیٹے کی جان کو خطرے میں نہیں"
ڈال سکتا۔۔اور اب اگر تم نے اس کی سفارش کی تو تم بھی اپنے گھر چلی جانا
"مجھے کوئی ضرورت نہیں تمہاری۔۔
جازم شاہ کی بات سن کر وہ کچھ دیر کے لئے سکتے میں چلی گئی تھیں۔چند لمحے لگے تھے انہیں نور کو چننے میں۔۔انہوں نے کچھ کہنا چاہا تھا پر نور نے اپنی ماں کے منہ پر ہاتھ رکھ کر سر نفی میں ہلا کر ان سے التجا کی تھی۔وہ اتنی خود غرض نہیں تھی کہ خود کو بچانے کے لئے اس عمر میں اپنی ماں کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ لگوا لیتی۔سب اپنے اپنے پورشنز کی طرف چلے گئے۔نور ہمیشہ کی طرح اپنی بد قسمتی پر ماتم کناں تھی۔

وہ پولیس سٹیشن میں آکر سینیئرز کے سامنے کھڑا ان کو کہہ رہا تھا۔

"سر! کوئی توری ایکشن لیں۔۔۔"

"وہ ایریا ہمارے انڈر نہیں آتا۔۔۔"

ڈی ایس پی نے انکار کیا۔

ہمارے انڈر نہیں آتا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ظلم کو نہ"

"روکیں۔۔۔ ہمارا کام ہی لوگوں کو تحفظ دینا ہے۔۔ ظلم کو روکنا ہے۔۔۔

ازمار کو ان کی بات سن کر غصہ ہی تو آگیا تھا۔

وہ ایریا ہمارے انڈر نہیں آتا۔۔۔ اس لئے ہم کسی بھی قسم کا کوئی ایکشن"

"نہیں لے سکتے۔۔۔۔ اس کے آگے نہ۔ میں کچھ نہیں سنوں گا۔۔

ڈی ایس پی نے ختمی انداز میں کہا۔

"آپ غلط کر رہے ہیں سر۔۔"

"اب آپ جا سکتے ہیں۔۔ مسٹر ازمار شاہ۔۔"

اس کو جانت کا کہہ کر وہ خود کام میں مصروف ہو گئے تھے۔ وہ اپنا غصہ ضبط کرتا وہاں سے چلا گیا۔ اپنی بے بسی کا غصہ ازمار نے اپنے آفس میں آکر دروازے پر نکالا تھا۔

اس نے اپنا پورا کمرہ دیکھ لیا تھا۔ مگر اس کو فون نہیں ملا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"پلیز۔۔ کنگ کہاں ہیں آپ۔۔؟؟ یہ لوگ میرا نکاح پر نکاح کروانے لگے ہیں۔۔ کوئی میری بات نہیں سن رہا پہلے تو ہر ٹائم میرے سر پہ منڈراتے تھے اب مجھے آپ کی ضرورت ہے تو نہیں ارہے دونوں کے لیے ائے ہو گیا۔ اللہ جی میرے پاس کنگ کو بھیج دے۔۔"

نور نے بے بسی سے کہا۔انکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ساتھ ہی ساتھ وہ اپنا فون بھی ڈھونڈ رہی تھی۔وہ ایک جگہ کو بار بار دیکھ رہی تھی کہ شاید اس کو دیکھنے میں غلطی ہو رہی ہو مگر فون وہاں ہوتا تو ملتا۔

وہ اس کو لے کر جرگے میں پہنچے تو سب پہلے سے وہاں موجود تھے۔نور کی آنکھوں سے آنسو لڑی کی صورت بہہ رہے تھے۔اس کی نظر جیسے ہی حدی سائیں پر پڑی تو اس کو فوراً یاد آ گیا کہ حدی سائیں نے اس کو گنڈوں سے بچایا تھا۔ساتھ ہی حدی سائیں کو گولی لگنا بھی یاد آیا تھا۔

پہلے تو صرف گولی ماری تھی۔اب کی بار تو کنگ ان کو جان سے مار دے)
(گا۔میں یہ نکاح نہیں کر سکتی۔

نور نے سوچتے ہوئے قدم آگے کی طرف بڑھا دیے۔وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔مولوی صاحب نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نکاح شروع کیا۔

"کیا آپ کو خان زادہ حدی سے یہ نکاح قبول ہے؟؟"

نور نے ایک نظر سامنے بیٹھے خانزادہ حدی کو اور پھر ونی ہونے کا تماشہ دیکھنے کے لئے آئے لوگوں کے مجمعے کو دیکھا۔ان کو دیکھ کر اس نے ایک نظر اپنے باپ کو دیکھا جو اس کے نکاح میں ایسے کھڑے تھے جیسے نور ان کی نہیں بلکہ کسی اور کی بیٹی ہو۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟"

مولوی صاحب نے پھر سے سوال پوچھا۔ہر کوئی جانتا تھا اس کا جواب کیا ہے۔وہ ونی ہو رہی تھی یہ تو بس ایک فارمیلیٹی تھی۔جو نور سے سوال کر کے پوری کی جا رہی تھی۔نور کی آنکھوں کے سامنے ایول۔کنگ کی وحشت زدہ آنکھیں گھوم گئیں۔

"نہیں۔۔۔مجھے یہ نکاح قبول نہیں ہے۔۔"

نور کی نظر خانزاہ حدی پر تھی۔آنکھیں صنط سے سرخ ہو رہی تھیں۔سارے مجمعے میں سانپ سونگھ گیا تھا۔حدی کی آنکھیں پھیل گئ

تھیں۔ حدی کو اس سے اپنے پہلی دو ملاقاتیں یاد تھیں۔ اس کو بلکل امید نہیں تھی کہ یہ ڈرپوک لڑکی یہ جرأت کر سکتی ہے۔ خود جازم شاہ بھی بے یقینی سے نور کو دیکھ رہے تھے۔ ایک معمولی سی لڑکی نے ایک جھٹکے میں صدیوں سے چلتی روایت کو توڑ دیا تھا۔ نور فوراً کھڑی ہو گئی۔

"مجھے نہیں کرنا کسی سے کوئی نکاح۔۔۔"

وہ کہہ کر رو کی نہیں تھی۔ جازم شاہ تو ابھی تک ششدر سے کھڑے اپنی اس بیٹی کو سب کے بیچ سے گزر کر جاتا دیکھ رہے تھے۔ ان کو کم از کم نور سے اس ہمت کی توقع نہیں تھی۔

اس لڑکی کی یہ جرأت کے وہ ہماری صدیوں سے چلتی روایت کو توڑ"

"دے۔۔

ابراہیم خان اپنے پورے جاہ و جلال سے دھاڑے تھے۔ ان کی دھاڑ کے ساتھ ہی مجمعے میں چہم گویاں شروع ہو گئی تھی۔

"اس لڑکی کی ہمت تو دیکھو ذرا۔۔"

"پورے گاؤں کے سامنے نکاح سے انکار کر دیا۔۔"

"ایک ہی لمحے میں صدیوں سے چلتی اس روایت کو توڑ دیا۔۔۔"

"یہ تو خان زادہ حدی کی بے عزتی ہے۔۔"

اس نے تو سارے گاؤں کے سامنے خانوں کی عزت خاک میں ملا"

"دی۔۔

ابراہیم خان غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

کل تک یہ لڑکی مجھے ہر حال میں اپنے گھر پر ونی کی صورت"

چاہیے۔۔۔جازم شاہ اگر ایسا نہیں کیا تو تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے

"پورے خاندان کے انجام کی ذمہ دار وہ لڑکی ہو گی۔۔

ابراہیم خان جھکے سر کے ساتھ کھڑے جازم شاہ کو دیکھ کر اپنا حکم سنا کر

جانے ہی والے تھے کے حدی پتھریلے لہجے میں بولا۔

"کل کیوں آج ہی وہ خان حویلی میں ہو گی۔۔۔"

حدی کی بات پر چہم گویاں تھمی تھیں۔اس کی آنکھوں کی وحشت دیکھ کر ہر کسی کواس سے خوف محسوس ہوا تھا۔کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کے سانس بھی لے سکے۔۔وہ وہاں سے چلا گیا تھا مگر اس کی وحشت اور اس کی آواز کی سختی اتنی تھی کے اس کے جانے کے بعد بھی کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے گھر جانے کا بھی نہیں سوچ سکے تھے۔کتنی ہی دیر سب ویسے ہی ساکت کھڑے رہے تھے۔ابراہیم خان کروفر سے گردن اکڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے ان کے جانے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔جنگل میں لگی آگ کی طرح یہ خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی کہ جازم شاہ کی بیٹی نے پورے گاؤں کے سامنے خان زادہ حدی سے نکاح کرنے سے انکار کر کے ونی کی رسم کو توڑ دیا ہے۔گاؤں کی بہت سی عورتوں کو خوشی ہوئی تھی اس رسم کے ٹوٹنے کی۔کئیں لوگوں نے خوشیاں منائیں تھیں کہ کوئی تو آیا ہے، کسی نے تو اس رسم کو توڑنے کی ہمت کی ہے۔

وہ اپنے کچھ آفیسرز کو لے کر گاؤں کے لئے نکلنے ہی والا تھا کہ اس کو ڈی ایس پی نے بلا لیا۔

"مسٹر ازمار شاہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟؟"

ڈی ایس پی کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔

"خان زادہ حدی کو اریسٹ کرنے کے لئے۔۔۔"

ازمار نے بغیر ڈرے ڈی ایس پی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"ان کا جرم جان سکتا ہوں۔۔؟؟"

ان کا لہجہ اب بھی سختی لئے ہوئے تھا۔

خان زادہ حدی کسی لڑکے کے قتل کرنے پر اس کی بہن سے زبردستی" نکاح کر رہا ہے۔۔تالہ اس کی بے قصور بہن سے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لے۔۔"

ازمار کی آنکھیں حد درجہ سرخ ہو رہی تھیں۔

"کس سے پوچھ کر یا کس کی اجازت سے تم اس کو اریسٹ کرنے جا رہے ہو۔۔۔؟؟"

ڈی ایس پی کے لہجے کی سختی مزید بڑھی تھی۔ان کو شدید غصہ آ رہا تھا کہ ازمار نے ان کے منع کرنے کے باوجود یہ کام کیا ہے۔

"اس کے خلاف ایسٹ وارینٹ ہے میرے پاس۔۔اور میں اس کو اس کے انجام تک باخوشی پہنچاؤں گا۔"

ازمار کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر ان کو مزید غصہ آیا تھا۔ مگر اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

"اور یہ اریسٹ وارینٹ تم نے کس کی اجازت سے جاری کروایا ہے۔۔؟؟"

اس بار ڈی ایس پی کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

"جرم کو روکنے کے لئے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔"

ازمار نے اپنے جبڑے سختی سے بینچ لئے۔

تم ایسا کچھ نہیں کرو گے میں تمہیں اس سب کی اجازت کبھی نہیں دوں"

"گا۔۔۔اور یہ میرا اوڈر ہے۔۔

انہوں نے ختمی انداز میں کہا۔

میں ایسا کر چکا ہوں اور اب میں اس خان زادہ حدی کو جیل میں لا کر ہی دم"

" لوں گا۔

ازمار کا ضدی اور اٹل انداز دیکھ کر ڈی ایس پی کو مزید غصہ آیا تھا۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی تمہیں اس سے مسئلہ کیا ہے۔۔؟؟ کیا ثبوت ہے"

"تمہارے پاس کے وہ غلط آدمی ہے؟؟

ان کو ازمار کا اٹل لہجہ سخت زہر لگا تھا۔

وہ میری بہن کو ونی کر رہا ہے اور آپ ہیں کہ آپ کو ثبوت چاہیے کہ وہ"

ٹھیک ہے یا نہیں۔۔۔آپ جانتے بھی ہیں ونی کی گئی لڑکی کے ساتھ کیا

"سلوک ہوتا ہے؟؟

ان کی بات سن کر ازمار کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

اس کا مطلب تم اپنی پرسنل دشمنی نکال رہے ہو۔۔۔ مسٹر ازمار"

شاہ۔۔۔ یہ وردی ہے اور تم اس کو اپنی پرسنل دشمنی کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔۔۔ پہلے بھی تو ونی ہوتی تھیں تب تمہیں یاد نہیں تھا کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔۔ تب بھی تو تمہاری ڈیوٹی تھی کہ کسی لڑکی کو اس جرم کی سزا دی جا رہی ہے جو انہوں نے کیا ہی نہیں۔۔ تمہیں پتا ہے ہمارے معاشرے کا یہی مسئلہ ہے کہ ظلم ہو رہا ہو تو وہ دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں پر اس کو روکتے نہیں ہیں۔۔۔ پر جب وہی سب ہمارے گھر پر ہمارے کسی اپنے کے ساتھ ہوتا ہے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا اور ہم ظلم کو روکنے کے لئے ہر حد سے گزر جاتے ہیں۔۔ میں تمہیں یہ سب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔۔ ابھی کہ ابھی اپنے قدم روک لو ورنہ انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔۔"

ڈی ایس پی کی باتیں سن کر ازمار شرمندہ ہوا تھا۔

میں مانتا ہوں کہ میں نے اُس وقت اِس رسم پر دھیان نہیں دیا تھا پر اب "
میں اس رسم کو جڑ سے ختم کر کے رہوں گا۔۔۔اس کے لئے چاہے مجھے
"کچھ بھی کرنا پڑے میں کروں گا۔۔۔
ازمار کو ابھی بھی نہ روکتے دیکھ کر ڈی ایس پی نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا
تھا۔
مسٹر ازمار شاہ!!!!آپ اپنی پرسنل دشمنی کے لئے کسی بے گناہ کا اریسٹ "
وارینٹ نکلوا کر اس کو ایسٹ کرنے کی کوشش میں تین مہینے کے لئے
"سسپینڈ کیے جاتے ہیں۔۔۔اب آپ کہیں بھی جا سکتے ہیں۔۔
ڈی ایس پی کی بات سن کر ازمار نے بے یقینی سے آنکھیں پھیلا کر ان کو
دیکھا جو ایک ہی جھٹکے میں اس کا سب کچھ چھین چکے تھے۔
دکھ ہوا ہے تمہیں تمہاری سسپینشن کی خبر دیتے ہوئے۔۔تمہیں "
سسپینڈ کرنے کے آرڈرز ملنے کے بعد میں نے تمہیں یہاں بلایا تھا۔۔میں

نے کوشش کی تھی کے تم روک جاؤ پر تم ٹھہرے سید زادے اپنی ضد کے
"پکے تمہاری ضد کا انجام ہے یہ۔۔
ڈی ایس پی نے دکھ سے کہا۔ جبکہ ازمار ساکت کھڑا اپنے سینیئر کو دیکھ رہا تھا۔ کتنی دیر لگی تھی اس کو بولنے کے قابل ہونے میں۔
"آپ میری اتنی چھوٹی غلطی کی اتنی بڑی سزا نہیں دے سکتے سر۔۔۔"
وہ بے بسی بھرے غصے سے بولا تھا۔
چھوٹی غلطی۔۔۔کچھ دیر سے ہم تمہارا کام دیکھ رہے ہیں۔۔ایک بار تم"
نے کسی اور کی جگہ پر کسی اور کو کنسٹرکشن کرنے کی اجازت دی
تھی۔انویٹیگیشن سے پتا چلا ہے کہ وہ جگہ ایک مڈل کلاس آدمی کی تھی جو
کہ کسی نے فیک پیپرز بنوا کر تمہیں دیکھائے تھے اور تم نے وہاں پر
"کنسٹرکشن شروع کروائی تھی۔
ڈی ایس پی کی بات سن کر ازمار کو اپنی اور غزال کی پہلی ملاقات یاد آئی
تھی۔

اس کے بعد تم نے کچھ لوگوں کی جان لی جو پتا نہیں کون تھے۔۔ تمہارے"
"پاس ان کے انکاؤنٹر کی اجازت بھی نہیں تھی۔
ان کی اگلی بات سن کر ازمار کو غزال کو بچانا یاد آیا تھا۔
اس ایول۔ کنگ نے اصلحے کی سمگلنگ کی تھی۔۔ تمہاری ڈیوٹی تھی کے"
"اس کی سمگلنگ کو روکو پر تم نے وہ بھی نہیں کیا۔۔
ازمار کو وہ دن یاد آیا تھا جب غزال نے اپنے ایک بیگ کے لئے پورا دن اس کو پورے شہر میں گھمایا تھا۔
تم خود بتاؤ کیا یہ غلطیاں کم ہیں تمہیں سسپینڈ کرنے کے لئے۔۔ اور ابھی"
بھی تمہاری غلطیوں کی لیسٹ ختم نہیں ہوئی۔۔ جا سکتے ہو تم۔۔ ازمار
"شاہ۔۔
ڈی ایس پی کی بات سن کر وہ وہاں سے نکل گیا تھا پر ذہن میں ایک ہی نام چل رہا تھا۔
" غزال ابراہیم خان"

وہ جیسے ہی حویلی آیا تھا۔غصے سے اس کا برا حال تھا۔

"کیا ہوا ہے ؟؟ حدی کہاں ہے وہ ونی۔۔۔؟؟"

سوال کرنے والی خانم بیگم تھی۔

اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ سے۔۔ مجھ سے نکاح کرنے سے انکار"

"کرنے کی۔۔؟؟

حدی نے غصے سے لاؤنج میں پڑے میز کو الٹا کرتے ہوئے دھاڑ کر کہا۔خانم بیگم خود اس کو دیکھ کر دو قدم پیچھے ہوئی تھیں۔سب لوگ حدی کو اتنے غصے میں دیکھ کر ڈر گئے تھے۔کسی ملازم کی تو ہمت ہی نہیں ہوئی تھی کے اپنی جگہ سے ہل بھی سکے۔جبکہ گھر کے کسی فرد میں اتنی ہمت نہیں تھی کے وہ حدی سے کوئی بھی سوال کرے۔

"How dare you Dil-noor Shah..How dare you ??"

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی انکار کرنے کی۔۔۔"

چند لمحوں میں اس نے پورا لاؤنج تہس نہس کر دیا تھا۔لاؤنج کی ایک ایک چیز زمین پر ٹوٹی بکھری اپنی بے قدری پر رو رہی تھی۔اُس کی آنکھوں میں اس وقت خون اترا ہوا تھا۔حدی کے سر پر خون سوار دیکھ کر ہر کوئی خوف سے کانپنے پر مجبور تھا۔وہ غصے سے اپنے کمرے میں گیا اور گن لے کر حویلی سے نکل گیا۔پیچھے رائحہ خان اپنا دل تھام کر رہ گئیں۔

"یااللہ!! خیر کرنا میرے بچے پر۔۔"

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔۔۔؟؟خانزادہ ہے وہ اپنے بھائی کا خون ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔"

خانم بیگم نے رائحہ خان پر اپنا غصہ اتارا تھا۔

"یہ سب کرنے سے میرا مرتضیٰ واپس نہیں آجائے گا۔۔ایک بیٹے کو کھو چکی ہوں دوسرے کو کھونے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔۔"

رائحہ خان نے روتے ہوئے ان کو دیکھ کر کہا۔

"کمزور مت بنو۔۔۔خان زادی ہو تم۔۔۔کچھ نہیں ہو گا اس کو۔۔۔"
خانم بیگم نے غصے سے کہا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ مھر دل کو اب بھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ آخر وہ ماں تھیں۔ انہوں نے نم آنکھوں سے دل میں اس کی سلامتی کی دعا کی تھی۔ مرتضیٰ کی موت نے ان کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

جیسے ہی اس نے شاہ حویلی میں قدم رکھا سب عورتوں نے خیرت و بے یقینی کی کیفیت سے اس کو دیکھا۔ جس کو جازم شاہ ونی کے لئے لے کر گئے تھے۔

اے لڑکی تو واپس کیسے آگئی ہے؟؟ تجھے تو ونی کے لئے لے کر گئے "
" تھے۔

سب سے پہلے سوال رو باب شاہ نے کیا تھا۔

"میں نے نکاح سے انکار کر دیا ہے۔۔۔"

نور نے سادگی سے جواب دے کر سب کو ہی دنگ کر دیا تھا۔ سب گھر والے تو گھر والے ملازم بھی ششدر سے اس کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔ جبکہ اس کے پیچھے جازم شاہ اور گھر کے دوسرے مرد اندر داخل ہوئے۔

"گھٹیا لڑکی یہ کیا کر آئی ہے تو۔۔۔؟؟ ونی سے انکار کیا ہے تو نے جانتی ہے اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔۔؟؟"

جازم شاہ دھاڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھے تھے۔ ان کو اتنے غصے میں دیکھ کر نور کا خون خشک ہوا تھا۔

"تجھے ذرا خیال نہیں آیا اپنے بھائی کی زندگی کا۔۔؟؟ بے حیا بے غیرت لڑکی۔۔۔ چھوڑوں گا نہیں میں تجھے۔۔"

ان کو اپنے قریب آتا دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔ جازم شاہ نے اس کو بازو سے دبوچتے ہوئے اپنے سامنے کیا اور ایک ساتھ کئی تھپڑ اس کے منہ پر مار دیے۔ وہ اتنے شدید تھپڑوں کی وجہ سے زمین پر گری تھی۔ کسی نے

آگے بڑھ کر اس کو چھوڑانے کی کوشش نہیں کی تھی سوائے حنا شاہ کے۔۔

"شاہ سائیں!!بس کر دیں۔ چھوڑ دیں اسے۔۔۔ مر جائے گی یہ۔۔۔"

جازم شاہ کو زمین پر پڑی نور کو ٹانگیں مارتا دیکھ کر وہ تڑپ گئی تھیں۔

"مر ہی جانے دو۔۔۔اس بے غیرت کو۔۔ جسے ذرا خیال نہیں آیا کہ اس بے غیرت کی اس حرکت کی وجہ سے اذان کی جان کو خطرہ ہے۔۔۔وہ خانزادہ حدی اذان کو جان سے مار دے گا۔۔

وہ مسلسل اس پر ٹانگوں کی برسات کرتے کہہ رہے تھے۔

"شاہ سائیں!!! میں بات کرتی ہوں اس سے اس کو سمجھاتی ہوں۔۔"

حنا شاہ اس بار ان کے اور نور کے درمیان بیٹھتے ہوئے گڑگڑا کر بولی تھیں

۔

"کیا سمجھاؤ گی اس کو؟؟؟ سارے گاؤں کے سامنے تو ذلیل کر آئی ہے۔۔"

انہوں نے حنا شاہ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر پیچھے ہوتے ہوئے کہا۔ نور اسی طرح زمین پر پڑی ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ گھر کے باقی تمام افراد بس خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ جازم شاہ غصے سے اذان کے کمرے کی طرف گئے تھے۔ جازم شاہ کے جاتے ہی باقی سب بھی وہاں سے چلے گئے تھے۔ سب کے جاتے ہی حنا شاہ نور کو لے کر اس کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ اس کو دوائی لگا کر آرام کرنے کا کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ تاکہ نور کے لئے ہلدی والا دودھ بنا سکیں۔

"اذان۔۔۔"

وہ جیسے ہی کمرے میں آئے تو اس کو بیڈ پر اوندھے منہ سویا ہوا پایا۔ جازم شاہ کو اس کی فکر کھائے جا رہی تھی اور وہ گدھے گھوڑے بیچ کر ایسے سویا ہوا تھا جیسے نور اس کی نہیں بلکہ کسی اور کی بہن ہو۔

"اذان۔۔۔"

اس کو سو یاد یکھ کر وہ دھاڑے تھے۔ان کی دھاڑ پر وہ ہڑ بڑا کر اٹھا تھا۔

"کیا ہے؟؟ یہ کوئی طریقہ ہے کسی کو اٹھانے کا۔۔"

وہ نیند سے بھری آواز میں بد تمیزی سے بولا۔

وہ بے غیرت نور وہاں سارے گاؤں کے سامنے نکاح سے انکار کر آئی"

ہے۔۔میرا پریشانی سے برا حال ہے کے اب نہ جانے خان زادہ حدی کیا

"کرے گا اور تم ہو کے آرام سے گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔۔

وہ جازم شاہ کی پوری بات کیا سنتا نور کے ونی ہونے سے انکار کرنے کا سن

کر ہی پتھر ا گیا تھا۔

"اس ڈرپوک میں اتنی ہمت آئی کہاں سے۔۔؟؟"

اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو ذرا اونچا بولو۔۔"

جازم شاہ کو اس کی بڑبڑاہٹ بلکل سمجھ نہیں آئی تھی۔اذان نے چونک کر

ان کو دیکھ جیسے ابھی ہوش میں آیا ہو۔

"یہ ہمت نور کو دی کس نے ہے؟؟"

اذان کے انداز میں شک نہیں بلکہ یقین تھا۔

"نہیں نور ایسی لڑکی نہیں ہے۔۔۔ تمہیں اچھی طرح پتا ہے اس کا۔۔"

جازم شاہ کو اس کی بات پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔

"ڈیڈ!! ہم ہر وقت تو اس کی پہرا داری نہیں کر رہے ہوتے۔۔اور وہ روز ہاسپٹل بھی جاتی ہے۔۔ کیا گرنٹی ہے کے نور کو یہ ہمت کسی لڑکے نے نہیں دی۔۔۔"

اذان کی بات سن کر ان کو بھی نور پر شک ہوا تھا۔

"اچھا۔۔ایسا کرو تم ابھی کے ابھی فوراً جاؤ یہاں سے وہ خان زادہ سب سے پہلے یہاں ہی آئے گا۔۔۔ میں یہاں پر سب سنبھال لوں گا۔۔"

جازم شاہ نے اس کو بستر سے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ نور۔۔؟؟"

اذان کا ذہن ابھی تک نور میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

"اسکو میں دیکھ لوں گا۔۔"

وہ سر ہلاتا کھڑا ہو گیا۔ جازم شاہ نے اس کو حویلی کے پیچھلے دروازے سے وہاں سے نکالا تھا۔ خود بھی وہ اس کے ساتھ تھے۔

ابھی سب کو اپنے اپنے پورشنز میں گئے کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ وہ اپنے گاڈز کے ساتھ شاہ حویلی میں داخل ہوا تھا۔ اس کے گاڈز نے شاہ حویلی کے گاڈز کو روکا تھا۔ وہ غصے سے دندناتا اندر چلا گیا۔

"اذان شاہ۔۔۔"

حدی کی دھاڑ اتنی اونچی تھی کے گھر پر کام کرتے سب ملازم اپنی اپنی جگہ پر ساکت ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھیں حد درجہ سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کی آواز سن کر حنا شاہ بھی کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔ نور کمرے میں ہی اس کی آواز سن کر سہم گئی تھی۔

"اذان شاہ کہاں ہے۔۔؟"

حدی کے لہجے میں بلا کا غصہ تھا مگر بد تمیزی نہیں تھی۔

"وہ گھر پر نہیں ہے۔۔۔"

انہوں نے بس حدی کے بارے میں سنا ہی تھا۔آج پہلی بار اس کو دیکھا تھا۔ایک سایہ سا ان کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔اس نے گن سے اپنا ماتھا مسلتے ہوئے اپنا غصہ کم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"اپنی بیٹی کو بلائیں۔۔۔"

اس نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے حنا شاہ کو دیکھ کر سخت لہجے میں کہا۔وہ جو اپنی ماں کا سوچ کر ڈرتے ڈرتے کمرے باہر آئی تھی حدی کی بات سن کر مزید ڈر گئی۔وہ مرے مرے قدم اٹھاتی اس کے سامنے آکر رک گئی۔اپنے غصے میں اس کے زخموں کو نہیں دیکھ سکا تھا۔حدی نے اپنے ساتھ آنے والے گاڈ کو کہا۔

"مولوی کو بلا کر لاؤ۔۔"

گاڈ سر ہلا کر وہاں سے چلا گیا جبکہ نور نے خوف سے سر نفی میں ہلا کر ڈرتے ہوئے کہا۔

نن۔۔۔۔ نہیں۔۔ مم۔۔ میں۔۔۔۔ یی۔۔ یہ۔۔ نن۔۔ نکاح"

"نن۔۔ نہیں کروں گی۔۔

اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔ حدی کے خوف سے وہ ٹھیک سے جملہ بھی ٹھیک سے ادا نہیں کر سکی تھی۔

"اچھا۔۔ تو نہ کرو۔۔ خون کے بدلے خون۔۔۔"

حدی نے اپنا غصہ بمشکل ضبط کرتے اپنی گن کا روح حنا شاہ کی طرف کر کے کہا۔

"آہ۔۔۔"

اپنی ماں کی طرف گن کا رخ دیکھ کر نور کی چیخ نکل گئی تھی۔ اس نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھایا ہی تھا کے وہ خوف سے بولی۔

پپ۔۔۔پلیز۔۔۔ چھچھ۔۔۔۔ چھوڑ دیں ان کو"

"مم۔۔۔میں۔۔نن۔۔نکاح کروں گی۔۔

اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

(اللہ مجھے معاف کر دینا۔۔۔)

نور نے دل میں سوچا تھا۔حدی نے فاتح نظروں سے نور کو دیکھا تھا۔جس نے اس گاؤں کی صدیوں سے چلتی روایت کو توڑنا چاہا تھا مگر حدی نے اس کو ناکام کر دیا تھا۔کچھ دیر میں ہی وہ اس سے نکاح کر کے اس کو لے کو خان حویلی چھوڑ کر حویلی سے چلا گیا تھا۔

نور کو حویلی میں دیکھ کر سب لاؤنج میں جمع ہو گئے تھے۔سب نے ہی اس کو حقارت سے دیکھا تھا۔درعین کو دیکھ کر نور سانس تک لینا بھول گئی تھی۔آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئی تھیں۔اس کا اپنا دل رکتا ہوا محسوس

ہوا تھا۔اس کو بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ اذان نے جس مرتضیٰ خان کو قتل کیا ہے وہ درعین کا شوہر ہے۔درعین کا بھی کچھ یہی ری ایکشن تھا۔

"عینا۔۔۔"

نور نے آگے بڑھ کر اس سے ملنا چاہا تھا مگر خانم بیگم نے اس کے سامنے آکر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور اپنے مخصوص رعب دار لہجے میں بولیں۔

زبان سنبھال کر رکھ لڑکی۔۔۔خبردار جو ہماری بیٹی کو اس نام سے بلایا" تو۔۔۔اور اپنی اوقات میں رہنا۔۔ونی میں آئی لڑکی کی کیا اوقات ہے یہ تو "تجھے پتا ہی ہو گا۔۔

اتنے شدید تھپڑ کی وجہ سے نور کی آنکھوں سے بے اختیار ہی آنسو لڑی کی صورت بہنے لگے تھے۔اس کو سمجھ نہیں آئی تھی کے یہ تکلیف درعین کے دکھ کی ہے یا اپنے پہلے سے زخمی منہ پر لگنے والے تھپڑوں کی۔

یہ ٹیسوے کسی اور کو دیکھانا۔۔۔یہاں یہ ڈرامے کام نہیں آئیں گے "
"۔۔ونی ہو کر آئی ہے۔۔۔اس لئے اپنی اوقات مت بھولنا۔۔

ان کی باتیں سن کر اس نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔ہر کوئی بس تماشا دیکھ رہا تھا کسی نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔آتے ہی اس کو کام پر لگا دیا گیا تھا۔

اس نے اپنے فام ہاؤس میں آتے ہی عمل کو ڈھونڈنے کے لئے لوگوں کو لگا دیا تھا۔حدی کی طرف سے وہ ایسے بے خبر تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔نور کی تو اس کو ویسے بھی کوئی فکر نہیں تھی۔

مجھے جلد سے جلد یہ لڑکی چاہیے۔۔۔مجھے نہیں پتا اس کو کہاں اور کیسے "
"ڈھونڈنا ہے۔۔۔۔بس مجھے یہ چاہیے۔۔۔۔

اذان فون پر کسی کو کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں جنون سوار تھا۔ اس نے بغیر دوسری طرف کے جواب کا انتظار کیے فون بند کر دیا۔

"تم صرف میری ہو۔۔۔ صرف میری۔۔۔ رمل شاہ۔۔۔ کسی اور نے تمہارے بارے میں سوچنے کی بھی کوشش کی تو اس کو جان سے مار دوں گا۔۔"

وہ تصور میں رمل سے محاتب تھا۔ آنکھوں میں جنون کی سرخی تھی۔

گاؤں آتے ہی ازمار کو سب سے پہلے یہی سننے کو ملا تھا کے دل نور شاہ نے سارے گاؤں کے سامنے نکاح سے انکار کر دیا تھا۔ پہلے تو ازمار کو دلی خوشی ہوئی تھی کے اس کی بہن نے گاؤں کی اس قبیح رسم کو توڑ دیا ہے۔ مگر اگلی خبر نے جیسے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ جب اس نے

سنا کہ خانزادہ حدی نے اس کے گھر جا کر اس سے نکاح کیا اور اس کو لے کر خان حویلی چلا گیا ہے۔اس کی آنکھیں خطرناک حد تک سرخ ہوئی تھیں۔

غزال ابراہیم خان۔۔۔ چھوڑنا تو میں نے تمہیں پہلے بھی نہیں"

تھا۔۔۔اب تو میری نور اس گھر میں ہے۔۔۔ان خانوں کو بھی مکافات

"عمل ہوتے دیکھنا پڑے گا۔۔۔۔

اس کی آنکھیں اس کے خطرناک ارادوں کا پتا دے رہی تھیں۔چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی۔۔اگر اس وقت کوئی اس کی آنکھوں میں غضب کی سرخی دیکھ لیتا تو خوف سے بے ہوش ہو جاتا۔اس کی اپنے ذہن میں پورا پلین ترتیب دے کر کسی کو فون کیا تھا۔

وہ گاڑی میں بیٹھا اس کے گھر سے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ گھر سے باہر آئی وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔وہ جا کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ابھی اس کو گھر سے نکلے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کو احساس ہوا کے کوئی اس کا پیچھا

کر رہا ہے۔اتنے میں وہ گاڑی اس کی گاڑی کے پاس آکر رک گئی۔اس لئے مجبوراً اس کو بھی گاڑی روکنی پڑی۔ازمار کو گاڑی سے نکلتا دیکھ کر وہ بھی اپنی گاڑی سے نکل گئی۔اتنے دن بعد اس کو دیکھ کر غزال کو اپنے دل میں سکون اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"گاڑی میں بیٹھو۔۔۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔غزال نے نا سمجھی سے اس کے انداز کو دیکھا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

اس کے حکم دینے پر غزال نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے جو کہا ہے وہ کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"

ازمار کے سخت لہجے پر غزال کا پارا ہائی ہوا تھا۔

تمیز سے بات کرو مجھ سے۔۔مت بولو پہلے بھی اس بد تمیزی کی وجہ سے"

"تم خوار ہو چکے ہو۔۔

وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتا غصے سے اس کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی گاڑی میں بٹھاتے ہوئے غصے سے بولا۔

"اب مجھے خوار کرنے کا انجام بھی دیکھو اور مکافات عمل بھی دیکھو۔۔۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔۔؟؟"

اس کو گاڑی کا دروازہ بند کرتے دیکھ کر غزال چیخی تھی۔ مگر وہ اس کو نظر انداز کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ازمار چھوڑو مجھے۔۔۔ کہاں لے کر جا رہے ہو۔۔۔؟؟"

غزال اس کی طرف مڑ کر چیخی تھی۔ وہ اس کی چیخوں کو نظر انداز کرتا گاڑی چلانا شروع کر چکا تھا۔

ازمار چھوڑو مجھے ورنہ چلتی گاڑی سے کود جاؤں گی۔۔۔ یہ کیا بد تمیزی" ہے؟؟"

اس کی دھمکی سن کر ازمار نے گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی تھی۔ کوئی بعید نہیں تھا کے وہ سچ میں چلتی گاڑی سے کود جاتی۔

"ازمار گاڑی روکو۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔یہ کیا حرکت ہے۔۔؟؟"

وہ غصے سے اس پر چیخ رہی تھی۔ مگر وہاں اس کی چیخوں کی پرواہ ہی کس کو تھی؟ وہ اس کو لے کر ایک انجان جگہ پر گیا تھا۔ غزال کو اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔ اس کی حد سے زیادہ سرخ آنکھیں ازمار کے ارادوں کا پتا بتا رہی تھیں۔ خود گاڑی سے اتر کر اس نے غزال کا بازو پکڑ کر اس کو گاڑی سے کھینچ کر اتارا اور اپنے اپارٹمنٹ میں لے گیا۔ اندر جاتے ہی اس نے غزال کو صوفے پر پھینکا تھا۔

"چھوڑو مجھے ازمار۔۔ جانتے نہیں ہو ابھی تم مجھے۔۔۔"

وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔ وہاں اس کے کسی دوست اور کچھ اور لوگوں کو دیکھ کر غزال کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔

"خان حویلی والوں کو جا کر کہہ دو ان کی پیاری صاحب زادی گھر سے بھاگ گئی ہے۔۔۔"

ازمار نے اس کو دھکا دے کر واپس صوفے پر پھینکتے ہوئے ایک آدمی کو کہا۔

"ازمار میں جان سے مار دوں گی تمہیں۔۔۔"

اس الزام پر وہ تڑپ ہی تو گئی تھی مگر اس کے سامنے غصے سے چیخ کر بولی تھی۔ازمار اس کے چلانے پر مسکرا دیا۔غزال کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔

"جاؤ کھڑے کیا ہو؟؟"

ازمار نے اس کو ابھی تک کھڑے دیکھ کر غزال کو غصہ دلانے کے لئے اس کو جانے کا اشارہ کر کے کہا۔

"ازمار۔۔۔"

اس کے جاتے ہی وہ کھڑے ہوتے ہوئے غرائی تھی۔

دنیا مکافات عمل ہے۔۔۔اس لئے اپنے پیارے حدی بھائی کے کیے کی "سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔۔

ازمار نے ایل ای ڈی پر شاہ حویلی کی سی سی ٹی وی کی فوٹیج پلے کی تھی جہاں حدی نور کی ماں کو گن پوائنٹ پر رکھے اس کو دھمکی دے رہا تھا۔غزال بے

جان سی صوفے پر ڈھے گئی۔اس کو نور پر فخر ہوا تھا کہ وہ گاؤں کی پہلی لڑکی ہے جس نے ونی کی رسم کو توڑا ہے۔

"نکاح ہے تمہارا۔۔۔شرافت سے مولوی کے سامنے ہاں کر دینا ورنہ ابھی تم بھی مجھے نہیں جانتی۔۔"

ازمار نے اس کو اسی کے نکاح کی اطلاع دیتے ہوئے آخر میں دھمکی بھی دی تھی۔

"نہیں میں نہیں کرو گی تم سے نکاح..؟"

اس نے تڑپ کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔رہو پھر میرے ساتھ بغیر نکاح کے۔۔۔کیونکہ واپس تو تم جا نہیں سکتی۔۔۔اور اگر گئی بھی تو وہ لوگ تمہیں نکال دیں گے۔۔۔"

ازمار کے کندھے آچکا کر شانِ بے نیازی سے کہا۔غزال نے ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کو دیکھ تھا۔جو سپاٹ چہرہ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مجبوراً اس کو نکاح کے لیے ہی ماننا پڑا۔

ایک ملازمہ اس کو لے کر ایک کمرے کی طرف آئی تھی۔نور نے ڈرتے ڈرتے اس اندھیرے کمرے میں قدم رکھا۔نور کے جاتے ہی اس نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

"آہ۔۔۔"

نور کا دل اچھل کر باہر آیا تھا۔وہ فوراً باہر کی طرف لپکی تھی مگر دروازہ باہر سے سختی سے بند تھا۔

دروازہ کھولیں۔۔۔کوئی ہے۔۔۔؟؟مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا"

"ہے۔۔۔کوئی ہے۔۔۔؟؟دروازہ کھولو۔۔

نور نے اپنی پوری قوت سے دروازہ بجایا تھا۔کافی دیر تک وہ دروازہ بجاتی رہی مگر کسی نے نہیں کھولا۔نور ڈرتے ڈرتے پیچھے مڑی تھی۔اس اندھیرے کمرے میں خود کو تنہا دیکھ کر وہ خوف سے لرزنے لگی تھی۔اس

ویران اندھیرے کمرے میں چوہوں کی آوازیں نور کو مزید خوف زدہ کر رہی تھیں۔اس کو اپنے پاؤں پر کچھ چڑتا ہوا محسوس ہوا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔آنکھیں انھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اس نے دیکھا کے ایک بڑا سا چوہا اس کی ٹانگ پر چڑ رہا ہے۔نور کی چیخوں نے کمرے کے در و دیوار ہلا رہے تھے۔

"نور نے؟؟کوئی ہے؟؟۔۔۔کوئی ہے۔۔۔دروازہ کھولو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔؟؟کوئی ہے" اپنی پوری قوت سے دروازہ بجایا تھا۔وہ جو اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔اس کی چیخوں کی آواز سن کر سٹور روم کی طرف آگیا۔جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا نور ایسے بھاگی جیسے کسی قید سے آزاد ہوئی ہو۔مگر بری طرح کسی چھوڑے وجود سے ٹکرا گئی۔اس نے سر اٹھایا تو سامنے حدی کو دیکھ کر اس کے خوف میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ایک ہی لمحے میں اس کو سب کچھ یاد آیا تھا۔

"کیا مصیبت ہے کیوں چیخ چیخ کر پورا گھر سر پر اٹھایا ہوا ہے؟؟"

اس نے غصے سے سرخ ہوتی آنکھیں نور کے چہرے پر گاڑ کر کہا تو نور اچھل کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔ مم۔۔۔مجھے۔۔۔ان۔۔۔اندھیرے۔۔۔سے۔۔۔ڈڈ۔۔۔ڈر۔۔۔لگتا۔۔۔ہے۔۔۔"

اس نے ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے بتایا تھا۔وہ بے تاثر چہرہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس کا مطلب یہ نہیں کے تم چیخ چیخ کر سب کی نیندیں حرام کرو۔۔۔تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے یہ۔۔۔"

اس کی سرد آواز پر نور کا دل سوکھے پتے کی طرح لرزا تھا۔

" جا کر سو جاؤ۔۔۔"

اس بار حدی کے لہجے کے ساتھ اس کا چہرہ بھی بے تاثر تھا۔

"کہاں پر۔۔۔؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے سادگی سے پوچھا تھا۔اس کے سوال پر حدی اس کو اپنے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں گیا تھا۔اس کا کمرہ دیکھ کر نور نے دل ہی دل میں اس کے بہترین ذوق اور اس کی نفاست کو سراہا تھا۔اب اس کے سامنے تو اس کی تعریف کرنے سے رہی۔اس کو کمرے میں لا کر وہ خود سونے کے لیے لیٹ گیا۔نور کتنی ہی دیکھ کھڑی سوچتی رہی کہ کہاں سوئے۔جب اس کو حدی کے سونے کا یقین ہو گیا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پیروں کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔اس نے احتیاط سے حدی کے پاؤں سے شوز اتارے اور کمبل اس پر ٹھیک کر کے وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔

میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی خان۔۔۔۔یہ سب کرنا میری (مجبوری ہے۔۔

نور نے بے بسی سے سوچا تھا۔نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔وہ بس زمین پر بیٹھی اپنی قسمت پر ماتم کرتی رہی فجر کی اذان ہوئی تو اس نے اٹھ

کر نماز ادا کی اور نیچے جا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ اپنے ساتھ کسی اچھے سلوک کی امید تو نہیں تھی مگر کوئی غلطی کر کے اپنے شامت خود نہیں بلوانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

آج کلاس میں ٹیسٹ ہو رہا تھا۔ اس نے ٹیسٹ دینے کے لئے سر اٹھایا تو اس کی بے ارادہ نظر پڑی کے ایک بچے نے چیٹینگ کر کے چیٹ پھینکی ہے۔ سر جو کلاس میں راؤنڈ لے رہے تھے داور کی سیٹ کے پاس ایک پیپر دیکھ کر غصے (Eassy) دیکھ کر اٹھایا تو اس میں ٹیسٹ میں دیا ہوا ایسے سے داور کو اٹھایا۔

"سٹینڈ آپ داور اعظم۔"

سر کی بات سن کر وہ کھڑا ہو گیا۔ ساری کلاس اُس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

" یہ کیا ہے؟؟آپ چیٹنگ کر رہے تھے۔"

"نن۔۔۔ نہیں سر۔۔۔"

سر کی غصے بھری آواز پر اس نے ڈرتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تھی مگر انہوں نے اس کی بات سنے بغیر ہی اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"یہ آپ کی چیئر کے پاس سے ملا ہے۔۔۔ جھوٹ بول رہے ہیں؟؟"

"سر۔۔۔"

سر کو داور کی بات نا سنتے دیکھ کر دائم کو برا لگا تھا۔ان کے غصے کی وجہ سے دائم نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔

"جی۔۔۔"

سر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

یہ داور کا نہیں ہے۔۔۔اس نے پھینکا تھا جو داور کے پاس آ کر گر گیا۔میں " نے خود دیکھا تھا۔

دائم نے داور کے برابر والی سیٹ پر بیٹھے لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چیٹنگ کرنے کے لئے اس کی طرف دیکھ رہے تھے؟؟"

سر نے غصے سے کہا تو اس نے فوراً سر نفی میں ہلا کر کہا۔

"نو۔۔۔ سر مجھے ٹیسٹ آتا ہے۔۔۔ میں نے تو لکھ بھی لیا ہے۔۔ آپ چاہیں تو سن لیں۔۔

"سناؤ۔۔۔"

سر نے مشکوک ہوتے ہوئے کہا۔ دائم نے ایسے سنانا شروع کیا تو وہ کتنی ہی دیر کچھ بول ہی نہ سکے۔ ایک پانچویں کلاس کے بچے کے منہ سے اتنی اچھی انگلش اور اس لیول کے بچے کے منہ سے میٹرک لیول کی انگلش سن کر سر خود بھی حیران ہو گئے تھے۔ کلاس کے کسی بچے کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کے اس نے کیا سنایا ہے۔ سر داور کو چھوڑ کر اس بچے کی کلاس لینے میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس کی کلاس لے کر سر نے لیٹ کینسل کر کے کہا کے وہ کسی

دن سرپرائز ٹیسٹ لیں گے۔داور نے اس کو تھینک یو کیا تھا۔آج بھی دلاور کو نہ دیکھ کر وہ دل ہی دل نہیں اداس تھا۔

دائم جب گھر واپس آیا تو اس کو اداس دیکھ کر اس کو شدید حیرت ہوئی تھی۔ وہ کبھی بھی سکول جانے کے نام پر یا سکول سے واپس آکر اداس نہیں ہوتا تھا۔جب سے وہ دونوں آئے تھے ملک تو آفس نا جانے کے بہانے ڈھونڈتا تھا۔اس لئے آج بھی گھر پر ہی تھا۔

"کیا ہوا ہے دائم....؟؟میرا پرنس اتنا اُداس کیوں ہے...؟؟"

اس نے دائم کو اپنی گود میں بٹھا کر کہا۔

"دلاور۔۔۔کچھ دن سے سکول نہیں آرہا۔۔۔"

دائم نے اُداسی سے جواب دیا تھا۔

"کیوں۔۔۔؟؟"

ملک نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا۔وہ جو پریشان سی وہاں آ رہی تھی دائم کی بات سن کر اس کے قدم وہیں رک گئے۔میرب ملک اور بہروز ملک بھی وہیں تھے۔اس کو کھڑا دیکھ کر میرب ملک نے کہا۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟؟؟آؤنا۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے بیٹا پریشان کیوں ہو؟؟؟"

بہروز ملک کی بات سن کر اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اپنے شوہر اور بیٹے کو دیکھا تھا۔یہ خبر ان دونوں کے لئے زیادہ پریشانی کا باعث تھی۔

بہروز ملک کی بات سن کر اُس نے سر اٹھا کر وحی کو دیکھا تھا جو ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اُسی کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے وحی سب ٹھیک ہے؟؟"

اس کو اَن ہونی کا احساس ہوا تھا۔

"مرتضیٰ کو اذان نے قتل کر دیا ہے؟؟"

ملک کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ دائم کو بے اختیار دلاور کے ڈیڈ کا نام یاد آیا تھا۔

"....اِس لئے وہ نہیں آ رہا تھا"

وہ بڑبڑایا تھا۔

"نور کو خان زادہ حدی ونی کر کے لے گیا ہے۔۔۔"

اس کی اگلی بات پر ملک کو لگا ساتوں آسمان اپنی تمام تر وسعت کے ساتھ اس کے سر پر آ گرے ہوں۔

"یہ مرتضیٰ کون ہیں؟؟"

دائم نے معصومیت سے پوچھا تھا۔

وحی میں اتنی ہمت نہیں تھی کے اس کو بتا سکتی مرتضیٰ کون ہے۔ اپنے آنسو ضبط کر کے وحی نے بمشکل دائم کی بات کا جواب دیا۔

"..دلاور کے ڈیڈ"

"میرے دلاور کے ڈیڈ؟؟؟"

اس نے بے اختیار پوچھا تو وہ بس سر اثبات میں ہلا کر رہ گئی۔ دائم کتنی ہی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ اس کو دائم کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی ملک کی ہو رہی تھی۔ دائم تو بچہ تھا۔ اس کو سنبھالا جا سکتا تھا پر ملک، وہ بچہ نہیں تھا کہ قتل اور ونی کا مطلب نا سمجھتا۔

"ڈیڈ۔۔۔ مجھے اُس سے ملنا ہے۔۔"

دائم نے ملک کی طرف دیکھ کر کہا۔

"....دائم آپ چینج کر لو۔۔۔ پھر بات کرتے ہیں"

وحی کی بات سن کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ملک کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ اس کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں۔

"...ملک"

وحی اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"نور کون ہے؟؟"

بہروز ملک اس کا چہرہ دیکھ کر اتنا تو سمجھ گئے تھے وہ اس کی جاننے والی ہے۔

"بہن ہے میری۔۔۔"

وہ چاہ کر بھی اپنے لہجے کی نمی نہیں چھپا سکا تھا۔وہ خاموش ہو کر رہ گئے۔

"یہ ونی کیا ہوتا ہے؟؟"

میرب ملک کا ذہن اس لفظ میں اٹکا ہوا تھا۔

"زندہ در گور ہوتے دیکھا ہے کبھی کسی کو؟؟"

اس کے سوال کرنے پر میرب ملک سانس بھی لینا بھول گئی تھیں۔

"مطلب..؟؟"

بہروز ملک نے نا سمجھی سے پوچھا۔

بیٹی مر جاتی ہے اپنے گھر والوں کے لئے۔۔۔اور وہاں پر اس کو روز مارا"
جاتا ہے۔۔جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارنی پڑتی ہے گھر کی لاڈلی

کو۔۔۔اور ظلم پر ظل یہ کے اس کے گھر والے اس کو دیکھ بھی نہیں
" سکتے۔۔۔

"تو بیٹیوں کو ونی کرتے ہی کیوں ہیں۔۔۔؟؟"

میرب ملک نے دکھ سے کہا۔نور کے ونی ہونے کا سن کر اُن کو ایسے ہی برا لگا تھا جیسے وہ ان کی ہی بیٹی ہو۔

"اپنی جان بچانے کے لئے۔۔بیٹیوں کو سولی لٹکا دیتے ہیں۔۔"

اس نے اپنے گاؤں کی رسم پر طنز کیا تھا۔

"اب کیا کرنا ہے؟؟"

وحی نے اس کو دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کرنا ہے۔۔۔"

اس نے بے بسی سے کہا۔وہ سب ہی پریشان ہو چکے تھے۔

خانم بیگم اپنے تخت پر بیٹھی تھیں جب ایک عورت عام سا لباس پہنے ایک ملازمہ کے ساتھ وہاں آ گئی۔

"یہ کون ہے؟؟؟"

خانم بیگم نے اپنے محسوس روعب دار لہجے میں کہا۔

"بی بی جی یہ میری جاننے والی ہے اِس کو نوکری چاہیے تھی۔اِس لئے آپ کے پاس لے آئی ہوں۔۔اگر کوئی کام ہو تو اس کو دے دیں۔۔"

"نام کیا ہے اس کا۔۔۔؟؟"

اُنہوں نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"بانو۔۔ہے جی۔۔"

اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ پڑھی لکھی نہیں ہے۔

"اچھا۔۔تو کیا کام کر لیتی ہو۔۔؟؟"

وہ عام سے حولیے میں تھی اور اس کا انداز بھی گاؤں کی عام عورتوں جیسا ہی تھا۔

"جی میں سارے کام کر لیتی ہوں۔۔"

وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔لے جاؤ اس کو اور کام بھی سمجھا دینا۔۔"

انہوں نے اپنی پرانی ملازمہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شکریہ بی بی جی۔۔ شکریہ۔۔"

وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں ان کا شکریہ ادا کرتی ملازمہ کے ساتھ چلی گئی۔

" یہ ایزد کہاں مرا ہوا ہے۔۔۔؟؟ اتنے دن سے آیا ہی نہیں۔"

اس کو آج بھی گھر پر نہ دیکھ کر رمل کو غصہ تو آیا تھا۔ مگر اتارتی کس پر اس لئے غصے سے بڑبڑا کر رہ گئی۔ وہ فریش ہو کر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئی۔ شام کو بھی جب وہ گھر نہیں آیا تو منہ بسور کر کھانا بنانے لگی۔ کھانا کھا کر وہ

اپنی بکس لے کر بیٹھ گئی۔دل ہی دل میں وہ ایزد کے لئے پریشان بھی ہو رہی تھی۔

"آؤ تو ذرا میں تم سے بلکل بات نہیں کروں گی۔تم نے سمجھا کہا ہوا ہے مجھے۔؟؟جب دل کرتا ہے چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔۔"

وہ خود سے کہتی اس سے بات نہ کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کے کوئی مسئلہ ہو گیا ہو؟؟اس لئے نہ آیا ہو۔۔"

اگلے ہی لمحے اس کو ایزد کی فکر ستانے لگی تھی۔

"پھر بھی وہ ایک فون تو کر ہی سکتا تھا۔۔"

رمل نے اپنے آپ کو اس کی فکر سے آزاد کرنے کی ایک اور کوشش کی تھی۔بظاہر تو اس نے اپنا سر جھٹک دیا تھا مگر دل تھا کہ مسلسل اس کی فکر کیے جا رہا تھا۔رمل نے پڑھائی میں دھیان لگانے کی کوشش کی تھی مگر اُس کا خیال تھا کے ذہن سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔کچھ دیر میں ہی وہ اس کو نہ سوچنے کی کوشش میں ناکام ہوتی اس کے لئے پریشان ہو چکی تھی۔

تم بلکل بھی اچھے نہیں ہو ایزد۔۔ تمہیں میرا بلکل بھی احساس نہیں"

"ہے۔۔

ایزد کو سوچ کر اس کی آنکھیں نم ہو گئ تھیں۔

وہ صبح صبح کچن میں آئی سب کے لئے کھانا بنانے کا سوچ رہی تھی کہ ایک ملازمہ خانم بیگم کا پیغام لے کر اس کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

"آج مرتضیٰ خان کے افسوس کے لئے کچھ لوگ آرہے ہیں تو ان کے لئے اچھا سا کھانا بناؤ۔۔۔

"کک۔۔ کتنے لوگ آرہے ہیں...؟"

اس نے جھجھکتے ہوئے سوال پوچھا تھا کہ کہیں سوال پوچھنے پر ہی سزا نا سنا دی جائے۔

اس سے تجھے کیا مطلب۔۔؟؟بس کھانا بنااور کھانا کم نہ پڑے۔۔اور ہاں"
کھانے میں کوئی بھی کمی ہوئی تو خانم بیگم کے غصے کو ابھی تو جانتی نہیں
"ہے۔۔
وہ اس کو ہدایت دیتی آخر میں اس کو دھمکی بھی دے چکی تھی۔
'کھانے میں کیا بنانا ہے۔۔؟؟"
اس نے ایک اور سوال کیا۔
کتنی زبان چلتی ہے تیری تجھے تو خانم بیگم ہی دیکھیں گی۔۔۔روک ذرا"
"میں ان کو ہی بولا کر لاتی ہوں۔۔
"ارے۔۔۔میں نے تو بس کھانے کا۔۔۔
ملازمہ کہہ کر روکی نہیں تھی اور نور کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔وہ
سیدھا خانم بیگم کے کمرے میں پہنچی تھی۔

بی بی جی وہ ونی بہت سوال جواب کر رہی ہے۔۔۔کون آ رہا ہے؟؟کیوں آ"
رہا ہے؟؟کتنے لوگ ہوں گے؟؟کھانے میں کیا بناؤ۔۔۔؟؟کتنا کھانا
"بناؤں۔۔۔؟؟

اس نے ساری باتوں میں بس یہی سچ کہا تھا کہ 'کھانے میں کیا بناؤں؟؟'اور
'کتنے لوگ آ رہے ہیں؟؟'وہ خود سے باتیں بنا کر ان کو شکایت لگاتی خانم
بیگم کو طیش دلا گئی تھی جواب سارا نور پر نکلنا تھا۔وہ غیظ و غضب سے کچن
میں موجود نور کے سر پر پہنچ چکی تھیں۔ان کو اتنے غصے میں دیکھ کر نور کا
سانس خشک ہوا تھا۔سب ملازم وہاں پر جمع ہو گئے تھے۔

کیا بکواس کر رہی ہے تو اس کے سامنے بہت زبان چلتی ہے نہ"
"تیری۔۔رک ابھی تجھے بتاتی ہوں۔۔۔

نور کو ان کے غصے کی وجہ بلکل بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔انہوں نے پے در
پے اس کے منہ پر کئیں تھپڑ مار دیے۔ان کے ہاتھ میں موجود انگوٹھیاں

اس کے منہ پر لگنے کی وجہ سے نور کا ہونٹ کنارے سے پھٹ گیا تھا۔ چہرہ بھی سارا کا سارا زخمی ہو گیا تھا۔

"میں نے بس کھانے۔۔۔"

نور نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تھی۔ ہر کوئی اس کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ کسی میں آگے بڑھ کر اس ظلم کو روکنے کی ہمت نہیں تھی۔

میرے سامنے زبان چلاتی ہے تو۔۔۔رک زرہ۔۔۔ابھی تیری زبان"

"کاٹتی ہو۔۔۔

نور کو بولنے کے لئے تیار ہوتا دیکھ کر ان کے غصے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

انہوں نے نور کو زمین پر دھکا دیا اور اس کو بری طرح پیروں سے پیٹنے لگیں۔ نور کی چیخوں سے پوری خان حویلی گونج اٹھی تھی۔ جب مار مار کر دل نہیں بھرا تو اسی ملازمہ کو اپنی گرج دار آواز میں کہا۔

"قینچی لے کر آؤ۔۔۔"

ان کی بات سن کر نور کی آنکھیں خوف سے ابل کر باہر کو آ گئیں تھیں۔

خوف سے اس کو پورا وجود کانپنے لگا تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔"

اس نے خوف سے پھیلی آنکھوں کے ساتھ سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے ان کو روکنا چاہا تھا۔ درعین جو عدت کی وجہ سے زیادہ تر کمرے میں ہوتی تھی۔ چیخوں کی آواز سن کر باہر آئی تھی۔ خانم بیگم کو ہاتھ میں قینچی پکڑے نور کی طرف جاتا دیکھ کر وہ فوراً ان کی طرف گئی تھی۔ اُس کے ان تک پہنچنے سے پہلے وہ نور کو بالوں سے جکڑ کر قینچی اس کے منہ کے قریب لے کر جا چکی تھیں۔ درعین نے جلدی سے ان تک پہنچ کر ان کے ہاتھ سے قینچی چھین کر دور پھینکی تھی۔

"یہ کیا کرنے جا رہیں تھیں آپ۔۔؟؟؟"

"عینا۔۔۔ تو اس ونی کو نہیں بچا سکتی۔۔۔"

خانم بیگم غصے سے غرائی تھیں۔

بس کر دیں نانو۔۔۔بس کر دیں۔۔۔آپ کی ہر بات تو مانتی ہے۔۔۔کیا"
"کیا ہے اس نے جو اس کو یہ سزا دے رہیں تھیں۔۔؟؟
وہ بھی انہی کے لہجے میں بولی تھی۔در عین کے اس کو بچانے پر نور نے
خوف سے خود کو اس کے سینے میں چھپایا تھا۔
عینا۔۔۔چھوڑ اس کو بہت زبان چلتی ہے اس کی۔۔۔۔آج اس کی زبان"
"کاٹ کر ہی رہوں گی۔۔۔
خبر دار جو آپ نے میری نور کو اب ہاتھ بھی لگایا تو۔۔۔مجھ سے برا کوئی"
"نہیں ہو گا۔۔
در عین بھی خان زادی تھی اس لئے غصہ بھی انہی جیسا تھا۔
"عینا۔۔۔۔"
ان کی دھاڑ پر تمام ملازمین سہمے تھے۔خانم بیگم کی آنکھیں غصے سے سرخ
ہو رہی تھیں۔اور در عین کی آنکھیں نور کی حالت دیکھ کر نم ہو رہی تھیں۔

چند ہی دنوں میں ان لوگوں نے نور کا کیا حال کر دیا تھا۔ نور اس کے سینے میں منہ چھپائے روتے روتے بے ہوش ہو چکی تھی۔

"نور۔۔۔ نور۔۔۔ اٹھو آنکھیں کھولو۔۔۔ نور۔۔"

درعین نے پیار سے اس کو پکارتے ہوئے اس کو ہوش دلانہ چاہی تھی۔

"اس کو پکڑو۔۔۔"

وہ ایک ملازمہ کو کہتی خانم بیگم کو مکمل طور پر نظر انداز کر چکی تھی۔ درعین کی اس جرأت نے ان کو مزید غصہ دلایا تھا۔ مگر درعین کو فکر ہی کب تھی ان کے غصے کی۔ وہ تو نور کے زخموں پر مرحم لگانے میں مصروف ہو چکی تھی۔

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں لاؤنج میں بیٹھا تھا جب اس کو ایک میسج ملا۔ وہ ایک ویڈیو تھی۔ وہ ویڈیو دیکھتے ہی اس کا پارا ساتویں آسمان کو پہنچا تھا۔

"غزال۔۔غزال۔۔۔"

اس کے چیخنے پر وہ فوراً بھاگ کر لاؤنج میں آئی تھی۔اس کو دیکھ کر ازمار نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔

"یہ کیا گھٹیا حرکت ہے۔۔۔؟؟کیا کیا ہے میں نے۔۔؟؟"

غزال غصے سے دھاڑی تھی۔

جو غلطی میں بہن نے کی ہے اس کی سزا ہے یہ۔۔۔اور ابھی شروع ہوئی"

"ہے۔۔۔

ازمار نے ویڈیو اس کے سامنے پلے کی تھی۔جہاں نور کو خود نہیں پتا تھا کے اس کو کس غلطی کی سزا مل رہی ہے۔

دل تو کر رہا ہے ان بے رحموں کی طرح تمہارا بھی یہی حال کروں جو یہ"

"لوگ نور کا کر رہے ہیں۔۔۔

اس نے غزال کا گلا دبا کر اس کے منہ پر غراتے ہوئے کہا تھا۔ نور کی حالت دیکھ کر ہی غزال کا غصہ کہیں دور جا سویا تھا۔ ازمار کی گرفت اس کی گردن پر اتنی سخت تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔

"شاہوں کی لاڈلی ہے وہ۔۔۔ سب بہن بھائیوں کی جان بستی ہے اس میں آج تک ہم میں سے کسی نے اس سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی۔۔۔ اور تم بے رحم لوگ۔۔۔"

اس نے آخر میں ایک جھٹکے سے غزال کو چھوڑا تھا۔ وہ بری طرح کھانسنے لگی تھی۔ زور زور سے سانس لے کر وہ اپنی بے ترتیب سانسوں کو درست کرنے لگی تھی۔ ابھی وہ اس افتاد سے نا سنبھلی تھی کے ازمار نے ایک ساتھ کئی تھپڑ اس کے منہ پر مار دیے تھے۔ جس کی وجہ سے غزال کے ہونٹ کے کنارے سے خون بہنے لگا تھا۔

"کھانا بناؤ بیس پچیس لوگوں کا۔۔۔"

اس میں اس سے زیادہ ظلم کرنے کی ہمت نہیں تھی۔اغزال اس کو دیکھ کر رہ گئی۔اس نے تو کہا تھا۔جیسا سلوک نور کے ساتھ کیا جائے گا۔وہ وہی سلوک اس کے ساتھ کرے گا پھر اتنی آسانی سے کیسے اس کو چھوڑ دیا۔

"مجھے کھانا بنانا نہیں آتا۔۔۔۔"

غزال نے فوراً انکار کیا تھا۔

"نور کو بھی نہیں آتا تھا۔۔۔"

ازمار کے لہجے میں نا جانے کیسی کاٹ تھی کے غزال جو اپنے آگے کسی کو بولنے نہیں دیتی تھی۔آج اس کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"موبائل دو۔۔۔"

غزال نے کچھ سوچ کر کہا۔

"تمہارے باپ کا گھر ہے۔۔؟؟"

اس کے موبائل مانگنے پر ازمار نے طنز کا تیر چلایا تھا۔

میں کیسے بناؤں گی اتنا کھانا۔۔۔مجھے کم از کم یہ تو دیکھنے دو کھانا کیسے بناتے "
"ہیں۔۔

غزال نے بے بسی سے کہا۔

ابھی میرا غصے ختم نہیں ہوا اس لئے شرافت سے کچن میں جا کر کھانا "
"بناؤ۔۔۔۔ورنہ۔۔۔میں ابھی قینچی لے آتا ہو۔۔

اس کی دھمکی سن کر وہ فوراً کچن کی طرف بھاگی تھی۔فریج کھولتے ہی پہلے تو اس نے آدھا گھنٹا یہ سوچنے میں ضائع کر دیا کے کھانے میں بنائے کیا؟؟اور جو بھی بنائے گی وہ بنے گا کیسے ؟؟اس کے اللہ کا نام لے کر کھانا بنانا شروع کیا۔بس سے پہلے اس نے پیاز نکالا اور ہاتھ میں پکڑ کر چاروں طرف سے اس کا معائنہ کرنے لگی۔

"اس کو کیسے کاٹوں۔۔؟؟"

وہ پُر سوچ انداز میں خود سے بولی۔پھر پیاز کو کٹنگ بورڈ میں رکھ کر زور سے چھری اس پر ماری تو چھری اس میں پھنس گئی۔

ہا۔۔یہاں لڑکوں سے کُڑی نہیں پھنستی اور اس پیاز نے چھری پھنسالی"
"ہے۔۔۔

اس نے پیاز کو غصے سے گھور کر کہا۔ جیسے وہ سن رہا ہو۔اس نے پیاز سے چھری نکالی۔

"یہ تو ابھی بہت بڑا ہے۔۔۔۔اس کو تھوڑا چھوٹا کر لیتی ہوں۔۔۔"
وہ خود سے بڑبڑاتی ہوئی پیاز کے مزید دو حصے کر چکی تھی۔

"پیاز تو کٹ گیا۔۔۔اب کیا کرو۔۔۔؟؟"

اس نے عجیب و غریب انداز میں کٹے پیاز کو دیکھ کر کہا۔ جس کا چھلکا تک نہیں اتارا تھا اس نے۔

"سب سے آسان چیز اب کس طرح بنتی ہے۔۔۔؟؟"
غزال نے سوچتے ہوئے فریج کھولیں اور اس کے ویجیٹیبل باکس میں دیکھا۔

"ہائے۔۔۔۔اللہ یہ ازمار گھاس کھاتا ہے۔۔۔؟؟"

غزال نے فریج میں ساگ پڑا دیکھ کر گندا سا منہ بنا کر کہا۔اس نے سارا باکس نکال کر شیلف میں رکھا۔اور دیکھنے لگی اس میں اور کون کون سی سبزی ہے۔

"پہلے گھاس تو سائیڈ پر کروں۔۔۔"

اس نے ساگ نکال کر ڈسٹ بین میں پھینک دیا۔

"یہ کیا بلا ہے۔۔؟؟"

توریاں دیکھ کر اس نے حیرت سے کہا۔چاروں طرف سے اس کا معائنہ کرنے کے بعد بھی جب اس کو سمجھ نہیں آئی تو اس نے توریاں بھی ہوا میں اچھال کر پھینک دیں۔

اس کڑوے کریلے نے کون کون سی عجیب عجیب سبزیاں رکھی ہوئی"

"ہیں۔۔۔؟؟

غزال نے کریلے دیکھ کر ازمار کو ایک نئے نام سے نوازا تھا۔اس کو کریلے کا بس نام پتا تھا اور اتنا پتا تھا کے کریلے کڑوے ہوتے ہیں۔

"کاٹ کے دیکھتی ہوں شاید کچھ سمجھ آجائے۔۔۔"

اس نے سوچنے والے انداز میں خود سے کہا۔اور چھری پکڑ کر کریلے کو شیلف میں رکھ کر اس کے درمیان سے دو حصے کر دیے۔

"آئی۔۔۔یہ تو خراب ہو گئی ہے اندر سے۔۔۔باہر سے تو بلکل ٹھیک لگ رہی تھی۔۔۔"

اس نے درمیان سے کٹے کریلے کے بیج دیکھ کر گندا سا منہ بنا کر کہا۔اس نے اگلی سبزی دیکھی۔

"یہ اتنی بڑی گول گول سبزی کون سی ہے۔۔۔؟؟"

اس نے کدو کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر سوچا۔

"اس کی تو پوچھ بھی ہے۔۔۔۔پتا نئی کیا چیز ہے۔۔۔یہ بندہ پاگل تو نہیں ہے۔۔۔یہ کیا کیا گندر کھا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

اس نے ساری غلطی ازمار کی نکالی تھی۔خود تو اس کو سبزیوں کی شکل بھی نہیں پتا تھی۔

"اس کی پوچھ کاٹ دیتی ہو۔۔۔"

غزال نے کہتے ہوئے اپنے حساب سے کدو کی پوچھ کاٹ دی۔اس کی پوچھ کاٹنے کے چکر میں وہ کدو بے چارے کو لہولہان کر چکی تھی۔

"یہ بنالیتی ہو۔۔۔۔"

اس نے آلو پکڑ کر کہا۔اور آلو کاٹنا شروع کیے پہلے بڑے کٹ گئے۔۔ان کو چھوٹا کرنے لگی تو اتنے چھوٹے ہو گئے کے وہ آلو بے چارا اپنا قیمہ بننے پر رو رہا تھا۔

"انہوں نے بھی تو چبا کر کھانا ہے۔۔۔کیا پتا چلے گا یہ کیا ہے۔۔۔"

اتنے چھوٹے چھوٹے آلو دیکھ کر اس نے پہلے منہ کے زاویے بگاڑے پھر کندھے اُچکا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"زیادہ لوگو کا کھانا بنانا ہے اس لئے پیاز بھی زیادہ ہی کاٹنا پڑے گا۔۔۔"

وہ مسلسل بڑبڑاتی ہوئی کام کر رہی تھی۔پیاز کے چھلکے پورے کچن میں پھیلا کر اس نے پیاز کو ایک کڑائی میں ڈالا اور اس میں بھی آدھے پیاز کے

چھلکے اس کے ساتھ ہی لگے ہوئے تھے۔اس کو بھوننے کے لئے آئل بھی ڈال دیا۔آئل گرم ہونے کے بعد اس کے چھوٹے چھوٹے چھینٹے بار بار اس کا ہاتھ جلا رہے تھے۔پیاز براؤن ہونے کی بجائے بلیک ہو گیا تھا۔

مرچیں ڈالنے کی باری آئی تو اس نے مرچوں کا پورا ڈبّا ہی اس میں اُلٹ دیا۔مرچیں ڈالنے کے بعد نمک کا بھی آدھا ڈبا اُلٹ کر اس نے نمک مرچیں ڈالیں تو ان کو مکس کرتے ہوئے اس کو اچھی خاصی کھانسی لگ گئی تھی۔ہلدی ڈالنا تو اس کے ذہن کے پاس سے بھی نہیں گزرا تھا۔

"او۔۔۔یہ تو جل رہی ہیں۔۔۔"

اس نے جلدی سے فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر تڑکے میں ڈال دیا۔پورے گھر میں عجیب سی بو پھیل گئی تھی۔ازمار جو گھر میں موجود اپنے آفس سے باہر نکلا تھا اس بو کی وجہ سے ایک دم سے کھانسنے لگا۔وہ جلدی سے کچن میں آیا تھا۔پورے کچن میں دھواں پھیل چکا تھا۔اس نے کھانستے ہوئے جا کر چولہا بند کیا۔

"غزال۔۔۔"

وہ جو شیلف کا سہارا لئے بری طرح کھانسنے میں مصروف تھی اس کو احساس ہی نہیں ہوا کے پانی کڑائی میں ڈالتے ہوئے اس کا ڈوپٹہ جل گیا تھا۔ ازمار نے چیخ کر اس کا ڈوپٹہ کھینچ کر اس سے الگ کیا تھا۔ ازمار کے ڈوپٹہ کھینچنے پر اس کو احساس ہوا تھا کے اس کے ڈوپٹے کو آگ لگ گئی تھی۔ وہ غصے سے اس کو لے کر کچن سے باہر نکلا۔ اور اس کو لے کر کمرے میں آیا تھا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی تھی۔۔؟؟ دھیان کہاں تھا تمہارا؟؟ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔۔؟؟"

ازمار اس پر بُری طرح چیخا تھا۔ اس کی بات سن کر وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے اس کو دیکھنے لگی۔ ازمار کو فوراً اپنے الفاظ کا احساس ہو تھا۔

"میں اپنا بدلہ کیسے پورا کرتا۔۔۔؟؟"

اس نے اپنی ہڑ بڑاہٹ چھپا کر غصے کہا تھا۔ مگر سامنے بھی غزال تھی۔ وہ کافی دیر تک اس کو بولتا رہا۔ اس کے ہاتھوں میں زخم دیکھ کر اس نے فرسٹیڈ

باکس لا کر اس کے زخموں پر مرحم لگایا۔ غزال بس خاموشی سے اس کے ہر عمل کو دیکھ رہی تھی۔

"تم نے بدلا لینے کے لئے مجھ سے نکاح کیا تھا نا۔۔؟؟"

غزال نے اس کی طرف بغور دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔"

ازمار نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔

تم نے کہا تھا جو نور کے ساتھ ہو گا تم میرے ساتھ بھی وہی کرو" گے۔۔۔ تو تم نے مجھے اتنے تھپڑ کیوں نہیں مارے جتنے اس کو مار گئے تھے؟؟ تم نے مجھے کسی حقیر چیز کی طرح زمین پر پھینک کر ان لوگوں کی طرح ٹانگیں کیوں نہیں ماریں۔۔۔ بدلہ تو تمہارا تب پورا ہو گا جب تم مجھے " بھی اتنا ہی مارو گے جتنا نور کو مارا جاتا ہے۔۔۔

پہلی بات میرے سامنے فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں"

ہے۔۔۔اور دوسری بات مجھے اپنی بات دربارہ دہرانی نہ پڑے۔۔۔ورنہ

"تمہارے لئے اچھا نہیں ہوگا۔۔۔

وہ اس کو دھمکی دے کر کمرے سے باہر گیا اور گھر کے کھڑکیاں دروازے

کھول دیے تاکہ دھواں اور جلنے کی بو باہر چلی جائے۔

تمہارے گھر والوں کی طرح ظالم اور سفاک نہیں ہوں۔۔بے قصور پر)

(ہاتھ اُٹھاتے ہوئے میرے ہاتھ کانپتے ہیں۔۔

اس نے دل میں سوچا تھا۔یا شاید خود کو صفائی دی تھی۔

آج دلاور بہت دن کے بعد سکول آیا تھا۔دائم جو آج بھی پیچھے اکیلا ہی بیٹھا

تھا دلاور کو دیکھ کر خوشی سے اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔سر جو کلاس لے

رہے تھے۔دائم کو یوں اچانک کھڑا ہوتا دیکھ کر بولے۔

"کیا بات ہے دائم۔۔؟؟ "

دائم نے سر کی بات ہی کہاں سنی تھی۔ وہ تو دروازے سے اندر آرے دلاور پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ اس کے جواب نا دینے پر سر نے بھی دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ وہاں سے سنجیدہ سے دلاور کو آتا دیکھ کر غصے سے بولے۔

"وہیں رک جائیں دلاور خان۔۔۔ یہ وقت ہے سکول آنے کا؟؟ اور اتنے دن سکول نہ آنے کی وجہ جب تک نہیں بتائیں گے تب تک آپ کلاس میں اینٹر نہیں ہو سکتے۔۔"

دائم جانتا تھا وہ چپ نہیں رہے گا۔ مگر اس کو کچھ نا بولتا دیکھ کر جتنی کلاس کو حیرت ہوئی تھی اتنی ہی سر کو بھی ہوئی تھی۔ سکول نہ آنے کی وجہ یاد آنے پر دلاور نے سر سے اپنے آنسو چھپانے کے لئے اپنا سر سے جھکا لیا تھا۔ اس کو دروازے پر ہی کھڑا دیکھ کر دائم اس کے پاس گیا تھا۔

"سر اس کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی تھی اس لئے یہ نہیں آیا۔۔"

دائم کی بات سن کر جہاں سر خاموش ہوئے تھے وہیں دلاور نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔پہلے تو ان کو لگا کے یہ اپنے دوست کو بچانے کے لئے جھوٹ بول رہا ہے۔کیونکہ سکول میں اکثر بچے زیادہ چھٹیوں کے لئے گھر میں کسی کے مرنے کا بہانا بناتے ہیں۔

"تمہیں کیسے پتا۔۔۔؟؟میری تو تم سے بات بھی نہیں ہوئی۔۔"

دلاور نے بے اختیار پوچھا تھا۔

"موم۔نے بتایا تھا۔۔"

دائم نے غور سے اس کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔دلاور کی بات سن کر سر کو یقین ہو گیا تھا کے وہ سچ بول رہا ہے۔

"کلاس میں آئیں دلاور۔۔"

سر کی بات سن کر دائم اس کو لے کر کلاس میں آیا تھا۔

"کیسے ڈیتھ ہوئی ہے مسٹر ابراہیم کی۔۔؟؟"

سر نے افسوس سے پوچھا۔

"ابراہیم داجی کا نام ہے۔ مرتضیٰ خان ہیں میرے ڈیڈ۔۔"

"وہ مرتضیٰ خان جن کا قتل ہوا تھا۔۔۔؟؟"

سر نے بے اختیار پوچھا تھا۔ سر کو اس گاؤں میں آئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا۔ زیادہ تو نہیں پر وہ خانوں کے بارے میں اتنا جانتے تھے کے وہ اس گاؤں کے کرتا دھرتا ہیں اور یہ سکول اسی خاندان کے بڑے بیٹے مرتضیٰ خان نے بنوایا تھا۔ جن کو کسی اذان شاہ نے قتل کر دیا ہے۔ سر کی بات سن کر اس نے بس اپنا سر اثبات میں ہلا کر جواب دیا تھا۔

"بہت افسوس ہوا سن کر۔۔۔"

سر کو سچ میں دکھ ہوا تھا کے اتنے چھوٹے بچے کے سر سے باپ کا سایہ چھین گیا ہے۔ دلاور نے دائم کو پھر سے پیچھے بیٹھا دیکھ کر اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم پھر پیچھے بیٹھ گئے ہو۔۔۔ آگے آؤ۔۔۔"

وہ اس کو حکم سنا تا داور کے بینچ پر بیٹھ چکا تھا۔اس کو پہلے کی طرح دیکھ کر وہ بھی اپنا بیگ لے کر اس کے ساتھ والی جگہ پر بیٹھ گیا۔ سر تو اس کے اٹیٹیوڈ پر اپنا سر ہلا کر رہ گئے تھے۔ کلاس کے دوران ان دونوں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ کلاس ختم ہوئی تو دائم اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں انتظار کر رہا تھا تمہارا۔۔آئندہ اتنی چھٹیاں نہ کرنا۔۔۔"

"تم مجھے آڈر کر رہے ہو؟؟"

دلاور نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں داور کو کر رہا ہوں۔۔۔؟؟"

وہ اس کو گھور کر بولا تو دلاور کو غصہ آگیا۔

"تم میرے دوست ہو کے اس کے۔۔۔؟؟"

تمہارا دوست ہوں تمہیں ہی آڈر دوں گا نا۔۔اور کسی کے آنے نا آنے"

"سے مجھے کیا ہے۔۔۔؟؟

دائم جو اتنے دن اس کے نا آنے پر غصہ تھا اب وہ آرام سے اس پر نکال چکا تھا۔

"تمہاری زبان کچھ زیادہ ہی چلنے لگی ہے۔۔"

دلاور نے پہلی بار اس کو اِس انداز میں بات کرتے دیکھ کر کہا۔

"تمہارے ساتھ رہنے سے سیکھ رہا ہوں۔۔"

دائم نے خوشی سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ تمہیں اور بھی بہت کچھ مجھ سے سیکھنے کو ملے گا۔۔۔۔"

دلاور کو سچ میں اچھا لگا تھا کے اس نے کچھ تو بولنا شروع کیا ہے۔

"اور ہاں میں نے تمہیں ایک بات بتانی ہے۔۔۔"

دائم کو جیسے ہی یاد آیا تھا۔ فوراً خوشی سے بولا۔

"کیا۔؟؟؟"

دلاور نے یک لفظی سوال کیا۔

میں اپنے ڈیڈ کے پاس رہتا ہوں۔۔اب میں موم اور ڈیڈ ایک ساتھ "

"رہتے ہیں۔۔۔

اپنے ڈیڈ کے بارے میں بتاتے ہوئے اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

"اچھا۔۔۔ملنے آؤں گا کسی دن۔۔۔"

دائم سے مل کر دلاور کا دھیان بھی بٹ گیا تھا۔

"سچی۔۔۔؟؟"

"میں جھوٹ بولتا ہوں۔۔۔؟؟"

دائم کے خوشی سے چہکنے پر دلاور نے اس سے سوال کیا تھا۔

"نہیں۔۔۔"

وہ سچ میں اس کے آنے کی خبر سن کر بہت خوش تھا۔

"کب آؤ گے۔۔۔؟؟"

ساتھ ہی اس نے اپنا سوال بھی کر دیا۔

"ابھی کچھ دن انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ ابھی نہیں آسکتا۔۔"

دلاور کی اگلی بات پر پہلے وہ اُداس ہوا تھا۔ پھر فوراً بولا۔

"میں انتظار کروگا۔۔۔"

دائم کی بات سن کر اس نے بس سر ہلایا تھا۔

"ویسے اس داور کے بچے نے تمہیں تنگ تو نہیں کیا۔۔؟؟"

دلاور نے اپنے ساتھ بیٹھے داور کو دیکھ کر کہا۔

"اب نہیں تنگ کرتا یہ مجھے۔۔"

دائم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں تم نے اپنی نور موم کو اس کی شکایت لگائی ہے۔۔۔جواب یہ تنگ نہیں کرتا۔۔۔"

نہیں۔۔۔کہاں؟؟جب سے ڈیڈ کے گھر آیا ہوں نور موم سے ملا ہی نہیں۔۔"

دائم، نور کے لئے اُداس ہوا تھا۔

"ہیں۔۔۔تمہاری دو دو موم ہیں۔۔۔؟؟"

دلاور نے حیرت سے پوچھا۔

نور موم میرے ڈیڈ کی بہن ہیں۔۔۔ میں زیادہ ان کے پاس رہتا تھا اس "
"لئے ان کو موم کہتا ہوں۔ میری اصلی ماما تو ویہا موم ہیں۔۔۔

دائم نے تفصیل سے بتایا تھا۔

"اوہ۔۔۔"

دلاور نے سمجھ کر اپنی آئی بروا چکائی۔ آج تو دائم نے اپنی اتنے دن کی جمع کی ہوئی ساری باتیں کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

وہ اس کے سامنے آکر بیٹھا۔ آتے ہی سب سے پہلے اس نے سوال کیا تھا۔

"پتا چلا ہے کچھ اس کے بارے میں۔۔۔؟"

"نہیں سر اتنے بڑے شہر میں ایک لڑکی کو ڈھونڈنا آسان تو نہیں ہے۔۔"
اس نے جھجھکتے ہوئے جواب دیا۔

تو اتنے وقت سے کیا کر رہے ہو۔۔جو تمہیں ابھی تک ایک لڑکی نہیں"
ملی۔۔۔مجھے میری رمل چاہیے ہر حال میں۔۔۔اگر اب تم نے مجھے یہ کہنے
"کے لئے بلایا تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔۔۔
وہ اس پر دھاڑا تھا۔اذان کی دھمکی پر وہ خوف زدہ ہوا تھا۔
"سر ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔۔۔"
اس نے اپنے صفائی پیش کرنی چاہیں تھی۔
میں اس وقت تمہاری کوئی بھی بکواس سننے کے موڈ میں نہیں"
"ہو۔۔۔مجھے رمل چاہیے ہر حال میں ہر قیمت پر۔۔۔
وہ اس کو حکم سناتا وہاں سے جا چکا تھا۔ پیچھے وہ اکیلا بیٹھا کتنی دیر یہی سوچتا رہا
کہ اب اتنے بڑے شہر میں ایک لڑکی کو کہاں کہاں ڈھونڈے۔

پورا دن کام کر کر کے وہ تھک کر چور ہو چکی تھی۔اب اس کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ سوئے گی کہاں۔ کل تو حدی اس کو اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔آج کہاں سوئے گی۔ جتنا وہ تھک چکی تھی اس کو کہیں بھی جگہ ملتی وہ آرام سے وہیں سو جاتی۔ایک ملازمہ اس کے پاس آئی اور اس کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔

"چلو تمہیں خانم بیگم بلا رہی ہیں۔۔"

اس کی بات سن کر وہ بری طرح ڈری تھی۔اس کو صبح کی مار یاد آئی تھی۔ ملازمہ کے ہاتھ میں کچھ سامان تھا۔

"چلو۔۔۔"

نور کو وہیں کھڑا دیکھ کر وہ اس کو بازو سے پکڑ کر خانم بیگم کے سامنے لے گئی تھی۔ان کے چہرے پر غصہ دیکھ کر اس نے اپنی غلطی یاد کرنے کی کوشش کی تھی جو اس کو بلکل بھی یاد نہیں آئی تھی۔

"چل ذرہ میرے ساتھ۔۔۔"

انہوں نے اس کو حقارت سے دیکھتے ہوئے حکم دیا تو اس کو ان کے پیچھے جانا پڑا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے خوف میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اس کو لے کر حویلی کی پیچھلی طرف آئی تھیں۔ اندھیرا دیکھ کر وہ خوف سے کانپنے لگی تھی۔ ایول۔ کنگ کی وحشت سے بھری آنکھیں اس کے سامنے گھوم گئی تھیں۔

(جب اس جنگل۔ کنگ کو پتا چلے گا میں نے نکاح پر نکاح کر لیا ہے تو۔۔۔)

اس کے آگے نور میں سوچنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ خود سے سرزد ہوئے اتنے بڑے گناہ کا سوچ سوچ کر ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ وہ اندر ہی اندر گھل رہی تھی۔ ایول۔ کنگ کے جنون کو تو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ کسی کے اس کی طرف دیکھنے پر ہی سامنے والے کی جان لے لیتا تھا۔ اس کو جب یہ سب پتا چلے گا تو اس نے تو نور کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دینے ہیں۔

(کہاں پھنس گئی ہوں میں یا اللہ۔۔؟؟)

ان سب سوچوں میں گم چلتی ہوئی یہ بھی نہیں دیکھ سکی تھی کے خانم بیگم اس کو کہاں لے کر آئی ہیں۔

"صبح تک یہ لکڑیاں کاٹ۔۔۔۔کیونکہ کل دیگ بنے گی۔۔۔۔"

وہ اس کو حکم سناتی وہاں سے جانے کے لئے مڑیں۔ ملازمہ نے سامان وہاں ہی رکھ دیا۔ جبکہ اندھیرے جنگل جیسی کسی جگہ کو دیکھ کر اس کی جان منہ کو آئی تھی۔ وہ دونوں اس کو اکیلا چھوڑ کر جا چکی تھیں جبکہ خوف سے نور کا پورا وجود کانپنے لگا تھا۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہوا تھا۔

"اللہ۔۔۔۔"

وہ اللہ کو پکارتی خوف سے وہیں بیٹھ گئی تھی۔ اسی وقت کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں۔ جو نور کو موت کا پیغام سنائی دے رہیں تھیں۔ ایک تو رات کا وقت، اتنا اندھیرا اور تو اور اب یہ کتوں کی آوازیں خوف سے نور کی جان نکلنے کو تھی۔ اس نے آگے پیچھے دیکھا کے شاید کچھ مل جائے لکڑیاں کاٹنے کے لئے اسی وقت نور کی نظر اس سامان پر پڑی جو اس کے لکڑیاں

کاٹنے کے لئے تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے کلہاڑی اٹھائی اور ایک درخت پر ضرب لگائی مگر اس نازک جان میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کے اسکے ضرب لگانے سے درخت پر ایک خراش بھی آتی۔اس نے ایک اور کوشش کی تھی مگر بے سود۔اس سے پہلے کے وہ پھر سے کوشش کرتی کتے کے۔ بھونکنے کی آواز اس کو قریب آتی محسوس ہوئی تھی۔نور کے ہاتھ سے کلہاڑا چھوٹ کر زمین پر گری تھی۔چند لمحوں بعد ہی ایک کتا وہاں پر پتھر سے ٹکرایا اور وہ منہ پہنچ گیا تھا۔نور نے بھاگنا چاہا تو اس کا پاؤں ایک کے بل زمین پر گری۔

"آاااااہہہہ....."

اسکے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی تھی۔وہ جو ابھی ابھی حویلی میں داخل ہوا تھا۔ چیخ کی آواز سن کر اس نے اپنے قدم اس سمت موڑ لئے۔اس کے پاؤں پر کافی گہرا زخم آیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ دوبارہ آٹھ نہیں سکی تھی۔کتے کو اپنے پاس آتا دیکھ کر نور کا پورا کا پورا وجود بری طرح کانپ رہا تھا۔وہ خود

ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ آج اس کو یقین ہو چلا تھا کے وہ اس خطرناک کتے کے ہاتھوں مرنے والی ہے۔ وہ اپنے زخمی وجود کو گھسیٹتے ہوئے پیچھے کو لے جا رہی تھی۔ کتا مسلسل اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اس کے پاؤں کے پاس پہنچا ہی تھا کے نور کی ہمت جواب دے گئی۔ اور وہ ہوش وہواس سے بیگانا ہو گئی۔ وہ جو رونے کی آوازیں سن کر جلدی سے وہاں پہنچا تھا کتے کو نور کے پاؤں پر کاٹنے کی تیاری کرتا دیکھ کر فوراً اس کے پاس گیا تھا۔ اپنے مالک کو دیکھ کر وہ پیچھے ہو گیا۔ وہ نور کے پاس گیا تو پاس ہی کلہاڑی پڑی دیکھ کر سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔

وہ جس وقت گھر واپس آیا تھا۔ رمل اپنے لئے کھانا لگا رہی تھی۔
اس کو دیکھ کر وہ شرمندہ ہوا تھا کہ وہ تو اس کو بلکل بھول ہی گیا تھا۔ رمل جو

ایزد کے لئے فکر مند تھی اپنی سوچوں میں گم دھیان ہی نہیں دے سکی تھی کے وہ گھر آ گیا ہے۔

"کیسی ہو۔۔۔؟؟"

ایزد کی آواز پر اُس نے اُچھل کر اس کو دیکھا تھا۔اتنے دن بعد اس کو دیکھ کر رمل کا پارا ہائی ہوا تھا۔

"سمجھتے کیا ہو تم خود کو؟؟؟ میں یہاں تمہارے لئے پریشان ہو ہو کر پاگل ہو رہی ہوں اور تم ہو کہ اب۔۔۔اتنے دن کے بعد اپنی شکل لے کر گھر آئے ہو۔۔۔

وہ غصے سے غرائی تھی۔

"ایم سوری۔۔۔مجھے یاد نہیں رہا۔۔۔"

ایزد نے اس کے پاس جاتے ہوئے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

ہا۔۔۔سوری۔۔۔۔زہر لگتا ہے مجھے یہ لفظ۔۔۔۔۔اس چند حروف کے "
سوری کہہ دینے سے میں جو تمہارے لئے پریشان ہوئی ہوں۔۔۔اس کا
"مداوا ہو جائے گا۔۔۔
غصے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ایزد نے اپنی صفائی پیش کرنی
چاہی تھی کے اس نے روک دیا۔
"صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"
مرتضیٰ بھائی کو اذان نے قتل کر دیا ہے۔۔۔۔اس لئے گھر نہیں آیا"
"۔۔۔پریشانی میں تمہیں بتانا یاد نہیں رہا۔۔۔
ایزد نے اس کے منع کرنے کے باوجود اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے
کہا۔چند لمحے رمل کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔رمل کو افسوس ہوا تھا۔اذان
سے مزید نفرت بھی محسوس ہوئی تھی۔مگر ایزد کا اس کو نا بتانا یا اس کو اتنا
غیر اہم کر دینا کہ اس کو بتانا بھی یاد نا رہا ان سب کا غصہ غالب آ گیا۔دکھ
سے رمل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

یہ۔۔۔یہ اہمیت ہے تمہاری زندگی میں میری۔۔۔۔۔میں ہر روز تمہارا"
انتظار کرتی رہی۔۔ بار بار فون چیک کرتی رہی کے شاید تمہارا فون ہی آ
جائے۔۔۔اور میں تمہارے لئے اتنی غیر اہم تھی کے تمہیں یاد ہی نہیں
"تھا کے تمہاری بیوی گھر پر تمہارا انتظار کر رہی ہے۔۔۔
وہ روتے ہوئے کہہ کر اندر کمرے میں چلی گئی۔ایزد مزید شرمندہ ہوا تھا۔
وہ اس کے پیچھے بھی گیا تھا۔ مگر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ کمرے میں آ کر
وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"رمل دروازہ کھولو۔۔۔"

ایزد نے دروازہ کھٹکھٹایا مگر اس نے نہیں کھولنا تھا اور نہ ہی اس نے دروازہ
کھولا۔

"رمل پلیز دروازہ کھولو۔۔۔"

اس بار ایزد کا انداز ملتجی تھا۔

"پلیز رمل۔۔۔۔دروازہ کھولو۔۔۔۔"

وہ مسلسل دروازہ بجاتے ہوئے اس سے التجا کر رہا تھا۔اس کو یاد آیا کہ اس کے پاس کمرے کی چابیاں ہیں۔اس نے ان سے دروازہ کھولا تو وہ بیڈ پر بیٹھی رونے میں مصروف تھی۔ایزد کو اندر آتا دیکھ کر اپنا نائٹ ڈریس لے کر واش روم میں چلی گئی کافی دیر وہ انتظار کرتا رہا مگر وہ باہر نہیں آئی۔اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کا دل بُری طرح بے چین تھا۔وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔مگر وہ تھی کہ باہر ہی نہیں آ رہی تھی۔

"رمل باہر آجاؤ ورنہ میں اندر آجاؤں گا۔۔۔"

ایزد نے اس کو باہر نہ آتے دیکھ کر دھمکی دی تھی۔اس نے کچھ دیر انتظار کیا جب وہ نہیں آئی تو اس نے واش روم کی چابی کبرڈ سے نکالی اور سچ میں دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔وہ جو چلتے شاور کے نیچے کھڑی رونے میں مصروف تھی دروازہ کھول کر بند ہونے کی آواز پر اُچھلی مگر پیچھے مڑنے کی غلطی نہیں کی تھی۔اس کو ایزد سے اس حرکت کی بلکل بھی اُمید نہیں تھی۔اِس لئے اُس کی دھمکی کا رمل پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ایزد جا کر اس

کے پیچھے بلکل اس کے پاس شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔چند لمحوں میں ہی وہ بھی بھیگ چکا تھا۔

"میں پریشان تھا۔۔۔۔"

ایزد نے بے بسی سے کہا۔

"میں بھی پریشان تھی۔۔۔"

رمل کے لہجے میں اب بھی غصہ تھا۔

"ایم سوری۔۔۔۔"

اس نے رمل کو اپنے حصار میں لے کر کہا۔

"کیا کروں اس سوری کا؟؟؟؟"

رمل جو اس کی اِس قدر قربت پر گھبرائی تھی۔اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے غصے سے بولی۔

"ایک وجہ نہیں تھی پریشان ہونے کی۔۔۔"

ایزد نے ایک اور کوشش کی۔

میرے پاس پریشان ہونے کے لئے تمہارے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں"
" تھی۔۔۔

رمل کی آواز کپکپائی تھی۔ایزد نے مسکرا کر اس کے بال کندے سے ہٹاتے ہوئے ایک طرف کیے اور اس کے کندھے پر لب رکھ دیے۔رمل اتنے دن بعد اس کے لمس کو محسوس کر کے جی جان سے لرزی تھی۔اس کے نازک وجود کو کانپتے دیکھ کر ایزد نے رمل کا رُخ اپنی طرف کیا تھا۔

"I need you...Rimal...I want you...."

ایزد نے اس کا جھکا سر اُٹھا کر کہا۔ایزد کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے رمل کو اپنی نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا دنیا کا مشکل ترین کام لگا تھا۔ مگر اس کے الفاظ پر رمل نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

تمہیں میری یاد تب ہی آتی ہے جب تمہیں میری ضرورت ہوتی"
"ہے۔۔۔

نہیں۔۔۔مجھے تمہاری یاد تب آتی ہے جب میں پریشان ہوتا"

"ہوں۔۔۔اور مجھے سکون چاہیے ہوتا ہے۔۔۔

ایزد نے اس کی آنکھوں میں بدگمانی دیکھ کر اس کی آنکھوں پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔رمل کو اپنا دل پگھلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"Aizad!!.."

رمل نے بے بسی سے اس کو پکارا تھا۔

"جی۔۔۔۔جانِ ایزد۔۔۔"

اس نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔

"I heat you..."

بس اتنا ہی غصہ کر سکی تھی وہ ایزد پر۔اس کی بات پر ایزد نے مسکرا کر جواب دیا۔

"I love you too..."

اس کے الفاظ پر رمل نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔ جس نے آج پہلی بار اتنے صاف لفظوں میں اس سے اپنے محبت کا اظہار کیا تھا۔ایزد نے بے یقینی سے پوری آنکھیں کھولے اس کو دیکھتی رمل کے کُھلے لبوں کو اپنے لمس میں قید کیا تھا۔اس کے لمس پر وہ ہوش میں آئی تھی۔اس نے ایزد کی بھیگی شرٹ کو زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچا تھا۔رمل کے کوئی مزاحمت نا کرنے پر ایزد کے لمس میں مزید شدت آئی تھی۔اس کے لمس کی شدت پر رمل کی جان پر بن گئی تھی۔کچھ ہی دیر میں وہ نڈھال ہو چکی تھی۔رمل نے اپنی پوری قوت سے ایزد کو خود سے دور کیا تھا۔وہ اِس کے لئے تیار نہیں تھا۔اس لئے بے اختیار پیچھے ہوا۔اس کے پیچھے ہوتے ہی رمل نے زور زور سے سانس لینا شروع کر دی۔ایزد اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔۔۔؟؟"

رمل غصے سے بولی۔

"۔۔۔۔۔میں اپنی ناراض بیوی کو پیار کر کے منا رہا ہوں"

اس نے معصومیت کے تمام ولڈر کاڈ توڑتے ہوئے کہا۔

"توانسانوں کی طرح نہیں کرنے ہوتا۔۔۔ "

رمل غصے میں کیا کہہ گئی تھی اس کو خود احساس نہیں ہوا تھا۔اس کی بات سن کر ایزد قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔اس کے ہنسنے پر رمل کو احساس ہوا تھا کے وہ کیا کہہ گئی ہے۔

"اب انسانوں کی طرح کروں گا۔۔۔"

اس نے رمل کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب تر کرتے ہوئے کہا تھا۔اس کی بات سن کر وہ اسی کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی۔

"رمل۔۔۔"

ایزد کی محبت بھری پکار پر اس نے بے اختیار سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

"ساری رات یہیں پر رہنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟؟؟"

اس کی بات سن کر رمل سٹپٹا گئی تھی۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔۔۔"

رمل نے اپنا رُخ موڑ کر اپنی شرمندگی کم کرنے کے لئے کہا۔

"کیوں جاؤں۔۔۔؟؟"

ایزد کی بات پر رمل نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر اس کو دیکھا تھا۔

ایسے نا مجھے تم دیکھو"

سینے سے لگالو گا

جس بات کا تم کو ڈر ہے

وہ کر کے دیکھا دوں گا

رمل کے دیکھنے کے انداز پر ایزد نے گنگناتے ہوئے کہا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

ایزد نے اس کو اپنے قریب تر کر کے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا ضرورت ہے۔۔۔اس کی۔۔؟؟"

ایزد نے اس کی گردن پر شہادت کی انگلی رکھ کر اس کو نیچے لے جاتے ہوئے سرکوزی نما آواز میں کہا۔رمل کا سر شرم سے مزید جھک گیا۔ایزد نے تھوڑی سے اس کے جھکے سر کو اوپر اٹھایا۔رمل کی لرزتی پلکوں کا رقص

ایزد کو بے خود کر رہا تھا۔اس نے باری باری ان پر اپنے لب رکھے۔اس کی اتنی قربت پر رمل کو لگا اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔پانی اس کے چہرے کے ہر نقش کو چھو کر گزرتا دیکھ کر ایزد کی نظریں اس کے لبوں پر ٹھہر گئیں۔اس کے کپکپاتے لبوں سے پھسلتا پانی دیکھ کر ایزد نے شاور بند کیا۔

"مجھے نہیں پسند کے کوئی تمہاری طرف دیکھے بھی۔۔۔یہ پانی تو چھو کر گزر رہا ہے۔۔۔"

ایزد نے رمل کے لبوں کو انگوٹھے سے چھو کر کہا تو رمل نے اپنا رُخ دیوار کی طرف کر لیا۔اس کی بات پر رمل کے چہرے پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔چند لمحوں بعد اس کا مضبوط حصار محسوس کر کے رمل کی جان ہوا ہوئی تھی۔اس کے کسرتی بازو دیکھ کر رمل کا پورا وجود لرز اٹھا تھا۔

"اا۔۔۔اے۔۔۔ایزد۔۔۔۔"

رمل کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کر کے اس نے رمل کے کندھے پر اپنے لب رکھے تھے۔رمل نے اس کے سینے میں منہ چھپانا چاہا تھا مگر وہ اس کو مہلت نا دیتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک گیا۔رمل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو خود سے دور کرنا چاہا تھا مگر اُس کی اِس حرکت پر ایزد کے لمس میں اور شدت آئی تھی۔وہ اس کو لے کر کمرے میں چلا گیا۔اور اس کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے ایزد نے اس کے بازوؤں کو تکیے کے ساتھ لگایا۔ایزد کی شدتوں کے سامنے رمل رونے کو تھی۔مگر جب بھی بولنے کی کوشش کرتی وہ اس کے الفاظ اپنے لبوں میں قید کر لیتا۔

"ایزد۔۔۔پلیز۔۔۔"

رمل نے نم لہجے میں التجاء کی تھی۔

"تم ہی چاہتی تھی کہ تمہارے پاس رہوں۔۔۔"

ایزد نے ہلکے سے اس کے لبوں کو چھو کر کہا۔

"مم۔۔۔میں نے ایسے نہیں کہا تھا۔۔۔۔"

ایزد کی شدتوں کے سامنے اس کی آواز کانپ گئی تھی۔

"میں تو ایسے ہی پاس رہ سکتا ہو۔۔۔رکھنا ہے تو رکھ لو ورنہ۔۔۔"

ایزد بظاہر سنجیدگی سے بولا تھا۔

"ورنہ۔۔۔"

رمل نے تڑپ کر اس کو دیکھا تھا کہ کتنی آسانی سے وہ اس کو چھوڑنے کا کہنے والا تھا۔ کون تھا اس کی زندگی میں ایزد کے علاوہ؟؟

"ورنہ میں خود آیا تو برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں نمی اترتی دیکھ کر ایزد نے فوراً اپنا مزاق ایک طرف کیا تھا۔

"مم۔۔۔میں خود کک۔۔۔کیسے۔۔۔؟؟"

یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کی نظریں خود ہی جھک گئی تھیں۔

"ٹھیک ہے پھر میں ہی آجاتا ہوں۔۔۔؟؟"

ایزد اس کو سوچنے کا موقع بھی دیے بغیر مکمل طور پر اس پر حاوی ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی رمل کو احساس ہو گیا تھا ایزد کی بات نا مان کر وہ کتنی بڑی غلطی کر چکی ہے۔ ایزد نے اس پر جھکے ہی ٹانگ سے کمفرٹ کھینچ کر اپنے اور اس کے اوپر دیا تھا۔

"اا۔۔۔ایزد۔۔۔"

رمل نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

"کہا تھا نا میں خود پاس آیا تو برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔"

وہ اس کا تڑپنا نظر انداز کرتا اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ اب رمل اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے ایزد کی بات کو سریس نہیں لیا تھا۔ ایزد کے سامنے تو وہ دنیا بھول جاتی تھی یہ یاد کیسے رکھتی کے وہ خود کو بچانا جانتی ہے۔

"مم۔۔۔۔مجھے۔۔نن۔۔۔نیند۔۔ا۔۔۔آ۔۔۔رہی ہے۔۔۔"

رمل نے بہانا بنایا تھا۔

یہ بہانے بازی میرے ساتھ نہیں چلے گی۔۔۔تم میرے پاس آتی تو"
تمہاری بات ماننے کا سوچ سکتا تھا۔پر میں تمہارے پاس آیا ہوں اس لئے تم
"میری مرضی سے سو گی۔۔۔

ایزد،رمل کے کسی بھی بہانے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کے لبوں پر
جھک گیا۔ تقریباً صبح کے وقت ایزد نے اس کو سونے کی نوید سنائی تھی۔
رمل بس کر دو۔ نیند آ رہی ہے ساری رات تم نے مجھے سونے نہیں دیا۔"

"

اس الزام پر رمل کا منہ ہی کھول گیا تھا۔

"اب تم مجھے مجبور کر ہی ہو میں سونے کا ارادہ بدل دوں۔۔۔۔۔"

اس کے کُھلے منہ کو دیکھ کر ایزد کا دل ایک بار پھر بے ایمان ہوا تھا۔اس کی
بات پر رمل اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ ساری رات جاگنے کی وجہ سے
دونوں ہی جلدی سو گئے تھے۔

نور کو جب ہوش آیا تو اس نے خود کو حدی کے کمرے میں پایا تھا۔ خود کو اس کے کمرے میں دیکھ کر نور سمجھ گئی تھی وہی اس کو یہاں لایا ہو گا۔ ورنہ یہاں رہتے وہ اتنا تو جان گئی تھی کے خانزادہ حدی کے کمرے میں کوئی ملازمہ صفائی کے لئے بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں آسکتی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھی اور باہر چلی گئی۔ اس کو یقین ہو چلا تھا کے آج تو اس کی جان ان خانوں کے ہاتھ سے ہی جائے گی۔

"اُٹھ گئی مہارانی صاحبہ۔۔۔۔"

خانم بیگم کے طنز پر اس کی جان ہوا ہوئی تھی۔ ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر نور کے ہاتھوں سے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"نور۔۔۔ میں نے جو کام کہا تھا کر دیا ہے۔۔۔؟؟"

درعین نے خانم بیگم کو کڑے تیوروں سے نور کی طرف بڑھتا دیکھ کر اس کو بچانے کی غرض سے کہا تھا۔

"کون سا کام۔۔۔میں تو۔۔؟؟"

"میرا کمرہ صاف کرنے کا کام نور۔۔۔"

اس کو اپنی شامت خود بلاتا دیکھ کر درعین نے تھوڑا سختی سے کہا تو نور نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا۔جو اس کو آنکھوں سے اشارہ کر رہی تھی۔

"او۔۔جج۔۔۔۔جی۔۔۔"

جھوٹ بولتے ہوئے اس کی نظریں خود جھک گئی تھیں۔

"جا کے کام کر اپنا کھڑی کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہے۔۔۔"

خانم بیگم کو درعین کی بات سن کر کچھ تسلی ہوئی تھی کہ وہ اس کا کمرا صاف کر رہی تھی۔انہوں نے غصے سے نور کو گھور کر کہا۔اپنی جان بچنے پر جہاں نور نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا وہیں درعین نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔

ہوسپٹل میں بھی اگر درعین اس کو بچانے کی کوشش کرتی تو وہ کوئی ایسی

بات کر جاتی کے دونوں ہی پھنس جاتیں۔آج اس کو عقل مندی کا مظاہرہ کرتے دیکھ کر درعین نے دو شکرانے کے نوافل پڑھنے کا سوچ لیا تھا۔کسی نے درعین کا نور کو اشارہ کرنا نہیں دیکھا تھا سوئے بانو کے۔وہ کچن میں کام کر رہی تھی کے وہ ملازمہ آئی جو خانم بیگم کے ساتھ ہوتی تھی۔نور نے حیرت سے سارا سامان دیکھا تھا۔دیگ کے لئے جو گوشت منگوایا گیا تھا۔وہ دھولا ہوا پڑا تھا۔اس کے علاوہ پیاز، ٹماٹر، سبز مرچیں اور ہر چیز پہلے سے موجود تھی۔

"اے لڑکی یہ سب لے کر باہر جا۔۔۔۔"

ملازمہ کی گرج دار آواز پر اس نے ڈر کر پیچھے مڑ کر اس کو دیکھا جو دروازے میں نا جانے کب سے کھڑی تھی۔درعین جو پانی پینے کے لئے وہاں آئی تھی ملازمہ کی بات سن کر اس کا سارا پلین سمجھ گئی تھی۔

یہ کیا کہہ رہی ہو جانتی ہو نا کے حدی بھائی کو یہ سب پتا چلا تو وہ تمہارا کیا"

"حال کریں گے۔۔۔

درعین نے غصے سے کہا تو وہ سٹپٹا گئی۔ حدی کے نام پر نور کی آنکھوں میں نفرت اُبھر آئی تھی۔

"جاؤ۔۔۔۔ یہاں سے۔۔۔"

درعین کے سختی سے کہنے پر وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

حویلی سے باہر جانے والا کوئی کام مت کرتا۔۔۔ کسی ملازمہ کے کہنے پر تو"
"بلکل بھی نہیں۔۔۔

درعین نے اس کو سمجھایا تو نور نے بس سر ہلا دیا۔

ویسے حدی بھائی پر کیا جادو کیا ہے تم نے وہ جو کسی لڑکی کی طرف دیکھتے"
"بھی نہیں تھے۔۔وہ۔۔۔

درعین نے اس کو تنگ کرنا چاہا تھا۔

"مجھ سے ان کے بارے میں کوئی بات نا کرو۔۔"

نور کے لہجے میں پہلی بار کسی کے لئے اتنی نفرت محسوس کر کے درعین نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔

"نور۔۔۔تم تو کسی سے کبھی بھی اتنی نفرت نہیں کرتی تھی تو بھائی سے
"کیوں۔۔؟؟
درعین کے لہجے میں بھی بلا کی بے یقینی تھی۔
میری حالت دیکھ کر بھی تمہیں لگتا ہے کے میری نفرت ناجائز"
"ہے۔۔۔؟؟
نور نے سوال کے بدلے سوال کیا تھا۔
"حدی بھائی نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا۔۔۔"
درعین نے حدی کی سائیڈ لی تو نور کو غصہ آگیا۔
اگر تم نے اپنے پیارے حدی بھائی کے سائیڈ لینی ہے تو تم بھی خانم بیگم "
"کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ کیونکہ یہ مجھے زیادہ برا لگ رہا ہے۔۔۔
نور کی بات پر درعین بس اس کو دیکھ کر ہی رہ گئی۔
"نور۔۔۔"
وہ بولی بھی تو بس اتنا۔

"تم نور تو نہیں ہو۔۔۔"

درعین کافی دیر کے بعد بولنے لے قابل ہوئی تھی۔

"نور تو مر گئی ہے۔۔۔"

نور کے سادہ سے لہجے میں کہے اس جملے نے درعین کو تکلیف دی تھی۔

"نور تم ایسی تو نہیں تھی۔۔۔"

بے بسی سے درعین کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔اس کی معصوم سی دوست کس حال میں تھی۔اس کی بات سن کر وہ طنزیہ مسکرائی تھی۔درعین تو اس کو دیکھ کر رہ گئی۔وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

نور باہر مر دہوں گے مت جاؤ۔۔۔یہ لوگ تمہیں سزا دینے کا بہانا"

"ڈھونڈ رہے ہیں۔۔

درعین نے اس کو باہر جانے کی تیاری کرتا دیکھ کر ملتجی لہجے میں کہا تھا۔

"کسی ملازم کو کہوں گی باہر لے جائے۔۔۔"

نور کہہ کر جانے والی تھی کے کچھ یاد آنے پر رُکی۔

"تھینکیو۔۔۔۔عینا۔۔"

"مجھے کب سے تھینک یو کہنے لگی۔۔۔؟؟"

اس کی بات پر درعین نے سادگی سے کہا تو وہ غیر محسوس سا مسکرادی۔

درعین کو نور کی اتنی نفرت کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔

نور کو کیا ہو گیا ہے؟؟ یہ ایسی تو نہیں تھی۔۔۔حدی بھائی اس کو زبردستی)

بھی یہاں لائے ہیں تو بھی نور کا ان سے اتنی نفرت کرنا ٹھیک نہیں

(ہے۔۔۔بھائی نے تو اس کو یہاں لانے کے بعد کچھ کہا بھی نہیں۔۔

وہ بس سوچ ہی سکی تھی۔اس نے سب چیزیں ملازمہ کے ہاتھ باہر بھیجی تھیں۔جب وہ واپس آئی تو درعین نے اس کو اپنے کمرے میں بلا لیا۔وہ اس کے کمرے میں گئی تو دلاور اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا اپنا سکول کا کام کر رہا تھا۔

"بلایا تھا تم نے۔۔۔"

اس کی بات سن کر درعین نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں۔۔۔"

اپنی ماں کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر اس کو پھر نور کو دیکھا تھا۔ درعین اُٹھ کر وارڈروب کی طرف گئی۔ نور وہیں پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ کچھ کپڑے لے کر اس کے پاس آئی تھی۔

ایم سوری نور۔۔۔ تمہیں اپنے کپڑے دے رہی ہوں۔۔۔ پر میں اس"
"سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتی۔۔

درعین نے اپنے کچھ کپڑے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"اس میں سوری کی کیا بات ہے۔۔۔؟؟ مجھے کون سا تمہارے کپڑے پہننے
"میں شرم آئے گی؟؟؟

نور نے اس کی شرمندگی کم کرنے کے لئے کہا تھا۔

"تم ویسے ہی میرے لئے بہت کچھ کر رہی ہو۔۔۔"

آخر میں نور نے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔ درعین دلاور کی طرف جاتے ہوئے دوستانہ ماحول میں بولی۔

"اب تھینک یو مت کہہ دینا۔۔۔"

نور جس نے تھینک یو کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کے اس کی بات سن کر بند کرنا پڑا۔

"نور تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ۔۔۔۔ میں بلکل اکیلی ہو گئی ہو۔۔۔"

درعین نے دکھ سے کہا تھا۔ نور جو ابھی بولنے ہی والی تھی کے دلاور بول پڑا۔

"میں ہونا آپ کے ساتھ۔۔ موم۔۔"

موم کی جان آپ تو ہو۔۔۔ جیسے آپ کے پاس ایک دوست ہے مجھے بھی"

"ایک دوست چاہیے نا۔۔

دوست کی بات سن کر دلاور کو دائم کی بات یاد آگئی تھی۔

"مجھے دائم کے گھر جانا ہے۔۔"

نور جو درعین کو منع کر کے باہر جانے والی تھی یہ نام سن کر وہیں رُک گئی۔
اپنے دائم کا سوچ کر اس کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔

"کیوں حیریت ہے۔۔۔؟؟"

دلاور نے پہلی بار اپنے دوست کے گھر جانے کا کہا تھا۔اس لئے درعین نے حیرت سے پوچھا۔ایک پل کو نور کو لگا دلاور اس کے دائم کی بات کر رہا ہے۔

جی حیریت ہے۔۔۔اس نے کہا کے اب وہ اپنے ڈیڈ کے پاس رہنے چلا گیا"

"ہے تو میں نے کہا میں آؤں گا ان کے گھر۔۔۔

دلاور کی اس بات پر نور سمجھ گئی تھی یہ کوئی اور دائم ہے۔وہ اپنے دائم کے لئے اُداس ہوتی واپس جانے کو مڑی۔

"اب کہاں رہتا ہے وہ۔۔۔؟؟"

درعین اس سے پوچھ رہی تھی۔

"شہر چلا گیا ہے۔۔۔"

وہ دونوں دائم کے بارے میں کچھ اور بھی باتیں کر رہے تھے مگر نور کو وہاں کھڑا ہونا مشکل لگ رہا تھا۔اس لئے واپس چلی گئی۔پورا دن کاموں میں اتنا مصروف گزرا تھا کہ دائم کا خیال کچھ دیر کے لئے اس کے ذہن سے نکل گیا تھا۔اب جب سب سونے کے لئے چلے گئے تو نور سیڑھیوں پر بیٹھ کر دائم کو یاد کرنے لگی۔اس کو یاد کرتے ہوئے نور کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے جن کو اس نے صاف کرنے یا روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دلاور جو پانی پینے کے لئے اُٹھا تھا۔درعین کو سو یاد دیکھ کر خود ہی باہر آ گیا۔نور کو سیڑھیوں پر بیٹھ کر روتا دیکھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"آپ رو کیوں رہی ہیں۔۔؟؟"

دلاور نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا تو نور نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

" نہیں۔۔۔میں رو تو نہیں رہی آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔"

"اِدھر مٹی ہے ہی نہیں اور ہوا بھی نہیں چل رہی کے کچھ اڑ کر آپ کی آنکھ
میں چلا جاتا۔۔۔"

اس چھوٹے سے بچے کی بات سن کر نور نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔

دلاور کو دیکھ کر نور کو اس پر ایول۔ کنگ کا گمان ہوا تھا۔

(یہ تو اتنا چھوٹا بچا ہے میں بھی کیا سوچ رہی ہوں۔۔)

نور نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے دل ہی دل میں خود کو ڈپٹا تھا۔

"آپ نے جواب نہیں دیا آپ رو کیوں رہیں تھیں۔۔۔؟؟"

دلاور نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا۔

"آپ چھوٹے ہو ابھی۔۔۔آپ نہیں سمجھو گے۔۔۔"

نور نے اس کو ٹالنا چاہا تھا۔

"آپ مجھے ٹال رہیں ہیں۔۔۔میں حدی بابا کو آپ کی شکایت لگاؤں گا آپ
میری بات نہیں سنتیں۔۔۔

نوراس کی پہلی بات پر ہی مارے حیرت کے صدمے میں چلی گئی تھی اس کی دھمکی کیا سنتی۔

(ایک چھوٹا بچہ باتوں کو کتنی گہرائی سے سمجھ سکتا ہے۔۔۔؟؟)

نور بس سوچ ہی سکی تھی۔

"مجھے اپنی بات دوبارہ کہنے کی عادت نہیں ہے۔۔۔"

دلاور کے اس کو گھور کر کہنے پر نور کو یقین ہو چلا تھا کے وہ کوئی عام بچہ نہیں ہے جس کو کچھ بھی کہہ کر بہلا لیا جائے۔اس کا یہ انداز بھی اس کو ایول۔کنگ کی یاد دلا گیا تھا۔

"مجھے میرے بیٹے کی یاد آرہی ہے۔۔۔"

"آپ کا بیٹا بھی ہے۔۔۔۔؟؟"

اس کی بات سن کر دلاور نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم۔۔۔۔"

نور کے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اچھا کیا آپ نے بھابی جو آپ دائم کو اس ماحول سے دور لے گئیں۔اس)

(کے معصوم ذہن پر کیسا اثر ہوتا اس ماحول کا۔۔۔؟؟

آخری بات سوچ کر ہی اس کے دل میں استغفر اللہ کا دور کیا تھا۔

"نام کیا ہے اس کا۔۔۔؟؟"

دلاور کے سوال پر اس نے دائم کے لئے اداس ہوتے ہوئے اس کا نام بتایا۔

"دائم۔۔۔"

دلاور اس نام پر چونکا تھا۔

"آپ اس کی سگی ماما نہیں ہیں۔۔۔؟؟؟"

اب کی بار نور کے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔

"جواب دیں۔۔۔؟؟؟"

اس کو نا بولتا دیکھ کر دلاور نے بے چینی سے پوچھا۔

نہیں وہ میرے بھائی کا بیٹا ہے زیادہ تو میرے پاس ہوتا ہے اس لئے مجھے "

" بھی موم ہی کہتا ہے۔۔۔۔ لیکن آپ کو کیسے پتا۔۔۔؟؟

آخر میں نور نے اپنے دل کی بات پوچھ لی۔

"اگر آپ اس کی موم ہوتیں تو یہاں تو نہیں ہوتیں نا۔۔"

دلاور نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کیا تھا۔نور کا معصوم ذہن اس چھوٹے خان کی چالاکی کو نہیں سمجھا تھا۔

"آپ کے بھائی کا نام کیا ہے۔۔۔؟؟"

دلاور نے ایک اور سوال کیا تھا۔اس سے باتیں کرتے کچھ دیر کے لئے نور بھی اپنے سارے دکھ بھول گئی تھی۔

" گھر میں ان کو اذلان کہتے تھے پر ان کا نام بھی دلاور تھا۔"

اپنے بھائی کو یاد کر کے نور کی آنکھیں پھر سے بھیگ گئی تھیں۔جبکہ دلاور کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ نور دائم کی نور موم ہیں۔

"آپ کیا کام کرتی تھیں۔۔۔؟؟"

دلاور کے سوال اس کو حیرتوں کے سمندر میں بار بار غوطہ کھانے پر مجبور کر رہے تھے۔

آپ بار بار چپ کیوں ہو جاتی ہیں اب کی بار سچ میں حدی بابا کو فون کر"
"دوں گا۔۔۔
"ہیں فون کیوں کرو گے۔۔؟؟ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں کیا۔۔۔؟؟"
نور نے حیرت سے پوچھا تھا۔
نہیں ہیں وہ آؤٹ آف کنٹری گئے ہیں۔۔۔۔آپ بات بدل رہی"
"ہیں۔۔۔
اس کی بات پر چار و ناچار نور جو اس کے سوالوں پر حیران ہونے کی بجائے
اس کو جواب دینے پڑے۔
"ڈاکٹر ہو۔۔۔"
"کہاں پڑیکٹس کرتی تھیں۔۔۔؟؟"
اگلا سوال فوراً آیا تھا۔
"شاہ میڈیکل سینٹر۔۔۔میرا ہی ہے۔۔۔"
"دل نور۔۔۔۔"

نور کی بات سن کر اس نے غور سے نور کو دیکھ کر کہا تھا۔ نور نے حیرت سے دلاور کو دیکھا تھا۔ کیونکہ حویلی میں کوئی بھی اس کا پورا نام نہیں جانتا تھا۔ درعین بھی اس کو نور ہی کہتی تھی۔

"آپ کو کیسے پتا میرا پورا نام دل نور ہے۔۔۔؟؟ یہاں تو کوئی میرا نام نہیں لیتا۔۔۔عینا بھی مجھے نور کہتی ہے۔۔۔

نور نے حیرت سے پوچھا۔

"جب آپ نے جرگے میں نکاح سے انکار کیا تھا۔ حدی بابا نے گھر میں آکر سارا غصہ لاؤنج کی چیزوں پر نکالتے ہوئے آپ کا پورا نام لیا تھا۔"

دلاور نے اس کو تفصیل سے آدھا سچ بتایا تھا۔ حدی کے نام پر نور کا دل کیا کچھ کر گزرے مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ دلاور کچھ دیر اس کے ساتھ بیٹھ کر واپس عینا کے پاس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ پھر سے اپنی زندگی میں ہونے والے ان عجیب و غریب واقعات کو سوچنے گئی۔

وہ جس کمرے میں آیا تھا ہر طرف اس کی ہی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔نشے میں لڑکھڑاتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔زمین پر لگی ٹائلوں میں بھی اس کی ہی تصویریں تھیں۔اس کی نظر اپنے پاؤں کے نیچے آنے والے اس کے گال پر پڑی تو وہ وہیں بیٹھ گیا۔

"رمل۔۔۔۔"

اس نے بے بسی سے کہا تھا۔

"تم کسی اور مرد کے پاس ہو یہ سوچ بھی ذہن میں آتی ہے تو دل کرتا ہے ابھی کے ابھی وہ میرے سامنے آئے تو میں اس کے اتنے ٹکڑے کروں کے کوئی گن بھی نہ سکے۔۔۔"

وہ وہیں پر زمین پر بیٹھتے ہوئے اس کے گال کو چھو کر بولا۔آنکھیں لہو رنگ ہو رہیں تھیں۔

تمہیں کیوں نظر نہیں آتا محبت کرتا ہو۔۔۔ محبت تو چھوٹا لفظ "
" ہے۔۔۔۔ عشق ہے مجھے تم سے رمل۔۔۔۔
وہ اس کی تصویر کو گال سے چھوتا ایسے کہہ رہا تھا جیسے وہ اس کو سن رہی ہو۔
ایک بار مجھے مل جاؤ۔۔۔ پھر دیکھنا کیسے گن گن کر بدلے لوں گا تم "
" سے۔۔۔۔۔ جتنا مجھے تم نے تڑپایا ہے نہ اسی طرح تڑپاؤں گا۔۔۔۔
اس کو لگا رمل کی مسکراتی تصویر اس سے ڈر رہی ہے۔
ارے۔۔ پگلی تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے لئے "
تو اذان شاہ کی جان بھی حاضر ہے۔۔۔ میں تمہیں نقصان پہنچانے کا سوچ
بھی نہیں سکتا۔۔۔۔ اچھا ابھی میں چلتا ہوں۔۔۔ جب تک تم نہیں آت
تب تک مجھے دوسری لڑکیوں سے کام چلانا پڑے گا نا۔۔۔۔ تم آؤ گی تو پکا
" پرومس کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا۔
وہ اس کی تصویر کو پیار سے سمجھا کر اس کمرے سے بات نکل گیا۔ اس
کمرے سے نکل کر وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں بیڈ پر لیٹی ایک

لڑکی مسلسل ہاتھ پیر ہلا کر خود کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔اذان کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئی تھی۔اس کے ہاتھ بیڈ کراؤن کے ساتھ بندھے تھے۔منہ میں کپڑا ہونے کی وجہ سے وہ بول بھی نہیں پا رہی تھی۔اس شیطان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ اس نے نفی میں سر ہلا کر اذان کو اپنے پاس آنے سے روکا تھا۔مگر وہ نشے اور اپنی ہوس میں اتنا گم تھا کے کسی معصوم کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو بھی اس کو نظر نہیں آ رہے تھے۔وہ اپنے شرٹ اتار کر پھینکتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

"تم سچ میں بہت خوبصورت ہو۔۔۔پر میری رمل سے کم ہو۔۔۔اس جیسا تو کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔۔۔۔وہ ہوتی تو تمہاری کیا ضرورت تھی مجھے۔۔۔۔"

وہ اس سے ایسے مخاطب تھا جیسے صدیوں کی جان پہچان ہو۔ وہ اپنا بیلڈ کھول کر اس کے پاس جاتا اس پر جھک گیا۔ نشے میں اذان کو اس میں رمل کر عکس نظر آیا تھا۔ اذان نے مسکراتے ہوئے رمل سے مخاطب ہو کر کہا۔

رمل۔۔۔ تم بھی ناہر جگہ نظر آتی ہو۔۔۔۔ اب بھلا کوئی عام سی لڑکی"

" تمہارا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔

وہ نشے میں بڑبڑایا تھا۔ اس کی بڑبڑاہٹ سن کر اس لڑکی کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔ اذان نے اپنا سر جھٹک کر ایک جھٹکے سے اس کر کپڑے پھاڑ دیے۔ وہ چیخی تھی۔ مگر منہ میں ڈالے گئے کپڑے کی وجہ سے اس کی چیخیں دب گئی تھیں۔ اذان پر اس کی کسی مزاحمت کا کیا اثر ہوتا وہ تو اپنی ہوس اور نشے میں اندھا ہو چکا تھا۔ اذان نے اس کے منہ سے کپڑا نکالا تو وہ مدد کے لئے چلانے لگی۔

"ہیلپ۔۔۔۔ پیلپ۔۔۔ می۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔۔؟؟"

"جتنا بھی چیخ لو تمہاری آواز اس کمرے سے باہر نہیں جا سکتی۔۔۔"

اس کے چیخنے پر اذان نے اس کا مزاق اُڑانے والے انداز میں کہا تھا۔اس کی بات سن کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اپنی ہوس پوری کرتا نا جانے رات کا کون سا پہر تھا جب وہ وہیں پر ہوش و حواس سے بیگانا ہو چکا تھا۔

غزال ابھی سارا کام کر کے تھک کر بیٹھی تھی۔اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ کر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔ کہاں وہ اپنے گھر کی لاڈلی جس نے آج تک پانی کا ایک گلاس بھی خود نہیں اٹھایا تھا کس حال میں پہنچ گئی تھی۔دُکھ اس بات کا نہیں تھا کے ازمار اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لئے یہ سب کر رہا تھا۔ تکلیف اس بات کی تھی کے گھر میں سب کو یہ ہی لگتا تھا کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے۔

ایزد!!!!۔۔۔میں گھر سے نہیں بھاگی۔۔۔۔ڈیڈ!!میں نے آپ کا مان نہیں توڑا۔۔۔۔موم!!!میں بدتمیزی ہو سکتی ہوں کچھ بھی ہو سکتی ہوں پر میں بدکردار نہیں ہو۔۔۔

اس نے نم آنکھوں سے سوچتے ہوئے ایزد، بلال خان، اور ہادیہ خان کو اپنی صفائی پیش کی تھی۔ مگر وہ وہاں ہوتے تو سنتے نا۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی گم تھی کے اس کو احساس ہی نہیں ہوا کے کوئی گھر میں داخل ہوا ہے۔ اپنے اندر آکر سامنے صوفے پر بیٹھنے پر بھی غزال کو ایسے ہی اپنی سوچوں میں گم دیکھ کر ازمار کو اس کے غفلت پر غصہ آیا تھا۔

اٹھ کر کھانا دو گی یا میں تمہارا علاج تمہارے گھر والوں کی طرح"

"کروں۔۔۔

ازمار کی گرج دار آواز پر وہ ہڑبڑا کر اپنی سوچوں سے باہر آئی تھی۔ وہ بغیر کچھ کہے اُٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ جاتے جاتے ازمار اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ چکا تھا۔ وہ کھانا لے کر آئی تو اس کو وہیں بیٹھا دیکھ کر بولی۔

"منہ ہاتھ دھولو۔۔۔"

اس کی آواز پر ازمار نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا جو بلکل نارمل اس کے سامنے کھڑی تھی۔اس نے اپنا سر جھٹک دیا اور منہ دھو کر کھانا کھانے کے لئے آ گیا۔

"میرے کپڑے نکال دو۔۔۔"

ازمار نے کھانا شروع کرتے ہوئے اگلا حکم سادر کیا۔وہ سر ہلا کر خاموشی سے کمرے میں چلی گئی ازمار کو اس کی خاموشی چُب رہی تھی مگر اس کو کہتا بھی تو کیا وہ تو شکایت کا موقع بھی نہیں دے رہی تھی۔وہ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں گیا تو اس کے کپڑے بیڈ پر پڑے تھے۔اس نے لاشعوری طور پر پورے کمرے میں نظر دوڑائی تو وہ کھڑکی کے پاس کھڑی نظر آئی۔ازمار چینج کر کے واپس آیا تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔اس کو یاد آیا کہ وہ موبائل باہر بھول آیا ہے۔وہ باہر گیا تو غزال اس کو کھانا کھاتی نظر آئی تھی۔اس کو حیرت ہوئی تھی۔وہ تو یہی سمجھا تھا کہ وہ کھانا کھا چکی ہو گی۔ تھوڑا سا کھا کر

وہ برتن سمیٹنے لگی۔اپنا سارا کام کر کے وہ کمرے میں آئی تو ازمار سو چکا تھا۔ اس کو نیند نہیں آ رہی تھی اس لئے ازمار کی سٹڈی میں موجود کتابیں دیکھنے تھی کے لگی۔ان میں اس کو ایک ڈائری نظر آئی تھی۔اس کو حیرت ہوئی ازمار شاہ کے سٹڈی میں ڈائری۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے ڈائری کھولی مگر وہ خالی تھی۔اس نے کچھ سوچتے ہوئے ایک پین اٹھایا اور نائٹ بلب کی روشنی میں ڈائری لکھنے لگی۔دل کا بوجھ کاغذ کے صفحوں میں اتار کر اس نے ڈائری چھپا دی کہ کہیں بغیر اجازت کے استعمال کرنے پر ہی کوئی سزا نہ سنا دے۔

وہ شرٹ لیس اُلٹا لیٹا ہوا تھا کہ فون کی مسلسل بیل سے اس کی آنکھ کھول گئی۔اس نے بند آنکھوں سے سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مار کر موبائل پکڑا اور فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگا لیا۔

"ہیلو ایزد۔۔۔۔؟؟"

بلال خان کی آواز پر وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھا تھا۔اس کے اٹھتے ہی رمل کی بھی آنکھ کھول گئی۔اس کو فون پر دیکھ پر اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

"جی ڈیڈ۔۔۔؟؟"

وہ جانتا تھا کس لئے فون کیا گیا ہو گا۔ مگر انجان بن کر بولا۔

"غزل تمہارے ساتھ ہے؟؟؟اگر وہ ہے تو اس کو گھر بھیجو۔۔۔"

بلال خان کی بات سن کر اس نے اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کیا تھا۔

"جی ڈیڈ وہ میرے ساتھ ہی تھی۔۔۔"

"کیا مطلب ہے تمہارے ساتھ تھی۔۔۔۔؟؟"

بلال خان جو پہلے ہی غزال کے لئے پریشان تھے اس کی بات سن کر مزید بے چین ہوئے۔رمل جو خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی۔ایزد کا جھوٹ بولنا اس کو سمجھ نہیں آیا۔

وہ کیس کے سلسلے میں شہر سے باہر گئی ہے۔۔۔۔کچھ دن بعد واپس آئے" "گی۔۔۔

اس نے پہلے سے سوچا ہوا جھوٹ بولا تھا۔

"کتنے دن تک آئے گی؟؟؟؟اس کا فون کیوں بند ہے؟؟؟اور اس کی

"لاپرواہی کا تو مجھے پتا ہے تم نے کیوں نہیں بتایا مجھے؟؟؟

انہوں نے ایک ہی سانس میں اتنے سوال کر دیے۔

"وہ کب تک آئے گی یہ مجھے نہیں پتا کل ہی اچانک اس کو جانا پڑا۔۔۔اور

"آپ کو نا بتانے کے لئے ایم سوری۔۔۔

اس نے سوچے ہوئے تمام جھوٹ ایک ساتھ بولے تھے۔اپنے باپ سے پہلی بار جھوٹ بولتے ہوئے اس کو بُرا تو ہی رہا تھا۔ساتھ میں وہ غزال کے لئے بھی پریشان تھا۔

"اس کا فون کیوں بند جا رہا ہے۔۔۔؟؟"

ان کے لہجے سے وہ جان گیا تھا ان کو کچھ تسلی ہو گئی ہے۔

"فلائٹ میں ہو گی۔۔۔"

اس نے اپنا تھوک نگلتے ہوئے ایک اور جھوٹ بولا۔

"جیسے ہی اس کا فون آن ہو تو اس کو کہے مجھ سے بات کرے۔۔۔"

بلال خان نے کہتے ہوئے فون بند کر دیا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔

"ایزد تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟"

اس کو فون رکھتے دیکھ کر رمل نے اٹھتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔اپنی پریشانی میں وہ رمل کی موجودگی کو بھول ہی گیا تھا۔اس کی آواز پر چونک کر مڑا۔جو رات والے کپڑوں میں ہی تھی۔البتہ اب وہ خشک ہو چکے تھے۔اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر رمل کو اس کی رات والی پریشانی یاد آئی تھی اس نے کہا تھا اس کے پاس پریشان ہونے کے لئے ایک وجہ نہیں ہے۔

"تم نے ابھی فون پر کہا کہ وہ تمہارے ساتھ تھی۔۔۔تم تو اتنے دن سے گھر ہی نہیں آئے۔۔۔پھر جھوٹ کیوں بولا۔۔۔؟؟"

رمل کی بات سن کر کچھ دیر وہ بس خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"ایزد تم مجھے بتا سکتے ہو۔۔۔"

رمل نے اس کو تسلی دی۔اس کی بات سن کر ایزد نے گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور اس پر جھکا اور چند لمحوں بعد اس کی گردن میں منہ چھپا کر لیٹ گیا۔

ایزد تم نے کہا تھا تم پریشان ہو۔۔۔کیا تم مجھے اپنی پریشانی بھی نہیں بتا" "سکتے۔۔۔؟؟

رمل کی بات سن کر اس نے اسی طرح منہ چھپائے کہا۔

"کچھ ٹائم چاہیے مجھے خود کو نارمل کرنے کے لئے۔۔۔"

ایزد کی بات سن کر وہ خاموش ہو گئی۔ کتنی ہی دیر وہ اسی پوزیشن میں رہا۔

"ایک آدمی آیا تھا گھر اس نے کہا کہ غزل کی کے ساتھ بھاگ۔۔۔"

اس کے آگے ایزد سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"ایزد۔۔۔"

رمل کو لگا وہ رو رہا ہے۔اس کی محبت سے بھری آواز پر ایزد نے اپنی بات جاری کی تھی۔

وہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔رمل وہ ایسی نہیں ہے۔۔۔۔وہ کسی مشکل میں "
"ہے۔۔۔

ایزد نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔

میں کئیں دن سے اسی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔ابھی تو میں نے ڈیڈ کو جھوٹ "
بول دیا ہے۔۔۔۔اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں اس کو کہا
ڈھونڈوں۔۔؟؟میں نے ہر اس جگہ پر ڈھونڈ لیا ہے جہاں وہ جا سکتی تھی۔
"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی میں کیا کروں۔۔۔

اس نے سیدھے ہو کر اپنی بات مکمل کی تھی۔رمل نے اس کو سمجھانے
والے انداز میں کہا تھا۔

ایزد سب سے پہلے تو تمہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا۔۔۔۔دوسری"
بات میں جب بھی انکل سے ملی ہوں مجھے وہ بہت انڈر سٹینڈنگ لگے
تھے۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو اچھی طرح جانتے ہیں۔۔تم۔ان کے ساتھ مل کر
"اس کو آسانی سے ڈھونڈ سکتے تھے۔۔۔

نہیں رمل.... تم داجی کو نہیں جانتی پہلے ہی غزال کا انڈیپینڈنٹ ہونا ان" کو پسند نہیں تھا۔۔۔اگر یہ بات گھر تک چلی گئی تو وہ غزل کا نام بھی نہیں لینے دیں گے۔۔۔وہ کہیں سے بھی اس کو ڈھونڈ کر اس کو مروا دیں گے۔۔۔"

ایزد نے رمل کا مشورہ سن کر اس کو داجی کے بارے میں بتایا تو وہ خاموش ہو گئی۔

ازمار بھائی پولیس میں ہیں میں ان سے بات کروں۔۔؟؟وہ پرسنلی اس" کیس کو ہینڈل کریں گے۔"

رمل نے کچھ سوچتے ہوئے ایزد کو مشورہ دیا تھا۔اپنی پریشانی میں وہ اس کی بات پر دھیان نہیں دے سکا تھا۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں کسی کو جانتا ہوں وہ میری ہیلپ" کرے گا۔۔۔"

ایزد نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو اس کے پُر یقین لہجے کی وجہ سے وہ خاموش ہو گئی۔

"تم فریش ہو جاؤ میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔۔۔۔"

ایزد نے اپنے فون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ واش روم میں چلی گئی۔ جب تک ہو آئی وہ بات کر چکا تھا۔

"مجھے ابھی جانا ہے۔۔۔"

ایزد کو رمل کی فکر ہوئی تھی۔ جس پر وہ مسکرائی۔

"تم جاؤ۔۔۔ میری فکر نہ کرو۔۔"

رمل کے تسلی دینے والے انداز پر پُر سکون سا ہو کر واش روم میں چلا گیا۔ رمل کو اس کی پریشانی نے پریشان کر دیا تھا مگر ایزد کے سامنے اس نے خود کو نارمل رکھا ہوا تھا کے کہیں ایزد اس کی وجہ سے پریشان نا ہو جائے۔ ایزد کا اپنی بہن پر اتنا یقین کر نا رمل کے دل میں اس کی عزت مزید بڑھا گیا تھا۔ اس نے عام مردوں کی طرح سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اپنی بہن کو

ڈھونڈ کر جان سے مارنے کی قسم نہیں کھائی تھی۔اس نے جا کر رات کا کھانا فریزر میں رکھ کر ناشتہ لگایا۔

"آؤ ناشتہ کر لو۔۔۔"

رمل نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو اس کو مسکراتا دیکھ کر ایزد آپنی پریشانی بھول گیا۔

" واپس آ کے آرام سے کھاؤں گا۔۔۔۔"

اس نے اسی کے انداز میں منع کیا۔رمل نے بھی اس کو زیادہ فورس نہیں کیا۔وہ جانے ہی والا تھا کے واپس اس کے پاس آیا اور اس کو اپنے ساتھ لگا کر اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مسکراہٹ نے آدھی پریشانی کم کر دی ہے۔۔۔بس دعا کرنا غزل جلدی مل جائے۔"

اس کی بات سن کر رمل بے اختیار مسکرائی تھی۔

"کروں گی دعا۔۔"

اس نے ایزد کی طرف دیکھ کر کہا۔اس کی بات سن کر ایزد چند لمحوں کے لئے اس پر جھکا اور ایک بھرپور نظر اس کے سرخ چہرے پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد رمل نے بھی ٹھیک سے ناشتہ نہیں کیا۔ دل ہی دل میں غزال کے مل جانے کی دعا کر رہی تھی۔وہ کمرے میں گئی تو گیلا بیڈ دیکھ کر رات کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔

بدتمیز خان۔۔۔کیا ضرورت تھی مجھے گیلے کپڑوں میں بیڈ پر لانے)

(کی۔۔؟؟

وہ دل میں اس کو ایک نیا نام دے کر کمرہ صاف کرنے لگی تھی۔

وہ جیسے ہی کنگ کے پاس آیا۔وہ فوراً بولا۔

"کہاں تھے اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔۔"

"سوری۔۔"

اپنے پانچ منٹ لیٹ ہونے پر وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا۔

"کچھ پتا ہو لاسٹ ٹائم کہا گئی تھی غزل.....؟؟؟"

وہ کیس کے سلسلے میں گھر سے نکلی تھی۔۔۔واپس نہیں آئی اسی دن ایک"

".....آدمی میرے پاس آیا اور اس نے بتایا کے غزل بھاگ

اس کے آگے وہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکا تھا۔

"تم نے اس کے دوستوں سے پتا کیا۔۔؟"

ہر جگہ کر چکا ہوں کنگ۔۔۔اس کے دوستوں کے علاوہ بھی وہ جہاں جا"

"سکتی تھی میں نے ہر اس جگہ پتا کیا ہے۔۔وہ کہیں نہیں ہے۔۔

ایزد نے بے بسی سے کہا۔

"نور جو ونی ہو کر آئی ہے وہ ازمار کی بہن ہے نا۔۔؟؟"

ایزد کنگ کے الفاظ پر چونکا تھا۔

"ہاں۔۔"

"اس نے ہی کچھ کیا ہو گا اس پر نظر رکھو۔۔

کنگ کے حکمیہ انداز پر وہ بس سر ہلا کر رہ گیا۔ یہ تو ایزد نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"میں پتا کرتا ہوں اس کے بارے میں۔۔۔۔۔"

"جلدی کرو۔۔۔ کیونکہ یہ جھوٹ زیادہ دیر تک نہیں بول سکتے تم۔۔"

کنگ کی بات پر اس نے بس سر اثبات میں ہلایا تھا۔

وہ ابھی حدی کے کمرے میں آئی تھی کے کسی کی موجودگی نے اس کو خوف زدہ کر دیا۔ اس نے پورے کمرے میں نظر دوڑائی تو صوفے پر بیٹھے وجود کو دیکھ کر وہ سانس تک لینا بھول گئی۔ اس کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اپنی وحشت زدہ سرخ آنکھوں سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر نور خوف سے کانپنے لگی تھی۔ وہ اس کے خوف سے ہل بھی نہ سکی تھی۔ وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

"دھوکے باز۔۔۔"

اس نے نور کو بازو سے دبوچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے غرا کر کہا۔ نور سر سے پیر تک کانپی تھی۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔

کنگ کے رویے نے آج تک اس کو اتنی تکلیف نہیں دی تھی جتنی اس کی بدگمانی نے دی تھی۔ وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہتی تھی مگر کنگ کا خوف غالب آگیا۔

"میں تم پر یقین کر کے گیا تھا۔۔اور تم نے مجھے دھوکا دیا۔۔"

اس کے الفاظ سن کر نور کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہوا تھا۔ کنگ کا خوف اتنا تھا کے وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگا میں تم تک نہیں پہنچ سکو گا۔۔؟؟"

اس کے الفاظ سن کر نور نے اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا مگر زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"اب دیکھو میں کیا کرتا ہوں اس حدی کے ساتھ۔۔۔"

اس کی دھمکی پر نور خوف سے مرنے کو تھی۔ ہر بات کہتے ہوئے وہ اس کے بازوؤں پر اپنی گرفت سخت کرتا۔ نور کو لگا اس کے بازو کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ مگر پھر بھی وہ اس کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ غلط سمجھ رہا ہے۔ خوف میں الفاظ اس کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو رہے تھے۔ نور کے آنسو تھے کے تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ کنگ کا غصہ دیکھ کر نور اپنی صفائی میں کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ کھڑکی سے کود کر واپس باہر جاتا نور بھاگ کر اس کی طرف بڑھی تھی۔

نہیں کنگ۔۔ میں نے آ۔۔۔ آ۔۔ آپ کو دھوکا نہیں دیا۔۔۔ ایک بار "
"میری بات سن لیں۔۔۔۔۔

نور میں پتا نہیں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی کے وہ کنگ کے سامنے آ کر اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اس کی آواز پر نہیں بلکہ اس کی ہمت پر حیران ہوا تھا۔ آج تک اس کی ٹیم میں کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اس کے واپس جانے کا حکم سنانے کے بعد اس کا راستہ روکے۔

"کیا سنوں۔۔۔؟؟؟تم میرے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی آج کسی اور
کے گھر پر ہو اور تم کہہ رہی ہو میں تمہاری بات سنوں۔۔"

اس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا تو نور سہم کر اس سے ایک قدم دور ہوئی۔اس کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوا تھا۔

"میں نے آپ کو چیٹ نہیں کیا۔۔۔کنگ اس نے مجھ سے زبردستی نکاح
کیا ہے۔۔۔میں نے تو جرگے میں ہی انکار کر دیا تھا۔۔۔"

نور میں پتا نہیں کہاں سے اتنی ہمت آئی تھی کے ایک ہی سانس میں اپنی ساری بات مکمل کی تھی۔نور کا پہلی بار اپنی صفائی دینا کنگ کو اچھا لگا تھا مگر اس کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ تمہیں اس گھر میں دیکھ کر میں تمہاری بات پر یقین
کر لوں گا۔۔؟؟"

کنگ نے غصے سے کہا تو نور نے ایک بار پھر آپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

آپ گاؤں میں کسی سے بھی پوچھ لیں۔۔۔۔۔میں نے انکار کیا تھا۔۔اس"
"نے میری موم کو گن پوائنٹ پر رکھ کر مجھے فورس کیا تھا۔۔۔
نور کو احساس ہی نہیں ہوا تھا کے وہ کنگ کو اپنی صفائی دے رہی ہے اور کیوں دے رہی ہے ؟اس کی آنکھوں میں اپنے لئے بد گمانی وہ برداشت نہیں کر پائی تھی۔اس کے وہم و گماں میں بھی نہیں آیا تھا کے کنگ کو خود سے بد گمان دیکھ کر نور کو تکلیف ہو رہی تھی۔کنگ نے ایک نظر اپنے اور اس کے درمیان موجود ایک قدم کے فاصلے کو دیکھا تھا۔

تم مجھے اپنی صفائی کیوں دے رہی ہو؟؟؟؟ تمہیں تو مجھ سے نفرت"
"ہے۔۔۔میں جو مرضی سوچوں تمہارے بارے۔۔۔
کنگ کے الفاظ پر وہ ساکت ہوئی تھی۔ایسے جیسے وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ایک پتھر کا مجسمہ ہو۔وہ سانس بھی نہیں لے سکی تھی۔کنگ کو چند لمحوں کے لئے لگا وہ ایک معصوم مجسمۂ حسن دیکھ رہا ہے۔وہ بے اختیار ہوتا اس پر جھکا تھا۔کنگ کے وحشت زدہ لمس پر وہ ہوش میں آئی تھی۔وہ اس کو روکنا

چاہتی تھی مگر روک نہیں سکی تھی۔وہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی مگر کر نہیں پائی۔وہ خود اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں پر حیران ہو رہی تھی۔اس کے آزاد کرنے پر نور نے بے تاثر چہرے سے اس کو دیکھا تھا۔نور کو لگا وہ مسکرایا ہے۔

آپ اگر مجھے چھوڑ کر نہ جاتے تو یہ سب نا ہوتا۔۔۔آئی ہیٹ یو جنگل"

"کنگ۔۔۔

نم آنکھوں سے کہتے ہوئے نور نے اس کو دھکا دیا تھا۔وہ جو اس کے کوئی مزاحمت کرنے پر چاہ کر بھی اپنی حیرت نہیں چھپا سکا تھا۔نور کے دھکا دینے پر بے اختیار پیچھے ہوا۔اس کے آخری الفاظ سن کر بھی کنگ نے کچھ نہیں کہا تھا۔بس ہمیشہ کی طرح ایک آخری نظر اس پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔نور کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کے وہ کیوں رو رہی ہے۔ایک مہینے بعد کنگ کو دیکھ کر اس کا دل بھر آیا تھا۔

آ۔۔آپ کک۔۔۔کو تو میری ہر بات کا پتا چل جاتا ہے پھر یہ کیوں پتا"
نہیں چلا کہ میں ونی ہونے لگی ہو۔۔؟؟؟میں نے انتظار کیا تھا آپ
"کا۔۔آپ نہیں آئے۔۔۔ائی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔ائی ہیٹ یو۔۔
نور ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے کنگ سے محاتب تھی۔کافی دیر رونے
کے بعد اس کو یاد آیا کہ وہ اس کمرے میں کسی کام سے آئی تھی پر یاد نہیں آیا
کس کام سے آئی تھی۔اس لئے واپس چلی گئی۔نیچے سب کے ساتھ حدی کو
دیکھ کر اس کو کنگ کی بد گمانی یاد آئی تھی۔نور کو اس سے مزید نفرت
محسوس ہوئی تھی۔

(یہ اتنی جلدی کیسے آگئے ہیں۔۔؟؟یہ تو آؤٹ آف کنٹری تھے۔۔۔)
کسی سے پوچھ تو نہیں سکتی تھی۔اس لئے بس سوچ ہی سکی تھی۔کوئی جواب
نا ملنے پر اس نے اپنا سر جھٹک دیا۔وہ سب میں بیٹھ کر بھی غیر محسوس سا
آگے پیچھے دیکھ رہا تھا۔سیڑھیوں سے آتی نور پر نظر پڑی تو آنکھوں کی

تلاش ختم ہو گئی۔ کسی اور نے نہیں مگر رائحہ خان اپنے بیٹے کی متلاشی نظریں محسوس کی تھیں۔ جو نور کو دیکھ کر ساکت ہو گئی تھیں۔

(اوہ۔۔۔ تو یہ معاملہ ہے۔۔)

ان کو ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنے بیٹے کی اِن نظروں کا مطلب سمجھ آیا تھا۔ وہ ماں تھیں وہ تو اس کی باتوں کو تب بھی سمجھ جاتی تھیں جب وہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ کیسے اس کی بے چین نظروں کا مطلب نا سمجھتیں؟؟

وہ ایک مہینے بعد اس سے ملنے اس کے ہوسٹل آیا تھا۔ غانیہ کو جب کہا گیا کے اس سے ملنے کوئی آیا ہے تو اس کے ذہن میں پہلا خیال ہی زویزان کا آیا تھا۔ اس کے علاوہ کون آسکتا تھا۔ وہ بے قرار سی ویٹنگ روم میں آئی تو اتنے وقت کے بعد اس کو دیکھ کر وہ کتنی ہی دیر بغیر پلک جھپکے اس کو دیکھے گئی۔

آہٹ پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو غانیہ کے چہرے کی خوشی نے اس کو پُر سکون کیا تھا۔ غانیہ کو وہ پہلے جیسا بلکل بھی نہیں لگا تھا۔ چہرے پر حد سے زیادہ سنجیدگی تھی۔

"کیسی ہو۔۔؟؟"

زویزان نے بمشکل اس کے چہرے سے نظر ہٹائی تھی۔ اس کی آواز پر وہ ہوش کی دنیا میں آئی وہیں سے بولی۔

"ٹھیک۔۔اور آپ۔۔؟؟"

اس کے سوال کا یک لفظی جواب دے کر غانیہ نے اس کا حال پوچھا تھا۔ جواباً وہ خاموش ہی رہا تھا۔ اس کی خاموشی پر غانیہ کچھ بُجھ سی گئی تھی۔

"آؤ۔۔۔۔بیٹھو۔۔"

اس نے اپنے سامنے پڑے صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"پیپرز ہو گئے ہیں۔۔؟؟"

وہ بغیر پلک جھپکے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"جی۔۔۔۔مروہ نے بوکس ارینج کر دیں تھیں۔۔"

اس نے نظریں جھکائے تفصیلی جواب دیا تھا۔

"سوری۔۔۔پریشانی میں مجھے یاد نہیں رہا۔۔"

وہ شرمندہ ہوا تھا کہ اس کی ذمہ داری لے تولی پر اچھے سے پوری نہیں کر سکا تھا۔

"اٹس اوکے۔۔۔افسوس ہوا آپ کے بھائی کا۔۔"

غانیہ کو اچھی طرح وہ دن یاد تھا جب وہ اپنے بھائی کے مرنے کی خبر سن کر کس طرح بلک بلک کر رویا تھا۔اس نے زوایزان کو دیکھ کر کہا تھا۔اس کی بات سن کر زویزان نے اس پر سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔نئے سرے سے تکلیف ہوئی تھی۔اس نے بمشکل خود پر ضبط کیا تھا۔اس کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر غانیہ کو لگا وہ اپنے آپ کو رونے سے باز رکھ رہا ہے۔

"پیپرز مکمل ہو گئے ہیں۔۔؟؟"

اس نے بات بدلی تھی۔

"جی۔۔"

یک لفظی جواب دیا گیا تھا۔اب وہ شرمندہ ہو رہی تھی کے اس کی وجہ سے وہ پھر سے دکھی ہو رہا ہے۔

جب رزلٹ آئے گا تو مروہ آپ کا ایڈمیشن اپنی یونی میں کروادے"

"گی۔۔

وہ جو کچھ دن سے اپنی پڑھائی کے لئے فکر مند تھی زویزان نے فوراً اس کی پریشانی دور کر دی تھی۔اس کی بات پر وہ بولی تو فقط اتنا ہی۔

"اچھا۔۔"

وہ کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا۔جب وہ کچھ نا بولی تو ایک بھرپور نظر اس پر ڈال کر جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

میں چلتا ہو۔۔۔کچھ چاہیے ہو تو آپ بلا جھجھک مروہ کو بتا سکتی"

"ہیں۔۔۔

اس نے کھڑے ہو کر کہا تھا۔غانیہ نے تو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔اس کو جاتا دیکھ کر بے ساختہ ہی کھڑی ہو گئی۔

"آپ اتنی جلدی جا رہے ہیں۔۔؟؟"

اس کی بات پر زویزان نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔جو بے چین سی کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"کوئی کام تھا۔۔؟؟"

اس کے ذہن میں پہلا خیال ہی کام کا آیا تھا۔اس کی بات سن کر غانیہ نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"تو پھر۔۔۔؟"

وہ مکمل طور پر اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔

"وو۔۔وہ۔۔۔کک۔۔۔کچھ دیر رُک جائیں۔۔۔"
اس نے جھجھکتے ہوئے التجا کی تھی۔

"کیوں؟؟؟ کہیں جانا ہے؟؟"

وہ سوال کرتے ہوئے واپس بیٹھ چکا تھا۔اِس سوال پر بھی غانیہ نے بس سر نفی میں ہلایا تھا۔

"آپ مجھے یہاں چھوڑ کر کیوں گئے ہیں؟؟"

اتنے دن سے اپنے ذہن میں چلتا سوال آج ہمت کر کے اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔

"کہاں چھوڑ کے جاتا۔۔۔۔؟؟؟"

اس نے سوال کے بدلے سوال کیا تھا۔اس کے سوال پر وہ بس سر جھکا گئی۔ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ کر وہ واپس چلا گیا۔اس کے جاتے ہی غانیہ پھر سے خاموشی کے ہول میں سمٹ آئی تھی۔ جس کو مروہ نے بخوبی محسوس کیا تھا۔اس نے غانیہ سے پوچھنا چاہا تھا مگر اس نے یہ کہہ دیا داد و یاد آ رہی ہیں۔ اس کی بات پر وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔نارمل ہونے کے لئے اس کو وقت چاہیے تھا۔جو مروہ اس کو دے بھی رہیں تھی۔

آج صبح سے ہی جلال خان کی طبعیت خراب تھی نور سوپ لے کر ان کے کمرے میں آئی تو رائحہ خان نے ایک نظر اس کو دیکھا اور واپس جلال خان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ نور نے بغیر کچھ کہے سوپ کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ جس کو اٹھا کر رائحہ خان نے جلال خان کو پلانا شروع کر دیا۔

" اور کچھ چاہیے۔۔۔۔۔؟"
نور نے کچھ جھجھکتے ہوے پوچھا تھا۔

" نہیں۔۔۔۔ "

رائحہ خان نے بغیر نور کی طرف دیکھے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔ وہ جلال خان کو ایک بار

دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر وہ چاہ کر بھی نہیں کہہ سکی کہ ایک بار دیکھ لے ان کو کیا ہوا ہے۔ جو پہلے سے زیادہ کمزور ہو رہے تھے۔ وہ وہاں کھڑی انگلیاں موڑ رہی تھی کہ حدی کمرے میں آ گیا۔۔

بابا آپ ٹھیک ہیں؟؟؟ کیا ہوا ہے آپ کو؟ میں عینا کو بلا کے "

"لاؤں۔۔۔۔۔؟؟

اس نے فکر مندی سے ایک ہی سانس میں کئیں سوال کر دے تھے جبکہ حدی کو دیکھ کر نور خوف زدہ ہوئی تھی۔ ڈر کے مارے وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی تھی۔ کتنی فکر تھی اس کے لہجے میں اپنے باپ کے لیے رائحہ خان کی نظر بے اختیار ہی نور کی طرف اٹھی تھی۔۔

نہیں اس کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ٹھیک ہوں بس "

"ویکنس ہو رہی ہے۔۔۔۔۔

جلال خان نے خدی کو تسلی دینی چاہی تھی۔ نور کے چہرے پر خدی کا خوف رائحہ خان کو الجھا گیا تھا۔ حدی نے اپنی ماں کی نظروں کے تعاقب میں

دیکھاتونور کوخود کودیکھتا پاکراس کا چہرہ بے تاثر ہوا تھا۔ جس کو جلال خان نے بھی محسوس کیا تھا۔۔۔۔

"یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔۔۔؟ "

حدی کی سخت آواز پر وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔ "

حدی کی وحشت زدہ آنکھیں دیکھ کر نور نے باہر کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

وہ بغیر دیکھے جا رہی تھی کہ بری طرح درعین سے ٹکرائی۔

"کیا ہوا ہے نور اتنا ڈری ہوئی کیوں ہوں۔۔؟ "

اس نے فکر مندی سے پوچھا تو نور نے زور و شور سے سر نفی میں ہلا دیا۔

درعین سمجھ گئی تھی وہ بتانا نہیں جاتی اور ایک ہی ذکر تھا جس کا ذکر وہ غلطی سے بھی نہیں کرتی تھی۔

"حدی بھائی نے کچھ کہا ہے؟؟"

درعین کی بات سن کر نور نے بس خاموش نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔ وہ بس گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد درعین بولی تھی۔

"تم حدی بھائی سے اتنا کیوں ڈرتی ہو؟؟ "

اس کی بات سن کر غصے سے نور کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ درعین کا مان دیکھ کر چاہ کر بھی اس کو نہیں بتا سکی تھی کہ یہ خوف کس چیز کا ہے۔

"مجھے کام ہے عینا۔۔۔۔۔۔"

وہ کہہ کر رکی نہیں تھی جبکہ درعین الجھ کر رہ گئی تھی۔ حدی پر تو اس کو خود سے زیادہ یقین تھا۔ نور کا اس سے ڈرنا درعین کو مسلسل الجھا رہا تھا۔

ازمار کو آج ہی پتا چلا تھا کہ ایزد نے غزال کے بھاگنے کی خبر اپنے گھر تک پہنچنے نہیں دی۔ وہ غصے سے غزال کی طرف آیا تھا۔

"تمہارے بھائی کو کیا لگتا ہے کہ وہ تمہارے گھر سے غائب ہونے کی خبر کو چھپا سکتا ہے۔۔۔۔؟؟"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر غزال الجھ گئی تھی۔

"تمہارے بھاگنے کی خبر تمہارے بھائی نے تمہارے گھر تک پہنچنے نہیں دی تو اس کو کیا لگتا ہے وہ تمہیں ڈھونڈ لے گا۔۔۔؟؟"

اس کی اگلی بات پر غزال کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ جس کو دیکھ کر ازمار کو جھاگ کی طرح بڑھتے اپنے غصے سے خوف محسوس ہوا تھا۔ اپنے بے قابو ہوتے دل کو قابو میں کرنے کے لیے ازمار نے غصے سے اس کا بازو دبوچ کر اس کو اپنے قریب تر کیا تھا۔

"آج تو تمہارے باپ تک تمہارے بھاگنے کی خبر پہنچ کر رہے گی۔۔۔" ازمار نے غصے سے دانت پیس کر کہا تھا۔ غزال کو لگا اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اس کی

اتنی سخت گرفت پر غزال کے منہ سے بے اختیار سسکی نکلی تھی۔ازمار کے ماتھے کے پل ڈھیلے پڑے تھے۔ جن کو محسوس کر کے اس نے غزال کو ایک جھٹکے سے خود سے دور کیا تھا۔ایزد کے خود پر یقین کی خوشی میں وہ ازمار کی دی تکلیف کو چند لمحوں میں ہی بھول گئی تھی۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خوشی سے ناچنا شروع کر دے کے ایزد نے اس پر یقین کیا تھا۔اس کو غلط نہیں سمجھا تھا۔

وہ بزنس میٹنگ کے سلسلے میں ایک ریسٹورنٹ میں آئے ہوئے تھے۔ میٹنگ مکمل کر کے وہ جانے ہی والے تھے کے ایک آدمی اُن سے آکر ٹکرایا۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔بلال صاحب کیسے ہیں آپ؟؟؟؟ "

اس نے خوشگوار حیرت سے کہا تو انہوں نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا کرنا سمجھی سے پوچھا۔

"معاف کیجئے گا میں نے پہچانا نہیں۔۔۔"

"پہلے مبارک بعد وصول کیجیئے۔۔۔ پہچان بھی ہوتی رہے گی۔۔۔"

اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا تو بلال خان ایک بار پھر الجھ گئے۔

"کس چیز کی مبارک باد۔۔۔؟؟"

"آپ نے کچھ دیر اور انتظار کیا ہوتا تو میں آپ کی بیٹی کے لئے اپنے بیٹے کا رشتہ لانے والا تھا۔۔۔"

ان کے لہجے میں افسوس تھا کہ انہوں نے دیر کر دی۔ بلال خان نے یہی سوچا تھا کے وہ ان کے دوست کے جاننے والے ہیں جو غزال کے لئے رشتے کی بات کر رہے تھے۔

"سوری میں سمجھا نہیں۔۔۔"

بلال خان کو سامنے کھڑے شخص کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اس لئے انہوں نے مزید اُلجھ کر پوچھا۔

"ارے۔۔۔آپ کی بیٹی کی شادی کی مبارک باد دے رہا ہوں۔۔۔آپ اتنا کہوں اُلجھ رہے ہیں جیسے آپ کو اپنی بیٹی کی شادی کی خبر ہی نا ہو۔۔؟؟"

اس نے بات کو مزاق کا رنگ دیتے ہوئے بلال خان کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔بلال خان کو لگا ساتوں آسمان اپنی تمام تر وسعت کے ساتھ اس کے سر پر آ گرے ہوں۔وہ اب بھی بول رہا تھا۔

"میرا بیٹا آپ کے داماد کا دوست ہے۔۔۔اسی نے بتایا تھا۔۔۔ویسے ایسا بھی کیا ہو گیا تھا کے آپ نے اپنی اکلوتی بیٹی کا نکاح اتنی سادگی سے کیا۔۔۔بس آپ کے داماد کے دوست ہی نکاح میں شامل تھے۔۔۔؟؟؟؟"

اس کی باتیں سن کر بلال خان کو اپنا وہاں کھڑا ہونا مشکل لگا تھا۔

(غزال نے شادی کر لی۔۔۔۔؟؟)

انہوں نے بے یقینی سے سوچا تھا۔

(نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔وہ تو ایزد۔۔۔۔۔۔۔۔)

انہوں نے فوراً اپنے ذہن میں آنے والے خیال کو جھٹکنا چاہا مگر ایزد کا اس دن سوچ سوچ کر جواب دینا یاد آیا تو اس کے آگے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو گئی۔ان کو اُڑی ہوئی رنگت کے ساتھ سوچوں میں مگن دیکھ کر وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا تھا۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔۔۔۔"

وہ بڑے آرام سے ان کے سر پر دھماکہ کر کہ وہاں سے چلا گیا۔

کام ہو گیا ہے۔۔۔بلال خان کو اُن کی بیٹی کے نکاح کی مبارک باد دے"

"دی ہے۔۔۔

جاتے جاتے اس نے ازمار کو میسج سینڈ کیا تھا۔بلال خان اپنی پریشانی میں دھیان ہی نہیں دے سکے تھے کے وہ اپنے سوالوں کا جواب لئے بغیر ہی وہاں سے جا چکا ہے۔

سب لوگ اپنے مسائل لے کر ابراہیم خان کے پاس آئے ہوئے تھے۔ ہر کوئی پریشان سا ان کے کسی فیصلے کا منتظر تھا۔

"خان سائیں!!!!! کچھ کریں۔۔۔۔ گاؤں کی لڑکیاں غائب ہو رہی ہیں۔۔۔ ہم۔ سب بہت پریشان ہیں۔۔"

ان سب میں سے ایک نے فکر مند لہجے میں ابراہیم خان سے التجاء کی۔

"میرے محلے کی بھی دو لڑکیاں غائب ہو چکی ہیں۔۔۔"

ایک اور آدمی نے پریشانی سے کہا۔ سب ہی غور سے سب کے مسائل سن رہے تھے۔ حدی بھی وہاں موجود تھا۔ وہ سب کی باتوں کو بہت غور سے سن رہا تھا۔ جب ایک آدمی دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔

"خان سائیں!!!! خان سائیں!!!! میری بچی۔۔۔۔۔۔ میری بچی صبح کی گھر سے نکلی ہے ابھی تک واپس نہیں آئی۔۔۔"

اس نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے ان کو اپنی پریشانی بتایا۔اس کی بات سن کر حدی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"گھر سے نکلی ہی کیوں تھی۔۔۔؟؟؟"

ابراہیم خان کی طنز سے ڈوبی آواز سن کر حدی نے بے یقینی سے ان کو دیکھا تھا۔جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔اس آدمی کے لئے ابراہیم خان کی آنکھوں میں حقارت حدی کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

وہ شاہ سائیں کی حویلی میں کام کرنے کے لئے گئی جاتی تھی۔۔۔آج بھی" وہ وہیں گئی تھی پر واپس نہیں آئی میں نے وہاں جا کر پتا کیا تو انہوں نے کہا "آج وہ حویلی گئی ہی نہیں۔۔۔

اس نے اپنی بیٹی کی صفائی پیش کی تھی یا ان کو تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔حدی کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"وہ اپنی کسی سہیلی کے گھر گئی ہو گی۔۔۔"

"میں ہر جگہ پتا کر چکا ہوں۔۔"

حدی نے ان کو تسلی دینی چاہی تھی مگر جوان بیٹی کے باپ کو کہاں تسلی ملنی تھی۔اس نے اپنے پرنے سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے حدی کو بتایا تو وہ بھی پریشان ہو گیا۔

"کچھ کریں خان سائیں۔۔۔میری اکلوتی بیٹی ہے۔۔۔میری کل کائنات ہے وہ۔۔۔"

اس نے زمین پر بیٹھتے حدی کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑتے ہوئے التجاء کی۔

اس نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے جوڑے ہاتھ تھامتے ہوئے اس کو تسلی دی تھی۔

"میں ڈھونڈوں گا اس کو۔۔۔"

حدی کی بات سن کر اس کو کچھ تسلی ہوئی تھی۔اس نے تشکر بھری نظروں سے اس کو دیکھا جو اسی کے ساتھ زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔

"نام کیا ہے اس کا۔۔۔؟؟؟"

"ایمان۔۔۔"

اس کے سوال پر وہ فوراً بولا تھا۔

"یہ۔۔۔۔یہ اس کی تصویر ہے۔۔۔"

اس نے ایک تصویر اپنی جیب سے نکال کر حدی کو دی۔اس نے ایک نظر تصویر میں موجود چہرے پر معصوم سی مسکراہٹ لئے کھڑی سترہ سالہ لڑکی کو دیکھا۔

"میں ڈھونڈوں گا اس کو۔۔۔"

حدی نے اس کو اپنے ساتھ لگا کر کہا تو سب گاؤں والوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"گاؤں میں لڑکیاں غائب کروانے کا کام جو بھی کروا رہا ہے۔۔۔اس کو پورے گاؤں کے سامنے ایسی موت دی جائے گی کے نسلیں یاد رکھیں گی۔۔۔"

حدی کے علان پر سب نے پُرجوش ہو کر اس کے نام کا نعرہ لگایا تھا۔

وہ دونوں ایک ساتھ کلاس میں اینٹر ہوئے تھے۔وہ دونوں ہمیشہ کی طرح آ کر داور کے ساتھ بیٹھ گئے۔دائم نے عادتاً اس کو سلام کیا جو دلاور کو بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔داور نے مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیا جو دلاور کو زہر سے بھی برا لگا تھا۔

دائم!!!!!تم میرے دوست ہو۔۔۔کہ اس کے؟؟؟؟جو آتے ہی"

"پہلے اس کے ساتھ باتیں شروع کر دیتے ہو۔۔۔۔

اسکے غصہ کرنے پر بھی دائم نے اپنے محسوس پُر سکون انداز میں جواب دیا۔

"تو اس کو بھی دوست بنالو نا۔۔۔۔۔"

"اس نے تمہیں چیٹ کیا تھا۔۔۔"

دلاور کوئی بھی بات نہیں بھولتا تھا۔اس کو داور کا دائم کی کاپی چھپانا آج بھی یاد تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔"

داور سچ میں اس دن کے لئے شرمندہ تھا۔اس نے سر جھکا کر کہا تھا۔اس سے پہلے کے دلاور اس کا سوری ریجیکٹ کرتا دائم فوراً بولا۔

"اِٹس اوکے۔۔۔"

"تمہیں اس سے کچھ زیادہ ہی ہمدردی نہیں ہو رہی۔۔۔۔؟؟؟؟"

دلاور نے چڑ کر کہا۔

"دلاور کیا ہو گیا ہے وہ سوری کر تو رہ ہے۔۔۔"

دائم نے اس کو سمجھانا چاہا تھا۔داور کو دلاور کی بات بری لگی تھی مگر دائم کی بات سن کر خوش ہو گیا۔

"فرینڈز۔۔۔"

داور کے اس کے آگے ہاتھ بڑھا کر خوشی سے کہا۔جس کو دائم نے خوش دلی سے تھام لیا۔

"دائم تم مجھ سے پوچھے بغیر اس سے دوستی کیسے کر سکتے ہو۔۔۔۔؟؟"

دلاور نے غصے سے دائم کو گھورتے ہوئے کہا۔ دائم نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر داور کے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔

"ایسے۔۔۔"

اس کی چالاکی پر داور مسکرایا تھا۔ جبکہ دلاور نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو گھور کر کہا۔

"تم کچھ زیادہ ہوشیار ہو گئے ہو۔۔۔"

"تمہارے ساتھ رہ کر ہو گیا ہے۔۔۔"

داور نے دلاور کو دیکھتے ہوئے فوراً کہا۔ جو اباً وہ بس اس کو گھور ہی سکتا تھا۔

"تم بھی ہو جاؤ گے۔۔۔۔"

دائم نے داور کو دیکھ کر کہا۔ اس کا بار بار داور سے بات کرنا دلاور کو غصہ دلا رہا تھا۔

"دائم مجھے پسند نہیں تمہارا بار بار اس سے بات کرنا۔۔۔۔"

وہ ایسا ہی تھا۔ جو بھی دل میں ہوتا فوراً کہہ دیتا۔

اب تو یہ ہمارا دوست ہے تو تمہیں بھی اس سے بات کرنی پڑے"
"گی۔۔۔

"تم نے زبردستی کروائی ہے دوستی۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر دلاور نے جتانے والے انداز میں دائم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ڈیول۔۔۔۔ہر وقت غصہ کرتے رہتے ہو۔۔۔۔"

داور اور دائم نے ایک ساتھ منہ بسور کر کہا تھا۔

"ڈیول کے دوست بھی ڈیول ہوتے ہیں۔۔۔"

دلاور نے بھی فوراً حساب برابر کیا۔

"مطلب تم نے مان لیا اور بھی آج سے ہمارا دوست ہے۔۔۔"

دائم نے فوراً اس کی بات پکڑی تھی۔

"تم نے خود ہی تو کروائی ہے۔۔۔۔"

دلاور نے اپنے مخصوص انداز میں کندھے اچکا کر کہا تو دونوں ہی خوش ہو گئے۔ اتنے میں سر بھی کلاس میں آ چکے تھے۔ سب سٹوڈینٹ سر کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ جب وہ کمرے میں آئی تو اس کو کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھ کر اسی کے پاس آ گئی۔۔

"کیا ہوا ہے غانیہ۔۔۔؟ تم ٹھیک ہو؟؟"

اس کو اُداس دیکھ کو مروہ نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔۔

" کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں "

غانیہ نے سادگی سے جواب دیا تھا۔

"اُداس ہو۔۔ "

غانیہ کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ مروہ نے اس سے پوچھا ہے یا بتایا ہے۔۔

"دادو کی یاد آ رہی ہے۔۔۔ "

اماں بی کو یاد کر کے غانیہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

".. تمہاری اس اُداسی کا علاج ہے میرے پاس "

مروہ نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیا...؟؟؟ "

اس کی خوشی دیکھ کر غانیہ کچھ دیر کے لیے اپنی اُداسی بھول گئی تھی۔

"میں کچھ دن کے لئے گھر جا رہی ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔"

مروہ نے خوش دلی سے اس کو بتانے کے انداز میں

دعوت دی تھی۔۔

"میں تمہارے گھر جا کر کیا کروں گی۔۔۔؟؟"

اس نے سنجیدگی سے انکار کیا۔

" ... میں نے پوچھا نہیں ہے تمہیں بتایا ہے "

مروہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔۔

"میں نے ان کو نہیں بتایا ہوا۔۔ میں نہیں جا سکتی۔۔۔"

غانیہ نے اپنی صفائی پیش کی تھی کہ کہیں مروہ
ناراض ہی نہ ہو جائے۔
"اُن کو کن کو۔۔۔۔"
مروہ نے شرارت سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ انجان بنتے ہوئے پوچھا
تھا۔
"زز۔۔۔۔زویزان۔۔کو۔۔۔ "
اس کو اپنا دل دو سو کی سپیڈ سے دھڑکتا ہوا محسوس ہوا تھا اس کا نام لیتے
ہوئے۔غانیہ نے مروہ سے نظریں چرائی تھیں کہ کہیں اس کی چوری پکڑ
ہی نہ لے۔غانیہ کو اپنے دل کی دھڑکن
کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔مروہ کا دل کیا قہقہہ لگا کر ہنسے مگر ضبط کر
کے بولی۔۔
"تو فون کر کے بتا دو اُن کو۔۔۔ "

وہ شرارت سے 'اُن کو' پر ضرور دے کر بولی۔ جواباً غانیہ نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا مگر اس کی آنکھوں میں چمکتی شرارت دیکھ کر وہ شرمندہ ہو گئی ۔اب مروہ سے ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا وہ قہقہہ لگا کر ہنسی اور ہنستی چلی گئی۔

"مروہ تنگ نہیں کرونا!!!۔ "

غانیہ نے روہانسی ہو کر کہا تھا۔اس نے بمشکل اپنی ہنسی کو بریک لگا کر کہا۔

"!!۔۔اچھا۔۔۔ہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔ "

مگر غانیہ کی شکل دیکھ کر پھر سے اس کی ہنسی نکل گئی۔

"اچھا۔۔اچھا سوری سوری۔۔۔ "

غانیہ کو رونے کی تیاری کرتا دیکھ کر اس نے فوراً اپنی ہنسی کو بریک لگائی تھی۔

فون کرلو اس کو پھر ہم میرے گھر چلتے ہیں جب سے بھابھی آئی ہیں میں " گھر نہیں جا سکی۔ "مجھے ان سے بھی ملنا ہے اس بار مروہ نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"میرے پاس فون نہیں ہے۔۔۔ "

غانیہ نے منہ بسور کر کہا۔

میں میسج کر دیتی ہوں تم بس تیاری کرو۔آج "

"میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گی۔۔۔۔

مروہ نے اپنا فون پکڑتے ہوئے کہا اور زویزان کو میسج کرنے لگی۔کچھ ہی دیر کے بعد اس کے میسج کی ٹون بجی تو اس نے میسج کھول کر غانیہ کے سامنے کر کے شرارت سے کہا۔

"دیکھ لو۔۔ کہہ رہے ہیں اس کا دھیان رکھنا۔ "

غانیہ میسج کیا پڑھتی مروہ کی بات سن کر ہی شرم سے سرخ پڑھتا چہرہ جھکا گئی تھی۔

"اوئے۔۔۔۔ہوئے۔۔۔بلش کر رہی ہو۔۔۔۔ "

مروہ نے اس کو مزید تنگ کرتے ہو میسج ٹائپ کیا۔

"غانیہ کہہ رہی ہے آپ بھی اپنا دھیان رکھنا۔۔؟ "

مروہ کی بات سن کر غانیہ کی آنکھیں پوری کی پوری کھول گئیں تھیں۔ جبکہ دوسری طرف زویزان اپنے بیڈ کی ٹیک چھوڑ کر بیٹھا تھا۔غانیہ نے مروہ سے موبائل کھینچا تو زویزان میسج پڑھ چکا تھا۔اسی وقت اس کا فون رِنگ ہوا۔غانیہ کا رنگ فق ہوا تھا۔اس کا فون آتا دیکھ کر موبائل غانیہ کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔ مروہ نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے فون لے کر سپیکر اون کر کے غانیہ کو آنکھ کے اشارے سے بات کرنے کے لئے کہا تو اس نے زور و شور سے سر نفی میں ہلا دیا۔جواباً مروہ نے اس کو سختی سے گھورا۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔"

اس کی گھمبیر آواز پر غانیہ کا ننا سا دل اچھل کر خلق کو آیا تھا۔اس کے کچھ نہ بولنے پر مروہ ایک بار پھر اس کو گھور کر بات کرنے کا اشارہ کیا۔غانیہ نے روہانسی شکل بنا کر سر نفی میں ہلایا۔مروہ نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے اس کو چٹکی کاٹی تو اس نے منہ بسور کر اپنا بازو سہلاتے ہوئے زویزان کے سلام کا جواب دیا۔

"وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔"

اتنے دن بعد اس کی آواز سن کو زویزان کو اپنے اندر سکون اترتا ہوا محسوس ہوا۔

"کیسی ہو۔۔۔؟؟؟"

اس نے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے سکون سے آنکھیں بند کر کے اگلا سوال کیا۔

"ٹھیک۔۔۔۔۔"

غانیہ نے سر جھکا کر جواب دیا جیسے وہ اس کے سامنے بیٹھا ہو۔

سر کیوں جھکا کر جواب دے رہی ہو میں تمہارے سامنے تو نہیں بیٹھا"

"ہوا۔۔۔

اس کی بات سن کر غانیہ نے حیرت سے سر اٹھا کر موبائل کو دیکھا جیسے وہ زویزان بیٹھا ہو۔ جبکہ مروہ نے واہ کے انداز میں آنکھوں سے اشارہ کیا۔

"آپ کو کیسے پتا۔۔۔؟؟"

اس نے بے اختیار پوچھا تھا۔اس کی بات سن کر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"بس پتا چل گیا ہے۔۔۔۔۔۔"

اس نے اپنی ہنسی دبانے کے لئے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر خوشگوار لہجے میں کہا۔اس کو ہنستا دیکھ کر غانیہ کو وہ اپنی روح میں اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"غانیہ تمہارا رزلٹ کب آرہا ہے۔۔۔؟؟"

اس کو جیسے یاد آیا تھا۔

"..... ابھی ٹائم ہے"

غانیہ نے اس کا بات بدلنا محسوس کیے بغیر کہا۔

"غانیہ۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔"

اس کی محبت بھری پکار پر وہ بے اختیار بولی تھی۔

"اپنا دھیان رکھنا۔۔۔۔"

"آپ بھی۔۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر غانیہ نے جیسے خود کلامی کے انداز میں کہا تھا۔

"اللہ حافظ۔۔۔۔"

اس کی الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون بند کرنا چاہا تھا۔ مگر اس کے فون کاٹنے سے پہلے ہی وہ بے اختیار بولی۔

"اوہ۔۔ میں نے جانے کا تو پوچھا ہی نہیں۔۔۔"

فون بند کرنے سے پہلے زویزان کو اس کی آواز آئی تھی۔

"جا سکتی ہو۔۔۔۔"

اس نے کہہ کر اس کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا وہ اس کو تھینک یو بھی نہیں کہہ سکی تھی۔

"اگر اب تم نے مجھے تنگ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گی۔۔۔۔"

مروہ جو شرارت کے موڈ میں تھی اور اس کو تنگ کرنے کے لئے ابھی منہ کھولا ہی تھا کہ اس کی بات پر وہیں بند ہو گیا۔

"اب تو تیار ہو جاؤ۔۔۔"

اس کی بات سن کر مروہ نے منہ بسور کر کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی اپنا سامان پیک کرنے لگی۔

وہ رمل کے ساتھ بیٹھا اپنی سوچوں میں گم تھا۔

"ایزد تم ٹھیک ہو۔۔۔۔؟؟؟"

کب سے اس کو ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا دیکھ کر رمل نے پوچھ ہی لیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔کیا کہہ رہی تھی۔۔۔؟؟"

اس نے چونک کر کہا تو رمل بہت غور سے اس کو دیکھنے لگی۔وہ اپنی سوچوں میں اتنا مگن تھا کہ اس نے رمل کی بات ہی نہیں سنی تھی۔اس کی بے دھیانی دیکھ کر وہ اس کے برابر بیٹھ کر تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"ایزد۔۔۔وہ مل جائے گی۔۔۔"

اس کی آواز پر وہ پھر سے چونکا تھا۔پہلے تو چند لمحے وہ حالی ذہن سے اس کو دیکھتا رہا۔جب سمجھ آئی تو اس نے رمل کو کندھے سے اپنے ساتھ لگا لیا۔

اس نے ایزد کے کندھے پر سر رکھا تو ایزد نے بھی اس کے گرد اپنا حصار بنا لیا۔رمل بہت غور سے اس کی ہر حرکت کا جائزہ لے رہی تھی۔اس کی پریشانی میں وہ بھی پریشان تھی مگر اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔اتنے میں اس کا فون رنگ ہوا۔'ڈیڈ کالنگ' دیکھ کر اس نے فوراً فون اُٹھا کر کان کے ساتھ لگایا۔

"ہیلو۔۔۔ڈیڈ۔۔"

"غزال کہاہے۔۔۔؟؟"

ایزد کی آواز سن کاانہوں نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"وہ کیس۔۔۔۔۔ "

اس سے پہلے کہ وہ پھر سے جھوٹ بولتا بلال خان نے سختی سے اس کی بات کاٹ دی.

اگر تم دس منٹ میں مجھے میرے سامنے نہ ملے "

"تو رمل نے سامنے بے عزت ہوتے اچھے نہیں لگو گے۔

بلال خان کی بات سن کر بے یقینی سے ایزد کی آنکھیں پھیل گئ تھیں۔وہ بے اختیار سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"رمل۔۔۔۔ "

حیرت و بے یقینی کی وجہ سے وہ بس اس کا نام ہی لے سکا تھا۔

"ایزد تم آرہے ہو یا میں وہاں آؤں؟؟ "

بلال خان کی بات سن کر وہ کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔

"میں آتا ہوں۔۔۔۔ "

چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ بولا تھا۔رمل بس خاموشی سے ایزد کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہی تھی۔اس کے فون رکھتے ہی رمل بولی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟؟سب ٹھیک ہے؟؟ "

"پتا نہیں۔۔۔ "

ایزد نے بے بسی سے اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟؟ "

رمل نے نہ سمجھی سے کہا۔

پہلے ڈیڈ نے غزال کے بارے میں پوچھا پھر ان کو تمہارے بارے میں"

"بھی پتا چل گیا ہے۔۔

ایزد نے پوری طرح اس کی طرف مڑتے پریشانی سے کہا۔وہ اپنی بات پر غزال والی بات بھول گئی تھی۔

"تم ان کو میرے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تھے؟؟ "

رمل کے لہجے میں خدشہ محسوس کر کے ایزد نے اس کے چہرے کو ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"بتانا چاہتا تھا پر ایسے نہیں۔۔ "

اس کی بات سن کر وہ پر سکون ہوئی تھی۔

مجھے نہیں پتا وہ مجھ سے غزال کے بارے میں "

"پوچھنا چاہ رہے ہیں یا میرے بارے میں۔۔۔

ایزد نے رمل کو اپنے ساتھ لگا کر بے بسی سے کہا۔رمل نے اس گرد اپنا حصار بنایا جیسے اس کو تسلی دینا چاہ رہی ہو۔۔

"ایزد۔۔۔ تم ان سے بات کرو وہ تمہیں ضرور سمجھیں گے۔۔۔۔ "

رمل نے تسلی دینے والے انداز میں کہا تھا۔ایزد اس کے سر پر اپنی محبت کی مہر ثبت کر کے ایک بھرپور نظر اس پر ڈال کر چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد رمل نے نم آنکھوں سے آسمان کو دیکھا تھا۔

"یااللہ ایزد کی آزمائش ختم کردے۔۔۔۔ "

اور کتنی ہی دیر وہ وہیں بیٹھی ایزد کے لیے دعائیں کرتی رہی وہ ایزد کے لیے کچھ نہیں کر سکتی یہ بے بسی اس کو رولا رہی تھی۔۔

"اے لڑکی۔۔۔۔۔ "

نور جو کچن کا کام ختم کر کے مڑی ہی تھی ملازمہ کی آواز پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی۔۔۔۔۔ "

"تمہیں حدی سائیں بلا رہے ہیں۔۔۔۔ "

نور کے جی کہنے پر اس نے نور کو عجیب سی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

نور کو اس کی نظروں کا مطلب سمجھ نہیں آیا تھا۔ ملازمہ کہہ کر رکی نہیں

تھی۔ نور حدی کے پاس جانے کا سوچ کر ہی رونے والی ہو گئی تھی۔ وہ منہ کے زاویے بگاڑتی چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی حدی کے کمرے میں جا رہی تھی کہ ایک ملازمہ نے آکر اس کو جسے زندگی کی نوید سنائی تھی۔

"خانم بیگم تمہیں بلا رہی ہیں۔۔۔۔ "

وہ جو پُر سکون سا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے نہ آنے پر کمرے کی ایک ایک چیز توڑ کر پھینک دی۔ سارا کمرا تہس نہس کر کے وہ پُر سکون ہو کر بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کر ملازمہ کو حکم دے چکا تھا کہ اس کو بلا کر لائے۔

وہ خانم بیگم کے پاؤں دبا رہی تھی۔ کہ اسی ملازمہ نے پھر سے اس کو حدی کا حکم سنایا تھا۔

"تمہیں حدی سائیں نے بلایا تھا۔ تم ابھی تک گئی نہیں غصے سے انہوں نے پورا کمرا تہس نہس کر دیا ہے۔۔۔ جلدی جاؤ۔۔"

اس کے غصے کا سن کر نور کا خلق خشک ہوا تھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے کمرے میں گئی تو کمرے کی حالت دیکھ کر اس کا پورا منہ کھول گیا۔ اس نے بے یقینی

سے پھیلی آنکھیں اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ جو پُر سکون سا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر نور کو لگا وہ مسکرا رہا ہے مگر اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔

"صفائی کرو کمرے کی۔۔ "

اس نے اپنے مخصوص رعب دار لہجے میں کہا تو وہ ہوش میں آتی کمرے کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گئی اس کی مسلسل خود پر جمی نظر

میں محسوس کر کے نور پزل ہو رہی تھی جب بھی

بے ارادہ سی نظر اس کی طرف اٹھتی وہ اسی کو دیکھ رہا ہوتا۔ پہلے اس نے کانچ سے بچتے بچاتے ساری اُلٹی چیزیں سیدھی کیں اور اپنی اپنی جگہ سے دور گری چیزیں ان کی جگہ پر رکھیں۔ کمرے میں پھیلے کانچ کو سمیٹ کر ایک طرف کیا۔

"میں جاؤں۔۔۔۔۔۔ "

نور نے جھکے سر کے ساتھ بغیر اس کی طرف دیکھتے پوچھا تھا۔

"وہ چھری دینا۔۔۔ "

حدی نے اس پر ہی نظریں جمائے کہا تھا نور نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا تھا۔ اس کے دیکھنے پر حدی نے میز پر پڑی چھری کی طرف اشارہ کیا۔ نور نے چھری لا کر اس کو دی تو حدی نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ جس کا رُخ اپنی طرف کر کے چھری کی بیک سائیڈ سے پکڑے ہی اس کی طرف بڑھائے کھڑی تھی۔ حدی نے اس کو دیکھتے ہوئے ہی چھری پکڑی تھی۔ اپنی انگلیوں پر اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کر کے وہ جی جان سے کانپتی تھی۔ حدی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہی اپنی ہتھیلی پر گہرا کٹ لگا لیا۔

"آہ۔۔۔"

اس کی اِس حرکت پر نور کی چیخ نکل گئی تھی۔

"بینڈج کرو۔۔۔۔۔"

اس نے اپنا ہاتھ نور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو نور نے بے یقینی سے اس کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔ نور کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

"ڈاکٹر دِل نور خان!!!! بینڈج کریں۔۔۔۔۔"

حدی نے اس کا پورا نام لے کر کہا تو وہ ہوش میں آتی سر ہلا کر فرسٹ ایڈ بوکس لے کر اس کے سامنے بیٹھ چکی تھی۔ حدی اس کی ہر حرکت کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اتنی ڈرپوک ڈاکٹر ہو کہ مریض کا خون دیکھ کر ہی کانپنے لگتی ہو۔۔۔۔"

اس کے طنز پر نور نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ جواب بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ نور کو بے اختیار ہی اس کی اور اپنی ہوسپٹل والی ملاقات یاد آئی تھی۔

حدی نے آنکھ کے اشارے سے اس کو بینڈج کرنے کا کہا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنا دھیان بینڈج کی طرف کیا۔ حدی فرصت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس سے زیادہ ضروری کوئی کام ہی نا ہو۔ اس کے ماتھے پر بل تھے اور سارا دھیان حدی کے ہاتھ پر تھا۔ اس کی گھنی پلکوں کا رقص دیکھ کر چند لمحوں لے لئے وہ اپنا سانس تک روک گیا تھا۔ نظر اس کی چھوٹی سی خوبصورت ناک پر گئی تو ناک میں چمکتی لونگ دیکھ کر اس کا دل کیا اُس کو

چھو کر محسوس کرے۔ آپس میں بینچے اس کے گلابی لب دیکھ کر اس نے اپنا نچلا لب دانتوں میں دبایا تھا۔ جیسے اپنی کسی خواہش کا گلا گھونٹا ہو۔ نور اس کے ہاتھ پر پٹی کر رہی تھی۔ حدی نے اس کے اور اپنے درمیان موجود فرسٹ ایڈ باکس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ نور پٹی کر کے اُٹھنے والی تھی کہ حدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ اس کے لئے بلکل بھی تیار نہیں تھی۔ اس لئے سیدھا اس کی طرف گری تھی۔ بے اختیار ہی اس نے حدی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے تھے۔ چند لمحے تو وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکی تھی کہ ابھی کیا ہوا ہے۔ نور نے حیرت سے حدی کو دیکھا تھا۔ جو تب سے مسلسل اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ہوش میں آتے ہی وہ گھبرا کر پیچھے ہوتی کھڑی ہو گئی۔

"کک۔۔ کچھ چاہیے۔۔؟؟"

اس نے بمشکل اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر پوچھا۔

"تم۔۔۔"

جھٹ سے جواب آیا تھا۔نور کو اس جواب کی توقع نہیں تھی اس لیے حیرت سے پوری آنکھیں کھول کر اس کو دیکھا۔

"کوئی کام ہے تو بتادیں۔۔ "

نور کے معصوم ذہین میں پہلا خیال ہی یہ آیا تھا۔حدی کھڑا ہوا تو وہ بے اختیار دائیں طرف ہوئی چند قدم اس سے دور ہوئی تھی۔اس پر نظریں گاڑے اس کے مزید قریب ہوا۔اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر نور نے اپنا تھوک نگلا تھا۔حدی نے وہ فاصلہ بھی کم کرنا چاہا تو نور مزید پیچھے ہوئی اس کو اپنی طرف قدم بڑھاتا دیکھ کر نور کے پسنے چھوٹ گئے تھے۔نور مزید پیچھے ہوئی تو سیدھا گلاس وال سے ٹکرائی۔وہ اپنی مسکراہٹ دباتا اس کے بلکل سامنے کھڑا ہو گیا۔نور کی جان ہوا ہوئی تھی۔

"اتنا ڈر کس بات کا ہے۔۔؟؟"

نور کا خوف دیکھ کر حدی کو غصہ آیا تھا۔وہ اس سرد لہجے میں بولا تھا کہ اس کے سرد لہجے پر وہ کانپ گئی تھی۔اس کو خود سے مزید ڈرتا دیکھ کر حدی گہرا

سانس لے کر رہ گیا۔اس نے نرمی سے نور کا ہاتھ پکڑا تھا۔اس کی مضبوط گرفت میں نہ جانے ایسا کیا تھا کہ نور نے بے اختیار اپنی جھکی نظریں اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔حدی نے غیر محسوس انداز میں اپنے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو اپنے قریب کیا تھا۔اس کے چہرے پر نرم تاثر دیکھ کر نور کے خوف میں کمی آئی تھی۔

"دل۔۔۔ "

حدی کے لب ہلے تھے۔نور کی نظر ان پر ٹھہر گئی۔اس نے نور کو خود سے مزید قریب کیا تھا۔حدی کا 'دل' کہنا اس کو اپنے بھائی کی یاد دلا گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڑ آیا تھا۔حدی نے نرمی سے اس کی آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے چنا۔اس کے نرم لمس پر وہ ہوش میں آئی تھی۔نور نے اس سے دور ہونا چاہا تھا۔مگر حدی نے اس کی کمر پر گرفت تنگ کر کے اس کو گلاس وال کے ساتھ لگا دیا۔اس کے لمس میں نرمی تھی۔

نور کو لگا اس کا دل رک گیا ہے۔ وہ سانس بھی نہیں لے پائی تھی۔ نور کو اپنا سانس روکتا ہوا محسوس ہو تھا۔ وہ اس کے لبوں پر جُھکا۔ اس نے حدی کی شرٹ مضبوطی تھام لی۔ جس کو محسوس کر کے وہ پیچھے ہوا۔ اس کے دور ہونے پر نور نے اپنا سر اس کے سینے پر ٹکا لیا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"اتنی سی قربت پر ہی یہ حال ہو گیا ہے۔۔ "

نور جب اپنی سانس درست کر کے ہٹی تو حدی نے گھمبیر لہجے میں کیا۔ نور کا شرم سے جھکا سر مزید جھک گیا

"نورِ حیات۔۔۔ کیوں ڈرتی ہو مجھ سے۔۔؟ "

نور حدی کی بات کیا سنتی اپنے نام کی پکار پر ہی اٹک گئی تھی۔ نور اس کو دیکھ رہی تھی جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔ آج پہلی بار نور کو اپنا نام خوبصورت ترین ناموں میں سے ایک لگا تھا۔ اس کو خود کو ٹِک ٹِکی باندھے دیکھ کر حدی مسکرایا

تھا کوئی اس کو ایسے مسکراتے دیکھ لیتا تو صدمے سے بے ہوش ہو جاتا۔ نور کو اس کے ڈیمپلز

میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو نورِ حیات۔۔۔؟؟ "

اس کے سوال پر نور کی محویت ٹوٹی تھی مگر آخر میں پھر سے اس کا 'نورِ حیات' کہنا کوشش

کے باوجود کو حدی کو دیکھنے سے باز نہیں رکھ سکی تھی۔

"دل نور نام ہے میرا۔۔۔۔ "

اس میں پتا نہیں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی جو حدی کے سامنے بغیر رُکے کہہ گئی تھی۔ اُس کی اتنی جرأت پر حدی کی گرفت اس کی کمر پر کمزور ہوئی تھی۔ جس کو محسوس کر کے نور اُس کو خود سے دور کرتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ پیچھے حیرت زدہ کھڑا اس کی ہمت دیکھتا رہ گیا۔

آج کافی دن بعد وہ گھر سے باہر آئی تھی لان کے پیچھے کی طرف ٹہلتی وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی۔

حدی بھائی نے مجھے عدت کیوں نہیں کرنے دی؟؟؟ کیوں وہ جان بوجھ)

(کر میرے سامنے آجاتے ہیں کے میں عدت نا کر سکوں۔۔۔؟؟

وہ گھاس پر ٹہلتی سوچ رہی تھی۔ مرتضیٰ کو سوچ کر اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھی۔

خان آپ تو کہتے تھے آپ قبر میں بھی مجھے ساتھ لے کر جائیں)

(گے۔۔۔ پھر مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟؟

وہ مرتضیٰ کے تصور سے محاتب ہو کر دل ہی دل میں اس کو کہہ رہی تھی جیسے وہ اس کی بات سن رہا ہو۔ وہ چلتے چلتے ایک کمرے کی کھڑکی کی طرف آئی تھی۔ اس کی سوچوں کے تسلسل کو ایک آواز نے توڑا تھا۔

"ہیلو۔۔۔اذان۔۔۔۔"

وہ چونک کر اس طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"میں تمہیں کب سے فون کر رہا ہو فون کیوں نہیں اٹھا رہے۔۔۔؟؟"

اس بات پر وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔اس کو چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔اس کا چہرہ ٹھیک سے دیکھنے کے لئے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کا کیمرہ آن کیا تھا۔سامنے والے کی اگلی بات سن کر اس کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔مرتضیٰ کے ذکر پر اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔موبائل والا ہاتھ بری طرح کانپا تھا۔اس کو اپنا وہاں کھڑا ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن لگا تھا۔اس کا پورا وجود بری طرح کانپ رہا تھا۔اس نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر کے اپنی ہچکیوں کو روکنے کی کوشش کی تھی۔اس نے اپنی تمام تر ہمت جمع کر کے خود کو وہاں کھڑا رکھا۔وہ اس کے بات مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھی ورنہ کب کی وہاں سے جا چکی ہوتی۔اپنے منہ سے ہاتھ ہٹانے کی غلطی اس نے

نہیں کی تھی۔ وہ اپنی ہچکیوں کو روکنے کی ناکام کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ باہر سے کوئی آواز آنے پر اس نے الوداعیہ کلمات کہتے فون بند کر دیا۔ اس کو بات ختم کرتے دیکھ کر اس نے وڈیو بند کر کے اپنا ہاتھ سینے کے ساتھ لگا لیا۔ وہ بے جان سی دیوار کے ساتھ لگی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آ کر ایک نظر باہر دیکھا کوئی نظر نہیں آیا تو وہ واپس چلا گیا۔ قدموں کی آواز دور جاتی محسوس کر کے وہ وہاں سے بھاگ کر اندر گئی تھی۔ کسی نے اس کو بھاگ کر اندر جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ یہ بس اسی کو لگا تھا۔ وہ کمرے میں آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"خاااننن۔۔۔۔۔۔"

وہ مرتضیٰ کو یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ رو رو کر اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ ہچکیاں تھیں کے تمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔ اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بلکل ختم ہو گئی تھی۔ دماغ اس وقت مفوج ہو چکا تھا۔

"نن۔۔۔نو۔۔۔۔نور۔۔۔۔"

وہ باہر جانے والی تھی کے اس کے قدم وہیں رُک گئے۔

آ۔۔اا۔۔۔۔۔اگر۔۔اُ۔۔۔۔اُن۔۔۔۔اُنہوں نن۔۔۔نے مم۔۔۔مجھے

"دیکھ لیا۔۔۔تت۔۔۔تو؟؟؟؟

یہ سوچ آتے ہی اس کے قدم وہی روک گئے تھے۔اس نے بے اختیار ہی اپنا موبائل اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔اس نے کچھ سوچ کر وہ وڈیو نور کے نمبر پر سینڈ کر دی۔پریشانی، بے یقینی اور صدمے نے اس کے دماغ کو اتنا مفلوج کر دیا تھا کے اس کو یاد ہی نہیں تھا کہ نور کا موبائل اس کے پاس نہیں ہے۔

"حا۔۔۔حدی بھب۔۔۔بھائی کو بتاتی ہوں۔۔۔۔۔میرے خان۔۔۔"

اس سے آگے کی سوچ آتے ہی روکے ہوئے آنسو پھر سے سیلاب کی طرح باہر نکلنے لگے تھے۔وہ بغیر سوچے سمجھے اپنے آنسو صاف کرتی باہر گئی تھی۔ جاتے جاتے اس نے مرتضیٰ کی چادر سے خود کو اچھی طرح کور کیا۔حدی

اس کو گھر پر نہیں ملا تھا۔اس کا مطلب تھا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔وہ گھر سے باہر نکلی تو اس کو جاتا دیکھ کر ایک ملازم مردان خانے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جیسے ہی گھر پہنچا بلال خان اس کو لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے نظر آئے۔ ہادیہ پریشانی سے ان سے پوچھ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے خان؟؟؟کچھ تو بتائیں۔۔۔؟؟اتنے پریشان کیوں ہیں؟؟؟اور غزال کہاں ہے؟؟آپ کچھ بتا کیوں نہیں رہے؟؟"

ہادیہ کی پریشانی حد سے سوا تھی۔بلال خان اس کے انتظار میں کچھ بول ہی نہیں رہے تھے۔ایز ڈرتا ہوا چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ان دونوں کے پاس آیا تھا۔ایک بلال خان ہی تھے جن کے سامنے وہ جھوٹ بولتا تو وہ فوراً جان جاتے تھے۔

"ڈڈ۔۔۔ڈیڈ۔۔۔"

اُس نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا تو وہ دونوں اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ہادیہ خان کا چہرہ بے تاثر ہوا تھا۔بلال خان کی آنکھیں غصہ ضبط کرنے کی وجہ سے اِس وقت سرخ ہو رہی تھیں۔

جو پوچھوں گا سیدھا سیدھا اور سچ سچ جواب چاہیے مجھے۔۔۔۔اگر بات "گھومانے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔

بلال خان نے اتنے سخت اور حتمی انداز میں کہا تھا کے ایزد کا سر خود باخود ہی اثبات میں ہل گیا۔ایک وہ ہی تھے جن کے سامنے وہ چاہ کر بھی جھوٹ نہیں بول پاتا تھا۔اگر یہ غلطی کر بھی لیتا تو وہ اُسی لمحے پہچان لیتے تھے۔ایزد نے اپنے ماتھے پر آیا پسینا صاف کرتے ہوئے بس اتنا ہی کہا۔

"جی۔۔۔"

" غزال کہاں ہے؟؟"

انہوں نے اتنے سخت لہجے میں پوچھا تھا کے چند لمحے وہ بول ہی نہیں سکا تھا۔اس کے اپنا خلق تر کرتے جیسے اپنے آپ کو جھوٹ بولنے کے لئے تیار کیا تھا۔

"آپ کو بتایا تھا کے وہ کیس۔۔۔۔"

"چٹاخ۔۔۔"

ابھی اُس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کے اُس پر بلال خان کا ہاتھ اٹھا تھا۔اور یہ ایزد کی زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔اُس نے بے یقینی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کو دیکھا تھا۔ایزد سے زیادہ ہادیہ شاکڈ تھیں۔ایزد ابھی تک بے یقین تھا کے بلال خان اُس پر ہاتھ اٹھا سکتے ہیں۔

"میں نے کہا تھا سیدھا سیدھا اور سچ سچ جواب دینا۔۔۔۔"

بلال خان کی آواز اتنی اونچی تھی کے ہادیہ بھی خوف زدہ ہو گئیں تھیں۔انہوں نے آج تک بلال خان کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ایزد تو کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔اس کے جواب نا دینے پر وہ پھر سے غصے سے بولے۔

آج تک تم غزال کی ہر غلطی پر پردہ ڈالتے آئے ہو میں نے تمہیں کچھ "
نہیں کہا۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم جھوٹ بولو گے تو مجھے کچھ بھی پتا نہیں
"چلے گا۔۔۔۔؟؟

بلال خان غصے میں بغیر روکے بولتے گئے۔ہادیہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کے
بلال خان غزال کی وجہ سے ایزد سے کیوں لڑ رہے ہیں۔انہوں نے آج
تک اس پر ہاتھ اٹھانا تو دور اس سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی تھی۔
اور آج انہوں نے یہ دونوں کام بھی کر لئے تھے۔

"تم اس کی شادی والی بات پر پردہ نہیں ڈال سکتے ایزد خان۔۔۔"
بلال خان کی بات سن کر ہادیہ چکرا کر رہ گئی تھیں۔

"شادی۔۔۔۔؟؟؟"

ہادیہ نے بے یقینی سے اپنے شوہر کو دیکھ کر کہا تھا۔

"یہ آپ کو کس نے کہا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

ایزد نے ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ سختی سے کہا۔

"تمہیں لگتا ہے تم چھپالو گے اتنی بڑی بات۔۔؟؟"

بلال خان ایک بار پھر سے گرجے تھے۔ان کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

ایک منٹ پہلے آپ مجھے جواب دیں غزال نے شادی کر لی۔۔۔ایسا کیسے "

"ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟؟ وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے۔۔۔؟؟

ہادیہ ابھی تک بے یقین تھیں۔ان کو غزال سے ہر کام کی اُمید تھی مگر چھپ کر شادی کرنے کی اُمید ہر گز نہیں تھی۔

"وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔"

ایزد سے اس کی سائیڈ لی تھی۔اس کے لہجے میں غزال کے لئے یقین تھا۔

"تو پھر کہاں ہے غزال۔۔۔؟؟؟"

بلال خان کو ایزد کا اس کی طرف داری کرنا مزید طیش دلا گیا تھا۔جواب میں ایزد کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔

"تمہاری خاموشی بتا رہی ہے یہ بات سچ ہے۔۔"

اس کی خاموشی پر بلال خان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں یہ سچ نہیں ہے۔۔۔"

ایزداب بھی غزال کے حق میں بولا رہا تھا۔یہ بات بلال خان کا پارا مزید ہائی کر رہی تھی۔

"خان میں کب سے آپ سے پوچھ رہی ہوں غزال کہاں ہے۔۔۔؟؟؟"

ہادیہ خان کو اب ان دونوں پر غصہ آرہا تھا۔جوان کو کچھ بتانے کا نام نہیں لے رہے تھے۔اس وقت ایزد کے پاس اِن کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

ازمار بڑے مزے سے صوفے پر بیٹھا بلال خان کے گھر کا منظر دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی غزال کو بھی بیٹھایا ہوا تھا۔وہ خان حویلی والوں کی طرح اس کو جسمانی تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔مگر اپنے بدلے کے لئے اس کو ذہنی

اذیت دے رہا تھا۔ جو جسمانی تکلیف سے زیادہ تکلیف دہ اور اذیت ناک تھی۔ وہ کب سے بیٹھی اپنے ماں باپ کی بے یقینی اور ایزد کا اس کی طرف داری کرنا دیکھ رہی تھی۔ اس کو تکلیف اس بات کی تھی کے آج پہلی بار بلال خان نے اس پر ہاتھ اُٹھایا تھا۔ اور اس کی وجہ وہ خود تھی۔ ازمار اب بڑے آرام سے ٹی۔ وی کو چھوڑ کر غزال کے چہرے پر موجود اذیت اور تکلیف دیکھ رہا تھا۔ جو ان سب کو ایسے لڑتا دیکھ کر بے آواز رو رہی تھی۔ ازمار کے دل کو اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر کچھ ہوا تھا۔ اپنی بے چینی خود سے چھپانے کے لئے اس نے غزال کو بازو سے دبوچ کر اپنی طرف کیا تھا۔ وہ کٹی ڈال کی طرح اس کے سینے سے آکر لگی تھی۔

"جتنی تکلیف تمہیں اس وقت ہو رہی ہے اس سے کئیں زیادہ تکلیف مجھے سسپیند کیے جانے پر ہوئی تھی۔۔۔ اور جانتی ہو اس کی وجہ کون تھی ؟؟؟__"

اس کی بات سن کر غزال نے کرب سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ غزال کو لگا ازمار کی انگلیاں اس کے بازوؤں میں پیوست ہو گئی ہوں۔

"میری سسپیشن کی وجہ تم ہو غزال ابراہیم خان تم۔۔۔ میں نے پولیس سٹیشن سے نکلنے سے پہلے سوچ لیا تھا۔ میں تم سے اپنی تکلیف کا بدلہ لے کر رہوں گا چاہے اس کے لئے مجھے کسی بھی حد تک جانا پڑے۔۔۔۔ میرا کام میرا جنون ہے۔۔۔ غزال ابراہیم خان۔۔۔ اور میرے ایمان دار رہنے کے باوجود مجھے سسپینڈ کر دیا۔۔۔ اور سسپینشن کی جو بھی وجہ مجھے بتائی گئی تھی وہ ہر وجہ تم ہو۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو وجہ بتائی تھی یا خود کو یاد کروایا تھا کہ وہ غزال کو یہاں کیوں لے کر وہ خود بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔ غزال کو لگا اس کے بازوؤں کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اتنی تکلیف اس کو ازمار کی جارحانہ گرفت سے نہیں ہو رہی تھی جتنی تکلیف اپنے گھر کے لاؤنج کا منظر دیکھ کر ہو رہی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے غزال کو خود سے دور کیا تھا۔ اس کے منہ سے سسکی بھی

نہیں نکلی تھی۔جوازمار کومزید طیش دلا گئی تھی۔کس مٹی کی بنی تھی وہ جو کچھ کہنا تو دور اُف بھی نہیں کرتی تھی۔یہی بات ازمار کو غصہ دلاتی تھی کے وہ اس سے پہلے کی طرح کیوں نہیں لڑتی۔ازمار اپنی خود کی کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اس لئے اپنی جھنجلاہٹ اور غصہ اس پر نکال دیتا تھا۔یہ سوچے بغیر کے اس کا یہ سلوک غزال کو کتنی تکلیف دیتا ہو گا۔وہ غصے سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔غزال وہیں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ویڈیو ابھی بھی چل رہی تھی۔

بلال خان اب بھی ایز دپر اسی طرح برہم ہو رہے تھے۔

"اگر غزال نے بھاگ کر شادی نہیں کی تو کہاں ہے وہ۔۔۔اتنے دن سے فون کیوں نہیں لگ رہا۔۔۔؟؟؟اس کا۔۔

"بس کر دیں۔۔۔"

بلال خان کی گرج دار آواز پر اِس بار وہ بھی دھاڑا تھا۔

"بس کر دیں۔۔۔۔خدا کا واسطہ ہے آپ کو بس کر دیں۔۔۔۔۔کب سے بھاگ گئی بھاگ گئی لگائی ہوئی ہے۔۔۔۔"

ایزد کی اتنی اونچی آواز پر وہ دونوں ہی چند لمحوں کے لئے ساکت رہ گئے تھے۔ پہلی بار اس نے اپنے ماں باپ کے سامنے اتنی اُونچی آواز میں بات کی تھی۔

"کس پر شک کر رہے ہیں آپ۔۔۔۔؟؟؟غزال پر۔۔"

اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"آپ۔۔۔۔"

وہ بلال خان سے نظریں ہٹا کر اپنی ماں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔جو بے یقینی سے اس ہی کو دیکھ رہی تھیں۔

اپنی تربیت پر انگلی اٹھا رہی ہیں یا بلال خان کے خون پر۔۔۔جن کے ساتھ "کا غرور ہے آپ کو۔۔۔۔۔؟؟

اس کے انداز میں بد تمیزی نہیں تھی بلکہ افسوس تھا۔اس کی بات سن کر وہ شرمندہ ہو گئی تھیں۔اس کے الفاظ پر بلال خان کچھ بول ہی نہیں سکے تھے۔

غزال لا پتہ ضرور ہے۔۔پر آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں جب بات " عزت کی آئے تو وہ سامنے کھڑے جانور کو نوچ لیتی ہے۔۔۔میں نے آپ دونوں سے یہ بات اس لئے نہیں چھپائی کہ مجھے آپ کے ری ایکشن کا ڈر تھا۔۔۔میں نے آپ کو اس لئے نہیں بتایا کہ مجھے لگا آپ کو پتا چلا تو دا جی کو بھی پتا چل جائے گا۔۔۔۔اور وہ کس طرح کے انسان ہیں یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔مجھے تو لگا تھا ساری دنیا بھی اس کے خلاف ہو جائے یہاں تک کے میں بھی ہو جاؤں تو آپ دونوں کبھی بھی اس سے کوئی سوال کرنا تو دور کبھی اس کو شک کی نظر سے بھی نہیں دیکھیں گے۔۔۔۔"

وہ بلال خان کی طرف دیکھتا کہہ رہا تھا۔اور وہ اس کے سامنے سر بھی نہیں اٹھا سکے تھے۔وہ کبھی ان کے سامنے ایسے نہیں بولتا تھا۔آج بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔

"میرا مقصد آپ کو شرمندہ کرنا نہیں تھا۔لیکن غزل کو آپ پر غرور تھا۔۔۔اور غرور تو ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔۔

ان کا جھکا سر دیکھ کر وہ بولا تھا۔اس کے لہجے میں اب بھی افسوس تھا۔

"کہاں ہے وہ۔۔۔۔۔؟؟؟"

بلال خان کی دکھ سے بھری آواز پر وہ اپنے الفاظ پر شرمندہ ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔۔۔"

اس نے سر جھکا کر شرمندہ لہجے میں کہا تھا۔بلال خان اس کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔کتنی ہی دیر وہ کچھ بول ہی نہیں سکے تھے۔

مجھے نہیں پتا وہ کہاں ہے۔۔۔میں اتنے دن سے اسی کو ڈھونڈ رہا"
ہوں۔۔۔جس سڑک سے اس کی گاڑی ملی ہے وہاں سی سی ٹی وی کیمرا ز
"نہیں ہیں۔۔۔

"یہ جرأت کون کر سکتا ہے۔۔؟؟"
ایزد کی بات سن کر وہ ذرا تحمل سے بولے تھے۔

"ہمیں ازمار شاہ پر شک ہے۔۔۔۔"
ہادیہ اپنی پریشانی میں دھیان نہیں دے سکی تھیں کہ ایزد نے 'ہمیں' کا لفظ
استعمال کیا ہے۔

"ازمار جو اس کا گارڈ تھا۔۔۔؟؟"
بلال خان کو یقین نہیں آیا تھا۔

"جی۔۔۔"

"وہ ایسا کیوں کرے گا۔۔۔۔مجھے تو وہ سلجھا ہوا لگا تھا۔۔۔۔

اس کا جواب سن کر ہادیہ نے فوراً کہا تھا مگر غلطی سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"نور کا بھائی ہے وہ اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لئے کیا ہو گا۔۔۔۔"

ایزد نے ان کی طرف دیکھ کر جواب دیا تھا۔

"وہ جو ونی ہو کر آئی ہے۔۔۔؟؟"

بلال خان نے بے اختیار ہی پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔"

اس کے سر جھکا کر یک لفظی جواب دیا تھا۔

"نظر رکھی ہوئی ہے ہم نے اس پر۔۔۔"

بلال خان کو بولنے کے لئے منہ کھولتا دیکھ کر اس نے اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی جواب دے دیا تھا۔ہادیہ نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ایزد نے آگے بڑھ کر پہلے بلال خان کو اور پھر ہادیہ خان کو پانی دیا تھا۔ جس کو وہ نظر انداز کر گئیں تھیں۔ان کے گلاس نہ پکڑنے پر وہ ایک سرد سانس بھر کر رہ گیا۔

"اتنے دن سے کہاں رہ رہے ہو۔۔۔۔؟؟؟"

بلال خان کو جیسے یاد آیا تھا۔

"آپ کو تو جیسے پتا ہی نہیں۔۔۔"

ایزد نے ان کو گھور کر کہا تھا۔بلال خان کچھ کہنے والے تھے کہ ایزد کے ان کو آنکھوں سے اشارہ کر کے ہادیہ کے طرف متوجہ کیا تھا۔جواباً بلال خان نے اس کو گھور کر کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کے اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ان سے التجاء کی تھی۔وہ اس کو بس گھور کر رہ گئے تھے۔ہادیہ خان کو تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا وہ کہاں رہتا ہو گا۔اس لئے ان کی باتوں پر دھیان ہی نہیں دیا۔وہ تو بس غزال کے لئے پریشان تھیں۔

"اسلام و علیکم۔۔۔"

اس نے گھر میں قدم رکھتے ہی اتنی اونچی آواز میں کہا تھا کہ گھر کے ہر کونے میں اس کی آمد کی خبر پہنچ گئی۔ سب وہیں آ گئے تھے۔

"میری بچی۔۔۔"

میرب ملک کہتی ہوئی اس کی طرف بڑھ گئیں۔ مروہ کو اس طرح اپنے ماں باپ سے ملتا دیکھ کر غانیہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ جن کو چھپانے کے لئے اس نے اپنی نظریں نیچے کر لیں تھیں۔

"یہ کون ہے۔۔؟؟"

رویہا کی نظر اس پر پڑی تو بے اختیار ہی پوچھ لیا۔

"اس کو اپنی دوسری نند ہی سمجھیں۔۔۔"

اس نے ایک نظر غانیہ کو دیکھ کر کہا جو سر جھکا کر کھڑی تھی۔ مروہ کی بات پر اس نے بمشکل اپنے آنسوؤں حلق میں اتار کر سر اُٹھایا تھا۔

"پہلے مجھ سے تو مل لیں بھابھی۔۔۔"

مروہ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر اس کو گلے سے لگا گئی۔

"یہ کون ہیں۔۔۔؟؟"

دائم کی حیرت سے بھری آواز پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"یہ آپ کی پھوپھو ہیں دائم۔۔۔۔۔۔"

جواب ملک دلاور نے دیا تھا۔اس کی بات سن کر اس نے بس سر ہلایا تھا۔

ملک دلاور اس کو لے کر مروہ کی طرف بڑھا تھا۔مروہ تو حیرت سے منہ کھولے دائم کو دیکھ رہی تھی۔ہوش تو اس کو تب آئی جب دلاور نے اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

"میں پھوپھو بن گئی اور آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں۔۔۔۔۔"

مروہ اس کو گھور کر اس سے سوال کر رہی تھی۔

"چلو کوئی بات نہیں اب کی بار پہلے بتا دیتی ہوں۔۔۔"

رویہا نے شرارت سے کہا تھا۔

"کیا۔۔۔؟؟"

مروہ نے نہ سمجھی سے پوچھا۔تو وہ اس کے قریب ہو کر اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولی۔

"یہ ہی کے تم پھوپھو بننے والی ہو۔۔۔اور اس بار سب سے پہلے تمہیں بتایا ہے۔۔۔"

"اااااٹٹٹٹ.....واا"

وہ تقریباً چیخی تھی۔رویہا نے پیچھے ہو کر اپنے کان پر ہاتھ رکھ کر اپنی ایک آنکھ دبائی تھی۔جبکہ سب لوگ نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا۔۔۔ہوا ہے۔۔۔؟؟تم دونوں کیا راز و نیاز کر رہی ہو۔۔؟؟؟"

دلاور نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"میں یہاں آپ کو سرپرائز دینے آئی تھی اور آپ لوگ مجھے سرپرائز پر سرپرائز"

"دے رہے ہیں۔۔۔

مروہ نے بے یقینی سے کہا۔

ایک منٹ۔۔۔۔وحی تم بتاؤ۔۔۔ابھی تم نے اس کو کیا کہا"

"ہے۔۔۔۔؟؟

دلاور کے رویہاسے پوچھنے پر مروہ بولی تھی۔

"میں دوبارہ پھوپھو بننے والی ہوں۔۔۔۔"

دلاور تو بے یقین سا کھڑا تھا۔اس کو بلکل بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کیاری ایکشن دے۔یہ پہلی بار نہیں تھاپر اس نے اپنے سامنے محسوس پہلی بار کیا تھا۔میرب ملک اور بہروز ملک حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

ماشاءاللہ۔۔بہت بہت مبارک ہو۔۔۔تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں"

"بتایا۔۔۔

میرب اس کو مبارک دیتے ہوئے مصنوعی خفگی سے بولیں تھیں۔

"مجھے بھی آج ہی پتا چلا ہے۔۔۔"

اس نے ان کے ماتھے پر پیار کر کے کہنے پر اپنا سر جھکا کر جواب دیا۔ بہروز ملک نے بھی خوشی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کو مبارک باد دی۔

دلاور کو ابھی تک سکتے کی حالت میں دیکھ کر سب کی ہنسی نکل گئی۔

"ارے۔۔۔ارے۔۔۔ارے۔۔۔بھائی کو بھی موقع دیں انہوں نے بھی تو اپنی بیوی کو مبارک دینی ہے۔۔۔"

مروہ نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"پہلے شاک سے تو باہر آجائیں۔۔۔جناب۔۔۔۔"

بہروز ملک نے بھی مروہ کا ساتھ دیا۔ غانیہ جو کب سے خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی اس کو اپنا وہاں آنا بے مقصد ہی لگا تھا۔ بہروز ملک کی بات سن کر بھی وہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔

"آپ سب کس بات پر موم کو مبارک باد دے رہے ہیں۔۔۔؟؟"

دائم جو کب سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ آخر پوچھ ہی لیا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔

"آپ کی موم ہمیں ایک بے بی لا کر دینے والی ہیں۔۔۔"

بہروز ملک نے نیچے بیٹھ کر اس کو پیار کرتے ہوئے بچوں کی طرح بتایا تھا۔

"کیا سچ میں۔۔۔۔؟؟"

اس نے خوشی سے کہا تو انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"واؤ۔۔۔ موم۔۔۔۔ایم سو ہیپی۔۔۔"

"Waoo... mom!!! I'm sooo happy..."

وہ رویہا کے پاس جا کر اس کے گرد اپنا حصار بنا کر بولا۔اس نے جھک کر اس کے گال پر زور سے پیار کیا۔

"می ٹو۔۔۔۔"

" Me too... "

اس نے بھی دائم کو اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"آؤ۔۔۔ ہم سب کے لئے کچھ لینے چلیں۔۔۔"

بہروز ملک نے دائم کو کہا تو وہ خوشی خوشی ان کے ساتھ چل دیا۔ جاتے جاتے انہوں نے میرب کو اشارہ کیا۔ جس کو سمجھ کر انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"چلو۔۔۔ لڑکیو۔۔۔۔ آپ بھی کچھ دیر آرام کرو۔۔۔"

میرب ملک کی بات ان دونوں کو ہی سمجھ نہیں آئی تھی۔ وہ ان کو بازو سے پکڑ کر وہاں سے لے گئیں۔

"موم۔۔۔۔ کیا کر رہی ہیں۔۔۔ ابھی تو میں ٹھیک سے بھابھی سے ملی بھی نہیں۔۔۔۔"

لاؤنج سے نکلتے ہی مروہ نے منہ بسور کر کہا۔

"پاگل لڑکی دلاور کو بھی تو موقع دو۔۔۔ یہ موومینٹس تو ان دونوں کے ہیں۔۔۔۔"

انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں آنکھیں گھمائیں۔

وہ کب سے اس کو ایسے ہی کھڑا دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

"مسٹر ملک۔۔۔ فوت تو نہیں ہو گئے۔۔۔۔۔؟؟؟"

وہ اس کے پاس آ کر بولی۔ ساتھ ہی اس نے دلاور کا بازو پکڑ کر کہا۔ اس کے لمس پر وہ ہوش میں آیا تھا۔

"تمہیں اچھا نہیں لگا۔۔۔۔"

اس کی مسلسل خاموشی نے رویہا کو پریشان کر دیا تھا۔ دلاور کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔

"مم۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کیا ری ایکشن دو۔۔ دائم کی بار تو میں اس خوشی کو محسوس ہی نہیں کر سکا تھا۔۔۔"

اس نے رویہا کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ اس کو دیکھ کر رویہا کی آنکھیں بھی نم ہوئی تھیں۔

دلاور نے اس کے ہاتھوں پر لب رکھے۔ اس وقت کا سوچ کر رویہا کی بھی آنکھیں برسنے لگیں تھیں۔ اس نے رویہا کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا

اور اچانک ہی اس کے لبوں پر جھک گیا۔پہلے تو اس کو سمجھ ہی نہیں آیا مگر جب سمجھ آیا تو اس نے بھی دلاور کے گلے میں بازو حمائل کر لئے۔

"تھینکیو۔۔۔ تھینکیو۔۔ سو مچ۔۔۔دِس اِز موسٹ بیوٹی فل فیلینگ ان دا ہول ولڈ۔ "

" Thank you .... Thank you... so much... This is most beautiful filling in the whole world... "

اس نے رویہا کے ماتھے پر لب رکھ کر کہا تو وہ پُر سکون سی آنکھیں بند کر گئی۔

"آئی لو یو۔۔۔آئی لو یو سو مچ۔۔۔۔"

"I love you... I love you so much... "

اس کی بات سن کر وہ اس کی گردن میں منہ چھپا گئی۔دلاور نے اس کے گال اور پھر اس کے کان کی لو کو دیوانہ وار چوما تھا۔اس نے دلاور کے کندھے

سے سر اٹھایا تو وہ پھر سے اس کے لبوں پر اپنی تمام تر شدت کے ساتھ جھکا تھا۔

"تم خوش ہو۔۔۔؟؟"

اس کی خوشی وہ دیکھ چکی تھی مگر وہ ایک بار پھر اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

"بہت۔۔۔۔بہت۔۔۔بہت۔۔۔بہت۔۔۔۔۔"

وہ اس کے ہر نقش پر اپنا شدت بھرا لمس چھوڑتا بولا۔وہ اس کو اپنے ساتھ لگائے اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتا اس کے ماتھے پر عقیدت سے اپنے لب رکھ گیا۔وہ پر سکون سی کتنی ہی دیر ایسے ہی کھڑے رہے۔

وہ سب ہی میٹنگ روم میں تھے۔سوائے ایک کے۔

"یہ شاہ۔۔۔ہی گاؤں سے لڑکیاں غائب کروا رہے ہیں۔۔۔"

تم اتنا یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو.....؟؟؟ہمیں ابھی تک کوئی"
"ثبوت نہیں ملا۔۔۔

کنگ کی بات سن کر وحی نے پوچھا تھا۔

اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کے غائب ہوئی ہر لڑکی شاہوں کی حویلی"
میں کام کرتی تھی۔اور جس دن غائب ہوئی اس دن وہ کام پر ہی نہیں
"گئی۔۔۔۔۔یہ باتیں گاؤں والوں کو بے وقوف بنا سکتی ہیں۔۔۔

کنگ نے حد درجے سنجیدگی سے کہا تھا۔جس پر اس نے محض سر اثبات
میں ہلایا تھا۔

"تو کیا کرنا ہے۔۔۔اب...؟؟"

سوال کرنے والا اذی تھا۔

لڑکیاں گاؤں سے اب تک باہر نہیں گئیں اس لئے مجھے یقین ہے کے وہ"
"شاہ حویلی میں ہی ہوں گی۔۔۔ہمارا اگلا حملہ شاہوں کی حویلی پر ہو گا۔۔

کنگ کی بات سن کر وحی بے چین ہوئی تھی۔

لیکن حنا شاہ کا اس سب میں کوئی قصور نہیں باقی سب کا میں کچھ نہیں کہہ "
"سکتی۔۔۔

"ان کو اس سب سے دور ہی رکھا جائے گا۔۔۔"

کنگ نے جیسے تسلی دی تھی۔ وحی کے ساتھ ہی اذی نے بھی سکون کا
سانس لیا تھا۔

"شام کو سب تیار رہنا۔۔۔۔"

کنگ کی بات سن کر اذی نے فوراً کہا تھا۔

"اور ازمار شاہ۔۔۔۔۔"

"وہ حویلی میں نہیں رہتا۔۔۔"

جواب وحی نے دیا تھا۔ جس پر وہ بس سر ہلا گیا تھا۔

"اور رمل۔۔۔۔"

اس کو جیسے یاد آیا تھا۔

"اس کی فکر نا کرو۔۔۔"

جواب عادی نے دیا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟؟؟"

وحی نے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔

"کام پر دھیان دیں۔۔۔"

اس سے پہلے کے کوئی اور کچھ کہتا کنگ نے سب کا دھیان کام کی طرف کروایا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہ روتے ہوئے ریش ڈرائیو کر کے جا رہی تھی کے اچانک ایک ٹرک اس کی گاڑی کے سامنے آ گیا۔اس کے خود کو ایکسیڈینٹ سے بچانے کے لئے گاڑی ایک طرف کرنی چاہی تھی مگر نہیں کر سکی۔ٹرک تیزی سے اس کی گاڑی طرف آیا اور گاڑی سے ٹکرا گیا۔ٹرک ڈرائیور نے اپنا ٹرک پیچھے کیا۔اس کا دھیان آگے کی طرف نہیں تھا۔اس لئے دیکھ ہی نہیں سکا کے

ماسک اور ہڈی میں موجود ایک وجود وہاں آیا تھا۔ آنکھیں اس حد تک سرخ تھیں کے گویا ان سے وحشت ٹپک رہی ہو۔ اس نے ٹوٹی گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس میں سے درعین کے خون میں لے پت وجود کو اپنی باہوں میں اٹھا کر وہاں سے دور لے گیا۔ اس کے دور جاتے ہی ٹرک ایک بار پھر آ کر اس کی گاڑی سے ٹکرایا تھا۔ جسکی وجہ سے گاڑی بلاسٹ ہو گئی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں جا رہی تھیں کے جازم شاہ کی آواز سن کر ان کے قدم وہیں رُک گئے۔

"اذان کب حویلی آوں گے گاؤں والوں نے اس خانزادہ حدی کو لڑکیاں ڈھونڈنے کے لئے لگا دیا ہے۔۔۔ وہ جلدی ہم تک پہنچ سکتا ہے۔۔ اس لئے آؤ اور ان لڑکیوں کو یہاں سے لے کر جاؤ۔۔۔"

ان کی بات سن کر حناشان کے منہ سے بے اختیار ہی چیخ نکلی تھی جس کو انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر روکا تھا۔ جازم شاہ جو اندر فون پر بات کر رہے تھے کسی کی آواز آنے پر انہوں نے اپنا چہرہ دروازے کی طرف کیا تھا۔ حناشاہ ان کو پلٹتا دیکھ کر وہ دروازے کی اوٹ میں چھپ گئیں تھیں۔ ان کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی کے اپنے بیٹے کی بربادی پر روئیں یا جازم شاہ کی سفاکی پر۔

"اذان جتنی جلدی ہو سکے اتنی جلدی کرو۔۔۔"

جازم شاہ کہہ فون پر رہے تھے مگر سارہ دھیان باہر کی طرف تھا۔ ان کو ایک آنچل نظر آیا جس کو دیکھ کر وہ بغیر کوئی آواز پیدا کیے اس کی طرف بڑھے تھے۔

نہیں ازمار حویلی میں نہیں ہے۔۔۔۔ شازم اور ایان کو میں کہہ دیتا ہوں" وہ ان کو ملک سے لے جائیں گے۔۔۔ اس سے پہلے کے ازمار یہاں آئے

ہمیں یہ کام کرنا ہی ہے۔۔۔اس لئے جلدی کرو۔۔۔۔اس کی ایمانداری کا
"بھوت ہمیں کام نہیں کرنے دے گا۔۔

جازم شاہ کہہ تو اذان کو رہے تھے مگر اب بھی سارا دھیان باہر کی طرف تھا۔ حنا شاہ وہاں سے بھاگ کر اوپر کی طرف گئیں تھیں۔ کیونکہ نیچے رہ کر تو وہ ازمار کو کچھ نہیں بتا سکتی تھیں۔ جازم شاہ نے ان کو بھاگ کر اوپر جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے سکوں کا سانس لیا تھا کے وہ اوپر ہی گئیں ہیں۔ وہ اوپر آئیں تو انہوں نے ادیکھا اس وقت وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ انہوں نے شکر کا سانس لیا اور فون کی طرف بڑھ گئیں۔

وہ اپنے کمرے میں تھا۔ جب غزال کو اپنی سوچوں میں مگن دیکھا تو پہلے وہ کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔ غزال کے چہرے پر اداسی اس کو مزید خوبصورت بنا رہی تھیں۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی غزال ہمیشہ جوڑے میں ہی نظر

آئی تھی۔ نکاح سے پہلے بھی اس نے غزال کو جتنی بار بھی دیکھا تھا۔ وہ اس کو جوڑے میں ہی نظر آئی تھی۔ آج اس کا دل شدت سے چاہا تھا کے وہ اس کے بال دیکھے۔ اس نے آج پہلی بار غور سے اس کو دیکھا تھا۔ جس کی سرخ سبز آنکھیں کسی کو بھی چاروں خانے چت کروانے کے لئے کافی تھیں۔ اس کے سنہری بال اس وقت بھی جوڑی میں تھے۔ جن سے کچھ لٹیں باہر نکلی اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔ سرخ کان میں چمکتی نتھ کسی کا بھی ایمان ڈگمگا سکتی تھی۔ اس کے عنابی لب جو اداسی کی صورت میں ڈھلے ازمار کو کوئی گستاخی کرنے پر اُکسا رہے تھے۔ وہ سادگی میں بھی اتنی حسین لگ رہی تھی کے ازمار کو لگا اگر وہ مزید اس کو دیکھتا رہا تو ضرور کچھ کر دے گا۔ ازمار نے اس سے نظریں چرائیں تھی۔ اپنے دل کی کیفیت اس کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ غزال کو کوئی کام دیتا اس کا فون بجا تھا۔ گھر کا نمبر دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی تھی۔ اس نمبر سے ایک ہی انسان اس کو فون کر سکتا تھا۔ اس نے فون اٹھا کر اپنے کان کے ساتھ لگایا۔

"جی بڑی ماما۔۔"

ازمار کی آواز پر وہ چونک کر اپنی سوچوں سے باہر آئی تھی۔

"ہہہ۔۔۔ہہ۔۔ہیلو۔۔۔ا۔۔از۔۔۔ازمار۔۔۔۔"

"بڑی ماما کیا ہوا ہے آپ رو کیوں رہیں ہیں۔۔۔۔"

حنا شاہ کی ہچکیوں بھری آواز سن کر وہ پریشانی سے بولا تھا۔اس کی بات سن کر غزال بھی کھڑی ہو گئی تھیں۔

"وو۔۔۔وہ۔۔۔ شش۔۔۔شاہ۔۔۔شاہ سائیں۔۔۔۔وو۔۔۔وہ۔۔۔وہ ٹھٹھ۔۔۔ٹھیک۔۔۔۔۔نن۔۔۔نہیں۔۔۔ہیں۔۔۔۔وو۔۔۔وہ۔۔۔وہ

"لڑ۔۔۔۔لڑ۔۔۔لڑکیاں۔۔۔آہہہہ

ان کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھیں کے ان کی چیخ کی آواز کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔بڑی ماما۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔ماما۔۔۔۔"

وہ پریشانی سے ان کو پکار رہا تھا۔ان کے جواب نا دینے پر اس نے اپنا فون کان سے ہٹا کر دیکھا تو لائین کٹ چکی تھی۔اس نے دوبارہ فون کیا مگر نہیں لگا۔اس نے کئیں بار فون کیا تھا لیکن وہ نہیں لگا۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔؟؟"

اس کی پریشانی دیکھ کر غزال نے پریشانی سے پوچھا تھا۔ازمار نے حیرت سے اس کو دیکھا جو اس کے لئے پریشان ہو رہی تھی۔ازمار کو لگا کسی نے اس کو عرش سے فرش پر منہ کے بَل پھینک دیا ہو۔دل پر کاری ضرب لگی تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے اگلے سوال نے ازمار شاہ کے غرور کو پاش پاش کیا تھا۔ازمار کو یہ سوال نہیں لگا تھا بلکہ اس کو ایسے لگا جیسے کسی نے اس کے منہ پر تمانچہ مار دیا ہو۔

"کیا ہوا ہے تمہاری بڑی ماما کو۔۔۔۔؟؟؟"

غزال کب اس پر غور کر رہی تھی وہ تو بس اس سے سوال پر سوال کر رہی تھی اور ازمار کو لگ رہا تھا کے غزال اس کو کوڑے مار رہی ہے۔اس کو ساکت دیکھ کر غزال کو سمجھ نہیں آ رہے تھی کے وہ ایسے کیوں کھڑا ہے۔

"ازمار۔۔۔۔"

غزال کے بازو ہلانے پر اس نے بس خاموش نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

"مم۔۔۔مجھے گاؤں جانا ہے۔۔۔"

ازمار نے بے اثر چہرے سے کہا تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔ازمار اس کو گھر میں ہی بند کر کے گاؤں کے لئے نکلا تھا۔

وہ سب کے سب شاہ حویلی کے پیچے کی طرف کھڑے تھے۔وحی کے راستہ بتانے پر وہ لوگ اندر کی طرف بڑھ گئے۔حویلی میں داخل ہوتے ہی وہ کچن میں گئی اور گیس کھول دی۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے۔۔۔؟؟"

عادی نے حیرت سے پوچھا تھا۔

اس وقت سب ملازم اپنا اپنا کام کر کے سرونٹ کواٹر میں چلے جاتے"

"ہیں۔۔۔گھر کے لوگ اپنے اپنے کمروں میں ہوں گے۔۔۔

وحی نے بتایا تو وہ بس سر ہلا گیا۔کچن سے آتے ہوئے وہ گیس سلینڈر لے آئی تھی۔ جس کو اس کے لائن میں ہی ایک طرف رکھ کر کھول دیا۔ان سب نے ہی ماسک پہنا ہوا تھا۔وحی نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

وہ لوگ اس کمرے کی طرف گئے تو جازم شاہ کو کسی عورت کے ساتھ نازیبا حالت میں دیکھ کر اذی کو گھن آئی تھی۔وہ لوگ اس عورت کا چہرہ نہیں دیکھ سکے تھے۔

اب تم آرام سے کبھی بھی یہاں آسکتی ہو۔۔میں نے اس حنا سے جان"

"چھوڑالی ہے۔۔

جازم شاہ اس کو کہہ رہے تھے اور وہ خوش ہو رہی تھی۔

"شکر ہے۔۔جان چھوٹی اس سے۔۔۔"

اس عورت نے خوشی سے کہا۔اذی کو سمجھ نہیں آئی تھی وہ کیا کہہ رہی ہے۔ مگر پھر بھی اس کو غصہ آگیا تھا۔اس لئے ایک دم سے دروازہ کھول کر اندر آئے تھے۔دروازہ کھولنے پر وہ دونوں چونک کر باہر کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ کنگ نے بغیر اس کو کچھ سمجھنے کا موقع دیے ہی ان دونوں کو سائلینسر لگی گن کی دو گولیوں سے جہنم واسل کیا تھا۔ان کا کام کر کے وہ لوگ اوپر کی طرف گئے تھے۔جہان لاؤنج کا منظر دیکھ کر اذی کے سر پر ساتوں آسمان ٹوٹ کر گرے تھے۔شازم اور رِدا حنا شاہ کی لاش کو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔وحی کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہوئی تھیں۔اذی نے غصے سے ان دونوں پر گولیاں چلائیں تھیں۔ان دونوں کے زمین بوس ہوتے ہی وہ حنا شاہ کی طرف بڑھا تھا۔کنگ اس کو نظر انداز کرتا اوپر کی طرف گیا تھا۔عادی بھی اس کے ساتھ تھا جبکہ وحی کچن میں گئی اور گیس کھول دی۔ یہاں بھی اس نے وہی کیا تھا جو وہ نیچے کر کے آئی تھی۔

"اذی چلیں یہاں سے۔۔۔۔"

وحی کی بات سن کر اس نے اپنی نم آنکھیں اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

"مم۔۔ماما۔۔۔۔ان کو بھی پتا چل گیا ہو گا۔۔۔۔اور اُن لوگوں نے ان کو مار دیا۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اذی چلو یہاں سے۔۔۔اِن کو بھی لے کر جانا ہے۔۔۔۔"

وحی نے اس کو سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ سر ہلا کر اٹھ گیا۔وہ لوگ اوپر آئے جہاں ایان شاہ اور روباب شاہ کے کمرے سے ان کی آوازیں آ رہی تھی۔

"حنا کو تو شازم بھائی ٹھکانے لگا رہے ہیں۔۔۔یہ لڑکیاں کہاں ہیں۔۔۔۔جن کو اذان تک لے کر جانا ہے۔۔۔؟؟"

روباب کی بات پر وہ بولے تھے۔

لڑکیاں تو بیسمینٹ میں ہیں۔۔۔مجھے سمجھ نہیں آرہی کے ان کو میں شہر"
"کیسے بیجھیوں۔۔۔؟؟

ایان شاہ کی آواز میں پریشانی تھی۔وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر سر اثبات میں ہلاتے اچانک ان کے کمرے میں گئے تھے۔ایسے اچانک کسی کے آنے پر وہ دونوں ہی دروازے کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"میں بتاتا ہو۔۔۔کہ لڑکیوں کو یہاں سے کیسے نکالنا ہے۔۔۔"

عادی اپنی سرخ آنکھیں ان دونوں پر گاڑے غصے سے سرد آواز میں بولتا ہوا ان دونوں کا بھی کام تمام کر گیا۔اِس پورشن سے نکلتے ہوئے عادی نے گیس کھولی چھوڑی تھی۔وہ لوگ نیچے آئے تو وحی اور اذی بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اذی۔۔۔آپ جائیں۔۔۔پیچے کی طرف سے میں ان کے ساتھ آتی"
"ہو۔۔۔

وحی کی بات سن کر وہ سر اثبات میں ہلاتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"بیسمینٹ میں ہیں لڑکیاں۔۔۔"

"چلیں میرے ساتھ۔۔۔"

کنگ کی بات سن کر وحی نے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا کر اس کے ساتھ چل دیے۔ وہ لوگ بیسمینٹ سے لڑکیوں کو نکال کر وہاں سے نکلتے ہوئے شاہ حویلی کو جلا کر نکلے تھے۔ سب کو مار کر لڑکیوں کو نکالنے تک گیس حویلی میں پھیل چکی تھی اس لئے آگ کو پھیلنے میں بہت کم وقت لگا تھا۔ سب لڑکیوں کو پیچھے کی طرف سے نکال کر گاؤں میں لے کر گئے تھے۔ سب ہی اپنے اپنے اصلی حولیے میں آ گئے تھے۔ اذی اور وحی تو وہاں سے حنا کو لے کر چلے گئے تھے۔ جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اپنے اپنے راستے چل دیے۔

وہ جیسے ہی گاؤں پہنچا اس کو عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔اپنی حویلی کی طرف جاتے ازمار کو دور سے ہی ہوا میں اٹھتا دھواں نظر آیا تھا۔اور اس کا رُخ دیکھ کر ازمار کو اپنا سانس لینا مشکل لگا تھا۔ مگر خود کو سنبھالتا حویلی کی طرف گاڑی بڑھادی۔ وہاں پہنچ کر حویلی کے سامنے لگے لوگوں کے مجمعے کو دیکھ کر اس کو اپنا جسم بے جان ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس نے بے اختیار ہی حویلی کی طرف دیکھا جس کے چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی سے نکل کر لوگوں کو پیچھے کرتا ہوا حویلی کی طرف بڑھا تھا۔

"مم۔۔میرے گگ۔۔۔گھر وو۔۔والے۔۔۔۔"

صدمے میں اس کے الفاظ بھی اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔اپنے سب گھر والوں کے اندر ہونے کی سوچ نے اس کی بات پوری نہیں ہونے دی تھی... آواز اتنی آہستہ تھی کے وہ بمشکل ہی اس کو خود کو سنائی دی تھی۔

"سب شاہ۔۔۔۔اندر ہی تھے۔۔۔۔"

ان کے ایک پرانے ملازم کی دکھ بھری آواز ازمار کے کانوں میں پڑی تو اس کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں۔ وہ بے اختیار ہی حویلی کی طرف بھاگا تھا۔ مگر اس سے پہلے کے وہ حویلی میں جاتا گاؤں والوں نے اس کو پکڑ لیا۔۔ حویلی بری طرح جل چکی تھی۔ سب گاؤں والے ابھی بھی باتیں کر رہے تھے پر ازمار کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ حویلی کا شاید ہی کوئی کونا ایسا ہو جس میں آگ نا لگی ہو۔ کنگ اور اس کی ٹیم نے لڑکیوں کو وہاں سے نکالتے ہی اس لئے حویلی میں آگ لگائی تھی تاکہ سب کا دھیان لڑکیوں کی طرف ہو۔ اور حویلی کی طرف دھیان جانے تک آگ پوری طرح سے حویلی میں پھیل جائے۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔"

ازمار نے پوری قوت سے خود کو چھڑوایا اور پھر سے حویلی کی طرف لپکا۔ اب کی بار دو دو لوگوں نے اس کے بازوؤں کو پکڑ کر اس کو آگ میں جانے سے روکا تھا۔

چھوڑو مجھے۔۔۔۔ موم۔۔۔ڈیڈ۔۔۔۔بب۔۔۔ بڑی ماما۔۔۔ چھوڑو"
"مجھے۔۔۔

ازمار چیختا چلاتا ان سب کی گرفت سے خود کو ایک بار پھر نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔اس بار زیادہ لوگوں نے اس کو پکڑا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اپنی پوری قوت سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چھ سات لوگ مل کر بھی اس کو سنبھال نہیں پا رہے تھے۔جب وہ تھک گیا تو بے جان سا زمین پڑ بیٹھ گیا۔ضبط کے باوجود آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

شاہ حویلی میں لگی آگ کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پورے گاؤں میں پھیلی تھی۔ جبکہ گاؤں کے وہ لوگ جن کی بیٹیاں غائب ہوئی تھیں ان کو اپنے سامنے صحیح سلامت دیکھ کر خوشی سے نہال ہو رہے تھے۔وہ بار بار ان

کواپنے سینوں میں چھپاتے اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ جبکہ دور کھڑے سیاہ ہڈی اور ماسک میں موجود کسی نے ان کو خوش اور مطمئن دیکھ کر سکون کی سانس خارج کی تھی۔

اللہ بھلا کرے اس کا جس نے ہماری بیٹیوں سے ہمیں دوبارہ ملوایا"

"ہے۔۔۔۔

اللہ اس کو ہر آزمائش سے بچائے جس نے ہمیں اس آزمائش سے نکالا"

"ہے۔۔۔

ایک آدمی نے دعا دی تو ساتھ ہی دوسرے کے منہ سے بھی اس کے لئے دعا نکل گئی۔ان کے ساتھ ساتھ ان سب کی ماؤں نے بھی اس انجان شخص کو دعا دی تھی جس کو دیکھنا تو دور وہ اس کا نام بھی نہیں جانتے تھے۔۔۔۔دور کھڑے وجود سے اُداسی سے اپنا رُخ موڑا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔وہ بس ان کو دیکھنے آیا تھا۔

ہاسپٹل آتے ہی اس کا رُخ آئی سی یو کی طرف تھا۔ مشینوں میں جکڑا خون سے لت پت درعین کا وجود اس کو تکلیف دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بے احتیار ہی اپنے زخموں پر گیا تھا۔ مگر ان سے زیادہ تکلیف سامنے بے جان پڑے وجود کو دیکھ کر ہو رہی تھی۔ آنکھیں اس وقت اتنی سرخ تھیں کہ گویا ابھی ہی ان سے خون چھلکنے لگے گا۔ ڈاکٹرز مسلسل اس کے ارد گرد جمع اپنا کام کر رہے تھے۔

جیسے ہی خان حویلی میں خبر پہنچی کے شاہ حویلی میں آگ لگ گئی ہے اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا تو نور کو صحیح معائنوں میں احساس ہوا کے وہ تپتے صحرا میں ننگے سر اور ننگے پیر کھڑی کر دی گئی ہے۔ وہ اپنے ہوش و ہواس سے بے گانا ہوتی زمین بوس ہو چکی تھی۔ چند لمحے ہی وہ بس اس صحرا کی گرم ریت اور تپتی دھوپ کہ شدت برداشت کر سکی تھی۔ اسی وقت خان حویلی میں قہرام مچا تھا کے در عین بی بی کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے۔۔

کسی کو اُس کی یاد نہیں تھی۔ وہ وہیں زمین پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد ایمبولینس کی آواز آئی تو سب کے دل بے چین ہو گئے۔ مگر کچھ دیر کے بعد جب ایک میت کو باہر لایا گیا تو خان حویلی میں ایک اور قیامت ٹوٹی۔ ابھی کوئی مرتضیٰ کی موت کو نہیں بھولا تھا کے ایک اور سانحہ پیش آگیا تھا۔۔۔ حویلی میں سب لوگ جمع ہو گئے تھے۔۔۔

اس کو ہوش آیا تو اس کو اپنے آس پاس شور چیخ و پکار اور رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے بمشکل خود کو سنبھالا اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ قدم

قدم اٹھاتی اس طرف آئی تھی۔ جہاں سب عورتیں جمع تھیں۔ سب کے ایسے رونے پر جیسے کوئی مر گیا ہو۔۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"ہائے۔۔۔۔میری بچی۔۔۔ابھی عمر ہی کیا تھی اس کی۔۔۔؟؟؟"

خانم بیگم کی آواز نے اس کے قدم بھاری کیے تھے۔ کون تھا؟؟؟ کس کی بات کر رہی تھیں؟؟؟اور سب ایسے کیوں رو رہے تھے؟؟

"ہائے۔۔۔میری عینا۔۔۔۔۔"

اور نور کو لگا وہ اب کبھی سانس نہیں لے سکے گی۔ ابھی وہ اپنے گھر والوں کی موت کا ماتم نہیں کر سکی تھی کہ اس گھر میں اس کا واحد سہارا۔۔۔عینا۔۔اس کی اکلوتی دوست۔۔۔۔اس کی ہمدرد۔۔۔اس کی ہمت۔۔۔سب چھوٹ گیا۔ آج اس کو اتنی بڑی دنیا میں اکیلے رہ جانے کا مطلب سمجھ آیا تھا۔ وہ بھاری قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی اس مجمعے تک آئی تھی۔ اس نے میت کا چہرا دیکھنا چاہا مگر۔۔۔اس کے چہرے سے کسی عورت نے کپڑا ہٹایا تو اس کا زخمی چہرا پہچان میں نہیں آ رہا تھا۔۔ مگر اس کے

کپڑے۔۔۔یہ تواس نے کل صبح خود ہی اس کو نکال کر دیے تھے۔اور آج اس نے چینج نہیں کیا تھا۔وہ بے جان سی زمین پر گری تھی۔کون کیا کہہ رہا تھااس کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔وہ کس کس کو روتی۔۔آج ہی شاہ حویلی میں آگ لگ جانے کی وجہ سے اس کے سارے گھر والے مر گئے تھے۔اور آج ہی درعین۔۔۔خانم بیگم کی نظر اس پر پڑی تو غصے سے اس کی طرف بڑھیں۔

اس منحوس کی وجہ سے ہوا ہے سب۔۔۔چھوڑوں گئی انہیں میں اس کو"

۔۔۔"

وہ صدمے اور غصے میں آپے سے باہر ہوتیں اس تک آئی تھیں۔وہ بری طرح اس کو مارنے اور پیٹنے لگی تھی کسی نے آگے بڑھ کر ان کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔نہ ہی کسی میں اتنی ہمت تھی۔جس میں ہمت تھی وہ تو بے جان سی وہی پڑی تھی۔آج وہ ان کے آگے نہیں آئی تھی نا ہی آسکتی تھی۔نور کے منہ سے کوئی احتجاج تو دور اس کے منہ سے ایک آہ تک نہیں

نکلی تھی۔ وہ مارتے ہوئے مسلسل بول رہی تھیں پر کیا بول رہی تھیں اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ تو جیسے پتھر کی ہو کر رہ گئی تھی۔ جب خانم بیگم مار مار کر تک گئی تو اس کو وہی زمین پر پڑا چھوڑ کر وہ بے بس سی ڈھے گئی تھیں۔ نور کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ مگر منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔ اور اس کو لگا یہ اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔ مگر ابھی زندگی بھی باقی تھی۔ اور امتحان بھی باقی تھے۔ وہ کب ہوش نہیں پتا چلا۔ وہ اس سے بے گانا ہوئی اس کو خود بھی

اس نے موندھی موندھی سی آنکھیں کھولیں تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ لوگ بھی نہیں تھے۔ مگر وہ وہیں زمین پر پڑی تھی۔ اس کو رونا آیا تھا اپنے زندہ بچ جانے پر۔۔ اس کو افسوس ہوا تھا کے اب تک مری کیوں نہیں۔۔۔؟؟

ایک وجود وہاں آیا تھا۔ بھاری بوٹ اس کے قریب آتے جا رہے تھے اور اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کے وہ دیکھ سکتی وہ کون ہے۔ وہ اس کے بلکل پاس آکر رکا۔ نور کو لگا اب اس کو زندگی سے نجات مل جائے گی۔ اب کوئی

خان آکر سارا غصہ اس پر نکالے گا اور اس کی جان چلی جائے گی۔ مگر یہ کیا اس نے نور کو نرمی سے اپنی باہوں میں اٹھایا اور اس میں اتنی ہمت نا تھی کے حدی کو دیکھ سکتی۔ اس کے مخصوص پرفیوم کی خوشبو سے جان گئی تھی وہ ہے۔ یہ نرم سا لمس اس کی آدھ کھولی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا تھا۔ وہ اس کو لے کر اپنے کمرے میں آیا تھا۔ حدی نے اس کو نرمی سے بیڈ پر لٹایا اور الماری سے کپڑے لے کر اس کی طرف واپس آیا کپڑے دوسری طرف رکھ کر پہلے اس نے نور کا زخمی چہرا صاف کیا تھا۔ ایک بار بس ایک بار نور حدی کی آنکھوں میں اپنے لئے فکر دیکھ لیتی یا یہ ہی دیکھ لیتی کے اس رہی ہے تو کبھی اپنے مرے کی دعا نا کرتی۔ کی تکلیف پر کسی کو تکلیف ہو حدی نے نرمی سے اس کو گردن سے اٹھا کر اپنے قریب کیا۔ وہ اس کی لرزتی پلکیں دیکھ چکا تھا۔ مگر اس کی حالت کے پیشِ نظر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ حدی کو تکلیف ہو رہی تھی اس کی حالت دیکھ کر۔ وہ صبح ہی تو اس کو صحیح سلامت چھوڑ کر گیا تھا۔ چند گھنٹوں میں اس کی کیا حالت ہو گئی تھی۔

اس نے جھک کر نور کے ماتھے پر لب رکھے تو نور کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڑ آیا۔ حدی نے اس کے آنسو چنے تو وہ روکنے کی بجائے مزید تیزی سے بہنے لگے۔ حدی اس کے ہر زخم پر اپنے لب رکھتا اس کو خود میں قید کرتا چلا گیا۔ نور نے کوئی مزاحمت نہیں کی اِس کا حق ہی کب تھا اُس کو؟؟ حدی کے ہر نرم لمس پر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔

صبح اس کی آنکھ کافی دیر سے کُھلی تھی۔ نور نے خود کو کسی کے حصار میں محسوس کیا تو آنکھوں سے نیند کا خمار فوراً اترا تھا۔ وہ شرٹ لیس تھا۔ نور نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا جو پُر سکون سا آنکھیں بند کیے سو رہا تھا۔ نور نے خود کو اس کی قید سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کل کا سارا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ پہلے شاہ حویلی کی خبر اور پھر درعین کی میت۔۔۔ خانم بیگم کا اس کو اتنی بے دردی سے پیٹنا۔۔۔ اور حدی کی فکر۔۔۔ اس کی آنکھوں سے پھر سے آنسو بہنے لگے تھے۔ نور کو بلکل بھی سمجھ نہیں آ رہی

تھی کے اب زندگی اس سے کیا چاہتی ہے۔اس کے رونے پر حدی کی آنکھ کُھلی تھی۔

نور۔۔۔۔تم ٹھیک ہو.....؟؟؟کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟؟؟کہیں درد ہو رہا ہے"

"...؟؟

اس نے فکر مندی سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو نور نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھا۔آنسوؤں کی وجہ سے حدی کا چہرا دھندلایا تھا۔نور کی زبان تو جیسے تالوں سے چیپک گئی تھی۔وہ کہنا چاہتی تھی مگر خلق سے آواز ہی نہیں نکلی۔آنکھیں اس وقت سوجھ چکی تھیں۔حدی کے حصار کو کمزور پا کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نور۔۔۔۔کیا ہوہے۔۔۔؟؟؟ایسے کیوں رو رہی ہو۔۔۔۔؟؟"

حدی پریشان سا اٹھ کر بیٹھا اور واپس اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔اب تو رو رو کر اس کی آنکھیں بھی خشک ہو گئی تھیں۔جیسے ہی اس کے ذہن کے پردے میں کنگ کی وحشت ناک آنکھیں گھومیں۔اس نے بے اختیار سر

اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ مگر سامنے وہ تو نہیں تھا۔ نور کو شدت سے اپنے سنگین گناہ کا احساس ہوا تھا۔ اس نے خود کو حدی کی حصار سے نکالنا چاہا مگر ایک مضبوط صحت مند آدمی کے حصار سے اس نازک سی کمزور جان کا نکلنا آسان نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے اس کی تمام کاروائیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کوشش چھوڑ دو۔۔۔نور۔۔۔"

اس کی آواز پر نور کے ہاتھ رک گئے تھے۔ اس نے بے اختیار ہی اس کو دیکھا تھا۔ جو بے تاثر چہرا لئے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا تاثرات سے آری چہرا دیکھ کر نور کو غصہ آیا تھا۔

آپ کی ضرورت پوری ہو گئی ہو تو مجھے چھوڑ دیں۔۔۔۔ مسٹر "
خان۔۔۔دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔۔۔۔آپ کا کچھ نہیں جائے گا۔۔۔میں
" ضرور سزا کی مستحق ٹھہروں گی۔۔۔

نور کی پہلی بات پر ہی بے یقینی سے حدی کی گرفت کمزور ہوئی تھی۔ وہ اگلی بات کیا سنتا۔ وہ سن بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا مگر نور اس کو نظر انداز کرتی اپنا

زخموں سے چور وجود لئے کپڑے لے کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔اس وقت نور کا پور پور ایسے درد کر رہا تھا جیسے درد اس کی ہڈیوں میں گھس گیا ہو ہر رگ میں اتر کر اس کے جسم میں خون کی طرح دوڑ رہا ہو۔ مگر جانتی تھی۔۔۔۔ یہاں اس کو کون پوچھے گا۔۔۔؟؟ کس کو اُس کی فکر تھی ۔۔۔؟؟نور اس کی شرٹ میں ہی تھی کیونکہ رات کو اس کے زخموں کی وجہ سے حدی کو یہی مناسب لگ تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز پہنے جو اس کے زخموں کے ساتھ لگ کر اس کو تکلیف نا دیں۔وہ فریش ہو کر آئی تو وہ اسی طرح بیٹھا تھا۔نور کو شدت سے کچھ غلط کہنے کا احساس ہوا تھا۔ذہن پر زور ڈالنے پر بھی اس کو یاد نہیں آیا تھا کہ اس نے حدی کو کیا کہا ہے۔

"ایم سوری۔۔۔۔میں شاید کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔۔۔"

نور کے اپنے لب کاٹتے ہوئے شرمندگی سے معذرت کی تھی۔'ایم سوری' حدی کو یہ الفاظ کی چابک کی طرح لگے تھے۔پر کیوں لگے

تھے۔۔۔؟؟؟نوراس خیال کے آنے سے پہلے ہی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

وہ دونوں ایک ایمبولینس کے ساتھ ہی گھر داخل ہوئے تھے۔

"یی۔۔۔یہ ایمبولینس کیوں آئی ہے۔۔۔۔؟؟"

مروہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں۔۔۔۔"

میرب نے کندھے اچکا کر کہا۔کچھ ہی دیر میں اذی اور رویہا گھر میں داخل ہوئے تھے۔ان کے پیچھے کچھ میل نرسز بھی آئے تھے ایک میت کو ان کے پیچھے آتے دیکھ کر سب کا دل دہل گیا تھا۔وہ لوگ میت کو گھر کے درمیان رکھ کر واپس چلے گئے تھے۔ایک عورت کی میت کو دیکھ کر وہ سب ہی پریشان ہو گئے تھے۔

"یی۔۔۔یہ کون ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

وحی کو دیکھ کر میرب ملک نے پوچھا تھا۔جس کی آنکھیں اس کے رونے کی گواہی دے رہی تھیں۔

"ماماسائیں ہیں۔۔۔۔ "

اس کی بات سن کر ان کا ہاتھ سید ھادل کے مقام پر گیا تھا۔وہ بس خاموش نظروں سے حناشاہ کی میت کو دیکھے جا رہا تھا۔بہروز ملک بھی اس کے پاس آکر بیٹھے تھے۔انہوں نے تسلی دینے والے انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔مروہ کو سمجھ تو نہیں آئی تھی کس کی ماماسائیں مگر اپنے بھائی اور بھابھی کی ٹوٹی بکھری حالت دیکھ کر اس کو رونا آرہا تھا۔ماں باپ کا دکھ ایسا ہوتا ہے کے انسان چاہے خود کو جتنا بھی مضبوط کر لے۔ان کے جانے پر ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے سر سے گھنا سایہ چھین لیا ہو۔

وہ جیسے ہی فلیٹ میں داخل ہوا رمل فوراً اس کی طرف لپکی تھی۔

"ایزد کہاں تھے تم۔۔۔؟؟؟ میں اتنا پریشان ہو گئی تھی۔۔۔ساری رات

"تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔۔۔

ایزد کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کے وہ کس طرح رمل کو ساری بات بتائے۔

"رمل میرے ساتھ چلو۔۔۔۔"

ایزد نے بلا کی سنجیدگی سے کہا تھا۔

"اے۔۔۔۔ایوری تھینگ از آل رائٹ۔۔۔"

" Everything is all write ...??? "

رمل نے بے چینی سے پوچھا۔آواز خود باخود ہی کمزور ہو گئی تھی۔اس نے جواب نہیں دیا بلکہ اندر گیا اور اپنی ایک اجرک لا کر اس کے کندھوں پر ڈال دی۔

"ایزد میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔۔۔سب ٹھیک ہے۔۔؟؟"

رمل کی بے چینی میں اور اضافہ ہوا تھا۔ وہ اس کی بات کو نظر انداز کیے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ سارے راستے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہ چیز اس کو مزید بے چین کر رہی تھی۔

وہ ٹوٹی بکھری حالت میں گھر داخل ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر غزال کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"ازمار۔۔۔۔"

وہ بے اختیار ہی اس کی طرف لپکی تھی۔ اس کی پکار پر ازمار کے جھکا سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ ازمار کو تکلیف میں دیکھ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ وہ اس کو بازو سے پکڑ کر صوفے کی طرف لے کر گئی۔ ازمار بے جان سا اس کے ساتھ کھینچا چلا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی نظر غزال پر سے نہیں ہٹائی تھی۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟"

غزال نے اس کو صوفے پر بیٹھا کر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

تم میری اتنی فکر کیوں کر رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟ میں نے تو ہمیشہ تمہیں"

"ہرٹ کیا ہے۔۔۔۔

وہ کتنی ہی دیر تو کچھ بولا ہی نہیں اور جب بولا تو اس کا لہجہ بھی ٹوٹا بکھرا سا تھا۔ اگر اس نے یہ بات کسی اور موقعے پر پوچھیں ہوتی تو غزال کا پارہ ہائی ہو جاتا۔ وہ چاہ کر بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکی تھی۔ اس کی خاموشی نے ازمار کی تکلیف میں اور اضافہ کیا تھا۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ غزال جو بے تاثر نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی تکلیف پر تڑپ گئی تھی۔

"ازمار کیا ہوا ہے کچھ تو بتاؤ۔۔۔؟؟؟"

غزال کی چہرے کے ساتھ لہجے سے بھی تکلیف عیاں تھی۔ ازمار کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"ازمار۔۔۔"

غزال خود بھی رو دینے کو تھی۔اس نے آگے بڑھ کر ازمار کا سر اپنے کندھے پر رکھا تو ازمار کا ضبط جواب دے گیا۔ماں باپ کے مرنے کا دکھ ہی ایسا ہوتا ہے کے بڑے سے بڑا اور مضبوط سے بھی مضبوط انسان بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

"ششش۔۔۔شاہ حو۔۔۔حویلی میں آگ لگ گئی تھی اور سب لوگ اندر تھے۔۔۔"

وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

(اگر تمہیں پتا چل جائے کے تمہارے گھر والوں نے کیا کیا ہے)

(تو۔۔۔ان کے مرنے پر بہائے ان آنسوؤں پر پچھتاؤ گے۔۔۔۔

غزال نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔مگر اس کو کہہ نہیں سکی۔وہ کب جانتا تھا اُن سب کے بارے میں۔۔۔

اگر جانتا ہوتا تو بھی اپنے دل سے وہ ان کی محبت نکال نہیں سکتا تھا۔۔۔ مگر)
(ایسے روتا تو نہیں۔۔

وہ دل ہی دل میں خود سے محاتب تھی۔ابھی اس کو روتے ہوئے مشکل سے دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ غزال کی برداشت سے باہر ہو گیا۔اس کو کب گوارا تھا کے ازمار اس کے سامنے ایسے لوگوں کے لئے روئے۔

"ازمار مجھے تمہاری داڑھی چُب رہی ہے۔۔"

غزال نے اس کا سر اپنے کندھے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے ایسے کہا جیسے سچ میں ہی اس کو ازمار کی داڑھی چُب رہی ہو۔اس نے روتے روتے بے اختیار ہی سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر غزال نے نظریں چرائی تھیں۔اگر جو ازمار کو پتا چل جاتا کے اس کی روئی روئی آنکھیں دیکھ کر غزال کا دل بے ایمان ہو رہا ہے تو وہ غش کھا کر گرنے کی بجائے سیدھا اوپر پہنچ جاتا۔

"میں کھانا لگاتی ہوں۔۔۔"

اس کی آنکھوں سے نظریں چراتے ہوئے کہتی وہ اس کے سامنے سے اُٹھ گئی تھی۔ازمار نے بس خالی خالی نظروں سے اس کو جاتے دیکھا تھا۔غزال کچن میں گئی اور کچھ ہی دیر کھانا لے کر وہیں آگئی۔ازمار کے سامنے ٹرے رکھی۔تو بھی اس نے کھانے کی طرف نہیں دیکھا۔اس نے کچھ دیر انتظار کیا کے وہ خود کھالے مگر اس نے نہیں کھایا۔کچھ سوچتے ہوئے غزال نے نچالب دانتوں سے کاٹا تو ازمار کی نظر اس کے لبوں پر ٹھہر گئی۔غزال نے ایک نوالہ بنا کر اس کے منہ کے قریب کیا تو بھی اس نے منہ نہیں کھولا۔

اس کی نظریں اب بھی غزال کے چہرے پر ہی تھیں۔اس نے ایک گہرا سانس لے کر جیسے الفاظ تلاش کرنے کی کوشش کی۔

"ازمار۔۔۔"

غزال نے نرمی سے اس کو پکارا تو تب بھی کچھ نہیں بولا۔مگر اس نے ازمار کے بولنے کا انتظار بھی نہیں کیا۔

میں تمہارا دُکھ نہیں سمجھ سکتی۔۔۔اور نا ہی اس بات کا اندازہ کر سکتی" ہوں کے ماں باپ کے مرے کا دُکھ کیا ہوتا ہے۔۔کیونکہ میرے پاس دونوں ہیں۔۔۔دنیا کا کوئی بھی انسان کسی کے دُکھ کو نہیں سمجھ سکتا۔۔۔کوئی تسلی نہیں دوں گی کیونکہ میرے تسلی دینے سے انہوں نے واپس نہیں آجانا۔۔۔تمہیں صبر کرنے کے لئے بھی نہیں کہوں گی۔۔۔کیونکہ صبر کرنے کا کہہ دینا بہت آسان ہوتا ہے۔۔۔مگر کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔۔۔تمہارے رونے سے کیا ہو گا ازمار۔۔؟؟کیا وہ لوگ "واپس آجائیں گے۔۔۔؟؟؟نہیں نا۔۔۔

اس کی آخری بات پر ازمار کا سر بے اختیار ہی نفی میں ہل گیا تھا۔غزال نے نوالہ اس کے ہونٹوں کے ساتھ لگایا تو اس نے منہ کھول دیا۔اس کو ایک نوالہ کھلا کر غزال نے اگلا نوالہ توڑتے ہوئے کہا۔

تم ایک ایس پی ہو۔۔۔ہر دن کئی لوگوں کو مرتے دیکھا ہو گا۔۔۔ان "
سب سے بھی تمہیں اندازہ نہیں ہوا کے ایک دن سب نے ہی مر جانا
"ہے۔۔۔میں نے بھی۔۔۔۔
اس کی بات سن کر ازمار جو منہ کھولنے لگا تھا وہیں رک گیا۔ایک لمحے کے لئے دل رُک سا گیا تھا۔
"اور تم نے بھی۔۔۔ہم سب نے۔۔۔"
غزال نے اس کا رکنا ٹوٹ کیے بغیر کہا تو بمشکل اس کے اپنا منہ کھولا۔
میں تمہیں صبر کرنے کا نہیں کہہ رہی اور نا کہوں گی۔۔۔کیونکہ مجھے "
نہیں پتا صبر کرنا کیا ہوتا ہے۔۔۔بس اتنا پتا ہے کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔۔۔خوشخبری دے دو ان لوگوں کو جن پر جب مصیبت آتی ہے تو کہتے ہے بے شک ہم اللہ کے بندے ہیں اور بے شک ہم نے اسی کی طرف
"لوٹ کر جانا ہے۔۔۔

غزال کے الفاظ سن کر دل کچھ پُر سکون ہوا تھا۔ غزال اس کو سمجھاتے ہوئے کھانا کھلا رہی تھی۔ ازمار کو احساس ہی نہیں ہوا ہے اس کو تو بھوک ہی نہیں تھی۔ وہ تو بس اس کو سن رہا تھا۔ غزال نے ایک بار بھی اس کو کوئی تسلی نہیں دی تھی۔ عام لوگوں کی طرح نہ ہی حوصلہ کرنے کا کہا اور نہ ہی صبر کرنے کا نہ ہی کوئی ایسا جملہ کہا جو اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کہتا۔۔۔۔ پھر بھی دل کچھ پُر سکون ہو گیا تھا۔ اس کو کھانا کھلا کر وہ اس کو لے کر کمرے میں چلی گئی تھی۔ ازمار کو آرام کرنی کا کہہ کر وہ گھر کے دوسرے کام کرنے لگی تھی۔ ان سب سے فارغ ہو کر غزال کمرے میں آئی تو وہ ویسے ہی لیٹا خالی خالی نظروں سے چھت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

ہادیہ اپنے کمرے میں بیٹھی درعین کے لئے ایسے ہی دکھی تھیں جیسے ایک ماں کو اپنی اولاد کے مرنے کا دکھ ہو مگر اپنی دوسری اولاد کے لئے خود کو سنبھال رکھا ہو۔ وہ غزال کے لئے بھی پریشان تھیں۔ جب بلال ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بس ایک نظر ان کو دیکھا اور پھر سامنے دیکھنے گئیں۔

"غزال کا کچھ پتا چلا۔۔۔۔؟؟"

ان کے لہجے میں غزال کے لئے اتنی ہی فکر تھی جتنی ایک ماں کے لہجے میں ہونی چاہئے۔

"سب پوچھ رہے تھے اس کا۔۔۔۔"

اس کا سوچ کر ہادیہ کی آنکھوں میں پھر سے نمی اتر آئی تھی۔ کتنی مشکل سے انہوں نے درعین کے غم سے ان کو سنبھالا تھا۔

"ایزد ڈھونڈ رہا ہے اور میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔۔"

بلال خان کی پہلی بات سن کر ہی ان کو جیسے کسی نے زہر کا گھونٹ پلا دیا ہو۔ وہ ان کی دوسری بات کیا سنتیں۔

"آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کچھ بھی کرنے کی میں خود ہی کوشش کر لو گی۔۔۔اور پلیز ہم واپس جا رہے ہیں۔۔۔میں یہاں رہ کر مزید کسی کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔۔"

وہ قطیعت سے کہہ کر وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی تھیں۔بلال خان نے ایزد کے لئے ان کی نفرت دیکھ کر افسوس سے سر جھٹکا تھا۔وہ خود بھی وہاں سے جلد از جلد جانا چاہتے تھے۔کیونکہ جانتے تھے اگر کسی طرح ابراہیم خان کو پتا چل گیا تو وہ ان سے مزید جھوٹ نہیں بول سکیں گے۔انہوں نے ایسا ہی کیا تھا سب کو دوبارہ آنے کا کہہ کر وہاں سے ہادیہ کو لے کر واپس چلے گئے تھے۔

جیسے ہی اس نے اپنے گھر آگ لگ کر سب کے مرنے کی خبر سنی تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ بابا سائیں نے مجھے کہا تھا کے وہ لڑکیوں کو میری طرف بھیجنے والے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ اِدھر اُدھر ٹہلتا پر سوچ لہجے میں خود سے کہہ رہا تھا۔ابھی بھی اس کو لڑکیوں کی ہی فکر تھی۔ان کے مرنے کی خبر سن کر ان کے لئے اداس ہونا تو دور اس کے چہرے پر دکھ کا سایہ بھی نہیں لہرایا تھا۔اس کو اب بھی ان لڑکیوں کی ہی فکر تھی۔

"کہیں۔۔۔۔ تو کوئی گڑ بڑ ہے۔۔۔۔کچھ تو ہے جو میں مِس کر رہا ہوں۔۔۔۔"

وہ اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے مسلسل خود سے باتیں کر رہا تھا۔بے شک اولاد ماں باپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔اگر وہ اس کو اچھے راستے پر چلاتے ہیں تو وہ اس کے ایصالِ ثواب کا ذریعہ ہیں۔اور اگر وہ برے کام

سیکھاتے ہیں تو وہی اولاد جو اس دنیا میں ان کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے ان کو جہنم تک لے جاتی ہے۔

آہ۔۔۔جو بھی ہے ابھی اس وقت تو پہلے لڑکیوں کا انتظام کروں"

"کلائینٹس کو زیادہ نا صحیح کچھ لڑکیاں دے کر وقت مانگ لیتا ہوں۔۔۔

وہ خود سے بڑبڑاتا ہوا سوچ رہا تھا۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔"

اپنی سوچ کو خود ہی صحیح قرار دیتے وہ آگے کا لائحہ عمل تیار کرنے لگ تھا۔

اپنے ذہن میں ساری پلینگ ترتیب دیتے وہ مطمئن ہو چکا تھا۔

"رمل۔۔۔کہاں ہو تم۔۔۔؟؟؟"

سب کچھ اپنے ذہن میں تیار کر کے نڈھال سا گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

اب بھی اس کو اپنی ہی فکر تھی۔اب بھی اس کو رمل ہی چاہیے تھی۔اب چاہے وہ خود آئے یا اس کو لانا پڑھے۔اب بھی اس کو احساس تک نہیں تھا کے آگ میں مرنے والے اس کے ماں باپ ہیں۔وہ خود غرض تو ہمیشہ

سے ہی تھا۔ لیکن اتنا خود غرض جازم شاہ کے بے جا لاڈ نے اس کو ضدی اور ہٹ دھرم بنا دیا تھا۔ اور جب سے وہ ان کے ساتھ اس کام میں شریک ہوا تھا۔ اس کی سفاکیت کی انتہا سے جازم شاہ واقف تھے۔ مگر اب وہ ایک شیطان بن چکا تھا۔ جس کو صرف اور صرف ایک بات سے غرض تھی کے اس کی ڈیل خراب نا ہو۔ اس کو اس کی رمل مل جائے بس اس کے علاوہ کچھ بھی اس کے دماغ میں نہیں آتا تھا۔

"سر آپ گاؤں نہیں جائیں گے۔۔۔۔؟؟؟"

ایک ملازم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلا کر غصے سے کہا۔

"پاگل ہو۔۔۔۔ تمہارا دماغ خراب ہے۔۔۔کے میں وہاں جاؤں گا۔۔۔"

اس کی سفاکی پر ملازم کو افسوس ہوا تھا۔

"سر آپ کے ماں باپ۔۔۔"

ملازم اس کے غصے کے ڈر سے منمنایا تھا۔

ان کا افسوس کرنے کے لئے ابھی پوری زندگی پڑی ہے۔۔۔۔ تمہیں "
"میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔
وہ سفاکی سے بولا تھا۔
اور اب جاؤ یہاں سے کھڑے کھڑے میری شکل کیا دیکھ رہے "
"ہو۔۔۔۔؟؟
اس کو ابھی تک وہیں کھڑا دیکھ کر غصے سے بولا تو وہ خاموشی سے سر جھکائے وہاں سے چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد اذان کے تنے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑے تھے۔

وہ جلال خان کے لئے سوپ بنا کر ان کے کمرے میں لے آئی تھی۔رائحہ بھی وہیں موجود تھیں۔اس نے سوپ ٹیبل پر رکھا اور وہیں کھڑی ہو گئی۔ رائحہ نے سوپ کا باؤل ہاتھ میں اٹھالیا۔وہ مکمل طور پر جلال خان کی طرف

متوجہ تھیں۔ جلال خان نے ایک نظر نور کو دیکھا جو انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کیے مضطرب سی ان کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا کچھ چاہیے۔۔۔۔؟؟"

انہوں نے اس کو بے چین سا وہیں کھڑے دیکھ کر پوچھا۔ ویسے تو وہ اپنا کام کر کے چلی جاتی تھی۔ آج نہیں گئی تو دونوں ہی حیران ہوئے تھے۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ دونوں غور سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ جو کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کہے یا نا کہے۔ اگر کہے بھی تو کیسے کہے۔

"کوئی کام تھا۔۔۔؟؟"

جلال خان نے اس کو غور سے دیکھ کر پوچھا۔ تو اس نے بے اختیار ہی سر اثبات میں ہلا دیا۔ اسی وقت ان دونوں کے سپاٹ چہروں پر نظر پڑتے ہی ڈر کے اس نے فوراً سر نفی میں ہلایا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔۔"

وہ گھبرا کر کہتی وہاں سے جانے ہی والی تھی کے جلال خان کی سپاٹ آواز پر قدم خود باخود رُک گئے۔

"رُکو۔۔۔"

اس کے رُکنے پر ان کے چہرے پر کچھ نرمی آئی تھی۔اس کو ڈرتے دیکھ کر ان دونوں کو ہی برا لگا تھا۔وہ جھکے سر کے ساتھ ان کی طرف مڑی تھی۔ خوف سے کپکپاتے ہاتھ دیکھ کر ان دونوں کو ہی شرمندگی ہوئی تھی۔رائحہ کی آنکھوں کے سامنے خانم بیگم کا اس کو بری طرح مارنا گھوم گیا تھا۔وہ ان سے اتنا خوف زدہ ہو گئی تھی کے کام کی بات کرتے ہوئے بھی وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔

"بولو۔۔۔کیا کام ہے۔۔؟؟"

ان کے اتنے نرم لہجے پر اس نے بے یقینی سے جلال خان کو دیکھا تھا۔جیسے اس کو یقین ہی نا آیا ہو کہ اس سے اتنے پیار سے بات کی جا سکتی ہے۔

"نور۔۔۔تم کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔۔۔"

جلال خان نے ایک بار پھر نرمی سے کہا تو اس کو کچھ ڈھارس ملی تھی۔

"وہ۔۔۔م۔۔۔میں ایک بار آپ کا پروپر چیک اَپ کر لوں۔۔۔؟؟؟"
اس نے جھجھکتے ہوئے ان دونوں سے جیسے اجازت مانگی تھی۔

"تم۔۔۔ڈاکٹر ہو۔۔۔۔؟؟"

رائحہ خان نے حیرت سے پوچھا تو اس نے فوراً سر اثبات میں ہلا دیا۔ گویا وہ اس کو غلط ہی نا سمجھ لیں۔ اتنے میں حدی بھی وہاں آ گیا تھا۔ اس نے ایک نظر نور کو دیکھا تھا۔ جو مکمل طور پر جلال خان کی طرف متوجہ تھی۔ جلال خان نے سر اثبات میں ہلا کر اس کو چیک اَپ کی اجازت دی تھی۔

"میں عینا کا فرسٹ ایڈ کیٹ لے آؤں۔۔۔؟؟؟"
اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں اجازت مانگی تھی۔ وہ مسکرائی نہیں تھی مگر اس کے لہجے سے خوشی ظاہر تھی۔ انہوں سے نرمی سے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تو نور بھی بے اختیار ہی مسکرا دی۔ اسی وقت حدی نے نور کو دیکھا تھا۔ وہ پہلی بار اس کو اپنے سامنے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ رائحہ

نے حدی کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں محبت کا جہان لئے نور کو دیکھ رہا تھا۔انہوں نے غیر محسوس انداز میں جلال خان کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے بھی حدی کا ایسے نور کو اتنی محویت سے دیکھنا محسوس کیا تھا۔نور وہاں سے چلی گئی تو وہ ان دونوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ فرسٹ ایڈ کیٹ لے کر وہاں آگئی۔ان کا پروپر چیک اَپ کر کے اس نے ان کا بلڈ سیمپل لیا تھا۔

"یہ کس لیے۔۔۔؟؟"

جلال خان کا لہجہ اب بھی نرمی لئے ہوئے تھا۔

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔۔۔۔؟؟؟اس کی جلد آز جلد رپورٹ کروالیں۔۔۔میں تب ہی یقین کے ساتھ کچھ کہہ سکتی ہوں۔۔۔"

نا ہی اس کی آواز لڑکھڑائی تھی۔اور نا ہی اس کا لہجہ کمزور پڑا تھا۔وہ ایک پرفیشنل ڈاکٹر کی طرح بات کر رہی تھی۔اس نے بلڈ سیمپل جلال خان کو دیا تھا۔

"اس کی رپورٹس ابھی کروائیں گے تو شام تک آجائیں گی۔۔۔"

نور نے ایک پرچہ میں اپنے نام اور بلڈ سیمپل کے بارے میں لکھ کر وہ پیپر ان کو دے دیا۔

ہاسپٹل میں یہ پیپر ڈاکٹر سحر اعظم کو دینا اور ان سے کہنا نور نے کہا ہے"

"ابھی کے ابھی اس کی رپورٹس بنوا کر دیں۔۔۔تاکہ ٹائم ضائع نا ہو۔۔۔

اس کی بات پر انہوں نے بس سر اثبات میں ہلایا تو وہ ان کی دوائیوں کے نام چیک کرنے لگی۔رائحہ ان کو سوپ پلا کر دوائی دینے والی تھیں کہ نور نے ان کو روک دیا۔

"ایک منٹ۔۔۔"

انہوں نے ایک کانچ کی ڈبی سے کچھ کیپسول نکالے تھے۔جن میں سے ایک اپنی ہتھیلی پر رکھ کر باقی اندر واپس ڈالی تھیں۔نور نے ان کے ہاتھ سے وہ ڈبی لے کر اس میں سے کیپسول نکال کر اس کو غور سے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔نور؟؟؟"

جلال خان نے حیرت سے پوچھ تھا۔

"یہ میڈیسن آپ کو کس نے سجیس کی تھی۔۔؟؟"

"کیا مطلب۔۔۔؟؟"

اس کی الجھن پر وہ سب بھی الجھ گئے تھے۔

"یہ میڈیسن تو ٹھیک سجیس کی گئی ہے۔۔۔ لیکن اس میں موجود میڈیسن وہ نہیں ہے جو اس میں ہونی چاہیے۔۔۔"

نور نے پریشانی سے کہا تھا۔ وہ تینوں بھی سخت پریشان ہو گئے تھے۔

"آ۔۔۔ آپ جلد از جلد یہ ٹیسٹ کروائی تا کہ ہمیں پتا چل سکے اس میں کون سی دوائی آپ کو دی جا رہی تھی۔۔۔"

"تم ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہی ہو۔۔۔؟؟"

حدی نے غصے سے کہا تو اس کے غصے سے ڈر کر نور نے اس کو دیکھا تھا۔ جو سرخ آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہ تھا۔

"مم۔۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔۔ شش۔۔شاید کسی نے یہ میڈیسن
بب۔۔بدل دی ہے۔۔۔"

اس نے جیسے اپنی صفائی دی تھی۔

"کوئی ایسا کیوں کرے گا۔۔۔ڈیڈ کی میڈیسن کوئی کیوں بدلے
گا۔۔۔؟؟"

وہ اب بھی غصے میں تھا۔

"مم۔۔مجھے نہیں پتا۔۔۔"

وہ رو دینے کو تھی۔نور کو حدی کا انداز ایسا لگا جیسے سب کچھ وہ ہی کر رہی ہو۔

"حدی وہ ڈاکٹر ہے وہ کیوں ایسا کچھ کہے گی۔۔۔ایک بار اس کی پوری بات
تو سن لو۔۔۔"

جلال خان نے اس کو سمجھانا چاہا تھا۔نور کی آنکھوں سے بے اختیار ہی آنسو
بہنے لگے تھے۔

آ۔۔۔آپ کو یقین نہیں ہے تو آپ کسی بھی میڈ کل سٹور سے اس نام کی "
میڈیسن لے کر اس کو دیکھ سکتے ہیں۔۔۔۔اِنفیکٹ اس میں تو کیپسول ہوتا
"ہی نہیں اس میں تو گولیاں ہوتی ہیں۔۔۔
نور نے روتے ہوئے ایک بار پھر اس کو اپنی صفائی دی تھی۔
"اگر یہ جھوٹ ہوا تو۔۔۔"
اس نے غصے سے اپنی بات اَدھوری چھوڑ دی۔وہ جانتی تھی کہ وہ سچ بول
رہی ہے۔اس لئے سر اثبات میں ہلا گئی۔حدی نے وہیں بیٹھے اپنے ایک
بندے کو فون کیا۔اور مختصر سی بات کہہ کر ویڈیو کال کی تھی۔وہ کال چلتے
ہی میڈیکل سٹور میں گیا تھا۔رائحہ اور جلال بھی موبائل سکرین کی طرف
متوجہ تھے۔نور سچ بول رہی تھی۔اس میں کوئی کیپسول نہیں تھے۔بلکہ
اس میں گولیاں تھیں۔ان تینوں نے ایک ساتھ نور کو دیکھا تھا۔جو
آنکھوں میں آنسو لئے ان کو ہی دیکھ رہی تھی۔ان سب کی حیرت اور بے
یقینی پر وہ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی۔

"حدی یہ ٹیسٹ کروا کر آؤ۔۔۔"

سب سے پہلے جلال خان ہوش میں آئے تھے۔انہوں نے جب حدی کو کہا توان کی آواز مضبوط تھی۔وہ سر اثبات میں ہلاتا ان سے بلڈ سیمپل اور نور کا لکھا نوٹ لے کر وہاں سے چلا گیا۔جلال خان کمرے سے باہر آ گئے تھے۔ نور باہر تو اپنا کام کر رہی تھی مگر اس کا سارا دھیان بلڈ رپورٹ کی طرف تھا۔یہ بات رائحہ اور جلال دونوں نے ہی محسوس کی تھی۔وہ ان دونوں سے کئیں بار رپورٹ کا بھی پوچھ چکی تھی۔آج پہلی بار ان دونوں نے شدت سے نور کے ساتھ روا سلوک کو محسوس کیا تھا۔اگر قتل اس کے بھائی نے کیا تھا تو اِس میں نور کا کیا قصور تھا۔وہ دونوں زیادہ دیر تک نور کو اس حال میں دیکھ کر باہر نہیں رُک سکے تھے۔اس لئے اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔

"ایک تو یہ ڈاکٹرز بھی نا ان کی لکھائی کی کیوں سمجھ نہیں آتی۔۔۔"

سب سے پہلے وہ جلال خان کے کمرے میں گیا تھا۔ان کو دیکھ کر حدی نے جھنجھلا کر کہا تھا۔نور جلدی سے اپنا کام ختم کر کے سیدھا ان کے کمرے میں گئی تھی۔آہٹ پر تینوں ہی نور کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"رپورٹس آ گئیں۔۔؟؟"

اس نے اندر آتے ہی سب سے پہلا سوال یہی کیا تھا۔حدی نے سر اثبات میں ہلا کر رپورٹس اس کی طرف بڑھائی تھی۔جبکہ وہ دونوں حیرت سے اس کو دیکھ رہے تھے۔کیسی لڑکی تھی وہ؟؟کہ حدی صبح اس کو اتنے برے طریقے سے بولا تھا اور وہ اب بھی رپورٹس کے لئے پریشان تھی۔وہ ان کے لئے پریشان تھی۔اگر اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک نا جانے کیا کر چکی ہوتی۔وہ تھی کے اس کے ساتھ اِس گھر میں کیا کچھ نہیں ہوا تھا اور وہ اب بھی ان کی ہی فکر کر رہی تھی۔جیسے جیسے وہ رپورٹس پڑھتی گئی اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلتی گئیں۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

حدی کا دِل ایک لمحے کے لئے کانپا تھا۔

"سس۔۔۔ سلو۔۔۔ پپ۔۔۔ پوائزن۔۔۔۔"

نور کی لڑکھڑاتی زبان سے بس دو لفظ ہی نکلے تھے۔ اور ان تینوں کو ان دو لفظوں کا مطلب سمجھ آ گیا تھا۔ حدی کے شک کی تصدیق ہو گئی تھی۔

"یی۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کون کر رہا ہے۔۔۔؟؟؟ مم۔۔۔ میں۔۔۔ میں"

"اپ۔۔۔ اپنے ہاتھوں سس۔۔۔ سے آپ کو سس۔۔۔ سلو پوائزن دے رہی تھی۔۔۔۔"

رائحہ خان روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ جلال خان تو ابھی تک بے یقین تھے کہ ان کو سلو پوائزن دیا جا رہا تھا۔ حدی کے دماغ نے فوراً کام کیا تھا۔

"ڈڈ۔۔ ڈیڈ آپ اب کوئی بھی میڈیسن نہیں لیں گے۔۔۔ اور موم آپ ڈیڈ کو لے کر یہاں سے کہیں اور چلی جائیں۔۔۔۔"

"حدی۔۔۔!!! تم ہوش میں تو ہو۔۔۔؟؟"

رائحہ نے بے یقینی سے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا۔

"موم۔۔۔میری بات سمجھنے کی کوشش کریں آپ ڈیڈ کو علاج کے لئے لندن لے کر چلی جائیں۔۔۔اور میں تب تک یہاں یہ پتا کرتا ہو کے یہ سب کون کر رہا ہے۔۔۔آپ یہاں نہیں رہ سکتے وہ جو کوئی بھی ہے۔۔۔۔گھر کا ہی ہے۔۔۔۔اس نے ایک بار ڈیڈ کی میڈیسن بدلی ہے وہ دوبارہ بھی یہ کر سکتا ہے۔۔۔"

حدی نے تفصیل سے ان کو سمجھایا تھا۔

"حدی ٹھیک کہہ رہا ہے رائحہ۔۔۔"

جلال خان نے بھی اس کی سائڈ لی تھی۔

"اور تم نور۔۔۔۔یہ بات اس کمرے سے باہر نا جائے۔۔۔کے ہمیں سب کچھ پتا چل گیا ہے۔۔۔"

حدی نے سختی سے نور کو حکم دیا تھا۔اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔رائحہ خان کو تو جیسے ابھی تک کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

ڈیڈ!!آپ موم کو سمجھائیں میں تب تک آپ کے لندن جانے کا انتظام"
"کرتا ہوں۔۔۔

حدی کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔جاتے جاتے وہ نور کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

صبح اُٹھتے ہی ایک خوشخبری اس کا انتظار کر رہی تھی۔اس کو ڈیوٹی ری جوئن کرنے کا لیٹر مل گیا تھا۔غزال نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔ازمار کی آنکھوں میں پھر سے وہی چمک لوٹ آئی تھی۔جو شادی سے پہلے وہ ہمیشہ دیکھتی تھی۔جیسے ازمار شاہ کو اس کا غرور لوٹا دیا گیا ہو۔البتہ وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔کچھ ہی دیر میں وہ خود کو کمپوز کرتا یونیفارم میں ملبوس باہر آیا تھا۔وہ ڈیوٹی پر جانے ہی والا تھا کے غزال نے اس کے سامنے آکر اس کو روک دیا۔

"کھانا کھالو۔۔۔"

وہ اس سے پوچھ نہیں رہی تھی۔ بلکہ وہ اس کو لے کر ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ ازمار کو کھانا سرو کر کے وہ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ ازمار نے اس کو غور سے دیکھا تھا۔ غزال کی آنکھوں میں خوشی کی چمک دیکھ کر وہ الجھ گئی تھی۔

(کیا یہ میرے ڈیوٹی پھر سے جوئن کرنے پر خوش ہے۔۔۔؟؟)

اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

"کونگریچولیشنز۔۔۔۔فار ری جوئنگ۔۔"

غزال کھانا سرو کر کے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔ ازمار نے کھانے کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ نا ہی وہ کھانا کھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔"

کہہ کر وہ اُٹھنے والا تھا کے غزال نے اس کا بازو پکڑ کر اس کو واپس بیٹھا دیا۔

"ارے پہلا دن ہے اور کیا ایسے ہی بھوکے خالی پیٹ جاؤ گے۔۔۔"

ازمار بیٹھ تو گیا تھا مگر کھانا کھانے کا دل پھر بھی نہیں کیا۔

"اب تم نے جا کر کریمینلز کو پکڑنا ہے۔۔۔اب وہ تمہارے انتظار میں تو بیٹھے نہیں ہوں گے کے انسپکٹر ازمار شاہ آئیں اور ہمیں پکڑ کر جیل میں ڈالیں۔۔۔۔ظاہر سی بات ہے ان سے لڑنے کے لئے تمہیں انرجی تو چاہیے ہو گی۔۔۔اب اچھا تو نہیں لگے گا کے پہلے دن ہی ہڈیاں توڑوا کر آ جاؤ۔۔۔"

بظاہر وہ سنجیدہ تھی مگر اس کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی وہ شرارت کے موڈ میں ہے۔

"میں اتنا بھی نازک نہیں ہوں کے ایک ٹائم کا کھانا نا کھاؤں تو مر جاؤں گا۔۔۔"

اپنے مرنے کی بات پر اس نے غزال کا چہرے کا رنگ واضع طور پر بدلتے دیکھا تھا۔

میں تو جیسے تمہیں جانتی نہیں ہوں۔۔۔مجھے پتا ہے تم کام میں اتنا بزی ہو"
"جاؤ گے کے تمہیں کھانا کھانا ہی یاد نہیں ہے گا۔۔۔

غزال کے اس طرح سختی سے کہنے پر اس کو بے اختیار ہی حنا شاہ یاد آئیں تھیں۔وہ بھی ایسے ہی اپنے کسی بچے کو خالی پیٹ گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتی تھیں۔ازمار کو ابھی تک نا کھاتے دیکھ کر اس نے خود ہی کھانا کھلانا شروع کر دیا۔وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی مگر ازمار کو کہاں کچھ سنائی دے رہا تھا۔ وہ تو بس اس کے ہلتے ہونٹ دیکھ رہا تھا۔وہ اس کو کھانا کھلاتے ہوئے پتا نہیں کون کون سی باتیں کر رہی تھی۔وہ اس کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے آج پہلی بار دیکھ رہا ہو۔اس کی بڑی بڑی آنکھیں تو دنیا کے سارے حسن کو مات دے رہی تھیں۔کانچ سی آنکھیں ناک میں پہنی سفید نتھ پٹھانوں میں ہر لڑکی اپنا ناک بنواتی تھی۔اِس لئے اُس نے بھی اپنے خاندان کی روایت کو قائم رکھا تھا۔غزال کی ناک پر چمکتی لونگ دیکھ کر نظر اس پر ٹھہر جاتی

تھی۔ گلاب کی پنکھڑی جیسے نازک لب پر نظر گئی تو دل بے ایمان ہوا تھا۔
وہ اس کو کھانا کھلا چکی تو اس کو جانے کی اجازت دے دی۔
"اب آپ جا سکتے ہیں مسٹر شاہ۔۔"
وہ برتن زرا دور کر کے بولی تھی۔
"تھیکیو۔۔۔ مسزِ شاہ۔۔۔"
آج پہلی بار غزال نے اس کی چہرے پر اپنے لئے نرمی دیکھی تھی۔ آج پہلی بار اس نے مسزِ شاہ کہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ غزال کی نظر اس کے والٹ پر پڑی تو فوراً اس کے پیچھے لپکی تھی۔
"ازمار۔۔۔"
وہ ابھی دروازے تک پہنچ تھا کے غزال کی آواز پر پیچھے مڑا۔
"یہ لو۔۔۔"

غزال نے اس کا والٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ازمار نے ایک نظر اپنے والٹ کو اور پھر غزال کو دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے والٹ پکڑ لیا۔

بیسٹ آف لک۔۔۔ آج جلدی آنے کی بلکل بھی ضرورت نہیں ہے"

"میں سکون سے رہوں گی۔۔۔

غزال نہیں جانتی تھی کے مزاق میں اُس کی کہی بات ازمار کا دل چیر گئی تھی۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گیا تو غزال نے دروازہ بند کر لیا۔

ہاں۔۔ اسے تو سکون ہی ملے گا میرے جانے سے۔۔۔ اتنا کچھ کرنے کے) (بعد تو وہ میری شکل بھی برداشت نہیں کرے گی۔۔۔

ازمار کو غزال کے اِن الفاظ نے تکلیف دی تھی مگر وہ شکایت کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ نا ہی اس نے خود کو شکایت کرنے کی اجازت دی تھی۔

وہ سیڑھیوں پر اُداس سا بیٹھا تھا۔ نور اس کو دیکھ کر اس کے پاس ہی جا کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟ دلاور کو۔۔۔"

نور نے پیار سے پوچھا تو اس کے ایک اُداس نظر نور پر ڈالی۔ مگر بولا نہیں۔

"آپ نے کتنی دیر سے دائم کی کوئی سٹوری نہیں سنائی۔۔۔"

نور نے اس کی اُداسی کم کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

کھانا بھی نہیں کھایا آپ نے۔۔۔ چلو میں آپ کو کھانا کھلاتی ہوں اور"

"آپ مجھے اپنے سکول کی سٹوری سناؤ۔۔۔

"میں خود کھا سکتا ہوں۔۔۔"

دلاور نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ خود ہی کھا لینا۔۔۔"

اس نے دلاور کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلا دیا۔ وہ اس کو لے کر کچن میں آئی اور کاؤنٹر پر بیٹھا کر اس کی پسند کی ڈیش بنانے لگی۔

"آپ مجھے کیوں یہاں لے کر آئی ہیں۔۔۔؟؟"

دلاور کو جیسے نور کا اس کو یہاں لے کر آنا پسند نہیں آیا تھا۔

"میں اکیلی بور ہو جاؤں گی نا۔۔۔"

نور اس کو اکیلا چھوڑ کر پھر سے اُداس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اپنے ساتھ ہی بیٹھا لیا۔ کھانا بنا کر وہ ڈائنگ ٹیبل پر لگا کر اس کو وہیں لے کر آ گئی۔ کچن میں بھی وہ اس سے سکول کی چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھتی رہی تھی۔

دلاور کھانا کھاتے ہوئے بھی اس سے بات کر رہا تھا۔

"دائم کی سناؤ۔۔"

نور کو شدت سے دائم یاد آ رہا تھا۔

"اس نے میری دوستی کروادی ہے داور سے۔۔"

"آہ۔۔۔کیا سچ میں آپ دونوں نے ایک اور دوست بنالیا ہے۔۔۔؟؟"

نور کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔اس کی بات پر دلاور نے سر اثبات میں ہلا کر تصدیق کی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد بھی نور نے اس کو اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔دلاور اس کی باتوں سے تنگ آگیا تھا۔وہ ہمیشہ سے ہی کم بولنے والا بچہ تھا۔

"آپ کتنا بولتی ہیں۔۔۔"

نور کو پہلے تو اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی۔جب سمجھ آئی تو اس کی آنکھیں پوری کی پوری کھول گئیں۔

"دلاااور رر۔۔۔"

وہ بے یقینی سے بولی تھی۔دلاور فوراً وہاں سے اُٹھ کر بھاگا تو اور نور اس کے پیچھے۔اب دلاور آگے بھاگ رہا تھا اور نور اس کے پیچھے پیچھے۔دلاور کے ہنسنے کی آواز سن کر ہی سب باہر آگئے تھے۔نور کو اس کے پیچھے بھاگتے دیکھ کر سب کو حیرت ہو ہوئی تھی۔کہاں وہ ہر وقت ڈری سہمی رہتی تھی اور

اس وقت زندگی کا ہر دکھ بھلائے دلاور کے ساتھ کتنی خوش نظر آ رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے نور کا سانس پھول گیا تھا۔

"ارے اتنی جلدی تھک گئی آپ۔۔۔۔اوہاں ساری انرجی تو بولنے میں ویسٹ کر دی تھی۔۔۔"

وہ اس کو چھیڑتے ہوئے آخر میں جیسے یاد آنے پر بولا تھا۔ نور جو دونوں ہاتھ کمر پر رکھے آگے کو جھکی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس کی بات سن کر فوراً سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ وہ اب بھی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ دلاور چند قدم اس کے قریب ہوا تھا۔

"چھوڑ دیں مجھے نہیں پکڑ سکتیں آپ۔۔۔"

اس کی بات سن کر نور نے ایک قدم اس کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ وہ پھر سے بھاگا۔ ابھی وہ کچھ دور ہی گیا تھا کہ نور نے جلدی سے اس تک پہنچ کر پیچھے سے اس کو اپنے حصار میں لیا اور اس کو تھوڑا سا اوپر اٹھا کر گول گھولنے لگی۔ پہلے دلاور حیران ہوا پھر چند ہی لمحوں میں اس کو مزا آنے لگا تھا۔ اب

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے انجوئے کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد نور نے رُک کر اس کو نیچے رکھا۔ اب دونوں کو ہی چکر آ رہے تھے۔ نور اس کے ساتھ کھیلتے اس گھر کے کیے سلوک کو بھول گئی تھی۔ یا سمجھتی تھی کہ اس سب میں دلاور کا کوئی قصور نہیں۔ یا شاید اپنے غم بھولنے کی ایک ادنٰی سی کوشش کی ہو۔ وہ آگے جانے ہی والی تھی کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام کے ساتھ زمین بوس ہو گئی۔ اس کے گرنے پر دلاور کی پھر سے ہنسی نکل گئی۔ نور کا تو منہ ہی کھول گیا تھا۔

"دیکھ کر چلا کریں۔۔ اتنی بڑی ہو گئی ہیں آپ کو چلنا بھی نہیں آتا۔۔۔"

وہ شرارت سے کہتا ہوا جانے ہی لگا تھا کے اس کا پاؤں نور کے دوپٹے میں اٹکا اور وہ بھی اس کے ساتھ ہی زمین بوس ہو گیا۔

"آیا۔۔ مزا۔۔۔ کسی کے اوپر ہنستے نہیں ہیں۔۔۔ ورنہ آپ کی بھی اس کا مزا چکھنا پڑتا ہے۔۔"

نور کی آنکھیں بھی شرارت سے چمکی تھی۔

"آہ۔۔۔۔ "

دلاور کی چیخ پر وہ فوراً زمین سے اُٹھی اور اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔

"کیا ہوا آپ ٹھیک ہو۔۔۔ کہاں چھوٹ لگی ہے۔۔۔؟؟"

نور کے چہرے پر ایک ماں جیسی ہی فکر تھی۔ دلاور نے خاموشی سے اس کو دیکھا تھا۔ نور نے غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔ دونوں کی آنکھیں ایک ساتھ چمکی تھیں اور پھر دونوں ہی قہقہہ لگا کر ہنسے اور ہنستے ہی چلے گئے۔

کسی نے کھڑکی کے دوسری طرف سے یہ منظر دیکھ کر مطمئن سانس خارج کی تھی۔ سیاہ ہڈی اور ماسک میں سبز آنکھیں اس وقت پُر سکون تھیں۔

اپنے کمرے کے باہر کھڑا حدی آج پہلی بار اس کو ایسے ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ رائحہ اور جلال کی شرمندگی میں اضافہ ہوا تھا کہ اس گھر میں نور کے ساتھ کیا کیا نہیں ہوا اور اب بھی وہ ایک بیٹی کی طرح ان دونوں کی فکر کر رہی تھی۔ ایک ماں کی طرح دلاور کا خیال رکھ رہی تھی۔

(کس مٹی کی بنی ہو تم نور۔۔۔؟؟)

رائحہ بس سوچ ہی سکی تھیں۔

وہ پولیس سٹیشن آیا تو سب ہی اس کی واپسی پر خوش نظر آرہے تھے۔اب وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ازمار نے اپنے آفیس جاتے ہوئے اپنے ایک وفادار انسپکٹر کو بلایا تھا۔وہ سر اثبات میں ہلاتا اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔

مجھے شاہ حویلی کی ایک ایک خبر چاہیے آج کے آج۔۔۔۔وہاں پر آگ "
"کیسے لگی۔۔۔۔کیا ہوا۔۔۔مجھے سب کچھ جاننا ہے۔۔۔

ازمار نے سپاٹ لہجے میں حکم دیا تھا۔وہ اس کو ساری ڈیٹیل دے چکا تو اس ٹیبل پر پڑا رسیور بجنے لگا۔وہ سر کے اشارے سے اس کو اجازت دیتا فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگایا گیا۔اپنے سینیئر کے بلانے پر وہ ان کی آفیس کی طرف بڑھ گیا۔

ایزد۔۔۔۔کچھ تو بتاؤ۔۔۔۔۔کیا ہوا ہے؟؟؟میرا دل بیٹھا جا رہا"
ہے۔۔۔ناہی تم کچھ بتا رہے ہو۔۔۔۔اور ناہی مجھے کہیں لے کر جا رہے
"ہو۔۔۔۔بس ایسے ہی بلاوجہ گاڑی سڑکوں پر گھمائے جا رہے ہو۔۔۔
رمل اس کی مسلسل خاموشی سے چڑھ کر بولی تھی۔ایزد کے چہرے کی
سنجیدگی رمل کا دل دہلا رہی تھی۔

مجھ سمجھ نہیں آ رہی میں تمہیں کیسے بتاؤ۔۔۔۔کہاں لے کر"
"جاؤ۔۔۔؟؟

ایزد کا ٹوٹا بکھرا لہجہ محسوس کر کے رمل رو دینے کو تھی۔

میں کہاں لے کر جاؤں تمہیں رمل۔۔۔؟؟؟خان حویلی میں جہاں کوئی"
تمہیں ایکسیپٹ نہیں کرے گا۔۔۔یا اس گھر میں جہاں میری موم نے آج
"تک مجھے ایکسیپٹ نہیں کیا۔۔۔؟؟؟

اپنی ماں والی بات اس لے دل میں کہی تھی۔وہ چاہ کر بھی آج تک رمل کو اپنی حقیقت نہیں بتا سکا تھا۔ایزد کی آنکھیں اس وقت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"تو ٹھیک ہے مجھے وہاں نہیں لے کر جانا چاہتے تو مت لے کر جاؤ کہیں بھی"

"۔۔۔۔۔مجھے کہیں نہیں جانا۔۔۔

رمل نے ختمی انداز میں کہا تھا۔

"تمہیں کچھ بتانا ہے مجھے۔۔۔؟؟"

ایزد ابھی تک ویسے ہی سنجیدہ تھا۔

"تو بتاؤ نا۔۔۔"

رمل کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی تمہیں کیسے بتاؤ۔۔۔۔؟؟"

ایزد اب بھی ویسے ہی پریشان تھا۔

"منہ سے اور کیسے۔۔۔"

رمل نے بات کو مزاق ک رنگ دینا چاہا تھا۔اس لئے شرارت سے بولی۔

"شاہ حویلی میں آگ لگ گئی ہے۔۔۔اور سب اندر تھے۔۔۔"

ایزد نے سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔رمل کچھ دیر کے لئے سن ہو کر رہ گئی تھی۔

"اِنَّا اللہِ وَاِنَا اِلَی ہِ رَاجِعُون "

اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔اس کی آنکھوں کے پیچھے چھپی سرد مہری دیکھ کر ایزد نے اپنا تھوک نگلا تھا۔

"تم اپنی فیملی کے لئے۔۔۔اتنی سرد کیوں ہو؟؟؟"

ایزد نے دل میں آیا سوال فوراً کیا تھا۔

"مجھے بس بڑی ماما سائیں کے مرے کا دکھ ہے باقی کسی کے نہیں۔۔۔"

رمل کے لہجے میں حنا شاہ کے لیے سچ میں دکھ تھا۔مگر باقی سب سے وہ ایسے انجان تھی جیسے وہ اس کے کچھ لگتے ہی نا ہوں۔

"باقی کسی کے لئے کیوں نہیں۔۔۔؟؟"

ایزد نے ایک اور کوشش کی کہ شاید اب وہ کچھ بتادے۔اور ایسا ہی ہوا وہ اپنے بارے میں ایزد کو سب کچھ بتاتی چلی گئی۔ایزد بس خاموشی سے اس کو سنتا رہا۔

"میرا ایک کام کرو گی۔۔۔؟؟"

ایزد نے ریکوئسٹ کی تھی۔

"تم حکم کرو میری جان۔۔۔۔"

رمل شرارت سے بولی تھی۔جانتی تھی ایزد کو اس کو بولڈ انداز بالکل بھی پسند نہیں تھا۔وہ بس اس کو گھور کر رہ گیا۔جس پر وہ کھول کر مسکرائی تھی۔

"یہ کام میں نے کسی اور طرح کرنا تھا۔۔۔تم اپنی فیملی کے بارے میں سب جانتی ہو تو اس لئے بتا رہا ہوں۔۔۔۔میں آگے جو بھی کروں گا اس سب کے بارے میں تمہیں پہلے ہی پتا ہو تا کہ بعد میں میری ہڈیاں سلامت رہیں۔۔۔۔"

آخر میں وہ بھی شوخ ہوا تھا۔جس کو دیکھ کر وہ مسکرادی۔

وہ ایک کیس کی فائل پڑھ رہا تھا کے وہی پولیس آفیسر آگیا جس کو اس نے شاہ حویلی کے بارے میں پتا کرنے کے لئے کہا تھا۔

"کیا کچھ پتا چلا۔۔۔۔؟؟"

اس کے آتے ہی ازمار نے بے چینی سے پوچھا۔

"جس نے بھی شاہ حویلی میں آگ لگائی ہے بلکل اچھا کیا ہے۔۔۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔؟؟؟ "

اس کی بات سنتے ہی وہ غصے سے دھاڑا تھا۔

سر شاہ حویلی کے لوگ لڑکیاں سمگل کرتے تھے۔۔۔اور اس سب میں " سارے فیملی ملوس تھی۔۔۔اس کے علاوہ ان کا ایک بیٹا اذان شاہ بھی اس

"سب میں ان کے ساتھ ملا ہوا تھا۔۔۔

اس نے بتاتے ہوئے ساری تفصیل بتائی تو وہ اتنی ہی دیر کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔"

کافی دیر کے بعد وہ بولا بھی تو اس کو جانے کا کہا۔اس کے جاتے ہی ازمار نے اپنے ہاتھ میں موجود فائل کو دیکھا۔

"انسپکٹر ازمار شاہ۔۔۔ایک کیس ہے۔۔۔آپ کے لئے۔۔۔ایک گینگ ہے جو لڑکیاں سمگل کرتا ہے۔۔۔۔میں چاہتا ہوں تم اس کو پکڑو۔۔۔۔وہ گینگ اذان شاہ کے انڈر ہے۔۔۔وہ کچھ دن تک لڑکیاں سمگل کرنے والے ہیں۔۔۔یہ رہی اس کیس کی فائل۔۔۔۔۔"

اس کے کانوں میں اپنے سینیئر آفیسر کی آواز گونجی تھی۔وہ کب تک ویسے ہی بیٹھا رہا اس کو بھی نہیں پتا چلا۔

وہ رائحہ اور جلال کا سامان پیک کر رہی تھی جب اس کے ہاتھ سے ایک ایلبم نیچے گر گیا۔ نور وہ ایلبم اٹھا کر واپس رکھنے ہی والی تھی کہ ایک تصویر پر نظر پڑھتے ہی ٹھٹھک کر رُک گئی۔ اس نے بے اختیار ہی بیڈ پر بیٹھے رائحہ اور جلال خان کو دیکھا۔ وہ ایلبم پکڑے اُلجھی اُلجھی ان کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا نور۔۔۔؟؟؟"

جلال خان نے نرمی سے پوچھا تو اس نے بس خاموشی سے ایک نظر ان کو دیکھا اور نفی میں سر ہلا گئی۔ رائحہ کی نظر ایلبم پر پڑی تو وہ اس کے رُک جانے پر چونکی تھی۔

"یہ ایلبم دیکھاؤ۔۔ نور۔۔۔۔"

وہ جو ایلبم واپس رکھنے لگی تھی۔ رائحہ کی آواز پر واپس پلٹی۔ وہ جھجھکتے ہوئے ان تک آئی اور ایلبم ان کی طرف بڑھا دی۔ وہ پر سوچ انداز میں نچلا لب دانتوں سے کاٹنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔؟؟؟ تم ایسے کیوں دیکھ رہی تھی اس ایلبم کو۔۔؟؟"

وہ نور کے الجھے الجھے انداز سے وہ بھی الجھی تھیں۔

"آاا۔۔۔آ۔۔۔آپ مم۔۔۔ماما سائیں کو جانتی ہیں۔۔۔؟؟"

نور نے جھجھکتے ہوئے دل میں آیا سوال کیا تو دونوں نے بے یقینی سے پہلے نور کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔رائحہ نے ایک گروپ فوٹو نکال کر اس کے سامنے کی اور ایک تصویر پر ہاتھ رکھ کر نم آنکھوں سے پوچھا تھا۔

"یی۔۔۔یہ ہیں تمہاری ماما سائیں۔۔۔؟؟"

نور نے ایک نظر اس تصویر کو دیکھ کر سر اثبات میں ہلا دیا۔وہ حنا شاہ کی جوانی کی تصویر تھی۔

"یی۔۔۔یہ میری دوست ہے۔۔۔ہمارا ایک گروپ تھا۔۔۔سکول میں یہ گروپ بنا تھا۔۔۔کالج میں یہاں تک کے یونیورسٹی میں بھی ہم ساتھ ہی گئے تھے۔۔۔ہماری شادیوں کے کچھ عرصہ بعد ہمارا سارا گروپ بکھر گیا تھا۔۔۔"

انہوں نے نم آنکھوں سے اس کو بتایا تھا یا شاید اب بھی کچھ تھا جو اس کو نہیں بتایا گیا۔ جلال خان نے اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ نور کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا ری یکشن دے۔ اس کی ماما سائیں کی دوست اس کی ساس۔ جلال خان نے نم آنکھوں سے اس کا سر اپنے قریب کیا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ نور ششدر سی کھڑی رہ گئی۔ نور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی تھی۔ وہ بس بے یقینی سے جلال خان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی تھی کے ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

"خ۔۔۔خان۔۔۔۔نور بھی ہمارے ساتھ جائے"

"گی۔۔۔۔پلیز۔۔۔مم۔۔میں اس کو یہاں نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔

نور پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ جلال خان نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"نور تم بھی جانے کی تیاری کرو۔۔۔"

انہوں نے نور سے پوچھا نہیں تھا بلکہ اس کو بتایا تھا کے وہ بھی لندن جا رہی ہے۔

"جاؤ نور۔۔۔"

انہوں نے ایک بار پھر زور دیا تو وہ جھجھکتے ہوئے بولی۔

"...پپ۔۔پر۔۔۔مم۔۔می"

اس نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر رائحہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم ہمیں انکار نہیں کر سکتی نور۔۔۔۔ہم۔۔نے کہہ دیا تم چل رہی ہو تو بس چل رہی ہو۔۔۔۔"

انہوں نے حکم سنایا تھا۔اور یہ پہلی بار ہوا تھا کہ رائحہ خان نے اس کو حکم سنایا تھا۔نور کے ساتھ جو بھی ہوتا تھا وہ سب خانم بیگم ہی کرتی تھی۔مگر رائحہ نے کبھی ان کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔آج پہلی بار انہوں نے نور کو کوئی حکم دیا تھا مگر ان کا انداز خانم بیگم جیسا نہیں بلکہ حنا شاہ جیسا تھا۔وہ خاموش ہو گئی تھی۔جلال خان کے کہنے پر وہ وہاں سے چلی گئی۔نور کو کچھ

سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا کرے۔خالی دماغ کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں گئی تھی۔

وہ گھر واپس آیا تو اپنے گھر کا بدلہ نقشہ دیکھ کر پہلے اس کو لگا وہ کسی اور کے گھر میں آگیا ہے۔ مگر غزال کو کھانا میز پر لگاتے دیکھ کر وہ واپس آگیا تھا۔اس لئے ہی وہ کہہ رہی تھی گھر جلدی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔غزال نے اس کو جاتا دیکھ لیا تھا۔

"اچھا ہوا کہ آگیا ہے۔۔۔"

وہ اس کا انتظار کرنے لگی۔جب کافی دیر تک وہ نہیں آیا تو غزال کو پریشانی ہوئی تھی۔

"اس کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟پہلے کبھی اتنی دیر تو نہیں لگائی۔۔۔"

وہ خود سے کہہ رہی تھی ساتھ ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا۔ وہ تو اپنی فیملی کی وجہ سے آپ سیٹ تھا۔ غزال اندر گئی تو ازمار ویسے ہی یونیفارم میں ملبوس بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ ٹانگیں آدھی نیچے تھیں۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"ازمار۔۔۔"

غزال کے نرمی سے پکارنے پر ازمار نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس کو دیکھا۔ ازمار کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"ازمار بس کر دو۔۔۔ تمہاری فیملی اس قابل نہیں تھی کے ان کے مرنے پر یہ حالت کر لی جائے۔۔۔"

غزال چڑھ کر بولی تھی۔

"تم کیسے جانتی ہو۔۔۔؟؟"

ازمار نے حیرت سے پوچھا تو اس کا لہجہ بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ غزال کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا کے وہ کیا بول گئی ہے۔

"آئی ایم سوری میں نہیں بتا سکتی۔۔۔"

غزال سچ بول نہیں سکتی تھی اور اب جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

سوری۔۔۔آہ یہ سوری۔۔۔

یہ لفظ سن کر ازمار کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ کب سے کیا خود پر ضبط اب ٹوٹنے لگا تھا۔

"ازمار پلیز۔۔۔ سنبھالو خود کو۔۔۔"

غزال سے اس کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اور اس کی کہی بات نے ازمار کے ضبط پر کاری ضرب کا کام کیا تھا۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو گرا اور پھر گرتے ہی چلی گئے۔

"ازمار۔۔۔"

غزال نے تڑپ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔ ازمار سہارا ملتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس کو ایسے روتا دیکھ کر غزال کی اپنی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ اس نے کبھی کسی مرد کو روتے نہیں دیکھا تھا۔ ازمار کا کہا ایک جملہ غزال کو اُس کی اِس حالت کی وجہ سمجھا گیا تھا۔ غزال نے کب سوچا تھا کے اس کے گھر والوں کا سچ اس کو پتا چلے گا تو ازمار کو کیسا لگے گا۔ وہ کافی دیر تک ایسے ہی روتا رہا۔ اب تو رو رو کر آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ پھر بھی کافی دیر تک وہ ایسے ہی اس کی گود میں منہ چھپائے لیٹا رہا۔

"ایم۔۔۔ سوری۔۔۔"

معافی مانگتے ہوئے روکے ہوئے آنسو پھر سے بہنے لگے تھے۔ اس کے بالوں میں چلاتا غزال کا ہاتھ رُکا تھا۔ ازمار نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے غزال کے سپاٹ چہرے سے نظریں چرائی تھیں۔ اس کے ہاتھوں پر نظر پڑی۔ جہاں کہیں جلنے کے نشان تھے تو نہیں کٹ لگے تھے۔ وہ جس نے اپنے گھر میں کبھی کوئی کام کرنا تو دور اپنے لئے پانی کا

گلاس نہیں اٹھایا تھا۔ازمار کیسے اس سے کام کرواتا تھا۔ازمار کے آنسو پھر سے بہنے لگے تھے۔اس کو خود میں اور شاہ حویلی کے دوسرے لوگوں میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا تھا۔

"ایم سوری۔۔۔"

اس نے غزال کے ہاتھوں پر لب رکھتے ہوئے ایک بار پھر سے معافی مانگی تھی۔ازمار کی اس حرکت پر اس کے پورے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی تھی۔

"مم۔۔میں جانتا ہوں سوری بہت چھوٹا لفظ ہے۔۔۔۔۔میں معافی کے قابل نہیں ہوں۔۔۔ مم۔۔میں تمہارے گھر والوں کو سب کچھ بتادوں گا۔۔۔۔میں تمہارے گھر والوں کو بتادوں گا میں نے تم سے زبردستی نکاح کیا تھا۔۔۔اور۔۔۔۔۔ان کے پاس جو آدمی آیا تھا اس کو بھی میں نے ہی بھیجا تھا۔۔۔۔تت۔۔۔تم جو کہو گی میں وہی کروں گا۔۔۔۔چچ۔۔۔۔چاہو تو کوئی بھی سزا دے دو میں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اس کی بلال خان کو بتانے والی بات پر غزال کی آنکھ سے آنسو گرا تھا۔ مطلب اس کی سزا ختم ہوئی۔

"پلیز ایسے چپ مت رہو۔۔۔کچھ تو بولو۔۔۔۔تم۔۔ تمہیں پتا ہے مجھے تمہارے کام ٹھیک سے نا کرنے پر غصہ نہیں آتا مجھے۔۔۔تمہاری اس خاموشی سے غصہ آتا تھا۔۔۔۔تم۔۔۔تم پہلے کی طرح مجھ سے لڑتی نہیں ہو۔۔۔غصہ نہیں کرتی۔۔۔۔مجھے۔۔۔مجھے غصہ آتا تھا۔۔۔۔مجھے اچھا نہیں لگتا تم ایسے خاموش رہو۔۔۔۔کچھ تو کہو۔۔۔لڑلو مجھے مار لو۔۔۔۔کچھ تو بولو۔۔۔پلیز غزال۔۔۔۔ایسے خاموش مت رہو۔۔۔خاموشی کی سزا نا دو مجھے۔۔۔"

وہ اس کے ہاتھوں کو جوڑے کہہ رہا تھا۔غزال کی خاموشی اس کے لئے کسی سزا سے کم نہیں تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔۔۔"

وہ بولی بھی تو بس اتنا ہی۔ ازمار کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کو روکتا یا کچھ کہتا بھی تو کس منہ سے۔ اپنے جانے کے نام پر غزال نے واضح طور پر ازمار کے چہرے پر رقم ہوتی اذیت دیکھی تھی۔

"مجھے طلاق چاہیے۔۔۔۔"

الفاظ تھے یا موت کا پیغام ازمار شاہ کو سنایا گیا تھا۔ غزال کا چہرہ سپاٹ تھا۔ لیکن ازمار چاہ کر بھی اپنی تکلیف نہیں چھپا سکا تھا۔ وہ سن بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا۔ اگر ازمار بے حس بنا ہوا تھا تو آج غزال بھی سفاکیت کی انتہا پر تھی۔ جیسے ازمار اس کی تکلیف پر بے نیازی سے وہاں سے گزر جاتا تو آج غزال بھی ظالم بن گئی تھی۔

"ابھی کافی رات ہو گئی ہے۔۔۔ کل مجھے گھر چھوڑ آنا۔۔۔۔"

غزال نے ایک بار پھر پگھلا ہوا سیسہ ازمار کے کانوں میں انڈھیلا تھا۔ غزال خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔ وہ وہیں بیٹھا رہ گیا۔

"گھر جاتے ہی خلع کر پیپرز بھجوا دوں گی۔۔۔"

وہ اس کے سینے میں ایک اور خنجر گھونپ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ ازمار اپنا لہولہان ہوتا وجود لئے وہیں بیٹھا رہ گیا۔ کہتا بھی تو کیا کہتا کچھ بولنے کے قابل ہی کب رہا تھا۔ غزال کی خاموشی اس کو چبھتی تھی اور وہ اس کو خاموشی کی سزا سنا کر چلی گئی تھی۔ وہ کب تک وہاں بیٹھا رہا اس کو بھی نہیں پتا چلا۔ گھر والوں کی حقیقت سے زیادہ اذیت ناک غزال کی سزا تھی۔ وہ کمرے سے باہر آیا تو غزال صوفے پر بیٹھی خالی خالی نظروں سے چھت کو دیکھ رہی تھی۔ کیا تھی وہ اور ازمار نے کیا بنا دیا تھا اس کو۔ اس نے ایک نظر مختلف کھانوں سے سجی ٹیبل کو دیکھا تھا۔ آج ازمار کے ری جوائن کرنے کی خوشی میں اس نے کیا کچھ نہیں بنایا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"نور کے ساتھ جو بھی ہوا تم وہ سب کرنا چاہتے تھے نا۔۔۔۔ پھر توحدی بھائی نے نور سے اپنا حق بھی وصول کیا ہو گا۔۔۔

غزال کی آدھی اَدھوری بات کا مطلب سمجھ کر ازمار نے اذیت سے اپنی آنکھیں مینچ لیں تھیں۔ غزال کھڑی ہوئی اور سامنے موجود ایل سی ڈی پر ایک ویڈیو پلے کر دی۔ جس میں ازمار ہمیشہ نور کے ساتھ کیے جانے والے مظالم کی ویڈیو لگا کر غزال کو بھی وہی سزا دیتا تھا۔ وہ وہاں سے چلی گئی تھی مگر ازمار ایک بار پھر اپنی جگہ پر پتھر ہوا تھا۔ نور گارڈن کے پیچھے حصے میں بے ہوش پڑی تھی اور حدی چیخ کی آواز سن کر وہاں جا رہا تھا۔ نور کو بے ہوش دیکھ کر حدی کے چہرے سے پریشانی صاف واضع تھا۔ وہ اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ نور کو ہوش نہیں آیا تو وہ اس کو لے کر اندر چلا گیا۔ وہ ازمار کی بھیجی ملازمہ سے ہی بات کر رہا تھا۔ نور کے پاؤں پر پٹی کر کے وہ باہر گیا تھا۔ کچھ ملازمین کو بلا کر وہ سارے کام کروائے جو نور کے ذمے لگائے گئے تھے۔ اگلے دن نور کو سمجھ نہیں آئی یہ سب کس نے اور ہے۔ وہ ویڈیو ختم ہوئی تو اگلی چلنے لگی۔ اور ایسے ہی بہت سی ویڈیوز کیسے کیا چلتی رہیں۔ ہر ویڈیو میں حدی ہی نور کو بینڈج کرتا تھا۔ نور کے ساتھ جو بھی

سلوک ہوتا تھا اس کی غیر موجودگی میں ہی ہوتا تھا۔ان ویڈیوز نے ازمار کی شرمندگی میں اضافہ کیا تھا۔

وہ اپنا سامان پیک کر رہی تھی جب حدی نے حیرت سے پوچھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔۔۔۔؟؟؟"

"آپ کے پیریٹس کے ساتھ۔۔۔"

نور کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"کس کی اجازت سے جا رہی ہو۔۔۔؟؟"

وہ غصے سے بولا تھا۔

"مجھے اجازت کون دیتا ہے۔۔۔۔؟؟؟ مجھے حکم سنایا جاتا ہے۔۔۔"

حدی کے غصے نے نور کو بھی غصہ دلایا تھا۔ مگر جب بولی تو آواز قدرے دھیمی تھی۔اس کی بات سن کر وہ فوراً جلال خان کے کمرے میں گیا تھا۔

اسی وقت دلاور وہاں آگیا۔

"نور۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔"

اس کے بولنے پر وہ فوراً بولی تھی۔

"حدی بابا کہاں ہیں۔۔۔؟؟"

اس کی بات سن کر نور سر اثبات ہلاتی دلاور کو لے کر جلال خان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ایزد نے سوچ لیا تھا کہ آج وہ رمل کو اپنے گھر لے کر ہی جائے گا۔اس لئے وہ رمل کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔بلال خان ابھی ابھی اپنے کمرے میں گئے تھے۔

"آؤ۔۔۔"

ایزد خوشی سے اس کو لے کر ان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔جب ان کے کمرے سے آتی آواز پر دونوں کے قدم وہیں رُک گئے۔

"غزال کا کچھ پتا چلا۔۔۔؟؟"

ان کی آواز میں نمی گھلی ہوئی تھی۔

"ایزد کوشش کر تو رہا ہے اور میں بھی۔۔۔"

ابھی ان کی بات بھی پوری نہیں ہوئی تھی کے ہادیہ نے غصے سے ان کی بات کاٹ دی۔

ایزد۔۔۔۔ایزد۔۔۔۔ایزد۔۔۔۔۔ہر وقت ایزد،ایزد کیوں کرتے رہتے "
ہیں۔۔۔۔۔؟؟؟مجھے اس سے کوئی اُمید نہیں ہے کے وہ کچھ کرے
"گا۔۔۔۔۔

ان کے لہجے کی نفرت محسوس کر کے رمل نے بے اختیار ہی ایزد کو دیکھا تھا۔جس کی آنکھیں اس وقت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔آنکھوں میں دنیا جہان کی اذیت تھی۔ہادیہ کے لہجے میں ایزد کے لئے اتنی ہی نفرت تھی جتنی ابھی تھوڑی دیر پہلے غزال کے لئے فکر اور محبت تھی۔

"بیٹا ہے وہ میرا۔۔۔۔"

بلال خان کو آج بھی ایزد کے لئے ہادیہ کی نفرت دیکھ کر غصہ آیا تھا۔مگر غصے میں بھی ان کی آواز کم ہی تھی۔ان کے جتاتے لہجے پر ہادیہ کو مزید غصہ آیا تھا۔

بس کر دیں خان۔۔۔۔۔مجھے میری بیٹی چاہیے اور جس سے آپ کو دنیا"
کے ہر اچھے کام کی امید ہے اس سے کوئی بھی کام لینا مجھے برداشت

نہیں۔۔۔آپ خود غزال کو ڈھونڈیں گے یا میں خود ہی ڈھونڈنا شروع کر
"دوں۔۔۔

ہادیہ کے انداز پر بلال خان کو دکھ ہوا تھا۔

آپ اتنا فرق کیوں کرتی ہیں۔۔۔ان دونوں میں۔۔۔؟؟؟وہ دونوں ہی"
"آپ کے بچے۔۔۔۔۔

"میرا بیٹا نہیں ہے وہ۔۔۔"

ہادیہ نے ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی۔ان کی نفرت پر
بلال خان بس ان کو دیکھ کر رہ گئے۔جبکہ رمل کی نظریں اب بھی ایزد پر ہی
تھی۔وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے نیچلا لب دانتوں میں دبائے ضبط کے
کڑے پہرے خود پر بیٹھائے کھڑا تھا۔ایزد کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھی
دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔اس کو اپنی ماں کی نفرت بھی برداشت
تھی مگر رمل کی آنکھوں میں اپنے لئے بے یقینی دیکھنا اس کے بس سے باہر
تھا۔رمل کے سامنے اپنے وجود کی دھجیاں بکھیرتے دیکھنا ایزد سے مزید

برداشت نہیں ہوا تو وہاں سے ہی واپس پلٹ گیا۔ مگر بلال خان کے الفاظ کے اس کے قدم جکڑ لئے۔

"ہاں نہیں ہے وہ آپ کا بیٹا۔۔۔۔۔"

ان کی بات سن کر اس کا ضبط ٹوٹا اور آنکھ سے پہلا آنسو ٹوٹ کر گرا۔ آج پہلی بار رمل نے ایزد کو ایسے ٹوٹتے دیکھا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے ایزد کا ہر دکھ خود میں سمیٹ لے۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔۔۔۔ میں بھلے ہی اس کا بائیولوجیکل فادر نا ہوں۔۔۔ مگر وہ میری اولاد ہے۔۔۔۔ سب سے پہلے اس نے مجھے باپ کہا تھا۔۔۔ اس نے مجھے اس دنیا میں جنت دیکھائی تھی۔۔۔۔۔ آپ کی بیٹی سے زیادہ عزیز ہے وہ مجھے۔۔۔۔۔ اگر کبھی مجھے غزال اور ایزد میں سے کسی ایک کو چننا پڑے تو میری پہلی ترجیح ہمیشہ عادی ہی ہو گا۔۔۔"

ان کی بات سن کر ہادیہ کو مزید غصہ آیا تھا۔

ہاں۔۔۔وہی تو آپ کا سگا ہے۔۔۔۔میری بیٹی تو کچھ نہیں لگتی آپ "
"کی۔۔۔

وہ غصے اور نفرت سے بولی تھی۔ایزد کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔
رمل خود بھی رو رہی تھی کوئی ماں اپنی ہی اولاد سے اتنی نفرت کیوں کرے گی۔رمل کی سمجھ سے باہر تھا۔

بس کر دیں ہادیہ۔۔۔۔آپ کو اتنی نفرت کیوں ہے عادی سے "
۔۔۔؟؟؟وہ بھی آپ کا ہی بیٹا ہے۔۔۔۔اور اب میں اس کے بارے میں
"ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا۔۔۔

ہادیہ کو پھر سے بولنے کے لئے منہ کھولتا دیکھ کر بلال خان نے انگلی اٹھا کر کہتے روک دیا۔

"اتنی نفرت ہے اس سے تو پیدا ہی کیوں کیا تھا۔۔۔؟؟"
ان کو بھی احساس نہیں ہوا کے وہ غصے میں کیا بول گئے ہیں۔

مجھے کوئی شوق نہیں تھا۔۔۔اس گناہ کو پیدا کرنے کا۔۔۔۔آپ کو یاد ہو تو"
"آپ نے ہی مجھے روکا تھا۔۔۔ورنہ میں تو۔۔۔۔
ایزد سے مزید اپنے پیروں میں کھڑا رہنا مشکل تھا۔وہ بے جان سا گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا۔
بس ہادیہ۔۔۔۔"میں کب سے آپ کی ہر بات برداشت کر رہا ہوں اس"
"کا مطلب یہ نہیں ہے کے آپ کچھ بھی کہتی چلی جائیں گی۔۔۔
ایزد کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اس کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔رمل نے نم آنکھوں سے ہادیہ اور بلال خان کو دیکھا تھا۔وہ تو لفظ 'گناہ' پر ہی اٹک گئی تھی۔
اگر آپ کے ساتھ غلط ہوا تھا تو عادی کو کیوں اِس گناہ کی سزا دے رہی"
ہیں۔۔؟؟اگر وہ 'ریپ چائلڈ' ہے تو اس میں ایزد کا کیا قصور
ہے۔۔۔؟؟؟اس معصوم کو تو پتا بھی نہیں ہو گا کے اس کی ماں اس کو کس
"گناہ کی سزا دے رہی ہے۔۔۔

بلال خان کی بات سن کر رمل کا ہاتھ اس کے سینے پر گیا تھا۔اس نے بے یقینی سے ایزد کو دیکھا تھا۔ نکاح کے دن کی اپنے گھر والوں کی باتوں کو وہ ایزد کے لئے نفرت سمجھی تھی۔ایزد جو گہرے گہرے سانس لے رہا تھا سینے پر موجود اس کا ہاتھ پہلو میں گرا تھا۔آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا۔وہ زمین پر گرا تو رمل کی چیخ نکل گئی۔

"ایزد۔۔۔۔"

رمل کی چیخ پر وہ دونوں ہی چونکے تھے۔رمل کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر وہ دونوں ہی حیران ہوئے تھے۔ان دونوں نے رمل کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو ایزد کو زمین پر گرا دیکھ کر بلال خان تڑپ ہی تو گئے تھے۔وہ اس کی طرف بڑھے تو رمل نے بے اختیار ہی ہادیہ کو دیکھا تھا۔جو بیزاری سے ایزد کو دیکھ رہی تھیں۔بلال خان نے جھک کر اس کو اُٹھایا اور لاؤنج میں موجود صوفے پر لئے گئے۔انہوں نے ایزد کو ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہے۔انہوں نے اپنا موبائل نکالا اور ڈاکٹر کو فون کیا۔

"انکل۔۔۔۔"

رمل نے نم آنکھوں سے بلال خان کو دیکھا تھا۔انہوں نے ایک نظر ہادیہ کو دیکھا جو بیزار سی کھڑی تھیں۔ جیسے ایزد کو دیکھ کر ان کو کوفت ہو رہی ہو۔ بے ہوش ہونے کے باوجود ایزد کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"رمل تم یہاں کب آئی اور۔۔۔۔اس کے ساتھ۔۔۔"

ہادیہ اپنی بھتیجی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ایزد کے لئے ان کی نفرت دیکھ کر رمل کے آنسوؤں میں مزید روانی آئی تھی۔

"کاش کہ ایزد مجھے یہاں لے کر ہی نا آتا پھوپھو۔۔۔"

ایزد کی تکلیف رمل کی آنکھوں میں واضع تھی۔

"کیا مطلب کے ایزد تمہیں یہاں نالاتا۔۔؟؟"

انہوں نے الجھ کر پوچھا تھا۔

ایزد آپ کا کچھ لگتا ہی نہیں تو آپ کو اس سے کیا وہ میرے ساتھ کیا کر رہا"

"ہے۔۔۔یا میں اس کے ساتھ کیا کر رہی ہوں۔۔۔؟؟

رمل کی بات سن کر وہ مزید الجھ گئی تھیں۔

رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ کام کر کے سو گئی تھی۔ اس لئے ابھی تک سو رہی تھی کے اچانک اس کی آنکھ کھول گئی۔ خواب کے زیرِ اثر وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے اگر گرد کو دیکھا تھا۔ جیسے یقین چاہتی ہو کے وہ صرف خواب تھا۔ دل کی بے چینی پھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

"از۔۔۔ازمار۔۔۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی باہر آئی تھی۔ ازمار ابھی ابھی واپس آیا تھا۔

ازمار مجھے گھر جانا ہے۔۔۔پلیز۔۔۔مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ"

"رہا۔۔۔عادی۔۔۔عادی ٹھیک نہیں۔۔۔ہے۔۔

غزال ہذیانی کیفیت میں ازمار کو کہہ رہی تھی۔

"یہ عادی کون ہے۔۔۔"

ازمار کو اس 'عادی' نام کے بندے سے شدید جیلسی محسوس ہوئی تھی۔ کون تھا جو غزال سے دور ہو کر بھی اس کے اتنے قریب تھا۔

"ایزد بھائی۔۔۔ان کو میں اکثر عادی کہہ دیتی ہوں۔۔۔"

غزال نے تفصیل بتائی تو وہ سر اثبات میں ہلاتا اس کو لے کر وہاں سے نکل گیا۔

وہ دلاور کو لے کر ان کے کمرے میں آئی تھی کے دروازہ نوک کرنے کے لئے ہاتھ دروازے کے قریب لے کر گئی۔ حدی کی آواز سن کر ہاتھ لمحے بھر کو رکی گیا۔

"آپ نور کو نہیں لے کر جا سکتیں موم۔۔۔۔"

حدی کا انداز دیکھ کر نور کو کنگ یاد آیا تھا۔

"کیوں کیوں۔۔۔نالے کر جائیں ہم اس کو۔۔۔؟؟"

جلال خان نے سختی سے پوچھا۔

کیونکہ میں کہہ رہا ہوں۔۔۔اس لئے۔۔۔اور میں نے کہہ دیا ہے نور"

"آپ کے ساتھ کہیں نہیں جا رہی۔۔۔

وہ پوچھ نہیں رہا تھا۔ایسے کہہ رہا تھا جیسے کوئی اس کی مرضی کے خلاف نور کو لے کر گیا تو وہ پوری دنیا کو تہس نہس کر دے گا۔

"ہم لے کر جائیں گے نور تو ویسے بھی جہنم میں ہی رہ رہی ہے۔۔۔"

رائحہ خان ان دونوں باپ بیٹے کے درمیان میں پہلی بار بولی تھیں۔

"نہیں موم آپ نہیں لے کر جائیں گی نور کو۔۔۔"

حدی کا انداز اب بھی ضدی ہی تھا۔

ایک تو مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی۔۔۔نا ہی تم اس سے ٹھیک سے بات"

"کرتے ہو اور نا ہی اس کو ہمارے ساتھ جانے دے رہے ہو۔۔۔

رائحہ خان نے جھنجھلا کر پوچھا تھا۔

آپ بھی تو اس کو اپنے بیٹے کے قاتل کی بہن سمجھتی ہیں۔۔۔پھر اچانک "

"کیا ہوا کے آپ اس کو ساتھ لے کر جانے کی ضد کر رہی ہیں۔۔۔

"پہلے میں نے پوچھا ہے۔۔۔"

رائحہ خان اب بھی اپنی بات پر قائم تھیں۔

"میں نے کب اس کو ونی کی طرح ٹریٹ کیا ہے۔۔؟؟"

حدی نے سوال کے بدلے سوال کی تو وہ لاجواب ہو گئیں۔

"میرے دوست کی بہن ہے وہ۔۔۔۔۔"

حدی نے ان دونوں کو وجہ بتائی تو انہوں نے حیرت سے اس کو دیکھا۔

دروازے پر کھڑی نور بھی حیران ہو گئی تھی۔

"اذان تمہارا دوست ہے۔۔۔"

جلال خان نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"اذان نہیں اذلان شاہ اس کا بھائی۔۔۔مگر اس سے مختلف۔۔۔۔۔۔ "

حدی نے ان کا جملہ درست کرتے ہوئے ان کو تفصیل بتائی تھی۔ باہر کھڑی نور چکرا کر رہ گئی تھی۔اس کو اپنی اور حدی کی پہلی ملاقات میں حدی کا غور سے اس کو دیکھنا یاد آیا تھا۔

"تم نے اس سے نکاح اپنے دوست کی وجہ سے کیا ہو گا۔۔۔میں اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے کر جا رہا ہوں۔۔۔"

جلال خان کی بات سن کر حدی تو کیا نور کا بھی دماغ گھوم گیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔۔؟؟"

حدی کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"دل نور، رو باب اور زاویان شاہ کی بیٹی ہے۔۔۔۔"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔"

حدی کو سچ میں کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔اس کی بات سن کر جلال خان نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اس کو ماضی بتانے کا ارادہ کرتے کہنا شروع کی تھا۔

وہ دونوں بلال خان کے گھر پہنچے تھے کے رمل کو دیکھ کر ازمار کے قدم وہیں رُک گئے۔ غزال تو ایزد کو صوفے پر بے ہوش دیکھ کر ہی بے جان ہوئی تھی۔

"انکل یہ سب کیا ہے۔۔۔؟؟ کیا کہہ رہے تھے آپ پھوپھو سے۔۔۔۔" رمل نے الجھ کر پوچھا تھا۔

"پھپھ۔۔۔۔ پھوپھو۔۔۔۔"

ازمار نے زیرِ لب کہا تھا۔ اس نے بے اختیار ہی غزال کو دیکھا تھا۔ جو ایزد کو دیکھ رہی تھی۔

مطلب انتقام کی آگ میں میں اتنا اندھا ہو گیا تھا کے صحیح اور غلط بھول گیا۔ کسی کی بیٹی سے بدلہ لینے چلا تھا اور وہ لڑکی میری ہی پھوپھو کی بیٹی نکلی۔ میں کسی کی بیٹی کو برباد کرنے چلا تھا۔۔۔ کیا پتا تھا قسمت منہ کے بل اس طرح

گرائے گی کے دوبارہ سر اٹھا کے چلنا تو دور میں کھڑا بھی نہیں ہو سکوں گا۔

ازمار کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

انکل میں کچھ پوچھ رہی ہو۔۔۔۔اس دن بھی جب ہمارا نکاح ہو تھا موم"

ڈیڈ لوگ اس کو پتا نہیں کیا کیا کہہ رہے تھے۔اور ولدیت میں آپ کا نام

"کیوں نہیں ہے۔۔۔۔؟؟؟ایزد مجھے یہاں کیوں نہیں لے کر آتا۔۔؟؟

رمل نے بلال خان کا رُخ اپنی طرف کرتے ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر

دیے۔

"نکاح۔۔۔"

ہادیہ خان نے بے یقینی سے رمل کو دیکھ کر کہا تھا۔

ایک بار کچھ لڑکے مجھ سے زور زبردستی کر رہے تھے ایزد نے مجھے بچایا"

اور گھر لے گیا مگر آپ کے بھائیوں کی گھٹیا سوچ کی مہربانی سے آج میں

"ایزد کی بیوی ہوں۔۔۔۔

رمل نے تفصیل سے بتایا تھا۔ باہر کھڑے ازمار شاہ کے منہ پر ایک اور تمانچہ پڑا تھا۔ ازمار کو لگا کے اب وہ کبھی بھی سر اٹھا کر نہیں چل سکے گا۔

سن لیا ہے ہادیہ ایزد کے اندر کسی کا بھی خون ہو پرورش میں نے کی ہے"

"اس کی۔۔۔۔

بلال خان کی بات سن کر ہادیہ کی نفرت میں پہلی دراڑ پڑی تھی۔ ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ آج ان کی اپنی بھتیجی ہی ان کے بیٹے کے کردار کی گواہی دے رہی تھی۔

"بیٹھو رمل بتاتا ہوں۔۔۔۔"

"نہیں پہلے ایزد کو ہوسپٹل لے کر چلیں۔۔"

رمل نے ان کی بات شروع ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کو لے کر باہر کی طرف بڑھے تھے۔ غزال اور ازمار ڈرائینگ روم کی طرف تھے اس لئے کسی نے ان کو نہیں دیکھا۔ ایزد کو لے کر جاتا دیکھ کر غزال بھی باہر بھاگی تھی۔ ازمار بھی اس کے پیچھے ہی گیا تھا۔

ہوسپٹل پہنچ کر بلال خان نے غزال کو دیکھا تھا۔اس کو دیکھ کر بے اختیار ہی سینے سے لگالیا۔ازمار بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

"بھائی۔۔۔"

رمل کہتے ہی جا کر اس کے سینے سے لگی تھی۔ازمار نے اس کو اپنے حصار میں لیا تو ہادیہ نے بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھ تھا۔یہ سب کیا ہو رہا تھا ہادیہ کی سمجھ سے باہر تھا۔

"ازمار آپ کا بھائی ہے۔۔۔؟؟"

بلال خان نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔ بڑے پاپا شازم کے بیٹے ہیں۔۔۔"

رمل کے تعارف پر بلال خان نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ابھی ان کے ذہن میں صرف ایزد کی پریشانی ہی چل رہی تھی۔

"انکل آپ مجھے کچھ بتانے والے تھے۔۔۔"

رمل کو یاد آیا تو انہوں نے بینچ پر بیٹھتے ہوئے بتانا شروع کیا تھا۔

ماضی

ایک سیاہ کار یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں رکی تھی۔ جس سے تین لڑکیاں باہر آئی تھیں۔

ڈرائیونگ سیٹ سے باہر آنے والی لڑکی نے بلیک جینز پر وائٹ ٹی شرٹ پہنی تھی۔ عیش گرین بالوں کی پونی ٹیل کمر پر جھول رہی تھی۔اس کے ساتھ ہی دوسری لڑکی باہر نکلی تھی جو بلکل اسکی طرح ڈریسنگ کیے ہوئے تھی۔

پچھلی سیٹ سے آنے والی لڑکی نے بلیک گھٹنوں تک آتی فراک اور جینز پہنی ہوئی تھی۔اس نے سیاہ بالوں کی فرنچ ٹیل کی ہوئی تھی اور ڈوپٹہ گلے میں مفرل کی طرح لیا ہوا تھا۔

وہ تینوں اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی۔

" ہائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیوٹی فلز۔ "

ان تینوں نے ایک ساتھ دائیں طرف دیکھا تھا۔جہاں لڑکوں کا ایک گروپ کھڑا ان کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ان میں سے ایک لڑکا چل کر ان تینوں کے پاس آیا۔

" آؤ یہی بیوٹی فلز تمہیں ذرا جنت کے نظارے کروائیں۔ "

دائیں طرف موجود لڑکی نے کہا۔اس بات پر لڑکے کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

وہ چل کر فوراً ان کے پاس آیا تھا۔اس نے درمیان والی لڑکی کو اپنا بیگ اور ہاتھ میں موجود کتابیں پکڑائی تھیں۔لڑکے کے پاس آتے ہی اس نے سب

سے پہلے لڑکے کے منہ پر مکا مارا پھر اس کے حیران ہونے سے پہلے اس کو مارنا شروع کر چکی تھی ہر کوئی رک رک کر ان کو دیکھ رہا تھا۔اس گروپ میں سے ایک لڑکا آگے بڑھا تھا مگر اس کو بائیں طرف موجود لڑکی نے مارنا شروع کر دیا۔وہ دونوں اس وقت مارتی رہیں تھیں جب تک ان کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا ان دونوں کو مار کھاتا دیکھ کر دوبارہ کسی میں ان کو روکنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہم سائیکو شاہز کو چھیڑنے کی؟؟"

ان دونوں نے اس گروپ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا ان دونوں نے ابھی ایک قدم اٹھایا ہی تھا کے وہ سب بھاگ گئے ان کے ڈرنے پر وہ دونوں بے اختیار ہنسی تھیں۔اس کے بعد وہ تینوں اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

سب لڑکے اور لڑکیاں کلاس روم میں بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے سوائے اس کے جو کتاب کھولے بیٹھی تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی مصروف تھی کے اس کو پتا ہی نہیں چلا کے سر کب کلاس میں داخل ہوئے تھے۔

نظریں کتاب پر

سوچیں جناب پر

سر نے اس کو کتاب پر پُر سوچ نظریں جمائے دیکھ کر بے اختیار شعر کہا تھا وہ چونکی تھی ان کے الفاظ پر مگر سامنے ایک انجان مرد کو دیکھ کر ماتھے پر بل آئے تھے۔ جبکہ ساری کلاس اپنے نئے سر کے منہ سے شاعری سن کر معانی خیزی سے ہنسی تھی جس پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔ سر نے اس کی شرمندگی دور کرنے کے لئے سب سے پہلے اسی کو کھڑا کیا تھا

"مس آپ کا نام؟؟؟"

"ہیر۔۔۔"

اس نے کھڑے ہو کر یک لفظی جواب دیا تھا۔اس کی آواز پر کچھ لڑکیاں چونکی تھیں۔انہوں نے بے اختیار ہی ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"آپ ہیر ہیں تو آپ کا رانجھا کدھر ہے؟؟؟"

سر کے شرارت بھرے لہجے پر وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولی تھی۔

وہ جہاں بھی ہے میرا ہے آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں"

"ہے۔

اس کے جواب پر ساری کلاس کے ساتھ سر کا بھی قہقہہ جاندار تھا۔ مگر ہیر کی بات سن کر ان چاروں کی خوشی پر کسی نے کوئی دھیان نہیں دیا تھا۔ان کے ہنسنے پر وہ تلملا کر رہ گئی تھی۔

"ٹھرکی۔۔۔"

. وہ بڑبڑا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی

"آئی ایم یور نیو پروفیسر آبان شاہ۔۔"

انہوں نے اپنا تعارف کروایا۔

"اس ٹھرکی کو کس نے پروفیسر بنادیا ہے؟؟"

وہ بڑبڑائی تھی۔اس کی بڑبڑاہٹ پر انہوں نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ پھر آبان سر نے ایک ایک کر کے سب سے ان کا تعارف پوچھا تھا۔

کلاس ختم ہونے کے بعد وہ چاروں ہیر کے سر پر تھیں۔چار لڑکیوں کو اپنے سر پر دیکھ کر اس نے اوپر دیکھا تو آنکھیں پہلے حیرت سے پھیلیں اور پھر اس کی بے یقین آنکھوں میں خوشی کی چمک آگئی۔

"چڑیل کہاں مری ہوئی تھی تم۔۔۔۔۔۔؟؟؟"

ان میں سے ایک نے اس کے کندھے پر دھپ لگائی تھی۔

"میں نے کہاں ہونا ہے۔۔۔۔؟؟"

وہ اداسی سے بولی تھی۔ہیر کے اس ری ایکشن پر وہ سب ہی حیران ہوئی تھیں۔

"آریواوکے۔۔۔۔؟؟؟"

ان میں سے ایک نے پریشانی سے کہا تھا۔

"ہیر کہیں تجھے بھائی کی یاد تو نہیں آرہی کیا۔۔۔۔؟؟؟"

ان میں سے دوسری نے کہا مگر لہجے میں پریشانی واضح تھی۔اس نے نم آنکھوں سے ان سب کو دیکھا تھا جو اس کو دیکھ کر ہی جان گئی تھیں کے وہ اداس ہے۔اس کی نم آنکھیں دیکھ کر سب ہی اس کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

"ہیر کیا ہوا ہے میری جان۔۔۔۔۔؟؟؟"

رائحہ نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"ہادیہ۔۔۔۔۔؟؟؟بتاونا۔۔۔۔"

وہ سب ہی ہمیشہ تب ہی اس کو اس کے صحیح نام بلاتی تھیں جب وہ پریشان ہوتی تھی اور وہ کسی کو کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی۔

"پلیز۔۔۔۔روہی میں ابھی کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہتی۔۔۔پلیز۔۔۔۔"
اس نے منت بھرے انداز میں کہا تھا۔وہ بھی جانتی تھیں کے اب انہوں نے کچھ بھی کریدنے کی کوشش کی تو وہ رودے گی اس لئے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔

"اچھا ٹھیک ہے جب تمہارا دل چاہا تب بتادینا۔۔۔۔"
انہوں نے ایک ساتھ اس کو تسلی دی تو وہ اداسی سے مسکرادی۔ان سب نے بھی ہادیہ کا دھیان ہٹانے کے لئے دوسری باتیں شروع کردیں۔ان سب کی کوشش کامیاب رہی تھی اور اس کا دھیان ہٹ گیا تھا۔

چند ہی دنوں میں وہ پوری یونی میں سب کی زبان پر بس ان پانچوں کے گروپ کا کا ہی ذکر تھا۔یونی کے کسی لڑکے میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ

ان کو کچھ کہنا تو دوران کے سامنے آنکھ بھی اٹھا سکے۔ پوری یونی میں لڑکے اور لڑکیاں تو کیا سر اور ٹیچرز بھی رانیہ شاہ، رائحہ شاہ، ہادیہ شاہ، حنا شاہ اور لائبہ خان سے بات کرتے ہوئے پہلے سو بار سوچتے تھے۔ آج کلاس کے ختم ہوتے ہی سر آبان نے ہیر کو اپنے کیبن میں بلایا تھا۔ وہ منہ کے زاویے بگاڑتی ان کے پیچھے چلی گئی تھی۔

"جی فرمایئے۔۔۔۔۔"

ہیر کا انداز ایسا تھا کے جیسے وہ بات کر کے آبان شاہ پر کوئی بہت بڑا احسان کر رہی ہو۔

"آپ کا نام ہادیہ ہے تو آپ خود کو ہیر کیوں کہتی ہیں۔۔۔۔؟؟"

"آپ نے یہ پوچھنے کے لئے مجھے یہاں بلایا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے سوال پر ہیر کو تپ چڑھ گئی تھی۔

"ایسا ہی سمجھ لیجیئے۔۔۔۔؟؟"

انہوں نے اپنے مخصوص پر سکون انداز میں کہا تھا۔ہیر کو یہی لگا تھا کے وہ استاد ہونے کی حیثیت سے پوچھ رہے ہیں کیوں کے یہ سوال اس کے ہر پر فیسر نے کیا تھا۔آبان شاہ نے آج پہلی بار پوچھا تھا۔

"مجھے گھر میں سب ہی ہیر کہتے ہیں۔۔۔۔اگر باہر کوئی مجھے ہادیہ کہہ بھی دے تو مجھے لگتا ہے کسی اور کو آواز دی ہے اس لئے میں ہمیشہ ہی اپنا نام ہیر بتاتی ہوں۔۔۔

اس نے آنکھیں گھوما کر بے زاری سے جواب دیا تھا۔

"آپ اتنی آدم بے زار کیوں رہتی ہیں۔۔۔؟؟"

وہ جیسے ہیر کی اس عادت سے چڑ گیا تھا۔

"میرا لہجہ میری مرضی جس کے لئے چاہوں گی بس اس کے لئے ہی نرم رکھوں گی۔۔۔

وہ بھی اکڑ کر جواب دیتی جانے کے لئے مڑی ہی تھی کے آبان شاہ کی آواز پر اس کے قدم رک گئے۔

مس ہادیہ شاہ کیا آپ اپنے شوہر سے بھی ایسے ہی بات کریں"

"گی۔۔۔۔؟؟

ہادیہ نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔اس کو لگا وہ مسکرا رہا ہے مگر اس کا چہرا سپاٹ تھا۔اس کی آنکھیں، ہیر کو لگا وہ اس کا مزاق اڑا رہی ہیں۔اس چیز نے ہادیہ کو مزید غصہ دلایا تھا۔

میں اپنے شوہر سے جیسے بھی بات کروں گی یہ میری پرسنل لائف ہو گی۔"

آپ میرے استاد ہیں تو آپ کو زیب نہیں دیتا کہ ایسے میری پرسنل لائف کے بارے میں مجھ سے کوئی بھی سوال کریں۔آئندہ احتیاط کیجئے

"گا۔۔۔۔ کہیں نوکری سے فارغ نا ہونا پڑ جائے۔۔۔۔

وہ غصے سے آبان شاہ کو اچھی خاصی سنا کر ساتھ ہی اس کو دھمکی دے کر وہاں سے جا چکی تھی۔ مگر جاتے جاتے دروازے کو پٹاخ کر بند کرنا نہیں

بھولی تھی۔ جبکہ آبان شاہ بند دروازے کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ مگر حیرت سے باہر آتے ہی اس کے چہرے پر پُراسرار مسکراہٹ چھا گئی تھی۔

اس نے کینٹین میں آتے ہی غصے سے اپنی کتابیں پھینکنے کے انداز میں میز پر رکھی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے.....؟؟؟؟ آرام سے۔۔۔ کس کا غصہ ان بیچاری کتابوں پر نکال رہی ہو۔۔۔؟؟"

ہیر نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا تھا۔

"ایک تو ان لوگوں کو سکون نہیں ہے۔۔۔۔ ان کو اپنے گھر پر موت پڑتی ہے جو دوسروں کے گھر رشتہ لے کر آجاتے ہیں۔۔۔"

رائحہ نے اپنا سارہ غصہ ان سب پر نکالا تھا۔

"واٹ۔۔۔۔؟؟"

وہ تینوں ایک ساتھ ہی چیخی تھیں۔اگر وہ اتنی حیران نہ ہوتیں تو ضرور لائبہ کا اتنا پرسکون چہرہ دیکھ کر ٹھٹھک جاتیں۔

"کون ہے وہ۔۔۔؟؟؟"

"تمہیں کس کے متھے مار رہے ہیں تمہارے گھر والے۔۔۔۔؟؟

"کس کا رشتہ آیا ہے۔۔۔۔؟؟؟ "

ان تینوں نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

تم سب میری طرف ہو یا اس جلال الدین محمد اکبر کی۔۔۔۔طرف"

"ہو۔۔۔؟؟

رائحہ نے غصے سے ان سب کو کھانے والی نظروں دیکھا تھا۔

"نام کیا ہے ان کا۔۔۔؟؟"

رائحہ کو تو 'نام' لفظ پر ہی غصہ آگیا تھا۔وہ لائبہ کے لہجے میں اس کے لئے عزت کہاں محسوس کرتی۔

"اتنا ہی شوق ہے تو خود کیوں نہیں کر لیتی۔۔۔"

رائحہ نے تنک کر کہا تھا۔

"سوری وہ میں نہیں کر سکتی۔۔۔۔"

اس نے شانِ بے نیازی کندھے اچکا کر کہا تھا۔

"نام کیا ہے؟؟؟ بتاونا؟؟؟"

رانیہ نے بھی بے چینی سے پوچھا تھا۔

"کیا کرتا ہے وہ۔۔۔؟؟"

اب کی بار حنا نے پوچھا تھا۔

"جلال الدین محمد اکبر۔۔۔۔ "

ان سب کی بے چینی دیکھ کر رائحہ نے چڑ کر جواب دیا تھا۔

"یو مین جلال بھائی۔۔۔؟؟"

لائبہ نے سمجھنے والے انداز میں سر اثبات میں ہلا کر کہا۔

"بھائی۔۔۔۔"

رائحہ کا تو منہ ہی کھول گیا تھا۔ان سب نے بھی ایک ساتھ بے یقینی سے کہا تھا۔

میں نے ابھی اس کو دیکھا بھی نہیں اور تم نے اس کو اپنا بہنوئی بنالیا"

"ہے۔۔۔۔

رائحہ کو آگ ہی تو لگ گئی تھی۔غصے سے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"میں نے ان کو بھائی کہا ہے۔۔۔۔"

لائبہ نے اس کے جملے کی تصیح کی۔

"ہاں تو کیوں کہا ہے بھائی۔۔۔؟؟؟جب وہ میرا کچھ نہیں لگتا تو۔۔۔ "

رائحہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ لائبہ کے ٹکرے ٹکرے کر دے۔

"کیونکہ دنیا کے سب لڑکے میرے بھائی ہیں۔۔"

اس نے شانِ بے نیازی سے کندھے اچکا کر کہا۔

"آہ۔۔۔۔مطلب کے ہمیں روز روز دیگیں بنانی پڑیں گی۔۔۔"

ہیر نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"مطلب۔۔۔۔؟؟"

لائبہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کے اگر تم روز روز اپنے شوہر کو بھائی کہتی رہو گی تو ہمیں ہر روز

" ساٹھ لوگوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔

حنا نے اس کو سمجھایا تو اس کی آنکھیں ہی پھیل گئی تھی۔

"کمینیو۔۔۔۔"

اس نے ان سب کر کھا جانے والی نظروں سے گھور کر کہا تھا تو ان سب کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ رائحہ بھی کچھ دیر کے لئے اپنے رشتے کی پریشانی بھول گئی تھی۔ مگر پھر بھی رائحہ نے ان سب کو شام کو اپنے گھر آنے کا حکم سنا دیا تھا۔

وہ سب رائحہ کے گھر جانے کے لئے تیار تھے لائبہ نے جب جلال خان کو رائحہ کی یونی کی بات بتائی تو وہ پورا رستہ ہنستے ہنستے گئے تھے۔

"بھائی اس کو اپنی پڑھائی کے معاملے میں ساری زندگی بھی کنواری رہنا منظور ہے اگر اس کو پٹانا ہے تو یاد رکھنا شادی کے بعد بھی اس کو پڑھانا پڑے گا۔۔۔"

جلال خان بہت غور سے اس کی باتیں سنتے سر اثبات میں ہلا رہے تھے۔

"اس کو وقت پر کھانا بے شک مت دینا بس اس کو پڑھائی کے وقت ڈسٹرب مت کرنا۔۔۔"

لائبہ مسلسل اس کی خوبیوں کے بارے میں بتا رہی تھی اور جلال خان دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

ایوب خان کے دو ہی بیٹے تھے۔ابراہیم خان اور افراہیم خان۔افراہیم خان بڑے بھائی تھے۔نہایت خوش اخلاق اور خوش گفتار تھے۔عام پٹھانوں کی طرح انہوں نے اپنی بیٹی کو قید کر کے نہیں رکھا تھا۔وہ خود جتنی عورت ذات کی عزت کرتے تھے۔انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش بھی ایسی ہی کی تھی۔افراہیم خان جتنے نرم دل تھے اتنے ہی انصاف پسند بھی تھے۔اس لئے ہی ایوب خان نے اپنے بعد گاؤں کا گدی نشین ان کو ہی بنایا تھا۔جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔جلال خان، بلال خان اور لائبہ ان دونوں کی لاڈلی تھی۔لائبہ سکول کے وقت سے ہی اپنی دوستوں کا گھر میں اتنا ذکر کرتی تھی کہ ایک دن اگر وہ ان کا ذکر نا کرے تو جلال خان اور بلال خان دونوں ہی حیرت سے غش کھا جاتے تھے کے آج اس نے اپنی دوستوں کا ذکر نہیں کیا۔لائبہ نے ایک بار مزاق میں کہہ دیا تھا کے اس کا بس چلے تو وہ کر آجائے۔کالج کے آخری دن فنگشن تھا اپنی دوستوں کو اپنے گھر ہی لے اس دن لائبہ نے اپنی ساری دوستوں کی تصاویر بنائی تھی۔لائبہ نے جب

اپنے گھر والوں کو اپنی دوستوں کی تصویر دیکھائی تو ان سب میں رائحہ پر جلال خان کی نظر ٹھہر گئی تھی۔ افراہیم خان کی دی گئی آزادی اور اچھی تربیت ہی تھی کے انہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اپنی رائحہ کے لئے پسندیدگی کے بارے میں بتایا۔ یہ بات سن کر لائبہ کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ آج اسی سلسلے میں وہ سب رائحہ شاہ کے گھر جا رہے تھے۔ جبکہ ابراہیم خان اپنے سے دو سال بڑے بھائی سے بلکل مختلف تھے۔ دیکھنے میں تو وہ دونوں ہی ایک جیسے تھے مگر ابراہیم خان کا مزاج بہت مختلف تھا۔ وہ اپنی مرضی کے مالک تھے۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی زرمینہ وہ بھی ابراہیم خان کی طرح ہی خود سر تھی۔ غرور تو جیسے اس کو وراثت میں ملا تھا۔ اس کی ضد سے سب ہی تنگ تھے۔ بلال خان کو سب سے زیادہ چڑ تھی زرمینہ اور اس کی بے باک فطرت سے۔ افراہیم خان آج سب کو اپنے ساتھ لے کر رائحہ کے گھر جا رہے تھے۔

وہ سب ہی رائحہ کے کمرے میں موجود تھیں۔

"یہ لائبہ کہاں مری ہوئی ہے۔۔۔؟؟"

رائحہ نے غصے کہا تھا۔

"آجائے گی کیا ہو گیا ہے۔۔۔"

حنا نے اس کو تسلی دی تھی۔

"جب اس کو پتا ہے کہ مجھے میرے ہر سپیشل اوکیئن پر سب دوستیں چاہیے

"تو وہ ابھی تک کیوں نہیں آئی۔۔؟؟

رائحہ کو اب غصہ آرہا تھا۔

"آجائے گی۔۔۔ فکر نا کرو۔۔۔ ویسے بھی ہم تو یہاں ہی ہیں نا۔۔۔"

رانیہ نے بھی اس کو تسلی دی تھی۔

"روہی۔۔۔ فکر نہیں کرو۔۔۔"

اب کی بار ہیر نے بھی اس کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی تو وہ کچھ پر سکون ہوئی تھی۔

وہ سب ہی رائحہ کے گھر آئے تو اس کے ماں باپ نے بہت خوش دلی سے ان کو ویلکم کیا تھا۔ اتنے بڑے خان خاندان کا رشتہ آیا تھا رائحہ کے لئے وہ سب کچھ ان کی شان کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ مگر افراہیم خان نے منع کر دیا تھا۔ وہ سب ہی شاہ حویلی کے ڈرائینگ روم میں تھے۔ جب لائبہ نے کہا۔

"انکل۔۔۔۔!!! روہی کہاں ہے مجھے اس سے ملنا ہے۔۔۔"

"بیٹا وہ اپنے کمرے میں ہیں اس کی سہیلیاں بھی آئی ہوئی ہیں۔۔۔"

انہوں نے شائستگی سے بتایا۔

"جی اس لئے ہی جا رہی ہوں۔۔۔ابھی آپ کی بیٹی نے میرا ابھی جینا حرام کرنا ہے۔۔۔"

لائبہ نے بے تکلفی سے کہا تو انہوں نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"مطلب۔۔۔"

"لائبہ کو تو جانتے ہیں آپ۔۔"

اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"جی میں جانتا ہوں روہی کی ایک سہیلی کا نام ہے۔۔۔"

ان کو اب بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔

"مطلب آپ کو میرے گھر والے سمجھائیں گے۔۔۔"

وہ کہہ کر اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔اب وہ ایوب خان اور افراہیم خان کو دیکھ رہے تھے۔

لائبہ، رائحہ کی ہی دوست ہے۔۔۔ایک بار اس نے اپنے کالج کے آخری"
دن کی تصاویر دیکھائی تھیں۔انہی میں ایک تصویر رائحہ کی بھی تھی۔ہم
"نے اس کو وہیں سے پسند کیا تھا۔۔۔
افراہیم نے تفصیل بتائی تو وہ سمجھ کر مسکرا دیے۔
اب تو سچ میں ہی آپ کی بیٹی کی حیر نہیں۔۔۔دراصل رائحہ ابھی پڑھنا"
"چاہتی ہے۔۔۔
انہوں نے ساتھ ہی اپنا مسئلہ بھی بتایا تھا۔
اس کی فکر مت کیجئیے۔۔۔ہمیں اس سے کوئی اطراز نہیں اگر وہ شادی"
"کے بعد بھی پڑھنا چاہے۔۔
افراہیم نے ان کی پریشانی دور کی تھی۔
پھر بھی آپ ایک بار اس سے مل لیں۔۔ہم روہی کی مرضی سے ہی رشتہ"
"طے کریں گے۔۔۔

انہوں نے سارا معاملہ ہی رائحہ پر چھوڑ دیا تھا۔اور وہ چاہتے بھی یہی تھے۔
زندگی تو رائحہ نے گزارنی تھی پھر وہ کیوں اس سے اس کی مرضی نا پوچھتے۔
اتنے لاڈوں سے پالا تھا انہوں نے رائحہ کو اب اتنا بڑا فیصلہ وہ اس کی مرضی
پوچھے بغیر نہیں کرنا چاہتے تھے۔
"یہ تو آپ نے صحیح کہا۔۔۔زندگی بچوں نے گزارنی ہے۔۔۔"
ایوب خان نے بھی ان کی بات کی تصدیق کی تھی۔

لائبہ کے کمرے میں آتے ہی رائحہ نے اپنے بیڈ پر پڑا کشن اٹھا کر اس کی
طرف پھینکا تھا۔
"مرجانی۔۔۔کہاں مری ہوئی تھی تم۔۔۔۔؟؟میں کب سے تمہارا انتظار
کر رہی ہوں۔۔۔"
وہ غصے سے چیخی تھی۔

آہستہ بولو لڑکی۔۔۔۔وہ لوگ نیچے ہیں۔۔۔انہوں نے تمہارا یہ جلادانا"
"روپ دیکھ لیا تو یہیں سے بھاگ جائیں گے۔۔۔

لائبہ نے بڑی اماں کی طرح اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔جو کہ ناکام ہی رہی تھی۔

اچھی بات ہے چلے جائیں۔۔۔یہاں سے۔۔۔میری جان چھوٹ جائے"
"گی۔۔۔

لائبہ کی بات سن کر وہ مزید اونچا بولی تھی تاکہ باہر آواز چلی جائے مگر اس سے پہلے ہی لائبہ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔وہ شادی سے پہلے اپنے بھائی کو اپنی دوست کا یہ روپ دیکھا کر ڈرانا نہیں چاہتی تھی۔

"اتنا نروس نا ہو۔۔۔تمہاری مرضی کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔۔۔"
لائبہ نے اس کو تسلی دی تھی۔

اسی بات کی تو تسلی ہے۔۔۔۔ماما سائیں اور بابا سائیں میری مرضی کے"
"بغیر یہ رشتہ نہیں کر سکتے۔۔۔

وہ منہ بسور کر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔ان سب نے ہی رائحہ کو اچھی خاصی تسلیاں دی تھیں۔وہ جو اتنی پُراعتماد تھی کہ سامنے موجود بڑے سے بڑے انسان کو زیر کر دے آج نا جانے کیوں نروس ہو رہی تھی۔کچھ ہی دیر میں رائحہ کو بھی بلا لیا گیا تھا۔وہ روتی صورت بنا کر باہر تو آگئی تھی۔آج اپنی ماں کے زبردستی کرنے پر اس نے قمیض شلوار پہن تو لی تھی مگر اس کو کوفت ہو رہی تھی اس لباس سے۔رائحہ نے ہمیشہ ہی جینز شرٹ پہنی تھی۔آج قمیض شلوار نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے۔جلال خان کو فون آ گیا تھا اس لئے وہ باہر آگئے تھے۔

.....

.....

ان چاروں کو دیکھ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

"آپ چاروں۔۔۔؟؟"

انہوں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا تو رانیہ، حنا اور ہیر تو ڈر گئی تھیں۔ مگر لائبہ اسی طرح پُر سکون تھی۔

"ہمیں اپنی سالیاں سمجھیں۔۔۔"

لائبہ نے بڑے آرام سے جواب دیا۔اس کی بات سن کر انہوں نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

اے۔۔۔!!!! تمہیں کیسے پتا کہ یہ ہی جلال الدین محمد اکبر"

"ہیں۔۔۔؟؟

ہیر نے اس کا بازو پکڑ کر لائبہ کو گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے نہیں پتا ہو گا تو کس کو پتا ہو گا۔۔۔؟؟"

لائبہ نے بھی سوال کے بدلے سوال کیا تھا۔

"مطلب۔۔؟؟"

ان تینوں نے ہی حیرت سے پوچھا تھا۔

" آ۔۔۔کک۔۔کچھ نہیں۔۔"

اس نے اپنے کان کو کھجاتے ہوئے کہا۔ان تینوں نے اس کو مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔ جلال خان نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔لائبہ نے بھی آپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

"آ۔۔۔آپ یہاں کہا کر رہے ہیں۔۔۔؟؟"

لائبہ نے بات بدلنے کے لئے جلال خان کو کہا تھا۔

"فون آگیا تھا۔اس لئے یہاں آگیا۔۔۔"

جلال خان نے اپنے فون کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔وہ تینوں تو اس کو دیکھ کر رہ گئی تھیں کہ کتنے آرام سے وہ کسی انجان مرد سے بات کر رہی تھی۔

"آئیں نا اندر آپ لوگ بھی۔۔۔"

انہوں نے احترام سے کہا تھا۔اس سے پہلے کے لائبہ ہاں میں جواب دیتی حنا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر منع کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہمیں کچھ کام ہے۔۔۔آپ جائیں۔۔۔"

وہ کندھے اچکا کر اندر چلے گئے۔

"کیا ہے چڑیل منع کیوں کیا ہے۔۔؟؟"

اس سے پہلے کے وہ تینوں لائبہ سے جلال خان کے بارے میں کچھ پوچھتیں اس نے غصے سے حنا کو گھور کر کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔۔۔تم اسے کیسے کسی کے بھی سامنے جانے کے لئے ہامی بھر لیتی۔۔۔؟؟

حنا شاہ کو بھی اس کی بے وقوفوں والی بات سن کر غصہ آیا تھا۔اس کو بلکل بھی پسند نہیں تھا کے وہ تو کیا اس کی کوئی بھی دوست کسی بھی غیر مرد کے ساتھ اس کے گھر والوں کے سامنے چلی جاتی۔

ساری خان فیلمی کو رائحہ بہت پسند آئی تھی۔ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا کے وہ ابھی کے ابھی رائحہ سے جلال خان کے لئے ہاں کروا کر جائیں۔مگر اس کی مرضی بھی ضروری تھی۔اس لئے کسی نے بھی رائحہ کو فورس نہیں

کیا تھا۔اس کو ان لوگوں کی اِس بات نے کچھ تسلی دی تھی۔ مگر اس کو جلال خان پھر بھی پسند نہیں تھے۔اس نے یہ ہی سوچا تھا کے وہ انکار کر دے گی۔اور یہ بات اس نے اپنی دوستوں کو بھی بتادی تھی کہ سوچنے کے لئے کچھ وقت لینے کے بعد وہ انکار کر دے گی۔لائبہ کو تو ہول اُٹھنے لگے تھے کہ وہ انکار کر دے گی۔لائبہ نے اس کو منانے کی کوشش کی تھی مگر وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھی۔اب اس کے پاس ایک ہی راستہ تھا۔

اس نے گھر واپس آکر جلال خان کو رائحہ کا جواب بتادیا تھا۔ جلال خان کو بُرا تو لگا تھا مگر انہوں کے بس یہی کہا تھا۔

اگر اس کی مرضی نہیں ہے تو ہم اس کے ساتھ زبردستی تو نہیں کر سکتے "

"نا۔۔

اپنے بڑے بھائی کی اُداسی کو محسوس کر کے بلال خان کو رائحہ پر غصہ آیا تھا۔

"ایسا بھی کیا نہیں ہے بھائی میں جو وہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہیں۔۔۔؟؟"

"ایک طریقہ ہے اس کو منانے کا۔۔۔"

لائبہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو جلال خان بے تابی سے بولے۔

"وہ کیا ہے۔۔؟؟"

ابھی یہ آپ ہی چند لمحوں پہلے یہ کہہ رہے تھے کے اس کی مرضی نہیں"

"ہے تو وہ زبردستی نہیں کر سکتے۔۔۔

بلال خان نے ان کو گھور کر کہا تو وہ بھی بے باکی سے بولے۔

ہاں تو زبردستی نہیں کر سکتے اگر اس کو منانے کا کوئی طریقہ ہے تو وہ الگ"

"بات ہے۔۔

ان کی بات سن کر دونوں کا جاندار قہقہہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔

"اچھا بتاؤ نا۔۔۔؟؟؟؟"

انہوں نے بے تابی سے پوچھا تو لائبہ نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"بڑی جلدی ہے۔۔۔؟؟"

" ہاں ہے نا۔۔۔اگر اس نے انکار کر دیا تو۔۔۔۔"

ان کو تو جیسے ڈر تھا کے رات کے گیارہ بجے ہی رائحہ نے انکار کا پیغام بھجوا دیا تو ان کا کیا ہو گا۔

"اس نے کون سا ابھی کے ابھی انکار کر دینا ہے۔۔۔؟؟"

لائبہ نے ان کو مزید تنگ کیا۔

لاڈو اگر اب تم نے نا بتایا تو یقین کرو کل تمہاری دوست یونی کی بجائے "

"ہمارے گھر پر میرے کمرے میں نظر آئے گی۔۔۔

جلال خان نے اس کو دھمکی دی تو لائبہ کی پوری کی پوری آنکھیں ہی پھیل گئیں۔

"آ۔۔۔آپ اس کے ساتھ زبردستی کریں گے۔۔۔۔؟؟؟؟"

اس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

"اگر تم نے نا بتایا تو۔۔۔"

جلال خان نے ایک بار پھر سنجیدگی سے اس کو دھمکی دی تھی۔لائبہ کو تو اب رائحہ کی فکر ستانے لگی تھی۔ جبکہ لائبہ کی حالت دیکھ کر بلال خان کو اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔وہ اچھے سے جانتے تھے اپنے بھائی کو کے وہ کبھی بھی ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔

اس کو فوجی بہت پسند ہیں۔۔اگر کسی فوجی کا رشتہ آیا تو وہ ہاں کرنے سے "پہلے ایک بار بھی نہیں سوچے گی۔۔۔

لائبہ نے ایک ہی سانس میں بتا دیا تھا۔

"اووو۔۔۔۔"

انہوں نے کچھ سوچ کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔لائبہ کو سمجھ نہیں آئی تھی کے اب وہ کیا کرنے والے ہیں۔

"اب جاؤ جا کر سو جاؤ دیکھو کیا وقت ہو گیا ہے۔۔"

جلال خان نے اس کو بھیجا تو وہ منہ بنا کر اٹھ گئی۔

"اپنے مطلب کے لئے بیٹھا کر رکھا تھا۔۔۔اب جاؤ جا کر سو جاؤ۔۔"

اس کی بڑبڑاہٹ سن کر وہ دونوں ہی کھول کر مسکرائے تھے۔

وہ یونی میں اکٹھے بیٹھی تھیں۔جب رائحہ ان کے بیچ سے اٹھی۔

"کہاں جارہی ہو۔۔۔؟؟؟"

لائبہ نے فوراً پوچھا تھا۔

"واش روم۔۔۔۔۔۔۔آجاؤ ساتھ تم بھی۔۔۔"

اس کو سوال کر رائحہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"اچھا چلو۔۔۔۔ساتھ چلتی ہوں۔۔۔"

وہ شرارت سے بولی تو رائحہ اس کو گھور کر رہ گئی۔

"اچھا۔۔۔جاؤ۔۔۔"

لائبہ اپنی مسکراہٹ دبا کر بولی تو وہ چلی گئی۔اس کے جاتے ہی لائبہ نے اپنی گود میں رکھے موبائل پر ایک میسج کیا۔

وہ واش روم سے باہر آئی تو اس کو لگا کوئی یونی کے پیچھلی طرف بھاگ کر گیا ہے۔ڈرتی تو وہ کسی سے نہیں تھی اس لئے چلی گئی۔یونی کے ویران ایریے کی طرف کسی کو جاتا دیکھ کر وہ رائحہ کو مشکوک لگا تھا۔

"سر آغا۔۔۔"

وہاں پر اپنی یونی کے ہی ایک پروفیسر کو دیکھ کر رائحہ کو وہ بھی مشکوک لگا تھا۔

"میجر جلال۔۔۔۔"

(جلال۔۔۔ کہیں یہ جلال الدین محمد اکبر تو نہیں)

میجر کا لفظ سن کر تائحہ کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔وہ سر تا پا ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"جی فرمایئے۔۔۔۔میجر آغا۔۔۔۔کیا اپ ڈیٹ ہے۔۔۔؟؟؟"

جلال نے میجر پر زور دیا تو رائحہ نے بے یقینی سے خود سے کہا۔

(میجر آغا۔۔۔؟؟)

تمہیں کتنی بار کہا ہے یونی میں مجھے میجر مت کہا کرو۔۔۔ کسی سٹوڈینٹ "

"نے سن لیا تو۔۔۔

آغا کو غصہ ہی تو آ گیا تھا۔اس نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔

"ہاں تو تم نے مجھے میجر کیوں کہا ہے۔۔۔؟؟"

رائحہ کو یہ آواز جانی پہچانی لگی تھی۔

"ہاں تو کون سا یہاں کوئی تمہیں جانتا ہے۔۔؟؟"

"تم کام کی بات کرو۔۔۔۔۔پتا چلا کچھ۔۔۔۔؟؟"

جلال نے پہلی بار بیزاری سے کہتے آخر میں کام کی بات پوچھی تو وہ اس کو کام کے حوالے سے بتانے لگا۔یہ سب سن کر تو رائحہ کا دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ان کی باتوں سے وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ کسی ایجنسی کے لئے کام کر

رہے ہیں۔وہ جب بات کر کے پلٹا تو اس کو دیکھ کر رائحہ کا تو اوپر کا سانس اوپر ہی رہ گیا اور نیچے کا نیچے۔

"جلال الدین محمد اکبر۔۔۔۔۔میجر۔۔۔۔۔ "

وہ بے یقینی سے بڑبڑائی تھی۔وہ دونوں تو وہاں سے کب کے جا چکے تھے۔ مگر وہ وہیں کھڑی تھی۔جلال کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے اس کے ذہن سے اپنی یونی میں ہونے والا غیر قانونی کام نکل گیا تھا۔کافی دیر کے بعد وہ ان سب کے پاس واپس گئی تھی۔

کہاں مرئی ہوئی تھی۔۔۔؟؟اتنی دیر سے ہم تمہارا انتظار کر رہے ہے"

"ہیں۔۔۔۔واش روم گئی تھی یا مرنے۔۔؟؟

لائبہ نے غصے سے کہا تھا۔

"ہا۔۔۔ کہیں نہیں۔۔۔"

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی تو سب نے حیرت سے اس کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے کیا سوچ رہی ہو۔۔۔؟؟"

حنا نے اس کا پُر سوچ انداز دیکھ کر پوچھا۔

"جلال الدین محمد اکبر کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔۔۔ "

اس کا انداز اب بھی ویسا ہی تھا۔ مگر لائبہ کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

اپنے بھائی کا نام سن کر۔

"میں سوچ رہی ہوں اس کے رشتے کے لئے ہاں کر دو۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر حنا، ہیر اور رانیہ کی پوری کی پوری آنکھیں کھول گئی تھیں۔ مگر لائبہ کا دل سکون سے بھر گیا تھا۔

" تھوڑی دیر پہلے تو تم نے سوچنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ "

حنا نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کایہ اتنی جلدی کیسے پلٹ گئی۔۔۔۔ "

رانیہ کا انداز بھی حنا سے مختلف نہیں تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے۔۔۔ "

ہیر کو اس کا یہ انداز کھٹک رہا تھا اس لئے مشکوک ہو کر بولی۔

نہیں۔۔۔ایسی بات نہیں ہے میرے پاس انکار کی کوئی ٹھوس وجہ "
نہیں ہے۔۔۔پڑھائی کا بہانہ لگاتی ہوں تو وہ لوگ پہلے ہی مجھے شادی کے بعد پڑھنے کی اجازت دے چکے ہیں۔۔۔گھر والے وجہ پوچھیں گے تو میں کیا وجہ بتاؤں گی۔۔۔ویسے بھی میں کافی دیر سے اسی بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔"

رائحہ نے ان سب کو تفصیل بتائی تو وہ کچھ پُر سکون ہوئیں۔لائبہ پُر سوچ انداز میں شرارت سے مسکرائی تھی۔

رات کے وقت ہر طرف خاموشی تھی۔آسمان پر پورا چاند چمک رہا تھا۔
اپنے گھر کی بالکنی پر بیٹھی وہ چاند کو ہی دیکھ رہی تھی۔بے بی پنک کلر کی
ٹراؤزر شرٹ پہن کر بیٹھی تھی اس کے چہرے پر پڑتی چاند کی روشنی اس کو
.مزید دلکش بنا رہی تھی

(آج دو سال ہو گئے ہیں ہمارے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

اس سے آگئے وہ کچھ نہیں سوچ سکی تھی۔

اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر گال پر پھسلا تھا۔

کہاں ہو تم مجھے یہاں چھوڑ کر اسے غائب ہوئے ہو جسے تم کبھی تھے ہی)
(. نہیں

وہ کافی دیر تک اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی اس کی آنکھوں میں امید تھی آخر
تھک کر وہ اندر جانے کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

(تم آج بھی نہیں آئے۔)

خود کو خود سے ہم کلام کر کے دیکھنا "

کتنا مشکل ہے یہ کام کر کے دیکھنا

کس قدر اداس گزرتی ہیں میری شامیں

"یاد مجھ کو کسی شام کر کے دیکھنا۔

وہ دل ہی دل میں اس سے مخاتب تھی۔اپنے آنسوں صاف کرتی اندر چلی گئی۔

وہ صبح جلدی یونی آگئی تھی۔اس لئے یونی کے بیک سائیڈ پر واک کرتے ہوئے اپنی سوچوں میں مصروف تھی۔اس کو احساس ہی نہیں ہوا کہ پروفیسر آغا اس کے پیچھے آکر کھڑے ہوئے ہیں۔وہ پیچھے مڑی تو ان کو دیکھ کر ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

"آپ یہاں۔۔۔۔؟؟"

"یہ تو مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔"

"؟؟؟

انہوں نے سوال کے بدلے سوال کیا۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی واک کر رہی تھی۔۔۔"

رانیہ نے اپنی صفائی دی۔

"آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟؟"

انہوں نے اس کو جانتی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔مجھے کیا ہو گا۔۔۔۔؟؟؟"

رانیہ کو ان کے سوال کی وجہ بلکل بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔

"آپ اُداس لگ رہی ہیں۔۔۔"

وہ اب بھی بہت غور سے اس کو دیکھ رہے تھے۔رانیہ نے حیرت سے ان کو دیکھا تھا۔اگر وہ پریشان کہتے تو وہ اتنا حیران نا ہوتی۔رانیہ کے ایسے دیکھنے پر وہ پراسرار سا مسکرائے تھے۔

جلال خان کو جیسے ہی پتا چلا کے رائحہ نے ان کے رشتے کے لئے ہاں کر دی ہے۔ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔

لاڈو۔۔۔تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کے اس نے ہاں کر دی"

"ہے۔۔۔۔؟؟

وہ لائبہ سے پوچھ رہے تھے۔

یہ خبر تو آپ کو ان کے ہی منہ سے سننی چاہیے تھی۔اس لئے نہیں"

"بتایا۔۔۔

لائبہ نے نا بتانے کی وجہ بتائی تو انہوں نے خوشی سے اس کو خود میں بھینچ لیا۔

"تھینک یو۔۔۔۔تھینک یو تھینک یو سو مچ۔۔۔۔"

وہ خوشی سے پر جوش لہجے میں بولے۔بلال خان بھی اپنے بھائی کو خوشی میں خوش تھے۔ورنہ رائحہ کا پہلے انکار سن کران کو بہت غصہ آیا تھا۔

اچھا بھائی شادی کی ڈیٹ بھی فکس کرلیں۔۔۔میں بہت ایکسائٹڈ ہوں"

"آپ کی شادی کے لئے۔۔۔

لائبہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔۔۔۔"

انہوں نے فوراًہامی بھری تھی۔

سیدھی طرح کہیں بھائی کے لاڈو نے آپ کے دل کی بات کہہ دی"

" ہے۔۔۔

بلال خان نے جلال خان کو چھیڑا تو وہ دل کھول کر ہنس دیے۔

" دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہیں بھائی کہ۔۔۔"

لائبہ نے بھی ان کو تنگ کیا۔

".... آج کچھ بھی کہہ لو مجھے۔۔۔۔مائنڈ نہیں کروں گا"

جلال خان نے ہنستے ہوئے ان کا ساتھ دیا تھا۔

"اس وقت پاس جو نہیں ہے۔۔۔"

بلال خان نے پھر سے ان کو چھیڑا۔

"تو کہاں ہے۔۔؟؟؟"

لائبہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"ساتویں۔۔۔"

"ساتویں آسمان پہ۔۔۔۔۔"

بلال خان نے ابھی بات پوری بھی نہیں کی تھی کے جلال خان نے ان کی بات مکمل کر دی۔ان کی بات سن کر ان دونوں کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔جب کسی کے زور سے دروازہ کھولنے پر ہڑ بڑا کر کھڑی ہو گئی۔سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کی اوپر

کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے ہی رہ گئی تھی۔اس کو دیکھ کر حنا نے فوراً سے بیڈ پر پڑا ڈوپٹہ لے کر اچھی طرح سے اڑایا۔

"شش۔۔۔۔شاہ سائیں۔۔۔۔آپ کک۔۔کو کچھ چاہیے۔۔۔؟؟"

جازم شاہ کے سامنے ہمیشہ ہی اس کی زبان لڑکھڑا جاتی تھی۔وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے قدم قدم چل کر اس تک آیا تھا۔اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر حنا بے اختیار ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

" ہاں چاہیے نا۔۔۔"

وہ اس پر نظریں جمائے بولا تھا۔اس کی چمکتی آنکھیں دیکھ کر حنا کا سر خود با خود ہی جھک گیا تھا۔

"کیا۔۔۔؟؟؟"

اس نے جھکے سر کے ساتھ پوچھا۔

" تم۔۔۔"

جواب فوراً آیا تھا۔اس کا جواب سن کر حنا نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔ان کے درمیان اس وقت چند قدم کا ہی فاصلہ تھا۔ جس کو جازم طے کرتا ہوا اس کے بلکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔حنا کی تو جان پر بن گئی تھی۔رات کا وقت اور سامنے کھڑا جازم۔جازم نے اس کی کمر پر ہاتھ ڈالتے اس کو اپنے قریب کیا تھا۔

" شش شاہ سائیں۔۔۔"

جازم کی اس حرکت پر وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

" بیوی ہو میری۔۔۔ "

اس نے حنا کے احتجاج کو فوراً رد کیا۔

"آ۔۔۔اا ابھی رر۔۔۔رحصتی نہیں ہوئی۔۔۔"

حنا نے ایک بار پھر احتجاج کیا۔

" تو۔۔۔"

جازم نے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کرتے ہوئے بے فکری سے کہا۔اس کی بات سن کر حنا مزید کچھ بول نہیں سکی تھی۔اس نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری تو جازم نے اپنے انگوٹھے سے ان کو چھوتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"پیاس لگ رہی ہے۔۔۔؟؟"

"جج جی۔۔"

حنا نے اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولا تھا۔ مگر یہ جھوٹ اس پر ہی بھاری پڑ گیا۔

"مجھے بھی لگ رہی ہے۔۔۔"

وہ اس کے لبوں کے بلکل قریب ہوتے ہوئے بولا۔اس کی اتنی قربت پر وہ جی جان سے لرز اٹھی تھی۔اس سے پہلے کے وہ مزید کچھ کہتی ہو اس کے لبوں کو قید کر چکا تھا۔کچھ دیر بعد جازم پیچھے ہوا تو وہ اپنا سر جھکا گئی۔اپنے کندھے سے ڈوپٹہ سرکتا محسوس کر کے حنا کے چہرے کا رنگ بدلہ تھا۔

پلیز شاہ سائیں۔۔۔۔یہ غلط ہے۔۔۔ابھی ہماری رحصتی نہیں"
"ہوئی۔۔۔۔

حنا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک تو یہ رحصتی بار بار بیچ میں آجاتی ہے۔۔۔کچھ کرنا پڑے گا۔۔۔"
وہ چڑ کر کہتے ہوئے آخر میں معانی خیزی سے بولا۔اس کی بات کا مطلب سمجھ کر وہ اپنا سر جھکا گئی۔

" اس کے بعد تم کوئی احتجاج نہیں کرو گی۔۔"

جازم نے اس کو دیکھ کر معانی خیز لہجے میں کہا۔تو اس کا چہرا شرم سے گلنار ہوا۔

عاقب علی شاہ کا ایک بیٹا تھا۔اور ایک بیٹی۔بیٹی بلکل اپنے باپ کی طرح نرم دل اور انصاف پسند۔اور بیٹا بلکل اس کے برعکس۔ثاقب علی شاہ کے چار

بیٹے تھے۔ جازم شاہ، شازم شاہ، ایان شاہ اور زاویان شاہ۔ ان کی ایک بہن تھی ہادیہ عرف ہیر بڑے تینوں بھائی ایک جیسے تھے اپنی مرضی کے مالک ان کو جو چاہیے ہوتا وہ ہر قیمت پر حاصل کر کے رہتے۔ پھر اس کے لئے ان کو کچھ بھی کیوں نا کرنا پڑتا۔ جبکہ زاویان شاہ اور ہیر دونوں ہی بچپن سے ہی عاقب شاہ کے ساتھ رہتے اور بلکل انہی کی طرح ہر چیز میں صحیح اور غلط کا دھیان رکھتے۔ ان کی بیٹی شانزے وہ بھی بلکل اپنے بابا سائیں کی طرح تھیں۔ جن کی ایک ہی بیٹی تھی۔ حنا۔ حنا کا نکاح بچپن میں ہی جازم شاہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ رحصتی حنا کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد طے تھی۔ جازم اکثر شانزے اور حنا سے ملنے ان کے گھر جاتا رہتا تھا۔

وہ کتابوں میں سر دیے بیٹھی تھی کہ اس کے موبائل پر پرائیویٹ نمبر سے کال آئی۔اس نے بغیر دیکھے فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگا کر کہا۔

"!اسلام و علیکم "

وہ اب بھی کتاب کی طرف متوجہ تھی۔

"!و علیکم اسلام "

اس آواز پر وہ سانس لینا بھی بھول گئی تھی۔منہ سے بے اختیار اس کا نام ادا ہوا تھا۔

"آغا۔۔۔۔ "

اس کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ مسکرایا تھا لیکن جب بولا تو اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

"بالکنی کا دروازہ کھولو۔۔ "

اس نے فوراً آغا کے حکم کی تعمیل کی تھی۔مگر وہ اس کو بالکنی میں نظر نہیں آیا۔اس نے بے اختیار ہی پوچھ لیا۔

"کہاہیں؟؟آپ نظر نہیں آرہے۔ "

"کیسی ہو؟؟ "

آغانے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا تھا۔جس کو اس نے شدت سے محسوس کیا۔وہ سر جھٹک کر بیڈ پر بیٹھ کر بولی۔

"ٹھیک۔۔ "

اس کے یک لفظی جواب پر وہ خاموش ہو گیا۔وہ اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی مگر وہ خاموش تھا۔اس نے ہمت کر کے دل میں آیا سوال پوچھ لیا۔

"کیا آپ کو میری یاد آرہی تھی؟؟ "

وہ اس سوال پر بھی خاموش رہا۔وہ کتابیں ایک طرف کر کے بیڈ پر لیٹ کر اس کی سانسوں کی آواز سننے لگی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اس کے سوال کا جواب نہیں دے گا۔اس لیے آنکھیں بند کر کے بولی۔

"اگر میں آپ کو یاد نہیں ہوں تو پھر اچانک رابطہ کیوں؟؟ "

اس کی آنکھ سے ایک آنسو گال پر پھسلا تھا۔آغا نے بھی اس کے لہجے کی اداسی محسوس کی تھی۔

"اگر میں کہوں کہ چھوڑنے کے لیے رابطہ کیا ہے؟؟ "

اس کا لہجہ اب بھی بے تاثر تھا۔

جس لمحے چھوڑنے کا سوچوں

اسی لمحے میری جان نہ نکل جائے

کہ میری سانسوں پر تیرے عشق کا پہرا ہے

اس کے الفاظ پر وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا تھا۔

"کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔۔ "

اس کا لہجہ اب بھی بے تاثر تھا۔

"کس کو یقین دلا رہے ہیں؟؟ مجھے یا اپنے آپ کو۔۔ "

اس کو لگا وہ مسکرائی ہے۔وہ پھر سے خاموش ہوا تھا۔اسی وقت کوئی بالکنی سے اندر داخل ہوا تھا۔وہ جانتی تھی کون ہے اس لیے آرام سے لیٹی رہی۔

"یہ پیپرز سائن کرو۔۔ "

اس نے بیڈ پر ایک فائل رکھ کر کہا تھا۔اپنے کمرے میں اس کی آواز سن کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔اس نے حیرت سے آغا کی طرف دیکھا جو اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔وہ تو اپنے کان سے فون ہٹانا ہی بھول گئی تھی۔آغا منتظر سا کھڑا تھا۔اس کی محویت دیکھ پر دوبارہ بولا تھا۔

"جلدی ڈائیورز پیپرز پر سائن کرو۔۔ "

اس کا لہجہ اب بھی بے تاثر تھا۔ڈائیورز کر نام سن کر اس کا دماغ ہی چکرا گیا تھا۔اس کو آغا کی تھوڑی دیر پہلے کی بات یاد آئی تھی۔وہ بے یقینی سے پتھرائی اس کو دیکھ رہی تھی۔ہوش تو اس کو اس وقت آیا جب آغا نے اس کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کر کے اپنی بات پھر سے دوہرائی۔

"میں نے کہا سائن کرو۔۔ "

"چٹاخ۔۔۔۔ "

اگلے ہی لمحے اس کا کا ہاتھ آغا کے گال پر نشان چھوڑ گیا تھا۔اب حیران ہونے کی باری اس کی تھی۔

"سمجھتے کیا ہیں آپ خود کو؟؟اگر مجھے چھوڑنا ہی تھا تو دو سال پہلے زبردستی نکاح کیوں کیا تھا؟؟"

اس کی آنکھوں اور لہجے کی بے بسی آغا نے بھی محسوس کی تھی۔اس نے اپنے آنسو چھپانے کے لیے اپنا روح دوسری طرف کر لیا تھا۔

"مطلب تم سائن نہیں کرو گی؟؟ "

اس کے چہرے پر سکون تھا مگر جب بولا تو لہجہ بے تاثر تھا۔

"ایک اور تھپڑ کھانا ہے؟؟ "

اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔وہ بغیر اس سے کچھ کہے وہاں سے واپس چلا گیا۔

آج رائحہ اور جلال کی منگنی تھی۔سب ہی بہت خوش تھے۔لائبہ نے ابھی تک اس کو نہیں بتایا تھا کہ جلال الدین محمد اکبر اس کا ہی بھائی ہے۔جلال نے تو سوچ لیا تھا کہ اس کو کیا کرنا ہے۔وہاں پہنچ کر جلال خان نے سب کو کہا کہ آج ہی ان کا نکاح ہو گا۔ایوب خان اور افراہیم خان نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر ان کی ضد کے آگے ان دونوں کو بھی ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔جیسے ہی لائبہ کو پتا چلا وہ بھاگ کر رایحہ کے کمرے میں گئی تھی۔

"روہی۔۔ "

"کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

لائبہ کو اتنی جلدی میں بھاگ کر آتے دیکھ کر وہ سب ہی ایک ساتھ کھڑی ہو کر پریشانی سے بولی تھیں۔اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لئے۔جب کچھ نارمل ہوئی تو بولی۔

"وو۔۔۔وہ جج۔۔۔جلال بب۔۔۔بھائی کہہ رر۔۔۔رہے ہیں آج"

"منگنی نہیں بلکہ نکاح ہونے والا ہے۔۔۔

"واٹ۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ تقریباً چیخی تھی۔

"بٹ ایم ناٹ ریڈیو فار دس۔۔۔"

اس نے بے یقینی سے کہا تھا۔اس کو ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ آج اس کا نکاح ہونے والا ہے۔

"بابا سائیں ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے منع کیا تھا۔جیسے اس کے ایسا کرنے سے سب اس کی بات مان لیں گے۔

"جلال بھائی نے ان کو کنوینس کر لیا ہے۔۔۔"

لائبہ نے اس کی آخری امید بھی توڑ دی تھی۔وہ منی بسور کر گرے والے انداز میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"میری شادی ہے آج۔۔۔اور مجھے ابھی پتا چل رہا ہے۔۔۔"

اس نے روہانسے ہو کر کہا تو لائبہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

روہی۔۔۔ کبھی نا کبھی تو یہ ہونا ہی تھا نا۔۔۔چلو اب نکاح کے لئے"

"ریڈیو ہو جاؤ۔۔۔

حنا نے اس کو سمجھانا چاہا تھا۔

بکواس بند کرو۔۔۔اللہ کرے تمہاری شادی ہو جائے ایسے"

"احانک۔۔۔

وہ غصے اور تم آواز میں چیخی تھی۔وہ جو اس سے ملنے آرہے تھے اس کے چیخنے کی آواز سن کر فوراً اندر آئے تھے۔اپنے ماں باپ کو دیکھ وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

میں بوجھ ہو آپ کے لئے۔۔۔۔؟؟؟جو آپ دونوں میرے ساتھ ایسا"
کر رہے ہیں۔۔۔یا تنگ آ گئے ہیں مجھ سے۔۔۔میری پڑھائی تو پوری
"ہونے دیتے۔۔۔

وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"میری جان۔۔۔۔۔بات تو سن لو۔۔۔"

انہوں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے ایک قدم پیچھے ہوتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

" نہیں مجھے کچھ نہیں سننا۔۔۔"

وہ مسلسل رو رہی تھی۔

"رو ہی میری جان ایک بار میری بات تو سن لو۔۔۔"

اس کے بابا سائیں نے محبت سے رائحہ کو سمجھنے کی ایک اور کوشش کی۔

"مجھے کچھ نہیں سننا۔۔۔"

وہ غصے سے چیخی تھی۔

آپ کو سمجھ کیوں نہیں آ رہی بابا۔۔۔۔شادی ایک بہت بڑی" ریسپونسیبلیٹی ہے۔۔۔اور میں اس چیز کے لئے بلکل بھی ریڈی نہیں ہوں۔۔۔"

وہ بے بسی سے بولی تھی۔اس کے انکار کی وجہ جان کر وہ کچھ پر سکون ہوئے تھے۔کیوں ان کی نظر میں یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔

بس رو ہی۔۔۔۔بہت ہو گیا۔۔اب میں تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نا"

" سونو۔۔۔

بابا سائیں آج پہلی بار اتنے غصے سے اس کو اتنے غصے سے بولے تھے۔وہ بے اختیار ہی دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔اس کی آنکھوں سے مزید تیزی سے آنسو بہنے لگے تھے۔

آج تمہارا نکاح ہے اور اس سے آگے میں تمہارے منہ سے کچھ بھی نا"

"سنوں۔۔۔

وہ کہہ کر چلے گئے تھے۔ان کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔سب ہی اس کو خاموش کروانے کی کوشش کر رہیں تھیں۔کچھ دیر کے بعد نکاح خواں آ گئے تھے۔رائحہ نے ایک غصے بھی نظر اپنے ماں باپ پر ڈالی تھی۔آنسو تھے کے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔نکاح کے بعد

چاروں طرف مبارک باد کو شور اٹھا تو بابا سائیں اس کے پاس آ گئے۔ رائحہ نے غصے سے اپنا رخ موڑا تو اس کے ناراضی دیکھانے کے انداز پر وہ بے اختیار مسکرائے تھے۔

"میرا بچہ۔۔۔"

انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو بھی اس نے ان کی طرف نہیں دیکھا۔

مجھے پتا ہے تم اس چیز کے لئے ریڈی نہیں ہو۔۔۔بس کرو دونا میری"

" جان۔۔۔۔

اس کو مسلسل منہ پھولے بیٹھے دیکھ کر وہ اپنی بات کہتے کہتے بے بسی سے بولے تھے۔اسی وقت ان کی نظر لائبہ پر پڑی تھی۔

ارے۔۔۔یہ تمہاری سہیلی لائبہ بھی تو وہاں ہر وقت تمہارے ساتھ ہو"

"گی نا۔۔۔اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو۔۔۔

ان کو جیسے یاد آیا تھا کہ جلال کہ بہن لائبہ تو رائحہ کی دوست ہے۔ان کی بات سن کر وہ گڑ بڑا گئی تھی۔اس نے تو بھی تک رائحہ کو نہیں بتایا تھا کہ وہ ہی جلال الدین محمد اکبر کا رشتہ لے کر آئی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا۔۔۔؟؟"

وہ چاروں ایک ساتھ ہی تقریباً چیخی تھیں۔اسی وقت انہوں نے لائبہ کو دیکھا تھا۔جو اپنی زبان دانتوں میں دیے ان کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"لائبہ کی بچی۔۔۔"

رائحہ چیخ کر کھڑی ہوئی تھی۔اس کو مارنے کے لئے تیار دیکھ کر لائبہ باہر بھاگی تھی۔رایحہ بغیر اپنے دلہن ہونے کا لحاظ کیے اس کے پیچھے باہر بھاگی تھی۔اب لائبہ پورے گھر میں آگے آگے بھاگ رہی تھی۔اور رائحہ اس کے پیچھے پیچھے۔

"کوئی تو بچالو مجھے۔۔۔اس ڈائن سے۔۔۔"

وہ بھاگتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ دہائیاں دے رہی تھی۔لائبہ کو ایسے بھاگتے دیکھ کر سب سمجھ گئے تھے رائحہ کو پتا چل گیا ہے کہ جلال اسی کا بھائی ہے۔ رائحہ اس کی اچھی خاصی لوٹائی کر چکی تو حنا، ہیر اور رانیہ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر لائبہ کو بچایا تھا۔اب کو سکون سے کھانا کھا رہی تھی۔ جیسے لائبہ کی خبر لئے بغیر اس کو کھانا ہضم ہی نہیں ہوں تھا۔

چڑیل۔۔۔اللہ کرے شادی کے بعد پڑھنے کا وقت ہی نا ملے"

"تمہیں۔۔۔

لائبہ نے منہ بسور کر اس کو بد عادی تو رایحہ نے ایک بار پھر سے اس کو خون خوار نظروں سے دیکھا تھا۔

"بکواس بند کرواپنی۔۔۔اگر زندگی رہنا چاہتی ہو تو۔۔۔"

وہ غصے سے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"معاف کر دو۔۔۔ابھی مجھے اپنی زندگی پیاری ہے۔۔۔"

لائبہ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ جس کو دیکھ کر وہ کھل کر مسکرائی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ جلال خان کے ساتھ رخصت ہو کر آگئی تھی۔ دل تھا کے سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ پہلے تو کسی نا کسی بہانے اس نے خود کو نارمل رکھا ہوا تھا۔ مگر اب اس کے ہاتھ پسینے سے بار بار بھیگ رہے تھے۔

وہ جلال کے کمرے میں بیٹھی پریشان سی بات بار کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ اب تو تو اس کو کمرے میں موجود ہر چیز حفظ ہو گئی تھی۔ اس کو یقین تھا کے وہ آنکھیں بند کر کے بھی بتا سکتی ہے کے کیا چیز کہاں پر ہو گی۔ وہ مسلسل اپنی انگلیوں کو آپس میں موڑ رہی تھی۔ اس کے ابھی تک نا آنے پر وہ اُٹھ کر واش روم جانے ہی والی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ جو ابھی کھڑی ہوئی تھی اپنی جگہ پر ہی کھڑی رہ گئی۔ جلال خان کمرے میں آئے تو اس کو

کھڑا دیکھ کران کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔رائحہ کی تواوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے ہی رہ گئی۔وہ قدم قدم چلتااس تک آیا تھا۔اس کی مسلسل خود پر ٹکی نظریں محسوس کر کے رائحہ کی جان پر بنی ہوئی تھی۔اس میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ سر اٹھا کراس کو دیکھ ہی لیتی۔وہ بلکل اس کے سامنے کھڑے تھے۔

"کیاہوہے۔۔۔؟؟اب کہاں گیاآپ کا کانفیڈینس۔۔۔۔؟؟"

جلال خان کی شرارت بھری آواز سن کر وہ رو دینے کو تھی۔

مجھے تو لگا تھا۔۔۔۔میری اچانک نکاح کرنے والی بات پر آپ میرا" "استقبال جوتوں سے کریں گیں۔۔

اس کی بات سن کر رایحہ کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔

"میں تو سوچ کے آیا تھا کہ میرا بھی لائبہ جیسا ہی حال ہونا ہے۔۔"

جلال نے مزید اس کو تنگ کیا تو رائحہ کا دل کیا وہ یہاں سے غائب ہو جائے۔دل ہی دل میں وہ اپنی شامت کی تیاری کر چکی تھی۔

"رائحہ۔۔۔"

جلال نے اس کو کندھے سے پکڑ کر اس کا چہرہ تھوڑی سے اوپر کیا۔رائحہ نے اپنی جھکی گھنی، لرزتی پلکیں اٹھا کر اس کو دیکھا۔جو محبت سے اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔اس کا سر بے اختیار ہی پھر سے جھک گیا تھا۔

"میں بس آپ کو تنگ کر رہا تھا۔۔۔آئندہ میں کبھی بھی آپ کا سر جھکا ہوا نہیں دیکھوں۔۔۔میں ہمیشہ آپ کا سر اٹھا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر رائحہ نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔اس کے دل میں جو ڈر تھا کہ نا جانے وہ لوگ کیسے ہوں گے جلال کی بات سن کر اس کا دل پر سکون ہو گیا تھا۔

"ویسے جلال الدین محمد اکبر کی خاص بیوی کون سی تھی۔۔۔؟؟"

وہ ایک بار پھر شرارت سے بولے تو وہ سر جھکا کر ہنس دی۔

"جودہ۔۔۔"

وہ بھی اسی کے انداز میں بولی تھی۔

"رائحہ۔۔۔"

اس نے فوراً تصحیح کی تو رائحہ کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا۔ جلال نے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔

"مم۔۔۔ مجھ۔۔۔۔مجھے چینج۔۔۔"

اس کی قربت میں رائحہ کا سارا کانفیڈینس ہوا ہوا تھا۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی جلال نے اس کے الفاظ قید کر لئے۔ رائحہ کی تو پوری کی پوری آنکھیں ہی کھول گئی تھیں۔ اس کے شدت بھرے لمس پر رائحہ نے زور سے اس کا کالر مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

آئندہ ہکلانا مت۔۔۔مجھے کانفیڈینٹ رائحہ اچھی لگتی ہے۔۔۔یہ والی"

"نہیں۔۔

جلال خان نے نرمی سے اس کو سمجھایا۔

"آئندہ ایسے ہکلائی تو بولنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

اس کی معانی خیز دھمکی پر رائحہ کا پورا چہرا سرخ ہوا تھا۔

"چلیں۔۔۔۔ چینج کر لیں۔۔"

آخر انہوں نے اس کو آزادی کی نوید سنا ہی دی تھی۔ وہ چینج کر کے آئی تو جلال بھی چینج کر کے سونے کے لئے لیٹ چکا تھا۔ وہ جھجھکتے ہوئے اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کو پھر سے جھجھکتے دیکھ کر جلال نے اس کو بازو سے کھینچ کر اس کا سر اپنے سینے پر رکھا تھا۔ اس نے کروٹ بدلی تو ایک بار پھر سے رائحہ کی جان پر بن گئی تھی۔

" اتنی جھجک کیوں مجھ سے؟؟؟ شوہر ہوں میں۔۔۔۔"

"اب ایسے کریں گے تو میں کیسے بولوں گی۔۔"

جلال کی بات سن کر اس کے منہ میں جو آیا تھا وہی بول گئی تھی۔ اس کی بات سن کر جلال خان کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔

"اب تو عادت ڈال لیں۔۔۔ میں تو ایسا ہی ہوں۔۔"

اس نے رائحہ کے لبوں کو چھو کر معانی خیزی سے کہا۔

"مجھے ٹائم لگے گا۔۔۔"

رائحہ نے بھی شانِ بے نیازی سے کہا تو اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ غیر محسوس سے انداز میں اس کی جلال سے جھجھک کم ہو گئی تھی۔

"...اوکے۔۔۔آج سے ہی پریکٹس شروع کرتے ہیں"

جلال کی بات سن کر اس نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا۔اس کی بات کا مطلب تو تم سمجھ آیا جب وہ اپنی تمام ترشدتوں کے ساتھ اس پر جھک چکا تھا۔اس کی محبت کے سامنے رائحہ کی مزاحمتیں جلد ہی دم توڑ گئی تھیں۔

حنا یونی سے واپس جا رہی تھی کہ یونی کہ ہی ایک لڑکے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ہیر جو اس سے چند قدم پیچھے تھی۔اس لڑکے کی حرکت پر اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئی تھیں۔ حنا اپنے مزاج کی مطابق ڈر گئی تھی۔ ہیر غصے سے چلتی ہوئی اس تک آئی تھی۔

"ہاتھ چھوڑ اس کا۔۔۔"

اس بے سرد وسپاٹ لہجے میں کہا۔وہ تو ان کو اچھے سے نہیں جانتا تھا۔ مگر آس پاس سے سب لڑکے اور لڑکیاں روک گئے تھے۔

"نا چھوڑوں تو۔۔۔"

وہ ڈھیٹائی سے بولا۔حنا مسلسل خود کو چھوڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہیر کو کا غصہ سوا نیزے کو پہنچا تھا۔اس نے آگے پیچھے کا لحاظ کیے بغیر ہی اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا تھا۔

"تیری اتنی ہمت۔۔۔"

وہ غصے سے کہتا ہوا ہیر کی طرف بڑھا ہی تھا کے ہیر نے اس کی ٹانگوں کے درمیان ٹانگ ماری تو وہ وہیں پر گر گیا۔

اپنی مردانگی کسی اور کو دیکھانا۔ہادیہ شاہ کسی کے باپ سے نہیں "ڈرتی۔۔۔"

وہ غرور سے اپنی گردن اکڑا کر کہتی حنا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی تھی۔

وہ چھت پر کھڑا تھا۔ایک ملازمہ کپڑے پھیلا رہی تھی۔وہ چلتا ہوا اس تک آیا تھا۔اس نے ملازمہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"یی۔۔۔۔یہ کیا کر رہے ہیں آپ شاہ سائیں۔۔۔؟؟"

وہ گھبرا کر اپنا ہاتھ چھوڑ آتے ہوئے بولی۔ مگر جازم نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت مظبوط کر لی۔

"یہ بہانے بازی چھوڑ دو۔۔۔کوئی نہیں ہے یہاں پر۔۔۔"

وہ معانی خیزی سے بولا تو وہ مزید گھبرائی۔

"شش۔۔۔شاہ سائیں۔۔۔ہاتھ چھوڑیں میرا۔۔۔۔آاا۔۔۔آپ

"۔۔۔مم۔۔۔مجھے غلط۔۔۔۔ سمجھ رہے ہیں۔۔

وہ خود کو چھوڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

" بند کر دو یہ ڈرامے بازی۔۔۔"

وہ جیسے اُکتا کر بولا تھا۔

"جتنے تم پورے سال میں کماتی ہو ایک ہی رات میں دے دوں گا۔۔۔آج رات کو آجانا۔۔۔میرے کمرے میں۔۔"

جازم نے سر سے پیر تک اس کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ مجھے غلط لڑکی سمجھ رہے ہیں۔۔۔میں یہاں کام ضرور کرتی ہوں میں یہ سب نہیں کروں گی۔۔"

اس نے سختی سے منع کیا تو وہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"اگر تم آج رات نا آئی تو کل کسی کو منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔۔۔اور تم جانتی ہو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔۔۔کوئی تمہاری بات پر یقین نہیں کرے گا۔۔۔"

جازم اپنی بات کہہ کر روکا نہیں تھا۔ مگر اس کو سوچوں کی گہری کھائی میں دھکیل گیا تھا۔

وہ چاروں ایک میٹینگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ایک دوسرے سے یونی کے کیس کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔

بلال تم یونی کے سٹوڈینٹس کا دھیان رکھو جیسے ہی کوئی گڑ بڑ ہو تم ہم " تینوں کو ایفام کرو گے۔۔۔آغا تم یونی کے تمام پروفیسرز پر نظر رکھو گے۔۔۔اور زاویان تم۔۔۔یونی کے سکیوریٹی سسٹم پر نظر رکھو۔۔۔یونی سے جو لڑکیاں غائب ہوتی ہیں اور ڈرھز جیسے بھی اندار آتے ہیں ان کا فوٹیج " یہ لوگ غائب کرتے ہیں۔۔۔

جلال خان نے ان تینوں کو ان کا کام سمجھایا تھا۔

"اور تو کیا کرے گا۔۔۔؟؟"

آغا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

ارے ارے۔۔۔یہ کیا سوال کر دیا۔۔۔ابھی ابھی تو جناب کہ شادی"

" ہوئی ہے۔۔۔

زاویان نے بھی اس کر چھیڑا۔

"بھابھی کے ساتھ بزی ہیں۔۔۔بھائی۔۔"

بلال خان نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

"ہو گیا تم لوگوں کا۔۔۔۔؟؟"

جلال خان نے سنجیدگی سے ان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔"

وہ تینوں ایک ساتھ یک زبان بولے تھے۔ جلال خان ان تینوں کو گھور کر رہ گیا تھا۔ وہ تینوں ڈھیٹائی سے مسکرائے تھے۔

"چھوڑوں گا نہیں میں اس ہادیہ شاہ کو۔۔۔"

وہ غصے سے مسلسل دائیں بائیں چکر کاٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جا جا۔۔۔ کیا ہی کر لے گا؟؟ اس چھوٹی سی لڑکی نے پوری یونی کے سامنے تجھے تھپڑ مارا ہے۔۔۔ اس وقت تو تو اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکا تھا۔ اب کیا ہی کر لے گا۔۔؟؟؟"

اس کے دوست نے اس کے غصے کو مزید ہوا دی تھی۔

"میری مردانگی کو چیلنج کیا ہے اس نے۔۔۔ اب میں اس کو بتاؤ گا کہ مردانگی کسی کو کہتے ہیں۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں اِس وقت شیطانیت چمک رہی تھی۔

وہ پریشان سے دائیں بائیں کروٹیں بدل رہی تھی۔ اس کے کانوں میں مسلسل جازم شاہ کی آواز گونج رہی تھی۔ اگر وہ آج کی رات اس کے کمرے میں نا گئی تو وہ صبح کیا کرے گا۔۔؟؟ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس

کی سانسیں بھی اٹکتی جارہی تھیں۔آخر کار اس نے فیصلہ کر ہی لیا تھا۔وہ آہستہ سے اٹھی اور دبے قدموں سے اپنی چادر سر پر لی۔

"کہاں جارہی ہے تو۔۔۔اس وقت ؟؟شبو۔۔۔"

اپنی ماں کی آواز سن کر وہ سانس تک لینا بھول گئی تھی۔

"اا۔۔۔اماں باتھ روم جارہی۔۔۔"

پریشانی میں وہ جملہ بھی پورا نہیں کر سکتی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔"

اپنی ماں کی مطمئن سی آواز سن کر شبو کی جان میں جان آئی تھی۔وہ بے آوقز گھر سے باہر نکلی۔اس کے قدم شاہ حویلی کی طرف تھے۔دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔بے بسی سے مسلسل آنکھوں میں آنسو آرہے تھے۔

اللہ پوچھے تمہیں جازم شاہ۔۔۔ تمہارے گھر کی عزت کو بھی کوئی ایسے "
ہی برابر کرے۔۔۔ پورا گاؤں تمہاری عزت کا تماشہ دیکھے تب تمہیں پتا
" چلے گا۔۔۔

وہ روتے ہوئے چلتی دل ہی دل میں اس کو بد عائیں دے رہی تھی۔ بغیر یہ سوچے اگر اس کی دعائیں قبول ہو گئیں تو ایک معصوم زندگی برباد ہو جائے گی۔ وہ مسلسل اس کو کوستی بد عائیں دیے جا رہی تھی۔ جو اس وقت کن کے درجے کو پہنچ رہی تھیں۔

اس کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ سفاکی سے مسکرایا تھا۔ بغیر یہ سوچے کے مکافاتِ عمل جلد ہی اس کا در کھٹکھٹائے گا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی چل کر اس تک آئی تھی۔

اچھاہوا کہ تو آگئی رونہ میں تو سوچ چکا تھا کے کل سارے گاؤں والوں کو"

"کیا کہنا ہے۔۔

اس کی بات سن کر شبو نے سر جھکا لیا۔

"چادر اتار۔۔۔"

وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا تو شبو نے بے بسی سے اس کو دیکھا۔

"چادر اتار۔۔۔اونچا سنتی ہے کیا۔۔؟؟"

وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا تو اس نے روتے ہوئے اپنے اوپر سے چادر اتار دی۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ جازم کی بے باک نظریں اس کو اپنے وجود کے آر پار ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ جازم نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہے تو تو بڑے کام کی چیز۔۔۔ چل آجا میرے پاس۔۔۔"

جازم نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ اس کو اپنا یہ ایک قدم من من بھاری لگ رہا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی

اس تک آئی تھی۔ جازم نے ایک جھٹکے سے اس کو خود پر گراتے ہوئے کروٹ بدل لی۔ شبو بے بسی سے روئے جا رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ خود آئی تھی مزاحمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جازم سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے لبوں پر جھکا گیا تھا۔ جازم شاہ نے ایک بار پھر اپنے نفس کے چند پل کے سکون کے لئے ایک لڑکی کی زندگی برباد کر دی تھی۔ اس کی عزت تار تار کر کے اس نے ایک نظر اس کو دیکھا جو بے جان سی اس کے بیڈ پر پڑی تھی۔ جازم نے اٹھتے ہوئے کپڑے تبدیل کیے اور اس کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ شبو کو بلکل بھی نہیں پتا تھا کے جازم اسکو کہاں لے کر جا رہا ہے۔ وہ بس بے جان سی گھسیٹتی ہوئی اس کو لے کر بیسمینٹ میں آیا اس کے ساتھ کھینچی چلی جا رہی تھی۔ وہ تھا۔ وہاں اپنے جیسی کئیں لڑکیوں کو دیکھ کر شبو نے غصے اور نفرت سے جازم کو دیکھ کر کہا تھا۔

"اللہ پوچھے تمہیں جازم شاہ۔۔۔اللہ کرے کوئی تمہارے گھر کی عزت کو بھی کوئی ایسے ہی برباد کرے۔۔۔میرا اور ان سب کا تو تم نے منہ بند کر دیا ہے۔۔۔بلکل ایسے ہی اس کی بھی کوئی آواز نا سنے۔۔"

وہ غصے اور بے بسی سے اس کو بد عائیں دیے جا رہی تھی۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔۔۔میری بھی جان چھوٹے اس سے۔۔۔"

اس کی سفاکیت دیکھ کر شبو کے دل میں مزید اس کے لئے نفرت بڑھی تھی۔

"ایسے مت دیکھ۔۔۔مجھے کونسا فرق پڑ جانا ہے۔۔۔بس ایک دو دن تک تم لوگوں کو بھی یہاں سے نکال دیا جائے گا۔"

جازم نے ایسے کہا تھا جیسے ان سب پر بہت بڑا احسان کرنے والا ہو۔ مگر وہ کیا جانے وہ تو ان سب کو ایسی جگہ پر بھیجنے کی تیاری کر رہا تھا۔ جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں آ سکیں گی۔ وہ ان سب کو جہنم سے بھی بدتر جگہ پر بھیجنے کی تیاری کر رہا تھا۔

جازم نے سب گھر والوں کو اپنی اور حنا کی رحصتی کے لئے منا لیا تھا۔ وہ سب ہی حنا اور جازم کی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

حنا اور جازم کی شادی شاہوں نے بہت دھوم دھام سے کی تھی۔ اس کی شادی میں سب ہی دوستوں نے اپنا پورا پورا حصہ ڈالا تھا۔ حنا کا تو شرم سے برا حال تھا۔ مگر وہ چاروں تھیں کے اس کو مسلسل چھیڑے ہی جا رہی تھیں۔

شادی کے بعد حنا اپنی پڑھائی جاری نہیں رکھ سکی تھی۔اور اس چیز نے سب ہی دوستوں کو بہت ہرٹ کیا تھا۔

رانیہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ان دونوں نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔شادی کے کچھ عرصے بعد ان کو اللہ نے اپنی رحمت سے نوازا تھا۔دونوں ہی اپنی زندگی میں بہت خوش تھے۔مگر رانیہ کے والد کے انتقال کے بعد اس کی والدہ بھی زیادہ دیر تک اپنے محبوب شوہر کی جدائی برداشت نہیں کر سکی تھیں۔اس لئے وہ بھی جلد ہی ان کے پاس چلی گئی۔ رانیہ اس وقت کالج میں تھی۔اس کے بعد سے ہی وہ اپنے ننھیال میں ہی

رہتی تھی۔ رانیہ کی والدہ نے اپنی موت سے پہلے ہی آغا شاہ سے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ جس میں اس کی مرضی تو شامل نہیں تھی۔ مگر آغا شاہ کی ضد کے آگے اور اس کی ماں کی آخری خواہش کے سامنے رانیہ زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکی تھی۔ نکاح کے کچھ عرصے بعد جب اس کی ماں کا انتقال ہوا تو رانیہ کو آغا شاہ نے ہی سنبھالا تھا۔ اس کے بعد ہی رانیہ کے جذبات آغا شاہ کے لئے بدلے تھے۔ رخصتی سے پہلے آغا کو اس کا رانیہ کے گھر رہنا مناسب نہیں لگا۔ اس لئے وہ اس کو اس کے ننھیال چھوڑ کر چلا گیا۔ اور ایسا گیا کہ واپس ہی نہیں آیا۔

رانیہ کو آج یونی سے کافی دیر ہو گئی تھی اس لئے ہی وہ جلدی جلدی چل رہی تھی۔ اس کو رونا بھی آ رہا تھا کہ آج تو اس کو اس کی ممانی نہیں چھوڑیں گی۔ ان کو ویسے بھی رانیہ کا وہاں رہنا نہیں پسند تھا۔ وہ بات بات پر اس کو

ہی قصوروار ٹھہرایا تھیں جیسے وہ کسی بھی حال میں رانیہ کو اپنے گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ آج تو اس کا دیر سے گھر جانا بھی اس کے حق میں غلط ثابت ہونے والا تھا۔

بلال خان اپنے کمرے میں تھے۔ جب وہ دبے قدموں سے ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کسی فائنل میں اتنے منحکم تھے کے ان کو احساس ہی نہیں ہوا کے کوئی ان کے سامنے آرہا ہے۔

"ہائے۔۔۔۔ آپ کام کرتے بھی کتنی ہینڈسم لگتے ہو۔۔۔۔"

زرمینہ کی آواز پر انہوں نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔ اس کو دیکھ کر بلال خان کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟؟"

اس کو دیکھ کر ان کا لہجہ اپنے آپ ہی سخت ہو جاتا تھا۔ابھی بھی ویسا ہی ہو گیا تھا۔

"آپ سے ملنے آئی ہو خان۔۔۔"

وہ چند قدم مزید ان کے نزدیک ہوتے ہوئے بولی۔تو ان کا غصہ بھی مزید بڑھ گیا۔

"زرمینہ۔۔۔۔ تمہیں میں نے کتنی دفعہ کہا ہے مجھ سے دور رہ کر بات کیا کرو۔۔۔۔ورنہ اب کی بار میں بابا سائیں کو تمہاری شکایت لگا دوں گا۔۔"

بلال خان اس کے دوری قایم کرتے ہوئے بولے۔تو وہ مسکرا کر دھیٹائی سے بولی۔

"میں تو چاہتی ہی یہی ہوں کے آپ بابا سائیں کو بتائیں۔۔۔ تکہ وہ ہمارے بارے میں بھی کچھ سوچیں۔۔۔"

"بکواس بند کرو تم اپنی۔۔۔میں کسی بھی لڑکی سے شادی کر لوں گا پر تم جیسے گری ہوئی لڑکی سے نہیں۔۔"

طیش سے بلال خان کی آواز بلند ہوئی تھی مگر انہوں نے بمشکل ہی اپنی آواز کو دھیمار کھا تھا۔وہ اب بھی اس کے لڑکی ہونے کا لہٰذ کر رہے تھے۔

"ابھی میں نے کوئی گری ہوئی حرکت کی ہی کہاں ہے۔۔۔؟؟"

وہ ان کے پاس جا کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی تھی۔اس کی ڈھیٹائی اور بے حیائی پر بلال خان کا دل کیا تھا اس کو جان سے مار دیں۔

"یہ گھٹیا حرکتیں کسی اور کے ساتھ جا کر کرنا۔۔"

بلال خان کے اپنے گلے سے اس کے بازو نکالنے چاہے تھے مگر اس نے گرفت مزید مضبوط کر لی۔اس کی یہ حرکت بلال خان کا خون کھولا گئی تھی۔انہوں نے غصے سے اس کو خود سے دور دھکیلا۔

"دفع ہو جاؤ میرے کمرے سے ابھی اور اسی وقت۔۔۔"

وہ اتنی اونچی آواز سے دھاڑے تھے کہ چند لمحوں کے لئے زرمینہ بھی ڈر گئی تھی۔

"نہیں جاؤ گی میں۔۔۔"

اس نے بھی غصے سے کہا تھا۔اس کی ڈھیٹائی پر بلال خان کا دل کیا وہ ابھی اور اسی وقت زرمینہ کی جان لے لیں۔

بلال خان ابھی جتنا دور بھاگنا ہے بھاگ لو۔۔۔ایک بار شادی ہونے دو" "پھر دیکھتی ہوں۔۔۔

وہ ان کے قریب ہوتی ہوئی سرخ آنکھوں سے بولی تھی۔اس کے لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا۔سب کچھ تیس نہس کر دینے کی آگ۔۔۔ضد، جنوں اور غصہ۔۔۔سب کچھ تھا اس کی آنکھوں میں۔بلال خان نے اس کو بازو سے پکڑ کر دروازے سے باہر کیا تھا۔

"میں تم سے شادی کروں گا تب نا۔۔۔"

وہ جتاتی نظروں سے کہہ کر اس کے منہ پر دروازہ بند کر چکے تھے۔وہ غصے سے پیر پٹختی اپنے کمرے میں واپس چلی گئی تھی۔

وہ جیسے ہی گھر پہنچی اس کی ممانی دروازے پر ہی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔
ان کا غصہ دیکھ کر رانیہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"ممانی میری کلاس۔۔۔"

ابھی اس کی بات بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں ہاں۔۔۔اب تو تم یہی بہانا لگاؤ گی تمہاری ایکسٹرا کلاس تھی اس وجہ سے دیر ہو گئی۔۔"

اس کی طنزیہ لہجہ اس کی آنکھیں نم کر گیا تھا۔

"یہ ٹیسوے کسی اور کے سامنے بہانا۔۔۔مجھ پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔۔۔"

اس سے پہلے کے وہ اپنی صفائی پیش کرتی انہوں نے اس کو مزید سنائی تھیں۔

"یہ جو تم بے غیرتی کرتی پھر رہی ہو اس کے لئے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔"

ان کی بات سن کر رانیہ نے بے یقینی سے ان کو دیکھا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔؟؟"

ان کی بات کا مطلب سمجھ کر رانیہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"وہی جو پڑھائی کے نام پر تم کرتی پھر رہی ہو۔۔۔"

انہوں نے مزید طنز کے تیر چلائے تھے۔

"میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟؟"

رانیہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اب اس نے کیا کر دیا ہے۔ جس جرم کی سزا میں اس کی ممانی دروازے پر ہی اس کو سنا رہی تھیں۔ آس پاس کے لوگ ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔

"اندر چل کر بات کریں ممانی۔۔ پلیز۔۔۔"

لوگوں کو دیکھ کر رانیہ نے اندر جانا چاہا تو انہوں نے اس کا راستہ روک دیا۔
آخر میں بے بسی سے اس کا لہجہ ملتجی ہو گیا تھا۔
اب میں تمہیں گھر کے اندار آنے دوں گی تو تم آؤ گی نا۔۔۔ چلو نکلو یہاں"
"سے۔۔۔

انہوں نے بازو سے پکڑ کر اس کو واپس باہر کی طرف دھکیلا تھا۔رانیہ نے بے یقینی سے ان کو دیکھا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟؟؟ کیوں مجھے گھر سے باہر نکال رہی ہیں۔۔۔؟؟"

وہ بے بسی سے چیخ پڑی تھی۔اس کی انکھیوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

یہ جو تم رات کو غیر مردوں کو گھر میں بلا کر کرتی پھر ہی ہوں تمہیں کیا"
لگتا ہے کسی کو پتا نہیں چلے گا۔۔۔ یہ گھر ہے بی بی یہ سب کچھ ہی کرنا ہے تو
"کسی کوٹھے پر جاؤ اس گھر میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔

اس الزام پر وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔بے بسی سے اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔زبان نے جیسے بولنے سے ہی انکار کر دیا تھا۔دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔

ویسے تو تم جیسی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے۔۔۔پر کیا کرو تم"

"جیسی گھٹیا لڑکی کے خون سے اپنے ہاتھ گندے نہیں کر سکتی میں۔۔۔

وہ مسلسل بولے ہی جا رہی تھیں۔رانیہ کا سر گھومنے لگا تھا۔آس پاس کے لوگ بھی اس پر تھو تھو کر رہے تھے۔اس کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ بس وہ لوگوں کے ہلتے منہ دیکھ رہی تھی۔کانوں نے سننے سے انکار کر دیا تھا۔اس کا سر بری طرح سے چکرایا تھا۔بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے خود کو اس ستم گر کی بانہوں میں محسوس کیا تھا۔جو اس نے آخری الفاظ سنے تھے وہ بھی اسی کے تھے۔

بکواس بند کرواپنی بی بی۔۔۔عورت ہو اس لئے زندہ چھوڑ رہا"

"ہوں۔۔۔بیوی ہے یہ آغا شاہ کی۔۔۔۔۔

اس کے بعد کیا ہوا رانیہ کو کچھ یاد نہیں تھا۔

آج عاقب علی شاہ اپنے پوتے کا رشتہ لے کر لائبہ کی طرف آئے تھے۔

ویسے تو وہ اپنے سب سے چھوٹے ہوتے کا رشتہ لے کر آئے تھے۔اور انکار کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں تھی اس لئے انہوں نے سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا تھا۔یہ وقت ایوب خان نے اپنے لئے نہیں بلکہ لائبہ کے لئے مانگا تھا۔رائحہ کو جب سے اس رشتے کا پتا چلا تھا۔اس نے پوری خان حویلی کو سر پر اٹھا لیا تھا۔

آپ سب ایسا کیسے کر سکتے ہیں نا جان نا پہچان کسی کو بھی منہ اٹھا کر آپ"

"لائبہ کا ہاتھ دے دیں گے۔۔۔

غصے میں وہ جلال خان پر چڑھ دوڑی تھی۔

"میں جانتا ہوں اس کو۔۔۔"

جلال خان نے نرمی سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

آپ جانتے ہیں سب گھر والے تو نہیں اور زندگی تو لائبہ کو اس کے ساتھ "
گزارنی ہے۔۔۔اس کو تو بلکل بھی نہیں پتا وہ کون ہے۔۔۔؟؟اور ابھی وہ
"چھوٹی ہے پڑھ رہی ہے۔۔
جہاں جلال رائحہ کا غصہ دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔وہیں سب کو خوشی ہو رہی
تھی کہ وہ لائبہ کے بارے میں اتنا سوچ رہی ہے۔
"میرا کولیگ ہے وہ۔۔۔اس سے زیادہ کچھ جاننا ہے۔۔آپ کو۔۔"
جلال خان کے ایک جتاتی نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا تو چند لمحوں کے لئے وہ
کچھ بول ہی نہیں سکی۔
" جو کرنا ہے کریں۔۔"
اب کی بار وہ جھنجھلا گئی تھی۔اب وہ انکار کرتی بھی تو کیسے۔
لیکن۔۔۔۔۔لائبہ کی پڑھائی سے پہلے اگر کسی نے اس کی شادی کے "
"بارے میں کوئی بھی بات کر کے اس کو ڈسٹرب کیا تو۔۔۔
اس سے پہلے کے وہ کچھ بولتی جلال خان سے اس کی بات کاٹ دی۔

"تو کیا کریں گی۔۔۔؟؟"

سب لوگ لائبہ کی شادی کی بات بھولائے ان کی نوک جھوک دیکھنے میں مصروف ہو گئے تھے۔رایحہ کی دھمکی پر جلال خان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔رایحہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو دیکھا اور دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔

"تو میں خون پی جاؤ گی اس جن کا۔۔۔"

اس کی دھمکی پر خان حویلی میں سب کا جاندار قہقہہ گھونجا تھا۔اس سے پہلے کے رائحہ کچھ اور کہتی اس کو ایک دم سے چکر آئے تھے۔اس سے پہلے کے وہ زمین پر گرتی جلال نے آگے بڑھ کر اس کو تھام لیا۔

"رائحہ۔۔۔۔رائحہ۔۔۔"

اس نے پریشانی سے رائحہ کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔سب لوگ ہی پریشان ہو گئے تھے۔جلال اس کو کمرے میں لے کر گیا تو سب ہی اس کے پیچھے چلے گئے۔

"ڈرامے باز۔۔۔کہیں کی۔۔۔"

زرمینہ نے اپنی آنکھیں گھوما کر کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔
جب سے رائحہ آئی تھی زرمینہ کی اہمیت ذرا کم ہو گئی تھی۔ یہ بس اس کو ہی
لگتا تھا۔ کہ وہ ڈرامے کر کر کے سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

اس کو جب ہوش آیا وہ کسی کمرے میں تھی. اس نے گھبرا کر آگے پیچھے
دیکھا. اس کو بلکل سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کہاں ہے. اُسی وقت کمرے میں
کوئی داخل ہوا. آنے والے وجود کو دیکھ کر اس کو وہ سب یاد آیا تھا جو بے
ہوش ہونے سے پہلے اس کے ساتھ ہوا تھا. وہ کھانے کی ٹرے لئے کمرے
.میں داخل ہوا تھا کہ اس کو ہوش میں دیکھ کر نرمی سے مسکرا دیا

"اُٹھ گئی تم...؟؟"

.اُس کی بات سن کر رانیہ کا پارا ہائی ہوا تھا

"... نہیں ابھی بے ہوش ہی ہوں"

اُس نے تنک کر جواب دیا. اس کی بات سن کر ایک خوبصورت مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا. رانیہ کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے. وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا. اس کے پاس بیٹھنے پر وہ زرا سمٹ کر بیٹھ گئ. رانیہ کے گریز کو اس نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا .

" کھانا کھالو۔۔۔۔ "

اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں کھانا۔۔"

اس نے اپنا رخ موڑتے ہوئے کہا۔اس کی ناراضگی پر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

"رانیہ۔۔۔"

وہ اس سے سخت ناراض تھی۔وہ اس سے بات کرنا تو دور اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر اس کی محبت بھری پکار کو وہ چاہ کر بھی نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔رانیہ نے ناراضگی سے اس کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

"ناراض ہو۔۔۔؟؟؟"

اس نے نرمی سے پوچھا تو رانیہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"آپ کو اس سے کیا مطلب۔۔۔۔؟؟"

"مجھے مطلب نہیں ہو گا تو کس کو ہو گا۔۔؟؟؟"

اس کا جواب سن کر رانیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"آپ کو مجھ سے یا میری ناراضگی سے کوئی مطلب ہوتا تو آپ یوں ایسے مجھے۔۔۔اکیلا چھوڑ کر نا جاتے۔۔"

بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جمع آنسو باہر نکل گئے تھے۔

"آپ تو کام کا کہہ کر ایسے گئے کے واپس آنا ہی بھول گئے۔۔اور آئے بھی تو کیا کہا؟؟؟؟آپ کو مجھ سے ڈائیورز چاہیے۔۔۔تو اب کیوں آئے ہیں؟؟؟مجھے ڈرائیورز دینے۔۔۔؟؟"

وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔اس نے اپنے اندر کا سارا غبار نکال دیا تھا۔اب وہ تھک گئی تھی۔اس نام کے رشتے سے۔۔۔وہ خاموشی سے اس کی ہر بات سنتا اس کو بولنے کا موقع دے رہا تھا۔

صحیح کہا تم نے۔۔۔ تم جتنا چاہے مجھے بھول سکتی ہو۔۔۔ چیخ لو، چلا لو، "
چاہو تو کوئی چیز اٹھا کر میرے سر پر مار دو۔۔۔ تمہیں حق ہے۔۔۔ تم کر
"سکتی ہو تمہیں اجازت بھی ہے۔۔۔

اس کی بات سن کر رانیہ کا دل کیا سچ میں کچھ اٹھا کر اس کے سر پر مار دے۔

میں جانتا ہوں اس وقت تمہارا دل کر رہا ہے سچ میں کوئی چیز اٹھا کر "
"میرے سر پر مار دو۔۔۔

اس کی بات سن کر رانیہ سٹپٹا گئی تھی۔اس کو کیسے پتا چلا وہ کیا چاہتی
ہے؟؟اس کو دیکھ کر آغا نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

میں یہ سب تمہیں شرمندہ کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا۔۔میں جانتا "
ہوں کہ تمہارے ساتھ غلط ہوا ہے۔۔مجھے ایسے ایک دم سے تمہیں
"ڈرائیورز کا نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔۔

وہ جو ابھی شرمندہ تھی۔اس کی بات سن کر وہ سانس تک لینا بھول گئی۔
اس کو لگا وہ اس کو چھوڑنے والا ہے۔آغا اس کی سوچ سے بے گانا اپنی کہے جا
رہا تھا۔
میں نے وہ سب اس لیے کہا تھا کہ دو سال سے میں ایک مشن پر"
"ہوں۔۔
آغا کی بات سن کر رانیہ نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔
میں زندہ بچتا ہوں بھی یا نہیں مجھے نہیں پتا۔۔۔اور میں جانتا ہوں کہ اگر "
میں شہید ہو گیا تو تم کبھی دوسری شادی نہیں کرو گی۔اور میں نہیں چاہتا کہ
" تم۔میری وجہ سے۔۔۔
ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ رانیہ بول پڑی۔
"آپ نے مجھے سمجھا کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟آغا۔۔۔۔ "

وہ غصے سے ایک دم سے چیخ پڑی تھی۔بے بسی سے آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ وہ تو پہلی بار اس کے منہ سے اپنا نام سن کر ہی خوش ہو گیا تھا۔رانیہ کی آگے کی بات کیا سنتا۔

" جب دل کرتا ہے جو دل کرتا ہے وہ کر دیتے ہیں۔۔۔ کبھی مجھ سے پوچھنا تو دور کبھی یہ تک نہیں سوچا میں کیا چاہتی ہوں۔۔۔آپ کو بس اپنا آپ اپنی سوچ نظر آتی ہے۔۔ "

غصے سے بولتے بولتے رو پڑی تھی۔اس کے رونے پر وہ آغا نے شرمندگی سے اس کو اپنے ساتھ لگا۔اس کے کندھے پر سر رکھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔کچھ دیر تک آغا نے اس کو رونے دیا اور اس کے گرد اپنا حصار بنا لیا۔ آغا کی اس حرکت پر رانیہ نے بھی اس کے گرد اپنا حصار تنگ کیا تھا۔جیسے اس کو ڈر ہو کہ وہ ابھی اس کو چھوڑ دے گا۔رانیہ کو خاموش ہونے کی بجائے اور زیادہ روتا دیکھ کر آغا کو خود پر غصہ آ رہا تھا۔

"اچھا سوری نا۔۔۔اب ایسی کوئی بات نہیں کروں گا۔۔۔"

آغا نے بے بسی سے کہا۔ تو وہ اور زیادہ رودی۔ اس کو مسلسل روتے دیکھ کر آغا نے نرمی سے اس کو خود سے الگ کیا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔ آغا نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کے آنسو صاف کئے۔ اب بھی اس کا وجود سسک رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر آغا نے شدت سے اس کو خود میں بھینچ کیا۔

ایم سوری۔۔۔ ایم سو سوری۔۔۔ مجھے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا۔۔۔ کہ "

"تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔۔

وہ شرمندگی سے کہتے کہتے آخر میں شرارت سے بولا۔ اس کی بات سن کر رانیہ نے اس کو گھورا۔ مگر اس کی معنی خیز نظریں خود پر جمی دیکھ کر اس نے سر جھکا لیا۔

"رانیہ۔۔۔"

"جی۔۔۔"

آغا نے اتنی محبت سے اس کا نام لیا تھا کہ وہ جو اس سے ناراض ہونے کا ارادہ کئے بیٹھی تھی بے اختیار ہی بولی۔ رانیہ نے سر اٹھا اس کو دیکھا۔ تو وہ بے خود سا ہوتا اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اس اچانک افتاد پر رانیہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔ وہ اس پر مزید جھکتے سائیڈ سے کمرے کی تمام لائٹس آف کر گیا۔

"آغا۔۔۔ "

اس کو اپنی گردن پر جھکتے دیکھ کر رانیہ نے گھبرا کر جلدی سے کہا۔

"ششش۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے وہ اس کو منع کرتی آغا نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اس کو خاموش کروا دیا۔

" تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ کس دل سے تمہیں وہ سب کہا تھا۔۔"

اس کے لہجے کا کرب محسوس کر کے رانیہ کو لگا کسی نے اس کا دل مٹھی میں دبا دیا ہو۔

"آج میں کچھ نہیں سنوں گا۔۔۔"

اس نے التجائیہ لہجے میں کہا تو رانیہ بھی خاموش ہو گئی۔اس کے خاموش ہونے پر وہ پھر سے اس کے لبوں پر جھکا تھا۔

گھر میں حنا کی خوش خبری کے ساتھ شازم اور ایان کی شادی تھی۔ویسے تو ایان کی شادی اسی کی ایک خالہ زاد سے بچپن میں ہی طے کر دی گئی تھی مگر اس کی ضد پر اس کی شادی اس کی ہی مرضی سے خاندان سے باہر کی جا رہی تھی۔سب لوگ ہی ان کی شادیوں میں مصروف تھے۔حنا کو سب نے ہتھیلی کا چھالا بنایا ہوا تھا۔مگر ہیر تھی جس کو زاویان شاہ کی یاد بری طرح ستا رہی تھی۔

سب لوگ ہی اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف ہیر بھی آج شاپنگ کے لئے گئی ہوئی تھی۔ جب اس کو شاپنگ مال میں اس نے دیکھ لیا۔ آج وہ اکیلی تھی۔ وہ مسلسل اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچی جہاں لوگوں کا گزرنا ہونے کے برابر تھا۔ اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس کی گاڑی پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو ہیر حیران ہوئی کہ کس نے اس کی گاڑی رکوانے کی غلطی کی ہے۔ جیسے ہی اس نے باہر آ کر ان سب کو دیکھا۔ ان سب میں اس دن کے یونی والے لڑکے کو دیکھ کر سمجھ گئی یہ سب کس کا کارنامہ ہے۔ وہ سب لڑکے اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ ہیر ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر پراسرار سا مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ وہ جیسے ہی اس تک آئے ہیر نے بغیر کسی چیز کا لحاظ کئے ان سب کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ اس وقت وہ کسی غنڈے سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

بلال خان جو اس وقت وہاں سے گزر رہے تھے۔ کچھ لڑکوں کو ایک لڑکی کی طرف بڑھتا دیکھ کر ان کی طرف جانے ہی والے تھے کہ اس کو خود ہی

اپنی حفاظت لڑتے دیکھ کر دلفریبی سے مسکرادیا۔ان سب کومار کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھی ہی تھی کہ اس نے ایک ڈنڈا اٹھایااور۔ہیر کی طرف بڑھ گیا۔اس کو ہیر کی طرف بڑھتے دیکھ کر بلال فوراًاس کی طرف گئے اور ایک زوردار مکااس کے منہ پر ماردیا۔ چیخ کی آواز پر ہیر نے مڑ کر دیکھا۔تو کسی کواس پر جھکا دیکھ کر سمجھ گئی کہ کیا ہوا ہے۔

"تھینک یو۔۔"

اس نے سرد واسپاٹ لہجے میں کہا تھا۔اس کا لہجہ ایسا تھا کے اگر وہاں بلال خان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی ہمت نا ہوتی کہ وہ اس سے کوئی اور بات کر سکے۔

جب تک دشمن کو اپنے ہاتھوں سے شکست نادے دی جائے تب تک اس" "کے واپس پلٹ وار کرنے کا چانس ہوتا ہے۔۔۔

وہ جو واپس جانے کے لئے مڑی ہی تھی بلال کے الفاظ پر قدم وہیں تھم گئے۔اس کے بات کرنے کا انداز ہیر کو زاویان کی یاد دلا گیا تھا۔

"دشمن کے مہروں کو مار کر یہ مت سمجھیے گا کہ آپ جیت گئی ہیں۔۔"

بلال نے کہتے ہوئے قدم اس کی طرف بڑھا دیے۔ہیر نے پلٹ کر اس کو دیکھا۔آنکھیں ضبط سے سرخ ہو گئی تھیں۔بلال کو سمجھ نہیں آئی کہ اس نے ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے کہ اس کی آنکھوں میں آنسو ہی آ گئے۔

"میں۔۔۔۔۔نے ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے جو آپ کو اتنا برا لگ گیا ہے کہ آپ جیسی غنڈی رونے ہی لگ گئی ہیں۔۔

وہ جو اس کو جواب دینے لگی تھی اس کے منہ سے اپنے لئے غنڈی کا لفظ سن کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئی۔

"یہ غنڈی کس کو کہا ہے۔۔؟؟؟"

"اس گاڑی کو۔۔"

اس کے بگڑتے تیور دیکھ کر بلال نے جلدی سے گھبرا کر کہا۔وہ جو ابھی اس کا منہ توڑنے کا ارادہ رکھتی تھی۔اس کی بات سن کر بے اختیار ہی ہنس دی۔

اس کی مسکراہٹ بلال خان کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"آپ نے بتایا نہیں آپ رو کیوں رہی تھیں۔۔۔؟؟"

بلال نے ایک بار پھر سے سوال کیا۔

"میں آپ کو کیوں بتانے لگی۔۔۔؟؟"

بلال خان کی بات سن کر اس نے اپنے مخصوص سرد لہجے میں کہا۔

" کبھی کبھی کسی سے اپنے دل کی بات شیئر کر لینی چاہیے۔۔۔"

اس کی بات پر وہ ایک بار پھر سے چونکی تھی۔

"آپ کو کیا ہو جاتا ہے بار بار ایسے کیوں چونک جاتی ہیں۔۔۔۔؟؟ "

بلال خان نے الجھ کر پوچھا۔

"آپ کی باتوں سے مجھے میرے بھائی کی یاد آگئی تھی۔۔"

"استغفر اللہ۔۔۔"

بلال خان تڑپ ہی تو گئے تھے۔ان کا انداز ایسا تھا کے ہیر کی بھی ہنسی نکل گئی۔اس کو ہنستے دیکھ کر وہ کتنی ہی دیر پلک بھی نہیں جھپک سکا تھا۔

"آپ مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔؟؟؟"

اس نے ماتھے پر بل ڈال کر مصنوعی غصے سے کہا۔

"آپ کہ ساتھ فلرٹ کر کے میں نے اپنی ہڈیاں تو نہیں توڑوانی۔۔۔"

اس نے بھی مصنوعی خوف سے کہا۔

"تو پھر میں اس سب کا کیا مطلب سمجھوں۔۔۔؟؟؟"

وہ اب سچ میں سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"میرے پاس اللہ کے فضل و کرم سے ایک بہن ہے۔۔۔۔اب میں اس سے زیادہ کسی لڑکی کو اپنی بہن نہیں سمجھ سکتا۔۔"

اس نے بھی عام سے انداز میں وضاحت دی جیسے ان کی بڑی پرانی ملاقات ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھے سے جانتے ہوں۔

"واٹ ایور۔۔۔دوبارہ مجھے اپنی شکل دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

وہ شانِ بے نیازی سے کندھے آچکا کر کہتی اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ بلال خان نے حیرت سے اس کی گاڑی کو زن سے آگے بڑھتے دیکھا۔ مگر اس کا انداز سوچ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

خان حویلی میں ہر کوئی رائحہ کہ طرف سے ملنے والی خوشخبری پر خوش تھا۔ انہوں نے پورے گاؤں میں مٹھائی تقسیم تھی اس کے علاوہ تمام گھروں میں اناج بھی تقسیم کیا گیا تھا۔ جلال کی تو خوشی کا کوئی ٹھیکانا ہی نہیں تھا۔ اس کو جیسے دونوں جہانوں کی خوشیاں دے دی گئی تھیں۔ سارے کاموں سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں گیا تو اس کو دیکھ

کر رائحہ نے کروٹ بدل لی۔ اس کو یہی لگا تھا کہ وہ شرما رہی ہے۔

" !!!رائحہ "

جلال نے اس کے پاس بیٹھتے محبت سے چور لہجے میں اس کو پکارا تھا۔ رائحہ چاہ کر بھی اس کی پکار کر نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔ اس نے جلال کی طرف رخ کیا تو اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر جلال پریشانی سے بولا۔

کیا ہوا ہے رو ہی آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟؟طبعیت تو ٹھیک ہے۔۔۔"

"؟؟مجھے بتائیں۔۔میں ابھی ڈاکٹر کو بلا کر لے آتا ہوں۔۔۔

پریشانی میں جلال نے ایک ہی سانس میں ساری باتیں کہہ دیں تھیں۔ وہ تو اس کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ مگر اب وہ اس کے لئے پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

جلال کو اٹھتے دیکھ کر رائحہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام کر اس کر روکا۔ تو وہ واپس اس کے برابر لیٹ گیا۔

"تو پھر کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟اتنی پریشان کیوں ہیں۔۔؟؟ "

جلال نے محبت سے اس سے پوچھا۔رائحہ نے لمحے بھر کو اپنا تھوک نگلا تھا۔ جلال کی خوشی دیکھ کر ایک لمحے کے لئے دل نے اپنے ارادے سے باز رہنے کے لئے کہا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے شیطان نے اس کے سارے خیالات کی نفی کر دی۔

"وہ۔۔آپ سے بب۔۔۔۔بات کرنی تھی۔۔۔"

تو کریں نا میری جان اس میں اتنا شرمانے والی کون سی بات ہے۔۔یہ بھی" "میرا ہی کارنامہ ہے۔۔

وہ محبت ہے کہتے ہوئے آخر میں اس کے پیٹ کر ہاتھ رکھ کر شرارت سے بولا۔رائحہ اس کو کیا کہتی اس کی بے باکی پر ہی شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔ اس کو شرماتے دیکھ کر جلال نے کتنی ہی گستاخیاں ایک ساتھ کر دی تھیں۔

"جلال پلیز۔۔۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا تو جلال نے حیرت سے اس کو دیکھا جس کے انداز میں آج بیزاری تھی۔

"کیا ہوا ہے روہی۔۔۔کوئی مسئلہ ہے کیا۔۔۔؟؟"

جلال نے سنجیدگی سے پوچھا۔اگر اس کی جگہ کوئی اور مرد ہوتا تو اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتا۔مگر وہ اب بھی اس کی ہی فکر کر رہا تھا۔

"مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے۔۔۔۔۔۔مجھے ابورشن کروانا ہے۔۔۔"

اس کی بات سن کر کتنی ہی دیر جلال سانس بھی نہیں لے سکا تھا۔اس کو یقین نہیں آرہا تھا یہ اس کو رائحہ نے کہا ہے۔

"کیا بولا ابھی آپ نے۔۔۔۔؟؟"

اس کی بے یقینی دیکھ کر لمحے بھر کر اس کی آواز بھی لڑکھڑا گئی تھی۔

"مم۔۔مجھے یہ بچہ نہیں چاہئے۔۔۔میں ابورش۔۔"

"رائحہ۔۔۔"

ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ جلال کا ہاتھ اٹھ گیا تھا۔رائحہ نے خوف و بے یقینی سے اس کو دیکھا۔جس نے بمشکل ہی اپنا ہاتھ ہوا میں روکا تھا۔اس کو بلکل بھی امید نہیں تھی کہ جلال اس پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے۔

آج تک اس کی ہر بات ماننے والا یہاں تک کے اس کی ہر صحیح اور غلط میں
اس کا ساتھ دینے والا اپنی غلطی نا ہونے کے باوجود اس سے معافی مانگنے والا
اس پر ہاتھ اٹھائے گا۔
شرم نہیں آئی یہ بات کرتے، روح نہیں کانپی اس معصوم کا قتل کرنے کا"
"سوچتے ہوئے۔۔
جلال کو جیسے ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا کہ لائحہ نے یہ بات کی ہے۔
میں ابھی اس ذمہ داری کے لئے تیار نہیں ہوں۔۔۔اور میری"
"پڑھائی۔۔۔
ابھی اس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ جلال نے پھر سے اس کی بات
کاٹ دی۔
پڑھائی پڑھائی پڑھائی۔۔۔میں مانتا ہوں آپ کو پڑھنے کا بہت شوق ہے"
اس کا مطلب یہ تو نہیں اس شوق کے لئے آپ کسی کو جان سے ہی مار دیں
" گی۔۔۔

وہ اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ اس کو احساس ہی نہیں ہوا کہ اس کا لہجہ کتنا سخت ہے۔اور اس کا یہ لہجہ رائحہ کے لئے برداشت کرنا کتنا مشکل ہے۔

"مائیں تو اپنی اولاد کے لئے۔۔۔ساری دنیا سے لڑ جاتی ہیں۔۔۔اور آپ

"ہیں کہ۔۔۔اپنی ہی اولاد کو مارنے کی بات کر رہی ہیں۔۔

اس وقت جلال کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں جن کو دیکھ کر رائحہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"آپ کیسے خود ہی اپنی جنت کو ٹھکرا سکتی ہیں۔۔ "

جلال کی اس بات پہ سن کر رائحہ کی روح تک کانپ گئی تھی۔

"اگر آپ کو اللہ کی نافرمانی کرنی ہے تو اسی وقت چلی جائیں یہاں

"سے۔۔۔میں آپ کو اس قتل کی اجازت نہیں دے سکتا۔۔

اس کے الفاظ رائحہ کی شرمندگی میں اضافہ کر گئی تھی۔مگر اس کے جانے کی بات پر وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔وہ غصے سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔اس کے جانے پر رائحہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

اس دن کے بعد جلال نے لائحہ سے کوئی بات نہیں کی۔ صبح اس کے اٹھنے سے پہلے چلا جاتا اور رات کو اس کے سونے کے بعد واپس آتا۔ رائحہ کی اس بات نے جلال کو بہت تکلیف دی تھی۔ وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہی وہ دیر سے گھر آنے لگا تھا۔ جلال کی بے رخی رائحہ کی شرمندگی میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو تکلیف بھی دے رہی تھی۔ آج دن کے وقت کام کی وجہ سے اس کو گھر آنا پڑھ گیا تھا۔ وہ کمرے میں آیا تو اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑی رائحہ کی اسائنمنٹ پر پڑی۔ وہ کچھ سوچ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ مگر اس کی اسائنمنٹ دیکھ کر جلال کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ اس اسائنمنٹ کے نمبر اس کے فاینل ایگزیمز پر لگنے تھے اور اس کے ماکس زیرو تھے۔ جلال کو سمجھنے میں بلکل بھی دیر نہیں لگی تھی کی یہ سب اس کی ناراضگی کا اثر ہے۔ وہ باہر آیا اور اس

کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ وہ اس کو بیک گارڈن میں نظر آئی تھی۔ جیسے ہی جلال کی نظر اس پر پڑی تو اس کا سر چکرا گیا۔ چند دنوں میں ہی وہ صدیوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔ زرد رنگت آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ بیکھرا حولیہ اس کے پیچھلے دنوں کی حالت کا پتا دے رہے تھے۔ وہ تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ گھر کسی کام سے آیا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس تک آیا۔

"روہی۔۔۔"

جلال کا مخصوص محبت بھرا لہجہ محسوس کر کے وہ خوشی سے اس کی طرف مڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پہلے جیسی چمک دیکھ کر جلال کو حیرت ہوئی تھی۔ کیا وہ اس کے لئے اتنا ضروری تھا؟؟ کہ اس کی چند دن کی ناراضگی نے اس کو زندگی سے اتنا دور کر دیا تھا۔ اس کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ بے اختیار اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ رائحہ کو ایسے روتے دیکھ کر جلال اپنی ساری ناراضگی بھولائے اس کو شدت سے خود میں بھینچ گیا تھا۔

"ایم سوری۔۔۔"

وہ دونوں ایک ساتھ ہی بولے تھے۔اپنی ایک جیسی بات پر وہ خود بھی حیران ہو گئے تھے۔

"مجھے ایسے بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔۔"

وہ پھر سے ایک ساتھ بولے تو پہلے حیران ہوئے پھر ایک ساتھ ہی ہنس دیے۔

"آپ کو تو سچ میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔۔"

جلال نے معصومیت سے کہا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

"پر مجھے بھی آپ سے آرام سے بات کرنی چاہئے تھی۔۔ایم سوری۔۔ "

جلال نے کان پکڑ کر اس سے معافی مانگی تو رائحہ نے اس کے ہاتھ پکڑ کر نیچے کر لئے۔

"ایم سوری۔۔"

اس نے ایک بار پھر بے بسی سے کہا۔اس بار رائحہ کی آنکھیں بھی نم ہو گئ تھیں۔

"بس نا۔۔۔آپ کو پتا ہے میں آپ کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔"

جلال نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔تو اس کے آنسوؤں میں روانی آگئ۔

"اچھا آپ کو معافی چاہیے نا۔۔؟؟"

جلال نے اپنے مخصوص نرم انداز میں کہا۔تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تو۔۔۔۔پھر مجھے ایک کس کریں۔۔"

اس کی بات سن کر لائحہ کی پوری کی پوری آنکھیں کھول گئ تھیں۔

"ہا۔۔۔"

اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا تھا۔

"کس کریں۔۔"

جلال نے ایک بار پھر سے کہا۔

"میں۔۔۔؟؟"

اس کو سمجھ نہیں آئی وہ کیا بول رہی ہے۔

"نہیں تو اور کیا پڑوسن کو کہوں گا۔۔؟؟؟"

جلال نے زرا خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

"پر میں کیسے۔۔۔؟؟"

لائحہ تو بوکھلا ہی گئی تھی۔

"ایسے۔۔۔"

جلال نے ایک بار اس کو عملاً کر کے دیکھایا۔وہ تو پوری کی پوری آنکھیں کھولے اس کو دیکھنے لگی۔رائحہ کو جلال سے اس قدر بے باکی کی امید نہیں تھی کہ وہ جگہ کا بھی خیال نہیں کرے گا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔۔۔"

جلال نے ناراضگی سے کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔اس کو جاتا دیکھ کر لائحہ کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے ہی رہ گئی تھی۔اس نے فوراً

جلال کا ہاتھ پکڑ کر اس کو روک لیا۔ جلال اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اس کی طرف مڑا۔ چہرے پر فوراً خفگی کے تاثرات سجا لئے۔

"اچھا کر رہی ہوں۔۔۔ میں نے منع تو نہیں کیا۔۔"

رائحہ نے فوراً اپنا بیان بدلا تھا۔

"آپ اتنے لمبے ہیں میں کیسے کروں۔۔۔؟؟"

اس نے ایک اور بہانا بنایا۔

"میں بھی تو روز کرتا ہوں۔۔۔ کیا میں نے کبھی کہا ہے کے آپ بہت چھوٹی ہیں۔۔؟؟"

جلال نے مزید خفگی دیکھاتے کہا تو اس نے منہ بنا لیا۔

"اچھا میں جا رہا ہوں۔۔۔"

جلال ایک بار پھر سے کہتے ہوئے مڑا تھا۔ اب کی بار اس کو سچ میں جاتا دیکھ کر رائحہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو روک لیا۔ جلال نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کو دیکھا۔ اگلے ہی لمحے اس کے ماتھے کے بل سیدھے ہوئے تھے۔

جب رائحہ نے اپنے پیر اوپر کرتے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اس کر خود پر جھکا لیا۔ ایک لمحے سے پہلے وہ پیچھے ہونے والی تھی کہ جلال نے اس کو روک لیا۔ کچھ دیر تک اس کر محسوس کرنے کے بعد جلال نرمی سے اس سے الگ ہوا۔ جلال کے آزاد کرنے پر وہ اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ جلال نے پر سکون سی سانس خارج کر کے اس کے گرد اپنا حصار مضبوط کر لیا۔

شاویز ملک بہت عرصے سے ہیر سے بدلہ لینے کے لئے پلیننگ کر رہا۔ تھا مگر وہ کسی صورت اس کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ ہر بار وہ کسی نا کسی طرح بچ جاتی تھی۔ اس بار وہ کچھ بڑا کرنے کا سوچ رہا تھا۔ اس کے جن دوستوں کو ہیر نے مارا تھا ان میں سے کچھ نے تو اس کو دوبارہ ہیر سے پنگا لینے سے

منع کر دیا تھا۔ مگر ایک دوست تھا جو مسلسل اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا کہ اس کو وہی لڑکی چاہئے ہر حال میں۔ اب وہ ہیر کو ٹریپ کرنے کا سوچ رہے تھے۔

حنا کو اللہ نے دو جڑواں بیٹوں سے نوازا تھا۔ شاہوں کی خوشی کا تو کوئی ٹھیکانا ہی نہیں تھا۔ پہلی خوشی اور وہ بھی بیٹے۔ ایک نہیں بلکہ دو دو۔ جازم نے تو حنا کو اپنے سر پر بیٹھا لیا تھا۔ ہر کوئی بہت زیادہ خوش تھا۔ نام رکھنے کی باری آئی تو حنا نے بڑے بیٹے کا نام دلاور رکھا۔ اور عاقب شاہ کے کہنے پر چھوٹے بیٹے کا نام اذان رکھ دیا گیا۔ جب حنا ہسپتال سے واپس آئی تو گھر کے سب بڑوں نے زور دیا کہ دلاور کی جگہ اذان سے ملتا جلتا نام رکھو۔ مگر اس کی اداسی دیکھ کر عاقب شاہ نے کہا کہ گھر میں اس کا نام بدل دو مگر پیپر زمیں

دلاور ہی رہنے دو اس طرح بڑوں کی۔ بات کا مان ابھی رہ جائے گا اور حنا کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ حنا نے ایسا ہی کیا دلاور کا نام اذلان رکھ دیا۔

سب گھر والے اس کو اذلان

ہی کہتے تھے مگر حنا اور ہیر اس کو دلاور کہتے تھے۔

رائحہ کو اللہ نے دو بیٹے دیے۔ جن کے نام جلال نے مرتضیٰ اور مقتضیٰ حدی رکھے تھے۔ مقتضیٰ کو گھر میں سب ہی حدی کہتے تھے۔ سبز آنکھوں والا مقتضیٰ ہر وقت سنجیدہ رہتا تھا۔ مگر مرتضیٰ اپنی شرارتوں اور معصومانہ حرکتوں کی وجہ سے سارے گھر کا لاڈلا تھا۔ رائحہ کی ابھی پڑھائی مکمل نہیں ہوئی تھی اس لئے کسی نے اس پر کسی بھی قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تھی۔ اس لئے حدی زیادہ تر افراہیم خان کے ساتھ ہوتا تھا۔ رائحہ کی پڑھائی ڈسٹرب نا ہو۔ اس لئے انہوں نے حدی کی ذمہ داری خود لے لی تھی۔

رائحہ جواس ذمہ داری کے لئے خود کو تیار نہیں سمجھ رہی تھی۔ سب گھر
والوں نے اس کا خوب ساتھ دیا تھا۔ ابراہیم خان اور زرمنیہ ابھی بھی ویسے
ہی تھے ناہی پہلے ان کو رائحہ سے کوئی فرق پڑتا تھا ناہی مرتضیٰ اور حدی کی
وجہ سے ان کے رویے میں کوئی بدلاؤ آیا تھا۔ زرمنیہ تو بس بلال سے شادی
کرنا چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ ناہی اس کو کچھ نظر آتا تھا اور ناہی وہ کچھ دیکھنا
چاہتی تھی۔ بلال تو اس کی دن رات بڑھتی بے باکیوں سے تنگ آچکا تھا۔
اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ زرمنیہ کو جان سے ہی مار دے۔ اگر کوئی اس
سے اس کی آخری خواہش بھی پوچھتا تو بھی وہ سب کے سامنے بغیر کسی کا
لحاظ کئے کہہ دیتا کہ اس کو زندگی میں دوبارہ کبھی زرمنیہ کی شکل نا دیکھنی
پڑے۔ وہ بھی ڈھیٹائی سے کہہ دیتی کہ شادی کرے گی تو صرف بلال
سے۔ بلال بھی کہہ دیتا کسی راہ پڑی سے شادی کر لے گا مگر زرمینہ سے
شادی نہیں کرے گا۔ مگر اس کی بے باکی عروج پر تھی آرام سے کہہ دیتی
کہ شادی سے پہلے سب ہی ایسا کہتے ہیں۔ اس کہ یہ ہی باتیں اور حرکتیں

بلال کے غصے کو بڑھا دیتی تھیں۔گھر کا ہر فرد جانتا تھا بلال کو زرمنیہ سے کتنی چڑ ہے۔اس کو آتا دیکھ کر ہی وہ اس جگہ سے ہی اٹھ کر چلا جاتا۔جہاں زرمنیہ کا ذکر ہوتا وہاں بلال کا غصہ سوا نیزے کو پہنچ جاتا۔

تین سال بعد

زاویان گھر واپس آیا تو اس کو سامنے دیکھ کر ہیر کی چیخ ہی نکل گئی۔

"آ۔۔۔۔زاوی بھائی۔۔۔"

وہ چیختے ہوئے اس کے سینے سے جا لگی تھی۔اتنے سالوں بعد اس کو دیکھ کر ہیر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اس کو ایسے روتا دیکھ کر زاویان نے محبت سے اس کو چپ کروایا۔

بس میرا بچہ کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟اتنا روتے ہیں بھائی کے آنے پر؟؟"

زاویان نے محبت سے اس کو سمجھایا انداز ایسا تھا کہ کسی بچے کو سمجھا رہا ہو۔

"آپ نے اتنی دیر کر دی آنے میں۔۔۔"

اس نے روتے ہوئے شکایتی انداز میں کہا۔

" کیا کروں۔۔۔۔؟؟؟کام تھا نا۔۔۔"

زویان نے ایک بار پھر سمجھایا۔

"پرومس کریں دوبارہ ایسے نہیں کریں گے۔۔۔"

ہیر نے بچوں کی طرح اس سے وعدہ لینا چاہا۔

"بچہ تم جانتی ہو میں اس طرح کا وعدہ نہیں کر سکتا۔۔۔"

زاویان نے بے بسی سے کہا۔

"تو پھر دوبارہ اتنی دیر کے لئے ایسے نہیں جائیں گے۔۔"

اس نے اداسی سے کہا۔

"تم جانتی ہو میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔۔"

"جائیں پھر میں نے بھی آپ سے بات نہیں کرنی۔۔"

زاویان نے بے بسی سے کہا تو وہ بھی ناراض ہو گئی۔

اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ ہیر نے اس کو بولنے سے پہلے ہی ٹوک گئی۔

"اور اب مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔"

وہ غصے سے اس کو حکم دے کر چلی گئی تھی۔

"ہیر بات تو سنو۔۔"

اس کو منانے کے لئے وہ اس کے پیچھے گیا تھا۔ زاویان کے لاکھ جتن کرنے پر بھی وہ نہیں مانی تھی۔

جب زاویان کو پتا چلا تھا کے اس کے دادا جان نے خانوں کے گھر اس کے رشتے کی بات کی ہے۔ وہ تو ہتے سے ہی اکھڑ گیا تھا یہ بات سب ہی جانتے تھے کے اس کا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مگر وجہ ہیر کے علاوہ کوئی نہیں

جانتا تھا۔بس ہیر ہی جانتی تھی کے وہ اپنے کام کی وجہ سے کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔وہ کسی کی بیٹی کو گھر لا کر اس کو سالوں کے لئے انتظار کی سولی پر نہیں لٹکا سکتا تھا۔وہ تو جانتا بھی نہیں تھا کے وہ واپس آ بھی سکے گا کہ نہیں۔اور اگر وہ واپس نا آیا یا وہیں مر گیا تو اس کے گھر والوں کو خبر بھی نہیں ہو گی۔وہ سب جانتے ہوئے کسی کی بیٹی کے ساتھ یہ ظلم نہیں کر سکتا تھا۔ہیر ابھی تک اس سے ناراض تھی۔اس لئے رات کو جب وہ اس کے کمرے میں آئی تو اس کو دیکھ کر زاویان کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔وہ اس کو دیکھ کر اٹھ کے بیٹھ گیا۔وہ اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔

"تم خود کیوں آئی مجھے بلا لیا ہوتا۔۔۔؟؟"

ہیر کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اس کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

"میں خود آپ کے کمرے میں آ گئی ہوں اس کا مطلب یہ ہر گز مت سمجھیئے گا کے میری ناراضگی ختم ہو گئی ہے۔۔۔انفیکٹ آپ کے لائبہ سے شادی سے انکار نے میری ناراضگی کو بڑھا دیا ہے۔۔۔"

"کیوں؟؟؟"

زاویان نے حیرت سے پوچھا تھا۔

کیونکہ آپ نے جس سے شادی سے انکار کیا ہے وہ لائبہ میری دوست "

"ہے۔۔۔

ہیر سے غصے اور خفگی سے کہا تو وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔

کیوں سب جانتے ہوئے ابھی اپنی دوست کی زندگی خراب کرنے پر تلی"

"ہو۔۔۔؟؟؟

"اس میں زندگی خراب ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔؟؟"

وہ چڑ کر بولی۔

تم میرے کام کی نوعیت کو اچھے سے جانتی ہو۔۔میں سالو سال گھر واپس"

نہیں آتا میرا گھر میں کسی سے رابطہ نہیں ہوتا۔۔اور اگر کسی مشن کے

دوران میں مر گیا تو گھر میں تو کسی کو خبر تک نہیں ہو گی۔۔اور جس سے بھی

میں نے شادی کی وہ بے چاری ساری زندگی انتظار کی سولی پر ہی لٹکی رہے
"گی۔۔

زاویان نے اس کو سمجھانے کی ایک اور ناکام کوشش کی۔

اگر ہر پاک سپاہی یہ ہی بات سوچ کر شادی نہیں کرے گا تو ہم جیسی"
"فوجیوں کی دیوانیوں کا کیا ہو گا۔۔؟؟

اس نے آنکھیں گھوما کر کہا۔اس کا انداز ایسا تھا کے وہ کسی صورت سمجھنے کو
تیار نہیں ہے۔

اور بھائی پلیز۔۔۔۔اگر آپ کی شادی ہو گی تو صرف لائبہ سے۔۔۔"
اگر آپ نے مجھے منانا ہے تو شادی کے لئے ابھی کہ ابھی ہاں کر دیں
"شرافت سے۔۔۔ورنہ میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔

اس کو نا مانتے دیکھ کر پیر نے آخری دھمکی بھی دے دی۔

"اچھا میں سوچ کے بتاؤں گا۔۔"

زاویان نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ مگر اس کا ارادہ بعد میں بھی انکار کرنے کا ہی تھا۔

ٹھیک ہے سوچ لیں مگر جب تک آپ ہاں نہیں کریں گے مجھ سے بات" "کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔

وہ بھی اپنے اس بھائی کی رگ رگ سے واقف تھی۔ وہ اس کو اپنی سنا کر چلی گئی۔ وہ پیچھے سے ارے ارے کرتا رہ گیا۔ مگر وہ بھی ہیر تھی کسی کی نا سننے والی۔ فل وقت بات ٹل گئی تھی وہ اسی میں خوش تھا۔

شازم اور ایان کی شادی کی بات چلی تو ایان نے شادی سے صاف انکار کر دیا۔ وہ اپنی کزن سے بلکل بھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سب لوگ ہی پریشان تھے کے وہ تو اس کے بچپن کی منگ ہے اب ان لوگوں کو انکار کیسے کیا جائے؟؟ ایان کے انکار کی وجہ سے سب ہی گھر والے پریشان تھے۔

ایان نے ضد پکڑلی تھی کہ اگر وہ شادی کرے گا تو صرف اور صرف اپنی مرضی سے اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے گھر والوں کی پسند کی ہوئی لڑکی سے شادی کرنے کا۔ایان کے انکار کی وجہ سے شادی کچھ وقت کے لئے ملتوی ہوگئی تھی۔ مگر کچھ عرصے بعد بھی ایان نے وہی کہا تھا۔اب کسی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ انکار کیسے کیا جائے۔اس لئے عاقب شاہ کے کہنے پر پہلے شازم کی شادی کا سوچا گیا۔ایان کی شادی بعد میں کرنے کا ارادہ کرتے شازم کی ہی شادی اس کی ایک خالہ زاد سے کر دی گئی۔اس کی شادی کو دو سال ہو گئے تھے۔ مگر اس کے گھر اولاد نا ہوئی تو شازم نے بات بات پر اس کو طنز کرنا شروع کر دیا جیسے اس سب میں اسی کا سارا قصور ہو۔ شازم بات بات پر حنا کے لئے کہتا کہ وہ اس نے تو شادی کے بعد جلد ہی خوش خبری دے دی تھی۔ یہ ہی چیز تھی جس نے اس کو حنا سے بد ظن کر دیا۔ تھا۔ بات بات پر بعانے اور اس کی مثالیں ملنے پر اب وہ سارا غصہ ہی حنا پر نکالتی تھی۔اور حنا بے چاری یہ سوچ کر برداشت کر لیتی کے وہ شازم کی باتوں کی

وجہ سے پریشان ہے اس لئے ایسا بول جاتی ہے جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی۔
مگر ایسا کچھ نہیں ہونے والا تھا۔۔اذلان جب تین سال کا ہوا تو شازم کی
طرف سے خوش خبری ملی جس کو سن کر ایک بار پھر شاہ خاندان میں خوشی
کی لہر دوڑ گئی۔ہیر کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔اس نے تو پہلے ہی
کہہ دیا تھا اگر بیٹی ہوئی تو اس کی شادی اذلان سے کی جائے گی۔ مگر شازم
سوچتے کے کہتا کہ اس کا بیٹا ہو۔سب ہی اس کی اس خواہش کے لئے یہی
وہ یہ سب وقتی طور پر کہہ رہا ہے جب اس کی اولاد پیدا ہو گی تو وہ چاہے بیٹی
ہو یا بیٹا وہ اس سے بہت پیار کرے گا آخر اتنی دعاؤں کے بعد اس کو یہ خوش
خبری ملی ہے۔ مگر جب اس کی پہلی اولاد بیٹی ہوئی تو وہ اس کی شکل دیکھے بغیر
ہی وہاں سے چلا گیا۔اور سب ہی اس کی اس حرکت پر پریشان تھے۔
سوائے جازم اور ایان کے۔ان کو لگ رہا تھا کہ اس نے بلکل ٹھیک کیا ہے۔
کسی کو اس معصوم پر ترس نا آیا تو حنا نے ہی اس کو گود میں اٹھا لیا۔وہ اس کو
اتنی پیاری لگی تھی کے اسی وقت حنا نے اس کو اذلان کے لئے سوچ لیا تھا۔

مگر اس وقت حالات ایسے تھے کہ وہ چاہ کر بھی اپنی اس خواہش کا اظہار نا کر سکی۔ مگر ہیر کی زبان کو کون خاموش کروا سکتا تھا۔ فوراً بولی۔

" حنا تم دنیا کی پہلی ساس ہو گی جو اپنی بہو کو خود ہی پال رہی ہے۔ "

حنا اس کی بات پر بس مسکرا دی۔ اس کا نام بھی کسی نے رکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اس لئے ہیر اور حنا نے ہی اس کا نام رویہار رکھا تھا۔ چند سال مزید گزر گئے۔ ایان تو ابھی تک بضد تھا کہ وہ اپنی مرضی سے ہی شادی کرے گا۔ اور وہ جس لڑکی کو پسند کرتا ہے اس کے گھر رشتہ لے کر جائیں وہ اتنے سالوں سے اس کی وجہ سے گھر بیٹھی ہے۔ اس کو بس اپنی پسند نظر آ رہی تھی وہ یہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ خاندان میں بھی کوئی ہے جو سالوں سے اس کے نام پر بیٹھی ہے۔

اذلان ہمیشہ ہی حنااور ہیر کے ساتھ رہتا تھا۔اذلان کو حنانے شروع سے ہی صحیحیح اور غلط کی تمیز سیکھائی تھی۔وہ بڑوں کی عزت کرنا بھی جانتا تھا۔ اور صحیحیح اور غلط میں ہمیشہ صحیحیح کو ہی چنتا تھا۔وہ بہت چھوٹی عمر سے ہی جانتا تھا کون سا کام اچھا ہے اور کون سا کام برا ہے۔ مگر اذان زیادہ تر جازم کے ساتھ ہوتا تھا۔اس لئے وہ اسی کہ طرح ضدی ہوتا جارہا تھا۔حنا جب بھی اذان کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرتی جازم اس کو یہ کہہ کر خاموش کروادیتا کہ ابھی اذان بچہ ہے بڑا ہو کر وہ ٹھیک ہو جائے گا۔اور وہ ہم سے ضد نہیں کرے گا تو اور کس سے کرے گا۔حنا جب بھی یہ کہتی کے دلاور بھی تو ہے وہ تو بلکل بھی ضد نہیں کرتا۔ مگر جازم ہمیشہ کہہ دیتا کہ وہ بار بار اذان کو اذلان کی مثالیں نادیا کرے اس طرح دونوں بھائیوں میں بد گمانی مگر وہ پیدا ہو جائے گی۔اس لہٰذ سے حنا کو جازم کی بات ٹھیک بھی لگی تھی ہمیشہ ہی اذان کے لئے فکر مند رہتی تھی۔اب تو وہ اکثر ہی حنا سے بد تمیزی

کرنے لگا تھا۔اذان گھر میں جازم، شازم اور ایان کا بہت لاڈلا تھا۔ کوئی بھی اس کو کچھ کہنے ہی نہیں دیتا تھا۔

ایان کی ضد پر آخر سب گھر والوں کو ہتھیار ڈالنے کی پڑے تھے۔اس کی شادی اس کی مرضی سے ہی کی جا رہی تھی۔ سب لوگ ہی اس کی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ گھر پر اس وقت کوئی مرد نہیں تھا۔اس لئے حنا کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔ ہیر نے اس کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہا تھا مگر اس نے منع کر دیا۔ ہیر کو بھی اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔اس لئے ہیر خود ہی شاپنگ پر چلی گئی تھی۔اس کا ارادہ گھر کے بچوں اور حنا کے لئے شاپنگ کرنے کا تھا۔ حنا نے کتنا منع کیا کے ابھی مت جاؤ گھر کا کوئی مرد آ جائے تو اس کے ساتھ چلی جانا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا وہ اس کی سنے بغیر ہی شاپنگ پر اکیلی نکل گئی۔ وہ ہمیشہ اپنی شاپنگ خود کرتی تھی اور

اکثر باہر بھی جاتی رہتی تھی۔اس لئے کسی کو اس کی زیادہ فکر نہیں ہوئی۔
مگر حنا کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا

ہیر اپنے دھیان میں شاپنگ مال سے باہر نکل کر پارکنگ کی طرف جا رہی تھی جب کسی نے اس کے سر پر پیچھے سے وار کیا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی ہوش وہواس سے بے گانا اس سے بازوؤں میں جھول گئی۔

آخر اتنے سالوں بعد ہاتھ آ ہی گئی ہے۔۔۔اب دیکھ میں کیا کروں گا"

"تیرے ساتھ۔۔۔

شاویز ملک ہیر کے بے ہوش وجود سے محاتب ہو کر بولا اور اس کو لے کر اپنی گاڑی میں ڈال دیا۔

وہ تینوں اپنے ڈیرے میں موجود تھے۔ حرام مشروب ان کے سامنے تھا۔
وہ تینوں ہی آج ایان کی خوشی میں خوش تھے۔اس لئے ڈیرے پر خاص
احتمام کیا گیا تھا۔کچھ لڑکیا بھی وہاں موجود تھیں۔ایان سب سے پہلے اُٹھا
اور ایک لڑکی کا ہاتھ تھام کر اس کو کمرے میں لے جانے لگا جب وہ اس کے
پاؤں پڑ گئی۔

نہیں شاہ سائیں۔۔۔ایسا مت کریں۔۔۔ تین دن بعد میری شادی"
ہے۔۔۔شاہ سائیں رحم کریں مجھ غریب پر۔۔۔ایک عزت ہی تو
"ہے۔۔۔میرے پاس یہ مت کریں۔۔

وہ روتی بلکتی اس کو کہہ رہی تھی۔

"بکواس بند کر اپنی اور چل اندر۔۔۔"

ایان نے غصے سے اس کے منہ پر الٹے ہاتھ کا تھپڑ مارا تھا۔

"بابا سائیں۔۔ایان چچا سائیں کیا کر رہے ہیں اس کے ساتھ۔۔۔؟؟"

وہاں پر موجود گیارہ سالہ اذان نے پوچھا۔

"دیکھو گے۔۔"

جازم نے پیار سے اس کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ بچہ تھا۔ مگر جازم تو اس کو اپنے جیسا بنانے کے لئے اس معصوم کے ذہن میں الٹی سیدھی باتیں ڈال رہا تھا۔ اذان نے سر اثبات میں ہلایا تو جازم نے ایان کو کہا۔

"ایان اس کو بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو اس کے ساتھ۔۔

جازم نے اذان کو محبت سے دیکھ کر کہا اور آخر میں حقارت سے اس کو دیکھا جو جازم کی بات سن کر کانپ کر رہ گئی تھی۔ اس کو نفرت ہو رہی تھی جازم کے وجود سے جو ایک معصوم بچے کے ذہن میں اس قسم کی گھٹیا باتیں ڈال رہا تھا۔

"آجا میرے شیر۔۔۔۔"

ایان مسکرا کر کہتا اس لڑکی کو گھسیٹ کر اندر لے گیا تھا۔اس کے پیچھے اذان بھی اندر چلا گیا۔ایان نے دروازہ بند کر دیا۔ابھی وہ بچہ تھا اس لئے اذان تھوڑا ڈر بھی رہا تھا۔

"ڈر لگ رہا ہے۔۔۔"

ایان نے پیار سے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔اس کو مسلسل چیختے دیکھ کر ایان نے اس کے ہاتھ بیڈ کراؤن کے ساتھ باندھ کر اس کا منہ بھی بند کر دیا۔اذان کو اب بھی ڈر لگ رہا تھا۔

"ارے اذان ڈرو نہیں دیکھو مجھے تو کچھ نہیں ہو رہا۔۔۔"

ایان نے پیار سے اس کو اپنے پاس بلایا۔جبکہ وہ لڑکی نفرت سے ایان کو دیکھ رہی تھی۔جو ایک چھوٹے بچے کو اپنے ساتھ اس کاموں میں لگا رہا تھا۔وہ مسلسل خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔مگر اس نے ایک ہی جھٹکے سے اس کے کپڑے پھاڑ دیے۔اور اذان کے معصوم ذہن میں پہلی بار عورت کے کمزور ہونے کی بات نقش ہو گئی۔ایان نے درندگی دیکھاتے

ہوئے ایک بار بھی نہیں سوچا کے اذان کا معصوم ذہن اس بات کو قبول کر چکا ہے۔ وہ گناہ کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"دیکھو کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔ کیوں ڈر رہے تھے۔۔۔؟؟ جب تم تھوڑے بڑے ہو جاؤ گے تو تم بھی ایسا کر کے دیکھنا کتنا مزا آتا ہے۔۔۔ اور ہاں یہاں پر جو بھی ہوا ہے وہ گھر جا کر ماما سائیں کو نہیں بتانا۔۔۔ ورنہ پتا ہے نا کہ وہ آپ کو ماریں گی۔۔ وہ تو بس اذلان کو ہی پیار کرتی ہیں۔۔"

ایان نے اس کے ذہن میں الٹی سیدھی باتیں ڈالیں۔ وہ تو اپنے باپ اور دونوں چاچا کو ہی اپنا دوست سمجھتا تھا۔ اس لئے ان کی باتیں بھی اذان کے دل میں بیٹھ گئیں۔ وہ دونوں جب باہر گئے تو اس کو دیکھ کر جازم فخر سے مسکرایا جیسے بہت اچھی چیز سیکھ کر آ رہا ہو۔

"دیکھئے بھائی اذان کتنا بہادر ہے یہ تو بلکل بھی نہیں ڈرا۔۔۔"

ایان اپنے اذان کو گود میں اٹھا کر ایسے کہا جیسے اس نے کوئی بہت نیک کام کیا ہو۔

واہ میرے شیر۔۔۔کل کو تم نے ہی تو ہمارا کام سنبھالنا ہے۔۔۔اچھی "
"بات ہے کے ابھی سے سیکھ جاؤ سب۔۔۔

جازم نے غرور سے گردن اکڑا کر کہا۔وہ تینوں ہی بہت خوش تھے کہ آج اذان نے خود پہل کی تھی۔اس بات سے انجان کے مکافاتِ عمل ان کے در پر کھڑا ہے۔وہ تینوں خوشیاں منانے میں مصروف تھے۔اور ساتھ ہے اذان کو اپنے کام کے بارے میں بھی چھوٹی چھوٹی باتیں سمجھا رہے تھے۔

اس کو جب ہوش آیا تو خود کو ایک کمرے میں بند دیکھ کر اس کر کچھ وقت لگا تھا سب کچھ سمجھنے کے لئے۔جیسے ہی اس کو احساس ہوا تو اس نے بیٹھنے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ ایک ہتھ کڑی کی مدد سے بیڈ کراؤن کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ہیر کا دل لمحے بھر کو کانپ گیا۔اسی وقت کوئی اندر آیا

تھا۔سامنے موجود شخص کو دیکھ کر ہیر کو لگا اس نے شاویز ملک کو کہیں دیکھا ہے مگر یاد نہیں آیا۔وہ یونی والا واقع مکمل طور پر بھول چکی تھی۔

"کون ہو تم اور مجھے کیوں یہاں پر لے کر آئے ہو۔۔۔"

وہ غصے سے چیخی تھی۔

"بتاتا ہوں۔۔۔بتاتا ہوں۔۔۔۔اتنی جلدی بھی کیا ہے۔۔۔؟؟"

ہیر نے جتنے غصے سے کہا تھا۔شاویز ملک اتنے ہی تحمل سے بولتا ہیر کے غصے کو بڑھا گیا تھا۔

میں نے پوچھا ہے کون ہو تم۔۔۔؟؟اور مجھے یہاں کیوں لے کر آئے"

"ہو۔۔؟؟

ارے تم تو مجھے بھول گئی میں تو کتنے سالوں سے اس تھپڑ کا بدلا لینے کا"

" موقع ڈھونڈ رہا تھا۔۔

اس کی بات سن کر ہیر کو یاد آیا تھا کہ شاویز کو ہیر نے یونی میں تھپڑ مارا تھا۔

ایک دفعہ کھولو مجھے پھر میں بتاتی ہوں۔۔۔میں تھپڑ کے علاوہ بھی کیا کچھ "
"کر سکتی ہوں۔۔

ہیر نے خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے غصے سے کہا۔

میں چاہتا تو تمہاری بے ہوشی میں بھی اپنا کام کر سکتا تھا۔۔۔پر تمہارا"
"پھڑ پھڑانا مجھے سکون دے رہا ہے۔۔۔

اس کی بات پر ہیر کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔تب سے اس نے اب خود کو دیکھا تھا۔جس کے تن پر صرف ایک نائٹی تھی۔اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے موجود اس سفاک انسان کو دیکھا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔"

اس بار ہیر کا لہجہ نم ہو گیا تھا۔

اب آئی نا اپنی اوقات میں۔۔۔۔ تمہیں ایسے گڑگڑاتے دیکھ کر بہت"
سکون مل رہا ہے۔۔۔۔ تمہیں بھی تو بتانا ہے جب سب کے سامنے عزت
"جاتی ہے تو کیسا لگتا ہے۔۔

وہ سفاکی سے مسکراتے ہوئے ہیر کی طرف بڑا۔

میرے پاس مت آنا۔۔۔تم نہیں جانتے میرے بھائی کو کون ہیں"

"وہ۔۔۔۔۔چھوڑیں گے نہیں وہ تمہیں۔۔

شاویز کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ اس کو دھمکی دیتے ہوئے بولی۔جبکہ شاویز ہیر کی اس حرکت پر مسکرا دیا۔

"رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔۔"

وہ استہزایہ انداز میں بولا تھا۔

"دیکھو میں سچ بول رہی ہوں چھوڑ دو مجھے ورنہ پچھتاؤ گے۔۔۔"

وہ مسلسل مزاحمت کرتے ہوئے اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش میں تھی۔مگر شاویز اس کو نظر انداز کرتا اس کے قریب آیا۔اور ایک انجیکشن نکال کر اس کی طرف بڑھا۔

"نن۔۔۔نو ڈوٹ ڈو دس۔۔۔۔"

اس بار ہیر کی آواز لڑکھڑا گئی تھی۔

فکر مت کرو تمہیں بے ہوش نہیں کروں گا۔۔۔ صرف بے بس کر کے "

"تمہاری بے بسی کو انجوائے کروں گا۔۔۔

وہ شیطانیت سے بولتا ہیر کو خوف زدہ کر گیا تھا۔ ہیر بری طرح جھٹپٹاتی خود کو چھوڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس نے انجیکشن لگا کر اس کو ساکت کر دیا۔ ہیر خود کو چھوڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر انجیکشن نے اثر دیکھانا شروع کر دیا۔ ہیر کے پھڑ پھڑاتے ہاتھ پیر سن پڑنے لگے تھے۔ اس نے منہ سے کچھ کہنا چاہا تھا مگر ہیر کی زبان نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔ بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ وہ نم آنکھوں سے شاویز کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی۔ ہیر نے شدت سے اپنے مرنے کی دعا کی تھی۔ جیسے اس کی دعا لبوں پر دی دم توڑ گئی تھی۔ وہ بے بسی سے چیخنا تو دور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔ اور جازم شاہ کے لیے کی سزا ہادیہ شاہ کا نصیب بن گئی تھی۔ مکافاتِ عمل شروع ہوا تو ہیر کی روح کی دھجیاں بکھیر گیا۔ اس کے بھائیوں کے کیے کی سزا ہیر کا نصیب بن

نہیں رہا کہ وہ کہاں ہے۔بس جب بھی گئی۔اس کے بعد ہیر کو کچھ ہوش ہوش آتا تو ایک ہی منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا۔وہ بے بسی سے اپنی ذات کے غرور کو ٹوٹتا دیکھتی۔اس کو تو یہ بھی نہیں پتا تھا لے وہ کب سے وہاں ہے اور کتنا وقت گزرا؟؟ یا کتنے دن گزر گئے؟؟

شاویز ہیر کو بے ہوشی کا انجیکشن دینا بھول گیا تھا۔ہیر نے اپنی ذات کی کرچیاں خود ہی اٹھائیں۔اور آگے پیچھے دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کی کے وہ کہاں ہے۔جب سمجھ آیا تو دل کیا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے مگر آنسو بھی ختم ہو گئے تھے۔وہ اٹھی اس نے خود کو چھپانے کے لئے کچھ ڈھونڈنا چاہا تو اس کو کچھ نا ملا سوائے اس شیطان کے کپڑوں کے۔ہیر نے سوچنے کے لئے وقت نہیں لیا بلکہ شاویز کا ہی لباس پہن لیا۔اور گرتے پڑتے اس

فام ہاؤس سے نکل کر باہر چلی گئی۔ہیر کی حالت اس وقت قابل رحم تھی۔ وہ کہاں جارہی ہے اس کو کچھ نہیں پتا تھا۔وہ بس مردہ قدموں سے چلتی جا رہی تھی۔ناجانے کتنے گھنٹے چلنے کے بعد وہ شاہ حویلی کے دروازے پر گری تھی۔زاویان جو گھر ہی آرہا تھا۔ہیر کو اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل بند ہونے کو تھا۔وہ فوراً اس کو لے کر شاہ حویلی کے اندر لے گیا تھا۔شاہ حویلی میں ایک قیامت برپا ہو گئی تھی۔جازم، شازم اور ایان نے تو اس کو اپنانے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ایان اور حنا ہی تھے جنہوں نے ہیر کو سنبھالا تھا۔

ایان جو شادی کے لئے کسی سورت نہیں مان رہا تھا اب کی بار کچھ سوچ کر اپنے بابا سائیں کو شادی کے لئے ہاں کر دی۔مگر اس نے کچھ وقت مانگا تھا۔ شازم اور ایان کو تو جیسے کوئی فکر ہی نہیں تھی وہ تو حنا کو جازم کا یہ رویہ بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔اس دن حنا نے پہلی بار جازم کا اختلاف کیا تھا۔اور جازم نے اس کو اس کی حیثیت باور کروادی تھی۔پہلی بار حنا ٹونٹی تھی۔ اس دن کے بعد حنا نے اپنے لبوں پر ایسا قفل لگایا تھا کہ وہ ساری زندگی نہیں

کھلا۔ زاویان نے لائبہ کے گھر جب رشتہ بھیجا تو اس نے بلال خان کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ ہیر سے شادی کرے۔ زرمینہ نے تو پورا گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔ مگر بلال کو اس سے جان چھڑانے کا اچھا موقع ملا تھا۔ جس کو اس نے ہاتھ سے بلکل بھی جانے نہیں دیا تھا۔ ایان کی شادی کے ساتھ ہی زاویان کی شادی لائبہ سے اور بلال سے ہیر کی شادی ہو گئی تھی۔

زاویان نے اس سے ہیر کے بارے میں کچھ نہیں چھپایا تھا۔ جبکہ خان حویلی نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ بلال کی شادی ہیر سے نا ہو۔ خاص کر کے زرمینہ اور ابرہیم عین نکاح کے وقت تک کوشش کرتے رہے تھے کہ یہ شادی رک جائے مگر قسمت میں جب کوئی لکھ دیا جائے تو ہزار دور رہنے کی کوشش کے باوجود قسمت آپ کو اس شخص کے سامنے لے ہی آتی ہے۔ اور جو شخص قسمت میں نا ہو وہ کسی صورت آپ کو نہیں ملتا۔ قسمت کو صرف دعائیں ہی بدل سکتی ہیں۔ جو کہ زرمینہ خان بلکل بھی نہیں کرتی تھی۔ اس کو اللہ سے زیادہ خود پر یقین تھا اور زرمینہ کو یہی چیز لے ڈوبی

تھی۔ شادی کے بعد جب بلال نے ہادیہ عرف ہیر کو دیکھا تو کتنی ہی دیر سکتے میں رہا تھا۔اس کو بے اختیار ہی وہ لڑکی یاد آئی تھی۔ جس نے اکیلے ہی اتنے لڑکوں کو پیٹ کو خود کو بچا لیا تھا۔ مگر اب نا جانے کیا ہوا تھا کہ ہیر اپنی حفاظت نہیں کر پائی تھی۔ وہ جو دلہن بنی بیٹھی تھی بلال کے آنے پر خوف سے کانپنے لگی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کے بلال خان کو اس کے بارے میں سب پتا ہے کے نہیں مگر وہ اس کی موجودگی سے خوف زدہ تھی۔اور یہ بات بلال تو کیا اس کی جگہ کوئی اندھا بھی ہوتا تو جان لیتا کے ہیر خوف زدہ ہے۔

میں آپ سے صرف ایک ہی سوال کروں گا۔۔۔؟؟جو میرے دل میں" "کھٹک رہا ہے۔۔

بلال کی بات سن کر ہیر کو لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گی۔اس کا دل بند ہونے کو تھا۔ کیا وہ اس سے اس حادثے کے بارے میں سوال کرنے والا

تھا۔ہیر کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔اس کی آنکھیں جیسے لہو چھلکانے کو تیار تھیں۔

اپنی حفاظت میں پانچ سے سات لڑکوں کو چند لمحوں میں مار گرانے والی"
"خود کو ایک لڑکے سے کیوں نہیں بچا سکی۔

ہیر کو لگا بلال خان نے اس کی سانسیں چھین لی ہوں۔اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔وہ سمجھتی تھی بلال اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔اس لئے اس سے شادی کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔جس کو اس کے سگے بھائیوں نے نہیں اپنایا تھا۔اس لڑکی کو بلال خان جیسا بھرپور مرد کیوں اپنائے گا۔وہ بری طرح کانپنے لگی تھی۔

آپ پلیز مجھے غلط مت سمجھیے۔۔۔۔میں نے تو آپ سے وہ سوال کیا جو "
"میرے دل میں تھا۔۔۔میرا مقصد۔۔۔

ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی کہ ہیر اپنے ہوش و حواس سے بے گانا ہوتی بیڈ پر ہی گر گئی۔اس کی بگڑتی حالت پر وہ پہلے ہی پریشان تھا۔اس کے بے ہوش ہونے پر بوکھلا گیا۔

"سنیں۔۔ سنیں۔۔۔اٹھیں۔۔۔پلیز آنکھیں کھولیں۔۔۔"

وہ ہڑبڑاہٹ میں بولا تھا۔اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ ہیر کو کس طرح مخاتب کرے۔وہ بار بار ہر لفظ ادا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اس کے چہرے کے قریب لے کر جاتا اور واپس کھینچ لیتا۔وہ ہیر کو اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر چھونا بھی نہیں چاہتا تھا۔پریشانی میں کمرے میں چکر لگاتے سوچ رہا تھا۔اب کیا کرے سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔پھر اس کو کچھ سمجھ نہیں آیا تو جلال کے کمرے میں چلا گیا۔پوری حویلی اس وقت سنسان پڑی تھی۔سب لوگ ہی سو رہے تھے۔جلال کے کمرے میں جاتے ہی اس نے پریشانی میں دروازہ پیٹ ڈالا تھا۔جلال نے نیند میں ہی دروازہ کھولا تھا۔بلال کو اپنے کمرے میں دیکھ کر شرارت سے بولا تھا۔

لگتا ہے شادی کی خوشی میں اپنے کمرے کا راستہ بھول گئے ہو۔۔۔یا پھر "

"خوشی سر چڑھ گئی ہے اس لئے دماغ نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔۔۔

"بھائی پلیز مذاق کا وقت نہیں ہے۔۔۔۔آپ ابھی بھابھی کو بلا دیں۔۔۔"

اس کے لہجے میں پریشانی دیکھ کر وہ بھی ساری شرارت بھول گیا۔"

"کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

جلال نے سنجیدگی سے پوچھا۔اتنے میں رائحہ بھی وہاں آ گئی۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔بلال؟؟؟"

ان کے چہروں پر پریشانی دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔بلال نے مختصراً ان دونوں کو ساری بات بتائی۔

تمہارا دماغ خراب ہے۔۔؟؟کیا ضرورت تھی آج کی رات اس سے یہ "

"بات کرنے کی۔۔۔

جلال نے غصے سے اس کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

ہاں تو پہلی پہلی شادی ہے میری وہ بھی ارینج۔۔۔۔مجھے کیا پتا بیوی سے کیا"
بات کرتے ہیں۔۔۔۔آپ کو اچھی طرح پتا ہے اَن ایکسپیرینسڈ بندہ

"ہوں۔۔۔

وہ جھنجھلا کر بولا تو اس حالت میں بھی وہ دونوں مسکرا دیے۔

"چلو اب۔۔۔"

وہ دونوں اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔رائحہ نے اس کو ہوش دلایا۔
سب سے پہلے اپنی آنکھوں کے سامنے رائحہ کا چہرہ دیکھ کر وہ ایک دم سے
اٹھ بیٹھی۔

"روہی۔۔۔۔"

اس کے لہجے کا کرب محسوس کر کے رائحہ نے بے اختیار ہی اس کو اپنے
ساتھ لگایا تھا۔اپنی اتنی ہمت والی دوست کی اذیت پر رائحہ کی بھی آنکھیں
نم ہو گئیں تھیں۔ہیر اس کے سینے کے ساتھ لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
اس کو ایسے روتے دیکھ کر رائحہ نے خود بھی رونا شروع کر دیا۔وہ دونوں تو

جیسے بھول ہی گئی تھیں کے کمرے میں ان کے علاوہ بھی کوئی ہے۔ ہیر کے کانوں میں بلال کا سوال گھونجا تو روتے روتے رائحہ کے بغیر پوچھے ہی اس کو سب بتا گئی۔ روتے روتے وہ ایک بار پھر سے اپنے حواس کھوتی رائحہ کی بانہوں میں ہی جھول گئی۔ رائحہ نے احتیاط سے اس کو بیٹھ پر لٹا کر بلال اور جلال کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ تو وہ دونوں سر اثبات میں ہلاتے وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی رائحہ نے اس کا لباس تبدیل کیا۔ جب وہ باہر آئی تو جلال، بلال کو سمجھا کم اور ڈانٹ زیادہ رہا تھا۔ اور بلال سر جھکائے طرح ساری باتیں سن رہا تھا۔ رائحہ نے بھی اس کو پیار سے اچھے بچوں کی سمجھایا۔ جس پر بلال نے جلال کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ایسے سمجھاتے ہیں۔ جلال کے آنکھیں گھماتے اسکی بات کو ہوا میں اڑا دیا۔ بلال منہ بسور کر اندر چلا گیا۔ تو وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نظر بیڈ ہوش و حواس سے بیگانا ہیر کے چہرے پر پڑی۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد چینج کر کے واپس آیا اور اس کے پاس ہی بیڈ کر بیٹھ گیا۔ بلال کو اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ مگر وہ اس کو ترس اور ہمدردی کی نظر سے دیکھ کر ہیر کی نظروں میں اس کی اہمیت کم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے چہرے پر نظریں جمائے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو اپنے اوپر کسی کی نظر بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔ سرخ و سفید رنگت اس وقت زرد ہو رہی تھی۔ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کے گرد ہلکے بلال کو تکلیف سے دوچار کر گئے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ ہیر کے لئے کیا محسوس کر رہا ہے۔ مگر اس کی تکلیف بلال کا دل چیر رہی تھی۔ جب اس نے ہیر کو خود اپنی حفاظت کرتے دیکھا تھا تو اس نے یہی سوچا تھا کہ اس کی ہمسفر اس لڑکی

جیسی ہونی چاہیے۔ وہ بلکل بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی شادی اسی سے ہو جائے گی۔ اوران حالات میں ہو گی۔ بلال کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کتنی دیر تک اس کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ بلال کو اس کا ہر نقش حفظ ہو گیا تھا۔ بند آنکھیں دیکھ کر اس کے دل نے بے اختیار خواہش کی تھی کہ ان آنکھوں میں پہلے جیسی چمک لوٹ آئے۔ اتنا رونے کی وجہ سے ہیر کا میک اپ ہلکا ہو گیا تھا۔ سرخ لیپ سٹیک سے سجے ہونٹوں کو دیکھ کر اس کا دل کیا ان کو چھو کر محسوس کرے۔ مگر اپنی خواہش ضبط کر گیا۔ ہیر کو ہوش آیا تو بلال بے اختیار مسکرا دیا۔ اس نے سر پر ہاتھ رکھتے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ تو سامنے بلال خان کا چہرا دیکھ کر پہلے تو اس کو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ کچھ وقت لگا تھا اس کو اپنے حواس بہال کرنے میں۔ وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی تھی۔ اٹھتے ہی اس کی نظر اپنے لباس پر پڑی تھی۔ ہیر نے بے یقینی سے بلال کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ کر بلال نے فوراً اپنی صفائی دی تھی۔

یہ۔۔۔۔۔میں نے نہیں کیا۔۔۔۔۔بھابھی نے کیا ہے۔۔۔۔آپ ہیں تو"
" پوچھ لیں۔۔۔۔۔میں بلالاتا ہوں۔۔۔۔
بلال خان نے آج تک اپنے باپ کو صفائی نہیں دی تھی اور ہادیہ شاہ کی آنکھوں کی بے یقینی پر ایک ہی سانس میں جو کچھ منہ میں آیا بول گیا۔وہ سچ میں ہی جانے والا تھا کہ ہیر کی آواز پر رک گیا۔
"نن۔۔۔۔نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"
جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی یہ بلال سے پہلی بات تھی جو ہادیہ نے کی تھی۔اور بلال اسی میں خوش تھا کہ ہادیہ نے اس سے کوئی بات تو کی۔
"مطلب آپ مجھ پر یقین کر رہی ہیں۔۔۔؟؟"
وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔اس لئے مسکراتے بات کو طول دینے کی کوشش کرتے بولا۔
" روہی کی نیند خراب ہو گی اس لئے بولا۔۔"
اس نے بلال کو گھور کر اس کی بات کی تصحیح کی۔

"مطلب کہ میں بھابھی کو اپنی سوتن سمجھوں۔۔۔۔۔"

وہ چہرے پر اداسی سجائے بولا تو ہیر بے اختیار مسکرا دی۔ بلال تو سانس تک لینا بھول گیا تھا۔

"Your smile is so beautiful....."

وہ ایسے ہی اپنی سانس روکے بولا تھا۔ اس کا محبت سے چور لہجے میں کہا گیا ایک جملہ سن کر وہ ایسے شرمندہ ہوئی کہ جیسے مسکرا کر بہت بڑی غلطی کر دی ہو۔ ہادیہ نے مجرموں کی طرح اپنا سر جھکا لیا تھا۔ ہادیہ کی اس حرکت پر بلال کو خود پر غصہ آیا تھا۔

"افففف۔۔۔ کیا ضرورت تھی تعریف کرنے کی جب تمہیں پتا ہے کہ وہ جس ٹراما سے گزر رہی ہیں۔۔۔۔ ان کو یہ سب فضول ہی لگے گا۔۔۔۔"

بلال خود کو اچھی خاصی سنا کر بیڈ سے اٹھا تھا۔ ہیر اس کی گڑگڑاہٹ سن چکی تھی مگر انجان بن کر بیٹھی رہی۔

"آپ نے سونا ہے تو سو جائیں۔۔۔"

بلال اس سے محاتب ہوا تو اس کا لہجہ پہلے کی طرح ہی نرم تھا۔ ہیر کو اس کا رویہ بلکل بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ پہلے تو وہ اس سے اس حادثے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اور اب اس طرح بات کر رہا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہو۔ بلال واش روم کی طرف بڑھ گیا تو ہیر بھی لیٹ گئی۔ دروازہ کھولنے کی آواز پر اس نے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ بلال وضو کر کے آیا تھا۔ اس نے ایک نظر بیڈ پر لیٹی ہادیہ کو دیکھا۔ اس کو لگا وہ سو گئی ہے۔ اس لئے جائے نماز اٹھا کر ٹیرس میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ہیر نے آنکھیں کھول لیں۔ اپنے ساتھ ہوئے اس حادثے کو سوچ کر ہی اس کی آنکھیں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا تھا۔ مگر وہ پھر بھی اس سب کو یاد کر کے خود کو اذیت پہنچا رہی تھی۔ یا شاید اس کے دماغ میں وہ سب ایسے نقش ہو گیا تھا کہ کوئی چاہ کر بھی اس حادثے کے نقش کو مٹا نہیں سکتا تھا۔ دوسری طرف بلال کی رخ ہادیہ کی طرف مڑ گیا تھا۔ اور اس کو بھی احساس نہیں ساری دعاؤں کا ہوا تھا کہ کب اس کی دعائیں ہادیہ سے شروع ہو کر ہادیہ پر ہی ختم ہو گئیں

تھیں۔وہ جب نماز پڑھ کر آیا تو وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں۔اس کی بند آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔وہ چھوٹے چھوٹے جھجھکتے قدم اٹھاتا اس تک آیا اور اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔بلال نے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے۔ہادیہ کی جان سے لرز اٹھی تھی۔وہ جانتا تھا کہ ہادیہ جاگ رہی ہے۔

"میں جانتا ہوں آپ جاگ رہی ہیں۔۔۔۔۔شادی پر ہر کوئی اپنی بیوی کو ایک خوبصورت تحفہ دیتا ہے۔۔۔کچھ وعدے کرتا ہے۔۔۔۔۔میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے مجرم کو ایسی عبرت ناک موت دوں گا کہ موت بھی کانپ جائے گی۔۔۔آپ کی ہر تکلیف کے بدلے اس کو ایسی اذیت دوں گا کہ وہ اپنے منہ سے اپنے مر جانے کی دعائیں مانگے گا۔۔۔۔" بلال کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔اس کیے وعدے نے بھی ہادیہ پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

وہ دونوں ایک ساتھ ناشتے کی میز پر آئے تھے۔ان کو ایک کر زرمینہ کو غصہ آگیا تھا۔اس نے نفرت سے ہادیہ کو دیکھا تھا۔

لگتا ہے کل رات بہت ظلم ہوا ہے جو محترمہ کی آنکھیں سوجی ہوئی"

"ہیں۔۔۔۔

زرمینہ نے ہادیہ کی سوجی آنکھوں کو ایک کر طنز کا تیر چلایا تھا۔ جس کا جواب بلال نے دیا تھا۔

اب تم ایک رات کی دلہن سے اس کی سرخ آنکھوں کے بارے میں"

سوال کرو گی۔۔۔۔۔ بھلا شادی کی پہلی رات سو کر کون برباد کرتا ہے۔۔۔

"

اس نے معنی خیز لہجے میں کہہ کر زرمینہ کے غصے کو مزید ہوا دی۔ جبکہ ہادیہ توسب کے سامنے بلال کے اس طرح بات کرنے پر شرمندہ ہو گئی تھی۔

رائحہ اور جلال نے سکون کا سانس لیا تھا۔ویسے تو وہ جانتے تھے بلال ایسا

انسان نہیں کے ہادیہ کو اس کے ساتھ ہوئے حادثے کی سزا دے مگر پھر بھی ان دونوں نے رات کو اس کو سمجھایا تھا۔ جس کا اثر دیکھ کر دونوں ہی پر سکون ہو گئے تھے۔

اس جیسی لڑکی کے لئے کون سا مشکل کام ہو گا۔۔۔ کون سا پہلی بار کی "
" کے ساتھ۔۔۔۔

اس کی بات پر ہادیہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی بلال کی دھاڑ پر اس کا منہ بند ہو گیا۔

بکواس بند کرو زرمینہ خان اگر تم نے میری بیوی کے بارے میں بکواس "
"کرنے کا سوچا بھی تو تمہاری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لوں گا۔۔۔۔

اس کی بات سن کر لمحہ بھر کو ڈائنگ ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ ہادیہ نے خوف زدہ نظروں سے بلال کو دیکھا۔ وہ اس وقت ہادیہ کو بلکل بھی رات والا بلال نہیں لگ رہا تھا۔

ہادیہ کی شادی کو تین ماہ گزرے تو اس کی طرف سے ملنے والی خوش خبری نے خان حویلی میں ایک بار پھر سے خوشیاں بکھیر دی تھی۔ زرمینہ اس بھی ویسی ہی تھی۔ وہ ہادیہ کو ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔ اس کے علاؤہ وہ ہادیہ کو بھی بلال سے اچھا خاصہ بد گمان کر چکی تھی۔ ہادیہ بلال کے ساتھ پہلے بھی اچھی نہیں تھی۔ مگر زرمینہ کی باتوں نے ہادیہ کو اس سے مزید بدزن کر چکی تھی۔ جبکہ ہادیہ کی محبت بلال کے دل میں جڑ پکڑتی جا رہی تھی۔ وہ ہر گزرتے دن سے ساتھ اس کے لئے دیونہ ہوتا جا رہا تھا۔ اور اس کی دیوانگی باب تک صرف اور صرف جلال اور رائحہ نے ہی دیکھی تھی۔ ایک بار ڈیر پر کسی نے ہادیہ شاہ کے بارے میں کچھ کہنے کی غلطی کر دی تھی پھر بلال نے اسکا جو حال کیا تھا۔ اس کے زندہ بچنے کی امید بہت کم تھی۔ اس دن جلال نے رائشہ کو بلال کے بارے

تھا۔ مگر رائحہ کو بلال سے ایسی کسی میں بتایا۔ وہ اسکے لئے بہت پریشان حرکت کی امیں نہیں تھی۔ اس لئے اس نے جلال سے کہہ دیا کہ اس کو جلال کی بات پر بلکل بھی بھروسہ نہیں ہے۔ رائحہ کو جلال کی بات پر تب یقین آیا تھا جب وہ حویلی کے پیچھے حصے میں واک کر رہی تھی۔ بلال اس، کو بلانے آیا تھا۔ وہاں سے جاتے ہوئے بلال نے حویلی میں ابھی چند دن پہلے آئے ملازم کے منہ سے سن لیا کہ ہاد

ہیر اپنے دھیان میں شاپنگ مال سے باہر نکل کر پارکنگ کی طرف جا رہی تھی جب کسی نے اس کے سر پر پیچھے سے وار کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی ہوش وہواس سے بے گانا اس سے بازؤں میں جھول گئی۔

آخر اتنے سالوں بعد ہاتھ آ ہی گئی ہے۔۔۔ اب دیکھ میں کیا کروں گا"

"تیرے ساتھ۔۔۔

شاویز ملک ہیر کے بے ہوش وجود سے محاتب ہو کر بولا اور اس کو لے کر اپنی گاڑی میں ڈال دیا۔

وہ تینوں اپنے ڈیرے میں موجود تھے۔ حرام مشروب ان کے سامنے تھا۔ وہ تینوں ہی آج ایان کی خوشی میں خوش تھے۔اس لئے ڈیرے پر خاص احتمام کیا گیا تھا۔کچھ لڑکیا بھی وہاں موجود تھیں۔ایان سب سے پہلے اُٹھا اور ایک لڑکی کا ہاتھ تھام کر اس کو کمرے میں لے جانے لگا جب وہ اس کے پاؤں پڑ گئی۔

"نہیں شاہ سائیں۔۔۔ایسا مت کریں۔۔۔ تین دن بعد میری شادی ہے۔۔۔۔شاہ سائیں رحم کریں مجھ غریب پر۔۔۔ایک عزت ہی تو ہے۔۔۔میرے پاس یہ مت کریں۔۔"

وہ روتی بلکتی اس کو کہہ رہی تھی۔

"بکواس بند کر اپنی اور چل اندر۔۔۔"

ایان نے غصے سے اس کے منہ پر الٹے ہاتھ کا تھپڑ مارا تھا۔

"بابا سائیں۔۔ایان چچا سائیں کیا کر رہے ہیں اس کے ساتھ۔۔۔؟؟"

وہاں پر موجود گیارہ سالہ اذان نے پوچھا۔

"دیکھو گے۔۔"

جازم نے پیار سے اس کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔وہ بچہ تھا۔مگر جازم تو اس کو اپنے جیسا بنانے کے لئے اس معصوم کے ذہن میں الٹی سیدھی باتیں ڈال رہا تھا۔اذان نے سر اثبات میں ہلایا تو جازم نے ایان کو کہا۔

ایان اس کو بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیا کر"
"رہے ہو اس کے ساتھ۔۔

جازم نے اذان کو محبت سے دیکھ کر کہا اور آخر میں حقارت سے اس کو دیکھا جو جازم کی بات سن کر کانپ کر رہ گئی تھی۔اس کو نفرت ہو رہی تھی جازم

کے وجود سے جو ایک معصوم بچے کے ذہن میں اس قسم کی گھٹیا باتیں ڈال رہا تھا۔

"آجا میرے شیر۔۔۔۔"

ایان مسکرا کر کہتا اس لڑکی کو گھسیٹ کر اندر لے گیا تھا۔اس کے پیچھے اذان بھی اندر چلا گیا۔ایان نے دروازہ بند کر دیا۔ابھی وہ بچہ تھا اس لئے اذان تھوڑا ڈر بھی رہا تھا۔

"ڈر لگ رہا ہے۔۔۔"

ایان نے پیار سے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔اس کو مسلسل چیختے دیکھ کر ایان نے اس کے ہاتھ بیڈ کراؤن کے ساتھ باندھ کر اس کا منہ بھی بند کر دیا۔اذان کو اب بھی ڈر لگ رہا تھا۔

"ارے اذان ڈرو نہیں دیکھو مجھے تو کچھ نہیں ہو رہا۔۔۔"

ایان نے پیار سے اس کو اپنے پاس بلایا۔جبکہ وہ لڑکی نفرت سے ایان کو دیکھ رہی تھی۔جو ایک چھوٹے بچے کو اپنے ساتھ اس کاموں میں لگا رہا تھا۔وہ

مسلسل خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر اس نے ایک ہی جھٹکے سے اس کے کپڑے پھاڑ دیے۔اور اذان کے معصوم ذہن میں پہلی بار عورت کے کمزور ہونے کی بات نقش ہو گئی۔ایان نے درندگی دیکھاتے ہوئے ایک بار بھی نہیں سوچا کے اذان کا معصوم ذہن اس بات کو قبول کر چکا ہے۔وہ گناہ کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"دیکھو کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔کیوں ڈر رہے تھے۔۔۔؟؟جب تم تھوڑے بڑے ہو جاؤ گے تو تم بھی ایسا کر کے دیکھنا کتنا مزا آتا ہے۔۔۔اور ہاں یہاں پر جو بھی ہوا ہے وہ گھر جا کر ماما سائیں کو نہیں بتانا۔۔۔ورنہ پتا ہے نا کہ وہ آپ کو ماریں گی۔۔وہ تو بس اذلان کو ہی پیار کرتی ہیں۔۔"

ایان نے اس کے ذہن میں الٹی سیدھی باتیں ڈالیں۔وہ تو اپنے باپ اور دونوں چاچا کو ہی اپنا دوست سمجھتا تھا۔اس لئے ان کی باتیں بھی اذان کے دل میں بیٹھ گئیں۔وہ دونوں جب باہر گئے تو اس کو دیکھ کر جازم فخر سے مسکرایا جیسے بہت اچھی چیز سیکھ کر آ رہا ہو۔

"دیکھئے بھائی اذان کتنا بہادر ہے یہ تو بلکل بھی نہیں ڈرا۔۔۔"

ایان اپنے اذان کو گود میں اٹھا کر ایسے کہا جیسے اس نے کوئی بہت نیک کام کیا ہو۔

واہ میرے شیر۔۔۔۔کل کو تم نے ہی تو ہمارا کام سنبھالنا ہے۔۔۔اچھی" بات ہے کے ابھی سے سیکھ جاؤ سب۔۔۔

جازم نے غرور سے گردن اکڑا کر کہا۔وہ تینوں ہی بہت خوش تھے کہ آج اذان نے خود پہل کی تھی۔اس بات سے انجان کے مکافاتِ عمل ان کے در پر کھڑا ہے۔وہ تینوں خوشیاں منانے میں مصروف تھے۔اور ساتھ ہے اذان کو اپنے کام کے بارے میں بھی چھوٹی چھوٹی باتیں سمجھا رہے تھے۔

اس کو جب ہوش آیا تو خود کو ایک کمرے میں بند دیکھ کر اس کر کچھ وقت لگا تھا سب کچھ سمجھنے کے لئے۔جیسے ہی اس کو احساس ہوا تو اس نے بیٹھنے کی

کوشش کی مگر اس کے ہاتھ ایک ہتھ کڑی کی مدد سے بیڈ کراؤن کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ ہیر کا دل لمحے بھر کو کانپ گیا۔ اسی وقت کوئی اندر آیا تھا۔ سامنے موجود شخص کو دیکھ کر ہیر کو لگا اس نے شاویز ملک کو کہیں دیکھا ہے مگر یاد نہیں آیا۔ وہ یونی والا واقع مکمل طور پر بھول چکی تھی۔

"کون ہو تم اور مجھے کیوں یہاں پر لے کر آئے ہو۔۔۔"

وہ غصے سے چیخی تھی۔

"بتاتا ہوں۔۔۔بتاتا ہوں۔۔۔۔اتنی جلدی بھی کیا ہے۔۔۔؟؟"

ہیر نے جتنے غصے سے کہا تھا۔ شاویز ملک اتنے ہی تحمل سے بولتا ہیر کے غصے کو بڑھا گیا تھا۔

میں نے پوچھا ہے کون ہو تم۔۔۔؟؟اور مجھے یہاں کیوں لے کر آئے"

"ہو۔۔؟؟

ارے تم تو مجھے بھول گئی میں تو کتنے سالوں سے اس تھپڑ کا بدلا لینے کا"

" موقع ڈھونڈ رہا تھا۔۔

اس کی بات سن کر ہیر کو یاد آیا تھا کہ شاویز کو ہیر نے یونی میں تھپڑ مارا تھا۔

"ایک دفعہ کھولو مجھے پھر میں بتاتی ہوں۔۔۔میں تھپڑ کے علاوہ بھی کیا کچھ کر سکتی ہوں۔۔"

ہیر نے خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے غصے سے کہا۔

"میں چاہتا تو تمہاری بے ہوشی میں بھی اپنا کام کر سکتا تھا۔۔۔پر تمہارا پھڑ پھڑانا مجھے سکون دے رہا ہے۔۔۔"

اس کی بات پر ہیر کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔تب سے اس نے اب خود کو دیکھا تھا۔جس کے تن پر صرف ایک نائٹی تھی۔اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے موجود اس سفاک انسان کو دیکھا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔"

اس بار ہیر کا لہجہ نم ہو گیا تھا۔

اب آئی نا اپنی اوقات میں۔۔۔۔ تمہیں ایسے گڑگڑاتے دیکھ کر بہت "
سکون مل رہا ہے۔۔۔۔ تمہیں بھی تو بتانا ہے جب سب کے سامنے عزت
"جاتی ہے تو کیسا لگتا ہے۔۔

وہ سفاکی سے مسکراتے ہوئے ہیر کی طرف بڑا۔

میرے پاس مت آنا۔۔۔ تم نہیں جانتے میرے بھائی کو کون ہیں "
"وہ۔۔۔۔۔ چھوڑیں گے نہیں وہ تمہیں۔۔

شاویز کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ اس کو دھمکی دیتے ہوئے بولی۔ جبکہ شاویز
ہیر کی اس حرکت پر مسکرا دیا۔

"رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔۔"

وہ استہزایہ انداز میں بولا تھا۔

"دیکھو میں سچ بول رہی ہوں چھوڑ دو مجھے ورنہ پچھتاؤ گے۔۔۔"

وہ مسلسل مزاحمت کرتے ہوئے اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش میں تھی۔ مگر شاویز اس کو نظر انداز کرتا اس کے قریب آیا۔ اور ایک انجیکشن نکال کر اس کی طرف بڑھا۔

"نن۔۔۔ نو ڈوٹ ڈودس۔۔۔۔"

اس بار ہیر کی آواز لڑکھڑا گئی تھی۔

"فکر مت کرو تمہیں بے ہوش نہیں کروں گا۔۔۔ صرف بے بس کر کے تمہاری بے بسی کو انجوائے کروں گا۔۔۔"

وہ شیطانیت سے بولتا ہیر کو خوف زدہ کر گیا تھا۔ ہیر بری طرح جھٹپٹاتی خود کو چھوڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس نے انجیکشن لگا کر اس کو ساکت کر دیا۔ ہیر خود کو چھوڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر انجیکشن نے اثر دیکھانا شروع کر دیا۔ ہیر کے پھڑ پھڑاتے ہاتھ پیر سن پڑنے لگے تھے۔ اس نے منہ سے کچھ کہنا چاہا تھا مگر ہیر کی زبان نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔ بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ وہ نم آنکھوں

سے شاویز کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی۔ ہیر نے شدت سے اپنے مرنے کی دعا کی تھی۔ جیسے اس کی دعا لبوں پر دی دم توڑ گئی تھی۔ وہ بے بسی سے چیخنا تو دور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔ اور جازم شاہ کے لیے کی سزا اب یہ شاہ کا نصیب بن گئی تھی۔ مکافاتِ عمل شروع ہوا تو ہیر کی روح کی دھجیاں بکھیر گیا۔ اس کے بھائیوں کے کیے کی سزا ہیر کا نصیب بن نہیں رہا کہ وہ کہاں ہے۔ بس جب بھی گئی۔ اس کے بعد ہیر کو کچھ ہوش ہوش آتا تو ایک ہی منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ وہ بے بسی سے اپنی ذات کے غرور کو ٹوٹتا دیکھتی۔ اس کو تو یہ بھی نہیں پتا تھا لے وہ کب سے وہاں ہے اور کتنا وقت گزرا؟؟ یا کتنے دن گزر گئے؟؟

شاویز ہیر کو بے ہوشی کا انجیکشن دینا بھول گیا تھا۔ ہیر نے اپنی ذات کی کرچیاں خود ہی اٹھائیں۔ اور آگے پیچھے دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کی کے وہ کہاں ہے۔ جب سمجھ آیا تو دل کیا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے مگر آنسو بھی ختم ہو گئے تھے۔ وہ اٹھی اس نے خود کو چھپانے کے لئے کچھ ڈھونڈنا چاہا تو اس کو کچھ نا ملا سوائے اس شیطان کے کپڑوں کے۔ ہیر نے سوچنے کے لئے وقت نہیں لیا بلکہ شاویز کا ہی لباس پہن لیا۔ اور گرتے پڑتے اس فام ہاؤس سے نکل کر باہر چلی گئی۔ ہیر کی حالت اس وقت قابل رحم تھی۔

وہ کہاں جا رہی ہے اس کو کچھ نہیں پتا تھا۔ وہ بس مردہ قدموں سے چلتی جا رہی تھی۔ نا جانے کتنے گھنٹے چلنے کے بعد وہ شاہ حویلی کے دروازے پر گری تھی۔ زاویان جو گھر ہی آ رہا تھا۔ ہیر کو اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل بند ہونے کو تھا۔ وہ فوراً اس کو لے کر شاہ حویلی کے اندر لے گیا تھا۔ شاہ حویلی میں ایک قیامت برپا ہو گئی تھی۔ جازم، شازم اور ایان نے تو اس کو اپنانے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ ایان اور حنا ہی تھے جنہوں نے ہیر کو سنبھالا تھا۔

ایان جو شادی کے لئے کسی سورت نہیں مان رہا تھا اب کی بار کچھ سوچ کر اپنے بابا سائیں کو شادی کے لئے ہاں کر دی۔ مگر اس نے کچھ وقت مانگا تھا۔ شازم اور ایان کو تو جیسے کوئی فکر ہی نہیں تھی وہ تو حنا کو جازم کا یہ رویہ بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ اس دن حنا نے پہلی بار جازم کا اختلاف کیا تھا۔ اور جازم نے اس کو اس کی حیثیت باور کروادی تھی۔ پہلی بار حنا ٹونٹی تھی۔ اس دن کے بعد حنا نے اپنے لبوں پر ایسا قفل لگایا تھا کہ وہ ساری زندگی نہیں کھلا۔ زاویان نے لائبہ کے گھر جب رشتہ بھیجا تو اس نے بلال خان کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ ہیر سے شادی کرے۔ زرمینہ نے تو پورا گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔ مگر بلال کو اس سے جان چھڑانے کا اچھا موقع ملا تھا۔ جس کو اس نے ہاتھ سے بلکل بھی جانے نہیں دیا تھا۔ ایان کی شادی کے ساتھ ہی زاویان کی شادی لائبہ سے اور بلال سے ہیر کی شادی ہو گئی تھی۔

زاویان نے اس سے ہیر کے بارے میں کچھ نہیں چھپایا تھا۔ جبکہ خان حویلی نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ بلال کی شادی ہیر سے نا ہو۔ خاص کر کے

زرمینہ اور ابراہیم عین نکاح کے وقت تک کوشش کرتے رہے تھے کہ یہ شادی رک جائے مگر قسمت میں جب کوئی لکھ دیا جائے تو ہزار دور رہنے کی کوشش کے باوجود قسمت آپ کو اس شخص کے سامنے لے ہی آتی ہے۔ اور جو شخص قسمت میں نا ہو وہ کسی صورت آپ کو نہیں ملتا۔ قسمت کو صرف دعائیں ہی بدل سکتی ہیں۔ جو کہ زرمینہ خان بلکل بھی نہیں کرتی تھی۔ اس کو اللہ سے زیادہ خود پر یقین تھا اور زرمینہ کو یہی چیز لے ڈوبی تھی۔ شادی کے بعد جب بلال نے ہادیہ عرف ہیر کو دیکھا تو کتنی ہی دیر سکتے میں رہا تھا۔ اس کو بے اختیار ہی وہ لڑکی یاد آئی تھی۔ جس نے اکیلے ہی اتنے لڑکوں کو پیٹ کو خود کو بچا لیا تھا۔ مگر اب نا جانے کیا ہوا تھا کہ ہیر اپنی حفاظت نہیں کر پائی تھی۔ وہ جو دلہن بنی بیٹھی تھی بلال کے آنے پر خوف سے کانپنے لگی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کے بلال خان کو اس کے بارے میں سب پتا ہے کے نہیں مگر وہ اس کی موجودگی سے خوف زدہ تھی۔ اور یہ

بات بلال تو کیا اس کی جگہ کوئی اندھا بھی ہوتا تو جان لیتا کے ہیر خوف زدہ ہے۔

"میں آپ سے صرف ایک ہی سوال کروں گا۔۔۔؟؟جو میرے دل میں کھٹک رہا ہے۔۔"

بلال کی بات سن کر ہیر کو لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گی۔اس کا دل بند ہونے کو تھا۔کیا وہ اس سے اس حادثے کے بارے میں سوال کرنے والا تھا۔ہیر کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔اس کی آنکھیں جیسے لہو چھلکانے کو تیار تھیں۔

"اپنی حفاظت میں پانچ سے سات لڑکوں کو چند لمحوں میں مار گرانے والی خود کو ایک لڑکے سے کیوں نہیں بچا سکی۔"

ہیر کو لگا بلال خان نے اس کی سانسیں چھین لی ہوں۔اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔وہ سمجھتی تھی بلال اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔اس لئے اس سے شادی کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔جس کو اس کے سگے بھائیوں نے

نہیں اپنایا تھا۔اس لڑکی کو بلال خان جیسا بھرپور مرد کیوں اپنائے گا۔وہ بری طرح کانپنے لگی تھی۔

آپ پلیز مجھے غلط مت سمجھیے۔۔۔۔میں نے تو آپ سے وہ سوال کیا جو "میرے دل میں تھا۔۔۔میرا مقصد۔۔۔"

ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی کہ ہیر اپنے ہوش و حواس سے بے گانا ہوتی بیڈ پر ہی گر گئی۔اس کی بگڑتی حالت پر وہ پہلے ہی پریشان تھا۔اس کے بے ہوش ہونے پر بوکھلا گیا۔

"سنیں۔۔سنیں۔۔۔اٹھیں۔۔۔پلیز آنکھیں کھولیں۔۔۔"

وہ ہڑبڑاہٹ میں بولا تھا۔اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ ہیر کو کس طرح محاتب کرے۔وہ بار بار ہر لفظ ادا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اس کے چہرے کے قریب لے کر جاتا اور واپس کھینچ لیتا۔وہ ہیر کو اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر چھونا بھی نہیں چاہتا تھا۔پریشانی میں کمرے میں چکر لگاتے سوچ رہا تھا۔اب کیا کرے سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔پھر

اس کو کچھ سمجھ نہیں آیا تو جلال کے کمرے میں چلا گیا۔ پوری حویلی اس وقت سنسان پڑی تھی۔ سب لوگ ہی سو رہے تھے۔ جلال کے کمرے میں جاتے ہی اس نے پریشانی میں دروازہ پیٹ ڈالا تھا۔ جلال نے نیند میں ہی دروازہ کھولا تھا۔ بلال کو اپنے کمرے میں دیکھ کر شرارت سے بولا تھا۔

"لگتا ہے شادی کی خوشی میں اپنے کمرے کا راستہ بھول گئے ہو۔۔۔ یا پھر خوشی سر چڑھ گئی ہے اس لئے دماغ نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔۔۔"

"بھائی پلیز مذاق کا وقت نہیں ہے۔۔۔ آپ ابھی بھابھی کو بلا دیں۔۔۔"

اس کے لہجے میں پریشانی دیکھ کر وہ بھی ساری شرارت بھول گیا۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

جلال نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اتنے میں رائحہ بھی وہاں آ گئی۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔ بلال؟؟؟"

ان کے چہروں پر پریشانی دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔ بلال نے مختصراً ان دونوں کو ساری بات بتائی۔

تمہارا دماغ خراب ہے۔۔؟؟ کیا ضرورت تھی آج کی رات اس سے یہ "
"بات کرنے کی۔۔۔

جلال نے غصے سے اس کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

ہاں تو پہلی پہلی شادی ہے میری وہ بھی ارینج۔۔۔۔مجھے کیا پتا بیوی سے کیا"
بات کرتے ہیں۔۔۔۔آپ کو اچھی طرح پتا ہے اَن ایکسپیرینسڈ بندہ
"ہوں۔۔۔

وہ جھنجھلا کر بولا تو اس حالت میں بھی وہ دونوں مسکرا دیے۔

"چلو اب۔۔۔"

وہ دونوں اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔رائحہ نے اس کو ہوش دلایا۔
سب سے پہلے اپنی آنکھوں کے سامنے رائحہ کا چہرہ دیکھ کر وہ ایک دم سے
اٹھ بیٹھی۔

"روہی۔۔۔۔"

اس کے لہجے کا کرب محسوس کر کے رائحہ نے بے اختیار ہی اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔اپنی اتنی ہمت والی دوست کی اذیت پر رائحہ کی بھی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ہیر اس کے سینے کے ساتھ لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کو ایسے روتے دیکھ کر رائحہ نے خود بھی رونا شروع کر دیا۔وہ دونوں تو جیسے بھول ہی گئی تھیں کے کمرے میں ان کے علاوہ بھی کوئی ہے۔ہیر کے کانوں میں بلال کا سوال گھونجا تو روتے روتے رائحہ کے بغیر پوچھے ہی اس کو سب بتا گئی۔روتے روتے وہ ایک بار پھر سے اپنے حواس کھوتی رائحہ کی بانہوں میں ہی جھول گئی۔رائحہ نے احتیاط سے اس کو بیٹھ پر لٹا کر بلال اور جلال کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔تو وہ دونوں سر اثبات میں ہلاتے وہاں سے چلے گئے۔ان کے جاتے ہی رائحہ نے اس کا لباس تبدیل کیا۔جب وہ باہر آئی تو جلال، بلال کو سمجھا کم اور ڈانٹ زیادہ رہا تھا۔اور بلال سر جھکائے طرح ساری باتیں سن رہا تھا۔رائحہ نے بھی اس کو پیار سے اچھے بچوں کی سمجھایا۔جس پر بلال نے جلال کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ایسے

سمجھاتے ہیں۔ جلال کے آنکھیں گھوماتے اسکی بات کو ہوا میں اڑا دیا۔ بلال منہ بسور کر اندر چلا گیا۔ تو وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نظر بیڈ ہوش و حواس سے بیگانا ہیر کے چہرے پر پڑی۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد چینج کر کے واپس آیا اور اس کے پاس ہی بیڈ کر بیٹھ گیا۔ بلال کو اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ مگر وہ اس کو ترس اور ہمدردی کی نظر سے دیکھ کر ہیر کی نظروں میں اس کی اہمیت کم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے چہرے پر نظریں جمائے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو اپنے اوپر کسی کی نظر بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔ سرخ و سفید رنگت اس وقت زرد ہو رہی تھی۔ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کے گرد ہلکے بلال کو تکلیف سے

دوچار کر گئے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ ہیر کے لئے کیا محسوس کر رہا ہے۔ مگر اس کی تکلیف بلال کا دل چیر رہی تھی۔ جب اس نے ہیر کو خود اپنی حفاظت کرتے دیکھا تھا تو اس نے یہی سوچا تھا کہ اس کی ہمسفر اس لڑکی جیسی ہونی چاہیے۔ وہ بلکل بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی شادی اسی سے ہو جائے گی۔ اور ان حالات میں ہو گی۔ بلال کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کتنی دیر تک اس کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ بلال کو اس کا ہر نقش حفظ ہو گیا تھا۔ بند آنکھیں دیکھ کر اس کے دل نے بے اختیار خواہش کی تھی کہ ان آنکھوں میں پہلے جیسی چمک لوٹ آئے۔ اتنا رونے کی وجہ سے ہیر کا میک اپ ہلکا ہو گیا تھا۔ سرخ لیپ سٹیک سے سجے ہونٹوں کو دیکھ کر اس کا دل کیا ان کو چھو کر محسوس کرے۔ مگر اپنی خواہش ضبط کر گیا۔ ہیر کو ہوش آیا تو بلال بے اختیار مسکرا دیا۔ اس نے سر پر ہاتھ رکھتے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ تو سامنے بلال خان کا چہرا دیکھ کر پہلے تو اس کو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ کچھ وقت لگا تھا اس کو اپنے حواس بہال کرنے میں۔ وہ ایک دم سے

اٹھ بیٹھی تھی۔اٹھتے ہی اس کی نظر اپنے لباس پر پڑی تھی۔ہیر نے بے یقینی سے بلال کو دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ کر بلال نے فوراً اپنی صفائی دی تھی۔

"یہ۔۔۔۔۔میں نے نہیں کیا۔۔۔۔۔بھابھی نے کیا ہے۔۔۔۔آپ ہیں تو پوچھ لیں۔۔۔۔۔میں بلا لاتا ہوں۔۔۔۔"

بلال خان نے آج تک اپنے باپ کو صفائی نہیں دی تھی اور ہادیہ شاہ کی آنکھوں کی بے یقینی پر ایک ہی سانس میں جو کچھ منہ میں آیا بول گیا۔وہ سچ میں ہی جانے والا تھا کہ ہیر کی آواز پر رک گیا۔

"نن۔۔۔۔نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"

جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی یہ بلال سے پہلی بات تھی جو ہادیہ نے کی تھی۔اور بلال اسی میں خوش تھا کہ ہادیہ نے اس سے کوئی بات تو کی۔

"مطلب آپ مجھ پر یقین کر رہی ہیں۔۔۔؟؟؟"

وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔اس لئے مسکراتے بات کو طول دینے کی کوشش کرتے بولا۔

" روہی کی نیند خراب ہو گی اس لئے بولا۔۔"

اس نے بلال کو گھور کر اس کی بات کی تصحیح کی۔

"مطلب کہ میں بھابھی کو اپنی سوتن سمجھوں۔۔۔۔۔"

وہ چہرے پر اداسی سجائے بولا تو ہیر بے اختیار مسکرا دی۔بلال تو سانس تک لینا بھول گیا تھا۔

"Your smile is so beautiful....."

وہ ایسے ہی اپنی سانس روکے بولا تھا۔اس کا محبت سے چور لہجے میں کہا گیا ایک جملہ سن کر وہ ایسے شرمندہ ہوئی کہ جیسے مسکرا کر بہت بڑی غلطی کر دی ہو۔ہادیہ نے مجرموں کی طرح اپنا سر جھکا لیا تھا۔ہادیہ کی اس حرکت پر بلال کو خود پر غصہ آیا تھا۔

افففف۔۔۔کیاضرورت تھی تعریف کرنے کی جب تمہیں پتاہے کہ وہ"
"جس ٹراما سے گزر رہی ہیں۔۔۔۔ان کو یہ سب فضول ہی لگے گا۔۔۔۔
بلال خود کو اچھی خاصی سنا کر بیڈ سے اٹھا تھا۔ہیر اس کی گڑ گڑاہٹ سن چکی تھی مگر انجان بن کر بیٹھی رہی۔

"آپ نے سونا ہے تو سو جائیں۔۔۔"

بلال اس سے محاتب ہوا تو اس کا لہجہ پہلے کی طرح ہی نرم تھا۔ہیر کو اس کا رویہ بلکل بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔پہلے تو وہ اس سے اس حادثے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔اور اب اس طرح بات کر رہا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہو۔
بلال واش روم کی طرف بڑھ گیا تو ہیر بھی لیٹ گئی۔دروازہ کھولنے کی آواز پر اس نے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔بلال وضو کر کے آیا تھا۔اس نے ایک نظر بیڈ پر لیٹی ہادیہ کو دیکھا۔اس کو لگا وہ سو گئی ہے۔اس لئے جائے نماز اٹھا کر ٹیرس میں چلا گیا۔اس کے جاتے ہی ہیر نے آنکھیں کھول لیں۔اپنے ساتھ ہوئے اس حادثے کو سوچ کر ہی اس کی آنکھیں سے آنسوؤں کا

سیلاب بہنے لگا تھا۔ مگر وہ پھر بھی اس سب کو یاد کر کے خود کو اذیت پہنچا رہی تھی۔ یا شاید اس کے دماغ میں وہ سب ایسے نقش ہو گیا تھا کہ کوئی چاہ کر بھی اس حادثے کے نقش کو مٹا نہیں سکتا تھا۔ دوسری طرف بلال کی رخ ہادیہ کی طرف مڑ گیا تھا۔ اور اس کو بھی احساس نہیں ساری دعاؤں کا ہوا تھا کہ کب اس کی دعائیں ہادیہ سے شروع ہو کر ہادیہ پر ہی ختم ہو گئیں تھیں۔ وہ جب نماز پڑھ کر آیا تو وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں۔ اس کی بند آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس تک آیا اور اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔ بلال نے جھجھکتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے۔ ہادیہ کی جان سے لرز اٹھی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ہادیہ جاگ رہی ہے۔

"میں جانتا ہوں آپ جاگ رہی ہیں۔۔۔۔۔ شادی پر ہر کوئی اپنی بیوی کو ایک خوبصورت تحفہ دیتا ہے۔۔۔ کچھ وعدے کرتا ہے۔۔۔۔۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے مجرم کو ایسی عبرت ناک موت دوں گا کہ

موت بھی کانپ جائے گی۔۔۔آپ کی ہر تکلیف کے بدلے اس کو ایسی اذیت دوں گا کہ وہ اپنے منہ سے اپنے مر جانے کی دعائیں مانگے گا۔۔۔" بلال کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔اس کیے وعدے نے بھی ہادیہ پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

وہ دونوں ایک ساتھ ناشتے کی میز پر آئے تھے۔ان کو ایک کر زرمینہ کو غصہ آگیا تھا۔اس نے نفرت سے ہادیہ کو دیکھا تھا۔

"لگتا ہے کل رات بہت ظلم ہوا ہے جو محترمہ کی آنکھیں سوجی ہوئی ہیں۔۔۔۔"

زرمینہ نے ہادیہ کی سوجی آنکھوں کو ایک کر طنز کا تیر چلایا تھا۔جس کا جواب بلال نے دیا تھا۔

اب تم ایک رات کی دلہن سے اس کی سرخ آنکھوں کے بارے میں "
سوال کرو گی۔۔۔۔ بھلا شادی کی پہلی رات سو کر کون برباد کرتا ہے۔۔۔
"

اس نے معنی خیز لہجے میں کہہ کر زرمینہ کے غصے کو مزید ہوا دی۔ جبکہ ہادیہ توسب کے سامنے بلال کے اس طرح بات کرنے پر شرمندہ ہو گئی تھی۔
رائحہ اور جلال نے سکون کا سانس لیا تھا۔ ویسے تو وہ جانتے تھے بلال ایسا انسان نہیں کے ہادیہ کو اس کے ساتھ ہوئے حادثے کی سزا دے مگر پھر بھی ان دونوں نے رات کو اس کو سمجھایا تھا۔ جس کا اثر دیکھ کر دونوں ہی پر سکون ہو گئے تھے۔

اس جیسی لڑکی کے لئے کون سا مشکل کام ہو گا۔۔۔ کون سا پہلی بار کی "
" کے ساتھ۔۔۔۔

اس کی بات پر ہادیہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی بلال کی دھاڑ پر اس کا منہ بند ہو گیا۔

بکواس بند کرو زرمینہ خان اگر تم نے میری بیوی کے بارے میں بکواس "
"کرنے کا سوچا بھی تو تمہاری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لوں گا۔۔۔۔
اس کی بات سن کر لمحہ بھر کو ڈائنگ ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ہادیہ نے خوف
زدہ نظروں سے بلال کو دیکھا۔وہ اس وقت ہادیہ کو بلکل بھی رات والا بلال
نہیں لگ رہا تھا۔

رویہا کے بعد اللہ نے شازم کو اذمار سے نوازہ تھا۔جس کا زیادہ تو دھیان ہی
حنار کھتی تھی۔ایان کی شادی اس کی مرضی سے کرتو دی تھی مگر شادی
کے کچھ عرصے بعد ہی رمل کی پیدائش پر اس کی ماں کی موت ہو گئی تھی۔
ایان نے دوسری شادی گھر والوں کی مرضی سے کرتو لی تھی مگر اس نے
کبھی بھی رمل کو ماں کا پیار کبھی نہیں دیا تھا۔گھر کے سارے بچے حنا اور

لائبہ کے پاس ہی ہوتے تھے۔لائبہ سے زاویان نے شادی تو کرلی تھی مگر اس رشتے کو اپنانے میں اس کو بہت وقت لگ گیا تھا۔زاویان نے اس رشتے کو شروع کرنے سے پہلے ہی لائبہ کو ہر حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔اور اس کو یہ بھی بتادیا تھا کہ لائبہ کو شاہ فیملی والے کیوں اس کی فیملی سے نہیں ملنے دیتے۔لائبہ کو اس بات نے تکلیف بھی دی تھی اور وہ اس سے ناراض بھی ہوگئی تھی۔ مگر اس کی ناراضگی تو اس کے اگلے دن ہی ختم ہوگئی تھی جب زایاون رات کے آخری پہر گھر آیا تھا۔اس کو آرمی یونیفارم میں دیکھ کر لائبہ تو جیسے ساری دنیا ہی بھول گئی تھی۔بے خودی میں اس نے زاویان کے یونیفارم کی ایک ایک چیز کو چھو کر محسوس کیا تھا۔اور زاویان حیرت سے اس کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔جو اس قدر پاگل تھی کہ صرف اس کو یونیفارم میں دیکھ کر ہی اپنی ساری ناراضگی بھولائے اس کے یونیفارم کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔زاویان کو ہادیہ کی بات یاد آئی تھی کہ ہم آرمی آفیسرز کی دیوانیوں کا کیا ہوگا۔

"میجر۔۔۔۔"

اس نے زاویان کو مخاطب کرتے سر اٹھا کر اس کو دیکھا جو خاموش نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ لائبہ نے اپنے پیر اوپر کرتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خود کو اس کے قریب کیا اور اس کے ماتھے پر لب رکھ دیے۔

مجھے نہیں پتا محبت کیا ہوتی ہے۔۔۔۔پر آپ کو اس یونیفارم میں دیکھنے کے بعد میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔۔۔آپ کے بعد یا تو میری زندگی میں کوئی نہیں آئے گا۔۔۔یا تو مجھے اگلی سانس نہیں آئے گی۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں دیوانوں کی سی چمک دیکھ کر زاویان سانس تک لینا بھول گیا تھا۔

"آپ یہ مجھ سے کہہ رہی ہیں یا یونیفارم سے۔۔۔؟؟"

زاویان نے غیر محسوس انداز میں اس کو کمر سے پکڑ کر اپنے نزدیک کیا۔ زاویان کو بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ لائبہ اس قدر پاگل ہو سکتی ہے۔

"یونیفارم پہنے اپنے شوہر سے۔۔۔۔"

لائبہ نے اس کی گردن کے گرد اپنا حصار بناتے ہوئے کہا۔ تو زاویان مسکرا دیا۔

"آپ کو مجھ سے زیادہ یونیفارم پسند ہے۔۔۔۔۔؟؟"

اس کے سوال پر لائبہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"جب میں ریٹائر ہو گیا تو۔۔۔"

"تو بھی میں آپ کی وفادار رہوں گی۔۔۔۔"

زاویان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی لائبہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اگر میں مر گیا تو۔۔۔۔؟؟"

زاویان نے اس کو مزید اپنے قریب کرتے ایک اور حد شہ بیان کیا۔

"تو اللہ کرے مجھے بھی اسی وقت موت آجائے۔۔۔"

اس کے الفاظ پر زاویان کا دل دہل گیا تھا۔ ان چند منٹوں کی گفتگو سے زاویان کو اندازہ ہو گیا تھا وہ اس قدر بے وقوف ہے۔ زاویان نے اس کا چہرہ گردن سے اوپر کر کے اپنے قریب تر کیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اس

کے شدت بھرے لمس پر لائبہ نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ جسے محسوس کر کے زاویان کی شدت میں اضافہ ہوا تھا۔ زاویان نے جھک کو اس کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اس کو لے کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ لائبہ تو اس کی قربت میں سب کچھ بھول گئی تھی۔

شادی کے کچھ سالوں بعد اللہ نے لائبہ اور زاویان کو دو جڑواں بیٹیوں سے نوازا تھا۔ اس دوران حنا کی بیٹی پیدائش کے کچھ دن بعد ہی مر گئی تھی۔ وہ پیدائش سے ہی بہت کمزور تھی۔ اس لئے زیادہ دن سروائیو نہیں کر سکی تھی۔ حنا کو جس قدر بیٹیاں پسند تھی۔ اللہ نے اس کو بیٹی دے کر لے لی تھی۔ جس کی حالت دیکھ کر لائبہ نے اپنی بیٹی اس کی گود میں ڈال دی تھی۔ زاویان ہی تھا اس گھر میں جو اپنے گھر اللہ کی رحمت آنے پر اس قدر خوش

تھا کہ جب لائبہ نے اپنی بیٹی حنا کی گود میں ڈالی تو وہ ناراض ہو گیا۔اس کی ناراضگی پر لائبہ نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اللہ نے اس کو ایسا شوہر دیا ہے جو ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے۔چاہے شوہر ہو، باپ ہو یا ایک سپاہی۔لائبہ نے زاویان کو سمجھایا تھا کہ وہ رہے گی تو ان کی نظروں کے سامنے ہی ایک۔ تب جا کر وہ مانا تھا۔حنا نے اپنی بیٹی کا نام دل نور رکھا تھا۔اور لائبہ نے اپنی بیٹی کا نام در عین رکھا تھا۔لائبہ اب بھی اپنی فیملی سے دور تھی۔

اذلان اور مقتضیٰ کی دوستی سکول میں ہوئی تھی۔ویسے تو مرتضیٰ اور مقتضیٰ میں بھی بہت اچھی دوستی تھی۔وہ دونوں اذان اور اذلان کی طرح لڑتے نہیں تھے۔ان کی بونڈنگ بھی بہت اچھی تھی۔مگر سکول میں جب ان کی دوستی اذلان سے ہوئی تو اذلان اور مقتضیٰ کی دوستی ہر گزرتے دن کے ساتھ گہری ہو گئی۔کیونکہ مرتضیٰ اپنی دوستانہ طبیعت کی وجہ سے بہت سے

دوست بنا چکا تھا۔ اذلان اور مقتضیٰ کی بہت سی عادات ایک جیسی تھیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ دونوں ہی جلدی جلدی کسی سے گھولتے ملتے نہیں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا ایک دوسرے کے علاوہ کوئی دوست نہیں تھا۔

بلال جو گھر اس ارادے ڈے چھوڑ کر آیا تھا کہ وہ دوبارا کبھی واپس نہیں جائے گا۔ وہ اپنے بھائی کے گھر پر پھر سے ایک بیٹے کی خوشی آنے پر بھی حویلی نہیں گیا تھا۔ جلال کے چھوٹے بیٹے کا نام رائحہ نے زویزان رکھا تھا۔ جب بلال کو پتا چلا کہ زرمینہ نے اپنی دماغی حالت خراب ہونے کے باعث خود کو ختم کر لیا ہے وہ ہادیہ اور ایزد کو لے کر واپس آ گیا۔ اس کو بلکل بھی برا نہیں لگا تھا۔ نا اس وقت جب زرمینہ پاگل ہوئی تھی اور نا ہی اس کے مرنے پر اس کو برا لگا تھا۔ مگر اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ اس کو بس اس بات کا دکھ تھا کہ

ابراہیم خان کی اکلوتی اولاد ان سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئی ہے۔ وہ بس ان کے لئے واپس آیا تھا۔ کچھ دن وہ وہیں روکا تھا مگر ابراہیم خان کا ہادیہ کے ساتھ رویہ دیکھ کر بلال ان دونوں کو وہاں سے لے کر واپس چلا گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ بلال زرمینہ کی موت کے بعد ہمیشہ یہی رہنے کے ارادے سے آیا تھا۔ مگر بلال کا اس کی وجہ سے گھر پھر سے چھوڑ کر جانا ایک آخری ضرب ثابت ہوا تھا۔ جب بلال نے سب کے سامنے اس کو عزت دی تھی تب سے ہی ہادیہ کی سوچ بلال کے لئے بدل گئی تھی۔ بلال اس بات کو محسوس کر چکا تھا۔ مگر وہ چاہتا تھا کہ ہادیہ خود اس کی طرف آئے۔ اور ایک دن اس کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔ جب بلال رات کو گھر واپس نہیں آیا تھا۔ ہادیہ نے جلے پیر کی بلی کی طرح ساری رات یہاں سے وہاں چکر کاٹتی رہی تھی۔ مگر وہ واپس نہیں آیا۔ تقریباً رات کے دو بجے کا وقت تھا جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ ہادیہ اس کا انتظار کرتے کرتے لاؤنج میں ہی سو گئی تھی۔

"ہادیہ۔۔۔۔۔"

وہ جو ابھی ابھی سوئی تھی۔بلال کی پکار پر اس کی نیند فوراً ہوا ہوئی تھی۔

سامنے بلال کو دیکھ کر وہ بھاگ کر اس کے سینے سے لگی تھی۔

کہاں چلے گئے تھے آپ۔۔۔۔؟؟میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی"

"ہوں۔۔۔۔۔عجیب عجیب سے خیال آرہے تھے۔۔۔

ہادیہ بچوں کی طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔بلال تو پہلی بار ہادیہ کے

خود سے قریب آنے پر سکتے میں چلا گیا تھا۔

"میں آپ سے بات کر۔۔۔۔۔۔"

وہ جو اس کے نا بولنے پر اس کے سینے سے سر اٹھا کر بولی تھی۔آرمی

یونیفارم دیکھ کر وہ پتھرا گئی تھی۔اس کی نظر بلال کے سینے پر تھی۔اور بلال

کی نظر اس کے چہرے پر تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے دو پتھر کے مجسمے ایک

دوسرے کو اپنے حصار میں لئے کھڑے ہوں۔ہادیہ نے بے اختیار ہی اس

کے سینے پر موجود پاکستان کے جھنڈے کو چھو کر دیکھ تھا۔اس کے چھونے پر بلال کو ہوش آیا تھا۔

"ہادیہ۔۔۔۔"

بلال کی پکار پر اس نے ٹرانس کی کیفیت میں بلال کو دیکھا تھا۔بلال نے اس کو اپنے قریب کیا تھا۔بے خودی کے عالم میں ہادیہ باقی کا فاصلہ مٹاتی اس کی گردن پر ہاتھ رکھتی اس کے مزید قریب ہوئی۔اس کے خود سے قریب آنے پر بلال سارے فاصلے مٹاتا اس کے لبوں پر جھک گیا۔بلال نے بہت نرمی سے اس کو چھوا تھا۔ہادیہ نے شدت سے اس کا نچلا ہونٹ کاٹ لیا تھا۔جس کو محسوس کر کے وہ مسکرا دیا تھا۔جب ہادیہ پیچھے ہوئی تو بلال نے جتاتی نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

"مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ نے اس کے یونیفارم کو دیکھ کر پوچھا تھا۔اس کی آنکھوں کی چمک بلال کو بہت کچھ کرنے پر اکسا رہی تھی۔

"کبھی آپ نے پوچھا ہی نہیں۔۔۔۔"

بلال نے سادگی سے جواب دیا تھا۔

"یہ بات کون کون جانتا ہے۔۔۔۔"

ہادیہ نے آئی ایس آئی کو چھو کر پوچھا تھا۔

" میرا ایک دوست۔۔۔ جلال بھائی، زاویان اور لائبہ "

بلال کے منہ سے اپنے بھائی کا نام سن کر اس نے حیرت سے بلال کو دیکھا تھا۔

"زاوی بھائی۔۔۔۔؟؟"

اس نے اپنے شک کی تصدیق چاہی تھی۔بلال نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"بھائی تو ایک ایجنسی کے ساتھ بھی کام کر رہے ہیں۔۔۔"

ہادیہ نے نا سمجھ سے پوچھا تھا۔

"وہ ایجنسی ہماری ہے۔۔۔۔"

بلال کی بات سن کر ہادیہ پہلے حیران ہوئی تھی۔ پھر ایجنسی والی بات پر ستائشی نظروں سے اس کو دیکھا۔

" ہادیہ۔۔۔۔"

بلال کی شدت بھری پکار پر ہادیہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"I Love you.... I love you so much.....Mrs Hadiya Bilal Khan...."

بلال نے شدتِ جذبات سے بوجھل لہجے میں کہا تھا۔ ہادیہ نے اس کو زبان سے جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے بلال کے سینے میں موجود اس کے نام پر لب رکھتے اس کی بات کا جواب دیا تھا۔ اتنے خوبصورت اظہار پر بلال نے سرشار ہوتے اس کو اپنی بانہوں میں اٹھا لیا تھا۔ وہ اس کو لے کر کمرے میں بڑا تھا۔ بلال کے اس کو بہت محبت اور عقیدت سے چھوا تھا۔ ہادیہ نے کبھی خود کو اس کے پاس غیر محفوظ محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کو آج تک اس کی

وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔اس کو آج پتا چلا تھا کہ وہ ایک مخافظ کے ساتھ رہ رہی تھی۔وہ کیسے خود کو غیر محفوظ محسوس کرتی۔اب بھی اس نے ہادیہ کو ایسے چھوا تھا۔جیسے وہ کانچ کی گڑیا ہو۔

لائبہ کی برتھ ڈے تھی۔اور زاویان اس کو ایک سرپرائز دینے کے لئے اپنے ساتھ لایا تھا۔اذلان دل نور، درعین اور حنا ان کے ساتھ ہی تھیں۔وہ پوچھ پوچھ کر تھک گئی تھی۔ مگر زاویان اس کو جواب دینے کی بجائے بات کو گھوما دیتا۔اور وہ کچھ دیر کے لئے سچ میں بھول جاتی۔اس کو حیرت کا جھٹکا لگا جب گاڑی ایک گھر کے سامنے رکی۔ حنا بھی اس کے بارے میں جانتی تھی۔ مگر زاویان کے سختی سے کہنے کی وجہ سے وہ بھی لائبہ کو کچھ نہیں بتا رہی تھی۔وہ سب گاڑی سے نکلے اور اندر چلے گئے پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"شاہ سائیں یہ آپ ہمیں کہاں لے کر آ گئے ہیں۔۔۔"

اس نے زاویان کا بازو پکڑ کر اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔اسی وقت پورے گھر کی لائٹس جل اٹھی تھیں۔سامنے اپنے بھائیوں کو دیکھ کر لائبہ کی چیخ نکل گئی تھی۔اس کے علاوہ اس کی باقی کی دوستیں بھی موجود تھیں۔وہ بھاگ کر ان کے سینے سے جا کر لگی تھی۔اذلان تو دل نور کا ہاتھ پکڑ کر اس کو مقتضیٰ کی طرف لے گیا تھا۔وہیں پر مرتضیٰ زریزان،ایزد اور ہادیہ اور بلال کی بیٹی غزال بھی تھی۔غزال کا نام بلال نے ہی رکھا تھا۔مگر ایزد نے سب سے پہلے اس کو غزل کہا تھا۔جس وجہ سے بلال بھی اس کو غزل کہتا تھا۔ غزال کو ایزد اور بلال نے اتنا سر چڑھایا ہوا تھا کہ ہادیہ ہر وقت ہی اس کے لئے پریشان رہتی تھی۔درعین اس وقت لائبہ کے ہی پاس تھی۔لائبہ اپنے بھائیوں سے مل کر ہادیہ اور رائحہ سے بھی ملی۔جب کہ زاویان ہادیہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔حنا بھی اپنی ساری دوستوں سے مل کر بہت خوش نے اپنی طرف سے آغا کو بلایا تھا۔مگر جب ان کو پتا تھی۔جلال اور بلال

چلا کہ اس کی بیوی رانیہ رائحہ ہادیہ لائبہ اور حنا کی دوست ہے تو انہوں نے اس کو بھی بلا لیا۔ رانیہ اور آغا کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام آغا نے اپنے اور رانیہ کے نام سے ملا کر غانیہ رکھا تھا۔ غانیہ تو جیسے ان دونوں کی زندگی تھی۔

"لائبہ تمہاری بیٹی کتنی پیاری ہے۔۔۔۔اسے مجھے دے دو۔۔"

ان سب سے مل کر رائحہ نے درعین کو دیکھتے ہوئے خوشی سے کہا۔

"مطلب۔۔۔"

لائبہ نے ناسمجھے سے پوچھا۔

"مطلب میرے مرتضیٰ کی بات کر رہی ہوں۔۔۔"

درعین، رائحہ کو اتنی اچھی لگی تھی کہ اس کے درعین کو دیکھ کر ہی اس کو مرتضیٰ کے لئے مانگ لیا تھا۔

"نہیں۔۔۔"

اس سے پہلے کے وہ کوئی جواب دیتی زاویان نے ہی منع کر دیا۔ان دونوں نے بے احتیار ہی اس کو دیکھا تھا۔زاویان کا انکار سن کر رائحہ اداس ہو گئی تھی۔

میں اس کو ابھی سے کسی رشتے میں نہیں باندھنا چاہتا۔۔۔اور میں چاہتا" ہوں یہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرے۔۔۔اگر بڑے ہو کر اس کی پسند کچھ "اور ہوئی تو یہ دونوں بچے خوش نہیں رہیں گے۔۔۔

اس کی سوچ جان کر رائحہ،اور رانیہ کو حیرت ہوئی تھی۔باقی سب تو زاویان کی نیچر سے واقف تھے۔رائحہ نے بے احتیار ہی جلال کو دیکھا تھا۔ اس کو زاویان کے رشتے سے انکار کرنا یاد آیا تھا۔وہ زاویان سے کبھی ملی نہیں تھی۔کیونکہ لائبہ کی شادی آنن فانن ہوئی تھی۔وہ اس وقت بھی سب گھر والوں سے غصہ ہوئی تھی۔یہ غصہ تب زرا کم ہوا تھا جب اس کو پتا چلا تھا کہ وہ ہادیہ کا بھائی ہے۔آج اس سے مل کر اور لائبہ کو اتنا خوش دیکھ کر رائحہ کو جلال کا فیصلہ بلکل درست لگا تھا۔اور اس کو اپنے انکار کرنے پر

شرمندگی ہوئی تھی۔ وہ لوگ کافی وقت تک وہیں رہے تھے۔ اذلان نے مقتضیٰ کو اپنی بہن سے ملوایا تھا۔ جبکہ مرتضیٰ کا سارا دھیان تودرعین کی طرف تھا۔ ویسے تودرعین اور اس کی عمر میں کافی فرق تھا۔ مگر مرتضیٰ نے اس سے بھی جلدی ہی دوستی کرلی تھی۔ وہ سب ہی اکٹھے بیٹھے تھے۔ بچے سب ہی کھیل رہے تھے۔ درعین کے گرنے پر سب ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس کے پاس جاتا مرتضیٰ نے اس کو اٹھالیا۔ درعین کو چوٹ لگی تھی۔ مرتضیٰ نے بلکل ایسے ہی اس کو خاموش کروایا تھا جیسے اس کو چوٹ لگنے پر زاویان اس کو خاموش کرواتا تھا جیسے وہ اس کا دھیان رکھتا تھا۔

"اس کا مطلب مجھے عینا کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

لائبہ نے شرارت سے کہا تو سب ہی مسکرا دیے۔ ڈھکے چھپے لفظوں میں ہی صحیح لائبہ اپنی رضامندی دے گئی تھی۔ اور مرتضیٰ کا رویہ دیکھ لینے کے بعد زاویان بھی مطمئن تھا۔ حدی کو اس کی سنجیدگی کی وجہ سے دل نور

کھڑوس کے لقب سے نواز چکی تھی۔ یہ لفظ اپنی لائبہ مما کے منہ سے زاوی بابا کے لئے سنا تھا۔ جب لائبہ کی طبیعت خراب ہوتی تو زاویان اس پر سختی کرتا کہ وہ کوئی کام نا کرے۔ اور اس کے سختی کرنے پر وہ زاویان کو اس لقب سے نوازتی تھی۔ حدی کی سنجیدگی کی وجہ سے دل نور نے دوبارہ اس سے بات کرنا تو دور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس وقت بھی حدی کو دل نور کا اس سے بات نا کرنا برا لگا تھا پر کیوں لگا تھا یہ بات وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کو دل نور کا اذلان کو اتنی توجہ دینا سخت زہر لگ رہا تھا۔ غصے میں اس نے گلاس زمین پر پھینک دیا تھا۔ بس دل نور نے ہی دیکھا تھا کہ حدی نے جان بوجھ کر گلاس پھینکا ہے۔ سب حدی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"یہ گلاس کیسے ٹوٹ گیا۔۔۔"

رائحہ نے پریشانی سے کہا۔

"غلطی سے گر گیا ہے۔۔۔"

حدی کے جھوٹ بولنے پر دل نور کا منہ کھل گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ہٹ جاؤ یہاں پر چوٹ لگ جائے گی۔۔۔"

لائبہ نے فوراً اس کو کانچ کے ٹکڑوں سے دور کیا۔ وہ سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے ہٹ گیا۔ جب نور کو موقع ملا تو اس نے حدی کو کہہ دیا۔

"آپ نے سب سے جھوٹ بولا۔۔۔"

نور کی بات کا مطلب تو وہ اچھے سے سمجھ گیا تھا۔ مگر انجان بن گیا۔

"کون سا جھوٹ۔۔۔؟؟"

" آپ نے گلاس جان بوجھ کر توڑا۔۔"

نور نے بے یقینی سے کہا۔ اس کو بلکل بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

"وہ تو مجھے غصہ آ گیا تھا۔۔۔"

وہ اپنی عادت کے خلاف نور سے بہت نرمی سے بات کر رہا تھا۔

"دل۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو آواز دی تو دل نور کے چہرے پے مسکراہٹ بکھر گئ۔
مقتضیٰ کا دل کیا اس کی مسکراہٹ چھین لے۔وہ کیوں اذلان کے بلانے پر ایسے مسکرائی ہے۔اور اذلان نے اس کو دل کیوں کہا ہے۔

"آئی دلاور۔۔۔"

وہ بھی حنا کی دیکھا دیکھی اذلان کو دلاور کہتی تھی۔نور کے منہ سے کسی اور کا نام سن کا حدی کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔اس نے دل نور کا بازو پکڑ اس کو اپنی طرف کھینچا تھا۔وہ جو مڑ کر جانے لگی تھی اس کی اس حرکت پر بے اختیار ہی واپس اس کی طرف مڑتی اس سے ٹکرائی تھی۔حدی کا قد اس سے کافی لمبا تھا۔کیونکہ چودہ سال کے لڑکے کے سامنے وہ چھے سات سال کی لڑکی بہت چھوٹی تھی۔اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ تکلیف سے نور کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔اس کی براؤن آنکھوں میں تیرتے آنسو اور خوف نے حدی کو سکون بخشا تھا۔مگر جب بولا تو اس کی آواز بہت سخت تھی۔

"تم اس کو دلاور کیوں کہہ رہی ہو۔۔۔؟؟؟"

"چھچھ۔۔۔۔۔۔ چھو۔۔۔ چھوڑیں ممم۔۔۔۔۔ مم۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔۔۔"

"دد۔۔۔دد۔۔در۔۔۔۔درد ہو۔۔۔۔ہو۔۔۔رر۔۔۔۔ر۔۔۔رہا ہے۔۔۔۔"

نور نے روتے ہوئے اور کچھ خوف سے اٹکتے ہوئے کہا۔ حدی کی نظر اس کے ہلتے لبوں پر ٹھہر گئی تھی۔

"میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔۔۔۔"

نور کے حجاب میں لپٹے چہرے پر خوف اس کو مزید خوبصورت بناتا تھا ہمیشہ سے ہی۔ حدی کے سخت لہجے نے اس کو ایک بار پھر خوف زدہ کیا تھا۔ وہ جو گھر میں سب کی لاڈلی تھی۔ حنا نے کبھی اس پر کسی کی سخت نظر نہیں پڑنے دی تھی۔ اب اچانک سے حدی کا اس طرح کا رویہ نور کو خوف زدہ کر گیا تھا۔ اس کو بولتے نا دیکھ کر حدی نے نور کے بازو پر گرفت مزید سخت کی تھی۔

"جواب دو۔۔۔"

بب۔۔۔ بھبھ۔۔۔ بھائی ہہ۔۔۔ ہہ۔۔۔ ہیں مم۔۔۔۔ مے۔۔"

"میرے۔۔۔

وہ ایک بار پھر ہکلا گئی تھی۔ اور حدی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"ایسے ہی ڈرتی رہا کرو۔۔۔ پر۔۔۔ صرف مجھ سے۔۔۔۔"

اگر اس وقت کوئی چودہ سالہ حدی کا یہ جنونی روپ دیکھ لیتا تو یقیناً انتقال کر جاتا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔"

اس کے الفاظ سن کر حدی نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔ نور کو اس کی آنکھیں دیکھ کر لگا وہ مسکرا رہا ہے۔ مگر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی۔ وہ دونوں اس وقت جس جگہ کھڑے تھے۔ کوئی ان کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حدی کی نظر نور کے سرخ ہونٹوں پر تھی۔ نور کو اس کی نظریں عجیب

لگ رہی تھیں۔ وہ اپنی پوری کوشش کر رہی تھی حدی کی گرفت سے نکلنے کی۔ مگر یہ اس نازک جان کے بس میں نہیں تھا۔ اور نا ہی آئندہ کبھی اس میں اتنی طاقت ہونی تھی کہ وہ خانزادہ مقتضیٰ حدی کی گرفت سے نکل سکے۔ وہ ایک گھٹنے کہ بل نیچے بیٹھا اور اس کے لبوں کو شدت سے چھو لیا۔ نور کی آنکھیں پٹ کی پٹ رہ گئی تھیں۔ اس کو بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ حدی نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے۔ مگر اس کی شدت پر نور کا سانس رکنے لگا تھا۔ حدی نے اس کے لبوں کو آزادی بخشی تو وہ نڈھال سی گرنے لگی تھی مگر حدی نے اس کو مظبوطی سے تھام لیا۔

"اگر تم نے یہ بات کسی کو بھی بتائی تو۔۔۔۔ اچھا نہیں ہو گا۔۔۔"

جب وہ خود کو سنبھال چکی تو حدی نے اس کو نرم مگر دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو نور نے ڈر کر سر اثبات میں ہلا دیا۔ حدی نے ایک بار پھر اس کے خوف سے کانپتے لبوں کو چھو کر اس کو آزاد کیا۔ جیسے ہی حدی نے اس کو چھوڑا تو وہ ایسے وہاں سے بھاگی جیسے کسی دیو کی قید سے آزادی مل گئی ہو۔ وہ بھاگ کر

حنا کے پاس گئی اور اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ سب لوگ حیران تھے کہ اچانک اس کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔

مم۔۔۔ما۔۔۔ما۔۔۔۔ گگ۔۔۔ گھر۔۔۔۔جج۔۔۔جا۔۔۔"

"جانا۔۔۔۔۔

اس نے بری طرح روتے ہوئے کہا۔

"نور میری جان کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

حنا نے پریشانی سے پوچھا۔ اذلان بھی وہیں پر آ گیا تھا۔

"دل میں کب سے تمہیں بلا رہا ہوں۔۔۔۔"

وہ جو نور کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں آ گیا تھا اس کو ایسے روتے دیکھ کر اذلان کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔

"اسے کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

اذلان نے خود بھی حیرت و پریشانی سے کہا۔

"شاید جنگل کنگ دیکھ لیا ہے۔۔۔"

جواب دل نور کے بجائے حدی نے دیا تھا۔سب لوگوں نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔حدی کی آواز پر دل نور نے حنا کے گرد اپنے بازو سختی سے لپیٹ لئے کہیں وہ سب کے سامنے ہی اس کو ڈرانا نا شروع کر دے۔جنگل کنگ کا نام سن کر دل نور کا مزید ڈر جانا سب کو یہی لگا کہ وہ بلال کا شیر دیکھ کر ڈری ہے۔

"میں نے نور کو پیچھے کی سائیڈ پر دیکھا تھا۔۔۔"

ایزد کی کہی بات نے ان سب کی ذہن میں چلتی بات کی تصدیق کر دی تھی۔وہ سچ میں حدی سے ملنے سے پہلے اس طرف گئی تھی۔

"جنگل کنگ۔۔۔؟؟؟"

رانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"شیر۔۔۔دا جنگل کنگ۔۔۔ "

آغا نے اس کو جواب دیا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

جج۔۔۔ججنگ۔۔۔جنگل۔۔۔کک۔۔۔کنگ۔۔۔"

"نن۔۔۔نہیں۔۔۔ای۔۔۔ایول۔۔۔کک۔۔۔کنگ۔۔۔

نور نے روتے ہوئے ہچکیوں کے ساتھ کہا سب ہی اس کی طرف متوجہ تھے۔اس لئے کوئی حدی کے چہرے کی مسکراہٹ نہیں دیکھ سکا تھا۔

"اچھا ہم گھر چلتے ہیں۔۔۔"

نور کو مسلسل روتے دیکھ کر حنا نے کہا۔

"پر حنا۔۔۔۔"

سب دوستوں نے اس کو روکنا چاہا تھا۔

"رویہا، اذمار اور رمل گھر پر میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔۔۔وہ میرے بغیر نہیں رہتے۔۔۔۔"

حنا نے جانے کی ایک اور وجہ بتائی تھی۔تو سب نے ان کو جانے کی اجازت دے دی۔اس کے ساتھ ہی رانیہ اور آغا بھی جانے کی تیاری کرنے لگے۔ آغا نے کسی مشن کے لئے کراچی جانا تھا۔اور رانیہ اس کے ساتھ ہی جا رہی

تھی۔اس لئے وہ بھی نکل گئے۔لائبہ نے سب کے دیے گفٹس کھولے تھے۔ مگر اس کو سب سے زیادہ اچھا گفٹ زاویان کا لگا تھا۔ جس نے اس کو ہوسپٹل گفٹ کیا تھا۔ جس کا نام ابھی نہیں سوچا تھا۔ مگر وہ درعین،اور دل نور کے نام تھا۔اس نے زاویان سے کہا تھا کہ وہ چاہتی ہے کہ اس کی بچیاں اس گاؤں کے لئے کچھ کریں۔اور زاویان نے اس گاؤں میں ہی ہوسپٹل بنوانا شروع کر دیا تھا۔لائبہ توسب کچھ بھول کر سب کے سامنے ہی اس کے گلے لگ کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ جبکہ لائبہ کی اس حرکت پر زاویان کی آنکھیں باہر نکلنے کو تھیں۔اس کی شکل دیکھ کر سب لوگوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔سب کے ہسنے پر لائبہ شرمندہ ہوتی اس سے الگ ہوئی تھی۔ مگر جیسے ہی دوبارہ پیپر زپر نظر پڑی تو وہ ایک بار پھر سے اس کی سینے سے لگ گئی تھی۔اب کی بار سب کے ساتھ زاویان کا بھی قہقہہ شامل تھا۔ لائبہ نے ضد کی کہ اس کو وہ جگہ دیکھنی ہے۔ مگر زاویان نے کہہ دیا کے

ابھی تو کنسٹرکشن کا کام چل رہا ہے۔ مگر پھر بھی وہ بضد تھی کہ اس کو جانا ہی جانا ہے تو زاویان نے اس کو روکنے کی ایک اور ناکام کوشش کی۔

"عینا کو وہاں لے کر نہیں جا سکتے۔۔۔۔"

عینا جلال بھائی کہ پاس رہ لے گی۔۔۔۔ تھوڑی دیر کی تو بات ہے۔۔۔۔"

"ہم دیکھ کر واپس آجائے گے۔۔۔

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی لائبہ نے بات کاٹ دی۔اس کو نا مانتے دیکھ کر زاویان کو ہی اس کی بات ماننی پڑی۔ مرتضیٰ کو عینا کا دھیان رکھنے کے لئے کہہ کر وہ زاویان کے ساتھ چلی گئی۔ راستے میں لائبہ اپنے اور بچوں کے فیوچر پلینز کر رہی تھی۔ یہ جانے بغیر کے قسمت میں کچھ اور ہی لکھا ہے۔ انسان بھی نا اس کو اگلے پل کی خبر نہیں ہوتی اور وہ بہت آگے تک سوچ لیتا ہے۔ یہ جانے بغیر کے زندگی اس کو اتنی مہلت دے گی بھی یا نہیں۔ لائبہ سب کو کہہ کر آئی تھی کہ اس ہوسپٹل کا نام وہ شاہ ہیلتھ سینٹر رکھے گی۔ شاہ ہیلتھ سینٹر کی بلڈینگ دیکھ کر جب وہ واپس آرہے تھے۔ ان

کی گاڑی کسی ٹرک سے اس قدر بری طرح ٹکرائی تھی کے موقعے پر ہی ان دونوں کی جان نکل گئی تھی۔ شاہوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے سارا الزام خانوں پر لگا دیا کہ انہوں نے زاویان اور لائبہ کو قتل کروایا ہے کیوں کہ ان لوگوں نے لائبہ کے ان سے ملنے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ اس بات کا بدلہ انہوں نے زاویان کو جان سے مار کر لیا ہے۔ شاہوں کی اس بات نے ان لوگوں کو اتنا غصہ دلایا تھا کہ ان کو لگنے لگا کہ انہوں نے ہی یہ ایکسیڈینٹ کروایا ہے۔ جازم نے کہا کے ہم کیوں اپنے بھائی کو مروائیں گے۔ بلال نے بھی غصے میں کہہ دیا کہ انہوں نے یہ سب اس لئے کروایا ہے کہ وہ لوگ ہادیہ سے ملنے آئے تھے۔ ان لوگوں نے درعین کو لینا چاہا تھا۔ مگر جلال نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ زاویان کی موت کے بعد ان لوگوں کا رابطہ مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا۔ اور شاہوں نے اپنی وہ حویلی چھوڑ دی تھی۔ اور وہ لوگ اپنی دوسری حویلی چلے گئے تھے۔ جس کی وجہ سے

رائحہ اور ہادیہ کا رابطہ حنا سے بلکل ہی ختم ہو گیا تھا۔ رانیہ سے رابطہ اس پہلے بھی نہی

زرمینہ کے مرنے کے بعد جلد ہی افراہیم خان اور خانم بیگم بھی کا بھی ایک ایکسیڈینٹ میں انتقال ہو گیا تھا۔ خانم بیگم تو موقع پر ہی جان بحق ہو گئ تھیں۔ مگر افراہیم خان چند دن ہوسپٹل میں رہنے کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے تھے۔ حدی ان سے بہت زیادہ اٹیچ تھا اس لئے ان کے مرنے کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ گھر کے باقی بچوں کو افراہیم خان کی کمی محسوس نا ہو اس لئے ابراہیم نے ان کی جگہ لے لی۔ حدی کے علاؤہ سب کو ہی لگتا تھا کہ وہی ان کے سگے دادا ہیں۔ لائبہ کے مرنے کے بعد جب درعین ان کے گھر آئی تھی وہ بہت روتی تھی۔ اس کو سب نے بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔ مرتضیٰ اور درعین یہ بات ہمیشہ سے ہی جانتے تھے

کہ بڑے ہونے کے بعد درعین کی شادی مرتضیٰ سے ہی ہو گی۔درعین کا جب میٹرک کلیئر ہوا تو ابراہیم خان نے کہا کے اس کی شادی کر دی جائے۔ تھی۔سب نے ہی ابراہیم خان اس وقت درعین کی عمر صرف سولہ سال کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔مگر انہوں نے کہہ دیا کہ شادی کرنے کے بعد اپنے شوہر کی مرضی سے جو چاہے وہ کر سکتی ہے۔بلال کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے کہہ دیا۔

اگر ایسی بات ہے تو آپ اس کی شادی کر دیں۔۔۔ویسے بھی مرتضیٰ کو"

"کونسا اعتراض ہو گا اس کی پڑھائی سے۔۔۔۔

اس کی بات سن کر سب ہی مان گئے تھے۔ابراہیم خان نہیں جانتے تھے کہ درعین کا رشتہ لائبہ کی مرضی کے مطابق مرتضیٰ سے ہو گا۔جب ان کو پتا چلا تو انہوں نے کچھ خاص غصہ نہیں کیا اور نا ہی ناراضگی دیکھائی۔سب ہی مطمئن تھے۔اور درعین کی شادی مرتضیٰ سے کر دی گئی۔وہ دونوں ہی اپنی زندگی میں بہت خوش تھے۔اس کی زندگی میں ہل چل تب ہوئی جب سب

کو درعین کے امید سے ہونے کی خبر ملی تھی۔ درعین اپنی پڑھائی کو لے کر کافی پریشان ہو گئی تھی۔ مگر سب گھر والوں نے اس کو سمجھایا کہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنی پڑھائی روک لے اور رہی بات اس کے بچے کی تو اس کو سنبھالنے کے لئے بہت لوگ ہیں۔ سب کے کافی سمجھانے کے بعد بھی وہ مطمئن نہیں ہو پا رہی تھی۔ تب رائحہ نے اس کو اپنی شادی اور پڑھائی کے بارے میں بتایا تو وہ کچھ پر سکون ہو گئی۔

ابراہیم کے مرنے کے بعد مقتضیٰ نے تو ہسنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ کسی کو اس کی فکر نہیں تھی۔ سب نے ہی اس کو زندگی کی طرف لانے کی بہت کوشش کی تھی۔ مگر ایسا کوئی بھی نہیں کر پایا تھا۔ درعین سے وہ بہت پیار کرتا تھا۔ اس نے ہمیشہ ہی درعین کو اپنی بھابھی کی نظر سے دیکھا تھا۔ غزال تھوڑی نہیں بہت ضدی تھی۔ اور وجہ یہ تھی کہ گھر کی پہلی بیٹی

ہونے کی وجہ سے اس کو سب نے ہی اتنا پیار اور لاڈ دیا تھا کہ وہ خود سر ہوتی چلی گئی۔ جب اٹھارہ سال کی عمر میں مقتضیٰ نے ایجنسی جوائین کی تو اس نے بھی ضد کر دی کے وہ بھی یہی کرے گی۔ مگر سب نے اس کو یہ کہہ دیا کہ ابھی وہ بہت چھوٹی ہے۔ وہ بعد میں آئے گی تو اسے ضرور سلیکٹ کیا جائے گا۔ اور اس کے لیے غزال نے اس وقت سے ہی محنت شروع کر دی۔ جب ایزد اٹھارہ سال کا ہوا تو اس نے ایزد کو ایجنسی جوائین کرنے کا کہا۔ ایزد کہاں اس کی کوئی بات ٹالتا تھا۔ بلال کی جگہ پر اس کو رکھ لیا گیا۔ ایزد نے ایجنسی جوائین کرنے کے بعد جو حالات دیکھے تھے۔ اس نے غزال کو اسی وقت سے ٹرین کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے بارے میں صرف بلال اور مقتضیٰ ہی جانتی تھے۔ ایزد نے غزال کو یہ کہہ کر سیکھانا شروع کیا تھا کہ ایجنسی میں اس نے جو بھی سیکھا ہے وہ اب غزال کے لئے اس کی ٹرینگ میں کام آئے گا۔ جبکہ اس کو یہ سب سیکھانے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے بہت سی جگہوں پر ایسے کیسز دیکھے تھے جہاں لڑکیوں کے ساتھ درندگی دیکھا کر

اس کو جان سے مار دیا جاتا تھا۔ یہ ان کی ایجنسی کا ایک اہم کیس تھا۔ جس میں اس کو پتا چلا تھا کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ہمارے ملک کی ہی بیٹیوں کو اغواء کر کے ان کو دوسرے ملکوں میں فروخت کر دیتے ہیں۔ ایزد نے اس کو سب سے زیادہ لاڈ پیار دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کی بات اس سے کر لیتی تھی۔ ایزد اور اس کے درمیان کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ان کو ایک دوسرے کے بارے میں پتا نا ہو۔ ہادیہ کے ایزد کے ساتھ رویہ پر اکثر غزال ہادیہ سے لڑ جاتی تھی۔ مگر ہادیہ پر کبھی اثر ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی ایزد کو دیکھ کر اس سے منہ پھیر لیتی تھی۔ بلال نے بھی اس کو کئیں بار سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ ایزد نے غزال پر اتنی محنت کی تھی کہ غزال پاکستان کی کم عمر ترین وکیل بن گئی تھی۔ اس نے وقت سے پہلے ہی وکالت کی ڈگری حاصل کر لی تھی۔ اس کے علاوہ ایجنسی کی وجہ سے اس نے کئیں کیس لڑے اور جیتے بھی تھے۔ وہ اپنے ڈیڈ کی طرح سچ کے لئے ہی لڑتی تھی۔

ایزد نے لڑنا سیکھایا تھا تو بلال خان نے اس کو صحیح پرڈٹ جانا سیکھایا تھا۔ وہ غلط ہونے پر تو اپنی ماں کو بھی غلط کہہ دیتی تھی۔ بلال ہمیشہ ہی شہر میں رہے تھے۔ سب ٹھیک ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی ابرہیم خان کا رویہ ہادیہ کے ساتھ ایسا ہی تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس کے ساتھ رائحہ جیسا رویہ نہیں رکھ پاتے تھے۔ غزال سے تو ان کو ایک خاص قسم کی چڑ تھی۔ وجہ اس کا ضرورت سے زیادہ بولڈ ہونا اور اس کی ڈریسنگ تھی۔ وہ جب بھی غزال کو کہتے کے اپنی بے باکی کو لگام لگاؤ تو وہ آگے سے کہہ دیتی کہ زرمینہ پھوپھو بھی تو سرِ عام ڈیڈ کے محبت کے گیت گاتی تھی۔ یہ بات اس کو تب پتا چلی تھی جب اس نے ایزد کے منہ سے زرمینہ پھوپھو کا نام سنا تھا۔ اس نے سب سے پوچھنے کی کوشش کی مگر کسی نے اس کو کچھ نہیں بتایا تو اس نے ضد کر کے رائحہ سے ساری بات اگلوالی۔ جب اس کو پتا چلا تھا کہ زرمینہ پھوپھو بلال کی محبت میں پاگل تھی تو چار دن تک وہ غشوں سے ہی نہیں نکلی تھی۔ جب اس نے ایزد کو یہ بات بتائی تو ایزد کا بھی یہی خال تھا۔ ایزد کے اس روپ

سے صرف غزال ہی واقف تھی۔اس لئے وہ کسی کو اپنا یہ روپ دیکھاتا بھی نہیں تھا۔

ایجنسی میں غزال کا نام غزل بلال تھا۔ غزال دنیا کی نظر میں ایک مشہور وکیل تھی۔ایزد کا نام عادی تھا۔ایزد دنیا کی نظر میں اپنے باپ کا بزنس سنبھال رہا تھا۔ مقتضیٰ نے اپنے لئے وہی نام چنا تھا۔ جس نام سے برسوں پہلے ایک نازک جان نے اس کو پکارا تھا۔ یہ بات اللہ کے علاوہ مقتضیٰ حدی جانتا تھا کہ اس نے ایجنسی میں اپنا نام ایول کنگ کیوں رکھا ہے۔ ساری دنیا کی نظر میں وہ ایک بزنس مین تھا۔ جس نے اپنی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اپنا بزنس شروع کیا تھا۔اور بہت جلد بزنس کی دنیا میں اپنا نام بنالیا تھا۔ ملک کا ہر بزنس مین خانزادہ حدی کے ساتھ بزنس کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔

زویزان جب یونیورسٹی لیول میں پہنچا تو مقتضیٰ سے اس کو یونیورسٹی میں

ہونے والے واقعات کے حوالے سے اس کو مشن دینا شروع کر دیے تھے۔ایجنسی میں اس کو زی کہا جاتا تھا۔

حدی لندن سے ایم بی اے کر کے واپس آیا تو اس نے اپنا بزنس شروع کر دیا۔اس وقت در عین کے امید سے ہونے کی خبر ملی تھی۔وہ بہت خوش ہوا تھا۔ مگر دلاور شاہ کے فون نے اس کا سکون غارت کر دیا تھا۔اس نے زمین آسمان ایک کر دیے تھے دل نور کو ڈھونڈنے کے لئے۔دا ایول کنگ جس کے نام سے بھی ساری دنیا کانپتی تھی۔ جس کی بے حسی سے اس کے ساتھ کام کرنے والے بہت اچھے سے واقف تھے۔ جس کو کبھی کسی بات سے یہاں تک کہ کسی کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔اس ایول کنگ کو ایک چھوٹی سی سولہ سال کی لڑکی کے لئے پاگلوں کی طرح خوار ہوتے دیکھ کر غزال، ایزد اور زویزان کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ اس کے لئے کتنی

ضروری ہے۔پران کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس نے دل نور کو دیکھا کہاں پر ہے۔وہ دن رات ایک کر کے اس کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کوئی نے بہت سے لوگ اس کو ڈھونڈنے کے لئے لگا رکھے تھے مگر اس کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔وہ ابھی اس پر کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔اس لئے تصور میں جب بھی اس سے محاتب ہوتا تو اس کو اذلان کی جان کہہ کر محاتب ہوتا۔جب وہ پہلی بار نور سے ملا تھا اس کو بلکل بھی احساس نہیں تھا کہ اس سے ایک گناہ سرزد ہوا ہے۔اب اس کو شدت سے احساس ہوا تھا کہ اس نے کیا کر دیا تھا۔اس کو بار بار دلاور کے فون پر کہے الفاظ یاد آرہے تھے۔

اذلان کے مرنے کے بعد اذان نے گھر آکر سب کو بتایا تھا کہ اذلان کسی لڑکی کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔وہ ملک سے باہر جا چکا ہے۔اور جانے سے پہلے اس نے ایک خط رویہا کے لئے دیا ہے۔اذان نے اپنے ہاتھ سے لکھا

خطر رویہا کو دے دیا۔ رویہا اذلان کے جانے کی بات سن کر اتنی شاکڈ تھی کہ اذان کی ہینڈ رائٹنگ پر دھیان ہی نہیں دیا۔ اس نے بس یہی پڑھا تھا۔

میں نے آج تک تم سے کبھی اپنی محبت کا اظہار اس لئے نہیں کیا کہ میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں۔۔۔۔ تمہارے پاس تو میں اپنے چند پل کے سکون کے لئے آتا تھا۔۔۔۔۔ میں یونی میں ہی اس کو پسند کرنے لگا تھا۔ مگر گھر والوں نے میری شادی زبردستی تم سے کر دی۔۔۔۔

رویہا نے سپاٹ چہرے سے اذان کو دیکھا تو اس نے اذلان کی کچھ تصاویر اس کو دیکھا دیں۔ وہ تصویریں دیکھنے کے قابل نہیں تھیں۔ حنا کو جب اس بات کا پتا چلا تو اس کو بہت دکھ ہوا تھا۔ رو رو کر اس کا برا حال تھا مگر اس نے رویہا کی ہی سائیڈ لی تھی۔ اذلان سے سارے رشتے ختم کرتے ہوئے اس کی ہر چیز اپنی نظروں سے دور کر دی تھی۔ وہ پہلے ہی دل نور کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتی تھی۔ مگر اذلان کی اِس ناکردہ حرکت نے رویہا کو توڑ کر

رکھ دیا تھا۔انہیں دونوں میں رویہا کو جو خبر ملی تھی۔اس کو سن کر رویہا مزید ٹوٹ گئی تھی۔رویہا پہلے ہی اذلان کی بے وفائی برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔اب کی بار اس کی اولاد کو اپنانا رویہا کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔اذان نے ہر کام اتنی صفائی سے کیا تھا کہ کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی یہاں تک کے اس کے باپ کو بھی۔

مقتضیٰ اور اس کی ٹیم نے آج ایک جگہ پر جانا تھا۔جہاں کچھ ایسے لوگ چھپ کر بیٹھے تھے جو کئیں غیر قانونی کاموں کو انجام دے رہے تھے۔ان میں ڈرگز پاکستان منگوا کر بیچنا تھا۔وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ملک کا مستقبل خراب کر رہے تھے۔ڈرگز سمگل کرنے کے علاؤہ وہاں کچھ ایسے امیر زادے بھی تھے جو لڑکیوں کی عزت کو روند کر ان کو جان سے مار کر پھینک دیتے تھے۔وہ وہاں پہنچے اور ان کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر ہی ان پر

حملہ کر دیا۔ وہ سب کو مار کر جب ایک کمرے میں پہنچے تو سامنے کا منظر دیکھ کر مقتضیٰ کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

" دلاور۔۔۔۔۔دلاور۔۔۔پلیز بچائیں مجھے۔۔۔"

ایک لڑکا ایک سولہ سالہ لڑکی پر جھکا ہوا تھا۔ وہ زخموں سے چور اپنے آپ کو بچانے کی پوری کوشش کرتے ہوئے چیخ رہی تھی۔

"منہ بند کر کس کو بلا رہی ہے۔۔۔ تیرے اذان بھائی نے اتنے عرصے سے تجھے یہاں رکھا ہے۔۔۔اب اتنے عرصے تک یہاں تیری خدمتیں کرنے کی قیمت تو وصول کروں گا نا۔۔۔۔اور جس دلاور کو بلا رہی ہے مار دیا ہے اس کو تیرے اذان بھائی نے۔۔۔"

وہ دل نور کے منہ پر ایک تھپڑ مارتے ہوئے پہلے غصے سے اور پھر تحمل سے بولا تھا۔ دل نور جو خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی اس کی بات سن کر سکتے میں چلی گئی۔ وہ اس پر جھکا ہی تھا کہ مقتضیٰ غصے سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے جس وحشت اور درندگی سے اس لڑکے کو مارا تھا۔ دیکھ کر

دل نور بے ہوش ہو گئی تھی۔ غزال ایزد اور زویزان نے اس کو روکنے کی بہت کوشش کی کہ یہ لڑکا اذان کے خلاف کام آسکتا ہے۔ مگر اس پر تو جنون سوار تھا۔ مقتضیٰ نے اس کو جان سے مار کر بھی بس نہیں کیا تو غزال نے اس کو روکنے کی کوشش کی۔

"کنگ وہ لڑکی۔۔۔۔"

اس کی بات پر مقتضیٰ نے اس مرد الڑکے کو ایک جھٹکے سے چھوڑا اور دل نور کی طرف بڑھ گیا۔

"تم لوگ جاؤ یہاں سے۔۔۔"

مقتضیٰ نے سرد لہجے میں کہا تھا۔ مگر کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اس نے سب کو قہر برساتی نظروں سے دیکھا تھا۔ مگر وہ پھر بھی نہیں ہلے تو وہ سر جھٹک کر دل نور کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا زخمی وجود بتا رہا تھا۔ اس پر یہاں کتنا تشدد کیا جاتا رہا ہے۔ اس نے دل نور کو نرمی سے اپنی بانہوں میں اٹھایا تو وہ تینوں مرتے مرتے بچے تھے۔ کسی نے بھی کبھی نہیں سوچا تھا کہ خانزادہ

حدی کسی لڑکی کو یوں اپنی بانہوں میں اٹھا سکتا ہے۔وہ اس کو لے کر اپنے ایجنسی میں ہی آیا تھا۔اس کے ساتھ ہی وہ تینوں بھی آئے تھے۔ مقتضیٰ نے اس کو ایک کمرے میں رکھا اور ایک ڈاکٹر کو بلا کر اس کا ٹریٹمنٹ کروایا۔وہ ابھی اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ غزال ایزد اور زویزان اس کے پاس نور کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں کی سرخی کسی کو کوئی سوال پوچھے نہیں دے رہی تھی۔وہ بس خاموش نظروں اور سپاٹ چہرے سے زخمی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔جب اس کا موبائل بجا۔وہاں سے دل نور کے جو خبر ملی تھی اس نے بھی مقتضیٰ کو کوئی خوشی نہیں دی تھی۔اس کو تو دلاور کی موت کا دکھ تھا۔

"زویزان۔۔۔ہوسپٹل چلے جاؤ۔۔۔۔"

وہ کبھی بھی زی کو ایجنسی میں اس کے صحیح نام سے نہیں بلاتا تھا۔

"کیوں خیریت۔۔۔۔؟؟"

وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"مبارک ہو۔۔۔۔۔تم چاچو بن گے ہو۔۔۔"

اس نے دل نور کے چہرے پر ہی نظریں جمائے کہا تھا۔جب کہ اس کے منہ سے یہ خبر سن کر ان تینوں کے چہروں پر خوشی دوڑ گئی تھی۔ان تینوں نے ہی خوشی سے ایک دوسرے کو اور مقتضیٰ کو مبارک باد دی تھی۔ مگر مقتضیٰ نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

"نام میں رکھوں گی۔۔۔"

غزال نے فوراً کہا تھا۔

"نہیں میں رکھوں گا۔۔۔چاچو ہوں میں اس کا۔۔۔۔"

زویزان تو لڑنے کو تیار تھا کہ نام وہ رکھے گا۔

"مرتضیٰ کو کہہ دینا اس کی پیدائش پرچی پر اس کا نام دلاور خان لکھے۔۔۔"

وہ جو ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ مقتضیٰ کی بات سن کر بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔کیونکہ یہ نام انہوں نے تھوڑی دیر پہلے سنا تھا۔۔۔۔اس لے تینوں کو ہی یہ بات یاد آئی تھی۔

"جس دلاور کو بلا رہی ہے مار دیا ہے اس کو تیرے اذان بھائی نے۔۔۔۔۔"

"دلاور۔۔۔۔"

ان تینوں نے ایک ساتھ ہی پوچھا تھا۔

"میرا دوست تھا۔۔۔۔۔"

اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تھا۔

"یہ لڑکی اس کی۔۔۔۔۔"

غزال نے پوچھا تو مقتضیٰ نے سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھا تھا۔

"بہن ہے۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات سن کر وہ سب سکتے میں چلے گئے تھے۔

"ایک بھائی نے ہی اپنے بھائی کو مروایا ہے۔۔۔۔"

ایزد کو حیرت ہوئی تھی۔ یہ بات اس کے لئے نئی نہیں تھی۔ مگر اپنی بہن کو اغواء کروانا تینوں کو ہی سکتے میں ڈال گیا تھا۔

اذان شاہ لڑکیوں کراغواء کرواکے دوسرے ممالک میں بھیج کر بیچ دیتا"
ہے۔۔۔۔جب دلاور کو یہ بات پتا چلی تو پہلے اس نے اذان کو منع کیااور
اس کو سرنڈر کرنے کا کہا۔۔۔اس نے کوئی بات نہیں مانی تو دلاور نے اس
کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے شروع کر دیے تین سال کی محنت کے بعد
جب اس کو سارے ثبوت مل گئے تو اذان کو پتا چل گیا۔۔۔اس نے دلاور کو
اپنی ہی بہن کے حوالے سے بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔۔۔۔وہ جب پھر
بھی نہیں مانا تو اس نے اپنی ہی بہن کو اغواء کروالیا۔۔۔۔دلاور نے اس کو
ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔۔۔مگر یہ نہیں ملی تو اذان نے اس کو
کہا کہ وہ اس کے خلاف جمع کئے گئے ثبوت اس کو دے دے تو وہ اس کو
چھوڑ دے گا۔۔۔۔جب دلاور اس کو ثبوت دینے جا رہا تو تو اس نے مجھے
فون کر کے سب بتا دیا۔۔۔اذان نے سارے ثبوت ملتے ہی اس کو جان
"سے مار دیا۔۔۔۔

تکلیف کی شدت سے اس کی آواز پھٹ پڑی تھی۔

وہ آخری بار مجھ سے ہی بات کر رہا تھا۔۔۔۔۔اس نے مجھ کہا تھا میری" بہن تمہارے پاس میری امانت ہے۔۔۔۔۔اور دیکھو میں اس کی امانت کی "حفاظت نہیں کر سکا۔۔۔۔۔۔

بات کرتے ہوئے سب کو لگا وہ بس ابھی رو دے گا۔ سب کو یہی لگا تھا کہ دل نور اس کے دوست کی بہن ہے اس لئے وہ اتنے عرصے سے پاگلوں کی طرح اس کو ڈھونڈ رہا تھا۔ان سب کو ہی مقتضیٰ کے لئے بہت برا لگا تھا۔ سب ہی جانتے تھے اس نے زندگی میں ایک ہی دوست بنایا تھا۔اس کے بعد نا ہی مقتضیٰ نے کسی سے دوستی کی اور نا ہی اپنی طرف بڑھنے والی کسی کی دوستی کا ہاتھ تھاما تھا۔

وہ ان تینوں کو ہوسپٹل بھیج کر خود اس کے پاس ہی رکا تھا۔نور کو جب ہوش آیا تو خود کو کسی انجان جگہ پر دیکھ کر وہ فوراً اٹھ بیٹھی تھی۔اس کو اپنے

بے ہوش ہونے کی وجہ یاد آئی۔ وہ بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ بچوں کی طرح روتے ہوئے دلاور کو بلا رہی تھی۔ اس کے منہ سے پھر سے دلاور کا نام سن کر آج بھی مقتضیٰ کو غصہ آیا تھا۔ نا جانے کیوں دل نور کے منہ سے کسی اور کا نام اس کو برداشت نہ ہی پہلے ہوا تھا۔ اور نا ہی اب ہوا تھا۔

خبر دار۔۔۔۔۔ خبر دار۔۔۔۔ جو تم نے کسی کا نام اپنے منہ سے "

"نکالا۔۔۔

مقتضیٰ غصے سے اس کو بازو دبوچتے ہوئے اس کو اپنے قریب کر کے دھاڑا تھا۔ دل نور نے جیسے ہی اس کو دیکھا تھا۔ ماسک میں موجود اس وجود کو دیکھ کر دل نور سانس تک نہیں لے سکی تھی۔ اس کی آنکھوں کی وحشت نے نور کو کانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کک۔۔۔ کون۔۔۔ ہو۔۔۔۔ تت۔۔۔ تم۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس نے خوف سے ہکلاتے ہوئے پوچھا تھا۔دل نور کو لگا اس کی وحشت زدہ آنکھیں مسکرائی ہیں۔

" ایول کنگ۔۔۔۔۔۔"

اس کی سرد آواز پر نا جانے کیوں دل نور کو کئیں سال پہلے کا ایک واقع یاد آیا تھا۔

"جج۔۔۔۔۔جنگل کنگ۔۔۔۔۔"

دل نور کو اس کی شکل ٹھیک سے یاد نہیں آرہی تھی۔

"تیار ہو جاؤ۔۔۔۔ابھی کہ ابھی تمہارا مجھ سے نکاح ہے۔۔۔۔۔"

ایول کنگ نے اس کو حکم سنایا تھا۔

مم۔۔۔۔میں تت۔۔۔۔تم سے کک۔۔کوئی"

"نن۔۔۔نکاح۔۔۔۔۔نن۔۔۔

اس کے خوف سے دل نور ابھی تک کانپتی ہکلا رہی تھی۔ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایول کنگ نے اس کے بازو پر اپنی گرفت سخت کر دی۔دل نور کو لگا اس کے بازو کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔

"انکار کی نا کوئی گنجائش ہے اور نا ہی انکار کا کوئی حق ہے۔۔۔۔۔"

ایول کنگ کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔

کک۔۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔حح۔۔۔۔حق۔۔۔۔نن۔۔۔نہیں۔۔۔؟"

؟؟؟؟"....

اس کی وحشت زدہ آنکھوں کے خوف سے وہ اپنی بات پوری نہیں کر سکی تھی۔

کیوں کہ میں نے تمہیں اس سے بچایا ہے۔۔۔۔۔اس لئے تم پر تمہارا"
" کوئی حق نہیں۔۔۔۔

ایول کنگ نے اس کو بچانے کی بات کہہ کر آخر میں اپنے دل کی بات کہی تھی۔اگر یہ بات ایول کنگ کے منہ سے اس کے ساتھی سن لیتے تو یقیناً

فوت ہو جاتے۔ مگر اس کا لہجہ ایسا تھا کہ نور کے خوف میں اضافہ ہوا تھا۔
اس نے کمرے کی ساری لائٹس اوف کر دیں تھی۔ اندھیرے کو دیکھ کر
دل نور کی آنکھوں سے بے آواز آنسو نکل پڑے تھے۔ ایول کنگ نے اپنے
منہ سے ماسک اتارا اور اس کے قریب ہوتے اس کو لبوں کو چھو کر اس کو
محسوس کرنا چاہا تھا۔ مگر دل نور نے اس کو پیچھے کر دیا۔ جس کی وجہ سے اس
کو غصہ آیا تھا۔ اس نے وحشت اور غصے سے اس کے لبوں کو اپنے ہونٹوں
کی سخت گرفت میں لیا۔ اس کے وحشت بھرے انداز میں دل نور بن پانی
کی مچھلی کی طرح تڑپی تھی۔ اس کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہو رہی
تھی۔ مگر مقتضیٰ کو اس پر رحم نہیں آیا۔ دل نور کو لگا اب اس کے جسم سے
جان نکل جائے گی۔ تب جا کر مقتضیٰ نے اس کو آزاد کیا تھا۔ دل نور ہچکیوں
کے ساتھ روتے ہوئے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

دوبارہ مجھے خود سے دور کرنے کی کوشش کی یا مجھ سے دور جانے کی"
کوشش کی تو اس انداز میں جان لوں گا کہ جس کے مرنے کا سوگ منا رہی
"ہو اس کو اپنی شکل دیکھانے میں بھی شرم آئے گی۔۔۔۔
اس کی بات سن کر دل نور کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔
" بعد میں شرما لینا باہر آؤ۔۔۔۔"
وہ اس کو سرد لہجے میں کہتا زبردستی ہی اپنے ساتھ لے کر باہر چلا گیا۔ جہاں
کچھ لوگ اور نکاح خواں پہلے سے ہی موجود تھے۔ دل نور کو لگا کہ وہ ایک
بھیڑیے سے بچ کر دوسرے بھیڑیے کی قید میں آگئی ہو۔ وہ نور کی مرضی
کے خلاف اس پر اپنے حق کو قبول کروا چکا تھا۔ نور کا رونا اس کا گڑگڑانا کچھ
بھی مقتضیٰ پر اثر نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر تک اس کو اپنی قید میں رکھنے وہ اس کو
واپس چھوڑ آنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ نور کو لے کر اسی کمرے میں آیا تھا۔
جہاں اب بھی اندھیرا تھا۔ نور جو پہلے ہی کانپ رہی تھی۔ اب کی بار اس
کے خوف میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ دل نور نے اس کو گھر جانے کا کہا تھا۔ مگر

وہ اس کی بات نظر انداز کر گیا۔ کچھ دیر تک اس نے نور کے لبوں کو چھو کر محسوس کیا تھا۔ اس پر حقِ ملکیت کی خوشی مقتضیٰ کی روح تک کو سرشار کر رہی تھی۔ وہ اس کو پوری طرح محسوس کرنا چاہتا تھا۔ مگر دل نور اپنے حواس بہال نہیں رک سکی تھی۔ مقتضیٰ کو اچھا نہیں لگا تھا۔ مگر اس کی حالت کے پیشِ نظر وہ اس کو وہاں سے لے گیا تھا۔ دل نور کو اس کے گھر کے باہر تک لے گیا تھا۔ تب تک دل نور کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ ماسک میں موجود مقتضیٰ کو دیکھ کر دل نور خوف سے بری طرح کانپنے لگی تھی۔

"گھر جاؤ۔۔۔۔اور خبر دار جو کسی کو کچھ بتایا تو۔۔۔۔"

اس نے اپنے مخصوص سرد لہجے میں کہا تھا۔ وہ اس حویلی کو پہچانتی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی ساری فیملی یہاں شفٹ ہو گئی ہے۔

وہ گھر کے اندر گئی تو اس کو دیکھ کر سب نے ہی اس کو گھر سے نکل جانے کا کہا تھا۔اب کی بار جب دل نور گھر واپس آئی تھی تو وہ پہلے جیسی بلکل بھی نہیں تھی۔ سب نے ہی اس کو گھر سے نکل جانے کا کہا تھا۔ لیکن حنا نے جازم کے پیر پکڑ لیے کہ وہ اس کو وہاں رہنے دیں۔اس کو گھر سے نا نکالیں۔ وہ کہاں جائے گی۔اس کے زخمی وجود کو دیکھ کر گھر کے تمام افراد کو یہی لگا تھا کہ اس کو زیادتی کا شکار بنایا گیا ہے۔ کسی نے اس سے اس کا حال نہیں پوچھا تھا۔ناہی یہ پوچھا تھا کہ وہ اتنا عرصہ کہاں رہی ہے۔بس سب نے ہی کہہ دیا کہ وہ اتنا عرصہ ناجانے کہاں تھی۔ وہ ان کی عزت پر اب داغ بن چکی ہے۔ حنا کا گڑگڑانا رمل کی ضد رویہا کی التجائیں کوئی نہیں سن رہا تھا۔اذمار نے پہلی بار گھر میں ضد کی تھی۔اس نے پہلی بار اپنی کوئی بات منوائی تھی۔اور اس کی ضد کے آگے سب کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ جازم نے حویلی رہنے کی اجازت اس لئے دی تھی کہ وہ کبھی بھی ان کے اس کو شاہ سامنے نہیں آئے گی۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔اس دن کے بعد وہ اپنے کمرے

میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ازمار رمل رویہا اور حنا نے اس کا بہت خیال رکھا تھا۔ مگر ان کی انتھک کوشش کے باوجود وہ اس کو پہلے جیسی دل نور نہیں بنا سکے تھے۔اپنے ازمار بھائی روہی بھابھی اور رمل آپو کہ وجہ سے وہ ان سے کھول کر بات کرنے لگی تھی۔ مگر پہلے کی طرح ان کے ساتھ بلکل بھی نہیں رہتی تھی۔دل نور تو جیسے زندہ لاش بن گئی تھی مگر رویہا کے گھر پر بیٹے کی آمد نے اس کی بے جان زندگی میں کچھ رنگ بھرے تھے۔ کیونکہ وہ اس کے دلاور کا بیٹا تھا۔ جس کا نام اسی نے دائم دلاور شاہ رکھا تھا۔ کیونکہ آپریشن کے بعد رویہا کی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔اس لئے دائم نے سب سے پہلا لمس ہی دل نور کا محسوس کیا تھا۔دائم کے آنے کے بعد نور میں جو تبدیلی آئی تھی اس کو دیکھ کر ازمار نے دل نور کو آگے پڑھنے کے لئے کہا تھا۔ مگر دل نور نے منع کر دیا۔ازمار نے اس کی دگتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اس کو اذلان کی خواہش کے بارے میں بتایا تھا۔اپنے دلاور کی خواہش کو وہ کیسے پورا نا کرتی ازمار کے اور رمل کے مسلسل سمجھانے پر اس نے دوبارہ

پڑھنے کی ہامی بھر لی۔ گھر کے تمام افراد نے دل نور کی پڑھائی کی مخالفت کی تھی۔ مگر یہاں بھی سب کو ازمار کی سننی پڑی۔ ناجانے کیوں اس کو یقین نہیں تھا کہ اذلان ایسا کچھ کر سکتا ہے۔ ازمار کی زندگی کا مقصد تو لوگوں کی خدمت کرنا تھا۔ جس کو پورا کرنے کے لئے اس نے پولیس فورس جوائن کی تھی۔ اور پولیس فورس جوائن کرنے کی دوسری وجہ اذلان کی کھوج تھی۔ رویہا اکثر راتوں کو اذلان کی بے وفائی پر روتی تھی۔ جو اس نے کی ہی نہیں تھی۔

"یہ دل بھی نا۔۔۔۔۔ کتنا ظالم ہے۔۔۔۔ سامنے والا جتنا بھی ظلم کر لے اسی کے لئے تڑپتا ہے۔۔۔۔ اذی دل کیوں نہیں سنتا کسی کی۔۔۔۔ کیوں یہ ہر وقت آپ کا منتظر رہتا ہے۔۔۔۔ کاش زندگی میں ایک بار آپ سے دوبارہ ملاقات ہو جائے تو پوچھوں گی کیا کمی تھی مجھ میں۔۔۔۔ ایسا بھی کیا جرم کر دیا تھا کہ اتنی بڑی سزا دے گئے آپ۔۔۔۔؟؟؟ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئے ہچکیوں کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ رویہا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

حنا اپنے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔ جب رمل وہاں آ گئی۔ آج رویہا کو لے کر ہوسپٹل جانا تھا۔ اس کے چیک اپ کے لئے۔ اس لئے وہ رویہا کو لے کر ہی اس کے کمرے میں آئی تھی۔

"!!!!! کیا کر رہی ہیں۔۔۔۔۔؟؟؟ بڑی ماما۔۔۔۔"

رمل نے اس کا سامان دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں صفائی کر رہی تھی کمرے کی۔۔۔۔"

حنا نے مصروف سے انداز میں کہا۔ رمل رویہا کو اپنے ساتھ وہیں بٹھا چکی تھی۔ جب اس کی نظر ایک ایلبم پر پڑی۔ اس نے فوراً ہی وہ ایلبم اٹھالی۔ اس میں موجود تصاویر کو دیکھ کر رویہا اور رمل نے بس حنا کو ہی پہچانا تھا۔

"یہ آپ ہیں نانا ما۔۔۔۔؟؟؟"

رویہانے ایک تصویر پر انگلی رکھ کر پوچھا۔ حنا نے چونک کر ان کی طرح دیکھا تھا۔ ان دونوں کو ایک ایلبم میں سر دیے دیکھ کر وہ چلتی ہوئی ان کے پاس آگئی تھی۔

"ہاں۔۔۔۔"

حنا نے حسرت سے ان تصاویر کو دیکھ کر کہا۔

"یہ سب کون ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

رمل نے ان کو گروپ کی تصاویر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

" یہ دیکھو رمل۔۔۔۔۔ان کی شکل تو بلکل تم جیسی ہے۔۔۔"

رویہانے اس کو ہادیہ کی تصویر کی طرف متوجہ کیا۔

اس کی شکل رمل جیسی نہیں ہے۔۔۔۔رمل کی شکل اس جیسی "

"ہے۔۔۔۔

حنا نے اس کے جملے کی تصیح کی۔

"مطلب۔۔۔۔۔؟؟؟"

وہ دونوں ایک ساتھ ہی بولیں تھیں۔

"تم لوگوں کی پھوپھو ہیں یہ ہادیہ۔۔۔۔"

حنا کی بات سن کر انہوں نے بے یقینی سے پہلے حنا کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"پھوپھو۔۔۔۔۔؟؟"

ان دونوں کے منہ سے ایک ساتھ ہی بے یقینی سے نکلا تھا۔

تو پھر یہ کہاں ہوتی ہیں۔۔۔۔۔؟؟ کبھی ہم سے ملی کیوں نہیں"

"۔۔۔۔؟؟؟ یا اپنے گھر والوں سے ملنے کیوں نہیں آئیں۔۔۔۔؟؟

ان دونوں نے ایک ساتھ ایک ہی سانس میں دل میں آئے سوال کر ڈالے تھے۔ان کے سوالوں پر حنا کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ حنا نے ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ان کو ساری روداد سنائی تھی۔ جیسے سن کر رویہا اور رمل کی بھی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ حنا نے بس ان کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ایزد ایک ریپ چائلڈ ہے۔

رمل اس کو لے کر ہوسپٹل چلی گئی تھی۔ وہ اس کا چیک اپ کروا کر واپس آنے والی تھی کہ کسی سے بری طرح ٹکرا گئی۔

"ایم سوری انکل۔۔۔۔۔"

رویہا نے شرمندگی سے اس کا سامان اٹھاتے ہوئے کہا۔ تو اس کی نظر ایک آئی ڈی کارڈ پر پڑی۔ اذلان کاکا ڈر دیکھ کر وہ سانس تک لینا بھول گئی تھی۔ رمل جو اسی کے ساتھ اس آدمی کا سامان اٹھا رہی تھی۔ رویہا کو ایسے رکتا دیکھ کر وہ بھی اس کارڈ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اذلان کاکا ڈر دیکھ کر اس نے بھی بے یقینی سے پہلے رویہا کو اور پھر اس آدمی کو دیکھا۔ جو دیکھنے میں ہی ایک ڈرائیور لگ رہا تھا۔

"آپ کو یہ کاڈر کہاں سے ملا۔۔۔۔۔؟؟؟"

رمل نے اس کا ڈر کی طرف دیکھتے ہوئے پھر اس ڈرائیور کو دیکھ کر پوچھا۔

رویہانے سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ جانتی میں اس لڑکے کو۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس آدمی نے پہلے حیرت اور پھر بے یقینی سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کارڈ آپ کو کہاں ملا۔۔۔۔؟؟؟"

رمل نے اس کا سوال نظر انداز کر کے اپنا سوال دہرایا۔

ایک کھائی کے پاس ایک لڑکا ملا تھا تین سال پہلے۔۔۔اسی کا کارڈ آئی ڈی" کارڈ تھا۔۔۔۔۔میں تو بھول ہی گیا تھا کہ میرے پاس ہے۔۔۔بہت بری حالت تھی بے چارے کی۔۔۔۔۔"

وہ وقت یاد کرتے ہوئے ڈرائیور نے افسوس سے کہا۔

"اس وقت کہاں ہے وہ۔۔۔۔۔؟؟"

رویہا کے لہجے میں ایک امید تھی۔ مگر رمل تو ابھی تک اذلان کے ایکسیڈینٹ کا سن ہی سکتے میں تھی۔ رویہا کا پرامید لہجہ سن کر رمل نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔

"وہ تو اسی دن مر گیا تھا۔۔۔۔"

رویہا کا امید سے چمکتا چہرہ پھر سے بجھ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت وہی تاثر تھا جو بے ہوشی کی حالت ہوتا تھا۔ اپنی محبت کو کھو دینے کا خوف جو تھا ماتم میں بدل گیا تھا۔

"اس نے مرنے سے پہلے کچھ کہا تھا۔۔۔۔۔۔"

اس ڈرائیور نے سوچنے والے انداز میں کہا تو رویہا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ہاں۔۔۔۔۔ کسی وحی کے لئے کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر رویہا کا دل کیا دھاڑے مار مار کر روئے۔ مرنے سے پہلے بھی اس نے آخری بار رویہا کو ہی یاد کیا تھا۔

"کیا کہا تھا۔۔۔۔۔؟؟؟"

رویہا نے تڑپ کر پوچھا۔رمل تو ابھی تک بے یقینی سے پتھر کا مجسمہ بنی رویہا کو دیکھ رہی تھی۔

پتا نہیں۔۔۔۔ تین سال پہلے کی بات ہے۔۔۔۔یہ تو مجھے یاد نہیں۔۔۔۔"

یہ نام تو مجھے اس لئے یاد ہے کہ اس کے گلے میں اس نام کا ایک لاکٹ تھا۔۔۔۔۔"

اس نے مزید تفصیل بتائی تو رمل بھی چونک گئی۔

اگر اذی بھائی نے بے وفائی کی ہے تو روہی کے نام کا لاکٹ کیوں پہنا ہوا تھا۔)

رمل کے ذہن میں سب سے پہلا سوال یہ ہی آیا تھا۔

"وہ لاکٹ کہاں ہے۔۔۔۔"

رویہا نے نم آنکھوں سے پوچھا تھا۔وہ کس طرح خود پر ضبط کیے کھڑی تھی اس بات کا رمل کو اندازہ ہو گیا تھا۔

"جی میں دیتا ہوں۔۔۔۔"

اس نے رویہا کی حالت دیکھ کر کہا۔اس کو بھی اندازہ کو گیا تھا کہ ایک انجان لڑکی کیوں بار بار اس لڑکے کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔اس کے ذکر پر بار بار اس کا تڑپ جانا اس ڈرائیور سے مخفی نہیں رہ سکا تھا۔وہ واپس اپنی گاڑی کی طرف مڑا اور وہ لاکٹ لا کر اس کو دے دیا۔

"بے چارے کی بہت بری حالت تھی۔۔۔۔ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس سے پرانی دشمنی نکالی ہو۔۔۔۔"

اس ڈرائیور کو جیسے ابھی تک اذلان کی موت کا افسوس تھا۔

"تین سال ہو گئے ہیں آپ ابھی تک اس ایکسیڈینٹ کو بھولے کیوں نہیں۔۔۔۔؟؟"

رمل نے اپنے ذہن میں کھٹکھتا سوال کیا۔

"اس کی حالت ہی ایسی تھی کہ میں ساری زندگی اس جوان کو نہیں بھول سکتا۔۔۔۔پتا نہیں اس کے گھر والوں تک اس کی موت کی خبر پہنچی کہ نہیں۔۔۔۔۔بے چارہ!!!!!آج بھی ترس آتا ہے اس پر۔۔۔۔۔"

ڈرائیور کے لہجے میں ابھی تک دکھ تھا۔ یہاں پر رمل کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

"ہمیں چلنا چاہیے۔۔۔۔"

وہ رویہا کو لے کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ان کے جانے کے بعد ڈرائیور بھی افسوس سے سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔

سارا راستہ رویہا روتی ہوئی آئی تھی۔رمل نے خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے ہوئے تھے۔پھر بھی اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو نکل رہے تھے۔وہ رویہا سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا وہ پہلے سے اس کی موت کی خبر جانتی ہے مگر رویہا کی حالت کے پیشِ نظر وہ خانوشی سے ڈرائیو کر رہی تھی۔وہ اس کو لے کر گھر آئی تو ازمار پہلے سے ہی گھر پر موجود تھا۔دل نور اور حنا بھی وہیں پر تھے۔رمل اور رویہا کو روتے دیکھ کر فوراً ان

کی طرف آئے ان سب کو دیکھ کر رمل کا ضبط ٹوٹا تھا۔ان دونوں کو ایسے روتے دیکھ کر وہ سب ہی پریشان ہو گئے تھے۔سب نے ہی ان دونوں سے بار بار پوچھا۔مگر وہ بغیر کچھ کہے روئے جا رہی تھیں۔

"اذی بھائی کی کسی سے دشمنی چل رہی تھی۔۔۔۔؟؟؟"

روتے روتے رمل کو یاد آیا تو اس نے بے اختیار ہی پوچھ لیا۔

"رمل یہ تم پوچھ رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے سوال پر ازمار جو اس کو اور رویہا کو اپنے حصار میں لئے کھڑا تھا فوراً بولا۔رمل کو اپنے بے وقوفانہ سوال کا احساس ہوا۔اذلان کی کسی سے کوئی دشمنی تو دور کوئی اس کے لئے اپنے دل میں بدگمانی بھی نہیں رکھتا تھا۔

"رمل۔۔۔۔۔تم اس کے لئے رو رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟"

حنا کی سخت آواز پر رمل کے آنسو تھم گئے تھے۔رویہا نے بھی خود کو سنبھالا۔

"ہو سکتا ہے بزنس رائول ہو۔۔۔۔"

رویہانے سر جھکا کر کہا تو رمل نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"روہی تم بھی۔۔۔"

حنا نے بے یقینی سے اس کو دیکھ کر کہا۔

"وہ تصویریں فیک تھیں بڑی ماما۔۔۔اذی بھائی تو کو تین سال پہلے ہی کسی نے جان سے مار دیا ہے۔۔۔۔

رمل نے روتے ہوئے اذلان کی صفائی پیش کی جبکہ حنا کا دل دہل گیا تھا۔

"جج۔۔۔۔ جھوٹ جھوٹ بول رہی ہو تم۔۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر حنا کی آواز لڑکھڑا گئی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔"

رمل نے روتے ہوئے ان سب کو پوری بات بتائی۔دل نور کے علاوہ سب ہی کے لئے یہ خبر نئی تھی۔اپنی تکلیف میں کسی نے نہیں دیکھا تھا کہ نور کو یہ بات سن کر بلکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔وہ سب ہی بری طرح رو رہے تھے۔

"ہہ۔۔۔۔ہو سکتا ہے وہ کوئی اور ہو۔۔۔۔۔"

ازمار کے ذہن میں سب سے پہلے یہ خیال آیا تھا۔رویہانے بغیر کچھ کہے اذلان کا آئی ڈی کارڈ اس کے سامنے کر دیا تھا۔اس کو جو ایک امید ملی تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔اس کا آئی ڈی کارڈ دیکھ کر حنا اپنے حواس بحال نہیں رکھ سکی تھی۔وہیں پر گر گئی۔لوگ اس کو لے کر اس کے کمرے میں گئے تھے۔حنا کو ہوش آیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اس کو بلکل بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ان سے بھی اس نے یہی کہا تھا کہ اس کا دل نہیں مان رہا کہ اذلان مر چکا ہے۔ان سب کا رہی رو رو کر برا حال تھا جیسے ابھی ابھی اذلان کی میت کو ان کے سامنے سے اٹھا کر لے جایا گیا ہو۔

دل نور کمرے میں اذلان کی تصویر لئے بیٹھی تو رہی تھی۔اچانک کمرے کی تمام لائٹس آف ہو گئی۔اندھیرا دیکھ کر دل نور کے جسم میں خوف سے

سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ بری طرح کانپنے لگی تھی۔ وہ قدم قدم چلتا ہوا اس تک آیا۔ خوف سے دل نور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی تھی۔ دل نور کے ہاتھ میں آج بھی اذلان کی تصویر تھی۔ اس کی یہ حالت مقتضیٰ سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس لئے ہی وہ الٹی سیدھی باتیں کر کے دل نور کا دھیان اذلان سے ہٹا کر خود پر لگا دیتا تھا۔

"آج پھر تم اس کی تصویر لئے بیٹھی ہو۔۔۔۔"

اس کی سرد آواز پر نور کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے مقتضیٰ کی سرخ انگارا آنکھیں گھوم رہیں تھیں۔ وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس سے تصویر کھینچ چکا تھا۔

"دد۔۔۔۔دلاور۔۔۔۔"

دل نور کے منہ سے بے ساختہ ہی چیخ نکل گئی تھی۔

"پھر اپنے منہ سے اس کا نام لیا ہے۔۔۔۔"

مقتضیٰ سے گردن سے پکڑ کر اس کو اپنے قریب کیا۔ اپنے چہرے پر اس کی سانسیں محسوس کر کر دل نور کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھ کر خود کو چھوڑوانے کے کوشش کر رہی تھی۔ مگر ایول کنگ سے خود کو چھوڑوانا کبھی بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔ وہ اس سے تصویر لے کر ایک طرف رکھتے مکمل طور پر اس پر جھک چکا تھا۔ اس کی قربت میں بے خود ہوتے اس کی گستاخیاں بڑھنے لگی تھیں۔ وہ اس کے لبوں سے ہوتا ہوا اس کے ایک ایک نقش کو چھو کر محسوس کرنے لگا۔ اپنے چہرے کے تمام نقوش اور پھر گردن پر اس کا وحشت بھرا لمس محسوس کرتے دل نور بری طرح رو رہی تھی۔ مگر اس کو کیا فرق پڑتا تھا وہ کیا چاہتی ہے۔ اس پر تو بس جنون سوار تھا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔"

نور نے ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے کہا تو وہ ہمیشہ کی طرح غیر محسوس سا مسکرا دیا۔

"آئی ہیٹ یو ٹو مسز جنگل کنگ۔۔۔۔"

وہ ہمیشہ کی طرح اس کے لبوں کو آخری بار چھو کر کہتا جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی سے چلا گیا۔ نور اذلان کو بھول کر اپنی قسمت پر رو دی۔

رمل رویہا کو ذبردستی شاپنگ پر لے کر آئی تھی۔ وہ اس کو دوسری شاپ سے ہو کر آنے کا کہہ کر چلی گئی۔ رویہا جو دائم کے لئے سامان دیکھنے میں مصروف تھی۔ ایک احساس کے تحت اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سامنے ایک لڑکا ایک تیرا سال کی بچی کے ساتھ شاپنگ کرنے مصروف تھا۔ وہ سب کچھ بھولے اس کو دیکھنے لگی۔ ایک کشش تھی جو رویہا کو اس کی طرف کھینچ رہی تھی۔ بے دھیانی میں مروہ (ملک دلاور کی چھوٹی بہن) اس سے ٹکرا گئی تو رویہا کے ہاتھ سے سامان چھوڑ کر گر گیا۔ رویہا ہوش میں آتی اپنا سامان اٹھانے میں مصروف ہو گئی۔

"ایم سوری۔۔۔۔"

ایک معصوم سی آواز پر رویہا کے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔دلاور بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔۔۔۔"

رویہا نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

"مروہ۔۔۔۔"

دلاور کی پکار پر اس نے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا۔

"جی بھائی۔۔۔۔"

"کیا ہوا ہے۔۔۔؟؟"

دلاور نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھ سے ان کا سامان گر گیا۔۔۔۔"

مروہ نے شرمندگی سے اس کو بتایا۔تو وہ بھی رویہا کی مدد کے لئے اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"میں کرلوں گی۔۔۔۔"

رویہا نے سہولت سے انکار کرنا چاہا۔ مگر اس نے تو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔ دلاور سر جھکائے اس کا سامان اٹھانے لگا۔ اس نے ایک بار بھی رویہا کو نہیں دیکھا تھا۔ اور رویہا تھی جس کی نظر اس سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ دلاور نے اس کا سامان اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا تو دلاور کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے مس ہو گیا۔ رویہا کی سانس تک رک رُک گئی تھی۔ دل تو جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ اس لمس کو تو وہ آنکھیں بند کر کے بھی پہچان سکتی تھی۔ یہ چہرا انجان تھا۔ مگر اس کا لمس انجان نہیں تھا۔ رویہا کی آنکھیں بے اختیار ہی نم ہو گئی تھیں۔ دلاور اب بھی اس کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ مروہ کو تو بلکل بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایک انجان لڑکی اس کے بھائی کو کیوں ایسے دیکھ رہی ہے۔ دلاور، مروہ کو لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کو اپنی آنکھوں سے اوجھل ہوتے دیکھ کر وہ ہوش میں آتی سب کچھ بھولے اس

کے پیچھے چلی گئی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ مگر وہ رمل کو وہیں چھوڑے گاڑی لے کر اس کے پیچھے چلی گئی تھی۔

رمل جو اپنا سامان دیکھنے میں مصروف تھی ایک خوبصورت مردانہ آواز پر مڑ کر دیکھا۔

"موم یہ آپ کو بہت سوٹ کرے گا۔۔۔۔"

رمل کو یقین نہیں آیا تھا کہ آج کے زمانے میں کوئی لڑکا اپنی ماں کے آگے پیچھے اس طرح گھوم سکتا ہے۔رمل کو اس کی وجاہت سے زیادہ اس کا اپنی ماں کا اتنا خیال رکھنے نے متاثر کیا تھا۔ شہد رنگ کی آنکھوں میں تڑپ کوئی بھی باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ شہد رنگ کے ہی بال جیل سے سیٹ کئے گئے تھے۔ مغرور ناک خوبصورتی سے کیا گیا خط اور عنابی لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ وہ آس پاس کی تمام لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔جب

نظر اس لڑکے پر گئی تو سب کچھ بھول کر اس کو دیکھنے لگی۔ جواب بھی آگے پیچھے کی پرواہ کئے بغیر اپنی ماں کے لئے شاپنگ کر رہا تھا۔ جیسے ہی اس عورت نے مڑ کر دیکھا تو رمل کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ وہ کپڑے دیکھتے ہوئے چل کر وہاں تک آگئی۔ رمل اب بھی ویسے ہی بغیر پلک جھپکے ہادیہ کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہی ہادیہ کی نظر اس پر پڑی وہ بھی ٹھٹھک پرایز نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں کر رک گئی۔ ہادیہ کے رکنے دیکھا تھا۔ جہاں اسی کی ماں سے ملتی شکل کی لڑکی اس کا دل دھڑکا گئی تھی۔

ہادیہ اس کو محض ایک اتفاق سمجھ کر مڑنے ہی والی تھی کہ رمل کی پکار پر اس کے قدم تھم گئے۔

"پھوپھو۔۔۔۔"

اس نے بے یقینی سے مڑ کر رمل کو دیکھا تھا۔ یہاں تک کے ایزد خود بھی حیران ہو گیا تھا۔

"پھوپھو۔۔۔۔۔"

وہ فوراً سے اس کو پکارتی چل کر اس تک آئی۔

"سوری۔۔۔۔۔"

ہادیہ نے نا سمجھی سے اس کو دیکھ کر کہا۔

"بڑی ماما۔۔۔۔میرا مطلب حنا ماما نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔۔۔۔"

اس نے پہلے تو ہڑ بڑا کر پھر سر جھٹکتے ہوئے اپنی بات کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ جبکہ اس کے منہ سے حنا کا ذکر سن کر ہادیہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ ایزد نے بے یقینی سے رمل کو دیکھا تھا۔ کیونکہ اپنی ماں کی نم آنکھیں دیکھ کر وہ بھی سمجھ گیا تھا سامنے موجود لڑکی کا پھوپھو کہنا غلط نہیں ہے۔

"حنا کسی ہے۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ نے تڑپ کر پوچھا تو رمل بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ایزد جو حیرت سے اس کو اور اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ رمل کا نم آنکھوں سے مسکرانا ایزد خان کا سکون برباد کر گیا تھا۔ اس کو پہلی بار احساس ہوا تھا کہ اس کے بائیں پہلو میں بھی ایک گوشت کو لوتھڑا ہے۔ اپنی کیفت سے گھبرا کر ایزد

نے رمل کے چہرے سے نظریں چرائیں تھی۔ جن کو ہادیہ نے تو نہیں البتہ رمل نے ضرور دیکھا تھا۔ ایزد کے اس طرح نظریں چرانے پر رمل کا دل اچھل کر حلق کو آیا تھا۔ وہ اپنا سر جھٹک کر ہادیہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ ایزد اور ہادیہ کے چکر میں وہ رویہا کو بلکل ہی بھول گئی تھی۔

وہ اس کا پیچھا کرتے کرتے اس کے گھر تک آ گئی تھی۔ گھر کا گیٹ کھولتے ہی اس کی نظر اندر سے باہر جاتے ایک آدمی پر پڑی۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کو پہچان گئی تھی۔ وہ سارے لہٰذ بلائے تاک رکھتے ہوئے اپنی گاڑی سے نکل کر اندر چلی گئی۔ گارڈ نے اس کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کسی غنڈے کی طرح اس گھر کو اپنی ملکیت سمجھ کر اندر چلی گئی۔

"اذی۔۔۔اذی۔۔۔۔۔"

وہ گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی پوری قوت سے غرائی تھی۔ میرب اور بہروز ملک بھی اپنے کمرے سے نکل کر باہر آ گئے تھے۔ دلاور ملک اور مروہ بھی وہی آ گئے تھے۔ مال والی لڑکی کو دیکھ کر وہ دونوں بھی حیران ہو گئے تھے۔ اس کو دیکھ کر رویہا کی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔ وہ اپنا سارا غصہ بھول کر اس کو دیو دنہ وار دیکھنے لگی تھی۔ آس پاس کا تو دور اس کو اپنا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ جبکہ بہروز ملک اور میرب دونوں ہی ایک انجان لڑکی کو دیکھ کر حیران تھے۔ ان کو لگا تھا انہوں نے اس کو کہیں دیکھا ہے۔ مگر ان کو یاد نہیں آیا۔ دلاور کو دیکھ کر وہ اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کرتی بھاگ کر اس کے سینے سے لگی تھی۔ جبکہ مروہ میرب اور بہروز تو کیا دلاور ملک خود بھی آنکھیں پھاڑے اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی گردن میں منہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"محترمہ کون ہیں۔۔۔۔آپ؟؟؟"

دلاور نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اس کو خود سے دور جھٹکتے ہوئے کہا۔

رویہا کو بے اختیار ہی اپنا اذلان کو خود سے دور جھٹکنا یاد آیا تھا۔

"اذی۔۔۔۔"

رویہا نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا۔

"کون اذی۔۔۔۔۔؟؟؟ ملک دلاور کہتے ہیں مجھے۔۔۔۔۔"

دلاور نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا۔رویہا تو کتنی ہی دیر کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"میں مانتی ہوں آپ مجھ سے ناراض ہیں۔۔۔۔پر ایسے تو نا کہیں۔۔۔"

رویہا نے روتے ہوئے کہا۔اس کے لہجے کی تڑپ اس کی اذیت اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت بہتا ہوا کرب دیکھ کر دلاور کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔ محترمہ کون ہیں آپ؟؟؟ کیوں زبردستی میرے گلے پڑ رہی ہیں۔۔۔؟؟ میں آپ کو نہیں جانتا۔۔۔۔"

دلاور نے اس کی سرخ بہتی آنکھوں سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ رویہا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کو تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی تو کیا کوئی بھی جانے کہ اس کے دل پر کیا قیامت گزر رہی ہے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر۔ رویہا کی تکلیف پر کسی اور نے تو نہیں پر رویہا نے اس کا نظریں چرانا محسوس کر لیا تھا۔

"آپ نہیں جانتے مجھے۔۔۔۔۔؟؟"

اس نے نم آنکھوں سے مسکرا کر کہا تو سب نے حیرت سے اس کو دیکھا جس کی مسکراہٹ سامنے والے کو زیر کر دینے کے قابل تھی۔ اوپر سے غضب تو یہ نے وہ نم آنکھوں سے مسکراتے قیامت خیز لگ رہی تھی۔ وہ قدم قدم چل کر اس کے پاس آئی اور اس کے دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر آنکھوں میں دیوانوں کی سی چمک لئے بولی۔

تو میری آنکھوں میں آنسو برداشت کیوں نہیں ہو رہے۔۔۔۔ کیوں"

" میری تکلیف اس دل کو برداشت نہیں ہو رہی۔۔۔۔۔

اس نے بے بسی سے کہا۔

"جھوٹ ہے یہ۔۔۔"

دلاور نے اس کو جھٹلانا چاہا تھا۔ مگر اس کا خود کا لہجہ ہی اس سے بغاوت کر گیا تھا۔ جس کی سمجھ اس کو خود بھی نہیں آ رہی تھی کہ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ رویہا کو بے اختیار ہی وہ ساری فلمیں ڈرامے اور ناول یاد آئے تھے جس میں کسی کی یاداشت چلی جاتی ہے۔ اور اس کو یہ بھی یاد آیا تھا کہ اذلان ہمیشہ ہی اس کو یہ سب دیکھنے اور پڑھنے سے منع کرتا تھا۔ رویہا کو اپنی حالت کے ساتھ ساتھ اس موقعے پر بھی اذلان کی یاد نے ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"دماغ سب کچھ بھول سکتا ہے۔۔۔ دل بھی بند ہو سکتا ہے۔۔۔۔ پر جس دل میں وحی اتر جائے۔۔۔ وہ مرنے کے بعد بھی نہیں مرتا۔۔۔"

رویہانے اس کی گردن کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف جھکاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ جبکہ بہروز ملک اور میرب ملک دونوں ہی چونک گئے تھے۔ رویہانے ایک شدت بھرا بوسہ اس کے ماتھے پر دیا۔ دلاور کی آنکھیں پٹی کی پٹی رہ گئی تھی۔ اس کو رویہا کو چھونا برا نہیں لگا تھا۔ اس کو یہ لمس انجان نہیں لگ رہا تھا۔ دل بے قابو ہو رہا تھا۔ اس کو اپنے ہی دل کی کیفیت پریشان کر گئی تھی۔

اپنے اس دماغ پر زور مت ڈالنا۔۔۔۔۔ میں دوبارہ آؤں گی۔۔۔۔ رویہا"

"شاہ نام ہے میرا۔۔۔۔۔ وحی صرف آپ کے لئے ہوں۔۔۔۔

وہ کہتے ہوئے اس سے دور ہوئی اور جاتے جاتے اس کے ہاتھ میں ایک لاکٹ تما گئی۔ جبکہ دلاور تو آنکھیں پھاڑے اس لڑکی کی جرأت کو دیکھ کر رہ گیا۔ وہ تو کیا باقی سے بھی بے یقینی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ دلاور کو ابھی تک اپنے ماتھے پر اس کا عقیدت بھرا لمس محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ لڑکی تو وہی ہوسپٹل والی تھی نا۔۔۔۔"

میرب کو جیسے اب یاد آیا تھا کہ اس نے رویہا کو کہاں دیکھا تھا۔ بہروز ملک کو بھی وہ دن یاد آیا تھا جب دلاور ڈیسچارج ہوا تھا۔ دلاور کو بھی یاد آیا تو اس کا ہاتھ بے اختیار ہی اپنے ماتھے پر گیا جہاں اب بھی اس کے لمس کی چھاپ تھی۔ دلاور نے اپنا ماتھا مسلا تھا۔ اس کا لمس مٹانے کی ایک ناکام سی کوشش تھی جو ساری زندگی ناکام ہی رہنی تھی۔

"یہ لڑکی کون تھی اور میرے پیچھے کیوں پڑی ہے۔۔۔۔؟؟"

دلاور نے اپنے ماں باپ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

ویسے کتنا فیملی سین تھا۔۔۔۔ فلموں میں تو لڑکے اس جرأت کا مظاہرہ" کرتے ہیں۔۔۔۔ رئیل لائف میں ایک لڑکی ہمارے گھر آئی اور بھائی "سے اپنی محبت کا اظہار کر کے واپس چلی گئی۔۔۔۔

مروہ نے شرارت سے کہا تو دلاور نے اس کو گھورا۔

"تمہاری زبان کچھ زیادہ ہی نہیں چلنے لگی۔۔۔۔؟؟"

دلاور کی سرد آواز کا بھی اس پر کچھ خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

تو غلط کیا کہا ہے میں نے۔۔۔۔۔؟؟؟ دیکھا نہیں کیسے دھڑلے سے آئی"
"اور آپ پر حق جتا کر کس کر کے چلی گئی۔۔۔

مروہ نے جان بوجھ کر کس پر زور دیتے ہوئے کہا۔ تو دلاور کا ہاتھ بے اختیار ہی ماتھے پر گیا تھا۔ وہ جو مسلسل مسل کر اس کا لمس مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اس کا دھیان اپنے ہاتھ میں موجود لاکٹ میں گیا تو وہ چونک گیا۔ اس پر وحی لکھا تھا۔ دلاور کو اس کے الفاظ یاد آئے تو لاکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہے۔۔۔۔؟؟"

میرب کے پوچھنے پر اس نے سر اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا۔ تو اس نے لاکٹ ان کے سامنے کر دیا۔

مجھے ایسے کیوں لگ رہا ہے کہ یہ کسی بزنس رائول کی چال ہے"

"۔۔۔۔۔؟؟

دلاور نے مشکوک نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ جہاں سے وہ باہر گئی تھی۔ جیسے ابھی کے ابھی اس کو وہاں سے واپس لا کر کچا چبا جائے گا۔

"اب ایسے تو مت گھوریں دروازے کو چلی گئی ہے وہ۔۔۔"

مروہ کی زبان پر کھجلی ہوئی تھی۔

"مروہ کی بچی۔۔۔۔۔"

دلاور دانت پیس کر بولتا ہوا اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

"میری بچی کو چھوڑیں اور اس بچی کی سنائیں جو ابھی ابھی آپ پر ڈاکا ڈال کر گئی ہے۔۔۔۔"

مروہ نے بھاگتے ہوئے اس کو ایک بات پھر سے تنگ کیا۔

"اس کو بعد میں دیکھوں گا۔۔۔۔پہلے تم ہاتھ تو آؤ زرا میں تمہیں بتاتا ہوں"

دلاور اس کے پیچھے کبھی صوفے کے دائیں طرف ہوتا اور کبھی بائیں طرف مروہ بار بار دوسری طرف بھاگ جاتی۔ دلاور نے موقع دیکھ کر صوفے

کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور جمپ کر کے دوسری طرف جا کر اس کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے اس کا کان پکڑ لیا۔ یہ سب اس نے اتنی اچانک کیا تھا کہ مروہ کو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اتنے مصروف تھے کے انہوں نے دھیان ہی نہیں دیا کہ میرب اور بہروز ملک کافی سنجیدگی سے دلاور کو دیکھ رہے ہیں۔

رمل نے جس دن سے ایزد کو دیکھا تھا اس کا دن رات کا سکون برباد ہو گیا تھا۔ وہ مسلسل اس کے حواسوں پر سوار رہتا تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں اپنی پھوپھو کو اپنی ساس سوچ لینے پر وہ اس بات سے تو واقف ہو گئی تھی کہ اس کے دل میں ایزد کے لئے کیا جذبات ہیں۔ وہ بس کسی طرح ایک بار ایزد کو دیکھا لینا چاہتی تھی۔ مگر ہادیہ کے گھر جانے کا کوئی بہانا اس کو نہیں مل رہا تھا۔ اچانک سے رویہا کا میسج آیا تو وہ بھی پریشان ہو گئی اس کے صبح

بھی رویہا کو نہیں دیکھا تھا۔رویہا نے اکر اس کی یونہی سے چھٹی لی تھی۔
رمل اچھا خاصہ پریشان ہو گئی تھی۔
"کیا ہو گیا ہے رو ہی تم اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟"
رمو پلیز میری ہلیپ کرو۔۔۔۔میں گھر میں کسی کو بھی بتا کر نہیں آئی اور"
"اب مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔۔۔۔
رویہا گھر کے مردوں کا ری ایکشن سوچ سوچ کر ہی رو دینے کو تھی۔
"کہاں گئی تھی۔۔۔۔؟؟؟"
رمل نے اس کی پریشانی دیکھ کر پوچھا۔
مممم۔۔۔۔۔میری ایک دوست کو ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا۔۔۔۔پریشانی"
میں میں کسی کو بتائے بغیر آ گئی۔۔۔۔اب مجھے ٹینشین ہو رہی ہے گھر کے
مردوں نے میرا جینا حرام کر دینا ہے۔۔۔۔پلیز ہیلپ کرو کہہ دینا میں
تمہارے ساتھ تھی۔۔۔۔۔تمہیں لائبریری جانا تھا تو تم مجھے ساتھ لے
"گئی۔۔۔۔

رویہانے آتے آتے جو بہانے سوچے تھے سارے کے سارے اس کو سنا دیے۔اس کی بات سن کر رمل نے اس کو گھوری سے نوازا تھا۔

"تمہاری وجہ سے میں کیوں پھنسوں۔۔۔۔؟؟"

"کیونکہ میں ابھی تمہیں پھوپھو کے گھر لے کر جا رہی ہوں۔۔۔۔۔"

رویہانے اس کو لالچ دیا۔رمل کی تو باچھیں کی کھل اٹھی تھیں۔مگر اپنے اندر کی خوشی چھپاتے ہوئے بولی۔

"میں کیوں پھوپھو کے گھر جانے لگی۔۔۔۔؟؟"

زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔دیکھا تھا میں نے اس" دن کس طرح تن ایزد کو گھور گھر کر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ہو سکتا ہے وہ گھر پر ہی ہو۔۔۔۔"

رویہانے اس دن بھی نوٹ کی تھ اور اب بھی پھوپھو کے گھر جانے کی خوشی اس کے چہرے پر دیکھ لی تھی۔

"چلو۔۔۔۔"

رمل نے میں کے زاویے بگاڑ کر کہا۔

"اس طرح منہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔میں جانتی ہوں دل

"میں تو لڈو پھوٹ رہے ہیں۔۔۔۔

رویہانے اس کی شکل دیکھ کر کہا تو وہ مسکرادی۔

"تمہیں کیسے پتا چلا۔۔۔۔؟؟"

رمل نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

"ایزد کو دیکھ کر جس طرح تمہاری آنکھیں چمک رہی تھیں نا پھوپھو دیکھ

" لیتی تو تمہیں ٹھرکی قسم کی لڑکی سمجھ کر دوبارا منہ نہیں لگانا تھا۔۔۔۔

رویہانے اس کو اس کے سوال کا جواب دیتے آخر میں وارنگ دینا بھی ضروری سمجھا۔رمل نے اس کی وارننگ پلے سے باندھ لی تھی۔رمل کی گاڑی میں اب وہ دونوں ہادیہ کے گھر کی طرح رواں تھیں۔

وہ ابھی ہادیہ سے مل ہی رہیں تھیں کہ رمل کی نظر ایزد پر پڑی جو ابھی آفیس سے آیا تھا۔اس دن والی دونوں لڑکیوں کو دیکھ کر ایزد نے مروتاً آگے بڑھ کر ان کو سلام کیا تھا۔

"تم آفیس سے جلدی آگئے ہو۔۔۔۔۔؟؟"

رویہانے پوچھا تو وہ جبراً مسکرا کر بولا۔

"طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لئے۔۔۔۔۔"

ہادیہ اٹھ کر ان دونوں کے کھانے کا کچھ انتظام کرنے چلی گئی۔

کیا ہوا ہے طبیعت کو۔۔۔؟؟ بخار ہے کیا؟؟؟ کہوں تو ڈاکٹر کے پاس"

"چلیں؟؟؟ اگر طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کو ہی گھر بلا لیتے ہیں۔۔

ایزد کی بات پر رمل نے تڑپ کر ایک ساتھ ایک ہی سانس میں سب کچھ پوچھا لیا۔۔ایزد اس کی بے چینی پر حیرت سے آنکھیں پھیلائے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔اس کے پھیلی آنکھیں دیکھ کر رویہانے کہنی مار کر اس کو گھورا تو رمل کو احساس ہو کہ وہ بے ساختگی میں کیا غلطی کر بیٹھی ہے۔

"ہائے عادی۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ ایزد کچھ کہتا غزال نے گھر آتے ہی خوشی سے چہکتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اس کو پکارا۔ایک لڑکی کی آواز پر ان دونوں نے ہی مڑ کر اس آنے والی کو دیکھا تھا۔جہاں ایک لڑکی ہاتھ میں ایک فائل لئے سیاہ کوٹ پہنے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ان دونوں کو حیرت کا جھٹکا تب لگا جب ایزد نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے اس کے لئے اپنی بانہیں پھیلائیں۔رمل کا دل لیا اس لڑکی کا گلا دبا کر ایک ہی جھٹکے میں اس کا قصہ ایزد کی زندگی سے ختم کر دے۔ناجانے کو تھی جس نے اس بے تکلفی سے اس کو نام پکارا تھا۔اور تو اور ایزد نے بھی مسکرا اس کو ویلکم کرنے کے لئے اس کے لئے اپنے بازو پھیلا دیے تھے۔غزال مسکراتی بل کر اس تک آئی اور اس ہمیشہ کی طرح اس کے گلے میں بازو ڈالے اور ایزد نے اس کے گرد اپنا حصار بنا لیا۔

"آئی میسڈ یو سو مچ۔۔۔۔۔"

ایزد نے اس کے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے ایسے کہا تھا جیسے کسی چھوٹے بچے سے بات کر رہا ہو۔ رمل کی برداشت سے باہر ہو گی تھا وہ کچھ آٹھ کر اس لڑکی کا سر پھاڑ دینے کے ارادے سے اٹھی ہی اٹھنے ہی والی تھی کہ رویہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ یہ کون ہے جو ایزد کے ساتھ اتنی بے تکلف ہے کے اس کے ہی گھر آ کر اس سے ایسے مل رہی ہے جیسے صدیوں بعد اس کو دیکھا ہو۔

"آئی میسڈ یو ٹو مچ۔۔۔۔۔"

اس نے ایزد کے پیار ہے بدلے اسی کی طرح اڈ کے ماتھے پر لب رکھے تو ایزد کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔ وہ دونوں تو جیسے پوری دنیا کو فراموش کر چکے تھے۔

"بھائی آپ کو بخار ہے۔۔۔۔؟؟؟"

غزال نے فکر مندی سے اس کے ماتھے کو چھو کر پوچھا تھا۔ غزال کے نی سے بھائی سن کر رویہا کو حیرت ہوئی تھی کہ ایسے بھی بھائی ہوتے ہیں۔ جبکہ رمل کی سولی پر اٹکی جان حلق میں واپس آئی تھی۔

"ہلکا سا بخار ہے میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔"

اس کے فکر کرنے پر ایزد کے ایک بات پھر سے اس کو اپنے ساتھ لے کر کہا۔

"ہلکا سا بخار ہے اس لئے آگیس سے جلدی گھر آئے ہیں۔۔۔۔"

غزال نے فکر مندی بھری خفگی سے کہا تو ایزد مسکرا دیا۔

"میری جان کچھ نہیں ہوا مجھے۔۔۔۔ تمہیں ویلکم بھی تو کرنا تھا۔۔۔۔۔"

ایزد نے اس کو ابھی بھی فکر مند دیکھ کر ایک بار پھر سے اس کا دھیان خود سے ہٹانے کی ناکام کوشش کی۔ اسی وقت ہادیہ وہاں آگئی تھی۔

"آگئی ہو غنڈا گردہ کر کے۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ نے مسکرا کر شرارت سے کہا تھا۔

ہاں ہاں۔۔۔آپ کو تو میں غنڈی ہی لگتی ہوں۔۔۔کبھی بھائی کی بھی"
"فکر کر لیا کریں۔۔۔۔

غزال نے خفگی سے کہا تھا۔ایشد کی طرف دیکھے بغیر ہی ہادیہ کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ جس کو ایزد نے شدت سے محسوس کیا تھا۔

"غزل ان سے تو ملک ہی نہیں تم۔۔۔۔"

ایزد نے ہادیہ کے چہرے کے ناگوار تاثرات کو رمل اور رویہا سے چھپانے کے لئے غزال کو ان کی طرف متوجہ کیا۔

"یہ کون ہیں۔۔۔۔؟؟"

غزال نے ایزد کو مشکوک نظروں سے گھور کر پوچھا۔

وہی جن کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا۔۔۔کہ شاپنگ مال میں"
"ملی تھیں۔۔۔کزنز۔۔۔۔

ایزد نے اس کی مشکوک نظروں کو گھور کر اس کو یاد کروایا تو وہ اووو کرتی ان سے ملی تو ہادیہ نے اس کو دیکھ کر ناراضگی سے کہا۔

"اپنی ماں سے تو مل لو۔۔۔۔"

غزل کو اپنی طرف متوجہ نا پا کر ہادیہ کو برا لگا تھا۔

"بھائی آئے تھے تو آپ ان سے ملی تھیں۔۔۔۔"

وہ اس کی ناراضگی کو کسی خاطر میں نا لاتے ہوئے بولتی رویہا اور رمل دونوں کو حیران کر گئی تھی۔

چند منٹ کی دور ڈرائیو پر آفیس ہے وہاں سے آیا ہے۔۔۔۔ کسی"

"دوسرے ملک یا شہر سے نہیں۔۔۔۔

ہادیہ نے رمل اور رویہا کی موجودگی کا لحاظ کرتے اپنی ناگواری چھپانے کی کوشش کی تھی۔ مگر ان کے لہجے کی نفرت جس نے محسوس کرنی تھی اس نے محسوس کر لی تھی۔

غزال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ کیا کر گزرے۔اس نے بشکل اپنے غصے پر ضبط کرنے کی کوشش کی تھی۔ایزداس کو ایک نظر دیکھ کر سمجھ گیا

تھا کے وہ رمل اور رویہا کی موجودگی کا لہٰذ کئے بغیر کی کچھ بول دے گی اس لئے اس نے غزال کا روح رویہا اور رمل کی طرف کر دیا۔

"موم سے بعد میں لڑ لینا۔۔۔پہلے ان سے ملو۔۔۔۔"

دو انجان لڑکیوں کو دیکھ کر غزال کے ماتھے کے بل سیدھے ہوئے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے یاد کروا دینا۔۔۔یہ کون ہیں۔۔۔۔؟؟"

غزال اپنے غصے کو ایک طرف رکھ کر بولی۔

"یہ وہی مال والی کزنز جن کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا۔۔۔۔"

ایزد نے اس کو یاد کروایا تو غزال کے لب او کی شکلیں ڈھل گئے۔

"اوو۔۔۔۔ہائے کزنز۔۔۔۔۔"

اس نے ایزد کی بات سمجھ کر ان دونوں سے اس طرح بے تکلفی سے کہا جیسے صدیوں پرانی دوستی وہ ان دونوں کے ساتھ۔

"چلو فریش ہو کر آؤ۔۔۔۔پھر کھانا کھانا ہے۔۔۔۔"

ایزد نے اس کو وہاں سے بھیجنا چاہا تو غزال نے اس کو گھورا۔

شرم نہیں آتی بہن باہر سے آئی ہے اور تم نے ایک گلاس پانی کا نہیں"
"پوچھا۔۔۔۔

غزال ساری تمیز بلائے تاک رکھ کر بولی تو ایزد افسوس سے سر نگیں میں ہلاتا پانی لینے چلا گیا۔ جبکہ رمل اور رویہا نے بہن بھائی میں پہلی بار ایسی بے تکلفی دیکھی تھی۔ اس لئے وہ جتنا بھی حیران ہوتیں اتنا ہی کم تھا۔ ایزد نے پانی کا گلاس اس کو تھمایا تو اس نے ایک ہی سانس میں سارا پانی ختم کر کے گلاس اس کی طرف بڑھایا اور گہرا سانس لے کر بولی۔

"تھینکس۔۔۔۔ واپس رکھ دو۔۔۔۔"

غزال نے اس سے ریکویسٹ نہیں کی تھی بلکہ اس کو حکم دیا تھا۔ ایزد بغیر برا مانے گلاس لے کر وہاں سے چلا گیا تو رویہا اور رمل کا منہ ہی کھول گیا۔ ان دونوں نے بے اختیار ہی ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"گرلز۔۔۔۔ آپ دونوں کو تھوڑی دیر بورنگ عادی کی کمپنی میں رہنا
پڑے گا۔۔۔۔ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔۔۔۔"

غزال ان دونوں سے کہہ کر اٹھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ رویہا اور رمل دونوں کو ہی سمجھ نہیں آئی تھی کہ غزال نے اپنے اتنے اچھے بھائی کو بورنگ کیوں کہا ہے۔ اس کے جانے کے بعد ایزد وہاں آ گیا۔ کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھنے پر ہی ان دونوں کو پتا چل گیا تھا کہ ایزد کا جو روپ ان دونوں نے تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا وہ صرف اور صرف غزال کے لئے تھا۔ کیونکہ ایزد نے خود ان سے کوئی بات نہیں کی تھی جبکہ رویہا اور رمل کچھ پوچھیں تو ان کو جتنا ہو سکتا اتنا مختصر جواب دیتا۔ غزال جب واپس آئی تو اس نے ان کو اچھا خاصہ انٹرٹین کیا۔ ایزد کچھ دیر ہی ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

مقتضیٰ کی روٹین اکثر دل نور سے ملنے جاتا تھا۔ رویہا نے دلاور کو اس کا پاسٹ یاد کروانے کی بہت کوشش کی مگر اس کو کچھ بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ رویہا اکثر کوئی نا کوئی بہانا بنا کر اس سے ملنے چلی جاتی تھی۔ جازم اور ایان کو

جب پتا چلا کہ رویہا اور رمل اکثر ہادیہ سے ملنے جاتی ہیں تو انہوں نے اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ بھی انہیں کی بیٹیاں تھیں۔ رویہا نے تو صاف کہہ دیا کہ آپ کے بیٹے نے میرے ساتھ جو بھی کیا ہے اس کے بعد آپ کا کوئی اعتراض کرنا بنتا نہیں ہے۔ جازم اس کے ایکسیڈینٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے رویہا کو کچھ نہیں کہا۔ جبکہ رمل تو اپنی ضد کی پکی کب کسی کی سنتی تھی۔ رویہا کو اب بھی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ دلاور کو سب کچھ کیسے یاد کروائے۔ یہی سوچتے ہوئے وہ جا رہی تھی کہ اس کی گاڑی کا ٹائر پنچر ہو گیا۔ اسی وقت اس کے راستے سے مقتضیٰ کی گاڑی مل گئی۔ رویہا نے اس کو نہیں پہچانا تھا مگر مقتضیٰ نے اس کو پہچان لیا تھا۔ وہ اپنی گاڑی سے نکل کر رویہا کے پاس آیا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ جان گئی تھی لے وہ ملک دلاور کا بزنس رائول ہے۔ رویہا نے اس کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

"رویہا بھابھی۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر رویہا نے فوراً پلٹ کر اس کو دیکھ تھا۔اس سے پہلے کے حدی کچھ کہتا وہاں پر ملک دلاور کی گاڑی بھی آگئ تھی۔رویہا کو اپنے بزنس رائول کے ساتھ دیکھ کر لمحے بھر کو دلاور کو شک ہوا تھا کہ رویہا کو اسی نے آپوئینٹ کیا ہے۔ مگر اس کا دل ماننے سے انکار کر رہا تھا۔وہ اس کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کے لئے وہ چلتا ہوا ان تک آیا تھا مگر رویہا کے الفاظ سن کر اس کے قدم روک گئے۔

مسٹر خان کیا آپ ہر رہ چلتی لڑکی کو پکڑ کر اپنی بھابھی بنا لیتے"

"ہیں۔۔۔؟؟

نہیں آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔۔۔۔مجھے دلاور کے بارے میں بات"

"کرنی ہے۔۔۔۔۔

مقتضیٰ کی بات سن کر رویہا کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی اذی کے بارے میں بات کرنے کی"

۔۔۔۔؟؟؟آپ ہوتے کون ہیں جو مجھے اس طرح راستے میں کھڑا کر کے

"اذی کے بارے میں سوال جواب کرنے کی۔۔۔۔

رویہا نے غصے سے کہا تھا۔

ایکس کیوزمی۔۔۔پہلی بات میں نے آپ کو یہاں کھڑا نہیں کیا دوسری"

بات کے آپ مجھے ضرورت سے زیادہ ہی غلط سمجھ رہی ہیں۔۔۔۔میں

"آپ کو بس دلاور کے ایکسیڈینٹ کے بارے میں بتانے والا تھا۔۔۔

اس سے پہلے کے رویہا مزید کچھ الٹا سیدھا بولتی مقتضیٰ نے اس کی تصحیح کرتے اس کی بولتی بند کر دی۔ مگر وہ تو دلاور کے ایکسیڈینٹ کا سن کر کی ساکت ہو گئی تھی۔اس کو کیسے پتا تھا دلاور کے ایکسیڈینٹ کے بارے میں۔

"آ۔۔۔۔آپ۔۔۔۔ "

رویہا اس سے زیادہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

میں دلاور کا دوست ہو۔۔۔۔۔آپ کو جو بھی دلاور کے بارے میں اذان" نے بتایا ہے بلکل جھوٹ ہے۔۔۔۔انفیکٹ اذان نے ہی دلاور کو مارا ہے "۔۔۔۔

مقتضیٰ کو خود بھی راستے میں کھڑے ہو کر یہ بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اس لئے جلدی جلدی آپنی بات کہہ دی۔

"یہ سب آپ کو کیسے پتا۔۔۔۔؟؟؟"

رویہا نے الجھ کر پوچھا تھا۔

میں دلاور کا دوست ہوں۔۔۔۔۔وہ ایکسیڈینٹ سے پہلے مجھ سے ہی فون" پر بات کر رہا تھا۔۔۔۔اس وقت آپ کی نند دل نور کو اذان کے اغواء کروایا "ہوا تھا۔۔۔۔

اپنے گھر کی اتنی بڑی بات اس کے منہ سے سن کر رویہا کو اندازہ ہو گیا تھا کے سامنے کھڑا شخص دلاور شاہ کے لئے اتنا قابلِ اعتبار تھا۔

"آپ تو ملک دلاور کے بزنس رائول ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

رویہااس کی باتیں سن کر الجھ گئی تھی۔

"میں دلاور شاہ کی بات کر رہا ہوں۔۔۔اس میں ملک دلاور کہاں سے آ گیا۔۔۔"

اب کی بار مقتضیٰ بھی الجھ گیا تھا۔

"ملک دلاور ہی تو اذی ہیں۔۔۔۔"

رویہا نے اس کو جو بات بتائی تھی مقتضیٰ کا سر گھوم گیا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔؟؟"

رویہا نے اس کو پوری بات بتائی جو بہروز ملک اور میرب نے اس کو بتائی تھی۔ مقتضیٰ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا جب اس کو پتا چلا کہ دلاور زندہ ہے۔اس کو ملک دلاور کی موت کا دکھ بھی ہوا تھا مگر دلاور کے زندہ ہونے کی خوشی بھی تھی۔ملک دلاور سے اس کی کوئی خاص دشمنی نہیں تھی۔وہ بس بزنس رائول تھے۔

میں آپ کو ایک لوکیشن بتاؤں گا آپ پلیز دلاور کو لے کر وہاں آجایئے"
"گا۔۔۔۔مجھے امید ہے کے اس کو وہاں پر جا کر سب یاد آجائے گا۔۔۔۔
اس کی بات سن کر رویہا کو کچھ امید ملی تھی کہ شاید اب دلاور کو سب یاد آ
جائے۔وہ پر امید ہو کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ مقتضیٰ اور رویہا دونوں نے
ہی ملک دلاور کو نہیں دیکھا تھا۔کیونکہ اس نے اپنی گاڑی ایک سائیڈ پر
روکی تھی اور وہ اپنی ہی گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔

رویہا نے مقتضیٰ کے کہنے پر دلاور کو اس جگہ بلا لیا تھا۔اس کے آتے ہی
مقتضیٰ کے اس جگہ پر رہی سب کروایا تھا جو دلاور کے ساتھ ہوا تھا۔اور اس
کا پلین کامیاب بھی ہو گیا تھا۔دلاور کو سب یاد آگیا تھا۔اسکو یاد آتے ہی
مقتضیٰ نے اس کو سمجھایا تھا کہ اس بار انہیں اذان کا سچ سامنے لانے کے لئے
پلیننگ کرنی پڑے گی۔ پیچھلی بار بھی اس کو سب پتا چل گیا تھا کہ دلاور

کے پاس اس کے خلاف ثبوت ہیں۔اور اس نے ساری گیم ہی الٹ دی تھی۔اس کی بات وہ دونوں ہی سمجھ رہے تھے۔

رویہا کو جازم شازم اور ایان کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔رویہا کی ٹریننگ کرنا کافی مشکل تھا کیونکہ اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہی بہت کم ملتی تھی۔وہ اپنے ننھیال کا کہہ کر ٹریننگ کے لئے گئی تھی۔وہاں سے واپس آکر اس نے بزنس میں نٹرسٹ لینا شروع کیا تو سب گھر والے اس کے خلاف ہو گئے۔مگر اذمار نے اس کو جاب کرنے کی اجازت دلوادی تھی۔رویہا اسی میں خوش تھی۔اس نے مقتضیٰ کے آفیس میں کام شروع کیا تھا۔اکثر وہ آفیس کے بہانے دلاور سے ملنے چلی جاتی تھی۔ان کو جازم شاہ شازم شاہ اور ایان شاہ کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے میں بہت وقت لگ گیا تھا۔

اذمار بہت ایمان داری سے اپنی ڈیوٹی کر رہا تھا۔جب ایول کنگ کمیشنر کے راستے میں آیا تو اس نے کنگ کا کیس اذمار کو دے دیا۔اس نے جس جس کو کنگ جا کیس دیا تھا کنگ نے ان سب پولیس آفیسر کو ار دیا تھا۔اذمار بھی ایک کیس کی وجہ سے کمیشنر کے بہت نزدیک پہنچ گیا تھا۔اس نے جانے انجانے میں کئیں بار کمیشنر کا کام خراب کیا تھا۔اس کمیشنر کا ٹرانسفر ہو گیا تو رویہا کو پتا چلا کے اذمار کنگ کا کیس ہینڈل کر رہا ہے۔اس نے نئے کمیشنر سے کہہ کر اذمار کو سسپینسڈ کروا دیا۔اذمار کو سسپینسڈ کرنے کی جو جو وجہ بتائی گئیں تھیں۔وہ سب میں ہی غزال کی وجہ سے تھا۔اسی وقت دل نور کے ونی ہونے کی خبر اس کو ملی تو اس کی برداشت سے باہر ہو گیا۔دل نور اور اذمار کے درمیان ایسا ہی رشتہ تھا جیسا ایک بہن اور بھائی کے درمیان ہوتا ہے۔دل نور کے ساتھ جو کچھ ہو چکا تھا اس سب کے بعد وہ رویہا، رمل ،اذمار سب کی لاڈلی تھی۔اذان کو ویسے بھی کسی چیز سے کوئی مطلب نہیں تھا۔اذمار کو جب پتا چلا تو اس کے دل نور کا بدلہ لینے کے لئے غزال سے

شادی کرلی۔ غزال کو مقتضیٰ سے کام کی امید تھی سوائے اس کے کہ وہ کسی لڑکی کے ساتھ زبردستی کر سکتا ہے۔اس کا یہ روپ دیکھ کر غزال ٹوٹ گئی تھی۔اذمار کے ایک ملازمہ خان حویلی میں بھیجی تھی جو ہر اس چیز کی ویڈیو بنا کر اذمار کو سینڈ کرتی جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔اذمار پوری ویڈیو دیکھے بغیر ہی غزال سے وہ سب کرواتا جو دل نور سے کروایا جاتا۔ غزال اپنی آئیڈیل فیملی کا یہ روپ برداشت نہیں کر پا رہی تھی اندر سے وہ ٹوٹتی جا رہی تھی۔اذمار کے خلاف وہ کیا آواز اٹھاتی اس کی اپنی فیملی ہی یہ سب کچھ کر رہی تھی۔اذمار کو جب جب غصہ آتا کہ وہ سب دل نور پر ہاتھ اٹھاتے ہیں وہ ان جیسا تو نہیں کرتا تھا مگر غزال کو مینٹل ٹارچر ضرور کرتا تھا۔جب کو اپنی فیملی کے بارے میں پتا چلا تو اس کا دل کیا اپنے آپ کو ختم کر اس دے۔وہ جو اس کو توڑنے کی باتیں کرتا تھا خود اس کے سامنے ٹوٹ گیا۔

دل نور کی دوستی سحر سے اس وقت ہوئی تھی جب وہ اعظم ملک بھی انہی کے ساتھ پڑھتا تھا۔ سحر نے اس سے اپنی پسند سے شادی کی تھی۔ ان کا بیٹا داور، دائم کا ہی ہم عمر تھا۔ داور کی پیدائش کے وقت کچھ عرصے کے لئے اس کی اور اعظم کی پڑھائی میں بھی گیپ آیا تھا۔ مگر ان دونوں کو ڈاکٹر بننے کا جنون تھا۔ ان دونوں نے اپنی پڑھائی مکمل کی اور شاہ ہیلتھ سینٹر میں ہی ہاؤز جاب شروع کر دی۔

مرتضیٰ کو اذان شاہ کی اصلیت کا پتا چل گیا تھا۔ اذان گاؤں میں ایک شراب کی فیکٹری کھلوانا چاہتا تھا جس کے لئے مرتضیٰ نے اس کو منع کر دیا۔ اس بات کا اس کو بہت غصہ تھا۔ اذان کو اس کو مارے کے لئے فون آیا تھا۔ مقتضیٰ جب اس کو ہوسپٹل لے کر گیا تو وہ کومہ میں چلا گیا اس نے چاروں طرف مرتضیٰ کی موت کی خبر پھیلا دی۔ یہ بات اس کے گھر والے بھی نہیں جانتے تھے۔ مرتضیٰ کے کومہ سے باہر آنے کے چانسز نا ہونے کے

برابر تھے اس لئے مقتضیٰ نے کسی کو نہیں بتایا کہ وہ زندہ ہے۔اس نے
درعین کو عدت بھی نہیں کرنے دی کیونکہ وہ جانتا تھا اگر اس نے عدت کر
لی تو وہ مرتضیٰ کی بیوی نہیں رہے گی۔اس لئے جو جان بوجھ کر اس کے
سامنے آجاتا اور بار بار اس کو یہی کہتا کے تم عدت نہیں کرو گی۔کیونکہ اس
کو پتا چل گیا تھا کہ خان حویلی میں کوئی ایسا ہے جو اذان شاہ کے ساتھ ملا ہوا
کہ مرتضیٰ نے اس کو عدت کیوں نہیں ہے۔درعین یہی سوچ رہی تھی
کرنے دی۔جب اس کو ابراہیم خان کے کمرے سے اذان شاہ کا نام سنائی دیا
تو اس نے جا کر وہاں دیکھا کہ ابراہیم خان اذان سے بات کر رہے تھے وہ
لڑکیوں کو غیر قانونی طریقے سے دوسرے ملک میں بھیج کر بیچنے کی پلینگ
کر رہے تھے درعین نے اس سب کی ویڈیو بھی بنالی تھی۔صدمے کی وجہ
سے اس کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا اس لئے اس نے دل نور کو وہ ویڈیو سینڈ کر
دی تھی۔مگر دل نور اپنا موبائل کنگ کے گھر بھول گئی تھی جہاں وہ ونی
ہونے سے پہلے گئی تھی۔اسی دن ابراہیم خان کو پتا چل گیا تھا کہ درعین نے

ان کی ساری باتیں سن لی ہیں اور وہ مقتضیٰ کو سب بتانے جا رہی ہے اس لئے انہوں نے اس کا ایکسیڈینٹ کروا دیا۔ درعین کی حالت کافی سیریس تھی۔ مقتضیٰ کو یقین تھا کے اس کا ایکسیڈینٹ ہوا نہیں ہے بلکہ کروایا گیا کے ہے۔ انہی دونوں میں مرتضیٰ کو بھی ہوش آگیا تھا۔ درعین کو اس حوالے کر کے مقتضیٰ اس انسان کو ڈھونڈنے میں لگ گیا جس نے درعین اور مرتضیٰ کو مروانے کی کوشش کی تھی۔ درعین کے ایکسیڈینٹ کی وجہ سے دلاور دل نور کے ساتھ زیادہ اٹیچ ہو گیا تھا۔ مقتضیٰ کا دھیان اپنے ماں باپ سے مکمل طور پر ہٹ گیا تھا۔ ابراہیم خان نے ان کو سلوپوئیزن دینا شروع کروا دیا تھا۔ اپنی بیٹی کی موت کا بدلہ وہ پورے خان خاندان کو مار کر لینا چاہتے تھے۔ اس لئے ایک ایک کر کے ان سب کو مار رہے تھے۔ رائحہ اور جلال کے بعد ان کا ارادہ بلال، ہادیہ اور ان کے بچوں کو مروانے کا تھا۔ مگر وقت رہتے دل نور کو رائحہ اور جلال کی کنڈیشن کا پتا چل گیا اور اس نے مقتضیٰ کو بتا دیا۔ اس لئے وہ ان دونوں کو لندن بھیج رہا تھا۔ بظاہر تو وہ ان کو

اعلاج کے لئے بھیج رہا تھا مگر اس کا مقصد ان کو وہاں سے بھیج کر خان خاندان کے اس دشمن کو ڈھونڈنے کا تھا۔ مگر جانے سے پہلے ہی ان کو پتا چل گیا کہ دل نوران کی لائبہ کی بیٹی ہے اور انہوں نے مقتضیٰ کو کہہ دیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہی جائے گی۔

وہ وہاں سے سیدھا شاپنگ مال میں آئی تھی۔ رمل اس کو نظر نہیں آئی تو وہ کیفیٹ ایریا میں چلی گئی۔ جہاں رمل ابھی تک ہادیہ اور ایزد کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے اس نے ایزد سے تھوڑی بہت دوستی کر لی تھی۔ یہ اس کو لگ رہا تھا۔ اصل میں تو ایزد اپنی ماں کی وجہ سے اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہادیہ کی وجہ سے ہی اس سے ٹھیک سے بات کر رہا تھا۔

"کہاں مر گئی تھی تم میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔۔۔؟؟"

رویہانے بغیر ہادیہ کی طرف دیکھے ایک زوردار مکا اس کے کندھے پر جھڑ کر غصے سے کہا۔

"تمہارے جیجو کو ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔۔"

وہ بھی تپ کر بولی تھی۔ جبکہ ایزد اور ہادیہ حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ جو رمل سے بحث کرنے میں اتنی مصروف تھی کہ اس کو پتا ہی نہیں چلا کہ سامنے کوئی اور بھی بیٹھا ہوا ہے۔

"اچھا۔۔۔۔ کہاں سے اذان۔۔۔۔؟؟"

اس نے آگے پیچھے اذان کو ڈھونڈتے ہوئے کہا تو رمل کا دل کیا اس کو منہ تھوڑ کر رکھ دے۔ اپنی اس خواہش پر عمل کرنے کے لئے رمل نے سامنے پڑا واز اٹھا کر اس کے سر پر مارا تھا۔ رویہا اس حملے کے لئے مکمل طور پر تیار تھی اس لئے وقت پر ہی پیچھے ہو گئی۔ رویہا کے اس طرح بچنے پر ایزد نے بہت غور سے اس کو دیکھا تھا۔

"تمہیں پتا ہے۔۔۔۔ کتنا زہر لگتا ہے مجھے وہ کمینہ۔۔۔۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔ جبکہ ہادیہ تو حیرت سے رمل کو دیکھ رہی تھی جس کے لہجے میں اذان کے لئے نفرت تھی۔ جب سے وہ دونوں وہاں بیٹھے تھے رمل کو دیکھ کر اس کو جان کر ان کو بلکل بھی نہیں لگا تھا کہ رمل کے دل میں کسی کے لئے اس قدر نفرت ہو سکتی ہے وہ بھی اپنے ہی کزن کے لئے۔

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمہارے لئے پھوپھی کا ہینڈسم سا بیٹا آنے والا ہے۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کر رمل نے بے اختیار ہی ان دونوں کو دیکھا تھا جو حیرے سے آنکھیں پھاڑے رویہا کی چلتی زبان کو دیکھ رہے تھے۔ اگر رویہا نے یہ بات صرف ایزد کے سامنے کی ہوتی تو وہ پریشان نا ہوتی مگر سامنے ہادیہ بھی بیٹھی تھی۔

"اٹھو بھی اب۔۔۔۔ گھر جانا ہے۔۔۔۔ ورنہ تمہارے کبھی نا ہونے والے شوہر نے ٹانگیں ٹوٹ دی ہیں تمہاری بھی اور میری بھی۔۔۔۔۔"

رویہا کا دھیان اب بھی ہادیہ اور ایزد کی طرف نہیں گیا تھا۔ جبکہ اس کی چلتی زبان ایزد اور ہادیہ کو غزال کی یاد کروا گئی تھی۔

روہی کسی دن میں نے تمہیں بھی اذلان بھائی کے پاس پہنچا دینا ہے"

" ۔۔۔۔۔۔دوبارہ تم نے یہ بکواس کی تو۔۔۔

رمل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کو آنکھوں سے ہی کچا چبا جائے۔ اذلان کا نام سن کر رویہا بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔

"تم کیا پہنچاؤ گی میں خود ہی چلی جاؤں گی۔۔۔۔"

رویہا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا مگر رمل کا دل دہلا گیا تھا۔

" روہی۔۔۔۔ فضول بکواس نا کیا کرو۔۔"

رمل اپنا سارا غصہ بھول کر خفگی سے بولی تھی۔ ہادیہ کو اپنی ساری دوستیں یاد آ گئیں تھیں۔ جو اسی طرح لڑتی جھگڑتی تھیں۔

"اچھا نہیں کرتی اٹھ نا۔۔۔رِمو گھر جانا ہے میں نے۔۔۔۔"

رویہا نے اس کو زبردستی اٹھاتے ہوئے کہا جو اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"تمہاری کون سی بزنس میٹینگ ہونی ہے۔۔۔۔؟؟"

رمل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ بیٹھایا جو آج اتنے سالوں بعد اپنی پرانی ٹون میں واپس آئی تھی۔رمل حیران تھی مگر خوش بھی تھی اس لئے غیر محسوس انداز میں وہ بھی ایسے ہی بات کر رہی تھی جیسے وہ اذلان کے مرنے سے پہلے کرتی تھیں۔رمل کا پہلے حیران ہونا،رویہا کے لڑاکا عورتوں کی طرح بات کرنا،اذلان کے پاس جانے والی بات کرنے پر رمل کا دہل جانا سب ہی ایزد اور ہادیہ نے محسوس کیا تھا۔ہادیہ کو یہ تو سمجھ آ گئی تھی کہ رویہا کے معاملہ میں حنا کی خواہش پوری ہو گئی ہے۔

بزنس میٹنگ نہیں ہے پر میں نے گھر جا کر شکرانے کے نفل پڑھنے ہیں"

"۔۔۔۔۔

رویہا کی بات سن کر رمل کو منی ہاٹ اٹیک تو ہو ہی گیا تھا۔ کیونکہ اذلان کے جانے کے بعد سے وہ سب کچھ بھول بیٹھی تھی۔

"اذلان بھائی کی فوٹو کاپی تو نہیں دیکھ لی۔۔۔۔"

رمل نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اذان کا سن کر رویہا کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا۔ جس کو ایزد نے بہت اچھے سے محسوس کیا تھا۔ ساتھ ہی اس کی آنکھوں کے سامنے ملک دلاور کا چہرا گھوم گیا تو وہ بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔

"گھر چلیں۔۔۔۔"

اس کے منہ سے اب بھی جانے کی بات سن کر رمل نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔

"تمہیں کیا گھر جانے کا دورا پڑ رہا ہے چلے جاتے ہیں۔"

رویہا کا دھیان ابھی تک ایزد اور ہادیہ کی طرف نہیں گیا تھا۔ رمل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا سر پھاڑ دے۔ مگر وہ ہادیہ اور ایزد کے سامنے اپنا

ایمیج خراب نہیں کر سکتی تھی۔اس لئے اپنے دل کی خواہش دل میں ہی دبا گئی۔

" دائم حناماما کو تنگ کر رہا ہو گا۔۔۔"

رویہانے بہانا بنایا۔

"تمہیں کب سے اس بات کی فکر ہونے لگی کے دائم کیا کر رہا ہو گا۔۔۔۔"

رمل نے اس کو مشکوک نظروں سے گھور کر پوچھا۔رویہا کی مسکراہٹ لمحے بھر کو سمٹ گئی تھی۔رمل کو شدت سے اپنے الفاظ کا احساس ہوا تھا۔

اس نے فوراً ہی معافی مانگی تھی

"ایم سوری۔۔۔۔۔"

ایزداس لڑکی کو دیکھ کر رہ گیا تھا جو ابھی اس کا سر پھاڑ دینا چاہتی تھی اور اب اس سے معافی مانگ رہی تھی۔اس چھوٹی سے ملاقات سے ایزداس کو اتنا تو جان گیا تھا کہ رمل اچھی لڑکی ہے۔اسی وقت رویہا کی نظر ہادیہ اور ایزد پر

پڑی تھی۔اس نے ایزد کو تو نہیں پر ہادیہ کو دیکھ کر پہچان لیا تھا۔اس کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"پھوپھو۔۔۔۔کیسی ہیں آپ۔۔۔۔۔؟؟؟"

رویہانے آٹھ کر ان سے گلے ملتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں یاد ہوں میں۔۔۔۔؟؟؟"

رویہا کے اس طرح ملنے پر ہادیہ نے خوشی سے پوچھا۔

"حنا ماما اکثر آپ کو یاد کرتی ہیں۔۔۔۔۔۔"

رویہانے ہادیہ کو بتایا تو وہ اداسی سے مسکرائی۔

"کمینی تم مجھے بتا نہیں سکتی تھی پھوپھو بھی یہاں ہیں۔۔۔۔۔"

رویہانے اب کی بار رمل کو آڑے ہاتھوں لیا۔رمل نے غصے سے اس کو گھورا۔

"بی بی مجھے بولنے کا موقع تو دیتی۔۔۔۔"

رمل نے ماتھے پر بل ڈال کر کھا جانے والے انداز میں دانت پیس کر کہا تھا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ رویہا کو ابھی کے ابھی ہی کچا چبا جائے۔

"یہ بی بی کس کو کہا ہے تم نے۔۔۔۔؟؟؟"

رویہا نے تو جیسے آگے کی بات سنی ہی نہیں تھی اس کا دماغ تو لفظ بی بی پر ہی اٹک گیا تھا۔

"تمہاری ساس کو۔۔۔۔۔"

رمل نے جل کر کہا تو رویہا کو مزید غصہ آیا۔

"تمہاری ساس ہو گی نا بی بی۔۔۔۔۔"

رویہا کو کب برداشت تھا کہ کوئی اس کی حنا ماما کو کچھ کہہ دے۔رمل کی بے اختیار ہی نظر ہادیہ کی طرف اٹھی تھی جس کو ایزد کے علاوہ کسی نے محسوس نہیں کیا تھا۔

(اچھی خاصی خوبصورت تو ہیں میری فیوچر ساس۔۔۔۔)

رمل آہستہ آواز میں بڑبڑائی تھی جس کو ایزد کے باریک کان سن چکے تھے۔ اس کی تو آنکھیں باہر آنے کو تھیں کہ وہ ایک ہی ملاقات میں کیا کیا سوچ کر بیٹھ چکی ہے۔

اے۔۔۔۔ خبردار جو تم نے میری ساس کو کچھ کہا تو۔۔۔۔۔ سر پھاڑ دوں" " گی تمہارا۔۔۔۔

رمل نے غصے سے کہا۔ بس کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر پر مارنے کی کمی تھی ورنہ انداز اس سے کم نہیں تھا۔ ہادیہ بے اختیار ہی کھل کر ہنسی تھی۔ اس نے پہلی بار ایسی لڑکیاں دیکھیں تھیں جو اپنی اپنی ساس کے لئے ایک دوسرے کا سر پھاڑنے پر تلی ہوئی تھیں۔ ایزد جو رمل کے بات سن کر آنکھیں پھیلائے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اپنی ماں کے خوبصورت قہقہے پر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے پہلی بار اپنی ماں کو اس طرح کھل کر ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ بلکل بھی نہیں ہنستی تھی۔ بس وہ ایزد کے سامنے کبھی اس طرح نہیں ہنستی تھی۔ اگر وہ کسی وجہ سے خوش

بھی ہوتی تھی تو ایزد کو دیکھ کر اس کی ساری خوشی غارت ہو جاتی تھی۔ ہادیہ نے بے دھیانی میں ایزد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ ایزد تو جیسے ساری دنیا ہی بھول گیا تھا۔ اس نے اپنی سانس تک روک لے تھی کہ کہیں اس کی سانس کی آواز سن کر ہادیہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نا ہٹا لے۔ ایزد کی نظر اپنے ہاتھ پر موجود ہادیہ کے ہاتھ پر تھی۔ پہلی بار اپنی ماں کا لمس محسوس کر کے ایزد کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ اس نے جس طرح اپنے آنسو ضبط کئے تھے یہ صرف وہی جانتا تھا۔ ہادیہ کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔ جبکہ رمل اور رویہا ابھی بھی اپنی اپنی ساس کے لئے لڑنے میں مصروف تھیں۔ ایزد کے دل کی دھڑکن سیکنڈ کی سوئی سے سو گنا زیادہ تھی۔ وہ اپنے دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ ایک ایک سیکنڈ کو محسوس کر رہا تھا۔ بلاشبہ اس کے دل کی سپیڈ گھڑی کی سوئیوں سے زیادہ تیز چل رہی تھی۔ ایزد کی نظر اب بھی اپنے ہاتھ پر تھی۔ ہادیہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ہٹایا تو ایزد کے دل کی دھڑکن کچھ کچھ معمول پر آئی۔ مگر اس کو اب بھی اپنے ہاتھ پر اپنی ماں کا

پہلا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھنے کے بعد ایزد اور ہادیہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ ایزد تو بار بار اپنے ہاتھ کو دیکھ کر تھا جہاں اب بھی اس کو اپنی ماں کو پہلا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ ہادیہ نے پہلی بار اس کی طرف دیکھ کر اس کو مخاطب کیا تھا۔

"ایزد تم مجھے میری ایک کلاس فیلو کے گھر ڈراپ کر دینا۔۔۔۔"

اپنی ماں کے پہلی بار کچھ کہنے پر ایزد نے دل و جان سے لبیک کہا تھا۔ آج اس کو اتنی خوشی ملی تھی کہ اس کا دل کیا ابھی کہ ابھی شکرانے کے سجدے میں گر جائے۔ آج اس نے پہلی بار اپنی ماں کا لمس محسوس کیا تھا تو آج پہلی بار اس کی ماں نے اس کو مخاطب کیا تھا۔

—

وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو غزال اس کو اپنے باپ سے الجھتی نظر آئی۔ وہ بھاگ کر اس کے پاس گیا اور پیچھے سے اس کو اپنے حصار میں لے کر گھول گھوما۔ اس اچانک افتاد پر پہلے تو غزال کو کچھ سمجھ نہیں آئی پھر جب ایزد کا لمس محسوس ہوا تو اس کو خوشگوار حیرت ہوئی۔ اس نے ایزد کو پہلے کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ بلال خود بھی حیران ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا غزال اور ایزد کی بونڈنگ بہت اچھی ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپاتے۔ مگر غزال نے بھی ایزد کو اتنا خوش پہلی بار دیکھا تھا۔

"عادی بھائی۔۔۔۔"

غزال نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اس کو آواز دی تو ایزد نے اس کو نیچے اترا۔ غزال نے اس کو دیکھا جو خوش بھی تھا اور اس کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

تمہیں پتا ہے میں بہت بہت بہت بہہہہہہہتتتتتت خوش ہوں۔۔۔۔۔۔"

"

ایزد کا انداز ایسا تھا کہ جیسے ایک چھوٹا بچہ اپنی خوشی کسی بڑے تو بتا رہا ہو۔

"وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے۔۔۔۔۔پر خوش کس بات پر ہیں۔۔۔۔؟؟"

غزال نے مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے آج موم نے مجھے ٹچ کیا ہے مجھے سے بات ہی۔۔۔۔"

ایزد نے ابھی بھی وہ لمحے یاد کر کے مسکراتے ہوئے اس کو بتایا تھا۔ مگر اس کی بات سن کر بلال کو تکلیف ہوئی تھی۔اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ وہ وہاں سے ہی چلا گیا تھا۔آج بلال کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔ جبکہ غزال کی مسکراہٹ بھی اداسی میں بدلی تھی۔بلال اور غزال نے علاؤہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایزد اپنی ماں کی محبت کے لئے کیا کتنا تڑپتا ہے۔اور اب جب پہلی بار اس کی ماں نے اس کو چھوا،اس سے بات کی تو ایزد خوشی سے پاگل ہونے کو تھا۔

یہاں پر موم نے اپنا ہاتھ رکھا تھا وہ بھی پورے ایک منٹ پچاس سیکنڈ کے لئے۔۔۔۔۔۔"

ایزد نے بچوں کی طرح خوش ہوتے اس کے سامنے اپنا ہاتھ کرتے ہوئے بتایا۔ غزال نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا کہ ایزد نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"ڈونٹ ٹچ۔۔۔۔۔مجھے ابھی بھی موم کا لمس محسوس ہو رہا ہے۔۔۔۔۔"

ایزد نے اپنے ہاتھ کو اپنی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے اس کو بتایا پھر سینے پر رکھ لیا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنا ہاتھ چوم لے مگر وہ تو غزال کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دے رہا تھا۔اس کو ڈر تھا کہ کہیں ہادیہ کا لمس کسی اور کے لمس سے مٹ نا جائے۔غزال کا دل کیا دھاڑے مار مار کر روئے وہ کیوں اپنی ماں سے اتنی محبت کرتا تھا وہ کیوں اس سنگ دل عورت کی محبت میں اتنا تڑپ رہا تھا جو اپنی ساری زندگی اس کو ماں کا پیار نہیں دے سکی تھی۔ جنہوں نے آج تک اس کو گلے لگانا تو دور اس کو کبھی محبت کی نظر سے بھی نہیں دیکھا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا۔۔۔۔۔؟؟"

غزال نے اپنا سر جھٹک کر اس کی خوشی میں خوش ہوتے ہوئے اس سے
ساری بات پوچھی تو ایزد نے الف تا یے ساری بات غزال کے گوش گزار
کر دی۔ جبکہ غزال کا دل کیا جا کر اس لڑکی کا منہ چوم لے جس سے پہلی
ملاقات پر ایزد کو یہ خوشی ملی ہے۔ پہلی بار ایزد نے اپنی ماں کا لمس محسوس
کیا ہے۔ غزال کے ذہن میں سب سے پہلا خیال ہی یہ آیا تھا کہ اگر وہ لڑکی
اس کی زندگی میں آگئی تو ایزد کی زندگی میں جو ماں کی کمی ہے وہ پوری ہو
جائے گی۔

وہ میرب اور بہروز ملک کے کمرے میں آیا تو وہ دونوں سنجیدہ سے بیڈ
پر بیٹھے اس کو نظر آئے۔ وہ دروازے پر دستک دیتا اندر داخل ہو گیا۔
"دلاور کوئی کام تھا۔۔۔۔؟؟"

بہروز ملک نے اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا تھا مگر اس کے اشارہ کرنے پر واپس بیٹھ گئے۔

"کیوں کسی کام کے بغیر نہیں آسکتا۔۔۔۔؟؟؟؟"

اس نے مسکرا کر پوچھا۔

" آسکتے ہو۔۔۔۔ "

بہروز نے بھی مسکرا کر جواب دیا تو وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"ایک بات پوچھوں۔۔۔۔؟؟"

دلاور نے ان سے اجازت چاہی تھی۔

"تمہیں کب سے اجازت کی ضرورت پڑ گئی۔۔۔۔؟؟"

میرب نے مسکرا کر کہا تھا مگر اس کے چہرے کی سنجیدگی بہروز ملک کو کچھ غلط ہونے کا پتا دے رہی تھی۔

"وہ لڑکی کون تھی۔۔۔۔۔؟؟؟"

جس دن سے رویہا وہاں سے ہو کر گئی تھی اس دن سے ہی دلاور پریشان تھا۔اس کو بلکل بھی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس لڑکی کا لمس اس کو انجان کیوں نہیں لگا؟؟ کیوں اس کو چھونا دلاور کو برا نہیں لگا؟؟؟ کیوں اس کے اس طرح حق جتانے پر دلاور کو غصہ نہیں آیا؟؟

"ہمیں کیا پتا۔۔۔۔۔؟؟"

بہروز نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ تو ہمیں تم سے پوچھنا چاہیے کون تھی وہ جو اتنے دھڑلے سے آکر تم پر اپنا حق جتا کر گئی ہے۔۔۔"

میرب نے بھی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"جی نہیں مجھے ہی آپ سے پوچھنا چاہیے کیوں کہ ایکسیڈینٹ سے پہلے کی زندگی کے بارے میں مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔۔۔۔۔"

دلاور نے ان کو یاد کروایا تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔اس سوال کا جواب تو ان دونوں کے پاس بھی نہیں تھا۔

"ہمیں نہیں پتا وہ کون تھی۔۔۔۔؟؟"

میرب نے اس کو صاف صاف بتا دیا تھا۔

ہو سکتا ہے تمہارے اس بزنس رائول مقتضیٰ حدی کی کوئی چال"

"ہو۔۔۔۔

بہروز ملک کو دلاور کے اس دن کے کہے الفاظ یاد آئے تو انہوں نے سارا ملبہ مقتضیٰ پر ڈال دیا۔

اگر یہ کسی کی چال ہے تو مجھے اس کے چھونے پر غصہ کیوں نہیں" آیا۔۔۔؟؟؟ کیوں مجھے اس کا لمس انجان نہیں لگا۔۔۔۔؟؟؟ کیوں اس کی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوئی۔۔۔۔؟؟؟ یہ بات آپ بھی بہت اچھے سے جانتے ہیں کے کوئی لڑکی میرے لئے مر بھی رہی ہو تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔۔۔۔ تو اس لڑکی کا حق جتانا مجھے کیوں برا نہیں لگا ؟؟۔۔۔"

دلاور نے اپنے دل کی بات ان دونوں کو بتائی تو وہ سانس تک نہیں لے سکے تھے۔ان کے کانوں میں رویہا کے الفاظ گھونجے تھے۔وہ لوگ ماں باپ ہو کر بھی نہیں جان سکے تھے کے اس وقت دلاور کے دل میں کیا چل رہا ہے۔اور رویہا اس کو دیکھ کر ہی جان گئی تھی کہ دلاور کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔

جب اس نے وحی کہا تو کیوں مجھے اپنی روح اس کی طرف کھینچتی ہوئی" محسوس ہوئی۔۔۔۔؟؟؟"

اب کی بار دلاور کے لہجے میں بے بسی در آئی تھی۔وہ دونوں پھر بھی کچھ نہیں بولے۔ان کی مسلسل خاموشی پر وہ بے بسی سے رو دیا۔

"کیوں۔۔۔۔کیوں موم میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔۔۔؟؟"

اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر وہ دونوں تڑپ ہی تو گئے تھے۔

"ہم نے تم سے جھوٹ بولا تھا۔۔۔۔"

میرب نے سر جھکا کر شرمندگی سے اس کو بتایا۔ان کی بات سن کر دلاور نے بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

چار سال پہلے ہمارے بیٹے دلاور کا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا۔۔۔اور اس کی " وجہ مروہ تھی۔۔۔۔وہ اپنے بھائی سے بہت اٹیچ تھی۔۔۔۔اسی جگہ پر ہم نے تمہیں بہت بری زخمی حالت میں دیکھا تھا۔۔۔تمہارا چہرا اس قدر زخمی تھا کہ تمہارے چہرے کو پہچان پانا ناممکن تھا۔۔۔ہم دلاور اور مروہ کے ساتھ تمہیں بھی ہوسپٹل لے گئے۔۔۔تمہارے سامان میں ہمیں کچھ چیزیں تمہارا آئی ڈی کارڈ اور وہ لاکٹ ملا تھا جو رویہا شاہ دے کر گئی تھی۔۔۔۔تم بار بار بے ہوشی کی حالت میں وحی کا نام لے رہے تھے۔۔۔میرا بیٹا تو نہیں بچ سکا مگر مروہ کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اس کو سچ بتایا جا سکتا۔۔۔تمہارا چہرا اس قدر خراب تھا کہ ڈاکٹرز کو سرجری کرنی پڑی میں اپنی بیٹی سے اس کا بھائی نہیں چھیننا چاہتا تھا۔۔۔اس لئے دلاور کا چہرا تمہیں دے دیا۔۔۔اور جب وہ مکمل طور پر ٹھیک ہوئی تو اس کو کہہ

دیا کے دلاور شاہ، دلاور ملک ہے۔۔۔۔ہم نے دلاور ملک کو دلاور شاہ بنا کر اس کو دفن کر دیا۔ تم کومہ میں چلے گئے تھے۔ ہم بہت پریشان تھے کہ اگر تمہارے ہوش میں آئے کے بعد تمہیں سب کچھ یاد آگیا تو ہم مروہ سے کیا کہیں گے۔۔۔؟؟ تمہیں کیسے روکیں گیں۔۔۔؟؟ان تین سالوں میں میرا یقین کرو ہم بھول گئے تھے کے تم ہماری سگی اولاد نہیں ہو۔۔۔۔ہم نے تمہیں اپنا دلاور ہی سمجھ کر تمہارا علاج کروا۔۔۔۔ویسے ہی تمہارے ٹھیک ہونے کی دعائیں مانگی تھیں جیسے ہم دلاور کی بیماری میں اس کے لئے مانگتے تھے۔۔۔۔جب تمہیں ہوش آیا تو ہم جہاں خوش تھے وہیں پریشان بھی تھے کہ اگر تم نے اپنی فیملی کا پوچھ لیا تو ایک بار پھر سے ہمارا دلاور مر جائے گا۔۔۔۔لیکن تمہیں اپنے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں تھا اور ڈاکٹر نے ہم سے کہا تھا کہ اگر دلاور نے اپنے ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی کو اگر اس کے دماغ پر زور پڑے گا۔۔۔۔اس کو جس جگہ پر چوٹ لگی ہے دلاور نے کچھ بھی یاد کرنے کی کوشش کی تو نتیجتاً اس کے دماغ کی نس

پھٹ سکتی ہے۔۔۔۔۔ جس کی وجہ سے برین ہیمرج یا تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔اس لئے ہم نے تمہیں سچ نہیں بتایا۔۔۔۔۔اور تمہیں "یہ کہہ دیا کے تم میرے دلاور ہو۔۔۔۔۔

بہروز ملک اور میرب ملک اس کو سب بتانا نہیں چاہتے مگر اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ تڑپ گئے تھے۔ جبکہ دلاور خود بھی اپنی سچائی جان کر شاکڈ تھا۔اس کو اب بھی اپنے بارے میں کچھ یاد نہیں آیا تھا۔ مگر ان کی باتیں اس کو رولا گئیں تھیں۔

ہمیں نہیں پتا وہ لڑکی کون تھی۔۔۔۔؟؟؟ مگر اس نے خود کو وحی" کہا۔۔۔۔ ہم نے اپنے ایک ڈرائیور کے ذریعے ایک لڑکی کے گھر والوں تک دلاور شاہ کے مرنے کی خبر پہنچائی تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اگر تمہیں کچھ یاد آنا ہوا تو خود آجائے گا۔۔۔ورنہ ساری زندگی تمہیں کچھ یاد نا آئے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔۔۔۔ تمہیں کچھ یاد نہیں تھا اور تمہارے گھر والوں کو ہم جانتے نہیں تھے اس لئے ایک ڈرائیور تمہارا لاکٹ اور آئی ڈی

کارڈ ہر وقت ساتھ رکھتا تھا کہ شاید کبھی تمہارے گھر والوں کے بارے میں پتا چلے اور ان تک دلاور شاہ کے مرنے کی خبر پہنچ جائے۔۔۔۔

تمہارے خواب جو کبھی تم نے پورے نہیں دیکھے۔۔۔۔دھندلے دھندلے خواب تمہاری پیچھلی زندگی کے خواب ہیں۔۔۔میری اس حرکت کو تم میرے بچوں کے لئے میری خود غرضی کہو یا کچھ بھی۔۔۔۔ مگر میں نے یہ سب اس لئے کیا کے تمہاری پہلے کی زندگی یاد کروا کر میں تمہاری جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔۔۔۔"

بہروز ملک کی بات سن کر وہ بے اختیار ہی ان کے سینے سے لگا تھا۔

"مجھے نہیں پتا میں کون ہوں۔۔۔۔۔پر آپ لوگ ہی میرے موم ڈیڈ ہو۔۔۔۔"

وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے ان کے سینے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔اس کی بات سن کر وہ دونوں ہی نم آنکھوں سے مسکرا دیے۔

"وہ لڑکی کون تھی۔۔۔۔؟؟

ان کو مسلسل روتے دیکھ کر میرب نے شرارت سے نم آنکھوں کے ساتھ کہا تو اس کی بھی ہنسی نکل گئی۔

"یہ تو اب وہ ہی بتا سکتی ہے۔۔۔۔"

دلاور نے کہا تو بہروز ملک کو بھی شرارت سوجی۔

"وہ ہی یا وحی۔۔۔۔"

"وحی۔۔۔۔"

اس نے بے دھیانی میں 'وہ ہی' کو 'وحی' کہہ دیا تھا۔اس کی بات سن کر ان دونوں کا چھت پھاڑ قہقہہ بلند ہوا تو اس کو سمجھ آیا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔ان کو ایسے ہنستے دیکھ کر وہ فوراً ہی کمرے سے روفو چکر ہو گیا۔اس کے فرار ہونے پر میرب اور بہروز کی ایک بار پھر ہنسی چھوٹ گئی۔

رات کے تقریباً بارہ بج رہے تھے کوئی دبے قدموں ملک ہاؤس میں داخل ہوا تھا۔اس کی نظر تھوڑے سے کُھلے گیٹ پر پڑی۔ جہاں ایک گارڈ سو رہا تھا۔

"بے وقوف۔۔۔۔اذی سے کہہ کر یہ گارڈ بدلوانا پڑے گا۔۔۔۔"

وہ گارڈ کو دیکھ کر بڑبڑاتی دلاور سے بات کرنے کا سوچ کر گھر کے اندر چلی گئی۔ گھر میں چاروں طرف سناٹا تھا۔ وہ دبے قدموں سے چلتی ہوئی جا رہی تھی کہ ایک بھاری مردانہ آواز پر اس کے قدم وہی تھم گئے۔

"روکو۔۔۔۔"

اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔ وہ مڑی نہیں تھی مگر رک ضرور گئی تھی۔ میرب اور بہروز رات کو ضرور اٹھ کر گھر کے کھڑکیاں دروازے چیک کرتے تھے۔ وہ دونوں اپنے اس کام کے لئے باہر آئے تھے کے دلاور کی آواز سن کر کمرے کے دروازے پر ہی رک گئے۔ رویہانے اپنی طرف

بڑھتے قدموں کی آواز سنی تو پوری تیاری کے ساتھ پیچھے مڑ کر آواز دینے والے کو دیکھا۔ دلاور کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔

"آپ تھے ڈرا ہی دیا تھا مجھے۔۔۔۔"

اس نے سکون کے ساتھ کہتے اپنے سر سے ہڈی اتاری۔ اس دن والی لڑکی کو دیکھ کر دلاور کی آنکھیں باہر آنے کو تھی۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟"

دلاور کو سخت غصہ آیا تھا آدھی رات کو اس کو اپنے گھر میں دیکھ کر اس کی فکر مندی پر رویہا بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔

"ہائے اتنی فکر نا کیا کریں میری۔۔۔۔۔ مجھے سیلف ڈیفنس آتا ہے۔۔۔۔"

رویہا نے قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے دلاور کو بتایا۔ اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دلاور کے قدم وہی رک گئے تھے۔ یہ صرف بہروز اور میرب کو لگا تھا۔ مگر دلاور تو اس کی پہلی بات سن کر رکا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے میرے دل میں کیا چل رہا ہے۔۔۔؟؟"

دلاور کے دل میں سوال آیا تھا مگر سوال بولا رویہا نے تھا۔

"یہی کہنا چاہ رہے ہیں نا آپ۔۔۔۔؟؟"

رویہا کی بات سن کر دلاور کے ہاتھ سے پانی کی بوتل چھوٹ کر گری تھی۔ جو سیدھا رویہا کے قدموں میں ہی آکر رکی تھی۔ رویہا نے بوتل اٹھائی اور اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

"میری جان وہیں پر تو رہتی ہوں۔۔۔۔ یہ تو ہر انسان کو ہی پتا ہوتا ہے کے اس کے گھر میں کیا چل رہا ہے۔۔۔۔"

رویہا نے شرارت سے ایک آنکھ دبا کر جس بے باکی سے کہا تھا وہ تو کیا اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے بہروز ملک اور میرب ملک بھی سوچ کر رہ گئے تھے کے کس قدر بے باک لڑکی ہے۔ رویہا نے پانی کی بوتل کھول کر اپنے لبوں کے ساتھ لگائی۔ دلاور جو اسی کو دیکھ رہا تھا بوتل کو چھوتے رویہا کے لبوں کو دیکھ کر دل میں ایک گستاخ خواہش جاگی تھی۔ رویہا جو اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظروں کا مطلب سمجھ کر شرم سے سرخ ہوئی تھی۔

دلاور حیرت سے اس پاگل لڑکی کو دیکھ کر تھا جو آدھی رات کو اس کو گھر میں گھس آئی تھی اور اب شرما رہی تھی۔ مگر اس کا شرم سے لال پڑتا چہرہ دلاور کے دل میں ہلچل مچا گیا تھا۔

"شرما کیوں رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟"

اپنے دل کی کیفیت سے گھبرا کر دلاور نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے پوچھا تو نظر دروازے پر حیران کھڑے اپنے ماں باپ پر گئی۔ وہ مجرم نا ہوتے ہوئے بھی شرمندہ ہو گیا تھا۔

اب میں اپنے منہ سے بتاتی اچھی تھوڑی لگوں گی کہ آپ مجھے کس کرنے" "کا سوچ رہے ہیں۔۔۔۔

دلاور کی نظریں رویہا کے ہونٹوں پر ٹکی ہوئی بہروز اور میرب نے بھی دیکھی تھیں۔ مگر ان کو اندازہ نہیں تھا کہ اس کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ مگر رویہا کے الفاظ نے ان کو بھی حیران کر دیا تھا۔ جیسے وہ ہمیشہ اس کو دیکھ کر ہی جان جاتی تھی کہ دلاور کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ دلاور تو اپنے دل

کی ہر بات اس کے منہ سے سن کر صدمے سے ہی مرنے کو تھا۔دلاور کی حالت دیکھ کر بہروز اور میرب لطف انداز ہوئے تھے۔رویہا اور دلاور میں ان کی دلچسپی مزید بڑھ گئی تھی۔

"آپ کا روم کہاں ہے۔۔۔۔؟؟"

رویہا نے گھر کو دیکھ کر پوچھا تھا۔بہروز اور میرب پر اب بھی اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔

"کیوں۔۔۔۔میرے روم کا کیوں پوچھ رہی ہوں۔۔۔؟؟؟؟"

دلاور نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"روم میں کیا کرتے ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

رویہا کی بات سن کر دلاور کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔اس کی آنکھیں دیکھ کر رویہا کو احساس ہوا کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے۔اب کی بار وہ پہلی بار شرمندہ ہوئی تھی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔۔"

اس نے سٹپٹا کر جواب دیا۔ دلاور ایک بار پھر صدمے سے مرنے کو تھا۔

"کہاں پر ہے روم۔۔۔؟؟"

اس کی حالت کو نظر انداز کرتے رویہا نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا تھا۔

دلاور نے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بے تکلفی سے اس کا ہاتھ تھام کر اس کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"آج رات میں یہی پر روکوں گی۔۔۔۔"

دلاور نے بے اختیار ہی اس کو دیکھا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟؟"

"میں نے فارسی تو نہیں بولی۔۔۔۔"

رویہا نے فوراً سے اس کے سوال کا جواب دیا۔

"تم میرے کمرے میں رہنے کا تو نہیں سوچ رہی۔۔۔۔؟؟؟"

دلاور نے اس کو مشکوک نظروں سے گھور کر پوچھا۔

"ہاں تو۔۔۔۔"

رویہانے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔دلاور نے اس سے اپنا ہاتھ چھوڑا لیا۔

"مجھے کسی بھی قسم کا لیکچر دینے کا مت سوچنا۔۔۔۔چار سال سے سکون کی نیند نہیں آئی مجھے۔۔۔۔"

اس کو بولنے کے لئے منہ کھولتے دیکھ کر رویہانے ہاتھ کھڑا کر کے کہا۔

اب کی بار دلاور کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی کہ وہ کیسے جان گئی ہے وہ کیا کہنے والا ہے۔

"تمہیں کسی نے سیکھایا۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے وہ اپنی بات پوری کرتا رویہانے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے بہت اچھے سے سیکھایا گیا ہے کہ شوہر کے ساتھ اس کے روم میں رہتے ہیں۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کر دلاور کے قدم وہی رک گئے۔

"شوہر۔۔۔۔"

دلاور نے بے یقینی سے پوچھا۔رویہا کی ساری شوخی کہیں دور جا سوئی تھی۔چہرے پر تکلیف کا سایہ لہرایا تھا۔اس کی آنکھوں میں سوال دیکھ کر رویہا کو اس قدر تکلیف ہوئی تھی کہ دور کھڑے بہروز اور میرب کو بھی یہ تکلیف نظر آگئی تھی۔ان کو حیرت ہوئی تھی کہ رویہا دلاور شاہ کی بیوی ہے۔

"اگر میں تمہارا شوہر ہوں تو تم نے مجھے کیسے پہچانا۔۔۔؟؟"

اس کی آنکھوں میں تکلیف دیکھ کر دلاور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی کے ابھی اس کی تکلیف اپنے لبوں سے چن لے۔

جیسے آپ کو میرا لمس انجان نہیں لگا۔۔۔۔ویسے ہی میں نے بھی آپ"

"کے لمس سے پہچان لیا کہ آپ ہی دلاور شاہ ہیں۔۔۔۔

دلاور جو ابھی تک یہی سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے رویہا کو اس کے بزنس رائول نے بھیجا ہو۔دلاور شاہ کا نام رویہا کے منہ سے سن کر سارے حدشے دور ہو گئے تھے۔رویہا کو اس کے سوال سے خوشی ہوئی تھی۔اس

لئے اس کا موڈ بھی پہلے جیسا ہو گیا تھا۔اس لئے اس کو لے کر اس کے کمرے میں چلی گئی۔ جبکہ پیچھے کھڑے بہروز اور میرب ان کی محبت دیکھ کر رہ گئے تھے۔ایک کو کچھ بھی یاد نہیں تھا پھر بھی اس کا لمس محسوس کر کے اس کو جان گیا تھا۔اور دوسری وہ تھی جس نے چہرے کو دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا اور اس کے دل نے پہچان لیا۔

وہ اس کے کمرے میں آئی تو اس کا کمرہ دیکھ کر اس کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس کی پسند ناپسند سے اچھے سے واقف تھی۔ دلاور جا کر اپنے بیڈ پر لیٹ گیا تو رویہا بھی اس کے پاس جا کر لیٹ گئی۔اس کو اپنے ساتھ لیٹتا دیکھ کر دلاور فوراً اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟؟"

رویہا نے حیرت سے پوچھا۔

"تم یہاں سو گی۔۔۔۔؟؟؟"

دلاور کے حیرت و بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں تو۔۔۔۔؟؟"

رویہا کو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر دلاور پریشان ہو گیا تھا۔

"تم یہاں نہیں سو سکتی۔۔۔۔"

دلاور نے بے بسی سے کہا۔

"کیوں۔۔۔۔؟؟"

رویہا نے یک لفظی سوال پوچھا۔ وہ کافی سنجیدگی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

جو اس کے وہاں سونے کا سن کر ہی پریشان ہو گیا تھا۔

اگر آپ کو میرا یہاں سونا اچھا نہیں لگا تو میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال"

" دیں۔۔۔

رویہا نے سنجیدگی سے کہا تھا مگر دلاور چاہنے کے باوجود ایسا نہیں کر سکا تھا۔ رویہا کی قربت اس کو بے چین بھی کر رہی تھی اور سکون بھی دے رہی تھی۔ دلاور اپنے دل کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ رویہا اس کے قریب ہوئی اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی بے چین دھڑکنیں محسوس کر کے وہ مسکرائی تھی۔

"ساری سوچیں ایک طرف رکھ کر بس اتنا ہی سوچیں کے میرا آپ سے ساتھ اس کمرے میں ہونا آپ کو غلط لگ رہا ہے۔۔۔؟؟"

رویہا نے نرمی سے پوچھا۔ وہ اس کو اتنے قریب سے دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ اس کا سر اپنے آپ ہی نفی میں ہل گیا۔ رویہا نے بغیر کچھ کہے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ دلاور کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ جس کا احساس ہوتے ہی اس نے گھبرا کر رویہا کو خود سے دور کیا۔ رویہا نے حیرت سے اس کو دیکھا۔ جس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ رویہا نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کو بیڈ کراؤن کے ساتھ لگا کر ایک بار پھر اپنا سر اس کے سینے پر

رکھ دیا۔اس سے پہلے کے وہ رویہا کو خود سے دور کرتا رویہا کے آنسو اس کو اپنے سینے پر محسوس ہوئے۔دلاور نے بے اختیار ہی اس کے گرد اپنی بانہوں کا حصار بنالیا تھا۔اتنے سالوں بعد اس کا لمس محسوس کرتے ہی رویہا سسک پڑی تھی۔دلاور نے اس کو خاموش نہیں کروایا تھا۔میرب اور بہروز جو رویہا سے بات کرنے کے لئے آئے تھے کمرے کا منظر دیکھ کی طرح بلک بلک کر رو رہی کر دروازے پر ہی رک گئے۔رویہا بچوں تھی۔دلاور سے مزید برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

"بس کر دو وحی۔۔۔۔"

اس کے منہ سے بے اختیار ہی لفظ وحی نکلا تھا جس کا احساس اس کو رویہا کی نظروں سے ہوا تھا۔جس نے حیرت سے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

"چار سال۔۔۔۔چار سال تین ماہ بائیس دن میں ترسی ہوں یہ لفظ سننے کے لئے۔۔۔۔۔"

دلاور نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا جو شاید ایک ایک سیکنڈ گِن رہی تھی۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھے بولتے ایک بار پھر اس کی گردن میں منہ چھپا گئی تھی۔

"I love you so much... I really do.... Love is too small word to express my fellings ... I can't live without you.... I don't want to live without you ..... Please don't forget me..... "

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور دلاور ساکت سا اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اس کی گردن میں منہ چھپائے اپنے اتنے سالوں کا غبار نکال رہ تھی۔ جب روتے روتے اس کے ذہن میں اذان کا خیال آیا۔

اس اذان شاہ کو میں نے برباد نا کر دیا تو میرا نا بھی رویہا دلاور شاہ"

"نہیں۔۔۔۔۔

روتے روتے وہ غصے اور ایک عزم سے بولتی دلاور کو چونکنے پر مجبور کر گئی تھی۔اس وقت اس کی آنکھوں میں خون سوار تھا۔جس کو دیکھ کر دلاور کو ایک لمحے کے لئے اس جنونی لڑکی سے خوف محسوس ہوا تھا۔

"اذان کون ہے۔۔۔۔۔؟؟؟"

دلاور نے پوچھا تو رویہانے اس کی طرف دیکھا۔دلاور کو دیکھ کر تو جیسے اس کا سارا غصہ ہی ختم ہو گیا تھا۔

میرا کزن، آپ کا جڑواں بھائی، اپنی ہی بہن کو اغواء کروانے والا سفاک، " میرے ہی شوہر کو جان سے مارے کی کوشش کرنے کے بعد مجھے اس کی فیک پیچرز دیکھا کر مجھے اور حنا ماما کو آپ سے بدذہن کرنے والا۔۔۔کس کس طرح اس کا تعاروف کرواؤں۔۔۔؟؟وہ ہر لحاظ سے مجرم ہے۔۔۔۔"

دلاور کو دیکھ کر اس نے بے بسی سے کہا تھا۔مگر آنکھوں میں اذان کے لئے نفرت صاف نظر آرہی تھی۔

"تم نے مجھے پچھلی بات اذی کیوں کہا تھا۔۔۔۔۔؟؟"

دلاور نے اپنے ذہن میں کھٹکھتا سوال پوچھا تو رویہا نے اس کو ایک منٹ کا اشارہ کرتے اپنا موبائل نکال کر گیلری نکالی اور اس میں سے تصاویر اس کے سامنے کیں۔ دلاور ان میں سے کسی کو نہیں جانتا تھا مگر رویہا اس کو ان سب کا تعارف کروا رہی تھی۔ دلاور کا ذہن تو دل نور اور حنا کی ایک تصویر پر ہی اٹک گیا تھا۔

"یہ۔۔۔۔"

دلاور نے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا تو اس کے منہ سے بس ایک ہی لفظ نکلا تھا۔

"ماما۔۔۔۔"

رویہا نے پہلے حیرت سے اور پھر خوشی سے اس کو دیکھا۔ جس نے کسی ایک کی تصویر پر توری ایکٹ کیا تھا۔

"اور یہ آپ کی بہن اور میری نند ہے۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے وہ دلاور کو دل نور کا نام بتاتی دلاور کے منہ سے خود ہی نکل گیا۔

"دل۔۔۔۔"

دل نور۔۔۔۔۔اس کو دل صرف آپ ہی بلاتے تھے۔۔۔۔اور کسی کو"

"بلانے بھی نہیں دیتے تھے۔۔۔۔

رویہانے مسکرا کر اس کو بتایا۔دلاور تصاویر دیکھ رہا تھا کے ایک تین سال کے بچے کی تصویر پر اس کا ہاتھ تھم گیا۔دل زور سے دھڑکا تھا۔اس کے روکنے پر رویہانے تصویر کی طرف دیکھا تو دائم کی تصویر پر اس کو روکے دیکھ کر رویہا کی آنکھیں ایک بار پھر سے نم ہو گئیں تھیں۔

"ایک منٹ۔۔۔۔۔"

رویہانے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر کہا تو دلاور نے بدمزا ہو کر اس کو دیکھا۔دلاور کو وہ بچہ بہت کیوٹ لگا تھا۔جو کہ وہ تھا۔ایک کشش تھی جو

دلاور کو اس کی طرف کھینچ رہی تھی۔ رویہانے دل نور کی چیٹ کھولی اور اس میں سے ایک وائس مینچ پلے کیا۔

"اب میرا پیارا سا بے بی مجھے اپنا نام بتائے گا۔۔۔۔؟؟"

ایک کانوں میں رس گھولتی نسوانی آواز کمرے میں گونجی۔ وہ آواز اتنی خوبصورت تھی کے کسی کو بھی بغیر دیکھے بھی اس کی آواز سے محبت ہو جاتی۔

"دائم۔۔۔۔دلاول۔۔۔۔تھاہ۔۔۔۔"

اس کے سوال پوچھے کے بعد ایک معصوم سی آواز گونجی۔ ایک بچے نے اپنا تعارف کروایا تھا اور دلاور کو لگا وہ زندگی میں کبھی سانس نہیں لے سکے گا۔ اس کا بیٹا تھا اور وہ ہی اس سے بے خبر تھا۔ جبکہ دروازے سے اندر آتے میرب اور بہروز ملک کو آج پہلی بار دلاور کو کچھ نا بتانے پر افسوس ہوا تھا۔ ان کو برا لگا تھا کہ انہوں نے ایک بیٹے سے اس کا باپ چھین لیا ہے۔

شرمندگی سے وہ ایک دوسرے سے نظریں چرا گئے تھے۔ دلاور نے بے

بسی سے رویہا کو دیکھا تھا۔ کیونکہ اس کو بلکل بھی یاد نہیں تھا کہ اس کی کوئی اولاد بھی ہے۔

"آپ کے ایکسیڈینٹ کے کچھ عرصے بعد مجھے پتا چلا تھا کہ۔۔۔۔"

اس سے آگے وہ کچھ بول نہ سکی تھی۔ دلاور کے لئے سمجھنا مشکل تھا کہ وہ شرم اور جھجھک کی وجہ سے خاموش ہوئی ہے یا اس وقت کو سوچ کر۔

"اذان میرا بھائی تھا تو اس نے مجھے کیوں مارا۔۔۔۔؟؟"

دلاور کا دھیان ان تصاویر سے ہٹا تو ذہن میں ایک اور سوال آگیا۔

"مجھے پتا ہے اگر میں نے ابھی کے ابھی آپ کو سب کچھ بتا دیا تو آپ نے اپنے دماغ پر زور ڈالنا ہے جو آپ کے لئے بھی ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔اس لئے کچھ چیزیں اگلی ملاقات کے لئے بھی رکھ لیں۔۔۔ "

رویہا نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ کر اپنے آپ کو اذان کا غصہ نکالنے سے روکا تھا۔

"میں کیسے مان لوں تم سچ بول رہی ہو۔۔۔۔؟؟"

دلاور کو اب اس پر شک ہونے لگا تھا۔اس نے ایک پیپر اور پین اس کو دے کر کہا۔

"اس میں کچھ لکھیں۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔؟؟"

دلاور نے بغیر پیپر اور پین لئے الجھ کر پوچھا۔

"ہینڈ رائٹنگ کے لئے۔۔۔۔"

رویہا نے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ سے کچھ لائنز لکھ دیں جن کو رویہا نے نہیں دیکھا تھا۔اس نے دلاور کی ڈائری اس کو دے کر کہا۔

"یہ ڈائری آپ نے لکھی ہے۔۔۔۔۔چاہیں تو ہینڈ رائٹنگ میچ کر کے دیکھ لیں۔۔۔۔"

دلاور نے ڈائری کھولیں تو اس میں اپنی ہینڈ رائٹنگ دیکھ کر اس کو مزید رویہا پر شک ہوا تھا۔

"ہو سکتا ہے تم نے یہ سب کسی ماہر سے لکھوایا ہو۔۔۔؟؟"

دلاور نے اپنے دل میں آیا خدشہ بیان کیا۔

"شکلیں بند سکتی ہیں۔۔۔۔ہینڈ رائٹنگ کاپی کی جاسکتی ہے۔۔۔۔مگر فنگر پرنٹ نہیں۔۔۔۔"

رویہا نے اس کو کہہ کر اس کا آئی ڈی کارڈ اس کے سامنے کیا۔اور اپنے موبائل میں ایک ایپ اسی کے سامنے اِنسٹال کر کے اس کا اور آئی ڈی کارڈ میں موجود فنگر پرنٹ ٹیسٹ کیا۔بے یقینی سے دلاور اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔کیونکہ فنگر پرنٹ میچ ہو گیا تھا۔اس کو حیرت فنگر پرنٹ کے میچ پر نہیں تھی جتنا بے یقین وہ رویہا کے یقین کے سچ ثابت ہونے پر تھا۔

"اگر ابھی بھی مجھ پر یقین نہیں تو دائم کا اور اپنا ڈی این اے ٹیسٹ کرو لیں۔۔۔۔"

رویہا نم آنکھوں سے کہہ کر جانے ہی والی تھی کہ دلاور نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔رویہا نے خفگی سے اس سے اپنا ہاتھ چھوڑایا اور اسی کے بستر پر ہی قابض ہو کر لیٹ گئی۔

"کہیں اور جا کر سو جاؤ۔۔۔"

دلاور ابھی بھی جھجھک رہا تھا اس کو اپنے بستر پر دیکھ کر رویہا نے اس کو گھور کر دیکھا۔

"سکون کے لئے آئی ہوں میں یہاں پر۔۔۔۔"

اس نے ناراضگی سے کہا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ دلاور بے بسی سے گہرا سانس لے کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔ ابھی اس کو ایک بھی سیکنڈ نہیں گزرا تھا آنکھیں بند کئے کے اپنے سینے پر وزن محسوس کر کے دلاور کو آنکھیں کھولنی پڑیں۔ رویہا کا سر اپنی سینے پر دیکھ کر وہ اس کو گھور کر رہ گیا۔

"ہٹو یہاں سے۔۔۔۔۔"

دلاور نے اس کو پیچھے کرنے کی کوشش کی مگر رویہا کہ بھاری سانسوں کی آواز ان دلاور بے یقینی سے بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"کوئی اتنی جلدی کیسے سو سکتا ہے۔۔۔؟؟"

اس کی بڑں ڑاہٹ پر بہروزاور میرب مسکراتے وہاں سے چلے گئے۔

دروازہ بند ہونے پر دلاور کو احساس ہوا تھا کہ کمرے میں ان دونوں کے علاوہ بھی کوئی تھا۔

"یہ لڑکی بھی نا آگے پیچھے کی سب ہوش بھلا دیتی ہے۔۔۔۔"

کچھ ہی دیر میں دلاور کو بھی نیند آگئی تھی۔

اس کی آنکھ کھولی تو خود کو اس کے مضبوط حصار میں دیکھ کر رویہا کے لب بے اختیار ہی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"گُڈ مارننگ مسٹر ہسبینڈ۔۔۔۔۔"

رویہا نے دلاور کا ماتھا چومتے اس کو اٹھایا۔ دلاور نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو سامنے رویہا کا چہرا نظر آیا۔ کچھ دیر تو اس کو سمجھ ہی نہیں آئی جب ذہن مکمل طور پر بیدار ہوا تو فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔

" تم گئی نہیں۔۔۔"

دلاور نے حیرت سے پوچھا تو رویہا کا دھیان گھڑی کی طرف گیا جہاں گھڑی بارہ کا ہندسہ کراس کر چکی تھی۔

" اونو۔۔۔۔اب تو میں نے پکا مر جانا ہے۔۔۔۔"

وہ پریشان سی کہہ کر اٹھتی واش روم بھاگی تھی۔ جبکہ دلاور کو اس کے الفاظ پر اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کو وہیں بیٹھا دیکھ کر رویہا کو بکل بھی سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ ایسے کیوں بیٹھا ہے۔

"اذی۔۔۔۔"

اس کی پکار پر دلاور نے مڑ کر اس کو دیکھا۔

"دلاور نام ہے میرا۔۔۔۔"

اس نے رویہا کے نم بالوں سے ٹپکتے پانی کے قطروں سے نظریں چرا کر کہا۔

مانتی ہوں۔۔۔۔پر دلاور تو آپ کو نور اور حنا ماہی کہتے ہیں۔۔۔۔ باقی گھر والے اذلان کہتے ہیں۔۔۔۔"

رویہا نے اپنے بال ٹاول سے صاف کرتے ہوئے اس کو ایسے بتایا تھا جیسے بہت عام سی بات ہو۔

"مجھے اس اذان کے جیسے نام سے مت پکارو۔۔۔"

اس نے غصے سے کہا تو رویہا کے ہاتھ لمحے بھر کو رک گئے۔

"اوکے مسٹر ملک۔۔۔۔"

اس کا غصہ دیکھ کر رویہا نے اچھے بچوں کی طرح اس کی بات مانی تھی۔ وہ باہر گئی تو دلاور بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔ اس کو ڈر تھا کہ کسی نے اس کو دلاور کے کمرے سے باہر جاتا دیکھ لیا تو سو طرح کی باتیں بنائے گا۔ مگر رویہا کو کہاں کسی کی پرواہ تھی۔ وہ باہر آئی تو سامنے ایک انجان کپل کو دیکھ کر اس کے قدم وہیں رک گئے۔ وہ جو اپنی باتوں میں مصروف تھے رویہا کے آنے پر اس کو دیکھا۔ دلاور بھی اسی کے پیچھے آیا تھا۔ جبکہ اپنے ماں باپ کے سامنے دلاور کو اپنی عزت کا فالودہ بنتے نظر آرہا تھا۔

"موم ڈیڈ۔۔۔۔۔"

رویہا نے مڑ کر اس کو دیکھا ہی تھا جو اپنی سانس روکے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا رویہا کو سمجھے میں بلکل بھی وقت نہیں لگا تھا کہ سامنے بیٹھے وجود کون ہو سکتے ہیں۔

" بیٹا آپ روز کیوں نہیں آجاتیں۔۔۔۔"

میرب ملک کی مسکراتی آواز پر ان دونوں نے ہی چونک کر میرب کو دیکھ تھا۔

آپ کے آنے سے پہلی بار ایسا ہوا ہے کے دلاور اتنے سکون سے سویا"

"ہے۔۔۔۔ورنہ تو میڈیسن کھا کر بھی مشکل سے ایک گھنٹا سوتا تھا۔۔۔۔

رویہا کی حیرت پر بہروز ملک نے اس کو وضاحت دی تو رویہا نے مڑ کر دلاور کو دیکھا۔ جس کی حالت دیکھ کر رویہا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ ملک ہاؤس اس کی خوبصورت جل ترنگ سے گھونجا اٹھا تھا۔ جبکہ دلاور کو اپنے کان خراب محسوس ہوئے تھے جو رویہا کی کھلکھلاہٹ اس کو اپنے خواب میں

آنے والی کھلکھلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ جبکہ بہروز اور میرب نے بہت غور سے دلاور کو اس کی ہنسی میں گھم ہوتے دیکھا تھا۔

میں چلتی ہوں آپ سے تفصیلی بات اگلی ملاقات میں ہو گی۔۔۔۔۔ابھی"

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔۔

اپنی عادت کی وجہ سے اس نے میرب ملک کے گلے لگ کر ان کو اللہ حافظ کیا۔اور بہروز ملک کا ہاتھ اپنے سر پر رکھوا کر گئی۔

حال

رویہا ایک گھر میں داخل ہوئی تو کمیشنر نے اس کا استقبال کیا۔

" Well come Raviha ...."

کمیشنر نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

" Thank you uncle ....."

"آؤ۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔"

کمیشنر نے اس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی بیٹھ گئی۔

"مجھے آپ سے ازمار کے حوالے سے بات کرنی تھی۔۔۔۔"

کمیشنر نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔

"میں بھی اسی کے بارے میں بات کرنے آئی تھی۔۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کر انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آپ بتائیں آپ نے کیا بات کرنی تھی۔۔۔۔؟؟"

کمیشنر نے ملازمہ کو دو کپ کافی کا لانے لے لئے کہتے رویہا کو بولنے کی اجازت دی۔

"اٹس اوکے۔۔۔ آپ بتائیں آپ نے کہا بات کرنی ہے۔۔۔۔"

رویہا نے ان کے احترام میں پہلے ان کو بولنے کا موقع دیتے ہوئے کہا۔

"آئی تھینک اب ازمار کو ری جوائینگ دے دینی چاہیے۔۔۔۔"

کمیشنر کے کہنے پر وہ بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔

میں بھی یہ ہی کہنے آئی تھی۔۔۔۔میرے مجنوں بھائی کو اس کی لیلہ سے "
ملوادیں۔۔۔۔اس سے زیادہ وہ سسپینڈ رہا تو یقیناً اس نے فوت ہو جانا
"ہے۔۔۔۔
وہ سنجیدگی سے کہتے کہتے اپنی ٹون میں امانہیں بھولی تھی۔
میں کل ہی اس کوری جوائینگ کا لیٹر بھیجوا دیتا ہوں۔۔۔آج کل "
مجرموں کو کچھ زیادہ ہی آزادی ملی ہوئی ہے اس کو ختم کرنے کی نوید بھی
"سنائی ہے۔
بہروز ملک کے تھرو کمیشنر اور اس کی اچھی جان پہچان تھی۔اور ایک دو
بار رویہانے اپنے کام کی وجہ سے ان کے کام میں ان کی مدد کی تھی۔اس
لئے ان کے بیچ بے تکلفی کافی زیادہ تھی۔
تھینک یو۔۔۔۔آپ نے میرے کہنے پر بغیر کوئی وجہ پوچھے اس کو کچھ "
"دیر کے لئے اس کے کام سے دور رکھا۔۔۔
رویہانے سنجیدگی سے کہا تو وہ مسکرادے۔

کیااب میں وجہ جان سکتاہوں۔۔۔۔؟؟؟کہ آپ نے اپنے ہی چھوٹے "
"بھائی کو سسپینڈ کیوں کروایا۔۔۔؟؟

ان کے سوال پر رویہانے سر اثبات میں۔ ہلاتے ہوئے ان کو جواب دیا۔
آپ سے پہلے جو کمیشنر تھااس نے ازمار کوایول کنگ کے خلاف کیس دیا"
" تھا۔

لیکن کنگ کی تواپنی ایجنسی ہے ناتو پھر اس نے ازمار کو کنگ کے خلاف "
"کیس کیوں دیا۔۔۔؟؟؟

کمیشنر نے حیرت سے پوچھا تھا۔ کیونکہ پاکستان کی فورس میں بہت کم
لوگ تھے جواس ایجنسی کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ خاص کر اس
علاقے میں آنے والے کمیشنرز کو تواس ایجنسی کے بارے میں پتاہوتا تھا۔
کنگ زیادہ تر سول فورس کے ساتھ بہت بار کام کر چکا تھا۔
آپ سے پہلے جو کمیشنر تھاوہ اپنی ڈیوٹی کے ساتھ لویل نہیں تھا۔ کنگ "
بار بار اس کے راستے میں آرہا تھا۔ کمیشنر نے کنگ کو پکڑوانے کے لئے

اپنے بیت سے ساتھیوں کو اس کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے کے لئے لگایا تھا۔۔۔ کنگ نے ان سب کو مار دیا تھا۔۔۔

رویہا نے اس کو ان سے پہلے والے کمیشنر کی سچائی بتائی تھی۔

مگر اس بار ازمار کو کیوں۔۔۔۔ وہ تو ایک بہت ہی قابل اور ایمان دار آفیسر ہے۔۔۔"

کمیشنر نے الجھ کر پوچھا تھا۔

"ازمار اس کے راستے میں آرہا تھا۔۔۔ کمیشنر نے یہ سوچ کر ازمار کو کنگ کا کیس دیا تھا کہ ازمار کنگ کو غلط سمجھ کر مار دے گا اور ازمار کو کنگ کے مارنے کے جرم میں کڑی سے کڑی سزا ہو گی اگر ازمار کنگ کو نا مار سکا تو کنگ ازمار کو مار دے گا۔۔۔ اور ایک ایماندار آفیسر کو مارنے کے جرم میں وہ کنگ کی ایجنسی بند کرا دے گا۔۔۔ دونوں صورتوں میں ہی اس کمیشنر کا راستہ صاف ہو جاتا۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کر کمیشنر نے سر اثبات میں ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ازمار کو سسپینڈ کرونے کی وجہ پھر بھی نہیں بتائی۔۔۔۔"

ان کی بات پر رویہا بے اختیار ہی ہنسی تھی۔

اس کو کنگ کی ٹیم کے نام تک بتا چل گئے تھے۔۔۔اور جلد ہی وہ کنگ "

"اور اس کی ٹیم کے خلاف ثبوت ڈھونڈ کر اس کو مروا سکتا تھا۔۔۔

ثبوت ڈھونڈتے ہوئے اس کو کنگ کی ایجنسی کے بارے میں بھی تو پتا"

" چل سکتا تھا۔۔۔

کمیشنر کے ایک اور سوال داغا تھا۔رویہا نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

انسان صرف وہ ہی دیکھتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتا ہے۔۔۔۔ازمار کو بتایا گیا تھا"

کہ کنگ غلط ہے۔۔۔۔اور کنگ کا غیر قانونی طریقے سے ہتھیار منگوانا

"کنگ کو ازمار کبھی بھی صحیح نہیں سمجھتا۔۔۔۔

"میں کل ہی اس کی ری جوائنگ لیٹر بھیج دوں گا۔۔۔"

کمیشنر نے کہا تو وہ ابھی ان کا شکریا ادا کرتے اٹھ گئی۔

"ارے تھوڑی دیر تو بیٹھتی۔۔۔۔"

کمیشنر نے اس کے ساتھ کھڑے ہوئے کہا۔

مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔۔۔۔اسطے مجھے ابھی جانا پڑے گا۔۔۔پھر "
" کبھی صحیح۔۔۔۔

رویہانے ان کو جانے کی وجہ بتاتے بعد میں آنے کا کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

ہوسپٹل میں ہونے کی وجہ سے ہادیہ نے ان سب کو ایجنسی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ مگر ایزد کے بارے میں اتنی بڑی بات سن کر غزال کو ہادیہ پر ہی غصہ آیا تھا اور رونا بھی۔ ازمار نے آگے بڑھ کر اس کو اپنے ساتھ لگایا تو غزال مزید پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ ازمار تو اس کو دیکھ کر رہ گیا تھا جس کو ہر ممکن کوشش کے باوجود وہ توڑ نہیں سکا تھا آج ایزد کی حالت دیکھ کر وہ کیسے ٹوٹ گئی تھی۔

اگر میرے بھائی کو کچھ بھی ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرو"
"گی۔۔۔۔

غزال غصے اور بے بسی سے چیخی تھی۔

"غزل۔۔۔۔"

ہادیہ نے آگے بڑھنا چاہا تھا مگر وہ مزید ازمار کے سینے میں منہ چھپا گئی۔
روتے ہوئے اس کو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہ اس ازمار کے سینے پر سر رکھ کر
رونے کا شغل فرما رہی ہے جس کو کبھی معاف نا کرنے کی ٹھان بیٹھی تھی۔

پھو پھو!!!!!!اگر ایزدایک ریپ چائلڈ ہے تو اس میں اس کا کیا قصور"
"ہے۔۔۔۔؟؟

رمل نے سوال پر ہادیہ کا دل چاہا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔
اگر میرے عادی کو کچھ بھی ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرو"
"گا۔۔۔۔ہادیہ شاہ۔۔۔

بلال کی بات سن کر وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔ بلال کے منہ سے 'عادی' سن کر ازمار کا لمحے بھر کو سر چکرا گیا تھا۔ ہادیہ کے دل نے شدت سے اپنے مرنے کی دعا کی تھی۔ کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی ڈاکٹر نہیں آیا تو غزال اور رمل کے رونے میں مزید شدت آئی تھی۔ غزال کی حالت دیکھ کر ہر آتے جاتے کو اس پر ترس آ رہا تھا۔ تین سے چار گھنٹوں کے بعد ڈاکٹر باہر آیا تو سب سے پہلے غزال اس کی طرف بڑھی۔

"ڈاکٹر میرا بھائی۔۔۔۔؟؟"

رمل کے اندر تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ سکتی۔

"ابھی ان کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔ آپ بس دعا کریں۔۔۔۔"

غزال کو دیکھ کر ڈاکٹر نے ناپنے مخصوص پیشہ ورانہ انداز میں کہا اور بلال کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"مسٹر خان آپ نے ایسا بھی کیا سٹریس دے دیا ہے اپنے بیٹے کو کے ان کو میجر ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے۔۔۔۔ حلانکہ ان کو کوئی دل کی بیماری بھی نہیں

ہونا مشکل لگا تھا۔اپنے جوان بیٹے کی اس حالت کو دیکھ کر کوئی as ہے باپ کیسے اپنے پیروں پر کھڑا رہ سکتا ہے۔ہادیہ کو لگا کسی نے اس کو دل چیر دیا ہو۔بس لوگ ہی تورو کرایزد کے لئے دعا کر رہے تھے۔کسی کو ہوش نہیں تھی کہ جلال کو فون کر کے اس کو ایزد کی طبیعت کے بارے میں بتا دے۔

دل نور جو دلاور کو لی کر دروازے پر ہی کھڑی تھی۔ان کی باتیں سن کر وہ اس قدر شاکڈ تھی کہ اپنی جگہ سے ہل ہی نہیں سکی۔اس سے یہ صدمہ برداشت نہیں ہوا اور اپنے ہوش و حواس سے بے گانا ہوتی زمین بوس ہو گئی۔کسی کے گرنے کی آواز پر وہ تینوں ہی دروازے کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔دلاور کو دیکھ کر ان کے لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ دونوں سب سن چکے ہیں۔مقتضیٰ فوراً اس کی طرف بھاگا تھا۔وہ اس کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔جلال اور رائحہ بھی اس کے

پیچھے ہی گئے تھے۔ مقتضیٰ اس کو ہوش میں لانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ جس میں وہ کچھ ہی دیر میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ دل نور کے ہوش میں آتے ہی جلال اور رائحہ نے آگے بڑھ کر اس کو خود میں بینچ لیا تھا۔ جلال اور رائحہ نے اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو بار بار چوما تھا۔ ان ہو رہی تھیں وہیں اس کو کے اس قدر پیار پر جہاں دل نور کی آنکھیں نم مقتضیٰ سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے مقتضیٰ کو دیکھ جو رائحہ اور جلال کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر تھا۔ اگر ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس وقت ان کا جنازہ پڑھایا جا رہا ہوتا۔ دل نور کو کیا اس کو بھی یقین تھا جو دل نور پر آئینے کی بھی نظر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جلال اور رائحہ نے دل نور کو حیرت سے دیکھا تھا جو ان کے پیار پر کوئی ری ایکشن ہی نہیں دے رہی تھی۔ مقتضیٰ کو ایسے خود کی طرف دیکھتا پا کر جلال کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"اب کیا تم اپنے ماں باپ کو بھی مارو گے۔۔۔۔۔؟؟"

جلال نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"آپ دونوں ماں باپ ہیں اس لئے اب تک سلامت ہیں اگر کوئی اور ہوتا"

"تو اس کی قبر کھود چکا ہوتا۔۔۔

مقتضیٰ کا انداز اس قدر جنونی تھا کہ دل نور کو اس کے جنون سے خوف محسوس ہوا تھا۔ بلکہ صرف دل نور کو ہی نہیں جلال اور رائحہ کو بھی اس کے جنون سے خوف محسوس ہوا تھا۔

"اب کیا میں اپنی بیٹی کو پیار بھی نہیں کر سکتا۔۔۔؟؟؟"

جلال نے خفگی بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں۔۔۔"

مقتضیٰ نے بھی ڈھیٹائی سے یک لفظی جواب دیا تھا۔ جس کو سن کر جلال کو غصہ ہی آگیا تھا۔

"نور تمہیں ملی کہاں۔۔۔؟؟؟"

رائحہ نے اپنے ذہن میں چلتا ہوا سوال پوچھا۔

"کب پہلی بار۔۔۔۔؟؟؟"

ان کے سوال پر مقتضیٰ نے پھر سے سوال کیا۔

"یہ ہی بتادو۔۔۔۔"

رائحہ کا ذہن اب بھی الجھا ہوا تھا۔

"بیس سال پہلے۔۔۔۔۔"

بڑا ہی مختصر جواب دیا گیا تھا۔ جبکہ وہ تینوں تو اس کو دیکھ کر ہی دنگ رہ گئے تھے۔ دل نور کے ذہن میں کوئی ایسا واقع نہیں آیا تھا کہ وہ مقتضیٰ سے کب ملی تھی۔ وہ تو جیسے ابھی تک صدمے میں تھی کہ دا ایول کنگ مقتضیٰ حدی بیس سال سے اس کے پیچھے تھا۔

"کہاں۔۔۔۔؟؟"

حیرت اور بے یقینی ایسی تھی کہ جلال بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں بول سکے تھے۔

لائبہ پھوپھو کی برتھ ڈے پر جب وہ لوگ بلال چاچو کے گھر آئے"
"تھے۔۔۔

اس کے جواب پر جلال کو کچھ دیر سوچنے کے بعد ان کو اس دن ہونے والا ایک عجیب واقع یاد آگیا تھا۔دل نور کے بھی اپنے ذہن پر زور دیا تو اس کو اس دن کی ہر بات یاد آگئی تھی۔

او۔۔۔گاڈ۔۔۔۔اس کا مطلب اس دن نور نے تمہیں ایول کنگ کہا تھا"
۔۔۔۔اور تم نے ایجنسی میں بھی اپنا نام ایول کنگ اس لئے رکھا تھا کہ نور
"نے تمہیں یہ نام دیا تھا۔۔۔۔

رائحہ کی آواز کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔ان کو تو جیسے کچھ اور سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔وہ تو اس کے نام پر ہی اٹک گئی تھی۔ان کی بات سن کر مقتضیٰ نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔جبکہ دل نور اس سب میں ایسے بیٹھی تھی جیسے یہ سب اس کے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں۔

"اس لئے ہی تم اتنے سالوں سے شادی سے انکار کر رہے تھے۔۔۔۔"

رائحہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھیں۔

آپ کی بہو نے ہی بڑے ہونے میں اتنے سال لگا دیے۔اس میں میرا کیا"

"قصور ہے۔۔۔۔؟؟

مقتضیٰ نے کندھے آچکا کر سارا ملبہ ہی دل نور پر ڈال دیا جیسے جلدی بڑے نا ہونے میں سارا قصور ہی اس کا ہو۔اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ دل نور کو اپنا آپ مجرم لگا جیسے اس کی جلدی بڑے نا ہو کر کوئی بہت بڑا گناہ کر دیا ہو۔

تم جانتے تھے کہ یہ ہماری لاڈو کی بیٹی ہے۔۔۔۔اور تم نے ہمیں بتانا بھی"

"ضروری نہیں سمجھا۔۔۔۔

جلال کو اب ہوش آئی تھی۔ جیسے ہی ذہن نے اس جھٹکے کو برداشت کر لیا تو جلال کو ایک نئے سرے سے غصہ آیا تھا۔

میں گھر آیا ہی کتنی بار ہوں۔۔۔۔؟؟؟؟اور جب بھی آیا ہو دل کی حالت"

"دیکھ کر کسی اور طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا۔۔۔

مقتضیٰ کے منہ سے اپنے لئے دل سن کر دل نور کو اذلان یاد آیا تھا۔ جو اس کو دل ہی کہہ کر پکارتا تھا۔

اگر تم ہمیں پہلے ہی بتا دیتے تو ہم اس کے ساتھ یہ سب ہونے ہی نا دیتے"

"جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوا ہے۔۔۔۔

جلال کی بات سن کر دل نور نے حیرت اور بے یقینی سے ان کو دیکھا تھا۔

مطلب کہ اگر وہ ان کی بہن کی بیٹی نا ہوتی تو ان کو کوئی دیکھ کوئی افسوس اور پچھتاوا نہیں ہونا تھا کہ وہ ایک لڑکی کو ایسے جرم کی سزا دے رہے ہیں جو اس نے کیا ہی نہیں۔ دل نور کی سوچ کو مقتضیٰ نے الفاظ دیے تھے۔

مطلب کے اگر دل لائبہ پھوپھو کی بیٹی نا ہوتی تو آپ لوگوں کو بلکل بھی" دکھ نا ہوتا یا افسوس نا ہوتا کہ آپ ایک لڑکی کو کسی ایسے جرم کی سزا دے رہے ہیں جو اس نے کیا ہی نہیں ہے۔۔۔؟؟؟"

مقتضیٰ کے الفاظ نے ان دونوں کو ہی شرمندہ کیا تھا۔اس کے منہ سے یہ بات سن کر دل نور کو شدید غصہ آیا تھا۔وہ غصے سے بیڈ سے اٹھ اس کو بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔

"واہ۔۔۔خان صاحب!!واہ۔۔۔۔۔کتنی اچھی باتیں کرتے ہیں آپ ۔۔۔۔۔پر صرف باتیں ہی کرتے ہیں۔۔۔۔"

دل نور کے اس قدر غصہ کرنے ،پر جلال اور رائحہ نے بے اختیار ہی اس کی طرف دیکھا تھا۔جو مقتضیٰ کو غصے سے بول رہی تھی۔مقتضیٰ جانتا تھا جب بھی سچ اس کے سامنے آئے گا تب وہ اپنے اندر کا غبار ضرور نکالے گی۔اس لئے مقتضیٰ نے جواب میں کچھ نہیں کہا اور اس کو بولنے دیا۔جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آج وہ مقتضیٰ کی جان ہی لے لے۔دس سال کی تکلیف آج آنسوؤں اور غصے کی صورت باہر نکل رہی تھی۔

"آپ جیسے انسان کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔۔۔۔۔جس نے دس سال مجھے اتنا مینٹل ٹارچر کیا کہ مجھے اندھیرے سے تو کیا اپنے

سائے سے بھی خوف آنے لگا تھا۔۔۔۔اور آپ بات کرتے ہیں ظلم کی ۔۔۔۔جس نے دس سال مجھے سے ایسا وحشیوں جیسا سلوک کیا کہ مجھے اپنی ماں کے پاس جانے سے بھی ڈر لگنے لگا۔۔۔میرے ہی سامنے ایک الگ پرسنیلٹی بن کر آئے اور زبردستی مجھے سے نکاح کیا۔۔۔۔۔میری ہی نظروں میں گرا کر بات کرتے ہیں آپ کہ اگر میں آپ کی پھوپھو کی بیٹی نا ہوتی تو۔۔۔۔۔۔نفرت ہے مجھے آپ سے خانزادہ مقتضیٰ حدی۔۔۔۔۔ آپ جیسے انسان کے ساتھ رہنا تو دور مجھے آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنی "۔۔۔۔۔مجھے آپ سے طلا۔۔۔۔۔

" چٹاخ۔۔۔۔۔"

وہ جو غصے سے بولے جا رہی تھی اور مقتضیٰ اس کو بولنے دے رہا تھا۔اس کے الگ ہونے کی بات پر مقتضیٰ کو شدید غصہ آیا تھا۔اور اس کے دل نور کے منہ سے طلاق کا لفظ بھی پورا نہیں ہونے دیا تھا۔رائحہ اور جلال نے بے یقینی مقتضیٰ کو دیکھا تھا۔اس کا تھپڑ اتنا شدید تھا کہ دل نور منہ کے بل زمین

بوس ہو جاتی اگر مقتضیٰ اس کو بازو سے دبوچ کر اپنے سامنے نا کرتا۔ دل نور خود بھی بے یقین تھی۔ آج پہلی بار مقتضیٰ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا وقت آنے پر تمہاری ملاقات صرف مجھ "
سے ہی ہو گی۔۔۔۔ یہ تمہارا قصور ہے کہ تم نے میری بات پر دھیان نہیں دیا۔۔۔ یہ تمہارا قصور ہے کے تم نے ایک بار بھی میں سوچا کہ جو ایول کنگ تم پر تمہاری خود کی نظر بھی برداشت نہیں کرتا وہ کسی اور سے تمہارا نکاح کیسے ہونے دے سکتا ہے۔۔۔ اور رہی بات تمہارے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے۔۔۔ کیا کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ۔۔۔؟؟؟ بتا ناز را مجھے
"۔۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اس کے بازوؤں پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔ اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں وحشت دیکھ کر ہی دل نور کی زبان تالوں سے چپک گئی تھی۔ وہ اس کے سوال کا جواب کیا دیتی۔

مقتضیٰ کی اس کے بازوؤں پر گرفت اتنی سخت تھی کہ دل نور کو لگا اب اگر اس کے نا چھوڑا تو یقیناً اس کے بازو کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔

"میں جب جب تم سے ملنے آیا تھا تب صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ تم ٹھیک ہو یا نہیں۔۔۔مجھے تمہیں یاد کروانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہارے اذان بھائی نے کیا کیا تھا تمہارے ساتھ۔۔۔۔میں نے تمہارے سامنے جتنے بھی لوگوں کو مارا ہے وہ سب کریمینلز تھے۔۔۔۔اور تمہارے اس اذان بھائی نے ان کو تمہارے پیچھے لگایا تھا اور کیوں لگایا تھا یہ بھی بتا دوں۔۔۔۔کہ اس نے تمہیں بار بار بیچنے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔۔رہی بات اس رات کی تو مسز مقتضیٰ حدی۔۔۔اس رات تمہارا بھائی تمہیں پھر سے اغواء کروا کر بیچنے والا تھا۔"

مقتضیٰ نے اس کو اپنے ہر عمل کی وجہ بتائی تھی۔اس کا بتانے کا انداز ہی ایسا تھا کہ دل نور کو اپنا آپ ہی مجرم لگا تھا۔جبکہ اس کی جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو وہ بھی یہی سوچتی اور یہ ہی کرتی جو اس نے کیا تھا۔

"حدی تم کیسے نور پر ہاتھ اٹھا سکتے ہو۔۔۔۔؟؟"

جلال نے غصے سے کہا تھا۔

"کیا یہ ہی سیکھایا ہے میں نے تمہیں کہ تم عورتوں پر ہاتھ اٹھاؤ۔۔۔۔؟؟"

رائحہ نے بھی غصے سے کہا۔

"آپ دونوں کمرے میں تھے اس لئے ہاتھ اٹھایا ورنہ دل اچھے سے جانتی ہے کہ میں اس بکواس کی کیا سزا دیتا۔۔۔

حدی نے اس قدر بے باکی سے کہا تھا کہ دل نور شرمندگی سے سر نہیں اٹھا سکی تھی۔

"پھر بھی تمہیں اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔۔۔۔"

رائحہ نے خفگی سے کہا۔

"آپ زی کو ساتھ لے جائیں۔۔۔۔۔میں زرا اس کی عقل ٹھکانے لگا لوں۔۔۔۔۔"

وہ ان دونوں کو حکم سناتا یہ جا اور وہ جا۔ جبکہ رائحہ اور جلال اس کی پشت کو گھور کر ہی رہ گئے تھے۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دونوں اس کی جان نکال دیں پر کیا کرتے وہ اپنی ہی اولاد تھی۔

"مجھے تو نور کی ٹینشین ہو رہی ہے۔۔۔۔حدی ضرورت سے زیادہ پوزیسو ہے اس کے معاملے میں۔۔۔۔"

رائحہ نے فکرندی سے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی ٹینشین لینے کی۔۔۔۔یہ نا ہو نور کے لئے پریشان ہونے کے جرم میں کوئی اور ہی سزا سنا دے۔۔۔۔"

جلال نے اپنی جیب سے فون نکالتے ہوئے کہا۔اب وہ اس سے زیادہ کر ہی کیا سکتے تھے۔

"کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔؟؟"

جلال کو فون میں سر دیتے دیکھ کر رائحہ نے پوچھا تھا۔

"زی کو فون کر رہا ہوں اب اور کر بھی کیا سکتے ہیں ہم۔۔۔۔؟؟"

جلال کے ماتھے پر بل ڈالے کہا تھا۔ان کی بات سن کر رائحہ بس ایک گہرا سانس خارج کر کے رہ گئی تھیں۔

وہ مروہ کے گھر کے باہر گاڑی لئے کھڑا غانیہ کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں اس کا انتظار ختم ہو گیا جب وہ اس کو گھر سے باہر نکلتی نظر آئی۔اس نے ہمیشہ کی طرح ایک بڑی سی چادر میں خود کو چھپایا ہوا تھا۔ وہ ایک لمحے کو اس کو دیکھ کر رکی تھی پھر اس کی طرف بڑھتی گاڑی کے دوسری طرف آکر بیٹھ گئی۔

"سیٹ بیلڈ پہن لیں۔۔۔۔۔"

زویزان کی بات سن کر اس کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ سیٹ بلیڈ کہاں ہے اور کیسے پہنتے ہیں۔ وہ اپنے آگے پیچھے دیکھتی سیٹ بیلڈ ڈھونڈ رہی تھی۔

زویزان جو اسی کو دیکھ رہا تھا اس کی حرکت پر سر نفی میں ہلاتا اس کی طرف جھک گیا۔ پہلی بار زویزان کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر غانیہ کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی تھی۔ اس کے سانس روکنے لینے پر

زویزان سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے غانیہ کا چہرا سرخ ہوا تھا۔ نظریں بے اختیار ہی جھک گئیں تھیں۔

"اتنے میں ہی یہ حالت ہو گئی ہے۔۔۔؟"

زویزان نے اس کی اٹھتی گرتی پلکوں کا رقص دیکھ کر خمار آلود لہجے میں کہا تھا۔ اس کی بات سن کر غانیہ کا سر مزید جھکا تھا۔

"ہم گاڑی میں ہیں۔۔۔"

زویزان نے اس کو یاد کروایا تھا۔

یی۔۔۔یہ بب۔۔۔بات تت۔۔۔تو آپ کک۔۔۔کوس۔۔۔ سمجھنی"
"چچ۔۔۔۔چاہیے۔۔۔۔

غانیہ کا لہجہ بری طرح لڑکھڑتا دیکھ کر زویزان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔اس کی حالت پر ترس کھاتا وہ پیچھے ہوتا اس کا سیٹ بیلڈ بند کر کے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔وہ نہیں جانتی تھی زویزان اس کو کہاں لے کر جا رہا ہے۔ اس نے تو دوبارہ سر اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔

غانی ایسے کیسے چلے گا۔۔۔۔؟؟؟ہم کسی بھی کام کے علاوہ کوئی بات ہی"
" نہیں کرتے۔۔۔

زویزان نے اس کو بولنے کے لئے اکسایا تھا۔غانیہ نے تو جیسے کچھ اور سنا ہی نہیں تھا۔وہ تو اپنا نام سن کر ہی اس کے منہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"آپ مجھے غانیہ بلا سکتے ہیں۔۔۔۔۔"
"کیوں تمہیں یہ نام پسند نہیں آیا۔۔۔؟؟"

غانیہ کی بات نے اس کو حیران ہی تو کر دیا تھا۔

"مجھے غانیہ زیادہ پسند ہے۔۔۔۔۔"

اس نے مسکرا کر کہا تو زویزان نے ایک نظر اس کو دیکھ کر واپس سامنے کی طرف دیکھا۔

"کوئی خاص وجہ۔۔۔۔؟؟؟"

اس نے تو زیادہ تر لڑکیوں کے منہ سے یہی سنا تھا کہ 'مجھے میرا نام پسند نہیں ہے' اور غانیہ کہہ رہی تھی کہ اس کو اپنا غانیہ نام زیادہ پسند ہے۔

میرے بابا نے اپنا اور ماما کو نام جوڑ کر میرا نام رکھا تھا۔۔۔آغا پلس رانیہ

"اِس ایلول ٹو غانیہ۔۔۔۔

اس نے اپنے نام کی تاریخ بتائی تو زویزان سے ستائشی نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

"آپ کے ماما بابا کی لو میرج تھی۔۔۔۔؟؟"

زویزان نے بات کو طول دینے کی کوشش کرتے ہوئے ایک نیا سوال کیا تھا۔

نہیں۔۔۔پر بابا آرمی میں تھے۔۔۔۔بابا کے شہید ہونے کے بعد ماما"
"جلدی ہی ان کے پاس چلی گئیں تھی۔۔۔۔
"اتنی محبت کرتی تھیں آپ کی ماما آپ کے بابا سے۔۔۔۔؟؟"
زویزان کو حیرت ہوئی تھی اس کے ماں باپ کی محبت جان کر۔
بابا بھی ماما سے بہت محبت کرتے تھے۔۔۔پر وہ کہتے تھے کہ ان کو ان"
کے کام سے عشق ہے اور ماما کہتی تھیں کہ ماما کو بابا کے عشق سے عشق
ہے۔۔۔۔"
غانیہ اپنے ماں باپ کی محبت کو یاد کر کے مسکراتے ہوئے اس کو ان کے
بارے میں بتا رہی تھی۔جب سے ان دونوں کا نکاح ہوا تھا یہ پہلی بار تھا کہ
ان دونوں نے اتنی لمبی بات کی ہو۔
اوکے۔۔۔آپ کو غانیہ ہی بولوں گا۔۔۔۔ویسے آپ کے پیرینٹس"
"کی لو سٹوری کتنی انٹرسٹنگ ہے۔۔۔
زویزان نے ٹرن لیتے ہوئے کہا تو غانیہ ایک بار پھر سے مسکرائی۔

"کچھ اور بتائی ان کے بارے میں۔۔۔۔"

زویزان چاہتا تھا کہ اس بار وہ واپس جائے تو اس کے اور غانیہ کے درمیان سے یہ جھجھک ختم کر کے جائے۔تاکہ وہ دونوں سکون سے وہاں جا کر بات کر سکیں۔

"بابا اکثر میشنز کے لئے جاتے تھے اور مہینوں تک گھر واپس نہیں آتے تھے۔۔۔۔ کبھی کبھی سالوں بھی لگ جاتے تھے۔۔۔۔بابا نے بتایا تھا کہ نکاح کے بعد ان کو میشن پر جانا پڑ گیا تھا اور وہ دو سال تک گھر واپس نہیں آئے تھے۔۔۔۔ماما ان کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔جب وہ واپس آئے تو "انہوں نے ماما سے کہا کہ وہ ان سے ڈائیورز لے لیں۔۔۔۔

"ڈرائیورز۔۔۔وہ کیوں۔۔۔۔؟؟"

زویزان نے حیرت کی وجہ سے اس کی بات ہی کاٹ دی تھی۔

"کیوں کہ اکثر شہید کی بیوہ خود پر دوسری شادی حرام کر لیتیں ہیں اور بابا جانتے تھے ماما کو۔۔۔۔اور ساتھ میں وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ماما بار

بار کبھی مہینوں اور کبھی سالوں تک ان کے انتظار میں اپنی زندگی خراب کر
"لیں۔۔۔۔

"اور آپ کی ماما نے انکار کر دیا۔۔۔۔"

زویزان کی بات سن کر غانیہ ہنسی تھی۔

"انکار۔۔۔۔انہوں نے بابا کے منہ پر تھپڑ مار دیا تھا۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر زویزان کی حیرت میں مزید اضافی ہوا تھا۔

آپ بتائیں آپ چاہتی ہیں کہ آپ کہ شوہر آرمی میں ہو یا پھر۔۔۔۔کسی"
"سیکریٹ ایجنسی میں ہو۔۔۔۔؟؟

"پر میرے شوہر تو آپ ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے سوال پر غانیہ نے الجھ کر اس کو دیکھ تھا۔غانیہ کو محسوس ہی نہیں ہوا
تھا کہ زویزان اپنے اور اس کے درمیان کی جھجھک ختم کر چکا تھا۔

اگر میں کسی ایجنسی میں کام کرتا ہوا۔۔۔۔یہ کوئی جاسوس ہوا"

"تو۔۔۔۔۔

غانیہ چونک گئی تھی زویزان کے چہرے کو دیکھ کر اس کو بلکل بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ کوئی مزاق کر رہا ہے۔زویزان بلکل سنجیدہ تھا۔اس نے ایک بیلڈنگ میں ایٹر ہوتے ہوئے گاڑی پارکنگ میں روک دی تھی۔حیرت کی وجہ سے غانیہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔زویزان نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا سیٹ بلیڈ کھول دیا۔

"اس بیلڈنگ میں میرا ایک اپارٹمنٹ ہے۔۔۔۔میں پانچ منٹ تک انتظار کروں گا۔۔۔۔اگر آپ باہر آگئیں تو میں آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتادوں گا۔۔۔۔اگر نا آئیں تو میں سمجھ جاؤں گا یہ آپ کا اور میرا ساتھ صرف تب تک ہے جب تک آپ اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو جاتیں۔۔۔۔۔"

زویزان اس کی زندگی کا فیصلہ اس کے ہاتھ میں دے کر گاڑی سے باہر نکل گیا تھا۔جبکہ غانیہ اپنی جگہ پر ساکت سی بیٹھی رہ گئی تھی۔زویزان گاڑی سے باہر نکل کر اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔وہ حیرت سے باہر نہیں آئی

تھی۔زویزان نے پانچ کی بجائے دس منٹ انتظار کیا تھا۔ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ساتھ زویزان کا دل بیٹھا جارہا تھا۔وہ یہ ہی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ باہر نا آئی تو کیا ہو گا؟؟؟کیا وہ اس کو چھوڑ سکتا ہے؟؟دس منٹ کا انتظار اس کو صدیوں کا انتظار لگ رہا تھا۔زویزان کا دل بند ہونے کو تھا۔اس نے کہہ تو دیا تھا مگر اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔وہ باہر نہیں آئی تو زویزان اداسی

وہ گھر واپس آیا تو کافی سنجیدہ تھا۔

"Well come home Baba....."

اس کو آتے دیکھ کر ایک بچہ مسکراتے ہوئے جوش سے بولتے ہوئے اس کی طرف بڑا تھا۔اس کو دیکھ کر وہ بھی بے اختیار ہی مسکرا دیا۔

" Thank you Dulquer...."

وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

"How was your day???"

دولقر نے اس سے مل کر اپنا روز کا سوال پوچھا۔

"It was good . But we have to go Kara-chi ....."

اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے دولقر کو بتایا جس نے کوئی خاص ردِ عمل نہیں دیا تھا۔ اس کو بیٹھتے دیکھ کر وہ اپنے اُس چھوٹے سے کواٹر کے کچن کی طرف گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔

"Way are you looking so upset....??? We are going to our home .... Infect I'm happy baba ....."

دولقر نے مسکرا کر کہتے اپنے بابا کی پریشانی کم کرنا چاہی اور پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"I don't know..... but am not feeling well....."

اس نے دولقر کو اپنی پریشانی بتانی چاہی تھی۔ وہ دولقر سے پانی کا گلاس تو لے چکا تھا مگر پیا نہیں تھا۔

" Are you nervous ??? "

دولقر نے ایک دوست کی طرح اس سے سوال کیا تھا۔ وہ دونوں اس وقت دو دوستوں کی طرح بات کر رہے تھے۔ دولقر کے چہرے کی سنجیدگی دیکھ کر بلکل بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ کوئی بچہ ہے۔

" No I'm not .... I can't explain ...."

اس نے پانی کا گلاس ایک کی سانس میں ختم کر دیا۔

"مجھ۔۔۔۔مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔۔۔ایسے لگ رہا ہے میں وہاں جاؤں گا تو کچھ بہت برا ہو جائے گا۔۔۔۔"

ان دونوں نے درمیان یہ پہلا جملہ تھا جو اردو میں بولا گیا تھا۔

" Everything is all right ... Nothing will be hepan because of you baba ...."

دولقر نے اس کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

" Aahan .... You know him .... I'm sure he will absolutely do something ....."

اس نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔

"کب تک بابا۔۔۔۔؟؟؟کب تک آپ اس سے چھپیں گے۔۔۔۔؟؟؟"

"

دولقر جیسے تنگ آگیا تھا۔

"میں چھپ نہیں رہا۔۔۔آپ جانتے ہو کہ مجھے کام کی وجہ سے کہیں نا کہیں جانا پڑتا ہے۔۔۔۔مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ ماما سائیں کے ساتھ کچھ نا کر دے۔۔۔۔میں اس بات سے پریشان ہوں کے روہی، رمل اور نور کیسیں ہوں گی۔۔۔۔؟؟آئی ہوپ سو دے ول بی فائن۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے چہرے سے پریشان ظاہر ہو رہی تھی۔

ڈپٹی کمینشر آف سول پولیس مسٹر اذان شاہ۔۔۔آپ کو پریشان "
"ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔

اس کی پریشانی دیکھ کر دولقر نے اس کی وردی پر لکھے اس کے نام پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔دولقر کی اس حرکت پر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ دولقر کی اِس حرکت پر اذان ہمیشہ ہی اپنی ساری پریشانی بھول جاتا تھا اور اِس وقت بھی یہ ہی ہوا تھا۔

اچھا ریڈی ہو جاؤ۔۔۔ہمیں تھوڑی دیر میں نکلنا ہے۔۔۔۔۔میرا"
"نیکسٹ اسائمنٹ ہے کراچی میں۔۔۔۔۔

اذان کو خوش دیکھ کر دولقر نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کا گال چوم لیا تھا۔اس سے پہلے کہ اذان کوئی ری ایکشن دیتا وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگ گیا۔

"اس طرح شرمانا ہوتا ہے تو کس کیوں کرتے ہو۔۔۔؟؟؟"

اذان نے وہیں سے اونچی آواز میں کہا تو دوسری طرف کمرے میں دولقر بھی کھول کر مسکرایا تھا۔

فیوچر میں تمہاری بیوی کیا سوچے گی تمہارے بارے میں۔۔۔۔۔ کبھی"

"سوچا ہے۔۔۔۔؟؟

اذان نے اپنی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے پوچھا تو دولقر نے بھی کمرے سے ہی جواب دیا۔

"تب کی تب دیکھیں گے۔۔۔۔"

اس کا جواب سن کر اذان کا خوبصورت قہقہہ بلند ہوا تھا۔ تقریباً دو گھنٹوں بعد وہ دونوں کراچی کے لئے نکلے تھے۔

دو دن بعد

ایزد کو آئی سی یو میں دو دن ہو گئے تھے۔اس کی حالت کسی طور ٹھیک میں ہو رہی تھی اور ہادیہ کو مزید رونا آ رہا تھا۔ غزال کی حالت بھی خراب ہو

رہی تھی۔بلال اور رمل کو تو جیسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔سب کچھ ازمار ہی دیکھ رہا تھا۔ڈاکٹر نے بھی ان کو کوئی بھی امید نہیں دی تھی۔رمل آئی سی یو کے باہر کھڑی مشینوں میں جکڑے ایزد کو دیکھتے رو رہی تھی۔ازمار سے اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔وہ چلتا ہوا اس تک آیا اور اس کو کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

رمل تم تو ہمارا سب سے بہادر بچہ ہو۔۔۔۔۔پھر تم کیسے کمزور پڑ سکتی ہو"

۔۔۔۔۔؟؟؟بی بریو رمل۔۔۔۔۔مجھے ری جوائنگ لیٹر مل گیا ہے۔۔۔۔۔اب میں زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتا۔۔۔۔۔تمہیں ہی "سب سنبھالنا ہے۔۔۔

ازمار نے اس کو اپنے ساتھ لگاتے کہا۔

میں کیا کرو۔۔۔۔۔مجھ سے اس کی یہ حالت برداشت نہیں ہو"

رہی۔۔۔۔میں کیسے سب سنبھالوں؟؟؟مجھ سے تو خود کو نہیں سنبھلا جا رہا

"۔۔۔۔

رمل نے اس کے کندھے پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا۔ازمار اس کو پکڑ کر بینچ کی طرف لے کر آیا جہاں کھانا پڑا ہوا تھا۔ کسی نے بھی دو دن سے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا۔آج ازمار کا ارادہ سب کو زبردستی ہی صحیح مگر کھانا کھلانے کا تھا۔ کھانا دیکھ کر رمل نے ازمار کو دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔

رمل تھوڑا سا۔۔۔۔ایزد اٹھ کر تمہاری حالت دیکھے گا تو غصہ کرے گا نا"

"کہ تم نے اپنا خیال نہیں رکھا۔۔۔

ازمار نے اس کو سمجھاتے ہوئے بینچ پر بیٹھایا اور زبردستی اس کو اپنے ہاتھ سے تھوڑا سا کھانا کھلا دیا۔رمل بس کہتے واپس اٹھ کر آئی سی یو کے باہر چلی گئی۔ازمار نے غزال کو تھام کر اپنے ساتھ لگایا۔

"غزال۔۔۔۔۔"

ازمار نے نرمی سے اس کو پکارا تو غزال نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھا۔

مجھے پتا ہے تم بھی یہی کہو گی کہ تمہیں بھوک نہیں ہے۔۔۔۔۔تم تو ایزد" کی بہار دسی غزل ہو نا۔۔۔۔۔ٹھیک ہے تم اپنی موم سے ناراض

ہو۔۔۔۔پر اپنے ڈیڈ سے تو نہیں ہونا۔۔۔۔ان کو سمجھاؤ۔۔۔۔اور کہو تھوڑا سا کھالیں۔۔۔۔"

وہ اس کو اپنے ساتھ بیٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ غزال اس کے ساتھ ہی بینچ پر بیٹھ گئی۔

"میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ تم ہمت سے کام لو۔۔۔۔کیونکہ تمہاری ساری ہمت اور طاقت تو ایزد ہے۔۔۔۔مجھے تمہیں کچھ بھی کہنے کا حق تو نہیں ہے۔۔۔۔پر ایزد جس طرح تمہارے لئے اپنے موم ڈیڈ سے لڑ رہا تھا وہ تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔

ازمار نے اس کو سمجھاتے ہوئے ایک نوالہ اس کی طرف بڑھایا۔

"تم کچھ بھی کر لو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔"

غزال نے کہہ کر اس کے ہاتھ کو نظر انداز کرتے خود ہی دوسرا نوالہ لے لیا۔

" میں خود کر معاف نہیں کر پا رہا۔۔۔۔"

ازمار نے حد درجہ سنجیدگی سے کہا تھا۔

" You should be....."

غزال نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹتے ہوئے سختی سے کہا۔

"میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا۔۔۔۔۔"

ازمار نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

" میں کچھ بھی معاف کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔پر اپنے کردار کو داغ دار کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔ایسی سزا دوں گی تمہیں ازمار شاہ

"ساری زندگی مجھے بھول نہیں سکو گے۔۔۔۔

غزال کا انداز اس قدر سخت تھا کہ ازمار کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی ہمت نا ہوتی الگی بات کرنے کی۔

"میں بھولنا بھی نہیں چاہتا۔۔۔۔۔"

ازمار کے لہجے میں نا جانے کیا تھا کہ غزال نے بے اختیار ہی اس کو دیکھا۔

اس کے اوپر دیکھنے پر ازمار نے چند لمحوں کے لئے اس کو دیکھا اور نظریں جھکا

لیں۔ غزال کچھ دیر تک ایسے ہی ساکت سی اس کو دیکھتی رہی پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔اس کو کھانا کھلا کر وہ ہادیہ کی طرف بڑھا تھا جنہوں نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

"پھو پھو۔۔۔۔"

ازمار کی پکار پر انہوں نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے نہیں کھانا۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے ازمار ان کو کچھ بھی کہتا انہوں نے خود ہی انکار کر دیا۔ازمار ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا۔

" آپ جانتی ہیں کہ ایزد آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔۔۔۔جب اس کو پتا چلے گا کہ آپ نے اس کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا تو کیسا لگے گا اس کو۔۔۔۔۔؟؟"

ازمار کی بات سن کر ہادیہ نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔ازمار نے شکر کا سانس خارج کیا اور ہادیہ کو بھی کھانا کھلا دیا۔ان تینوں کو کھانا کھلا کر ازمار بلال کی طرف بڑھا تھا۔

"آپ بھی کچھ کھالیں۔۔۔۔انکل۔۔۔۔آپ ابھی طرح جانتے ہیں ایزد آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔آپ کمزور پڑ جائیں گے تو وہ کیسے ٹھیک ہو گا۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے ان کو بھی سمجھانے کی کوشش کی۔

"ایموشنل بلیک میل کرنا تو کوئی تم سے سیکھے۔۔۔۔"

بلال کب سے اس کو دیکھ رہے تھے جو ایزد کے نام پر سب کو ایموشنل بلیک میل کر کے ان سب کو کھانا کھلا چکا تھا۔ان کی بات پر وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔

"جب پیار سے کام نا چلے تو بلیک میل ہی کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔"

"پر میں فوجی ہوں۔۔۔۔۔یہ بلیک میلنگ مجھ پر نہیں چلے گی۔۔۔۔۔"

ازمار کی بات سن کر بلال نے اس کو اپنے فوج میں ہونے کی بات بتانا ضروری سمجھا تھا۔ازمار نے حیرت و بے یقینی سے ان کو دیکھا تھا۔

"لیکن آپ تو ایک بزنس مین ہیں۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے الجھ کر پوچھا۔

"سیکریٹ آفیسر کو دنیا کی نظر میں کچھ تو کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔"

بلال نے اس کی الجھن دور کی۔غزال کو بلال کا ازمار کے ساتھ اس طرح بات کرنا بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔اس لئے ان دونوں کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیا باتیں کر رہے ہیں آپ اِس سے۔۔۔۔۔؟؟"

غزال نے ایک قہر برساتی نظر ازمار پر ڈال کر کہا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔بس مجھے عادی کے نام پر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔"

بلال نے اس کو بتایا تو غزال نے ازمار کو گھوری سے نوازا۔اس کے دیکھنے پر ازمار کے نظریں نیچے کر لی تھیں۔

"تو ہو جائیں۔۔۔۔کچھ کھالیں۔۔۔۔"

غزال نے بلال کو دیکھ کر کہا تو ازمار نے حیرت سے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔

"جیسے تم ہو گئیں تھیں۔۔۔۔؟؟؟"

بلال نے کندھے سے پکڑ کر اس کو ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"غزال ابراہیم خان کو کوئی بلیک میل نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔"

غزال نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو وہ مسکرا دیے۔

"اچھاااااااا۔۔۔۔۔۔۔ "

ان کے انداز پر غزال نے بلال کو غصے سے گھورا تھا۔وہ اس طرح اچھا کو تب ہی کھینچتے تھے جب ان کو غزال کی کسی بات پر یقین نا آیا ہو۔

"آپ کو یقین نہیں آرہا۔۔۔۔۔؟؟"

غزال نے منہ بسور کر پوچھا۔

"میں نے یہ کب کہا۔۔۔۔۔؟؟ مجھے تو پورا یقین ہے۔۔۔۔۔"

انہوں نے زبان سے تو یہ کہا تھا مگر سر نفی میں ہل رہا تھا۔

"دو کروڑ مجھے میرے اکاؤنٹ میں چاہئیں۔۔۔۔"

غزال نے غصے سے ان کو حکم سنایا۔ وہ بلال خان کو ہمیشہ ہی بہت بڑی سزا دیتی تھی۔ جبکہ ازمار کی تو آنکھیں ہی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھی۔ اس نے پہلی بار ایک باپ اور بیٹی کو ایسے بات کرتے دیکھا تھا۔ آج تک اس کے گھر کی کسی بھی لڑکی نے اپنے باپ سے اس طرح دو کروڑ تو دور۔۔۔۔۔ دو روپے بھی نہیں مانگے تھے۔ اس کی بہنوں نے تو کبھی بھی اپنے گھر کے کسی مرد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا تو بہت دور کبھی ان کے سامنے سر اٹھا کر بات نہیں کی تھی۔ اور ایک یہ تھی جو بلال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سے دو کروڑ ایسے مانگ رہی تھے جیسے چنے مانگ رہی ہو۔

"اچھا میری ماں مل جائیں گے۔۔۔۔۔"

بلال نے ہنس کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"انکل دو کروڑ مانگ رہی ہے۔۔۔۔۔انڈے نہیں۔۔۔۔"

ازمار تو جیسے مارے حیرت کے صدمے میں ہی چلا گیا تھا۔

"تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہئے۔۔۔۔"

غزال ازمار کو کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

جب بھی میں اس کو تنگ کرنے کے لئے اس سے جھوٹ بولتا ہوں تو وہ"

مجھے سزا دینے کے لیے مجھ سے ہی پیسے لے کر کسی ہوسپٹل، دارالامان،

کسی پرائیویٹ سکول، کالج یا یونی میں ڈونیٹ کر دیتی ہے۔۔۔۔یا پھر ہماری

"ہی ایجنسی کے لئے استعمال کرتی ہے۔۔۔

بلال نے اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے ازمار کو بتایا۔ جبکہ ازمار نے بے یقینی

سے اس کو جاتے دیکھا تھا۔ مگر وہ ایجنسی والی بات پر الجھ گیا تھا۔

"ایجنسی۔۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے ناسمجھ سے بلال کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہماری ایک ایجنسی ہے۔۔۔۔۔غزل اور عادی اس میں ہی کام کرتے "
"ہیں۔۔۔۔

"غزل کے بارے میں تو مجھے پتا تھا پر عادی نام تو ایول۔ کنگ۔۔۔۔۔"
ازمار کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بلال نے اس کی الجھن دور کر دی۔
میرا بھتیجا ہے۔۔۔۔۔زی، مقتضیٰ اور یہ دونوں ایک ٹیم میں ہیں اور "
"اسی ایجنسی میں ہی کام کرتے ہیں۔۔۔۔

آج تو ازمار پر ایک نیا انکشاف ہوا تھا۔

"تو پھر مجھے کمیشنر کے کنگ کے خلاف کیس کیوں دیا۔۔۔۔۔؟؟؟"
ازمار نے خود سے سوال کیا تھا۔ جس کو بلال نے سن لیا تھا۔ وہ جانتے تھے
رمل کا بھائی پولیس میں ہے۔ اس لئے ان کو بلکل بھی حیرت نہیں ہوئی
تھی۔

کیونکہ اس ایجنسی سے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔۔۔۔اور تم "
سے پہلے جتنے بھی آفیسرز کو یہ کیس کمیشنر نے دیا وہ سب ہی غدار
"تھے۔۔۔۔

بلال نے ایک بار پھر اس کو تفصیل سے وضاحت دی۔ازمار کا تو سر گھومنے لگا تھا اور کیا کیا تھا جس سے وہ بے خبر تھا۔یہ سوچ کر ہی اس کا سر گھومنے لگا تھا۔اس سے پہلے کے وہ پھر سے کوئی سوال کرتا ان کی باتیں سنتی ہادیہ کو غصہ آیا تھا۔

خان!!!!کم از کم جگہ کا تو خیال کر لیں۔۔۔۔میں نے ازمار کو اس لئے "
"ایجنسی والی بات نہیں بتائی تھی۔۔۔۔

ہادیہ نے بلال کو دیکھ کر غصے سے کہا تھا۔بلال ویسے تو ان سے ناراض تھے مگر اس وقت ان دونوں کو ہی ہادیہ کی بات ہی ٹھیک لگی تھی۔وہ دونوں خاموش ہو گئے۔کچھ دیر بعد ازمار کو یاد آیا تو ازمار نے بلال کو پھر سے کھانا کھانے کے لئے کہا۔اب کی بار بلال اس کو انکار نہیں کر سکے تھے۔ویسے

بظاہر تو ازمار وہاں پر ہی تھا مگر اس کا دھیان اپنے پولیس سٹیشن کی طرف تھا جس میں آگ لگائی گئی تھی۔ جب اس کو کچھ سمجھ نا آیا تو اس نے غزال سے اس بارے میں بات کرنے کا سوچ لیا۔

مقتضیٰ اس کو اپنے جنگل والے گھر پر لے کر آیا تھا مگر دو دن سے خود غائب تھا۔ دل نور کو جنگل میں موجود اس گھر میں اکیلے ڈر لگنے لگا تھا۔ رات کو جب اندھیرا چھا جاتا تو دل نور سارے گھر کی لائٹس آن کر دیتی اور اپنے کمرے سے ایک انچ بھی نا ہلتی۔ وہ چاہے زیادہ کسی سے گھلتی ملتی نہیں تھی مگر اس طرفٹ پورے گھر میں اکیلی بھی کبھی نہیں رہتی تھی۔ ایک دم سے سارے گھر کی لائٹس آف ہوئیں تو دل نور کا دل اچھل کر حلق کو آ گیا۔ کمرے میں کسی کی آہٹ محسوس کر کے دل نور کی چیخ نکل گئی تھی۔ وہ باہر کی طرف بھاگی تھی مگر اس سے پہلے ہی کسی نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی

طرف کھینچ لیا۔ مخصوص کلون کی خوشبو اور یہ وحشی سا لمس محسوس کر سے اس کی گھبراہٹ میں کمی ہوئی تھی۔ مگر وہ اب بھی اندھیرے کے خوف سے کانپ رہی تھی۔

"اس گھر میں میرے علاوہ کوئی نہیں آسکتا۔۔۔۔"

اس کی آواز سن کر دل نور کی جان میں جان آئی تھی۔

"جنگل کنگ!!!!! انسانوں کی طرح نہیں آسکتے تھے۔۔۔۔؟؟؟"

وہ غصے سے چیخی تھی۔اس کے غصہ کرنے پر مقتضیٰ بے ساختہ ہی مسکرایا تھا۔

جنگل کنگ ہوں انسانوں والی کوئی حرکت کیسے کر سکتا"

"ہوں۔۔۔۔؟؟؟؟؟ کوئین۔۔۔۔

اس نے نرمی سے کہتے دل نور کے کان کی لو کو چوم لیا تھا۔اس کا لمس محسوس کرتے ہی دل نور جی جان سے لرزی تھی۔

"مم۔۔۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔۔"

دل نور کا لہجہ کچھ خوف اور کچھ اس کی قربت کی وجہ سے لڑکھڑا گیا تھا۔

"کس سے۔۔۔۔۔؟؟؟"

مقتضیٰ نے ایک بار پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔دل نور کو اس کے ہاتھ کا بے باک سا لمس اپنے پیٹ کر رینگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"ا۔۔۔ا۔۔ان۔۔۔۔اندھیرے۔۔۔۔ سس۔۔۔سے۔۔۔۔"

دل نور کی بات سن کر مقتضیٰ کا دماغ خراب ہوا تھا۔اس نے دل نور کو کمر سے پکڑ کر اس کا رخ اپنے طرف کیا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا۔۔۔۔ڈرتی رہو پر صرف مجھ سے۔۔۔۔۔"

دل نور کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئیں تھیں۔مگر مقتضیٰ کا چہرا واضح نہیں تھا۔اس نے بے یقینی سے مقتضیٰ کو دیکھا تھا جو چاہتا تھا کہ وہ اندھیرے سے بھی نا ڈرے۔

"ہاں تو مجھے اندھیرے سے نا ڈراتے تو میں نا ڈرتی۔۔۔۔"

دل نور نے غصے سے کہا تو مقتضیٰ مسکرا دیا۔اس کی آنکھیں دیکھ کر دل نور لگا وہ مسکرایا ہے۔ مگر اس کا چہرا سپاٹ تھا۔دل نور اس کو گھور کر رہ گئی تھی جو یہ چاہتا تھا کہ وہ کسی اور سے ڈرے بھی نا۔کچھ دیر اس کو دیکھ کر مقتضیٰ نے ساری لائٹس آن کر دیں تھیں۔دل نور نے اس سے دور ہونا چاہا تھا مگر یہ کہاں ممکن تھا کہ دل نور شاہ، خان زادہ مقتضیٰ حدی کی گرفت سے نکل جائے۔

جب تمہیں پتا ہے کہ تم کبھی بھی میری گرفت سے نہیں نکل سکتی تو"

"کوشش ہی کیوں کرتی ہو۔۔۔؟؟

اس کی بے بسی دیکھ کر مقتضیٰ نے کہا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔۔۔؟؟"

دل نور نے بے بسی سے نم لہجے میں کہا تھا۔

کیونکہ تم میری ہو۔۔۔۔۔۔میں تمہارے دل میں کسی اور کے لئے کوئی "

بھی جزبہ برداشت نہیں کر سکتا۔ڈرنا بھی ہے تو مجھ سے ڈرو، نفرت کرنی

ہے تو بھی مجھے سے کرو، اذلان کے لئے بھی تمہارے دل میں محبت
"برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔
اس نے بہت پیار سے دل نور کو خود میں بینچ کر کہا۔
یہ کیسی محبت ہے آپ کی۔۔۔۔؟؟؟اس جیدلے کو محبت کا نام مت دیں"
"کیونکہ یہ محبت نہیں ہے۔۔۔۔
دل نور نے اس کو سمجھانا چاہا تھا۔
یہ محبت نہیں ہے یہ عشق ہے۔۔۔۔اگر تم مجھ سے محبت نا بھی کرو تو"
کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔تم جنون ہو میرا۔۔۔۔تمہارے دل میں کسی اور
"کے لئے نفرت بھی برداشت نہیں۔۔۔۔
اس نے شدتِ جذبات سے کہا۔دل نور کو اس کے عشق سے اس کے
جنون سے خوف محسوس ہوا تھا۔پہلی بار دل نور کو مقتضیٰ کے غصے اور
وحشت سے نہیں بلکہ اس کی محبت سے ڈر لگا تھا۔مقتضیٰ اس کو بانہوں میں

اٹھا کر بیڈ ہی طرف بڑھ گیا۔اس کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ اس پر جھکا تھا۔دل نور ایک بار پھر سے اس کی قربت سے خوف سے کانپی تھی۔

"کک۔۔۔۔کنگ۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے وہ کچھ اور کہتی مقتضیٰ نے اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے اس کی بولتی بند کر دی۔ مقتضیٰ کے شدت بھرے لمس پر وہ بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپی تھی۔کچھ دیر میں ہی وہ اس کی جان آدھی کر گیا تھا۔دل نور کے لبوں کو جیسے ہی آزادی ملی اس نے گہرے گہرے سانس لے کر اپنی سانس ہموار کرنا چاہی تھی مگر مقتضیٰ کے الفاظ پر اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔

"I love you Noor e Hayat ....

I love you... Noor e Zindgi ....

I love you..... Noor e Haddi .....

I love you ....Noor e Muhabbat....

I love you so much.... Noor e Ishq...."

وہ اس کے چہرے کے ہر نقش کو چھوتا اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔اور دل نور دم سادھے اس کے ہر لقب کو سن رہی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کا حجاب کھول کر دوپٹہ اتار کر دور پھینکا۔وہ اس کی گردن پر اپنی محبت کے نشان چھوڑتا دل نور کی جان مزید مشکل میں ڈال گیا تھا۔دل نور نے اس کو پیچھے کرتے بائیں کروٹ پر لیٹے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔ مقتضیٰ نے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔دل نور نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھا تھا۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔"

دل نور نے خفگی سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔اس نے دل نور کے فراک کے سامنے کی طرف لگے بٹن ایک ایک کر کے کھولتے اس کی بات کا جواب دیا۔

"تم مجھے معاف کر چکی ہو۔۔۔۔۔دلِ مقتضیٰ۔۔۔۔۔"

دل نور کا دھیان اس کی باتوں کی طرف تھا اس لئے اس نے محسوس ہی نہیں کیا کے وہ اس کے کندھے سے شرٹ ہٹا رہا ہے۔اس کی بات سن کر دل نور کو حیرت ہوئی تھی۔

"میں نے نہیں کیا۔۔۔۔ "

"مجھے یقین دلا رہی ہو یا خود کو۔۔۔۔۔؟؟"

وہ دل نور سے سوال کرتا اس کے کندھے پر جھکا تھا۔اس کی داڑھی کی چبھن محسوس کر کے دل نور کو احساس ہوا تھا کہ وہ کس حالت میں ہے۔اپنی حالت دیکھ کر وہ شرم سے پانی پانی ہوئی تھی۔

"دل۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اتنی محبت سے کہا تھا کہ دل نور کے منہ سے بے اختیار ہی کہ نکل گیا تھا۔

بہت بہت۔۔۔۔۔بہت بہت بہتتتتت محبت کرتا ہوں تم سے۔۔۔۔۔
چودہ سال کی عمر سے۔۔۔۔۔۔ایکیس (21) سال سے تمہاری محبت مجھ
میں ایسے ہے کہ اگر خان زادہ مقتضیٰ حدی کے اندر سے دل نور شاہ کی
"محبت نکال دی جائے تو اس کے اندر سانسیں بھی نہیں بچتی۔۔۔
اس کی بات سن کر دل نور ایک بار پھر سے خوف زدہ ہوئی تھی۔دل نور کو
بار بار بری طرح کانپتے دیکھ کر مقتضیٰ مزید بے خود ہوتا اس پر شدتیں لٹانے
لگتا۔اپنے کر لمس کے ساتھ وہ دل نور کو اپنی محبت کی انتہا بتانے کی کوشش
کرتا۔اور دل نور کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہو جاتا۔
میں اپنی بے جان چیزوں کو لے کر بہت پوزیسو ہوں۔۔۔۔تم تو عشق ہو"
میرا۔۔۔۔تمہارے معاملے میں میں اتنا شدت پسند ہوں کے تم اگر کسی
پھول کو بھی چھو لو تو مجھے اس پھول سے نفرت ہو جاتی ہے۔۔۔۔میرا دل
"کرتا ہے کہ پوری دنیا سے اس پھول کی ہر قسم کو مٹا دوں۔۔۔۔۔

مقتضیٰ کی قربت سے زیادہ دل نور کو اس کی باتوں اور اس کی شدت پسندی سے ڈر لگ رہا تھا۔ ساری رات وہ اس کو اپنی محبت کے بارے میں بتاتا اس پر شدتیں لٹاتا رہا تھا۔ آج مقتضیٰ نے اپنے اور اس کے درمیان میں اندھیرے کو بھی نہیں آنے دیا تھا۔ وہ دونوں ہی صبح سوئے تھے۔ مقتضیٰ سے پہلے دل نور کی آنکھ کھولی تھی۔ وہ شرٹ لیس اس کی ٹانگوں پر اپنی ایک ٹانگ رکھے اس کے پیٹ پر بازو رکھے اس کی گردن میں چہرا چھپا کر سو رہا تھا۔ کچھ دیر لگی تھی دل نور کے دماغ کو بیدار ہونے میں۔ اپنی حالت دیکھ کر رات کا ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھول گیا تھا۔ شرم کے مارے وہ اپنے اوپر سے مقتضیٰ کو بھی ہٹانا بھول گئی۔ مقتضیٰ نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی دل نور کا چہرا دیکھ کر بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔

"گڈ مارننگ۔۔۔۔۔"

اس نے دل نور کے لبوں کو چھو کر اس کو مارننگ وِش کیا۔ وہ جو پہلے ہی شرما سے لال ٹماٹر ہو رہی تھی مقتضیٰ کی اس حرکت پر آنکھیں زور سے بند کر لیں۔

"I hate you jangle king ....."

دل نور نے اپنی شرمندگی کم کرنے کے لئے کہا۔

"I love you to ...."

اس کی بات سن کر مقتضیٰ نے فوراً جواب دیا۔

"میں نے کب بولا۔۔۔۔؟؟؟"

اس کی بات پر دل نور نے حیرت و معصومیت سے پوچھا۔

"کیا نہیں بولا.....؟؟؟ "

مقتضیٰ نے انجان بنتے ہوئے سوال کے بدلے سوال کیا۔

"I.....I love you....."

یہ تین لفظ بولتے ہوئے ہی دل نور کی حالت خراب ہو گئی تھی۔اس کو لگ رہا تھا جیسے کی غیر کو آئی لو یو بولتی ہوئی پکڑی گئی ہو۔

"I love you to....."

اس کی بات سن کر دل نور کی آنکھیں پھیل گئیں۔اب اس کو مقتضیٰ کی چالاکی سمجھ میں آئی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کی ان سب باتوں سے آپ کو معاف کر دوں گی۔۔۔۔۔؟؟؟"

دل نور نے سپاٹ لہجے میں پوچھا تھا۔

"تم نے مجھے تب ہی معاف کر دیا تھا جب تمہیں پتا چلا تھا کہ میں نے یہ سب اس لئے کیا کیونکہ مجھے اذلان نے تمہاری حفاظت کرنے کے لئے کہا تھا۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات سن کر دل نور کچھ دیر کے لئے کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

اذلان کے نام پر دل نور کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔وہ جانتی تھی مقتضیٰ کو

اس کا نام بھی برداشت نہیں ہے اس لئے کچھ بولنے سے گریز کیا تھا۔
مقتضیٰ جانتا تھا وہ کیوں رو رہی ہے۔اس لئے جھک کر اپنے لبوں کے اس کی آنکھوں کی نمی کو چن لیا۔

اتنی نفرت ہے اس سے تو مجھے اس کے کہنے پر بچایا کیوں"

"_____؟؟؟

دل نور نے جان بوجھ کر اذلان کا نام نہیں لیا تھا۔

مجھے اس سے نفرت نہیں ہے۔۔۔۔۔بس مجھے برداشت نہیں ہے کہ "
تمہیں اپنے بھائی سے عشق ہے۔۔۔۔۔مجھے تو یہ بھی برداشت نہیں کے
"تم اپنے ان ہونٹوں سے میرے علاوہ کسی کا نام بھی لو۔۔۔۔۔
اس نے نرمی سے کہا تھا مگر ہونٹوں کی بات کرتے اس کے ہونٹوں کو چومنا نہیں بھولا تھا۔

وہ بھائی ہے تمہارا دل۔۔۔۔۔۔وہ تم سے جس طرح محبت کرتا ہے جس"
طرح تمہارا خیال رکھتا ہے۔۔۔۔۔تمہاری کیئر کرتا ہے۔۔۔۔۔میرے

دل میں اس کا جو مقام ہے وہ میرے اپنے بھائی کا بھی نہیں ہے۔۔۔۔پر
"تم۔۔۔۔
مقتضیٰ کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دل نور نے اس کی بات کاٹ دی۔
"کرتا ہے۔۔۔۔۔"
اس نے ان دو لفظوں پر خاصا زور دیا تھا۔
اذان کو تم بھی جانتی ہو۔۔۔۔میں ابھی تمہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا"
"سکتا۔۔۔۔۔
مقتضیٰ نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ جبکہ اس کی بات کا مطلب سمجھ کر دل نور کی ساری دنیا رک گئی تھی۔
"اٹھ جاؤ۔۔۔۔میں کھانے کے لئے کچھ لے کر آتا ہوں۔۔۔"
مقتضیٰ نے خود اٹھتے ہوئے اس کو بھی اٹھایا۔اس سے پہلے کے وہ اٹھ کر جاتا دل نور نے پیچھے سے ہی اس کو اپنے حصار میں لیتے اس کی پشت سے اپنا سر ٹکایا۔دل نور پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔اتنا وہ ان دس سالوں میں بھی

نہیں روئی تھی۔ جتنا اس کی پشت پر سر رکھ کر روئی۔ مقتضیٰ نے اس کو خاموش نہیں کروایا تھا۔ پہلی بار دل نور خود اس کی طرف بڑھی تھی وہ کیسے اس جو خود سے الگ کرتا۔ مقتضیٰ نے اس کی طرف رخ کرتے اس کو اپنے سینے میں بینچ لیا۔

"دل۔۔۔۔ کیوں پھر سے میری نیت خراب کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔ رات کو بھی تم مرنے والی ہو گئی تھی۔۔۔۔"

دل نور نے جب مزید چہرا اس کے سینے میں چھپایا تو مقتضیٰ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ جس کو سن کر دل نور نے مزید اپنا سر اس کے سینے میں چھپایا۔ دل نور کی اس حرکت پر مقتضیٰ سب کچھ بھولے ایک بار پھر سے اس کو بیڈ پر لٹاتا اس پر جھکا تھا۔ دل نور کی نظر اس کی بیوٹی بون پر پڑی تو بے ساختہ ہی اس کا ہاتھ مقتضیٰ کے زخم پر گیا تھا۔ جہاں مقتضیٰ نے دل نور کی بیوٹی بون پر اپنا نام لکھا تھا وہیں پر اسی جگہ پر مقتضیٰ نے اپنی بون پر اس کا نام لکھا تھا۔ دل نور نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھا تھا۔ اس کا لمس اپنے زخم پر محسوس کر

کے مقتضیٰ نے ایک لمحے کے لئے اپنے زخم کو دیکھا پھر اس کو جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

عشق ہے تم سے دل۔۔۔۔میری روح پر بھی تمہارا نام ہے ایسا کیسے ہو"
"سکتا ہے کہ جسم پر نا ہو۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔اِس بار دل نور نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کے ماتھے پر لب رکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کو دیکھا۔دل نور نے اپنا سر زرا سا اٹھا کر اس کے زخم پر اپنے لب رکھ دیے۔ جس کو محسوس کر کے مقتضیٰ کی روح تک سرشار ہو گئی تھی۔اس نے آنکھیں بند کر کے اس نرم لمس کر محسوس کرتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اپنی کروٹ بدل کر دل نور کو اپنے اوپر کیا۔ مقتضیٰ کو اپنی گردن پر نمی محسوس ہو رہی تھی۔

دل کرتا ہے تمہیں خود میں چھپا لو۔۔۔۔تم اس طرح مجھ میں بس جاؤ"
"جیسے مجھ میں میری روح ہو۔۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اس کی کمر پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے کہا۔

آج تک کسی نے بھی مجھ سے ایسی محبت نہیں کی۔۔۔۔۔کہ اُس میں وہ"

"خود بھی نا باقی نا رہے۔۔۔۔

دل نور نے اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ مقتضیٰ کو اپنے سینے پر اس کے آنسو گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

"Do you love me...???"

مقتضیٰ نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھتے اس کا چہرا اپنے سامنے کرتے پوچھا تھا۔

"I don't know what is love.....???"

دل نور نے صاف گوئی سے کہا۔اس کی صاف گوئی پر مقتضیٰ بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔

"Love is Dil Noor for me ....."

مقتضیٰ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔دل نور نے ایک شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیا۔دل نور کی اس حرکت پر مقتضیٰ ایک پر پھر سے کروٹ بدلتے اس پر جھکا تھا۔اس کو رات والے موڈ میں دیکھ کر دل نور کو پھر سے اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔اس کی آنکھوں میں خوف دیکھ کر مقتضیٰ نے اس کی آنکھوں پر لب رکھے تھے۔

تمہیں پتا ہے تم جب ڈرتی ہو تو تم کتنی خوبصورت لگتی"

ہو۔۔۔۔تمہارے چہرے پر خوف تمہارے حسن میں اضافہ کرتا ہے

"۔۔۔۔۔۔اور میں مزید تمہارے لئے پاگل ہو جاتا ہوں۔۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اس کے چہرے کے نقش نقش کو چومتے ہوئے اس کو بتایا۔

"آپ مجھے اس لئے ڈراتے ہیں۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس کی بات سن کر دل نور نے حیرت سے پوچھا۔

"تم تو میری قربت سے ہی ڈر جاتی ہو۔۔۔۔۔"

وہ اس کے تیز تیز دھڑکتے دل پر لب رکھتے بولا۔ دل نور کی کپکپاہٹ میں پھر سے اضافہ ہوا تھا۔

"ایسے مت ڈرو ورنہ تمہارے لئے میری شدتیں برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

مقتضیٰ نے بے بسی سے کہتے اس کے لبوں پر ایک شدت بھرا لمس چھوڑا تھا۔

"I hate you jangle king...."

دل نور نے اس کی گردن کے گرد اپنے بازو ڈالتے شرارت سے کہا۔ اس کی اجازت ملتے ہی مقتضیٰ اپنی تمام تر شدتوں سمیت اس پر جھکا۔ لمحہ بالمحہ اس کی شدتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

زویزان جب سے لندن گیا تھا وہ دن میں دو بار اس کو فون کرتا تھا۔
اب غانیہ بھی کوئی بات کرتے ہوئے جھجھکتی نہیں تھی۔ وہ اس کو اپنے
پورے دن کی روٹین بتاتی اور دن کی ایک ایک بار اس سے شئیر کرتی تھی۔
وہاں پہنچ کر زویزان کو موقع نہیں ملا تھا رائحہ اور جلال کو اپنے نکاح کے
بارے میں بتانے کا۔ دو دن ان کو سیٹل ہونے میں لگ گئے تھے۔ اور پھر
وہ ہوسپٹل اور ان کے ٹیسٹ کروانے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ان کی
حالت کی وجہ سے اس کو وہ وقت ٹھیک نہیں لگا تھا۔ مگر وہ غانیہ سے روز ہی
بات کرتا تھا۔ غانیہ پریشان نا ہو اس لئے وہ پاکستان کے وقت کو دھیان میں
رکھتے ہی اس سے بات کرتا تھا۔ آج بھی وہ سونے کے لئے لیٹی تھی۔
زویزان کا دیا ہوا موبائل اس کے ہاتھ میں ہی تھا وہ اس کے فون کرنے کا
انتظار کر رہی تھی۔ جلد ہی اس کا انتظار ختم ہو گیا تھا۔ زویزان کا فون آتے
ہی وہ مسکرائی تھی۔ اس نے پہلی ہی رنگ پر فون اٹھا لیا تھا۔

کیا بات ہے۔۔۔۔۔لگتا ہے میرے ہی فون کا انتظار ہو رہا"

"تھا۔۔۔۔۔؟؟؟

زویزان نے شرارت سے کہا۔

"اور کس کے فون کا انتظار کرو گی میں۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے سوال پر غانیہ نے بھی سوال کیا۔ جس پر زویزان کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"I love you....."

زویزان نے کوئی بھی بات کرنے سے پہلے کہا تو غانیہ کی ہنسی نکل گئی۔

"فون کر کے پہلے حال چال پوچھتے ہیں۔۔۔۔"

غانیہ نے اس کو عقل مندی کی بات بتائی تو دوسری طرف زویزان منہ بسور کر رہ گیا۔

"کیا یار۔۔۔۔۔؟؟؟سارا رومینٹک موڈ کا بیڑا غرق کر دیتی ہیں۔۔۔۔"

"آپ بات بات پر مجھے یار کیوں کہتے ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

غانیہ اس کے لفظ یار پر اٹکی ہوئی تھی۔

"میں نے بتایا تو شرم سے فوت ہو جائیں گی۔۔۔۔۔"

"کیوں ایسا بھی کیا مطلب ہے اس کا۔۔۔۔۔؟؟؟سب دوست بھی ایک دوسرے کو یار کہتے ہیں۔۔۔۔۔آپ نے کہا تھا آپ میرے علاوہ کسی کو نہیں لیتے اس لئے پوچھ رہی ہوں۔۔۔۔۔"

غانیہ نے اپنے دل میں آیا سوال کیا تھا۔

"اچھا گوگل کر لیں۔۔۔۔۔"

زویزان نے بتانے سے انکار کیا تو غانیہ نے پھر سے پوچھا۔

"نہیں مجھے آپ ہی بتائیں۔۔۔۔۔"

اس کا انداز ضدی ہو رہا تھا۔زویزان کا ساتھ اور اس کا دیا مان غانیہ کو مغرور اور ضدی کر رہا تھا۔مگر یہ ضد بھی وہ صرف اسی سے کرتی تھی۔

"پشتو میں یار کا مطلب ہے محبوب یا پھر جاناں۔۔۔۔۔"

زویزان کی بات سن کر غانیہ کی آنکھیں پوری کی پوری کھول گئیں تھی۔
اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یار کا مطلب کچھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔
"آنکھیں تھوڑی کھولیں غانیہ۔۔۔۔کسی نے دیکھ لیا تو ڈر جائے گا۔۔۔۔"
غانیہ نے تو جیسے ساری بات سنی ہی نہیں تھی۔وہ تو اس کی آنکھوں والی
بات پر ہی حیران ہو گئی تھی۔
"آپ کو کیسے پتا میں نے ساری آنکھیں کھولیں ہوئی ہیں۔۔۔۔؟؟"
غانیہ کے بے ساختہ کیے جانے والے سوال پر زویزان کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔
جس کو سنتے ہی غانیہ کو اپنی کیفیت سمجھ آئی تھی۔اس کا چہرا شرم سے سرخ
ہوا تھا۔
"اب اس طرح شرمائیں تو مت۔۔۔۔۔میں وہاں نہیں ہوں آپ کو کس
کرنے کے لیے۔۔۔۔"
غانیہ نے تو جیسے دوسری بات ہی نہیں سنی تھی۔غانیہ نے بے اختیار ہی
حیرت سے آگے پیچھے دیکھا تھا۔

"میں وہاں نہیں ہوں غانیہ۔۔۔۔لندن میں ہوں۔۔۔۔۔"

زویزان نے اس کو یاد کروایا تھا۔

پھر آپ کو کیسے پتا چل رہا ہے میں کیا کر رہی ہوں۔۔۔؟؟اور کون سی"

"بات پر کیاری ایکشن دے رہی ہوں۔۔۔۔۔

غانیہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

آپ کس بات پر کیاری ایکشن دیں گی۔۔۔۔یہ جاننے کے لئے میرا آپ"

"کے پاس ہونا ضروری نہیں ہے۔۔۔

زویزان کی بات سن کر غانیہ نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدل لی۔

"آپ کا دن کیسا گزرا۔۔۔۔۔؟؟"

غانیہ نے بات بدلنی چاہی۔

"میرا دن تو شروع ہوا ہے۔۔۔۔۔آپ کا کیسا گزرا؟؟؟"

زویزان نے اس کو یاد کرواتے ہوئے اس کا سوال اسی سے کیا۔تو غانیہ اس کو اپنے پورے دن کی روٹین بتانے لگی۔

"زی!!!!!میں نے صبح یونی جانا ہے۔۔۔۔"

غانیہ نے وقت دیکھ کر اس کو یاد کروایا تو زویزان نے بھی اس کو سونے کی اجازت دے دی۔

" Ok good night ...."

"Best of luck for a day ...."

اس کے اجازت دیتے ہی غانیہ نے اس کو بیسٹ آف لک کہا تو زویزان نے فون بند کرنے سے پہلی بھی اس کو آئی لو یو کہنا ضروری سمجھا۔

"I love you ...."

غانیہ اُس کی اِس بات کا جواب ہمیشہ ہی فون بند کرنے کے بعد دیتی تھی۔ مگر آج بھول گئی۔

"I love you to ...."

"کیا کہا۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس کی بات سن کر زویزان نے حیرت سے کہا تو غانیہ نے شرمندگی سے زور سے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔اس سے پہلے کے وہ اپنا سوال دوہراتا یا کچھ اور کہتا غانیہ نے فون بند کر دیا۔اگلے ہی لمحے فون پھر سے بجا تھا۔غانیہ نے دوبارہ فون اٹھانے کی غلطی نہیں کی بلکہ فون ہی بند کر دیا۔اب چار دن تک تو وہ اس کو فون کرنے یا اس کا کی کال ریسیو کرنے سے رہی۔دوسری طرف زویزان نے نا جانے کتنی بار اس کو فون کیا تھا۔مگر اس کا فون بند جا رہا تھا۔غانیہ تو اس کا جینا حرام کر کے خود مزے سے سو گئی تھی۔دوسری طرف زویزان کا سارا دھیان اس کی طرف تھا۔وہ جانتا تھا جب تک وہ اس سے بات نہیں کرے گی اس کو سکون نہیں ملے گا۔سکون تو اس کو تب ملتا جب وہ فون اٹھاتی۔

مروہ کاارادہ یونی کے بعد شاپنگ کرنے کا تھا۔اس لئے وہ غانیہ کو بھی ساتھ لے کر آئی تھی۔وہ دونوں شاپنگ مال میں جارہی تھی کے مروہ کو یاد آیا کہ وہ تو اپنا فون گاڑی میں ہی بھول گئی ہے۔

"غانیہ تم اندر چلو میں اپنا فون لے کر آتی ہوں۔۔۔۔"

مروہ نے اس کو جانے کا بولا تو غانیہ نے گھبرا کر اس کو دیکھا۔غانیہ کبھی بھی تھوڑی دیر کے لئے بھی اکیلے گلی کے آخر تک نہیں گئی تھی تو شاپنگ مال کیسے چلی جاتی۔

"مروہ۔۔۔۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم یہیں پر انتظار کرو میں ابھی آتی ہوں۔۔۔۔"

مروہ اس کو کہتے گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔جبکہ غانیہ وہی پر کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔غانیہ کی نظر اسی پر تھی جب اچانک کسی نے مروہ کی منہ پر رومال رکھا۔

"مروہ۔۔۔۔"

غانیہ گھبرا کر اس کی طرف بڑھی تھی۔غانیہ کے اس تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نے اس کے منہ پر بھی رومال رکھ دیا تھا۔غانیہ نے آنکھیں بند ہونے سے پہلے کسی آدمی کو مروہ کو گاڑی میں ڈالتے دیکھا تھا۔جس نے غانیہ کو بے ہوش کیا تھا۔اس نے غانیہ کو ایک گاڑی میں پھینکنا تھا۔جس میں پہلے سے کچھ لڑکیاں موجود تھیں۔وہ دونوں الگ الگ گاڑیوں میں تھیں۔

اذان جو دولقر کو لے کر شاپنگ کے لئے آیا تھا بے ہوش مروہ کو کسی انجان آدمی کو گاڑی میں ڈالتے دیکھ کر وہ بغیر سوچے اس کی طرف بڑھا تھا۔اس کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔اذان نے غصے سے ان تینوں کی ہڈیاں توڑ تیں اور مروہ کو لے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔دولقر بھی اس کے ساتھ واپس گاڑی میں بیٹھ گیا۔اذان نے مروہ کو پیچھلی سیٹ پر ڈالا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"Is she Marwa....???"

دولقر نے بیک سیٹ کی طرح دیکھ کر پوچھا تھا۔جواباً اذان نے سر اثبات میں ہلادیا۔

" So now what you will do.....???"

دولقر نے اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں پوچھا تھا جیسے وہ اس کا بہت گہرا دوست ہو۔

"I don't know ..... What I have to do....??"

اذان نے اس کو اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔

"پہلے یہ پتا کریں وہ لوگ کون تھے۔۔۔۔"

دولقر نے اس کو مشورہ دیا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔دولقر کو اذان نے حنا منزل کے سامنے اتارا تھا۔

"آپ نہیں آئیں گے۔۔۔۔"

دولقر نے گاڑی سے اترنے سے پہلے سوال کیا۔

اس کو ابھی یہاں رکھنا سیو نہیں ہے۔۔۔۔۔میں اس کو لے کر اپنے"

"فلیٹ میں جارہا ہوں۔۔۔۔۔۔آپ اپنا دھیان رکھنا۔۔۔۔

اذان نے اس کو بتایا کر آخری میں اپنے دھیان رکھنے کا کہا۔دولقر سر اثبات

میں ہلا کر گاڑی سے اترتا اندر چلا گیا اذان تب تک وہاں سے نہیں ہلا تھا جب

تک دولقر اندر نہیں پہنچ گیا۔اس نے اندر جانے کے بعد ہی وہ وہاں سے نکلا

تھا۔

وہ مروہ کو لے کر اپنے فلیٹ میں آیا تھا۔اس کا فلیٹ بھی اسی ہی بیلڈنگ

میں تھا جس میں زویزان کا فلیٹ تھا۔اور اس کا فلیٹ بھی زویزان کے

فیلٹ جیسا ہی تھا۔جب تک مروہ کو ہوش آیا وہ ان لوگوں کے بارے میں

پتا لگوا چکا تھا۔مروہ کو جیسے ہی ہوش آیا اپنے آپ کو ایک انجان کمرے میں

دیکھ کر وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی تھی۔اس کو بے ہوش ہونے سے پہلے کا واقعہ یاد آیا تھا۔وہ اغواء ہو چکی ہے یہ سوچ کر ہی مروہ کی سانسیں روکنے لگی تھیں۔

ریڈی ہو جائیں مروہ۔۔۔۔۔باہر مولوی صاحب انتظار کر رہے ہیں"

"۔۔۔۔۔

ایک انجان شخص کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں تھی۔ مگر اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سن کر مروہ کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

کک۔۔۔کون ہیں آپ؟؟؟؟اور مجھے یہاں کیوں لائے"

ہیں۔۔۔؟؟؟؟اا۔۔اور مولوی صاحب انتظار کیوں کر رہے

"ہیں۔۔۔؟؟؟

مروہ نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر لئے تھے۔

اذان شاہ۔۔۔۔۔ محبت کرتا ہوں اس لئے یہاں لایا ہوں۔۔۔۔۔اور "
مولوی صاحب اس لئے ہمارا انتظار کر رہے ہیں کے ابھی تھوڑی دیر بعد
"ہمارا نکاح ہونے والا ہے۔۔۔۔۔
اس نے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر سنجیدگی سے اس کے سارے سوالوں
کے جواب دیے۔ جبکہ مروہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔
دیکھیں مسٹر۔۔۔۔۔یہ کسی ناول کی سٹوری نہیں چل رہی کہ آپ کو "
مجھ سے محبت ہو گئی ہے اور شادی کرنے کے لئے مجھے اگواہ کر لیں
"گے۔۔۔۔۔مجھے کوئی نکاح نہیں کرنا آپ سے۔۔۔۔
وہ غصے سے کہتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ مگر اذن نے آگے
بڑھ کر مروہ کو بازو سے پکڑتے اس کو اپنے سامنے کیا۔اذان کی گرفت نا
ہی سخت تھی اور نا ہی نرم تھی۔ مگر مروہ خود کو اس سے چھوڑا بھی نہیں سکی
تھی۔

میں تو آپ کی لائف کو آپ کے کسی ناول کے جیسی بنانا چاہتا تھا۔۔۔پر"
اٹس اوکے مجھے بغیر نکاح کے بھی آپ کے ساتھ رہنے میں کوئی پرابلم نہیں
ہے۔۔۔۔۔"

اذان کا انداز اس قدر سادہ تھا جیسے بہت نیکی کا کام کرنے کی بات کر رہا ہو۔
اذان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کو اپنے قریب تر کیا۔اس کی بات
کا مطلب سمجھ کر مروہ کی جان خلق تک آئی تھی۔وہ جو بہادر بننے کی
کوشش کر رہی تھی۔اذان کی اس حرکت پر مروہ کی ساری بہادری ہوا
ہوئی تھی۔

"چھچھ۔۔۔۔۔چھوڑیں مجھے۔۔۔۔۔"

اس نے اپنے آپ کو چھڑوانے کی ناکام سی کوشش کی کرتے ہوئے کہا۔مگر
اذان نے تو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے اس کے
لبوں پر جھکا تھا۔مروہ کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار ہی بہنے لگے تھے۔وہ
اپنی پوری قوت سے اذان کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی

تھی۔ایک نازک سی جان کے لئے اذان جیسے ہٹے کٹے پولیس آفیسر کو ہٹانا ناممکن تھا۔اذان تو جیسے کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گیا تھا۔اس کے لبوں کو آزاد کرتے وہ اس کی ساری مزاحمت کو نظر انداز کرتا اس کو بانہوں میں اٹھا کر بیڈ کی بڑھ گیا۔اس کا ارادہ سمجھ کر مروہ کو مزید رونا آیا تھا۔اس کی مزاحمت مزید تیز ہوئی تھی۔

"چھوڑیں مجھے۔۔۔۔۔مجھے نہیں رہنا یہاں۔۔۔۔۔مجھے گھر واپس جانا ہے۔۔۔۔۔موم ڈیڈ۔۔۔۔بھائی کوئی ہے۔۔۔۔۔پلیز ہیلپ می۔۔۔۔۔"

مروہ اس سے خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے کسی کو مدد کے لئے بلا رہی تھی۔

"کوئی نہیں آئے گا یہاں پر مروہ۔۔۔۔۔یا تو نکاح کے لئے ہاں کر دیں یا پھر بغیر نکاح کے میرے ساتھ رہیں۔۔۔۔"

اذان اس کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے بولتا اس پر جھکا گیا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ نہیں کروں گی میں۔۔۔۔۔"

مروہ پوری قوت سے چیخی تھی۔

" As you wish....."

وہ سادگی سے کندھے اچکا کر بولتا اس کی چادر کھینچ کر پھینک چکا تھا۔ مروہ کو اپنی بے بسی ہر رونا آیا تھا۔ وہ جتنا اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی اذان کی گرفت اتنی ہی مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ مروہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھے وہ اپنی پوری قوت سے اس کو خود سے دور کر رہی تھی۔ اذان کے اس کے بازو پکڑ کر بیڈ کے ساتھ لگا کر اس کی گردن پر جھک گیا۔ مروہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اذان نے اپنے لبوں سے اس کے آنسو چنے تھے۔

"رو کیوں رہی ہیں یہ آپ کی ہی چوائس ہے۔۔۔۔؟؟"

اذان کا انداز اس قدر معصومانہ تھا کہ لمحے بھر کو مروہ کو لگا غلطی اسی کی ہے۔

اذان نے اس کے کندھے سے اس کی شرٹ ہٹانے کے لئے ہاتھ رکھا تو مروہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس سے نکاح سے لئے ہامی بھر لی تھی۔

"مم۔۔۔۔میں نکاح کے لئے تیار ہوں۔۔۔۔۔"

مروہ کی بات سن کر اذان بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔وہ اس کے لبوں کو چھو کر پیچھے ہوا تو مروہ نے موقعے کا دائرہ اٹھا کر بھاگنا چاہا مگر اذان کی قید سے بھاگنا ناممکن تھا۔اس کے فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کوئی چالاکی نہیں مائی لٹل اینجل۔۔۔۔"

اذان کا انداز اس قدر سرد تھا کہ مروہ خوف سے کانپ کر رہ گئی۔مروہ کے لاکھ ناچاہنے کے باوجود اذان نے اس کو اپنے نام کروالیا تھا۔نکاح کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔اس کو لگ رہا تھا وہ اپنے ماں باپ اور بھائی کو دھوکا دے رہی ہے۔مولوی اور گواہوں کے جاتے ہی اذان اس کی طرف

بڑھا تھا جو صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی۔اذان مسکراتا اس کی طرف آیا اور اس کو اپنی بانہوں میں اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔میں کبھی معاف نہیں کرو گی آپ کو۔۔۔۔"

مروہ نے غصے سے اس کے سینے پر مکے برساتے ہوئے کہا۔

"معافی مانگ بھی کون رہا ہے۔۔۔؟؟"

اذان نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"مانگے گے بھی تو نہیں کروں گی۔۔۔۔۔"

مروہ نے غصے سے کہا تو اس کی معصومیت پر اذان مسکرا بنا نہیں رہ سکا۔

سوری لٹل اینجل۔۔۔۔۔۔۔۔میں آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کر "
"سکتا۔۔۔۔۔۔کیونکہ میں نے نکاح کیا ہے کوئی گناہ نہیں کیا۔۔۔۔۔

اذان کی ڈھیٹائی پر مروہ کو مزید غصہ آیا تھا۔اذان اس کو لے کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔اس کو ایک بار پھر سے خود پر جھکتے دیکھ کر مروہ کو پھر سے رونا آیا تھا۔

"کر تو لیا ہے نکاح۔۔۔۔۔"

مروہ بے بسی سے چیخی تھی۔

اسی لئے تو کیا ہے نکاح۔۔۔۔۔۔۔بیوی ہو آپ میری لٹل"

اینجل۔۔۔۔۔یہ صرف آپ کی سٹوری میں ہوتا ہے کہ ہیرو اپنی بیوی سے تب تک دور رہتا ہے جب تک اس کی ہیروئین اس کو اپنے پاس آنے کی "اجازت نا دے دے۔رئیل لاف میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔۔۔۔

وہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔اس بار اذان کے لمس میں شدت تھی۔اذان کی زرا سی شدت پر ہی مروہ کے دل کی دھڑکن نے دو سو کی سپیڈ پکڑی تھی۔

لٹل اینجل!!!!!آپ اِس دنیا میرا میرا وہ واحد رشتہ ہو جو صرف میرا"

ہے۔۔۔۔۔جو میرے علاوہ نا کسی کا ہے اور نا ہی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔اس دنیا میں آپ کے علاوہ کوئی کچھ بھی نہیں جو میرا ہو۔۔۔۔۔جو نام کا بھی "کسی اور کا نا ہوں۔۔۔۔

وہ اس کے چہرے کے تمام نقوش چھوتے ہوئے بول رہا تھا۔ اس کا لہجہ نہایت سنجیدہ تھا۔ مروہ کو یہ بات عجیب لگی تھی کہ کوئی اپنی محبت کا اظہار اس قدر سنجیدگی سے کیسے کر سکتا ہے۔

جب میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تو آپ ایک بچی تیرہ سال کی بچی" تھیں۔۔۔۔ میں نے اپنے دل کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ آپ کی اور میری عمر میں بہت فرق ہے۔۔۔۔ پر دل کے آگے پہلے کبھی کسی کی چلی "ہے جو میری چلتی۔۔۔۔۔؟؟؟

آخر میں اذان بے بسی سے ہنسا تھا۔ مروہ پر اس کی کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اذان کو اس سے فرق کہاں پڑ رہا تھا۔ وہ تو بس اپنی منمانیاں کرنے میں مصروف تھا۔ اپنے اور اس کے درمیان سے سارے پردے ہٹاتا وہ اس کو اور خود کو کمبل میں چھپا گیا۔ اس کے لبوں پر جھکے ہوئے ہی اس نے مروہ کر سر اٹھا کر کمبل اس کے سر کے نیچے کیا۔ مروہ کا رونا سسکنا کچھ بھی اذان پر اثر نہیں کر رہا تھا۔ کئیں بار مروہ اس کی شدتوں کو برداشت نا کرتے بے

ہوش بھی ہو گئی تھی۔ مگر اذان اس کے لبوں پر جھک جاتا اور تب تک پیچھے ناپڑتا جب تک مروہ کو ہوش نا آتا۔

"مم۔۔۔۔۔میں مر جاؤں گی۔۔۔۔۔شاہ۔۔۔۔"

مروہ نے اکھڑتی سانسوں سے ساتھ اٹھتے ہوئے اذان سے التجا کی تھا۔اذان مسکراتا اس کے لبوں پر جھک گیا۔ مروہ کو اپنی سانسیں دیتے وہ پیچھے ہوا تو مروہ کی حالت کچھ سنبھلی۔

اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گا۔۔۔میرے پاس آپ کے علاوہ کوئی"

"رشتہ ہے ہی نہیں۔۔۔۔۔

اذان نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا اور اس کو اپنے حصار میں لے کر لیٹ گیا۔

"سو جائیں۔۔۔۔۔"

کمبل کو اچھی طرح اپنے اور اس کے اوپر اڑتے اذان نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

کچھ بھی کہہ لیں۔۔۔۔کچھ بھی کر لیں۔۔۔۔۔مجھ پر آپ کی کسی بات کا"
"اثر نہیں ہو گا۔۔۔۔

مروہ نے اس کو بتانا ضروری سمجھا تھا۔

زندگی بہت لمبی ہے۔۔۔۔۔کبھی نا کبھی تو میری محبت کا اثر ہو ہی جائے"
"گا۔۔۔۔

اذان نے بند آنکھوں سے جواب دیا تھا۔

کسی کی زندگی برباد کے کے آپ اتنے سکون سے کیسے سو سکتے"
"ہیں۔۔۔۔۔؟؟؟

مروہ نے نفرت سے کہا تو اذان کرب سے مسکرایا۔اگر مروہ اس کی مسکراہٹ دیکھ لیتی تو یقیناً ٹھٹھک جاتی۔

جس دن محبت سے پوچھیں گی۔۔۔۔۔اس دن فرصت سے بتاؤں"
"گا۔۔۔۔۔

اذان کا انداز اب بھی اتنا ہی سادہ تھا جیسا اس نے زندگی میں کوئی ایسا کام ہی نا کیا ہو جس کی وجہ سے اس کو شرمندہ ہونا پڑے۔

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔۔۔۔۔۔"

مروہ کا لہجہ اس قدر پر یقین تھا کہ اذان بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔

زبان سے کیے دعوے اکثر جھوٹے پر جاتے ہیں۔۔۔۔لٹل"

"اینجل۔۔۔۔۔

اذان کا انداز اس کو سمجھنے جیسا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔"

مروہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

اس دنیا میں آپ کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے جو مجھے سکون دے"

"سکے۔۔۔۔۔

اذان کے مروہ کو خود میں بھینچتے ہوئے کہا تھا۔ مگر مروہ سوچ چکی تھی۔ وہ جو اس کو کبھی معاف نا کرنے کی ٹھان چکی تھی۔ اب اسی کے بانیوں میں اسی

کے حصار میں قید سکون سے نیند کی آغوش میں تھی۔اس کو سوتا دیکھ کر اذان ایک گہرا سانس لے مروہ کا سر تکیے پر رکھ کر اٹھا تھا اور سائیڈ ٹیبل پر اپنا فون اٹھا لیا۔

ابراہیم خان نے فون اٹھایا اور غصے سے بولے۔

اذان شاہ تم نے کہا تھا لڑکیوں کا انتظام ہو جائے گا اب تک ہوا کیوں نہیں"

"ہے۔۔۔۔؟؟

اوئے بڈھے۔۔۔۔۔زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں"

ہے۔۔۔۔خود تو آرام سے بیٹھا رہتا ہے سارے کام مجھے ہی کرنے پڑتے

"ہیں۔۔۔۔۔

اذان نے بدتمیزی سے کہا تھا۔

"وہ لوگ مجھے فون پر فون کر رہے ہیں کہ میں اب اگر لڑکیاں بھیجنے میں دو دن سے زیادہ کا وقت لگا تو ہمیں ایڈوانس میں لیے پیسے واپس دینے پڑیں گے۔۔۔۔"

ابراہیم خان نے بھی غصے سے اس کو جلدی کرنے کی وجہ بتائی۔

"لڑکیاں ہیں اغواء کرنے میں وقت لگے گا۔۔۔۔"

اذان نے بھی غصے سے کہا تھا۔

"اور کتنا وقت لگے گا۔۔۔۔۔ تمہارا باپ خود تو مر گیا ہے۔۔۔۔اوپر سے لڑکیاں بھی نہیں مل رہیں۔۔۔۔"

ابراہیم خان کی بات سن کر غصے سے کہا تھا۔ان کے لہجے میں جازم کے مرنے کا زرا بھی افسوس نہیں تھا۔

"میں نے چالیس لڑکیوں کا انتظام کر لیا ہے۔۔۔۔۔ باقی کا دس کا خود کر لو۔۔۔۔"

اذان کے کہہ کر فون بند کرنا چاہا تھا مگر ابراہیم خان کی آواز سن کر اس نے فون واپس کان کے ساتھ لگایا تھا۔

"میں آرہا ہوں تمہاری طرف۔۔۔۔۔کچھ لڑکیوں کا انتظام تو جہاں آرا"

"سے ہو جائے گا۔۔۔۔۔

اس نے اپنے آنے کا کہہ کر اذان کو مشورہ بھی دیا تھا۔

"ٹھیک ہے آؤ گے تو بات ہو گی۔۔۔۔۔"

اذان نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ابراہیم کا فون بند ہوتے ہی اس نے اپنے ساتھ لیٹے وجود کو دیکھا تھا۔اگلے ہی لمحے بے دردی سے اس نے کمبل کھینچ کر ایک طرف پھینکا اور کسی وحشی درندے کی طرف اس پر جھکتا اس کے جسم کو نوچنے لگا تھا۔وہ نازک وجود پہلے ہی نڈھال تھا اب کی بار اس کی چیخوں کے در و دیوار ہلا دیے تھے۔

"یہ لوگ فون کیوں نہیں اٹھا رہے۔۔۔۔؟؟؟"

اذلان نے غصے سے فون کو گھور کر کہا۔ جیسے فون کے اندر سے ہی ان سب کی جان لے لے گا۔

اذی کچھ کریں۔۔۔۔۔ مروہ اور غانیہ دونوں کا ہی کچھ پتا نہیں چل "رہا۔۔۔۔۔

رویہا نے پریشانی سے کہا۔

"ارے یار کوئی فون اٹھائے تو کچھ پتا چلے نا۔۔۔۔۔"

اذلان نے جھنجھلا کر کہا۔

"میں کمیشنر انکل کو فون کرتی ہوں وہ ہی کچھ کریں گے۔۔۔۔۔۔"

رویہا نے اپنا فون اٹھاتے ہوئے کہا تو اذلان نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

اذلان کب سے ایزد، مقتضیٰ اور مرتضیٰ کو فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مقتضیٰ اور ایزد کا فون نہیں لگ رہا تھا اور مرتضیٰ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

زویزان کا وہ جانتا تھا کہ وہ لندن گیا ہوا ہے۔

"آئی تھینک ہمیں کمیشنر انکل کے گھر جا کر پرسنلی ان سے بات کرنی چاہیے۔۔۔"

رویہا نے فون کان سے ہٹاتے ہوئے اذلان کو مشورہ دیا۔

"ان کا بھی فون نہیں لگ رہا کیا۔۔۔۔۔؟؟"

اذلان نے مصروف سے انداز میں کہتے ایک نظر اس کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"شاید دیوٹی پر ہوں۔۔۔اس لئے کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔وہ پرسنلی غانیہ اور مروہ کو ڈھونڈنے میں ہماری ہیلپ کریں گے اگر کسی اور آفیسر کو کہا تو آپ جانتے ہیں انہوں نے کیا کہنا ہے۔۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کر اذلان نے سر اثبات میں ہلایا اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔

"میں بھی ساتھ چلوں گی۔۔۔۔۔"

رویہانے بھی اس کے ساتھ جانا چاہا تھا۔ مگر اذلان نے منع کر دیا۔

"نہیں وحی تم موم ڈیڈ کے ساتھ ہی رو کو۔۔۔۔۔"

اذلان کی بات پر وہ سر اثبات میں ہلاتی میرب کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ بہروز کی تو جیسے ساری ہمت ہی ٹوٹ گئی تھی۔ جوان بیٹی کب سے لاپتہ تھی۔ اور ان کے سر پر غانیہ کی بھی زمہ داری تھی۔ جو اس کے ساتھ ہی گئی تھی۔

"دلاور میری بیٹی۔۔۔۔۔"

میرب نے بری طرح روتے ہوئے کہا تو اذلان نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کو اپنے ساتھ لگایا۔

"آئی پرومس میں اس کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔"

"دلاور کچھ کرو مجھ میں ہمت نہیں اب اس کو کھونے کی۔۔۔۔۔"

بہروز ملک نے روتے ہوئے کہا تو رویہا اُٹھ کر ان کے پاس چلی گئی۔

"ڈیڈ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔یقین رکھیں اذی پر۔۔۔۔۔"

رویہانے ان کو تسلی دیتے ہوئے اذلان کی طرف رخ کر کے اس کو مخاتب کیا۔

"اذی!!!!آپ جائیں۔۔۔۔۔میں ہوں ان دونوں کے پاس۔۔۔۔۔"

اذلان سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے سے رویہانے میرب اور بہروز کو تسلی رکھنے کے لئے کہا۔وہ مسلسل ان کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔وہ کیسے سمجھتے ان کی جوان بیٹی غائب تھی اور کسی کو کچھ بھی پتا نہیں تھا۔ان کی بگڑتی حالت دیکھ کر رویہانے ان کو زبردستی تھوڑا تھوڑا کھانا کھلا کر دوائی دے دی تاکہ کچھ دیر کے لئے آرام کر سکیں۔خود وہ مسلسل مقتضیٰ کو فون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

درعین کو آج ڈیسچارج کر دیا گیا تھا۔ مرتضیٰ اس کو گھر نہیں لے کر جا سکتا تھا اس لئے وہ اس کو لے کر زویزان کے فلیٹ میں آیا تھا۔ مقتضیٰ نے ہی ان کو وہاں چھوڑا تھا۔ دلاور کو بھی ان کے ساتھ ہی چھوڑ کر وہ خود غائب تھا۔

درعین کی وجہ سے مرتضیٰ نے اپنا فون چیک نہیں کیا تھا۔ اس کا سارا دھیان درعین کی طرف تھا۔ جس کو ہوش آتے ہی مقتضیٰ نے زبردستی ڈاکٹر سے کہہ کر اس کو ڈیسچارج کروایا تھا۔ اتنے وقت بعد دلاور سے مل کر وہ دونوں ہی خوش تھے۔ دلاور بھی خوش تھا مگر ہمیشہ کی طرح سنجیدہ تھا۔

"موم۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔"

دلاور کی پکار پر اس نے بمشکل مسکراتے اس کی پکار کا جواب دیا۔

"وہ جو نور ہیں نا۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔"

اس نے حیرت سے کہا۔ مرتضیٰ بھی حیران تھا۔ان دونوں کو دلاور کے دل نور کے بارے میں بات کرنے سے زیادہ اس کے چہرے کی سنجیدگی نے حیران کیا تھا۔

"وہ آپ کی ٹوین سسٹر ہیں۔۔۔۔"

اس کی بات پر مرتضیٰ اور درعین نے حیرت و بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔درعین اٹھ کر بیٹھی تھی۔ جس میں مرتضیٰ نے اس کی مدد کی تھی۔

"یہ آپ کو کس کے کہا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

مرتضیٰ کے لہجے میں اب بھی حیرت ہی تھی۔

"داجان اور حدی بابا کو بات کرتے سنا تھا میں نے اور نور نے۔۔۔۔۔"

اس کی بات پر درعین نے بے اختیار ہی ٹیک چھوڑی تھی۔

"پوری بات بتاؤ۔۔۔۔۔"

درعین نے پوچھا تو دلاور نے ان دونوں کو پوری بات بتادی۔

"اور حدی بابا ان کو لے کر گئے ہیں۔۔۔۔"

"کہاں۔۔۔۔"

دلاور کی بات سن کر مرتضیٰ ہی پہلے ہوش میں آیا تھا۔درعین کی آنکھوں کے سامنے اس کے ساتھ گزرا گھر اور ہوسپٹل کا سارا وقت گھوم گیا تھا۔

زاویان۔۔۔۔اور لائبہ۔۔۔۔۔نور نے مجھے ہوسپٹل میں بتایا تھا کہ اس " کی ماما سائیں اس کی سگی ماما نہیں ہیں۔۔۔۔خان اس نے مجھے اپنے موم ڈیڈ کا نام بھی بتایا تھا پر مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ میری بہن ہے۔۔۔۔مجھے کیسے پتا نہیں چلا؟؟؟شاہ ہیلتھ میڈیکل سینٹر بابا سائیں نے ہی تو بنوایا تھا۔۔۔۔۔"

درعین نے روتے ہوئے مرتضیٰ کو بتایا۔اس کو ایسے روتے دیکھ کر مرتضیٰ نے اس کو اپنے ساتھ لگایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

میری بہن میری آنکھوں کے سامنے تھی۔۔۔۔کتنے سال ہم نے ایک "
ساتھ پڑھائی کی کام کیا ہماری اچھی دوستی تھی۔۔۔۔ہم ایک ہی گھر میں
"تھے۔۔۔مگر میں نے اس کو پہچانا بھی نہیں۔۔۔۔

درعین نے روتے ہوئے اس کو بتایا۔

"میں حدی کو فون کرتا ہوں۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے کہتے ہوئے اپنا فون چیک کیا جو سائیلنٹ پر تھا۔اذلان اور رویہا
کی اتنی ساری کالز دیکھ کر وہ اچھا خاصہ پریشان ہو گیا تھا۔

"اذی کے اتنے سارے کالز۔۔۔۔"

درعین رونے میں مصروف تھی اس لئے مرتضیٰ کی بڑبڑاہٹ سن نہیں
سکی۔مرتضیٰ نے پہلے اذلان کو ہی فون کیا تھا۔پہلے مرتضیٰ فون نہیں اٹھا
رہا تھا اب اذلان فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

"میری کال بیک دیکھے گا تو خود ہی فون کر لے گا۔۔۔"

اس نے سوچتے ہوئے مقتضیٰ کو فون کیا جس کا نمبر بند تھا۔

"فون نہیں لگ رہا۔۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے درعین کو دیکھ کر کہا۔

"حدی بھائی کو بولو مجھے نور سے ملنا ہے۔۔۔۔"

درعین کی بات سن کر مرتضیٰ نے مقتضیٰ لے لئے ایک میسج چھوڑ دیا تھا۔

دلاور آپ ماما کا دھیان رکھو مجھے کچھ کام ہے۔۔۔۔مجھے ابھی جانا پڑے"

"گیا۔۔۔۔

مرتضیٰ نے دلاور کو درعین کا دھیان رکھنے کے لئے کہا تو وہ سر اثبات میں

ہلا گیا۔

"کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

درعین اس کے جانے کا سن کر ہی پریشانی سے بولی۔

ری لیکس میں ایجنسی جا رہا ہوں۔۔۔۔اذی بار بار فون کر رہا"

"تھا۔۔۔۔۔شاید کوئی ایمرجنسی ہے۔۔۔۔۔

مرتضیٰ نے نرمی سے اس کو سمجھایا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔ مرتضیٰ نے درعین کی ضرورت کی ہر چیز کمرے میں ہی لا کر رکھ دی تھی۔ دلاور کو بھی سب سمجھا کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ ارادہ ایجنسی جانے کا تھا۔

رمل واش روم کا کہہ کر گئی تھی ابھی تک واپس نہیں آئی غزال کو پریشانی ہونے لگی۔

"رمل کہاہے؟؟؟؟ابھی تک واپس نہیں آئی۔۔۔۔۔"

غزال نے بلال کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آجائے گی۔۔۔۔۔ "

بلال نے اس کو پر سکون کرنے کے لیے کہا۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں۔۔۔۔"

غزال کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ پریشانی سے واپس آئی تھی۔

"غزل کہاں رہ گئی تھی۔۔۔۔۔"

ہادیہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"ڈیڈ!!!!!رمل پورے ہوسپٹل میں نہیں ہے۔۔۔۔۔"

ازمار جو ابھی ابھی وہاں آیا تھا غزال کی بات سن کر اس کے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔

"غزل یہیں کہیں ہو گی۔۔۔۔۔اس نے کہاں جانا ہے۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ نے اس کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

"میں نے ہر جگہ دیکھ لیا ہے۔۔۔۔وہ کہیں نہیں ہے۔۔۔۔۔"

غزال نے پریشانی سے کہا۔

"سی سی ٹی وی دیکھتے ہیں۔۔۔۔ "

بلال نے کہا تو غزال سر اثبات میں ہلا کر مڑی۔ مگر نظر ازمار پر پڑتے ہی دونوں کے قدم رک گئے تھے۔

"ہوسپٹل والے ایسے ہی فوٹیج نہیں دیں گے۔۔۔۔۔"

ازمار نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تینوں سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھ رہے تھے۔ جہاں رمل واش روم کی طرف جا رہی تھی مگر راستے سے ہی کسی نے اس کی گردن پر پیچھے سے انجیکشن لگایا اور اس کو گرنے سے پہلے ہی تھام لیا تھا۔ اذان شاہ کو دیکھ کر ازمار کا دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"اذان بھائی۔۔۔۔"

ازمار کی بے یقین آواز پر بلال اور غزال دونوں نے ہی اس کو دیکھا تھا۔ جس کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ اذان نے رمل کو اغواء کیا ہے۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والے کیا بات ہے۔۔۔؟؟؟ تمہارا اذان بھائی"

"ایسا ہی ہے۔۔۔۔۔

غزال نے اس کی صدماتی کیفیت پر چوٹ کی تھی۔

"مم۔۔۔۔۔ مطلب۔۔۔۔۔"

ازمار کاری ایکشن دیکھ کر بلال کو کچھ گڑ بڑ کا احساس ہوا تھا۔اس سے پہلے کے غزال پھر سے اس کو کچھ کہتی بلال نے اس کا بازو تھام کر اس کو روک دیا۔

"یہ کچھ بھی نہیں جانتا۔۔۔۔۔"

"مم۔۔۔۔۔میں کیا نہیں جانتا۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار کی آواز میں اب بھی لڑکھڑاہٹ تھی۔جیسے ابھی تک اس کو یقین نا آیا ہو۔

"غزل،عادی کے پاس جاؤ۔۔۔۔۔"

بلال نے اس کو وہاں سے بھیجنا چاہا جس میں وہ کامیاب بھی ہو چکے تھے۔وہ بھاگ کر ایزد کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

ارے کہاں جا رہی ہیں آپ؟؟؟؟ابھی آپ پیشنٹ سے نہیں مل"

"سکتیں۔۔۔۔

ڈاکٹر کہتا ہوا اس کے پیچھے بھاگا تھا۔ جبکہ ہادیہ غزال کے اس طرح بھاگنے سے پریشان ہوتی اس کے پیچھے گئی تھی۔

"عادی۔۔۔۔ گیٹ اَپ۔۔۔۔۔ اٹھیں عادی بھائی۔۔۔۔۔ وو۔۔۔ وہ رمل۔۔۔۔۔ رمل کو اُس اذان شاہ نے اُٹھوالیا ہے۔۔۔۔۔ پلیز عادی گیٹ اَپ۔۔۔۔"

غزال نے ایزد کو دیکھ کر کہا جبکہ اس کی بات سن کر ڈاکٹر کو غصہ آیا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔۔۔۔؟؟؟ اپنے بھائی کی جان عزیز ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔؟؟؟ ان کو مزید سٹریس نہیں دے سکتے۔۔۔"

ڈاکٹر نے غزال کو ڈانٹا تھا جبکہ دروازے پر کھڑی ہادیہ کی آنکھوں کے سامنے اپنے اغواء کا منظر گھوم گیا تھا۔ ایک ایک چیز پھر سے آنکھوں سے سامنے گھومی تھی جیسے یہ واقعہ ابھی ابھی پیش آیا ہو۔

"عادی اٹھیں۔۔۔۔ رمل کو آپ کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔"

غزال نے بے بسی سے نم لہجے میں کہا۔ مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ ہادیہ مرے مرے قدموں سے چل کر اندر اندر آئیں تھی۔ ایزد کے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہوا تھا۔ ڈاکٹر اور نرسز الرٹ ہو گئے تھے۔

پلیز عادی اٹھو۔۔۔۔۔رمل کو بچالو۔۔۔۔۔کسی اور کو ہادیہ مت بننے"

"دو۔۔۔۔۔

ہادیہ نے روتے ہوئے کہا تو غزال نے مڑ کر حیرت سے ان کو دیکھا۔ غزال کو لمحے بھر کے لئے لگا تھا کہ ایزد رمل کی بات سن کر ہوش میں آیا ہے۔ مگر ہادیہ کو دیکھ کر غزال کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

"آپ کو میرے بھائی کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"

غزال نے غصے سے کہا تھا۔ وہ بیڈ کے بلکل ہی پاس کھڑی تھی۔ اس کو لگا کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے۔ غزال نے لمحے کے ہزارویں حصے میں مڑ کر دیکھا تھا۔ جہاں ایزد اس کا ہاتھ تھامیں اسی کو دیکھ رہا تھا۔ غزال کے دیکھنے پر

اس نے نفی میں سر ہلا کر اُس کر ہادیہ سے اس طرح بات کرنے سے منع کیا تھا۔

"کیوں اتنی محبت کرتے ہیں آپ اس بے حس عورت سے۔۔۔؟؟"

غزال نے بے بسی سے روتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں۔۔۔۔"

ایزد کی بات سن کر غزال نے ہادیہ کو چبتی نظروں سے دیکھا تھا۔ غزال کی نظروں سے زیادہ ایزد کی بات نے ان کو شرمندگی کی اتھاگہرائیوں میں دھکیلا تھا۔ڈاکٹر نے حیرت سے یہ منظر دیکھا تھا۔اس نے آج تک ایک بیٹے کی ماں کے لئے ایسی محبت نہیں دیکھی تھی۔

ایک ہفتے بعد

مروہ اور غانیہ کو غائب ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ مگر ان کا کچھ بھی پتا نہیں چل رہا تھا۔ مقتضیٰ آج دل نور کو لے کر زویزان کے فلیٹ میں آیا تھا۔

درعین کی طبیعت کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ اب وہ آہستہ آہستہ چلنے بھی لگی تھی۔ دل نور کو دیکھ کر چند لمحوں کے لئے وہ وہیں پر ٹھہر گئی۔ چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھ کر وہ دونوں ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف بھاگی تھیں۔ جس کو دیکھ کر مقتضیٰ سمجھ گیا تھا کہ دلاور نے درعین کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ ایک دوسرے کے گلے ملتے ہی وہ دونوں پھوٹ پھوٹ کر روئیں تھی۔

"اچھا بس۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ سے یہ منظر پانچ منٹ سے زیادہ برداشت نہیں ہوا تھا۔ درعین اس کی نیچر سے بہت اچھے سے واقف تھی۔ اور پھر دلاور نے بھی اس کو بتا دیا تھا کہ مقتضیٰ نے دل نور کے لئے کیا کہا تھا۔ اس کی سرد آواز پر جہاں دل نور

خوف زدہ ہوئی تھی وہیں پر شرمندہ بھی ہو گئی تھی۔اس ایک ہفتے میں مقتضیٰ نے ایک بار بھی دل نور سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔

"کہاں تھے تم۔۔۔۔۔؟؟؟ایک ہفتے سے تمہارا فون ٹرائے کر رہے ہیں سب لوگ۔۔۔۔۔۔نا تمہاری لوکیشن کا پتا ہے نا تمہارا فون لگ رہا ہے۔۔۔۔کچھ پتا بھی ہے یہاں کیا کچھ ہو رہا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

مرتضیٰ نے مقتضیٰ کو دیکھ کر ہی اچھی خاصی سنا دیں تھیں۔اگر کوئی اور وقت ہوتا تو مقتضیٰ بھی اس کو اچھا خاصہ جواب دیتا۔مگر مرتضیٰ کی پریشانی پر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"رمل کو اذان نے اغواء کر لیا ہے۔۔۔۔غانیہ اور مروہ کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔۔۔۔۔تمہیں پتا بھی ہے کہ عادی کو میجر ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

مرتضیٰ نے اس کی غلفت پر غصے سے کہا تھا۔جبکہ مقتضیٰ کا سر ہی گھوم گیا تھا۔

"رمل کا تو۔۔۔۔"

دل نور نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر مقتضیٰ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ایزد۔۔۔۔۔چاچو کا بیٹا ہے۔۔۔۔"

"لیکن یہ سب ہوا کیسے۔۔۔۔؟؟؟اور عادی۔۔۔۔۔"

اب ٹھیک ہے.... وہ پاگلوں کی طرح رمل کو ڈھونڈ رہا ہے۔۔۔۔۔اس"

" کی لوکیشن بھی ٹریس نہیں ہو رہی۔

"لیکن اس کو ہارٹ اٹیک ہوا کب۔۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ کا دماغ ابھی تک ایزد کے ہارٹ اٹیک پر اٹکا ہوا تھا۔

"جب موم ڈیڈ لندن جا رہے تھے۔۔۔۔"

"اور غانیہ، مروہ۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے سانس لینے سے پہلے سوال کیا تھا۔

جس دن عینا ڈیسچارج ہوئی تھی اور تم ہمیں یہاں چھوڑ کر گئے"

"تھے۔۔۔۔

"یہ غانیہ اور مروہ کون ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

مقتضیٰ کے کچھ بھی پوچھنے سے پہلے ہی دل نور نے الجھ کر پوچھا۔اگر کوئی اور وقت ہوتا تو مقتضیٰ نے اس بات کا کوئی اور ہی مطلب نکالنا تھا۔

"مروہ اذلان کی بہن ہے اور غانیہ زی کی وائف ہے۔۔۔"

"واٹ۔۔۔۔۔زی کی وائف۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات سن کر درعین اور مرتضیٰ دونوں ایک ساتھ ہی تقریباً چیخے تھے۔

لمبی کہانی ہے بعد میں بتاؤں گا۔۔۔۔۔فلحال میں ایجنسی جارہا ہوں تم "یہیں پر رو کو۔۔۔۔

مقتضیٰ اس کو کہہ کر وہیں سے ہی واپس چلا گیا تھا۔

وہ جیسے ہی ایجنسی میں داخل ہوا ایزد اور غزال کو وہیں پر دیکھ کر وہ فوراً ان کی طرف گیا اور ان دونوں کو ہی اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ایم سوری۔۔۔۔۔میں جہاں پر تھا وہاں سگنلز کا ایشو ہے۔۔۔۔"

"اٹس اوکے بھائی۔۔۔۔۔"

ایزد نے اس کی شرمندگی کم کرنے کے لئے کہا۔

"رمل کا کچھ پتا چلا۔۔۔۔؟؟"

۔مقتضیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔اتنے میں اذلان اور رویہا بھی وہیں پر آ گئے تھے۔جواباً ایزد نے بس سر نفی میں ہلا دیا۔

"تم نے اس کو ایک لاکٹ دیا تھا۔۔۔۔۔ "

مقتضیٰ کو یاد آیا تو اس نے فوراً ہی ایزد سے پوچھا۔

اس کی لوکیشن ٹریس نہیں ہو رہی شاید ان لوگوں نے اس جگہ پر جیمر لگایا"

"ہوا ہے۔۔۔۔

ایزد کے بتانے پر مقتضیٰ نے سنجیدگی سے سر اثبات میں ہلایا۔

آئی تھینک ہمیں۔۔۔اذان کو ڈھونڈنا چاہیے وہ مل گیا تو رمل بھی مل"
"جائے گی۔۔۔۔

"صرف رمل نہیں اور بھی لڑکیاں۔۔۔۔"

پیچھے سے ازمار کی آواز سن کر ان سب نے ہی اس کو دیکھا تھا۔

مطلب اس نے پھر سے لڑکیاں اغواء کرنی شروع کر دی ہیں"

"۔۔۔۔۔ہماری ساری محنت ویسٹ ہو گئی ہے۔۔۔

غزال کو اذان پر غصہ آیا تھا۔

نہیں ہماری محنت ویسٹ نہیں ہوئی۔۔۔۔۔اذان نے ابھی تک ہار نہیں"
"مانی۔۔۔۔۔

اذلان نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ازمار اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا مگر اس کو کوئی موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ رویہا سے اس کے بارے میں پوچھ سکتے۔رویہا کو دیکھ کر وہ اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ رویہا تخلیق کے مراحل سے

گزر رہی ہے۔اس وقت حالات کچھ ایسے تھے کہ وہ چاہ کر بھی کچھ پوچھ نہیں پا رہا تھا۔

"اذی تم ہر وہ جگہ چیک کرو جہاں بھی اذان چھپ سکتا ہے۔۔۔۔ازمار تم ہوسپٹل کے باہر کا سی سی ٹی وی چیک کرو اور دیکھو کہ اذان اس کو کہاں لے کر گیا ہے یا جس بھی گاڑی میں لے کر گیا ہے اس کا نمبر

"ڈھونڈو۔۔۔۔غزل تم ازمار کے ساتھ جاؤ۔۔۔۔۔

"میں نہیں جاؤں گی اس کے ساتھ۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ مقتضیٰ کچھ اور کہتا غزال نے ازمار کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

"تمہیں یقین ہے ازمار پر۔۔۔۔؟؟؟"

مقتضیٰ کے سوال پر غزال کے سادگی سے نفی میں سر ہلا دیا۔ازمار اس کی سادگی دیکھ کر رہ گیا تھا۔

عادی سب سے پہلے تم اپنا دھیان رکھو۔۔۔۔۔اور اذی کے ساتھ مل کر"
"غانیہ اور مروہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔۔۔۔۔
مقتضیٰ نے پہلے اس کو اپنا دھیان رکھنے کا کہتے ہوئے ایزد کو اس کا کام بتایا تو
اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
وحی۔۔۔۔۔تم سب سے پہلے یہ پتا کرو مروہ کے موبائل کی لاسٹ"
لوکیشن کیا ہے اور پھر دیکھو وہ دونوں کس مال کی طرف جا رہی
"تھیں۔۔۔۔
اگر ان سب کے پیچھے اذان کا ہی ہاتھ ہوا تو اس بار اس کا ایسا حال کروں گا"
"کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔۔۔۔
ان سب کو ان کا کام بتا کر مقتضیٰ نے پر عزم لہجے میں کہا۔ مقتضیٰ کے آڈرز
ملتے ہی وہ سب پھر سے اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے۔

رویہانے مروہ کی لاسٹ لوکیشن چیک کی تواس کومال کا پتا چل گیا تھا۔اس نے مال کے پارکنگ کی سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کروائی تواس کو پتا چلا کہ مروہ اذان کے پاس ہے۔جبکہ غانیہ کسی اور گاڑی میں تھی جس کی نمبر پلیٹ ہی نہیں تھی۔جن آدمیوں نے اس کو پکڑا تھا وہ بھی ماسک میں تھے۔اس لئے کسی کا چہرا بھی نہیں دیکھ سکی تھی۔وہ سی سی ٹی وی فوٹیج لے کر وہاں سے چلی گئی تھی۔اس نے اذان کی گاڑی کا نمبر بھی نوٹ کر لیا تھا۔

دوسری طرف ہوسپٹل میں ازمار نے ہوسپٹل کے باہر کی سی سی ٹی وی چیک کرنا چاہی تو پتا چلا کہ بیک سائیڈ کا کیمرہ خراب ہے۔

ہمیں دوبارہ سے وہی سی سی ٹی وی دیکھنی ہے جو ہم نے پہلے دیکھی" تھی۔۔۔"

"دوبارہ دیکھ کر کیا فائدہ۔۔۔۔۔؟؟"

ازمار کی بات سن کر غزال نے چڑ کر کہا۔وہ پہلے ہی ازمار کے ساتھ کام کرنے پر تپی ہوئی تھی۔اس کا کام کرنے کا انداز غزال کو بار بار مقتضیٰ کی یاد دلا رہا تھا۔

ہم کسی بھی چیز کو لائٹلی نہیں لے سکتے۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے ہمیں کوئی کلو" "مل جائے۔۔۔۔

اس کی بات سن کر غزال اس کو گھور کر رہ گئی تھی۔اب اس کی صحیح بات پر کیا بحث کرتی۔

"دیکھاؤ۔۔۔۔"

غزال نے وہاں پر موجود گارڈ کو کہا تو اس نے دوبارہ سے وہی ویڈیو پلے کر دی۔ازمار اور غزال بہت غور سے وہ ویڈیو دیکھ رہے تھے۔جب اذان نے رمل کو پکڑا تھا تب اس کے ساتھ کوئی آدمی تھا۔

"اس کو زوم کرو۔۔۔۔۔"

ازمار نے اذان کے ساتھ موجود آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ سر اثبات میں ہلاتا اس پر زوم کر گیا۔

"اس کو میں نے کہیں دیکھا ہے۔۔۔۔"

غزال نے فوراً ہی کہا تھا۔

"کہاں۔۔۔۔ کہاں دیکھا ہے۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے غزال سے پوچھا جو اپنے ذہن پر زور دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

"غزال کہاں دیکھا ہے تم نے اس کو۔۔۔۔۔؟؟ "

اب کی بار ازمار نے اپنی بات پر زور دیا۔

بھولو مت کے میں کچھ مہینوں سے تمہاری قید میں تھی۔۔۔۔مجھے "

"سوچنے تو دو۔۔۔۔۔۔

غزال نے غصے سے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا تو ازمار چُپ ہو گیا۔ کیا کہتا اس کو کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

ہاں یاد آیا۔۔۔۔ تمہیں یاد ہے ہماری پہلی لڑائی۔۔۔۔وہ کنسٹرکشن "
"بیلڈنگ والی۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔"

غزال نے اس کو یاد کروانے کے لئے تفصیل بھی بتائی تھی۔جو ازمار کو بہت اچھے سے یاد تھی۔

وہاں سے واپسی پر میں نے اس کو دیکھا تھا۔۔۔۔وہ بھی اس ریسٹورنٹ " میں جہاں میں تمہیں لے کر گئی تھی۔۔۔۔اپنا بیگ ڈھونڈنے کے لئے۔۔۔۔اور جس دن پورا دن میں تمہیں لے کر گھوم رہی تھی۔۔۔اس دن تم سے ملنے سے پہلے مجھے پتا چلا تھا کہ وہ اس ریسٹورنٹ کے اونر کو جانتا ہے۔۔۔۔میں نے ان دونوں کو بات کرتے دیکھا تھا "۔۔۔۔۔

غزال نے اس کو تفصیل بتائی تو وہ سر اثبات میں ہلاتا اس کو لے کر وہاں سے باہر چلا گیا تھا۔اب ان کا رخ اس ریسٹورنٹ کی طرف تھا۔ازمار کو حیرت

ہو رہی تھی کہ غزال کو ان کی ہر ملاقات یاد ہے۔ مگر اس نے غزال کو کچھ کہا نہیں۔ وہ اس کو لے کر ریسٹورنٹ آیا تھا۔ غزال نے اس کی مینجر کو سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھانے کا کہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ غزال کو اس کی خود پر جمی نظریں بہت عجیب لگ رہی تھیں۔ نا جانے کیا تھا اس کی نظروں میں کہ وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی ازمار تک آئی تھی۔

"وہ نہیں مان رہی۔۔۔۔۔۔"

اس کی شکل دیکھ کر ہی ازمار کو اندازہ ہو گیا تھا۔

"کبھی کسی لڑکی سے فلرٹ کیا ہے۔۔۔۔۔؟؟"

غزال نے اس کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا۔ ازمار نے نا سمجھی سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"پھر تو لعنت ہے اس شکل پر جو کسی لڑکی کو نہیں پٹا سکے۔۔۔۔"

غزال نے غصے سے کہا۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو گھور کر پوچھا۔

"آج کل کی لڑکیاں اتنی شریف نہیں ہیں۔۔۔۔۔اور تم بھی اپنی عام سی ڈریس میں ہو ایسی شکل کو کسی نے پولیس والا تو سمجھنا نہیں ہے۔۔۔۔"

غزال نے تنک کر وضاحت دی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں پولیس آفیسر نہیں لگتا۔۔۔۔؟؟"

ازمار بھی سب کچھ بھولے لڑنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ غزال کی اس بات پر ازمار کے سر پر لگی اور تلوں پر بجھی تھی۔

"تم نہیں لگتے۔۔۔۔۔اگر فلرٹ کر سکتے ہو تو اس لڑکی کو پٹاؤ۔۔۔۔۔تاکہ ہم سی سی ٹی وی دیکھ سکیں۔۔۔۔"

اس کی پہلی بات پر ہی ازمار کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔ جبکہ دوسری بات پر اس کو اپنی شرافت کا جواب دینا ضروری سمجھا۔

"میں نے کبھی کسی لڑکی سے فلرٹ نہیں کیا۔۔۔۔"

"تم نے نہیں کیا یا لڑکیوں نے لفٹ نہیں کرائی۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار کی بات پر غزال نے اس کو گھور کر کہتے ازمار کا پارہ مزید ہائی کیا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی کسی کو فلرٹ کرنے کا مشورہ دیتے۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو شرم دلانی چاہی تھی۔

تمہاری بیوی تمہیں اجازت دے رہی ہے۔۔۔۔۔جاؤ اس لڑکی کو پٹاؤ"

"اور سی سی ٹی وی فوٹیج نکلواؤ۔۔۔۔

غزال نے بے دھیانی میں پہلی بار خود کو اس کی بیوی کہا تھا۔ جس کا اس کو احساس بھی نہیں تھا۔ازمار اس کے منہ سے تمہاری بیوی سن کر بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔ سارا غصہ تو جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

"اچھا کوشش کرتا ہوں۔۔۔۔۔"

اس نے ایسے کہا تھا جیسے ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے کی بات کر رہا ہو۔ وہ چل کر اس مینیجر کے پاس آیا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اس سے ٹکراتے ٹکراتے رکا تھا۔

" How beautiful you are....."

ازمار نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔اس کا یہ انداز دیکھ کر غزال کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھی۔

ہاؤ چیپ۔۔۔۔۔کہتا ہے میں نے کبھی بھی لڑکی سے فلرٹ نہیں"

"کیا۔۔۔۔

غزال غصے سے بڑبڑائی تھی۔جبکہ نظریں ازمار پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"یہ سب مجھ پر نہیں چلے گا۔۔۔۔"

اس مینیجر نے بھی ٹکا سا جواب دیا تھا۔جس کو سن کر ازمار کی مسکراہٹ لمحے بھر کو سمٹی تھی۔مگر اگلے ہی لمحے اس نے مینیجر کے چہرے کو نرمی سے چھوا تھا۔اندر ہی اندر ڈر بھی لگ رہا تھا کہ یہیں پر دو کرارے سے تھپڑ ہی نا پر جائیں۔

"کیا آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے کہ آپ کتنی خوبصورت ہیں۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے جانثار ہونے والے انداز میں کہا۔

"میری گرل فرینڈ نے۔۔۔"

اس نے کہتے ہی ازمار کے بائیں طرف سے نکلنا چاہا۔

"ہاں۔۔۔۔"

حیرت اور صدمے کی وجہ سے ازمار کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا تھا۔

فاریور کائینڈ انفارمیشن۔۔۔۔۔میں لڑکوں میں نہیں لڑکیوں میں انٹرسٹڈ"

"ہوں۔۔۔۔

اس کی بات سن کر ازمار کا منہ ہی کھول گیا تھا۔ جبکہ غزال کی ہنسی نکل گئی تھی۔ مگر اس نے فوراً ہی اپنے چہرے کے تاثرات چھپا لئے۔ اس سے پہلے کہ وہ ازمار سے زیادہ دور جاتی غزال فوراً سے اس کے راستے میں آئی تھی۔

"ہائے۔۔۔۔۔بیوٹی فل۔۔۔۔"

غزال کا انداز اچھا خاصہ لوفرانا تھا۔ ازمار تو صدمے سے بے ہوش ہونے کو تھا۔ غزال کے اور نا جانے کتنے روپ تھے جن سے وہ اب تک انجان تھا۔

"ہائے۔۔۔۔"

سامنے مجسمہ حسن وہ دیکھ کر فدا ہو گئی تھی۔

"Actually.....I want to say....."

غزال تذبذب کا شکار ہو رہی تھی۔

"آیئے ایک سائیڈ پر آ کر بات کرتے ہیں۔۔۔۔"

ازمار کا سر گھومنے لگا تھا۔ غزال کی وجہ سے نہیں بلکہ مینیجر کی وجہ سے ازمار کو لگا اب وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ وہ غزال کو لے کر ایک طرف آ گئی تھی۔ وہ دونوں ایک پلر کے ساتھ کھڑی تھی۔ غزال نے ایک ہاتھ اس کے چہرے پر اور دوسرا ہاتھ اس کی گردن پر رکھا۔ مینیجر تو خوشی سے نہال ہی ہو گئی تھی۔

"مجھے آپ سے پہلی نظر والا پیار ہو گیا ہے۔۔۔۔۔"

غزال نے اپنا چہرے اس کے چہرے کے تھوڑا قریب کیا۔ اندر سے دل کر رہا تھا اس کے اوپر الٹی کر دے۔ ازمار کو اس کے چہرا سے ہی اندازا کو گیا تھا کہ اگر وہ تھوڑی دیر ایسے ہی رہی تو کچھ الٹا سیدھا کر دے گی۔

"مجھے بھی۔۔۔۔۔"

اس نے غزال کی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہوئے اپنا چہرا اس کے چہرے کے مزید قریب کیا۔اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے غزال کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے تھے۔

"کیا ہوا اتنا نروس کیوں ہو۔۔۔۔۔؟؟"

مینیجر نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"پہلی بار ہے نا۔۔۔۔۔۔نام کیا ہے تمہارا۔۔۔۔"

غزال نے بمشکل مسکرا کر کہتے بات بدلی تھی۔

"رائینا۔۔۔۔۔اور تمہارا۔۔۔۔۔؟؟"

اس نے اپنا نام بتاتے ہوئے اس کا نام بھی پوچھا۔

"غزل۔۔۔۔۔۔"

غزال کو اس کا ہاتھ بے باکی سے اپنی گردن پر رینگتا محسوس ہوا تو اس کو لگا وہ ابھی مر جائے گی۔

غزل۔۔۔۔کتنا خوبصورت نام ہے۔۔۔۔۔بلکل تمہاری"

"طرح۔۔۔۔

اس کا ہاتھ اپنی گردن سے نیچے جاتے دیکھ کر غزال نے بمشکل مسکرا کر اس کا ہاتھ روکا۔اس نے غزال کے قریب ہوتے اس کے لبوں پر جھکنا چاہا تھا مگر ازماران دونوں کے درمیان چابی لے آیا۔

"مجھے جانا ہے۔۔۔۔۔گاڑی اس طرف ہے۔۔۔۔"

ازمار نے مسکرا کر مینیجر کو وضاحت دی۔

"وہ کیا ہے نا کہ میری ایک کزن لاپتہ ہے۔۔۔۔۔مجھے پتا چلا کے وہ جس سے ملنے گئی تھی وہ یہاں آتا جاتا رہتا ہے۔۔۔۔۔بس مجھے اس کے بارے

"میں تھوڑی انفارمیشن چاہیے۔۔۔۔۔

غزال فوراً ہی مدے پر آئی تھی۔اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہی غزال نے اس کے مطلب کی بات بھی کی۔

"اور سی سی ٹی وی روم میں۔۔۔۔۔ہم اس کو یوز بھی کر لیں گے۔۔۔۔"

اس کی بات پر وہ مسکراتی ہوئی غزال کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ازمار بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔اس نے ان کو سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھائی تو جس کے بارے میں غزال نے کہا مینیجر نے اس کو دیکھ کر فوراً جواب دیا تھا۔

"یہ تو اذان شاہ کا بندہ ہے۔۔۔۔۔یہاں آنے جانے والی لڑکیوں کی انفارمیشن نکلوا کر نا جانے کیا کرتا ہے۔۔۔۔پر یہ بندہ اکثر بوس کے ساتھ ان کے پرائیویٹ روم میں جاتا ہے اور صبح ہی واپس آتا ہے۔۔۔۔۔اور جب یہ دونوں ایک ساتھ ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ایک لڑکی لازمی ہوتی ہے۔۔۔۔۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ یہ اذان شاہ کا بندہ ہے۔۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے اس کو مشکوک نظروں سے گھورا تھا۔

"کیونکہ یہ کتنی ہی بار جب بھی یہاں آتا ہے کھانا پیک کرواتا ہے اور جس کارڈ سے پے کرتا ہے وہ اذان شاہ کے نام پر ہے۔۔۔"

اس نے تفصیل بتائی تو ازمار سر اثبات میں ہلا کر ویڈیو کی طرف متوجہ ہو گیا۔ غزال کی آواز سن کر ازمار کا دھیان اس کی طرف گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟ چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔"

ازمار نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رائینا غزال کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی اپنا کام ہو گیا تو۔۔۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ۔۔۔"

رائینا نے غصے سے کہا تو ازمار نے آگے بڑھ کر غزال کا ہاتھ تھاما۔ اور ایک دم سے باہر کی طرف بھاگ گیا۔ باہر آ کر غزال کا الٹیاں کر کر کے برا حال ہو رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر ازمار نے پانی لا کر اس کو دیا اور اس کی پیٹھ سہلانے لگا۔

جب پتا تھا نہیں کر سکتی تو کیا ضرورت تھی یہ حرکت کرنے"

"کی۔۔۔۔۔؟؟

ازمار نے غصے سے کہا تو غزال نے بھی اس کو گھورا۔

"ہاں تو اور کیا کرتی۔۔۔۔۔؟؟"

غزال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس مینیجر کا سارا غصہ ازمار پر ہی نکال دے۔

"ہاں تو کوئی اور راستہ بھی نکال سکتے تھے ہم۔۔۔۔"

ازمار نے بھی غصے سے کہا اور زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ ان کی گاڑی جہاں کھڑی تھی وہاں کسی کا آنا جانا نہیں تھا۔ اس لئے ازمار نے اس کو دوبارہ سے پانی پلایا تھا۔

"یخنخ۔۔۔۔۔آج کل کی لڑکیاں۔۔۔۔۔۔"

وہ سب سوچ سوچ کر ہی غزال کو الٹیاں ہو رہیں تھی۔ ایک بار پھر سے اس کا دل خراب ہوا تھا۔ جس کو دیکھ کر ازمار نے اس کے ہاتھ میں موجود پانی کی بوتل پکڑ کر اس نے منہ کے ساتھ لگائی تھی۔

"اونو۔۔۔۔۔"

ازمار کی نظر پیچھے جاتے ہی اس کے منہ سے نکلا تھا۔ غزال نے بھی مڑ کر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔اس مینیجر کو دیکھ کر غزال کی آنکھیں باہر آ گئیں تھیں۔ جس کے ہاتھ میں گن تھی۔ازمار نے اس کو پکڑ کر نیچے بیٹھایا تھا۔

ارے یار کہاں چلی گئی۔۔۔۔۔اس کو لگتا ہے یہ مجھ سے بچ جائے"
"گی۔۔۔۔۔؟؟؟

رائینا کہتے ہوئے ایک طرف گئی تھی۔

"ابھے۔۔۔۔۔ تیری تو۔۔۔۔۔"

غزال نے غصے سے کہتے اٹھنا چاہا تھا مگر ازمار نے اس کو روک دیا۔

اس کے ہاتھ میں گن ہے۔۔۔۔۔اور اس وقت ہم دونوں کے پاس ہی"
"گن نہیں ہے۔۔۔۔۔

ازمار کی بات سن کر غزال نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

کیاضرورت تھی تمہیں غزال ابراہیم خان۔۔۔۔؟؟؟اس مصیبت"

"میں ٹانگ اڑانے کی۔۔۔

غزال نے اپنے آپ کو اچھی خاصی لعنت ملامت کی تھی۔

"اٹس اوکے۔۔۔۔ تمہیں کیاپتا تھا کہ وہ ایسی نکلے گی۔۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو تسلی دی تھی۔ کسی گاڑی کے جانے کی آواز سن کر ازمار نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

"چلو یہاں سے۔۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو اٹھنے کا کہا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ ازمار نے اس کو گاڑی میں بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی انہوں نے وہاں سے گاڑی گاڑی نکالی تو ایک گاڑی تیز رفتار سے ان کی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔

"اونو۔۔۔۔یہ تو اسی مینیجر کی گاڑی ہے۔۔۔۔۔"

ازمار نے پریشانی سے کہتے اپنی گاڑی کی سپیڈ بڑھائی تھی۔

"یہ کیا نئی مصیبت میرے گلے پڑ گئی ہے۔۔۔؟؟"

غزال رو دینے کو تھی۔

"تم ایزد کو فون کر کے بتا دو ہمیں دیر ہو جائے گی۔۔۔۔"

ازمار نے کہا تو غزال نے اس کو گھورا۔

میں نہیں بتا رہی اس کو عادی نے ہنس ہنس کر خود تو پاگل ہونا"

"ہے۔۔۔۔مجھے بھی بار بار تنگ کرے گا۔۔۔۔۔

غزال نے غصے سے منہ بسور کر انکار کیا۔ان کی گاڑی جیسے ہی ویران راستے پر آئی تو رائینا نے اپنی گن نکال کر ان کی گاڑی کے ٹائر کا نشانا بنا لیا۔ گاڑی کے ٹائر پر گولی لگتے ہی گاڑی چرچراہٹ کے ساتھ اپنا بیلنس برقرار نا رکھتے ہوئے سڑک کے کنارے پر لگے درخت سے ٹکرائی تھی۔ان دونوں کا سر اس گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ساتھ ٹکرایا تھا۔دونوں کے ہی سر بری طرح زخمی ہو گئے تھے۔ غزال نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنے چکراتے سر کو

سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔اس کی نظر ازمار پر پڑی اس کے سر پر چوٹ زیادہ بری طرح لگی تھی۔

"ازمار۔۔۔۔"

غزال نے اس کو اٹھاتے ہوئے اس کو پکارا تھا۔

"ازمار اٹھو۔۔۔۔۔وہ آرہی ہے۔۔۔۔ازمار۔۔۔۔۔آنکھیں کھول۔۔"

غزال مسلسل اس کا چہرا تھپتھپاتے ہوئے اس کو اٹھاتے ایک نظر اپنی طرف آتی اس مینیجر کو بھی دیکھ رہی تھی۔ازمار کے سر پر چوٹ زیادہ گہری لگی تھی۔اس نے پانی کی بوتل چیک کی جس میں ابھی تھوڑا سا پانی تھا۔اس نے ازمار نے منہ پر پانی پھیکنا تو وہ ہوش میں آیا۔غزال نے جلدی سے اس کو پانی پلایا۔اتنے میں رائینا بھی ان کی گاڑی کے قریب پہنچ گئی تھی۔اگر رائینا کے پاس گن نا ہوتی تو غزال چند سکینڈ میں ہی اس کو ڈھیر کر دیتی۔

ازمار کا ذہن مکمل طور پر بیدار ہوا تو وہ ان کی گاڑی کے دروازے کے پاس تھی۔ازمار نے غزال کو اشارہ کیا اور دونوں نے ایک ساتھ دروازہ کھولا۔

رائینا کی ناک پر دروازہ لگا تھا۔وہ نیچے گری غزال اور ازمار جیسے ہی گاڑی کے بیک سائیڈ پر آئے وہاں کچھ اور آدمیوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھ تھا۔رائینا نے ریسٹورنٹ سے نکلتے ہی ان کو فون کر کے بلا لیا تھا۔وہ پانچ لوگ تھے ان کی طرف بڑھتے ایک آدمی نے غزال کی طرف گن کا رخ کرتے ہی گولی چلا دی۔اس سے پہلے کے گولی غزال کو لگتی ازمار نے اس کو خود میں چھپا لیا تھا۔گولی ازمار کے کندھے پر لگی تھی۔درد کی وجہ سے چند لمحے تو وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا۔اتنے میں رائینا بھی خود کو سنبھال چلی تھی۔اس کے پہلے کے وہ دونوں طرف سے حملہ کرتے ازمار نے غزال کا ہاتھ پکڑا اور اس کو لے گر جنگل کی طرف بڑھ گیا۔وہ سب بھی ان کے پیچھے ہی گئے تھے۔

یہ لڑکی معمولی سی مینیجر ہے اس کے پاس غنڈے کہاں سے آ"

"گئے۔۔۔۔۔؟؟؟

اس وقت اپنا تفتیشی دماغ لڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔جان بچاؤ"
"ابھی۔۔۔۔۔۔

ازمار کی بات سن کر غزال کا پارہ ساتویں آسمان پر چڑھا تھا۔وہ لوگ الگ الگ طراف میں پھیل گئے تھے۔

نو۔۔۔۔نو۔۔۔۔اللہ پلیز بارش نا ہو۔۔۔۔۔یہ کوئی فلم یا کوئی انڈین"
"ڈیلی سوپ نہیں چل رہا۔۔۔۔۔

آسمان میں بادل گرجتے دیکھ کر غزال نے دعا کی تھی۔مگر ہر دعا اسی وقت قبول ہو جائے تو اس دنیا میں کبھی کسی کے دل میں کوئی حسرت ہی باقی نا رہے۔اسی وقت آسمان سے تیز دھار بارش برسی تھی۔لمحے بھر کو وہ نوں ہی رک گئے تھے۔ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔اس حالت میں بھی ان دونوں ہنسی چھوٹ گئی تھی۔دونوں ہی پہلی بار ایک دوسرے کے سامنے ایسے کھول کے ہنسے تھے۔ازمار اپنا ہنسنا بھول کر اس کو دیکھنے لگا۔غزال نے خود پر اس کی نظریں محسوس کیں تو اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

اس نے غصے سے ازمار سے اپنا ہاتھ چھوڑا لیا۔ جو بہت دیر سے اس کے ہاتھ میں تھا۔ ان لوگوں کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی اس لئے وہ لوگ آہستہ آہستہ چلنے لگے تھے۔ بارش اتنی تیز تھی کہ وہ دونوں تھوڑی ہی دیر میں مکمل بھیگ چلے تھے۔ ازمار کا سر ایک بار پھر سے چکرانے لگا تھا۔ کندھے سے بھی کافی فون بہہ چکا تھا۔

یہی کہیں ہوں گے۔۔۔۔۔ کہاں جا سکتے ہیں؟؟ ڈھونڈو ان دونوں"

"کو۔۔۔۔۔

رائینا کی آواز پر ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ ازمار نے اس کا ہاتھ تھاما اور ایک طرف دوڑ لگا دی۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ اور وہ لوگ اب بھی انکے ہی پیچھے تھے۔ بھاگتے بھاگتے وہ لوگ ایک چشمے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ رائینا اور اس کے آدمی بھی وہاں تک آ گئے تھے۔

"تجھے تو اب میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔۔۔۔"

رائینا نے کہتے ہوئے گن کا رخ غزال کی طرف کیا۔ ازمار نے پیچھے دیکھا۔ اس چشمے کے پاس ایک گھر بھی تھا۔ رائینا نے جیسے ہی گولی چلائی۔ ازمار نے غزال کا ہاتھ پکڑ کر خود کو پیچھے کی طرف گرالیا۔ چشمے میں گرتے ہی دونوں کا ہاتھ چھوٹ گیا تھا۔ ان لوگوں نے آگے بڑھ کر غزال اور ازمار کو دیکھنا چاہا تھا مگر وہ نظر نہیں آئے۔ رائینا نے اپنی گن کی باقی ساری گولیاں پانی میں ہی چلادیں تھی۔ اس صاف شفاف پانی کو سرخ ہوتی دیکھ کر وہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ ازمار پانی سے باہر آیا تو غزال اس کو کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ اس نے واپس پانی میں جا کر اس کو ڈھونڈا جو کچھ دیر بعد اس کو مل گئی تھی۔ ازمار نے آگے بڑھ کر اس کو پکڑا اور باہر لے آیا۔ غزال بے ہوش ہو چکی تھی۔ ازمار اس کو اپنے ساتھ باہر لے کر آیا اور غزال کو لے کر گھر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کو لے کر اندر چلا گیا۔ وہ مبہوت سا اس گھر کو دیکھتا اندر کی طرف ازمار

جارہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے بیل بجائی تو ایک ملازم نے دروازہ کھولا۔ جو مقتضیٰ کی غیر موجودگی میں اس گھر کا دھیان رکھتا تھا۔

"غزال بی بی۔۔۔"

اس آدمی نے منہ سے غزال کا نام سن کر ہی ازمار نے حیرت سے اس کو دیکھا۔

"آپ اس کو جانتے ہیں۔۔۔۔؟"

ازمار نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ اندر آئیں۔۔۔۔"

اس نے ازمار کو اندر آنے کا کہا تو وہ کچھ جھجھکتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ گھر کے اندر آتے ہی لاؤنج کی دیواروں پر لگی تصاویر دیکھ کر اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ گھر کس کا ہے۔ اس نے غزال کو صوفے پر لیٹاتے ہوئے۔ ملازم کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کے لئے کہا۔ جو اس نے فوراً لا کر دے دیا۔

ڈاکٹر یہاں آس پاس نہیں ہے۔۔۔۔اور نا ہی کسی کو فون کر سکتے "

"ہیں۔۔۔۔۔میں کسی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔۔۔۔

ملازم کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔اس کے جاتے ہی ازمار نے غزال کو ہوش میں لانا چاہا تھا۔ مگر اس کو ہوش نہیں آیا۔ازمار نے پانی اس کے منہ پر پھینکا مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔

"غزال۔۔۔۔غزال اٹھو آنکھیں کھولو۔۔۔۔غزال۔۔۔۔"

اس کو نا اُٹھتے دیکھ کر وہ اچھا خاصہ پریشان ہو گیا تھا۔

"غزال اٹھو پلیز۔۔۔۔۔"

اب کی بار ازمار رو دینے کو تھا۔وہ مسلسل اس کے ہاتھ پاؤں سہلاتا اس کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ازمار نے اب تک اپنے کندھے اور بازو سے گولیاں نہیں نکالی تھیں۔اس کا اپنا سر بھی چکرانے لگا تھا۔اس کو ہوش میں نا آتے دیکھ کر ازمار نے اس کا چہرا دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

"ایم سوری غزال پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔پلیز اُٹھ جاؤ۔۔۔۔۔"

ازمار نے بے بسی سے روتے ہوئے کہا۔اس کو پھر بھی نا اُٹھے دیکھ کر ازمار اچانک سے اس کے لبوں پر جھکا تھا۔ غزال کے وجود میں کوئی جنبش نا ہوتے دیکھ کر ازمار کے لمس میں شدت آئی تھی۔ غزال کی بند آنکھوں میں جنبش ہوئی تھی۔اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ سامنے ازمار کو دیکھ کر غزال کی آنکھوں کے سامنے آج کا سارا دن گھوم گیا تھا۔

"ازمار۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کے چہرے کو چھو کر جیسے اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔اس نے اٹھنے کو کوشش کی تو ازمار نے اس کی مدد کر کے اس کو بیٹھایا۔

"تمہیں گولی لگی تھی۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کے کندھے کی طرف دیکھ کر کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"فرسٹ ایڈ باکس دو۔۔۔۔"

غزال نے اپنے آپ کو کنٹرول کر کے کہا تو ازمار نے فرسٹ ایڈ باکس اس کو پکڑا کر اپنی شرٹ اتار دی۔ غزال نے کچن سے لائٹر اور چھری لا کر لائٹر سے چھری کو گرم کیا۔

"تھوڑا درد ہو گا۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کو کہتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ازمار نے بس سر اثبات میں ہلایا۔ اس کو بری طرح چکر آ رہے تھے۔ اس کو لگ رہا تھا وہ ابھی بے ہوش ہو جائے گا۔ غزال نے گرم چھری اس کے زخم پر رکھی تو ازمار نے اپنی چیخ روکنے کے لئے غزال کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ غزال نے اس کو ایک نظر دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ اس کے کندھے سے گولی نکال کر غزال نے فرسٹ ایڈ باکس میں موجود دوائیاں چیک کیں اور ان میں سے ایک دوائی نکال کر ازمار کے زخم پر لگا کر اس کے کندھے پر پٹی کر دی۔ ازمار کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ غزال نے اس کا بازو دیکھا تو

حیرت سے اس کے چہرے پر نظر پڑی۔ ازمار کو اب اپنے ہوا اس میں رہنا مشکل لگ رہا تھا۔

"یہ گولی کب لگی۔۔۔۔؟؟؟"

"پپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔پانی۔۔۔۔۔مم۔۔میں۔۔۔۔ "

اس نے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ تک رک کر دو لفظ ادا کئے تھے۔ غزال کو کچھ یاد نہیں آیا تھا اس لئے سر اثبات میں ہلا کر اس کے بازو سے بھی گولی نکالی۔ اتنے میں ازمار بے ہوش ہو چکا تھا۔ غزال نے اس کو ہوش دلایا تھا۔

"اٹھو روم میں چل کر سو جاؤ۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کو کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ ازمار نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں اور غزال کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ غزال اس کو نیچے والے پورشن کے ایک کمرے میں لے کر چلی گئی تھی۔

"ابھی سونامت میں حدی بھائی کے کپڑے لے کر آتی ہوں۔۔۔۔"

غزال ازمار کو آنکھیں کھولے رہنے کا کہہ کر کمرے سے باہر گئی اور مقتضیٰ کے کمرے سے ایک اس کا اور ایک دل نور کا سوٹ نکال کر لے آئی۔ جب تک وہ واپس آئی تھی تک تب ازمار پھر سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

"ازمار اٹھو۔۔۔۔ کپڑے چینج کر لو۔۔۔۔"

غزال نے اس کے منہ پر پانی کی چھینٹیں پھینکتے ہوئے اس کو ہوش دلانے کی کوشش کی۔ ازمار نے بمشکل ہی اپنی آنکھیں کھولیں تھی۔

"اٹھو۔۔۔۔"

غزال نے اس کا چہرا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ مگر ازمار کے لئے اس سے زیادہ آنکھیں کھولنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے دوبارہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

غزال نے گہرا سانس لے کر اس کو اوپر کر کے شرٹ پہنانے کی کوشش مگر ازمار بے جان سا اس کے بازو پر گر گیا۔

"ازمار۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کا سر پکڑ کر اپنے کندھے پر رکھا۔

"غزال۔۔۔۔۔"

ازمار نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔ غزال کا چہرا اتنے قریب سے دیکھ کر ازمار کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ غزال جو اس کو ٹھیک سے بیٹھانے کی کوشش کر رہی تھی اپنے کندھے پر نمی محسوس کر کے غزال نے بے اختیار ہی اس کو دیکھا تھا۔

میرا۔۔۔دل۔۔۔۔ کرتا۔۔۔۔ہے۔۔۔۔تم۔۔۔۔سے۔۔۔معافی"

۔۔مانگ لوں۔۔۔۔۔۔پر میں چاہتا ہوں تم مجھے کبھی معاف نا

"کرو۔۔۔۔

ازمار نے روتے ہوئے کہا تھا۔ غزال جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اس نے بے اختیار ہی ازمار کے چہرے پر ہاتھ رکھا تھا۔ ازمار کے آنسوؤں میں روانی آئی تھی۔

"مجھے کبھی معاف مت کرنا۔۔۔۔"

اس نے روتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا تھا۔

"میں تمہیں سزا دوں گی ازمار۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھنسا کر اس کا چہرا زرا سا پیچھے کیا تھا۔ازمار ہلکا سا مسکرایا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں تھیں جب غزال اس کے لبوں پر جھکی تھی۔

"I love you Azmaar....."

اس نے ازمار کی آنکھیں صاف کر کے کہا۔

"تب سے جب تم نے پہلی بار تم نے میری جان بچائی تھی حالانکہ تم مجھے بلکل بھی پسند نہیں کرتے تھے۔۔۔"

غزال نے سچ میں ازمار کو سزا سنادی تھی۔

"تمہاری سزا ہے تم کبھی مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔۔ساری زندگی اس رشتے میں قید رہو گے۔۔۔۔اور اس قید سے کوئی بھی تمہیں رہائی نہیں دے سکتا۔۔۔"

اس کی سزا پر ازمار مسکرایا تھا۔ غزال نے اس کا بازو اپنے کندھے پر رکھا تھا۔

"I love you to....."

ازمار نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے چھو کر کہا تھا۔

.... تمہاری ہر سزا منظور"

ازمار کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کی آنکھیں پھر سے بند ہونے لگی تھیں۔اس کا ہاتھ ڈھیلا سا اس کی گردن تک آیا تھا۔غزال کا کالر اس کے ہاتھ میں آیا۔ازمار کے ہاتھ سے غزال کی شرٹ کے بٹن ٹوٹ گئے تھے۔

کچھ ٹوٹنے کی آواز پر ازمار نے زبردستی اپنی آنکھیں کھولیں تھیں۔اس کو دیکھ کر ازمار نے غزال کے چہرے کی طرف دیکھ تھا۔جو خود لمحے بھر کو سکتے میں چلی گئی تھی۔اسی وقت غزال نے بھی ازمار کو دیکھا تھا۔

"سس۔۔۔سوری۔۔۔۔"

ازمار نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا تو غزال بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔

اگر تم مجھے شرم سے فوت ہو جانے والی بیوی سمجھ رہے ہو تو ایسا کچھ بھی"
"نہیں ہے۔۔۔۔۔

غزال کی بات سن کر ازمار کی آنکھیں پوری کی پوری کھول گئیں تھیں۔

غزال نے اس کی پینٹ کی طرف ہاتھ بڑھا کر بیلڈ نکالا تھا۔

شرم سے دوہری ہو کے رومینس کا بیڑا غرق کرنے والی لڑکیاں پسند بھی"
"کس کو ہیں۔۔۔۔؟؟؟

ازمار نے ہنس کر پیچھے ہوتے غزال کو بھی خود پر گرایا تھا۔ غزال مسکرا کر اس کے لبوں پر جھکی تھی۔ ازمار نے اس کی شرٹ کے باقی بٹن بھی کھول دیے اور اس کی شرٹ اتار کر وہیں پھینک دی۔ غزال پیچھے ہٹی تو ازمار نے اس کو کمر سے پکڑ کر بیڈ پر گرایا۔ اس کے ماتھے پر لب رکھ کر ازمار نے اس کی آنکھوں کو باری باری چوم لیا۔ غزال نے اسی دوران اس کے گال چھو لئے تھے۔ ازمار نے اس کے گال پر لب رکھے تو غزال کے اس کی کان کی لو کو چوم لیا۔ ازمار اس لے لبوں پر جھکا تو غزال نے اس کے گلے میں بازو ڈال

دیے۔ایک ہاتھ اس کے بالوں میں پھنسایا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اس کے لبوں کو آزاد کرتا اس کی گردن پر جھکا تھا۔

"ابھی تم سے آنکھیں نہیں کھول رہیں تھیں۔۔۔۔۔"

غزال نے شرارت سے کہا تھا وہ اس کی بیوٹی بورن کو چھوتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"بھولو مت پولیس میں ہوں۔۔۔۔۔"

ازمار نے پورے ہوش وحواس میں کہا تو غزال نے غصے سے اس کے بال مٹھی میں لے کر اس کا چہرا اپنے سامنے کیا تھا۔

"مطلب یہ سب ڈرامہ تھا۔۔۔۔۔؟؟"

اس نے کروٹ بدل کر غصے سے پوچھا۔تو ازمار مسکرایا۔

نہیں۔۔۔۔۔جب تم نے آئی لو یو بولا تو سارا نشہ ساری نیند اڑ"

"گئی۔۔۔۔

ازمار نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ غزال غصے سے اس کے لبوں پر جھکی اور زور سے اس کے ہونٹ پر کاٹ لیا تھا۔اس کے غصہ کرنے کے انداز پر ازمار کی رگ وپے میں سکون اترا تھا۔ غزال کو اپنے منہ میں خون کا ذائقہ گھولتا محسوس ہو تو وہ پیچھے ہوئی۔

"دوبارہ یہ ڈرامہ کیا تو پورا جسم زخمی کر دوں گی۔۔۔۔"

غزال نے اس کو غصے سے کہا تھا۔اس کی بات سن کر ازمار کی ہنسی نکل گئی تھی۔

"اگر اتنی رومینٹک سزا دو گی تو کون کم بخت سدھرے گا۔۔۔۔"

ازمار نے اس کی کمر سے پکڑ کر اس کو مزید اپنے قریب کیا تھا۔اپنے پاؤں سے بلینکٹ کھینچ کر ازمار نے کروٹ بدلتے اس کو چھپا لیا تھا۔

"تمہیں شرم آرہی ہے۔۔۔۔۔"

غزال نے شرارت سے کہتے اپنا نیچلا لب دبایا تھا۔اس کا اشارہ سمجھ کر ازمار نے مسکرا کر اس کی تھوڑی کو چھو لیا۔

"تمہاری جینز مجھے۔۔۔۔۔۔"

"تمہیں لگ رہا ہے میں شرمندہ ہو جاؤں گی۔۔۔۔؟؟"

ازمار کی بات پوری ہونے سے پہلے غزال نے سوال کیا تھا۔

"کوشش تو کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔"

ازمار نے آنکھ دبا کر کہا۔

"سوری تم فیل ہو گئے ہو۔۔۔۔"

اس نے ازمار کے گلے میں بازو ڈال کر بے باکی سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔۔"

ازمار مسکرا کر کہتے اس پر جھکا تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ازمار کی شدتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جس میں غزال بھی اس کا پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔ ازمار نے اس کے ہاتھ میں اپنی انگلیاں پھنساتے شدت سے اس کی گردن پر لب رکھے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ اس کے پورے وجود پر قابض

ہوتا چلا گیا۔ان کو وقت کا بلکل بھی احساس نہیں تھا۔ان دونوں کو ہوش تو تب آیا جب باہر سے ملازم کی آواز آئی۔

"اونو۔۔۔۔۔"

غزال کے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے اس کے کندھے سے بال ہٹاتے غزال کے کندھے پر لب رکھ کر پوچھا۔

"دروازہ لاک نہیں ہے ازمار۔۔۔۔"

غزال نے اس کا منہ پکڑ اس کا رخ دروازے کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو تمہیں کون سا شرم آتی ہے۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے واپس اس کی گردن پر جھکتے ہوئے کہا۔

"ازمار۔۔۔۔"

غزال نے اس کو بالوں سے پکڑ کر اس کا چہرا اپنے سامنے کیا تھا۔

تم شوہر ہو میرے۔۔۔۔۔کسی اور کو میں اجازت نہیں دیتی مجھے اس"
"حالت میں دیکھے۔۔۔۔

غزال نے غصے سے کہا تو ازمار نے مسکرا کر ہولے سے اس کے لبوں کو چھو لیا۔

"میں بھی اسی حالت میں ہوں۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو جیسے یاد کروایا تھا۔

"دروازہ بند کر کے آؤ۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کو حکم دیا۔

"تم مجھے آڈر زدے رہی ہو۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو جتایا تھا۔

"اچھا تو میں جاؤں۔۔۔۔۔؟؟؟وہ بھی بغیر۔۔۔۔"

"اچھا بس۔۔۔۔۔زرا شرم نہیں آتی تمہیں۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی۔

"نہیں بلکل بھی نہیں آتی۔۔۔۔۔۔"

غزال نے بھی سر نفی میں ہلا کر اس کو جتایا۔

"کاش کوئی ریموٹ ہوتا جس کا بٹن دباتے ہی کمرے کا دروازہ بند ہو جاتا۔۔۔۔۔"

ازمار نے حسرت سے کہتے اپنے ہاتھ پیچھے کئے تھے۔اس کا ہاتھ کسی ریموٹ پر لگا اور بٹن پر وزن پڑنے کی وجہ سے کمرے کا دروازہ خود ہی بند ہو گیا۔

ازمار نے چونک کر دروازے اور پھر اس ریموٹ کو دیکھا تھا۔

"واہ۔۔۔۔ویسے مقتضیٰ کو کیا ضرورت پڑی تھی اس جنگل میں گھر بنانے کی۔۔۔۔"

ازمار نے ریموٹ ہاتھ میں پکڑ کر کہتے غزال سے سوال کیا تھا۔

"اس خاموشی میں سکون ملتا ہے بھائی کو۔۔۔۔ تمہیں پتا ہے بھائی کے کمرے سے وہ جھرنا بھی نظر آتا ہے جس میں ہم کودے تھے۔۔۔۔"

غزال نے کمرے کو دیکھ کر کہتے آخر میں جوش سے کہا۔

بھائی کے اس گھر میں آج تک ہم میں سے کوئی نہیں آیا۔۔۔۔وہ سب "
"سے پہلے نور کو یہاں لانا چاہتے تھے۔۔۔۔
"ہماری نور کو۔۔۔۔؟"
اس کی بات سن کر ازمار نے حیرت سے پوچھا تھا۔
بھائی کے سامنے نور کو 'ہماری نور' مت کہنا تمہاری جان لے لیں"
"گے۔۔۔۔
غزال نے اس کے کندھے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس کو بتانا ضروری سمجھا تھا۔
"کیوں۔۔۔۔؟؟؟"
ازمار نے الجھ کر پوچھا۔
کیونکہ وہ نور کے معاملے میں اتنے پوزیسو ہیں کہ تمہارے تو کیا اذلان"
"کے منہ سے بھی وہ اس کے لئے میری لفظ برداشت نہیں کرتے۔۔۔۔۔
غزال نے مسکرا کر اس کو بتایا تھا جبکہ ازمار کا سر ہی گھوم گیا تھا۔

"اذلان بھائی۔۔۔۔؟؟"

اس کی چہرے کی سنجیدگی دیکھ کر غزال کو اندازہ ہوا تھا کہ ازمار کو اس بارے میں بھی کچھ نہیں پتا۔

"اذلان کے بارے میں اذان نے تم سب سے جھوٹ بولا تھا۔۔۔۔وہ کسی لڑکی کے ساتھ بھاگے نہیں تھے۔۔۔۔بلکہ۔۔۔اذان نے ان کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔مگر ان کی قسمت کے وہ بچ گئے۔۔۔۔"

غزال نے سنجیدگی سے اس کو ساری تفصیل بتائی۔

"نور۔۔۔۔مقتضیٰ نور کو کیسے جانتا ہے۔۔۔۔"

ازمار کا دماغ ابھی تک الجھا ہوا تھا۔

"حدی بھائی بچپن سے اس کو پسند کرتے ہیں۔۔۔"

غزال نے اس کی چہرے کی طرف دیکھتے بتایا تھا۔

"اور اس لئے اس نے نور کے ساتھ زبردستی نکاح کیا۔۔؟؟"

ازمار نے اس سے پوچھا تو غزال نے سر اثبات میں ہلا کر اس کو نکاح کرنے کی وجہ بتائی۔

"اذان کچھ بہت بڑا کرنے والا تھا۔۔۔۔"

"آئی تھینک ہمیں چلنا چاہیے۔۔۔۔"

ازمار نے دروازے کو دیکھ کر کہا تو غزال نے بھی سر اثبات میں ہلا دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ دونوں دل نور اور مقتضیٰ کے کپڑوں میں باہر آئے تھے۔

ازمار اور غزال دونوں کو دیکھ کر ملازم حیران ہوا تھا۔

"مجھے تو لگا آپ دونوں چلے گئے ہیں۔۔۔۔"

ملازم نے کہا۔ جواباً وہ دونوں ہی خاموش رہے تھے۔ اب اس کو کیا بتاتے کہاں تھے۔ ڈاکٹر نے ایک بار ان دونوں کا چیک اپ کیا تھا۔ ڈاکٹر کو غزال کا چیک اپ کرتے دیکھ کر وہ لاؤنج میں گھوم کر سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ فرسٹ ایڈ باکس کو ایک ڈرار میں رکھتے ہوئے اس کو ایک موبائل نظر آیا تھا۔ ازمار نے موبائل ہاتھ میں پکڑ کر دیکھا تو جو دل نور کا تھا۔

"یہ تو نور لگ رہا ہے۔۔۔۔"

اس نے فون آن کیا مگر وہ بند تھا۔ازمار نے پیچھے مڑ کر ملازم کو دیکھا۔

"یہ کس کا فون ہے۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے ملازم سے پوچھا۔

"یہ حدی صاحب کی بیوی کا ہے۔۔۔۔ پیچھلی بار جب آئیں تھیں تو یہیں بھول گئیں۔۔۔۔ان کے ہوتے ہوئے میں یہاں نہیں ہوتا۔۔۔۔اس لئے اس بار جب وہ دونوں آئے تو میں ان کو بتا نہیں سکا۔۔۔۔اور دوبارہ یہیں رہ گیا۔۔۔

ملازم نے اس کو وضاحت دی تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔غزال اپنا چیک اپ کروا کر اس تک آئی تھی۔

"کھانا لگا دیں۔۔۔۔"

غزال نے ملازم کو کہا تو وہ سر ہلاتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"آؤ ہم گھر دیکھیں۔۔۔۔۔مجھے یہ گھر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔۔۔۔"

غزال اپنی ایکسائٹمینٹ میں اس کے ہاتھ میں موبائل نہیں دیکھ سکی تھی۔
وہ دونوں سارے گھر میں گھوم کر وہ گھر دیکھ رہے تھے۔سب سے آخر میں
وہ دونوں مقتضیٰ کے کمرے میں گئے تھے۔اس کے کمرے میں چاروں
طرف لگی دل نور کی تصاویر دیکھ کر ازمار کو مقتضیٰ کی دیوانگی کا اندازہ ہو گیا
تھا۔

"مجھے کمرا دیکھ کر ایسے لگ رہا ہے وہ دونوں یہاں پر رہ کر گئے ہیں۔۔۔۔"
غزال نے سارے کمرے کو ایک نظر دیکھ کر کہا۔

"ہاں وہ لوگ رہ کر گئے ہیں۔۔۔۔"

ازمار نے اس کے شک کی تصدیق کی۔غزال نے الجھ کر اس کو دیکھا تو اس
نے دل نور کا فون اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔

"نور کا ہے۔۔۔"

غزال نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر اس کو آن کرنا چاہا تھا۔

"اس کی بیٹری ڈیڈ ہے۔۔۔۔"

ازمار نے پہلے ہی اس کو بتایا تھا مگر غزال پر کہاں کسی بات کا اثر ہوتا ہے۔

"کہا تھا نا بند ہے۔۔۔۔"

" تمہیں پتا ہونا چاہیے سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔۔۔۔"

اس کی بات پر ازمار نے اس کو گھورا تھا۔

"مطلب تمہیں اب بھی مجھ پر یقین نہیں۔۔۔۔۔؟؟؟"

"ہو سکتا ہے۔۔۔۔ نا ہو۔۔۔۔۔"

غزال نے اس کو تنگ کرنے کے لئے کہا۔اس کی آنکھوں میں چمکتی شرارت دیکھ کر ازمار نے اس کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔اس کے شدت بھرے لمس پر غزال نے اس کو پیچھے کرنے کی کوشش کی تھی مگر ازمار نے اپنی شدت میں اضافہ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اس کی سانسیں بے ترتیب کر چکا تھا۔ غزال کو اپنے ہونٹ پر جلن کا احساس ہوا تو اس نے اپنی مزاحمت تیز کر دی۔ازمار پر تو جیسے کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔اپنی ہی مرضی سے پیچھے ہٹا۔

"آئندہ مجھ پر یقین نا کیا تو سزا اس سے زیادہ سخت ہو گی۔۔۔۔"

ازمار نے بھی سکون سے اس کو اسی کی بات لوٹائی تھی۔ غزال نے اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھا تو اس کی انگلی پر خون لگ گیا۔ غزال نے اس کو گھورا تھا۔ جواباً ازمار نے اس کے ہونٹ سے بہتا خون اپنے ہونٹوں صاف کیا۔ غزال نے اس کے پیچھے ہٹنے سے پہلے ہی اس کے نیچلے ہونٹ پر ہلکی سے کاٹی کر کے چھوڑا تھا۔

"اور تمہیں لگتا ہے میں تمہیں بخش دوں گی۔۔۔؟؟"

غزال نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ مسکرایا۔

"شرم نام کی کسی چیز کی امید تو تم سے نہیں رہی۔۔۔۔"

ازمار نے بھی اس کی بے باکی پر چوٹ کی تھی۔

"خون پی جاؤں گی میں تمہارا۔۔۔"

غزال کب شرمندہ ہونے والوں میں سے تھی۔

"خونی درندی۔۔۔۔ جنگلیوں والا تو پیار ہے تمہارا۔۔۔۔"

ازمار نے پھر سے چوٹ کی مگر اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ غیر سنجیدہ ہے۔

"رات ہو گئی ہے۔۔۔۔ صبح چلیں گے۔۔۔۔۔"

ازمار نے ایک نظر باہر دیکھ کر کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

"اس موبائل کو چارج کر لوں۔۔۔۔"

غزال نے موبائل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ موبائل آن ہوتے ہی میسیجز کی ٹون بجی اور پانچ منٹ تک بجتی ہی رہی۔

"ہیں اس نے پاسورڈ نہیں لگایا۔۔۔۔؟"

غزال نے حیرت سے پوچھا۔

"نظر آرہا ہے۔۔۔۔؟"

ازمار نے اس کو مصنوعی غصے سے گھور کر کہا۔

"ہر بات پر طنز کرنا ضروری ہوتا ہے۔۔۔۔"

غزال نے بھی ازمار کو غصے سے گھورا۔

"تم سے لڑائی کرنے کا بہت مزا آتا ہے۔۔۔۔"

ازمار کی بات سن کر غزال نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"اگر میں لڑنے لگی تو۔۔۔۔۔زخمی کر دوں گی تمہیں۔۔۔۔"

غزال کی اپنے ناخن اس کو دیکھا کر کہا۔

"مجھے پتا ہے تم بہت خطرناک ہو۔۔۔۔۔۔بے شرم عورت۔۔۔"

ازمار نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے کہا تھا۔ مگر اس کے منہ سے عورت لفظ کر غزال کا پارہ ہائی ہو گیا۔

"یہ عورت کس کو کہا ہے تم نے۔۔۔۔؟؟"

غزال نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا تھا۔ازمار نے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔

"اس وقت یہاں پر تم ہی ہو۔۔۔۔"

ازمار اب بھی شرارت کے موڈ میں تھا۔

"تمہارا خون کر دوں گی میں ازمار۔۔۔۔"

غزال نے اس کو بیڈ پر دھکا دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اور میں آرام سے مر جاؤں گا۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے بھی سکون سے کہا۔اس کا سکون غزال کو مزید تپا رہا تھا۔غزال اس کے اوپر چڑھ گئی تھی۔اس سے پہلے کے ازمار کچھ سمجھتا غزال نے جھک کر اس کی گردن پر دانت گاڑ دیے۔

"آہ۔۔۔۔"

ازمار کی گردن پر جس جگہ پر غزال نے کاٹا تھا ازمار کی چیخ نکل گئی تھی۔ازمار نے اس کو پیچھے کیا تو غزال نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر بیڈ کے ساتھ لگا دیے تھے۔غصے سے اس نے گردن ایک طرف جھٹک کر اپنے بال اپنے چہرے سے ہٹائے تھے۔جو دائیں کندھے پر گرے تھے۔

"اگر دوبارہ مجھے عورت کہا تو۔۔۔۔۔"

"پاگل لڑکی۔۔۔۔۔میری شہ رگ کٹ جاتی تو۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے کروٹ بدل غزال کو بیڈ پر گرایا اور خود اس کے اوپر ہو گیا۔

"ہاں تو کٹ جاتی۔۔۔۔"

غزال نے غصے سے کہا۔ازمار اس کے ہاتھ پکڑ کر بیڈ کے ساتھ لگا کر اس کے لبوں پر جھکتے غزال کی سانسیں چھین لیں۔ غزال نے پوری قوت سے خود کو چھوڑانے کی کوشش کی مگر ازمار نے اس کی ساری کوشش ناکام کر دی۔ غزال نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر ازمار نے اپنی مرضی سے اس کو آزاد کیا۔ غزال نے اس کو دھکا دے کر اپنے اوپر سے ہٹایا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"میں اکیلا مروں گا تو تمہاری قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔۔۔۔اس لئے میرے ساتھ مرو گی تم۔۔۔۔۔۔"

ازمار نے اس کی گھوری کا جواب دیا تو غزال منہ پھولا کر دل نور کا موبائل چیک کرنے لگی۔اس میں درعین کا میسج دیکھ کر وہ اپنا سارا غصہ بھول گئی۔

"عینا کا میسج۔۔۔۔"

غزال کو اس قدر سنجیدہ دیکھ کر ازمار بھی اپنی ساری شرارت ایک طرف رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ درعین کا میسج کھول کر چیک کیا تو اس میں ابراہیم خان کا چہرا اس کو حیران کر گیا تھا۔ جیسے ہی انہوں نے ویڈیو پلے کی جیسے جیسے وہ ویڈیو دیکھ رہے تھے حیرت سے ان کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔

"ہم یہاں نہیں رک سکتے۔۔۔۔۔ ہمیں ابھی کنگ کو یہ ویڈیو دیکھانی ہے۔۔۔۔"

غزال نے ازمار کو دیکھ کر کہا تو اس کی بھی سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ دونوں جلدی ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔

وہ دونوں سیدھا ایجنسی ہی آئے تھے۔ ان کے اندر داخل ہونے سے پہلے باقی سب بھی اندر داخل ہوئے تھے۔

"میں کب سے آپ سب کو فون کر رہی ہوں۔۔۔۔ کوئی فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔۔۔۔؟؟؟"

غزال نے اندر آتے ہی غصے سے کہا۔ مقتضیٰ جیسے ہی پیچھے مڑا غزال کو دل نور کے کپڑوں میں دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔ آنکھیں لمحے میں سرخ ہوئی تھی۔

"How dare you to wear her dress...???"

مقتضیٰ کی دھاڑ پر ان سب کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے ہی رہ گئی تھی۔ غزال اور ازمار تو ڈر ایک ایک قدم پیچھے ہو گئے تھے۔

ایک ہمیں اذان کے ایک آدمی کے بارے میں پتا چلا تھا اس کو ڈھونڈنے "
کے لئے ہم ایک ریسٹورنٹ گئے تھے۔ وہ اس ریسٹورنٹ کے اونر کے
ساتھ ملا ہوا ہے ہم نے اس کی مینیجر سے انفارمیشن نکلوائی تو اس نے
ہمارے پیچھے غنڈے لگا دیے ان سے بچتے بچتے ہمارا ایکسیڈینٹ ہو گیا پھر ہم
وہاں سے بھاگ گئے اور جنگل پہنچ گئے ازمار کو گولیاں بھی لگیں ہم ان سے

بچنے کے لئے ایک جھرنے میں کود گئے وہ جھرنا آپ کے گھر کے پاس تھا تو
"ہم وہاں چلے گئے

غزال نے بغیر سانس لیے بغیر کسی کومے اور فل سٹاپ کے ایک ہی سانس میں سب کچھ بتا دیا۔ سب رائینا والی بات وہ گول کر گئی تھی۔

"دو منٹ کے اندر اندر چینج کر وورنا ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔۔۔۔"

مقتضیٰ کا انداز ایسا تھا کہ غزال تو کیا اذمار بھی ڈر گیا تھا۔ صرف ایک ڈریس کے لئے مقتضیٰ کا غصہ دیکھ کر اس کو غزال کی بات یاد آئی تھی۔

"میں کر لیتی ہوں۔۔۔۔پہلے آپ یہ ویڈیو دیکھ لیں۔۔۔۔"

غزال نے ڈرتے ڈرتے اس کی طرف دل نور کا موبائل بڑھایا۔ اس وقت مقتضیٰ کی شکل دیکھ کر ان سب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے کیسے اپنا غصہ ضبط کیا ہوا ہے۔

ایم سوری۔۔۔۔۔پر یہ ویڈیو ابراہیم خان اور اذان کے خلاف ثبوت "ہے۔۔۔۔

مقتضیٰ کا غصہ دیکھ کر ازمار نے بھی مداخلت کی۔اندر ہی اندر اس نے کلمہ بھی پڑھ لیا تھا۔ابراہیم خان کا کام سن کر اس کے ماتھے کے بل سیدھے ہوئے تھے۔اس نے ویڈیو دیکھی۔اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔

"بچ گئے ہو۔۔۔۔"

ویڈیو دیکھ کر مقتضیٰ نے ازمار کو کہا تو اس نے شکر کا سانس خارج کرتے آپ ے ماتھے سے پسینہ صاف کیا۔

"کنگ۔۔۔۔بچے کو ڈراہی دیا ہے۔۔۔۔"

اذلان کے ازمار کی حالت دیکھ کر اس کو گھورا تھا۔

"You know about my possessiveness for Dil ....."

اس کی بات سن کر اذلان نے اس کو گھورا تھا۔

"میری بہن کو چھین کر کہتا ہے۔۔۔۔۔یونو اباؤٹ۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے اذلان کی بار پوری ہوتی مقتضیٰ کا ہاتھ گن کی طرف بڑھا تھا۔اذلان کی باقی کی بات منہ میں ہی رہ گئی تھی۔کیونکہ اس کی گن کا رخ رویہا کی طرف تھا۔

"میری۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو باور کروایا تھا۔

"ارے یار میں تو مزاق کر رہا تھا۔۔۔۔"

اذلان نے رویہا کے آگے آکر زبردستی مسکرا کر کہا۔

"اگلی بار دھیان سے یہ پریگننٹ ہے۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے گن واپس رکھ کر اس کو سپاٹ لہجے میں کہا۔اس کی دھمکی سن کر اذلان نے زور و شور سے سر اثبات میں ہلایا۔اس کی پاگل پن دیکھ کر ازمار کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

مر وہ اذان کے پاس ہے۔۔۔۔مجھے اس کی گاڑی کا نمبر بھی ملا"

"ہے۔۔۔۔۔

رویہانے بات بدلی توسب نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ آج تو مقتضیٰ نے ان میں سے کسی کی جان لے ہی لینی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کے ہاتھ سے وہ پیپر لیا جس میں گاڑی کا نمبر تھا۔

اس گاڑی کی لوکیشن چیک کرواؤ۔۔۔۔اذان ہمیں مل گیا تو ہمیں اس "
"گینگ کے باقی لوگوں تک پہنچنے میں وقت نہیں لگے گا۔۔۔

مقتضیٰ نے ان سب کو ایک نیا کام دیا تھا۔

درعین کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ مرتضیٰ اور نور اس کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ دلاور سو گیا تھا۔ مرتضیٰ کھڑکی کھولنے کے لئے وہاں گیا ہی تھا کہ نیچھمے کھڑے اذان کو دیکھ کر اس کے قدم روک گئے۔

"نور۔۔۔۔ "

"جی بھائی۔۔۔۔"

مرتضیٰ کی پکار پر دل نور اس تک گئی تھی۔

"یہ اذان ہے نا۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے اس کو یونی کے ٹائم پر دیکھا تھا اس لئے اس نے نور سے تصدیق چاہی تھی۔دل نور کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر اس تک آئی تھی۔نیچے اذان کسی سے بات کر رہا تھا۔مرتضیٰ نے دل نور کی طرف دیکھا۔اس کا چہرا دیکھ کر ہی جان گیا تھا کہ وہ اذان ہی ہے۔مرتضیٰ نے اپنا فون نکال کر مقتضیٰ کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

اذان نے اس کو ملنے کے لئے بلایا تھا۔اذان اس سے بہت اچھے سے اس سے ملا تھا۔

"ماما سائیں کیسی ہیں۔۔۔۔؟؟"

اذان کے لہجے سے ظاہر تھا کہ وہ حنا سے ملنے کے لئے کتنا بے چین ہے۔

ملازم کے چہرے کے سامنے ایک سایہ لہرایا تھا۔

"مجھے سچ سچ بتاؤ۔۔۔۔ماما سائیں ٹھیک ہیں؟؟؟"

اذان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

وہ آہان نے ان کو جان سے مار دیا۔۔۔۔اور اس سب میں آپ کے "
سارے گھر والے بھی ملے ہوئے تھے۔۔۔پھر کسی نے حویلی میں آگ لگا دی اور کوئی آدمی ان کی میت کو وہاں سے لے گیا۔۔۔۔اور ان لوگوں نے

"ان ساری لڑکیوں کو بھی آزاد کروادیا۔۔۔۔

اس نے نم آنکھوں سے اذان کو ساری تفصیل بتائی تھی۔اذان سانس تک نہیں لے سکا تھا۔اس کے دل کی دھڑکن بھی دل گئی۔وہ مرے مرے قدموں سے بیلڈنگ میں داخل ہوا تھا۔اس کو خود بھی نہیں پتا تھا کہ اپنے فلیٹ تک کیسے پہنچا ہے۔اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔وہ

ڈائنگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ مروہ جو پانی پینے اندر کچن میں جا رہی تھی۔ اذان کو دیکھ کر وہیں رکھ گئی۔

"ماما۔۔۔۔"

اذان ایک دم سے چیخا تھا۔ مروہ نے ڈر کر اس کو دیکھا۔ جس نے بے بسی سے چیختے ہوئے ڈائنگ ٹیبل پر موجود سارا سامان ہاتھ مار کر پھینک دیا۔ مروہ مزید سہم گئی۔ آج پہلی بار مروہ نے اس کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔ اذان کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ مروہ تو جیسے سکتے میں چلی گئی تھی۔ اس نے کبھی کسی مرد کو ایسے روتے نہیں دیکھا تھا۔ اذان نے پورا گھر تہس نہس کر دیا تھا۔ مروہ تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی تھی۔ تھک ہار کے اذان زمین پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ کانچ کے کئیں ٹکڑے اس کے گھٹنوں پر لگے تھے۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔ مروہ ڈرتے ڈرتے اس کے پاس گئی تھی۔

"مار دیا۔۔۔۔مار دیا۔۔۔۔میری ماما کو مروہ۔۔۔۔"

اس نے مروہ کو اپنے حصار میں لے کر روتے ہوئے کہا۔ وہ جو اندر آ رہا تھا اذان کے گھر کی حالت دیکھ کر وہیں رک گیا۔ اذان کی بات سن کر تو اس کا سر ہی گھوم گیا تھا۔

"اذان۔۔۔۔۔"

وہ فوراً بھاگ کر اس کی طرف آیا تھا۔ اس نے اذان کو پکڑا کر اپنے سامنے کیا۔ اذان کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

"شمشیر۔۔۔۔۔ آہان۔۔۔۔ آہان نے ماما سائیں کو مار دیا۔۔۔۔ بابا سائیں نے ماما سائیں کو مروا دیا۔۔۔۔۔

اذان نے شمشیر کو بتایا جبکہ مروہ کو لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گی۔

شمشیر اس کو جو بتانے آیا تھا وہ بھی بتانا بھول گیا تھا۔ اذان اس کے کندھے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس کی حالت دیکھ کر مروہ بھی رونا شروع کر چکی تھی۔ پہلی بار مروہ کو اس پر ترس آیا تھا۔ وہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ اس سے پہلے کے مروہ اور شمشیر کچھ سمجھتے مقتضیٰ اپنی پوری

ٹیم کے ساتھ اس گھر میں داخل ہوا تھا۔ان دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔انجان لوگوں کے ساتھ اذلان کو دیکھ کر مروہ فوراً اٹھ کر اس کے پاس بھاگی تھی۔اذلان نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ مقتضیٰ نے اذان کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا۔

"نہیں۔۔۔۔۔رک جاؤ پلیز۔۔۔۔ "

شمشیر نے اس کو روکنا چاہا تھا مگر اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایزد نے اس کو پکڑ لیا تھا۔

"رمل کہاں ہے۔۔۔۔؟؟"

ایزد نے اس کو اپنے سامنے کرتے ہوئے غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے پوچھا تھا۔ایزد کو دیکھ کر وہ پہچان گیا تھا۔

"وہ اذان کے پاس نہیں۔۔۔۔"

شمشیر کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایزد نے اس کے منہ پر مکا مارا تھا۔

"جھوٹ مت بول۔۔۔۔"

ایزد کی دھاڑ پر مروہ سہم کر مزید اذلان کے قریب ہوئی تھی۔ شمشیر نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر غزال کی بات پر رک گیا۔

اس کو ایجنسی لے کر چلو۔۔۔۔وہاں پر تو اچھے اچھوں کے منہ کھول"

"جاتے ہیں۔۔۔۔

غزال کا انداز اتنا سرد تھا کہ ازمار نے بھی پہلی بار اس کو اپنے کام کے معاملے میں اتنا سنجیدہ دیکھا تھا۔ وہ لوگ ان تینوں کو لے کر بیلڈنگ سے باہر نکلے تھے۔

"میں مروہ کو گھر چھوڑ کر آتا ہوں تم لوگ جاؤ۔۔۔۔"

اذلان کی بات پر ان سب نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ اذان تو پہلے ہی بے ہوش تھا۔ وہ لوگ زبردستی شمشیر کو بھی گاڑی میں بٹھا کر لے گئے تھے۔

اذان کو ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں تھا۔ دونوں ہاتھ ایک ڈنڈے سے باندھے گئے تھے۔ اس کے سامنے سب لوگ ہی تھے۔

"مروہ۔۔۔۔۔"

اس کہ منہ سے مروہ کا نام سن کر رویہا نے غصے سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔

بکواس بند کرو۔۔۔۔۔اپنی گندی زبان نے اس کا نام بھی مت"

"لینا۔۔۔۔

وہ غصے سے خلق کے بل چیخی تھی۔

"مروہ۔۔۔۔"

اس نے ایک بار پھر سے اس کا نام لیا تو رویہا نے ایک موٹا ڈنڈا پکڑ کر اس کے پیٹ پر مارا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کے منہ سے چیخ نکلنے لگی تھی۔ جس کو اس نے بمشکل روکا تھا۔

"مروہ کہاں ہے۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے منہ سے ایک بار پھر سے مروہ کا نام سن کر رویہا نے مزید تین سے چار ڈنڈے اس کو مارے تھے۔

"پلیز روہی۔۔۔۔بتادو مروہ کہاں ہے۔۔۔۔؟؟؟"

اذان نے اس سے التجا کی تھی۔

جہاں بھی ہے اپنی مرضی سے ہے۔۔۔۔۔۔تمہارے ساتھ تو بلکل بھی"

"نہیں رہنا چاہتی۔۔۔۔

رویہا نے اس کو بتاتے ایک کے بعد ایک کئی بار ڈنڈے اس کو مارے تھے۔ اپنی حالت کی وجہ سے اس کو رو کنا پڑا تھا۔

"اب میری بار۔۔۔۔"

غزال کہتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔رویہا تو رک گئی تھی مگر غزال نے اس کی دو چار ہڈیاں تو توڑ ہی دیں تھیں۔تکلیف کی شدت سے اذان کی دل دہلا دینے والی چیخیں پورے کمرے میں گونج اٹھی تھیں۔ازمار وہاں سے باہر ہی چلا گیا تھا۔

"رمل کہاں ہے۔۔۔۔؟؟؟"

ایزد نے غصے سے اس کے منہ پر مکا مارا تھا۔جو اتنی زور کا لگا تھا کہ اذان کے منہ پر نیل کا نشان پڑ گیا تھا۔ہونٹ کے کنارے سے خون نکل کر تھوڑی تک آیا تھا۔

"مم۔۔۔مجھے۔۔۔نن۔۔نہیں۔۔۔"

ایزد نے اس کی بات بھی پوری نہیں ہونے دی تھی۔

"رمل کا لاکٹ تمہارے اس دوست کے پاس تھا۔۔۔۔"

ایزد دھاڑا تھا۔اذان کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ہی ایزد اس کو اچھا خاصہ مار چکا تھا۔ایک ایک کر کے سب لوگوں سے اس کو اتنا مارا تھا کہ اذان کو ہوش ہی نہیں رہا تھا۔وہ بار بار بے ہوش ہوتا اور مقتضیٰ اس کو ہوش دلا کر اس کو مزید مارتا۔شمشیر کو بھی اس نے بہت مارا تھا مگر اس کا بھی ایک ہی جواب تھا۔

"رمل ہمارے پاس نہیں۔۔۔۔۔"

اذلان بھی مروہ کو چھوڑ کر واپس آگیا تھا۔ راستے میں مروہ نے اس کو بتادیا تھا کہ اذان نے اس سے زبردستی نکاح کیا ہے۔ اس نے آتے ساتھ ہی پانی کا ایک جگ اس پر الٹا تھا۔ اذان بلبلا کر ہوش میں آیا تھا۔ اس کو سامنے والے کا چہرا دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا۔ اذلان کو اتنے غصے میں دیکھ کر سب ہی کمرے میں آگئے تھے۔ اس نے پانی کا جگ ایک طرف پھینکا اور رویہا کو اس کو کھولنے کا اشارہ کیا۔ رویہا نے جیسے ہی اس کو کھولا تو اذان بے جان کا آگے کی طرف گرا تھا۔ مگر اذلان نے اس کو گردن سے پکڑ کر اس کا سر سامنے موجود میز کے ساتھ لگایا تھا۔

"اذلان۔۔۔۔"

اس نے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ کہا تھا۔ جبکہ سب لوگوں نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔ جس نے بند آنکھوں سے بھی پہچان لیا تھا کہ سامنے کون ہے۔ ازمار نے اس سے مل کر بھی اس کو نہیں پہچانا تھا۔ اور اذان نے اس کا لمس محسوس کر لیا تھا۔ اذلان کو خود بھی حیرت تھی۔ بچپن سے ہی

ان میں کبھی اتنی نہیں بنتی تھی کہ اذان اس کو بغیر دیکھے جان لے کہ وہ ہے۔

"بکواس مت کرنا۔۔۔۔اور جو پوچھوں گا اس کا جواب نا دیا تو انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔۔۔"

اذلان کی دھاڑ سے کمرے کے در و دیوار ہل گئے تھے۔

"کیوں کیا ہے تم نے یہ سب مروہ کے ساتھ۔۔۔۔؟؟؟"

اس کے سوال پر اذان خاموش ہی رہا تھا۔اس کی خاموشی نے اذلان کا پارہ مزید ہائی کیا تھا۔اس نے اذان کا سر پوری قوت کے ساتھ میز پر مارا تھا۔

"میں نے بار بار تمہیں روکا۔۔۔۔بار بار تمہیں کہا ایسا نا کرو یہ راستہ غلط ہے۔۔۔۔"

اس نے اذان کا چہرا اپنے سامنے کیا تو اذان نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کو چھونا چاہا تھا۔سامنے چہرا وہ نہیں تھا۔مگر اس کا لمس اس کی باتیں وہ ہی تھیں۔اذان نے جیسے ہی اس

کے چہرے کو چھوا تو اذلان نے اس کا ہاتھ سختی سے موڑ کر کمر کے ساتھ لگایا۔

میں نے ہاتھ تک جوڑے تمہارے آگے۔۔۔۔۔اپنی ماں کی تربیت نا"
" صحیح اپنے سید ہونے کا تو لہٰذ کرتے۔۔۔

تمہارے اندر تو وہی خون ہے جو میرے اندر ہے۔۔۔۔مجھے یقین نہیں آ"
رہا۔۔۔۔۔یہ تم ہو۔۔۔۔۔میں نے کیسے تمہیں نہیں پہچانا۔۔۔۔۔۔تم تو تب سے میرے ساتھ ہو جب ہمارے اندر سانسیں ہونا بھی نہیں تھیں۔

"ہم ایک قطرے کی صورت تھے۔۔۔۔۔

اذان کی بات سن کر اذلان کے ماتھے کے بل سیدھے ہوئے تھے۔اس کے کانوں میں اپنے کہے الفاظ گونجے تھے۔اذان کی بات سن کر اذلان کی گرفت اس کے ہاتھ پر ڈھیلی پڑی تھی۔

تم غلط نہیں ہو سکتے۔۔۔۔۔تمہارا اور میرا خون بھی ایک"
"ہے۔۔۔۔ہماری ماں بھی ایک ہے اور ہماری تربیت بھی ایک ہے۔۔۔۔

اذلان کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھوٹا تھا۔

"نواذی۔۔۔۔۔یہ آپ کو ایموشنل بلیک میل کر رہا ہے۔۔۔۔"

رویہا نے اذلان کو اس کی بات سننے سے روکا تھا۔

"اذی!!!!!اچھے بچے بات مانتے ہیں۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کا اذان نے اس کی طرف رخ کرتے اس کو کچھ بتانے کی کوشش کی تھی۔

"اذی!!!اس کی بات مت سنیں۔۔۔۔"

ایزد نے بھی اذلان کو ٹوکا تھا۔

"اذی!!!!بڑوں کی بات سنتیں ہیں۔۔۔۔"

اذان کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"اذی!!!!مارو اس کو۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے بھی اس کو حکم دیا تھا۔

"اذی!!!!بڑوں سے بد تمیزی نہیں کرتے میری جان۔۔۔۔"

اذان کی آنکھ سے ایک اور آنسو گرا تھا۔اذلان کی آنکھوں کے سامنے اپنے بچپن کا وہ وقت گھومنے لگا تھا جب وہ دونوں ساتھ سوتے تھے اور حنا روز سونے سے پہلے ان دونوں کو ایک بات بتاتی تھی۔

" !! اس کی باتوں میں مت آیئے۔۔۔۔اذی"

غزال نے بھی اس کو سمجھایا۔

"اذی بھائی!!!!!اس کی باتوں پر دھیان۔۔۔۔"

ازمار کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اذان بولا تھا۔

کسی کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو۔۔۔۔۔اذی!!!!جو غلط ہے وہ غلط ہے۔۔۔۔۔"

اذان کا اپنے قدموں پر کھڑا رہنا مشکل ہو رہا تھا۔اذلان تو جیسے سکتے میں تھی۔وہ اس پر ہاتھ اٹھانا تو دور اپنی جگہ سے بھی ہل نہیں پا رہا تھا۔اس کی نظر اذان پر تھی جو بے بسی سے اس کو کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔

اذی!!!! بری بات ہے۔۔۔۔۔نور بہن ہے آپ کی۔۔۔۔۔اس کا"
"خیال رکھتے ہیں۔۔۔۔۔اس کی حفاظت کرتے ہیں۔۔۔۔
اذان کی بات سن کر اذلان کی آنکھوں کے سامنے وہ وقت گھوم گیا تھا جب
اس نے نور کو اغواء کروایا تھا۔وہ ایک دم سے اس کی طرف بڑھا تھا۔اور
اس کو گردن سے پکڑ کر اس کا سر پے در پے دیوار کے ساتھ مارا تھا۔
تم نے ماما کی ہر بات سنی اور ہر بات کو نظر انداز کیا۔۔۔۔ماما نے کہا تھا نور"
کی حفاظت کرنا پھر بھی۔۔۔۔۔پھر بھی تم نے ماما کی ایک بھی بات نہیں
"مانی اپنی ہی بہن کی عزت کے دشمن بن گئے۔۔۔۔
اذلان اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتا اور مزید تیزی سے اس کا سر دیوار کے
ساتھ مارتا۔
اذی!!!! کبھی بھی ایک طرف کی بات سن کر کسی کو سزا مت"
"دینا۔۔۔۔

اذان نے اس کو پھر سے کچھ بتانا چاہا تھا۔ مگر اذلان نے اس کی ایک بھی نہیں سنی اور اس کو تب تک مارتا رہا جب تک وہ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ نہیں ہو گیا۔ جب وہ بے ہوش ہو گیا تو اس کو وہیں پر پھینک کر وہ باہر چلا گیا تھا۔ باقی سب بھی اس کے پیچھے گئے تھے۔ باہر آتے ہی اذلان کا ضبط جواب دے گیا تھا.

"اس بار اس نے ماما کا نام لے کر مجھ پر وار لیا ہے۔۔۔ "

اذلان کی بات سن کر سب کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

"کوئی اتنا کیسے گر سکتا ہے۔۔۔۔؟؟"

رویہا نے اذلان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نفرت سے کہا۔

"اس شمشیر نے اپنا منہ کھولا۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اپنی ایجنسی ایک ہی ایک بندے سے پوچھا تھا۔ جس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

ہر انسان کی ایک نا ایک کمزوری ہوتی ہے۔۔۔۔۔ ہمیں بس اس کی "
"کمزوری ڈھونڈنی ہے۔۔۔۔
مقتضیٰ نے پر سوچ آنداز میں کہا تھا۔
"دولقر۔۔۔۔ "
اذلان کے ذہن میں سب سے پہلا نام آیا تھا۔
"دولقر؟؟؟؟؟"
سب نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔
مروہ نے بتایا کہ اذان کا ایک بیٹا ہے۔۔۔۔اور وہ اس سے بہت پیار کرتا "
"ہے۔۔۔۔اس کے معاملے میں کسی پر بھی یقین نہیں کرتا۔۔۔۔
اذلان نے ان کو ساری تفصیل بتائی تو مقتضیٰ کو جیسے سب کچھ مل گیا تھا۔
"مروہ کو پتا ہے وہ کون سے سکول میں پڑھتا ہے؟؟"
"دائم اور دلاور کے سکول میں۔۔۔۔"
اذلان نے فوراً ہی جواب دیا تھا۔

سکول سے چھٹی ہونے والی ہے۔۔۔۔اس کے سکول میں فون کر کے "
"بولو کہ دولقر اذان شاہ کو ہمارے بچوں کے ساتھ بھیجیں۔۔۔۔
مقتضیٰ کی بات سن کر رویہانے اپنا فون نکال کر اس کے سکول میں پیغام
بھجوایا تو دولقر نے ان کے ساتھ آنے سے صاف انکار کر دیا۔
"اچھا خاصہ ٹرین کیا ہوا ہے اذان نے اس بچے کو۔۔۔"
رویہانے فون بند کرتے حیرت سے کہا تھا۔
"کیا ہوا۔۔۔۔؟؟"
غزال نے سب سے پہلے سوال کیا تھا۔
"وہ کہہ رہا ہے وہ کسی بھی سٹرینجر کے ساتھ نہیں جائے گا۔۔۔۔ "
"اذان تو جا نہیں سکتا اس کو لینے۔۔۔۔"
ازمار نے کہا تو ایزد نے دوسرے کمرے کی طرف دیکھا جہاں پر شمشیر کو بند
کیا ہوا تھا۔
"یہ اذان کا دوست جائے گا نا اپنے بھتیجے کو لینے۔۔۔"

"اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ بھاگے گا نہیں۔۔۔۔"

ایزد کی بات سن کر رویہانے ایزد کو ممکنات سے آگاہ کیا۔

"کیوں کہ میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔۔۔۔"

ایزد کی بات سن کر سب ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

دولقر سکول سے باہر آیا تو شمشیر کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔اس کا زخمی وجود دیکھ کر دولقر کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔وہ چل کر گاڑی کی طرف آیا۔دلاور کی نظروں نے بھی اس کا گاڑی میں بیٹھنے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔۔؟؟"

دائم نے دولقر کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔داور اور دائم،دلاور کے دونوں اطراف میں موجود تھے۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔چلو۔۔۔۔ "

دلاور نے اپنا سر جھٹک کر کہا تو وہ دونوں بھی کندھے اچکا کر چلے گئے۔

دولقر شمشیر کی گاڑی میں آکر بیٹھا تو اس نے پیچھے ایزد کو دیکھا۔وہ لمحے بھر کو ٹھٹھک گیا تھا۔

"Where is Baba ????"

دولقر نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"انہیں کے پاس جا رہے ہیں۔۔۔۔"

شمشیر نے مختصر سا جواب دیا تھا۔دولقر نے پیچھے بیٹھے ایزد کو مشکوک نظروں سے گھورا تھا۔جو بہت غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں اس کو ایجنسی لے کر آئے تھے۔ایجنسی میں آتے ہی اس نے سب کو ایک نظر دیکھا تھا۔ان میں رویہا کو دیکھ کر وہ پہچان چکا تھا۔

"میرے بابا کہاں ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

دولقر نے سرد آواز میں پوچھا تھا۔

"جہاں پر اس کو ہونا چاہیے تھا۔۔۔۔"

اذلان نے دولقر سے نرمی سے بات کی تھی۔

"اس وقت ان کو مروہ کے پاس ہونا چاہیے تھا۔۔۔۔"

دولقر نے بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ان لوگوں کو جتایا تھا۔

"آپ جانتے تھے مروہ کے بارے میں۔۔۔؟؟؟ "

اذلان نے حیرت سے پوچھا۔

میرے منہ سے ان کا ذکر سن رہے ہیں تو افکو سر میں جانتا"

"ہوں۔۔۔۔میرے بابا کی وائف ہیں وہ۔۔۔۔

دولقر کا انداز خاصہ طنز لئے ہوئے تھا۔ جبکہ وہ سب اس بچے کے منہ سے اتنی بڑی بڑی باتیں سن کر حیران تھے۔

"آپ کے بابا ایک کریمینل ہیں اور اس وقت ان کو قید میں ہونا۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دولقر نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"میرے بابا کریمینل نہیں ہیں۔۔۔۔"

دولقر نے اپنا ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ مقتضیٰ حیرت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔اور دولقر نے اس کو نظر انداز کرتے شمشیر سے پوچھا تھا۔

"انکل بابا کہاں ہیں۔۔۔۔؟؟"

اس نے آگے بڑھ کر سارے ڈرارز چیک کئے ان میں سے ایک میں سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر وہ شمشیر کی طرف بڑھا تھا۔اس نے سب کے حیرت سے کھولے منہ نظر انداز کئے اور شمشیر کو پٹی کرنے لگا۔وہ اس کو پٹی کر کے فرسٹ ایڈ باکس واپس رکھنے ایک میز کی طرف بڑھا تھا۔میز پر اذان کے کیس کی فائل پڑی ہوئی تھی۔اور اس کی کچھ تصاویر بھی تھیں۔ اس نے ایک تصور ہاتھ میں پکڑی۔اس کے چہرے سے اندازا لگانا مشکل تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

"یہ آپ کے بابا ہیں اور دیکھو یہ ایک کریمینل ہیں۔۔۔۔ان کو پکڑنا ضروری ہے۔۔۔۔"

اذلان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بہت نرمی سے دولقر کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"یہ میرے بابا نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔"

دولقر نے وہ تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے کر کے پھر سے اپنی بات پر زور دیا تھا۔اذلان کو سمجھ نہیں آئی تھی۔اس نے تصویر کو غور سے دیکھا اور بار بار دیکھا مگر وہ اذان کی ہی تصویر تھی۔

" شمشیر انکل بابا کو لے کر آئیں۔۔۔۔۔"

"He needs a doctor....."

دولقر نے وہ تصویر اذلان کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے شمشیر سے کہا تھا۔ شمشیر بھی اذان کو لے کر باہر آگیا تھا۔سب لوگ اس کی بات پر ہی الجھے ہوئے تھے۔دولقر ان سے پوچھے بغیر ہی اذان کو ایجنسی سے لے جا رہا تھا۔ جبکہ اذلان کا سارا دھیان تصویر پر تھا۔ مقتضیٰ نے اس کو روکنا چاہا تھا۔

آپ مجھے قانون نہیں سیکھائیں۔۔۔۔ مسٹر۔۔۔۔آپ نے بغیر کسی"
اریسٹ وارنٹ کے ڈپٹی کمیشنر اذان شاہ کو نا صرف گرفتار کیا بلکہ
۔۔۔۔ان کو ریمانڈ میں بھی رکھا۔۔۔۔۔ایجنسی بند ہو سکتی ہے آپ
"کی۔۔۔۔

دولقر کی بات سے زیادہ مقتضیٰ کو اذان کے لئے دولقر کا ڈپٹی کمیشنر کہنا چونکا گیا تھا۔ وہ کچھ دیر کے لئے کچھ بول ہی نہیں سکا تھا اور دولقر، شمشیر اور اذان کو لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ سب لوگ دولقر کی بات پر حیرت سے گنگ تھے۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے کچھ مس کر دیا ہے۔۔۔۔"
مقتضیٰ نے حدشہ ظاہر کیا تھا۔
"اگر ایسا ہے تو بہت بڑی غلطی ہوئی ہے ہم سے۔۔۔۔"
ایزد کا ذہن بھی الجھا الجھا سا تھا۔
"لیکن یہ تصویر اذان کی ہی ہے۔۔۔۔۔"

اذلان نے الجھ کر ان سب کی طرف مڑتے ہوئے کہا تھا۔

"اس علاقے کے ڈپٹی کمیشنر تو اس وقت مقدم ملک ہیں..... پھر اذان

"کیسے۔۔۔۔؟؟؟

ازمار نے رویہا کو دیکھ کر کہا تھا۔

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔۔ "

اس نے نا سمجھی سے سر ہلایا تھا۔

"ہمیں ایک بار سب کچھ پھر سے دیکھ لینا چاہیے۔۔۔۔"

غزال کی بات سن کر سب لوگ ہی اس کمرے میں چلے گئے تھے جس کمرے میں اذان کو رکھا گیا تھا۔ مقتضیٰ نے سارے ثبوت میز پر رکھے تھے۔ وہ سب ہر چیز کو بار بار چیک کر رہے تھے۔ خاص طور پر دولقر کہ پکڑائی ہوئی تصویر کو ان سب نے بار بار چیک کیا تھا۔ سب کا دھیان اس کے چہرے کی طرف تھا۔ بار بار دیکھنے کے بعد بھی ان کو کوئی ایسی چیز نہیں

مل رہی تھی جس سے وہ لوگ سمجھ پاتے کے انہوں نے کیا چیز مس کی ہے۔ان لوگوں نے ہزاروں بار سارے ثبوت یہ کیے تھے۔

کچھ بھی نہیں ہے یار اس میں سارے ثبوت ہی اس کے خلاف"

"ہیں۔۔۔۔

اذلان نے تنگ آکر کہا تھا۔دولقر کی دی ہوئی تصویر غزال نے ایک بار پھر سے ہاتھ میں پکڑی تھی۔

مجھے تو لگ رہا ہے یہ سب اس شمشیر کا پلین تھا اذان کو یہاں سے لے کر"

"جانے کا۔۔۔۔

رویہانے بھی غصے سے کہا تھا۔وہ تصویر دیکھ کر غزال کی آنکھیں بے یقینی سے آخری حد تک پھیلی تھیں۔

"اومائی گاڈ۔۔۔۔"

غزال کی بے یقینی سی آواز پر ان سب نے ہی اس کی طرف دیکھا تھا۔جو مکمل طور پر اس تصویر کی طرف متوجہ تھی۔

"اذان کے ہاتھ میں کتنے فنگر ٹیپس ہیں۔۔۔"

"سب کے پندرہ ہی ہوتے ہیں غزل۔۔۔۔"

غزال کی بات سن کر ایزد کو تاؤ آیا تھا۔

"اس کے سولہ ہیں۔۔۔"

غزال نے وہ تصویر ان سب کے سامنے کی تھی۔ سب نے ہی اس تصویر کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ جہاں اس کے ہاتھ پر غور کیا جائے تو اس کے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی میں تین کی بجائے چار خانے تھے۔

"یہ اذان نہیں ہے۔۔۔۔۔"

اذلان نے پتھرائی آواز میں کہا تھا۔

"اور اس لئے اذان مجھ سے وہ سب کہہ رہا تھا جو ماماروز ہمیں سونے سے پہلے ایک بات سیکھاتی تھیں۔ کیونکہ کریمینل اذان نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔۔۔"

"آریو شیور کہ یہ اذان کا ہاتھ نہیں ہے۔۔۔"

ایزد نے اذلان سے تصدیق چاہی تھی۔

"میرا سگا بھائی ہے۔۔۔۔۔مجھے پتا ہے اس کے ہاتھ میں کتنے فنگر ٹیپس ہیں۔۔۔"

اذلان نے اس کو گھورا تھا۔

اذلان کو جیسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

"لیکن ہوسپٹل کے کیمرے کی اس ویڈیو میں ہم نے اذان کو ہی دیکھا تھا۔۔۔۔"

ازمار کی آنکھوں کے سامنے وہ ویڈیو گھوم گئی تھی۔

"ان سب تصویروں اور ویڈیوز میں بھی تو اذان کا ہی چہرا ہے۔۔۔۔۔ صرف اس کی انگلی ہی ہے جو اذان اور اس کے ہمشکل میں فرق کرتی ہے۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے وہ تصویر ہاتھ میں پکڑا کر کہا۔

اذان کی کسی سے کیا دشمنی۔۔۔۔؟؟؟اور اس کا ہم شکل ہمارے گھر تک "
کیسے پہنچا؟؟؟ یہ اذان نہیں ہے تو کون ہے؟؟؟اور اس نے اذان کو ہی
کیوں ٹارگٹ کیا؟؟؟ہر چیز وہ ایسے ہی پلین کرتا ہے کہ دیکھنے والا اذان کو
ہی غلط سمجھے۔۔۔۔۔وہ اذان کو سب کی نظروں میں گرانا کیوں چاہتا
"ہے؟؟؟اور یہ سب کر کے اس کو ملے گا کیا۔۔۔؟؟؟
ایز دنے ایک ساتھ سارے سوال کر دیے تھے۔
ان سب سوالوں کے جواب ہمیں صرف ایک ہی انسان دے سکتا"
"ہے۔۔۔۔
اذلان کے کہا تھا۔
"اذان کا وہ دوست۔۔۔۔۔۔"
ان سب نے ایک ساتھ ہی کہا تھا۔
"ہمیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ وہ لوگ گئے کس ہوسپٹل میں ہیں۔۔۔۔"
مقتضیٰ نے میز پر ہاتھ مار کر غصے سے کہا تھا۔

رمل کا لاکٹ۔۔۔۔جب ہم دولقر کو لینے گئے تھے تو میں نے رمل کا"
لاکٹ اس کی جیب میں ڈال دیا تھا تاکہ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرے
"تو ہمیں آسانی سے اس کی لوکیشن مل جائے۔۔۔۔

ایزد نے ان سب کو اپنی کارستانی سے آگاہ کیا تھا۔ تو سب بے اختیار ہی
مسکرائے تھے۔ اب ان کا ارادہ شمشیر کو واپس ایجنسی لانے کا تھا۔

دولقر اور شمشیر اس کو ہوسپٹل لے کر آئے تھے۔ اس کی حالت ہی
بہت خراب تھی۔ ڈاکٹر نے تو پولیس کیس کا ہی کہہ دیا تھا۔ شمشیر خود بھی
پولیس میں تھا۔ اس لئے ان کو زیادہ مسئلہ نہیں ہوا۔ اذان بچ تو گیا تھا مگر
کومہ میں چلا گیا۔ دولقر شمشیر کے ساتھ کچھ سامان لے کر ہوسپٹل ہی
شفٹ ہو گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس کا کوئی خاص ری ایکشن نہیں تھا۔

ان سب کو جیسے ہی پتا چلا انہوں نے شمشیر کو بولا لیا۔ وہ واپس ایجنسی آیا تھا۔

"کیوں بلایا ہے مجھے۔۔۔۔؟؟؟"

شمشیر نے سپاٹ لہجے میں پوچھا تھا۔ مقتضیٰ نے اپنے جمع کئے ہوئے سارے ثبوت اس کے سامنے رکھے تھے۔

"یہ سب دیکھا کر مجھے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟؟؟"

شمشیر نے ایک نظر ان سب ثبوتوں کو دیکھ کر پوچھا۔

"یہ سارے ثبوت اذان کے خلاف ہیں۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے وہ تصویر اس کے سامنے کی تھی۔

"صرف یہ ایک تصویر ہے جس سے پتا چل رہا ہے کہ ان سب کے پیچھے کوئی اور ہے۔۔۔۔ مگر وہ بھی اس ایک ایک انگلی سے۔۔۔۔ یہ کون ہے کیوں کر رہا ہے یہ سب۔۔۔۔؟؟ اگر تم اس بارے میں کچھ بھی جانتے ہو تو بتاؤ ہمیں۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو کہا تو اس نے غصے سے مقتضیٰ کو دیکھا۔

"جب میں بار بار بکواس کر رہا تھا ہم نے کچھ نہیں کیا۔۔۔تب تو تم لوگوں نے میری ایک بھی نہیں سنی تھی۔۔۔تم تو اتنے بڑے آفیسر ہو تم نے بھی ایک کلو کو مس کر دیا۔۔۔چاہے چھوٹا سا ہے۔۔۔۔تم اس کو بھی نا نہیں کر سکتے تھے۔۔۔اگر تمہیں اس کے بے قصور ہونے پر شک بھی ہوتا تو تم اس خلاف نہیں بلکہ اس کو بے قصور ثابت کرنے کے لئے ثبوت ڈھونڈتے۔۔۔۔"

شمشیر نے اس کو اچھی خاصی سنائی تھیں۔

"تمہاری ساری باتیں ٹھیک ہیں۔۔۔پہلے مجھے اذان کے بارے میں بتاؤ۔۔۔"

اذلان نے بے چینی سے پوچھا تھا۔

"کومہ میں چلا گیا ہے۔۔۔"

اس کی بات سن کر کتنی ہی دیر کوئی کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔

"اس کے بارے میں بتاؤ۔۔۔۔"

ایزد نے وہ تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے کر کے کہا۔

"یہ آہان شاہ ہے۔۔۔۔۔"

"آہان شاہ۔۔۔۔۔؟؟؟؟"

اس کی بات سن کر اذلان کا سر ہی گھوم گیا تھا۔اس نے 'شاہ' پر زور دے کر پوچھا تھا۔

جازم شاہ نے اپنی شادی سے پہلے اپنے ہی گھر کی ایک ملازمہ کے ساتھ " زیادتی کی تھی۔وہ اس کو بھی بیچ دیتا اگر اس کو یہ بات نا متا چلتی کہ جازم کی کی اولاد اس کی کوکھ میں ہے۔جازم نے اس کو اپنی رکھیل بنا کر اپنے ہی ایک فارم ہاؤس میں رکھا ہوا تھا۔اس کا بیٹا ہے تمہارا ناجائز بھائی ہے آہان شاہ۔۔۔اس کی شکل بلکل اذان جیسی ہے۔جازم شاہ نے اپنے سمگلنگ کے کام میں اذان کو بھی شامل کرنے کے لئے بچپن سے ہی اس کو اپنے ساتھ رکھا تھا۔مگر جیسے ہی حنا آنٹی نے اس کو غلط راستے میں جاتے دیکھا تو

اس کو روکنے کے لئے روز ہی تمہیں اور اس کو سونے سے پہلے ایک بات بتاتی تھیں۔ اذان وہ سب کرنے لگا تھا جو حنا آنٹی کہتی تھی۔ اس کو اپنے رستے پر نا چلتے دیکھ کر جازم نے اس کو روکا تھا۔ مگر اذان نہیں مانا تو جازم شاہ نے حنا کو زہر دے دیا۔۔۔ گھر میں کہا گیا کہ ان کو فوڈ پوائزنگ ہوئی وقت اذان اور اذلان میٹرک میں تھے وہ بچپن سے ہی اس کے ہے۔ اس ساتھ تھا تو میری اور اس کی بہت اچھی دوستی تھی۔ جازم نے دل نور کے حوالے سے بھی اذان کو دھمکیاں دیں تھیں۔ جس دن میٹرک کا رزلٹ آیا تھا اس دن اذان جازم کی دھمکیوں سے تنگ آکر گھر سے بھاگ گیا تھا۔ بابا کی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہو گئی تھی۔ ہم وہاں چفٹ ہو رہے تھے تو اذان بھی ہمارے ساتھ ہی آگیا۔ اور جازم نے اذان کے ایکسیڈینٹ کا بہانا کر کے آہان کو اذان بنا کر سب گر والوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اذان نے اپنے گھر کے ایک ملازم کی مدد کی تھی۔ بظاہر تو وہ جازم کا وفادار تھا مگر وہ اذان کو گھر کی ہر بات بتاتا تھا۔ جب بھی اذان کا سب گھر والوں نے ملنے کا

دل کرتا اور آہان کہیں باہر جاتا اذان آپ سب سے ملنے آجاتا۔ آہان ہر غلط کام اذان کے نام پر کرتا ہے کیونکہ جازم سے اس کو اذان بنا کر ہی اپنے ساتھ رکھا تھا۔ اور جازم کو بھی نہیں پتا تھا کہ اذان کہاں ہے۔ آہان نے اذان کو اس طرح کاپی کیا ہوا تھا کہ اگر اذان بھی جازم کے سامنے آجاتا تو اس کو یہ ہی لگتا کہ وہ آہان ہے۔ جازم نہیں جانتا تھا کہ اذان کہاں پر ہے۔ وہ بھاگ کر کہا اور کس کے پاس گیا ہے۔ جب اذلان کو پتا چلا کہ اذان سمگلنگ جیسے کاموں میں شریک ہے تو اس نے اپنا بھائی ہونے کے فرض ادا کرتے اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ اذان ہوتا تو روکتا۔۔۔۔ وہ آہان کو اذان سمجھ کر اس کو روک رہا تھا۔ اسی دوران ایک بار اذان گھر بھی " گیا تھا۔

شمشیر کی بات سن کر اذلان کو اذان کے کہے الفاظ یاد آئے تھے۔ جو باتیں اس نے اذان سے کہیں تھیں۔ مار کھاتے ہوئے بھی اذان نے وہی الفاظ

دہرائے تھے۔ وہ اس کو پہچان گیا تھا۔ اس کے لمس کے ہی اذان جان گیا تھا کہ وہ اذلان ہے۔

آہان نے ہر گناہ اذان کے نام پر کیا تھا اس لئے اذلان نے جب اس کے " خلاف ثبوت ڈھونڈے تو وہ اذان کے ہی خلاف تھے۔ آہان کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے پہلے رویہا بھی کو اذلان کے خلاف کیا اذلان پھر بھی نہیں رکا تو اس نے نور کو اغواء کروالیا۔ اس وقت آہان ہی اذان بن کر ان کے گھر رہ رہا تھا اس لئے پولیس بھی آہان کو ہی اذان سمجھ کر لے جاتی۔ اس نے اذلان کو بلیک میل کر کے اپنے خلاف سارے ثبوت لے کر اس کو جان سے مار دیا اور گھر میں کہہ دیا کہ وہ کسی لڑکی کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ جب دائم پیدا ہوا تو جازم چاہتا تھا کہ اذان نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اذلان ہے نہیں رویہا اس پر دھیان نہیں دیتی تو اس کو بھی اپنے کام میں شامل کر لیا جائے۔ اذان کو جب یہ بات پتا چلی تو اسکے گھر آ کر چھوٹی چھوٹی بات پر اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا۔ جب بھی وہ اس کے سامنے آتا تو دائم کو بلاوجہ

ڈانٹ دیتا۔تاکہ وہ جازم سے دور رہے اور ایسا ہی ہوا۔دائم ہر وقت کمرے میں رہنے لگا تھا۔نور کے ساتھ ساتھ رہتا۔اور نور اس کو کسی غلط سائیڈ پر جانے ہی نہیں دیتی۔نور کو اغواء کروانے کے بعد بھی نور کے سامنے بھی اس نے اذان کا نام ہی بلوایا تھا۔اذان نے میرے ساتھ ہی پولیس فورس جوائن تھی۔ہمارا ایک اور دوست تھا تیمور۔۔۔وہ ایک مشن کے لئے ملک سے باہر گیا تھا۔اور وہیں سے کسی لڑکی کو پسند کر کے اس سے شادی کر لی۔ تیمور اس کو لے کر پاکستان آ گیا تھا۔ان کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام بھی اذان نے ہی دولقر رکھا تھا۔کیونکہ دولقر کا مطلب بھی تیمور ہے۔یعنی جنگجو ۔۔۔۔اذان نے تیمور کو آہان کے بارے میں بتا کر کہا کہ وہ پرسنلی اس کیس کو لے اور آہان کو سزا دلوائے۔ تیمور بھی مان گیا۔اس کی وائف زیادہ دیر پاکستان نہیں رہ سکی تھی اس لئے دولقر کو چھوڑ کر تیمور سے ڈائیورز لے کر واپس چلی گئی۔ تیمور بھی آہان کے کیس میں مصروف ہو گیا۔جس دن اس نے آہان کے خلاف سارے ثبوت جمع کر لئے تو پتا نہیں کیسے پر آہان کو پتا

چل گیا کہ اے سی پی تیمور اس کے خلاف ثبوت جمع کر چکا ہے اور آہان نے اس کے گھر جا کر اس کی بھی جان لے لی۔ دولقر کو اس نے چھپا دیا تھا۔ اس کی زمہ داری وہ اذان کو دے گیا تھا۔ یہ بات دولقر نہیں جانتا کہ اذان اس کا سگا باپ نہیں ہے مگر وہ اذان اور اس کی فیملی کے ساتھ ہوئے ہر واقعے سے باخبر ہے۔ اذان اس سے کچھ نہیں چھپاتا۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ سب کچھ آہان ہی کر رہا ہے۔ مگر وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔ اگر کوئی ثبوت چھوٹ بھی جائے تو وہ اذان کے خلاف ہوتا ہے اور سب کی نظروں میں اذان ہی قصوروار ٹھہرتا ہے۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے لوگوں میں سے جازم کے علاوہ کسی کو بھی نہیں پتا تھا کہ ان کہ گھر پر اذان نہیں چلا تو انہوں نے اپنے آہان ہے۔۔۔۔ جب رویہا بھی کو اس بات کا پتا ہی گھر والوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اذان اب بھی کبھی کبھی حنا آنٹی نور اور باقی سب سے ملنے آتا رہتا تھا۔ رویہا بھی کو جازم اور اس کے بھائیوں کے خلاف جتنے بھی ثبوت ملے تھے وہ سب اذان نے ہی ان تک

پہنچائے تھے۔اذان گھر بہت کم جاتا تھا اس لئے یہ سارے ثبوت ان تک پہنچانے میں بہت وقت لگ گیا۔ جازم شاہ نے اپنی ایک ڈیل کے لئے اپنے گھر کی لڑکیوں میں سے کسی ایک کا سودا شیخ کے ساتھ کرنا تھا۔ رویہابھا بھی اذلان کے نکاح میں تھیں۔ رمل کا سودا کرنا چاہا تھا اذان نے گھر میں یہ بات پھیلادی کہ وہ رمل کو پسند کرتا ہے۔ پسند تو آہان بھی کرتا ہے مگر اس کو اپنی ہوس زیادہ عزیز ہے۔ان لوگوں نے نور کو بیچنا چاہا تھا اذان کو پتا چلا تو اس کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ نور کو کس طرح بچائے۔اسی دوران ابراہیم خان نے تو اس نے نور کو ونی مرتضیٰ کو مارنے کا کام آہان کو دے دیا۔اذان کو پتا چلا کروانے کے لئے مرتضیٰ پر گولی چلادی۔اس نے ایک ہی گولی چلائی تھی۔ باقی کی گولیاں پیچھے سے چلیں تھیں۔ مگر اس کے بدلے ی۔ جو اذان چاہتا تھا وہی ہوا۔ مقتضیٰ نے نور کو ونی کروالیا۔اذان کراچی اپنے ایک مشن کے لئے آیا تھا۔ تم لوگوں کے اس کو ایجنسی لانے سے پہلے اس کو پتا چلا تھا کہ آہان نے حنا آنٹی کی جان لے لی ہے۔۔۔ کیونکہ ان کو جازم اور آہان کا سچ

پتا چل گیا تھا۔اور وہ یہ سب ازمار کو بتانے والی تھیں۔ مگر اس سے پہلے ہی جازم نے ان کو مروا دیا۔اور کچھ لوگوں نے اس گھر میں قید لڑکیوں کو آزاد کروا دیا تھا۔اور وہ لوگ تم سب تھے۔ تم سب نے بغیر کچھ بھی سوچے اس "کا یہ حال کر دیا۔۔۔۔

شمشیر نے ان سب کو ساری روداد سنائی تھی۔ جبکہ یہ سب سن کر وہ جہاں شرمندہ تھے وہیں پر ان کو اذان کے بے قصور ہونے کی ہوشی بھی تھی۔

مروہ۔۔۔اس نے مروہ کے ساتھ زبردستی نکاح کیوں کیا"

"ہے۔۔۔؟؟

غزال نے اس سے سوال پوچھا تھا۔

پسند کرتا ہے وہ مروہ کو۔۔۔۔۔ پیچھلے آٹھ سال سے۔۔۔۔جب دولقر" پیدا ہوا تھا تو اذان اس کو دیکھنے کے لئے ہوسپٹل گیا تھا وہیں پر اس نے مروہ کو پہلی بار دیکھا تھا۔اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا مروہ سے نکاح کرنے کا پر اس کو آہان نے اغواء کروانے کی کوشش کی تھی۔۔۔اور آہان ایک بار جس

لڑکی کے پیچھے پڑ جائے مرنے کے بعد بھی اس کا پیچھا نہیں
چھوتا۔۔۔۔اس نے مروہ کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کے لئے اس
" کے ساتھ شادی کی تھی۔
"چودہ سال چھوٹی ہے اس سے مروہ۔۔۔۔۔"
ایزد نے اس کی عمر پر زور دیا تھا۔
اس لئے اتنے سال تک اس نے مروہ سے محبت کرنے کے باوجود اس"
"سے شادی کرنے کا نہیں سوچا تھا۔۔۔۔
شمشیر نے اپنی بات پر زور دیا تو وہ خاموش ہو گیا۔اب وہ اس کو کیا کہتا رمل
اتنے سالوں تک اس گھر میں محفوظ بھی اسی کی وجہ سے تھی۔
"رمل کا لاکٹ تمہارے پاس کیا کر رہا تھا۔۔۔۔"
مقتضیٰ نے ایک نیا سوال کیا تھا۔
جازم نے مرنے سے پہلے شیخ کو اس کی تصویر بھیج دی تھی۔اور وہ لاکٹ"
مجھے اس کے ایک اڈے سے ملا تھا۔جب میں اپنی ٹیم کے ساتھ وہاں پہنچا

تھاتب تک وہ لوگ وہاں سے نکل چکے تھے۔ میں اذان کو اسی لاکٹ کے
" بارے میں بتانے گیا تھا۔۔۔۔
" تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ لاکٹ رمل کا ہی ہے۔۔۔؟؟"
اذلان، رویہا اور ازمار تو کچھ بھی پوچھنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اسئے
سوال جواب غزال، ایزد اور مقتضیٰ ہی پوچھ رہے تھے۔
اپنی بہنوں کی حفاظت کے لئے اذان نے اپنے کچھ بندے ان کے پیچھے "
لگائے ہوئے تھے۔ میں نے اذان کے گھر پر رمل کی تصویروں میں اس کے
" گلے میں وہ لاکٹ دیکھا تھا۔۔۔
" مجھے اذان سے ملنا ہے۔۔۔۔"
اذلان بہت دیر کے بعد کچھ بولنے کے قابل ہوا تھا۔ رویہا اور ازمار کا دماغ تو
ابھی تک ماؤف تھا۔ انہوں نے ابھی تک کچھ نہیں بولا تھا۔

وہ گھر واپس آیا تھا۔ مقتضیٰ نے اذلان کو بھی گھر بھیج دیا تھا کہ وہ ایک بار مروہ کو سچ بتادے۔اس لئے وہ بھی اپنے گھر ہی چلا گیا تھا۔ مقتضیٰ فلیٹ میں آیا تو اس کے ذہن میں صرف اور صرف اذان ہی سوار تھا۔ وہ اس کیس کو ہر اینگل سے سوچ رہا تھا۔پہلے اس کا مقصد اذان کو پھانسی دینا تھا اور اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آہان کا سچ سب کے سامنے کیسے لے کر آئے۔اذان کو کیسے بے قصور ثابت کرے۔

"کیا ہوا ہے حدی اتنا پریشان کیوں ہو۔۔۔۔؟؟"

مرتضیٰ نے اس کو کھانے کی پلیٹ میں چمچ چلاتے دیکھ کر پوچھا تھا۔

مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔یا اس کو گناہ کہنا زیادہ بہتر "ہے۔۔۔۔

مقتضیٰ نے سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھ کر جواب دیا تھا۔سب لوگ کھانا چھوڑ کر مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔وہ آج ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا۔

"حدی پوری بات بتاؤ۔۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا تو مقتضیٰ نے الف سے یہ تک ساری بات ان لوگوں کو بتادی۔دل نور تو جیسے سکتے میں چلی گئی سکی تھی۔جبکہ درعین اور مرتضیٰ کتنی ہی دیر کچھ بول نہیں سکے تھے۔

"آہان کو سزا دے کر اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرو مقتضیٰ۔۔۔۔تمہارا مقصد صرف مجرموں کو سزا دینا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے اس کو مشورہ دیا تھا۔

"میں وہی کرنے لگا ہوں۔۔۔۔اب صرف رمل اور غانیہ کو ڈھونڈنا نہیں بلکہ میرا مقصد اس آہان کو اس کے انجام تک پہنچانا بھی ہے۔۔۔۔"

"مجھے اذان بھائی سے ملنا ہے۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات سن کر دل نور نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔

"ابھی نہیں مل سکتے۔۔۔۔۔میں بھی اس سے نہیں ملا۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو منع کیا تو دل نور نے اس کو غصے سے دیکھا تھا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ہی چلی گئی تھی۔ مقتضیٰ ایک گہرا سانس لے کر اس کے پیچھے گیا تھا۔ بھوک تو اس کو بھی نہیں تھی۔ درعین نے اس کو روکنا چاہا تھا۔ مگر مرتضیٰ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس کو آنکھوں ہی آنکھوں سے اشارہ کیا تو وہ بھی کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

وہ کمرے میں آیا تو اس کی توقع کے مطابق دل نور رونے کا شغل فرما رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آیا تو دل نور اٹھ کر بالکنی کی طرف چلی گئی۔ اس کے ناراض ہونے پر وہ مسکرایا تھا۔ بلاشبہ وہ اذلان کے ایکسیڈینٹ کے بعد وہ پہلا انسان تھا جس کو وہ اپنی ناراضگی دیکھتی تھی۔ جس سے اپنی منواتی تھی۔ سوائے اس کو چھوڑنے کے مقتضیٰ اس کی ہر بات مان سکتا تھا۔

"بات تو سنو۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو پیچھے سے اپنے حصار میں لے کر محبت سے چور لہجے میں کہا تھا۔

"سمجھتے کیا ہیں آپ خود کو۔۔۔۔۔؟؟؟"

اس نے غصے سے خود کو چھوڑا کر کہا تو مقتضیٰ نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا۔اور اس کو بولنے دیا۔دل نور جب بھی غصے میں ہوتی تو وہ یہ ہی کرتا تھا۔پہلے اس کو بولنے دیتا تھا۔اور خود خاموشی سے سنتا تھا۔اگر کوئی ایک انسان غصے میں ہو اور دوسرا خاموش ہو جائے اور اس کا غصہ کم ہونے پر سمجھائے تو ہی وہ بات سمجھ سکتا ہے۔غصے میں انسا کو کچھ سمجھ نہیں آتا چاہے جتنا بھی سمجھا لیا جائے۔اگر ایک غصے میں ہو اور دوسرا بھی اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کیے بغیر ہی اپنی سناتا جائے تو رشتوں میں بدگمانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ایک غصے میں ہے تو دوسرے کو عقل سے کام لینا چاہیے۔ مقتضیٰ بھی ایسا ہی کرتا تھا۔وہ بھی پہلے دل نور کی سناتا اور جب بول بول کر اس کا

غصہ کم ہو جاتا تو وہ آرام سے اس کو پر بات سمجھاتا تھا۔اس ایک ہفتے میں مقتضیٰ نے یہ ہی کیا تھا۔جواب کر رہا تھا۔

"آپ نا مجھ سے محبت نہیں کرتے۔۔۔۔آپ کو بس ایک روبوٹ چاہیے جو صرف آپ کے اشاروں پر چلے۔۔۔۔جب تک میں آپ کی بات مانوں اور آپ کے اشاروں پر چلے تب تک مجھے آسمان پر بیٹھا کر رکھتے ہیں۔جیسے ہی میں آپ کی کسی بات کو ماننے سے انکار کرو آپ مجھ میری اوقات میں لے آتے ہیں۔۔۔"

مقتضیٰ جو آرام سے اس کی بات سن رہا تھا اس آخری الفاظ پر اس نے بے یقینی سے دل نور کو دیکھا تھا۔

"آپ کو ایک محبت نہیں بلکہ ایک روبوٹ چاہیے جو بس آپ کی ہر بات مانے آپ کے اشاروں پر چلتا رہے۔۔۔۔جس کے اندر کوئی فلینگز ہی نا ہوں۔۔۔بس آپ نے اپنی ہی چلانی ہے۔۔۔۔۔دوسرے کی تو سننی

نہیں ہوتی آپ نے۔۔۔یو نو واٹ ضد میں آپ سے کوئی نہیں جیت
"سکتا۔۔۔۔۔

"ہو گیا۔۔۔۔؟؟"

دل نور جو مسلسل بولے جا رہی تھی۔اس کے چپ ہونے پر مقتضیٰ نے اتنے ہی سکون سے پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔"

اس نے غصے سے منہ پھولا کر کہا تھا۔اس کا غصہ اب بھی ویسا ہی تھا۔

"اور کچھ۔۔۔۔؟؟؟"

مقتضیٰ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے کہا تھا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔۔"

دل نور نے اپنی بحث کا اختتام کیا۔اس ایک جملے پر ان کی ساری بحث ختم ہو جاتی تھی۔اب بھی دل نور کا غصے یہ ایک جملہ ادا کر کے ہی ختم ہوا تھا۔اب

بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ مقتضیٰ نے دل نور کو کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔

"اذان ابھی ہوسپٹل میں ہے۔۔۔۔میں بھی نہیں ملا اس سے۔۔۔۔"

اس نے دل نور کا چہرا اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس کو بتایا۔ مقتضیٰ نے اس کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں دل تمہیں اذان اور اذلان دونوں سے ہی ملوانے لے کر جاؤں گا۔۔۔۔پر ابھی یہ وقت ٹھیک نہیں ہے نا میری جان میں کون سا کہہ رہا ہو کہ تم ان سے کبھی نہیں ملو گی۔اذان کی حالت ٹھیک نہیں ہے اور اذلان کو بھی ابھی پتا چلا ہے کہ اذان بے قصور ہے۔ہماری وجہ سے وہ کومہ میں چلا گیا ہے۔تم خود سوچو کیا اذلان کسی سے ملنے کی کنڈیشن میں ہے۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے اس کو پیار سے سمجھایا تو اس کی ناراضگی کم ہوئی۔

"پھر بھی۔۔۔۔"

دل نور دو لفظ ادا کر کے رو کی تھی۔ پھر ساتھ ہی اپنا پسندیدہ جملہ بولا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔ "

اس کی بات سن کر وہ بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔

"میں ناراض ہوں تم سے۔۔۔۔"

اس کے مانتے ہی مقتضیٰ نے خفگی سے کہا۔

"میں کچھ زیادہ ہی بول گئی؟؟؟؟"

دل نور نے پوچھا تو مقتضیٰ کے بچوں کی طرح منہ بناتے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔

"ناراض ہی رہیں میں تو نہیں منا رہی۔۔۔۔"

وہ بھی اس کو ہری جھنڈی دیکھا گئی۔ جبکہ مقتضیٰ کا منہ ہی کھول گیا۔ دل نور مغرور ہوتی جا رہی تھی۔

"کچھ زیادہ ہی مغرور نہیں ہو گئی تم؟؟؟؟"

وہ جو جانے لگی تھی مقتضیٰ نے اس کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر کہا۔

"تو کیا نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔؟؟ "

دل نور اس کی محبت پر اترائی تھی۔اس کی آنکھوں میں اپنا غرور دیکھا کر مقتضیٰ کی ساری ناراضگی لمحے میں ختم ہو گئی تھی۔

"جس کی محبت پر اتنا اترا رہی ہو۔۔۔۔اس کو ناراض کر دو گی۔۔۔۔؟؟"

اس نے دل نور کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کرتے پوچھا تھا۔

"وہ جنگل کنگ مجھ سے ناراض ہو ہی نہیں سکتے۔۔۔"

اس نے مقتضیٰ کے گلے میں بازو ڈال کر یقین سے کہا تو اس نے مسکرا کر دل نور کے ماتھے پر لب رکھ دیے۔دل نور نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

"I love you queen of jungle king...."

مقتضیٰ نے اس کے ماتھے کے ساتھ ماتھا ٹکا کر کہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا محبت کیا ہوتی ہے کنگ۔۔۔۔پر جو سکون آپ کے پاس ملتا ہے وہ دنیا میں کسی کے پاس نہیں ملتا۔۔۔"

دل نور نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ مقتضیٰ کے لئے یہ بھی بہت بڑی بات تھی کہ دل نور نے اس کو اپنا سکون کہا تھا۔

"میرا عشق ہم دونوں کے لئے کافی ہے دل۔۔۔۔۔میرے لئے یہی بہت بڑی بات ہے کہ میں تمہارے سکون کی وجہ ہوں۔۔۔۔

وہ اس کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑا تھا۔اس کو بیڈ پر لٹا کر وہ دل نور کے لبوں پر جھکا تھا۔اس نے دل نور کا دوپٹہ اس کے وجود سے الگ کیا اور اس کی گردن پر جھک گیا۔اس کی قربت میں دل نور کا دل ہمیشہ کی طرح زور سے دھڑکا تھا۔ گزرتے لمحوں کے ساتھ ساتھ مقتضیٰ کی شدتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اذلان اور رویہا جب سے گھر واپس آئے تھے۔اپنے کمرے میں ہی بند تھے۔اذلان کا رو رو کر برا حال تھا۔جہاں اذان کو غلط سمجھنے کا دکھ اس کو

تکلیف دے رہا تھا۔ وہی اس کی حالت کا زمہ دار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ جو اس کی تکلیف میں اضافہ کر رہا تھا۔ میرب اور بہروز نے بہت دیر تک ان کا انتظار کیا تھا۔ مگر وہ دونوں باہر نہیں آئے تھے۔ مروہ بھی ان سے بات کرنا چاہتی تھی مگر اذلان اور رویہا دروازہ ہی نہیں کھول رہے تھے۔ اس لئے وہ خود ہی ان کے کمرے میں چلی گئی۔ کافی دیر کے بعد اذلان نے دروازہ کھولا تھا۔ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ہی مروہ بے چین ہو گئی تھی۔ مروہ کو دیکھ کر اذلان کے کانوں میں شمشیر کے الفاظ گونجے تھے۔

"پلیز مروہ پہلی بار تم سے کچھ مانگ رہا ہوں انکار مت کرنا۔۔۔"

اذلان نے اس کے ہاتھ پکڑ کر اس سے التجا کی تھی۔

"بھائی!!!! آپ حکم کریں۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مروہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔

"میرے اذان کو مت چھوڑنا۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر مروہ پر جیسے ساتوں آسمان ٹوٹے تھے۔اس نے بے یقینی سے اذلان کو دیکھا تھا۔

اس کے پاس تمہارے علاوہ کوئی خوشی نہیں۔۔۔۔۔اس کے پاس"

"تمہارے اور دولقر کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔

اذلان کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"میرے اذان کو۔۔۔۔"

مروہ نے بے یقینی سے کہا تھا۔اس کی بات سن کر اذلان کتنی ہی کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔

"میں تمہارا نہیں اذان کا سگا بھائی ہوں۔۔۔۔"

اذلان نے سر جھکا کر کہا تھا۔مروہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔

ایک ایکسیڈنٹ میں تمہارے بھائی کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔اس وقت تم بہت" چھوٹی تھی۔۔۔۔۔مجھے کسی نے مارے کی کوشش کی تھی۔اس وقت میرا چہرا تو خراب ہو گیا تھا۔ مگر مجھے اپنے بارے میں کچھ یاد بھی نہیں تھا۔مجھے

تمہارے بھائی کا۔ چہرا دے کر موم ڈیڈ نے مجھے اپنا بیٹا بنالیا۔۔۔۔ تم اپنے دلاور بھائی سے بہت پیار کرتی تھی یہ صدمہ برداشت نا کر سکتی اس لئے "موم ڈیڈ نے تمہیں بھی کچھ نہیں بتایا۔

اذلان نے اس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ایکسیڈینٹ اس کی وجہ سے ہوا تھا۔

مروہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

مروہ اذان نے تمہیں ایک بہت غلط انسان کے بچانے کے لئے تم سے " نکاح کیا ہے۔۔۔۔۔ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔۔۔۔ پلیز اس کو مت "چھوڑنا۔۔۔۔

اس نے مروہ سے التجا کی تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟؟؟"

مروہ نے الجھ کر پوچھا تھا۔ اسی وقت بہروز اور میرب بھی وہاں آئے تھے۔ ان کے آنے پر اذلان ان سب کو اندر لے گیا تھا۔ اس نے جیسے ہی اذان کے بارے میں مروہ کو بتایا۔ وہ تو جیسے سکتے میں چلی گئی تھی۔ اس کو واپس

آنے سے پہلے اذان کی حالت یاد آئی تھی۔ وہ تو واپس آکر بھول ہی گئی تھی۔ کہ وہ کسی اذان نامی شخص کے نکاح میں ہے۔ بہروز اور میرب کے پاس بھی کہنے کے لئے کچھ نہیں بچا تھا۔

وہ ابھی ابھی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔ ایزد کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ نظریں چاند پر تھیں۔ وہ اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

"آپ یہاں کیسے۔۔۔۔؟؟؟"

ہادیہ نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔ ہادیہ نے ایک بار اپنے دونوں اطراف چیک کیا تھا کہ وہ کسی اور سے محاتب تو میں ہے۔ مگر کمرے میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"مجھ سے بات کر رہے ہو۔۔۔؟؟؟"

ہادیہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"اس کمرے میں اور کون ہے۔۔۔۔؟؟؟"

ایزد نے اب بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔بس ہادیہ کے سوال کے بدلے سوال کیا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا میں آئی ہوں۔۔۔۔؟؟؟"

ہادیہ کا دل خوشی سے بھر گیا تھا۔خوشی ان کی آواز سے بھی جھلک رہی تھی۔

"آپ کی آہٹ بھی پہچانتا ہوں۔۔۔۔آپ کے آنے سے پہلے آپ کی خوشبو محسوس ہو جاتی ہے۔۔۔۔"

اس کا جواب سن کر ہادیہ کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔اتنی محبت کرتا تھا وہ اور ہادیہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کی سزا اس کو دیتی رہی تھیں۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس تک آئی تھیں۔

"کیوں اتنی محبت کرتے کو مجھ سے۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ نے اس کے برابر کھڑے ہو کر پوچھا تھا۔ایزد بے اختیار ہی کھڑی چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ جس کو دیکھ کو ہادیہ کو لگا کسی نے ان کا دل چیر دیا ہو۔

"محبت رمل سے کرتا ہوں۔۔۔۔۔آپ سے تو عشق ہے۔۔۔"

ایزد نے ہادیہ کی طرف دیکھے بغیر ہی جواب دیا تھا۔

"تو میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہے۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ اس کی جھکی نظریں دیکھ کر تڑپ گئی تھیں۔

"جب آپ کو پتا چلے آپ کا محبوب آپ کی وجہ سے تکلیف میں تھا تو دل کو اپنے دھڑکنے پر شرمندگی ہونے لگتی ہے۔"

ایزد کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔اس کی باتیں اس کے آنسو دیکھ کر ہادیہ کے اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا۔وہ شاہد ایک دنیا کا پہلا بیٹا تھا جو اپنی ماں کی تکلیف کی وجہ بھی تھا اور سالوں بعد اپنی ماں کے زخموں کا مرہم بھی بن رہا تھا۔

"عادی۔۔۔۔"

وہ تڑپ کر اس کی طرف بڑھی تھیں مگر ایزد نے اپنا رخ بدل دیا۔

"صحیح کہا تھا آپ نے گناہ ہوں میں اور مجھ جیسے ایک گناہ کی تخلیق آپ کے قابل نہیں ہے۔"

ایزد نے کرب سے کہا تھا۔اس کی آنکھیں اذیت سے سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ہادیہ نے تڑپ کر اس کو چپ کروایا تھا۔

"چپ کر جاؤ۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔۔بس کر دو میں پہلے ہی شرمندہ ہوں۔۔۔۔"

ہادیہ نے اپنے کانوں میں ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ کیوں شرمندہ ہو رہی ہیں۔۔۔؟؟آپ نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔۔۔۔۔"

ایزد نے تڑپ کر ان کی طرف بڑھنا چاہا تھا۔مگر اپنے قدم وہی پر روک لئے۔ہادیہ اس کو دیکھ کر رہ گئیں تھیں۔وہ جوان کے ایک لمس کے لئے

تڑپتا تھا۔اب جب وہ خود اس کے پاس آ رہی تھیں تو وہ ان سے دور چلا گیا تھا۔وہ جا کر واپس کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ہادیہ ایک بار پھر سے اس کے پاس گئیں تھیں۔

"عادی پلیز معاف کر دو۔۔۔۔"

ہادیہ نے اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے گناہ گار تو نا کریں۔۔۔۔"

اس نے ہادیہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔آنکھوں کی سرخی بڑھی تھی۔ہادیہ اس کے سینے سے لگی۔ایزد تو سکتے میں چلا گیا تھا۔ہادیہ کے کانوں میں اس کے ٹرین کی رفتار دھڑکتے دل کی آواز گونج رہی تھی۔ہادیہ کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں تھیں۔اس کے دل نے دھڑکن سن کر ہادیہ جلدی ہی اس سے دور ہوئیں تھیں۔

اس سے پہلے کے تمہیں پھر سے ہارٹ اٹیک ہو جائے مجھے ہٹ جانا"

"چاہیے۔۔۔۔

ہادیہ نے شرارت سے کہتے اس کو چھیڑا تھا۔ان کی بات سن کر ایزد نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔

"ہاہ۔۔۔۔تم شرما رہے ہو۔۔۔۔؟؟؟"

ہادیہ نے اس کا چہرا دیکھ کر کہا تو ایزد نے اپنے تاثرات چھپانے کے لئے اپنا منہ دوسرے طرف کر لیا۔

"اچھا تو کب سے تم مجھ سے شرما رہے تھے۔۔۔۔۔مجھ لگا تم مجھ سے ناراض ہو۔۔۔۔۔اس لئے میری طرف نہیں دیکھ رہے۔۔۔۔"

ہادیہ نے ایک بار پھر سے اس کو تنگ کرنے کی کوشش کی تھی۔مگر ان کی بات سن کر ایزد سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اپنے بارے میں جان کر اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کی طرف دیکھوں بھی۔۔۔۔آپ نے مجھے زندگی دی ہے یہ ہی بہت بڑی بات ہے۔۔"

ایزد نے سنجیدگی سے ہادیہ کی بات کا جواب دیا۔ہادیہ کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

"ایزد۔۔۔۔"

ہادیہ اس سے زیادہ کچھ بول ہی نہیں سکیں تھیں۔ایزد نے ان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ایزد نے ہادیہ کی پکار کا جواب نہیں دیا تھا۔

"ایزد!!!!! معاف کر دو۔۔۔۔۔"

ہادیہ نے التجا کی تھی۔

"میں کون ہوتا ہوں آپ کو معاف کرنے والا۔۔۔۔؟؟"

ایزد نے پھر سے سوال کیا تھا۔ہادیہ کچھ دیر تک کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"تم مجھے ہرٹ نہیں کر سکتے نا۔۔۔۔؟؟"

ہادیہ نے نم آنکھوں سے اس سے سوال کیا تھا۔

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔۔"

ایزد نے تڑپ کر کہا تھا۔

"تمہاری باتیں مجھے تکلیف سے رہی ہیں ایزد۔۔۔"

ہادیہ نے اس کی دگتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔ہادیہ کی بات سن کر ایزد نے ان کو بیڈ پر بیٹھایا اور خود زمین پر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔اور ان کی گود میں سر رکھ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ہادیہ نے جھک کر اس کے سر پر اپنا سر رکھا تھا۔ہادیہ خود بھی رو رہیں تھیں۔

"ایم سوری۔۔۔۔"

ہادیہ کے ہاتھوں کا لمس اپنے بولوں میں محسوس کر کے ایزد نے کہا تھا۔

"آئی ایم سوری بچہ۔۔۔۔"

ہادیہ نے روتے ہوئے اس کے بالوں پر پیار کر ایک بار پھر اس سے معافی مانگی تھی۔

I love you mom ... I love you so much....."

ایزد نے اپنے بازوان کے گرد حائل کر کے روتے ہوئے کہا تھا۔ہادیہ اس کی بات کا جواب بھی نہیں دے سکیں تھی۔

رائحہ اور جلال کب اس کو دیکھ رہے تھے جو اپنی سوچوں میں مگن پلیٹ میں بس چمچ ہلا رہا تھا۔

کیا ہوا ہے زی؟؟؟؟میں بہت دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم پریشان"

"ہو۔۔۔۔

جلال نے فکر مندی سے پوچھا۔

"آپ کی بہو فون نہیں اٹھا رہیں۔۔۔۔"

وہ اپنے ہی سوچوں میں مگن بولا تھا۔جبکہ جلال اور رائحہ کی پوری آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔

"بھو۔۔۔۔"

ان دونوں نے ایک ساتھ یک زبان ہو کر بے یقینی سے کہا تو زویزان کو ہوش آیا کہ وہ کیا بول گیا ہے۔اس نے فوراً ہی وہاں سے اٹھا کر فرار ہونا چاہا تھا مگر جلال نے پیچھے سے اس کو کالر کے پکڑ کر واپس بیٹھا لیا تھا۔

"کوئی چالاکی کوئی جھوٹ نہیں۔۔۔۔"

جلال نے سرد آواز میں کہا تو زویزان نے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔اور ان کو ساری بات بتادی۔

"تم نے ہمیں نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔؟؟؟"

رائحہ نے غصے اور ناراضگی سے کہا تھا۔

موم ابھی ان کی اماں بی کے انتقال کو تین دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ " مرتضیٰ بھائی والا واقع ہو گیا۔۔۔اور پھر مجھے موقع ہی نہیں ملا۔۔۔۔ کبھی مشن میں بزی ہوتا تو کبھی داجان کے کاموں میں۔۔۔۔۔حدی بھائی تو ویسے بھی گھر نہیں ہوتے تھے۔۔۔۔"

زویزان نے ان دونوں کو وجہ بتائی تو وہ خاموش ہو گئے۔

"اس کو ساتھ رکھو گے یا چھوڑو۔۔۔۔۔"

"ڈیڈ۔۔۔۔ان کے فون نا اٹھانے پر میرا یہ حال ہو رہا ہے اور آپ ان کو چھوڑنے کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔"

زویزان نے خفگی سے کہا تھا۔

"فون کیوں نہیں اٹھا رہی؟؟؟"

رائحہ نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں۔۔۔۔حدی بھائی تو بھابھی کو لے کر گئے ہوئے ہیں۔۔۔۔اور عادی بھائی اور غزل فون نہیں اٹھا رہے۔۔۔"

زویزان رو دینے کو تھا۔

"یہ غانیہ ہے کون ہے۔۔۔۔۔؟؟؟؟"

جلال نے الجھ کر پوچھا تھا۔

ان کے بابا آرمی میں تھے۔۔۔۔آپ شاید میجر آغا سے ملے"

"ہوں۔۔۔۔

اس کی بات سن کر رائحہ اور جلال نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"کیا نام لیا ہے تم نے۔۔۔؟"

جلال کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں ہوا تھا۔

"میجر آغا۔۔۔اور ان کی وائف رانیہ آغا۔۔۔۔"

زویزان نے نا سمجھی سے ان دونوں کو باری باری دیکھ کر پوچھا تھا۔

"کہیں یہ رانی کی بیٹی تو نہیں۔۔۔۔؟؟؟"

رائحہ نے جلال سے پوچھا تھا۔ان کی بات سن کر زویزان الجھ گیا تھا۔

"تمہارے پاس اس کی کوئی تصویر ہے۔۔۔؟؟"

جلال نے زویزان کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

کیسے شوہر ہو تم۔۔۔۔؟؟؟تمہارت پاس تمہاری بیوی کی ایک بھی تصویر"

"نہیں ہے۔۔۔۔۔

رائحہ نے غصے سے کہا تھا۔

"مجھے پہلے پتا ہوتا تو میں بنا لیتا نا۔۔۔۔"

زویزان نے احتجاجاً کہا تھا۔

"تم نے ہمیں بتانے کا سوچا تھا تو تمہیں یہ بھی سوچنا چاہیے تھا کہ ہم نے
اس کی تصویر مانگ لی تو کیا دیکھاؤ گے۔۔۔۔"

"ہاں تو مجھے کیا پتا تھا کہ آپ دینا کے بیسٹ پیرینٹس بنتے ہوئے فوراً ہی کہہ
دیں گے کے ہمیں تصویر دیکھاؤ۔۔۔۔"

زویزان کے منہ بسور کر کہا تھا۔

"اوریئلی۔۔۔۔۔ ہم نے آج تک تم پر کون سے ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں جو
تمہاری لائف کے اتنے ایموٹینٹ فیصلے میں ہم تمہاری مرضی نا
پوچھتے۔۔۔۔"

جلال نے اس کو گھور کر کہا تھا۔

وہی تو کہہ رہا ہوں۔۔۔آپ نے ہمیشہ ہماری بات کو ہماری خوشی کو"
ایموٹینس دی ہے اس معاملے میں مجھے لگا آپ چاہیں گے کہ آپ
"۔۔۔۔۔

زویزان کی بات سن کر جلال اور رائحہ نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"افسوس کا مقام ہے۔۔۔۔ "

رائحہ نے دیکھ سے کہا تھا۔

مجھے بس یہی لگا تھا کہ آپ کہ بھی ہر ماں باپ کی طرح خواہش ہو گی کہ "
"ہم آپ کی مرضی سے شادی کریں۔۔۔

زویزان نے اپنی بات سمجھانے کی ادنٰی سی کوشش کی تھی۔

اچھا تو تمہیں لگا کے ہم اپنے بچوں پر اپنی مرضی تھوپنے والے ماں باپ"
"ہیں۔۔۔۔

"ڈیڈ!!!اپنے بچوں سے ایکسپیکٹیشنز رکھنا کون سی غلط بات ہے۔۔۔۔"

زویزان جیسے اس بحث سے تنگ آگیا تھا۔اس کی سوچ پر جہاں جلال کو خوشی ہوئی تھی وہیں رائحہ بھی بے اختیار مسکرائی تھیں۔

"مزاق کر رہا تھا یار۔۔۔۔تنگ کر رہا تھا تمہیں۔۔۔"

جلال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی خفگی کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

"یار آپ کو موم کو کہنا چاہیے۔۔۔۔"

زویزان نے شرارت سے کہا تھا۔جلال کے ہنس کر رائحہ کو دیکھا تھا۔جن کا چہرا شرم سے لال ٹماٹر ہو گیا تھا۔بے باکی کے حوالے سے مقتضیٰ اور زویزان اپنے باپ پر گئے تھے۔جبکہ مرتضیٰ پھر اپنے بڑوں کا لہٰذ کر لیتا تھا۔

ویسے آپ دونوں رانیہ اور آغا نام سن کر چونک کیوں گئے تھے"

"_____؟؟

زویزان کو ایک نیا سوال یاد آیا تھا۔

میرے دوست کا نام تھا آغا اور اس کی وائف رانیہ تماری موم کی فرینڈ "
" تھیں۔۔۔۔

جلال نے اس کو بتایا تھا۔

" یہ کوانسیڈینس بھی تو ہو سکتا ہے۔۔۔۔"

زویزان نے اپنے دل میں آئی بات کہہ دی تھی۔

مے بی۔۔۔۔۔جب غانیہ کا فون آئے تو ہماری اس سے بات کرو"

"دینا۔۔۔۔

"پہلے آئے تو صحیح۔۔۔۔"

زویزان نے حسرت سے گہرا سانس لے کر کہا تھا۔اس کی حالت پر وہ دونوں ہی مسکرائے تھے۔

ازمار خاموشی سے غزال کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔جب سے اس نے ری جوئینگ دی تھی تب سے ہی وہ مقتضیٰ کے ساتھ ہی کام کر رہا تھا۔پولیس

سٹیشن جاتا بھی تو اس کو دھیان اسی طرف ہوتا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنا مگن تھا کہ اس کو غزال کے آنے کا بھی پتا نہیں چلا۔ وہ اپنی نائٹ ڈریس پہن کر واپس بھی آگئی تھی۔ وہ اب بھی ویسے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ غزال ایک گہرا سانس لے کر اس تک آئی اور اپنا گاؤن اتار دیا۔ نیچے اس نے اپنی تھائی تک آتی سلیولیس ٹاپ پہنی ہوئی تھی۔ وہ اس کی گود میں جا کر بیٹھتی اس کے گلے میں بازو ڈال گئی۔ ازمار نے چونک کر اس کو دیکھا تھا۔ پھر اس کے دودھیا بازو کو سہلاتے اس پر لب رکھ دیے۔ وہ اب بھی اپنی سوچوں میں مگن تھا۔

کیا سوچ رہے ہو ازمار۔۔۔۔؟؟؟ تمہیں میرے آنے کا بھی پتا نہیں"

"چلا۔۔۔۔

غزال نے اس کا چہرا اپنی طرف کرتے نرمی سے پوچھا تھا۔

"لاعلمی بھی کتنی بڑی نعمت ہے نا۔۔۔۔"

ازمار نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ غزال اے اس کی آنکھوں پر لب رکھے تھے۔

"تمہارے لئے یہ اتنا شاکنگ کیوں ہے ازمار؟؟؟ تم پولیس میں ہو اس طرح کے کئیں کیسز ہینڈل کئے ہوں گے تم نے۔۔۔۔"

غزال نے پیار سے اس سے پوچھا تھا۔ اس کو انداز ایسا تھا جیسے کسی بچے سے پوچھ رہی ہو۔

"میں اپنی فیملی کو لے کر شاید ضرورت سے حساس تھا۔۔۔۔ اپنے ماں باپ اور اپنی فیملی کا یہ روپ میری برداشت سے باہر ہے۔۔۔۔ مجھے یقین نہیں ہوتا میری اپنی فیملی اتنی ظالم اور سفاک تھی۔۔۔۔"

اس کو بتاتے ہوئے ازمار کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔

"سب تو ایسے نہیں تھے۔۔۔۔ حنا مامی لائبہ پھوپھو زاویان ماموں تو ان سے مختلف تھے نا۔۔۔"

غزال نے اس کو تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

تمہیں نہیں لگتا کہ میں ابھی شازم شاہ جیسا ہی ظالم اور سفاک "

"ہوں۔۔۔۔

ازمار اب بھی خود کو معاف نہیں کر پا رہا تھا۔

غلطی سب سے ہوتی ہے۔۔۔۔۔ازمار تمہیں تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے "

کہ اس نے تمہیں شازم شاہ کی طرح ساری زندگی گمراہ نہیں رکھا بلکہ

"تمہیں تمہاری غلطی کا احساس کروایا۔۔۔

غزال نے اس کی آنکھ سے بہتے آنسو صاف کئے تھے۔

اللہ چاہے مجھے معاف کر دے۔۔۔۔۔میں خود کو کبھی معاف نہیں کر "

"سکتا۔۔۔۔

اس نے کرب سے کہتے اپنا سر غزال کے کندھے پر رکھا تھا۔غزال کو اپنا کندھا بھیگتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس کو بلکل بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ازمار کو اس سب سے کیسے نکالے۔کافی دیر تک وہ خاموش آنسو بہاتا رہا تھا۔ غزال اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔

" ازمار۔۔۔۔۔ "

غزال نے اس کو نرمی سے پکارا تھا۔ازمار نے رونا تو بند کر دیا تھا۔ مگر بولا کچھ نہیں بس خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

" حنا مامی کی تربیت ہے یہ جس نے تمہیں اور تم سب کزنز کو کبھی بھٹکنے نہیں دیا۔۔۔۔۔ غلطی ہوئی ہے تم سے اور تمہیں اس بات کا احساس بھی ہے۔۔۔۔اتنا ہی کافی ہے۔۔۔

اس نے ازمار کی آنکھوں میں لب رکھ کر کہا تھا۔

" تم ان کے بارے میں مت سوچو۔۔۔۔۔ تم حنا مامی کے بارے میں سوچو یہ سوچو ہمیں اذان کو کیسے صحیح پروف کرنا ہے۔۔۔۔۔ان سب کے بارے میں سوچ کر خود کو اذیت دو گے تمہیں پتا ہونا چاہیے اسلام میں اپنے آپ کو بھی تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔۔۔۔ "

غزال کی باتیں اس کے دل کو سکون دے رہی تھیں۔ازمار نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ بس خاموشی سے اس کے ہونٹوں پر نظریں جمائے

بیٹھا تھا۔ غزال اپنی کہہ کر خاموش ہوئی تو اس کو احساس ہوا کہ ازمار کب سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے وجود میں کوئی حرکت تو دور وہ سانس تک نہیں لے رہا تھا۔

"ازمار!!!! کس می۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر بھی ازمار نے کچھ نہیں کہا تو غزال کو غصہ ہی آگیا تھا۔

تم میری بات ہی نہیں سن رہے۔۔۔ میری باتوں کا اثر کیا ہو گا تم"

"پر۔۔۔۔۔

غزال غصے سے کہہ کر اس کی گود سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ ازمار نے اس کی کمر کے گرد گرفت سخت کر دی۔

تم بولتے ہوئے بہت خوبصورت لگتی ہو۔۔۔۔۔ تمہارے ہونٹوں کے "

"علاوہ کہیں اور دھیان جاتا ہی نہیں۔۔۔

ازمار نے مخمور لہجے میں کہا تھا۔ غزال نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"میں نے تمہیں ابھی کیا کہا ہے؟؟؟؟"

غزال نے واپس اس کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا۔

"کس می۔۔۔۔"

ازمار نے اس کے لفظ اس کو لوٹائے تھے۔ غزال مسکرا کر اس لے لبوں پر جھک گئی تھی۔

"میں اپ سیٹ تھا۔۔۔۔"

ازمار نے جیسے اس کو یاد کروایا تھا۔

"تم نے تو ابھی کہا کس می۔۔۔۔۔"

غزال کہ بظاہر تو سنجیدگی سے کہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ٹھہر وذرا میں بتاتا ہوں تمہیں۔۔۔۔"

وہ اس کو بیڈ پر پھینک کر اس پر جھکا تھا۔

"جنگلیوں کی طرح پیار کرنا ضروری ہے۔۔۔۔"

غزال نے منہ بسور کر کہا تھا۔

"جنگلی بلیوں کے ساتھ ایسے ہی پیش آنا پڑتا ہے۔۔۔ "

کہتے وہ اس کی گردن پر جھکا تھا۔اس کی داڑھی چبنے پر وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"ازمار تمہاری داڑھی چب رہی ہے۔۔۔"

اس نے ازمار کو پیچھے کرنے کی کوشش کی تھی۔غزال کی بات سن کر ازمار نے ایک بار اس کو دیکھا تھا۔پھر جھک کر اس کے گال کے ساتھ اپنی داڑھی مس کی تو غزال ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"..... ازماااارررر"

غزال نے اس کو پیچھے کرنے کی کوشش کرتے اس کو پکارا تھا۔

"غزال۔۔۔۔۔"

ازمار نے پیچھے ہوتے اسکو محبت سے پکارا تھا۔ازمار نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس پر اپنا سر رکھا تھا۔

"جی جانِ غزال۔۔۔۔۔"

غزال کے لہجے میں ازمار سے زیادہ محبت تھی۔

"میرے ذہن پر سوار ہوتی جارہی ہو۔۔۔۔میں خود میں خود کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہو پر ملتا ہی نہیں۔۔۔۔بس تم ہی نظر آتی ہو۔۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر غزال بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔

"تم جتنی بھی محبت کرلو۔۔۔۔محبت کے معاملے میں مجھ سے نہیں جیت سکتے۔۔۔۔"

اس نے ازمار کا گال چوم کر کہا تھا۔

"مجھے تم سے عشق ہو رہا ہے غزال۔۔۔۔جو تمہیں ایزد سے ہے۔۔۔۔۔محبت میں تم مجھ سے جیت سکتی ہو۔۔۔۔عقیدت میں کبھی نہیں جیت سکو گی۔۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔وہ بغیر پلک جھپکے اس کو دیکھ رہی تھی۔

غزال نے اس کے سر کے نیچے بازو میں ہاتھ ڈال کر اپنا سر اٹھاتے اس کے ماتھے پر لب رکھ کر اس کو اس کی بات کا جواب دیا تھا۔ازمار اس کے جواب

پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔اس نے واپس لیٹتے اس کو بھی خود پر جھکایا تھا۔ازمار اس کے چہرے کے نقوش کو عقیدت سے چھو رہا تھا۔اور غزال کے ہاتھ اس کی شرٹ کے بٹن کھول رہے تھے۔ازمار نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کر اس کے ہونٹوں پر اپنی شدت بڑھادی تھی۔غزال نے بھی اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی تھی۔ازمار نے اپنے دوسرے ہاتھ اس کے کے کندھے سے ٹاپ کی ڈوری ہٹاتے بلینکٹ پاؤں سے کھینچ کر اپنے اور اس کے اوپر رکھا تھا۔

وہ سب ہی اذان کو دیکھنے ہوسپٹل آئے تھے۔کمرے میں دولقر اور شمشیر دونوں تھے۔دولقر صوفے پر بیٹھا اپنا موبائل استعمال کر رہا تھا۔آہٹ پر وہ دونوں ہی دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ان سب کو دیکھ کر دولقر اور شمشیر دونوں کے ہی ماتھے پر بل پڑے تھے۔مروہ کو بھی ان کے ساتھ دیکھ کر دولقر کے ماتھے کے بل سیدھے ہو گئے تھے۔

"اب کیا دیکھنے آئے ہیں آپ لوگ؟؟؟اذان مرا ہے کہ نہیں؟؟؟؟ "

شمشیر نے غصے سے کہا تھا۔ جبکہ مروہ کی نظر تو دولقر پر تھی۔ مروہ کی تو اس گرے آنکھوں والے بچے پر نظریں جم سی گئ تھیں۔

"تمہارا غصہ جائز ہے۔۔۔۔اس سب میں مروہ کا کیا قصور ہے۔۔۔؟؟ "

اذلان نے سنجیدگی سے کہا تو شمشیر چپ ہو گیا۔

"مروہ مل سکتی ہیں اور کوئی بھی نہیں۔۔۔"

دولقر نے فیصلہ سنایا تھا۔ سب لوگوں نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔ جو دیکھنے میں بارہ تیرا سال کا لگتا تھا مگر آٹھ سال تھا۔

آپ ہوتے کون ہیں مسٹر یہ ڈیسائڈ کرنے والے کے اذان سے کون ملے "

"گا۔۔۔۔؟؟

رویہا نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

" دولقر اذان شاہ۔۔۔۔۔۔"

اس نے رویہا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"ہے کتنا سا ایٹیٹیوڈ تو دیکھو۔۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے اس کو سر سے پیر تک دیکھ کر کہا تھا۔

"اپنے بھتیجے کا نہیں پتا۔۔۔۔۔؟؟؟"

اذلان کو مقتضیٰ کا یہ کہنا بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔ مقتضیٰ نے اس کی بات ایسے نظر انداز کی تھی جیسے سنی ہی نا ہو۔

"اتنے بڑے آفیسرز ایک کریمینل سے ملنے آئے ہیں۔۔۔"

دولقر کے طنز نے اذلان کو بہت کچھ یاد کروایا تھا۔

"دولقر۔۔۔۔"

شمشیر کی سنجیدہ آواز پر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ اذلان اور مروہ کو اذان کی طرف جاتے دیکھ کر باقی سب باہر چلے گئے تھے۔ دولقر اب بھی وہیں پر تھا۔ وہ خود بھی جا کر اذان کے سر پر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ کو ہم پر یقین نہیں ہے۔۔۔۔؟؟؟"

اذلان نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔"

صاف گوئی سے یک لفظی جواب دیا گیا تھا۔اذلان اس کے آگے کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔مروہ اس کو دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ آٹھ دن گھوم گئے تھے۔اس کو اذان کی ایک ایک بات یاد آرہی تھی۔

"مروہ۔۔۔۔"

دولقر کی پکار پر مروہ نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

"مجھے ان پر بلکل بھی یقین نہیں ہے۔۔۔۔دھیان رکھیئے گا۔۔۔۔"

مروہ کی مسلسل اس پر جمی نظرے دیکھ کر دولقر نے مروہ کو کہا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی دولقر باہر چلا گیا تھا۔مروہ نے اپنا سر جھٹک دیا تھا۔وہ اذان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے ہی والی تھی کہ بہروز نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اگر اذان کو اس کا بھائی سمجھ کر ملنا ہے تو مل سکتی ہو۔۔۔۔شوہر سمجھنے کی کوشش بھی مت کرنا۔۔۔۔"

بہروز ملکے نے اذلان کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔ان کی بات سن کر مروہ نے بے یقینی سے ان کو دیکھا تھا۔

"ڈیڈ۔۔۔۔"

وہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہہ سکی تھی۔

"بلکل صحیح کہہ رہے ہیں تمہارے ڈیڈ۔۔۔۔۔۔اس بات پر میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔۔۔۔"

"موم ڈیڈ آپ دونوں ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔۔۔۔؟؟؟اگر میں صحیح سلامت ہو تو صرف مسٹر شاہ کی وجہ سے ہوں۔۔۔۔"

مروہ نے احتجاج کیا تھا۔اذلان نے ان سب میں کچھ نہیں کہا تھا۔وہ کہتا بھی کیا میرب اور بہروز نے منع کرنے کے باوجود وہ مروہ کو اس کے بھائی کہ بارے میں بتا چکا تھا۔اس سے سارے حق سارے اختیارات چھین لیے گئے تھے۔

"چودہ سال بڑا ہے یہ تم سے۔۔۔۔پتا نہیں کس کا بچہ پال رہا ہے۔۔۔۔"

میرب نے اذان کو دیکھ کر حقارت سے دیکھ کر کہا تھا۔

"موم ایسے تو نا کہیں۔۔۔۔"

اذلان نے احتجاج کیا تھا۔

"تم تو مجھ سے بات نا ہی کرو تو بہتر ہے۔۔۔۔"

میرب نے غصے سے کہا تھا۔اذلان خاموش ہو گیا تھا۔مروہ ان کی بات کو نظر انداز کرتی واپس اذان کی طرف بڑھی تھی مگر بہروز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کہا نا شوہر کی حیثیت سے نہیں۔۔۔۔"

بہروز نے سخت لہجے میں تنبیہ کی تھی۔ان کا یہ روپ دیکھ کر مروہ کتنی ہی دیر تک سکتے کی حالت میں بھی کھڑی رہی تھی۔اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اس سے اتنا پیار کرنے والے ماں باپ ایسا بھی سوچ سکتے ہیں۔

مقتضیٰ کو آنے میں دیر ہو گئی تھی۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا دل نور کو بالکنی میں کھڑے دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ اسی کے پاس آ گیا۔

"تم سوئی نہیں۔۔۔۔؟؟؟"

مقتضیٰ نے اس کو پیچھے سے اپنے حصار میں لے کر نرمی سے پوچھا تھا۔ دل نور نے چونکے بغیر ہی اس کے سینے پر سر رکھ لیا۔ مقتضیٰ نے اس کے سر پر لب رکھے تھے۔

"بھائی کیسے ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

دل نور کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"اذان کی کنڈیشن تو ویسی ہی ہے۔۔۔۔اذلان سے کل خود مل لینا۔۔۔۔"

اس کی بات سن پر دل نور نے خوشی سے گردن موڑ کر اس کو دیکھا تھا۔

"لیکن ایک شرط ہے میری۔۔۔۔۔"

اپنے دلاور سے ملنے کے لئے اس نے مقتضیٰ کی شرط سنانا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"مجھے منظور ہے۔۔۔۔ "

وہ مکمل طور پر اس کی طرف مڑی تھی۔ مقتضیٰ کی شرط اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔

"تم اذلان کو دلاور نہیں بولو گی۔۔۔۔ بلکہ بھائی بولو گی۔۔۔"

اس کی شرط سن کر دل نور کا تو منہ ہی کھول گیا تھا وہ کتنی ہی دیر کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"میرے بھائی ہیں دلا۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی ایک سخت نظر پر ہی دل نور کے لفظ اس کے منہ میں رہ گیے تھے۔ اس کے چہرے پر خوف دیکھ کر مقتضیٰ بے اختیار مسکرایا تھا۔ اس نے جھک کر دل نور کی آنکھوں میں شدت سے لب رکھے تھے۔

"میں ہمیشہ سے ان کو ان کے نام سے ہی بلاتی ہوں۔۔۔۔"

دل نور رو دینے کو تھی۔

"تمہیں دل تو میں اذلان کو بھی نہیں کہنے دیتا۔۔۔۔ تمہارے منہ سے

"کیسے اس کا نام برداشت کر سکتا ہوں۔۔۔

مقتضیٰ نے بے بسی سے کہا تو دل نور منہ بسور کر رہ گئی۔

"اگر میں ان کو پھر سے دلا۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی ایک گھوری سے ہی دل نور کے الفاظ پھر سے منہ میں رہ گئے

تھے۔

"تو پھر میں تمہیں جنگل والے گھر لے جاؤں گا۔۔۔۔اور واپس کبھی نہیں

"لے کر آؤں گا۔۔۔۔

مقتضیٰ کے سرد لہجے پر دل نور جی جان سے کانپی تھی۔اس کی آنکھیں نم

ہوئیں تھیں۔ مقتضیٰ نے اس کے آنسو اپنے لبوں سے چن لئے تھے۔

"I hate you jungle king....."

پہلے اس کے آنسو دینے اور پھر خود ہی آنسو سمیٹ لینے پر دل نور نے نم لہجے میں غصے سے کہا تھا۔اس کی بات سن کر مقتضیٰ بے اختیار مسکرایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے ناڈرتی ہو تو مجھے پھر سے تم سے عشق ہو جاتا ہے۔۔۔۔اور جب تم آئی ہیٹ یو جنگل کنگ کہتی ہو تو میں پاگل ہو جاتا ہوں۔۔۔۔۔تم جب ڈرنے کے بجے باوجود غصہ کرتی ہو۔۔۔۔۔میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔۔۔۔تمہارے چہرے پر یہ تاثر مجھے کسی اور کی طرف دیکھنے ہی نہیں دیتے۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر محبت سے کہا۔اس کی آنکھوں سے جھلکتی دیوانگی دیکھ کر دل نور اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی کہ تھی۔اس کے یک ٹک دیکھنے پر مقتضیٰ اس کے لبوں پر جھکا تھا۔

"دل جب تک اذلان کو بھائی نہیں بولو گی میں تمہیں اس کے پاس نہیں لے کر جاؤں گا۔۔۔۔"

مقتضیٰ اس کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے بولا تھا۔

"میں کوشش کروں گی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو بیڈ پر لٹایا تو دل نور نے جھکی نظروں کے ساتھ جواب دیا۔

"کوشش نہیں کرو گی بھائی ہی بولو گی۔۔۔۔ "

مقتضیٰ کے اس کا دوپٹہ اترتے ہوئے ختمی انداز میں کہا تھا۔

"مجھے ٹائم لگے گا۔۔۔۔۔میں بچپن سے ہی دل۔۔۔۔میرا مطلب بھائی کو

"ان کے نام سے بلاتی آئی ہوں۔۔۔۔

دل نور التجا کرتے وقت بھی اذلان کو دلاور کہنے لگی تھی مگر مقتضیٰ کی گھوری پر ہی اس کو بھائی بول گئی۔

"تو پھر جس دن بھائی بولو گی اس دن لے کر جاؤں گا۔۔۔۔"

وہ کہہ کر اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔دل نور کے سارے الفاظ دم توڑ گئے تھے۔

مروہ گھر میں کتابیں کھول کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سارا دھیان اذان کی طرف تھا۔ اذلان اس کے کمرے میں آیا تھا۔

"بھائی!!!! مجھے بلالیا ہوتا۔۔۔۔"

مروہ نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"پیپرز ہونے والے ہیں تمہارے؟؟؟؟"

"....جی"

مروہ نے مختصر جواب دیا تھا۔

"تیاری کیسی ہے؟؟؟"

اذلان نے اس کی کتابیں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"سچ کہوں تو بلکل بھی نہیں ہے۔۔۔۔غانیہ کی ٹیشن اور مسٹر شاہ کا خیال مجھے کچھ پڑھنے ہی نہیں دے رہا۔۔۔

مروہ نے اداسی سے کہا تھا۔

وہ ساری ٹیشن لینے کے لئے میں ہوں نا۔۔۔۔بس اپنے پیپرز کی "
"تیاری کرو۔۔۔۔
اذلان نے پیار سے اس کو سمجھایا تھا۔
میں تو کہتی ہوں کہ کوئی بندہ مجھے سیلیکٹیو لیسنز بتادے۔۔۔۔بس پاس"
"ہو جاؤ میں۔۔۔۔
مروہ نے منہ بسور کر کہا تو وہ مسکرایا۔
"آگے کون ساٹاپ کرتی ہو۔۔۔۔"
اذلان نے چوٹ کی تھی۔
" پہلے پاس تو ہو جاتی تھی۔۔۔۔اب تو وہ بھی امید نہیں ہے۔۔۔۔۔"
مروہ نے اپنی کتابوں کی طرف ایسے دیکھا تھا جیسے اس کے سامنے کے ٹو
پہاڑ ہو اور اس نے دو دونوں میں اس کو سر کرنا ہو۔
چیٹنگ کے علاوہ کوئی ہیلپ چاہیے ہو تو میں کرنے کے لئے تیار "
"ہوں۔۔۔۔

"پھر تو مجھے کوئی ہیلپ نہیں چاہیے۔۔۔۔"

اذلان کی بات سن کر وہ منہ بسور کر بولی تھی۔

"آپ کو کوئی کام تھا۔۔۔۔؟؟؟"

مروہ کو یاد آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ایسے ہی آیا تھا۔۔۔۔اپنی چھوٹی نور کو دیکھنے۔۔۔۔"

اذلان نے مروہ کی طرف دیکھ کر کہا تو مروہ الجھ گئی۔

"چھوٹی نور۔۔۔۔"

میری ایک بہن ہے۔۔۔۔۔دل نور۔۔۔۔۔اب اس کو پیار سے نور کہتے "

"ہیں۔۔۔۔۔

اذلان نے دل نور کو یاد کر کے کہا تھا۔ مروہ تو اس کے نام میں ہی کھو گئی تھی۔

".... دل نور۔۔۔۔۔واؤ۔۔۔۔کتنا پیارا نام ہے"

"وہ خود بھی بہت پیاری ہے۔۔۔۔۔جب میں وہاں نہیں تھا تو دائم اس کے
"ہی پاس ہوتا تھا۔۔۔۔

اذلان نے اس کو دل نور کے بارے میں مزید بتایا تھا۔وہ ابھی بات کر ہی رہے تھے کہ میرب اور بہروز وہاں آ گئے۔ان کو دیکھ کر اذلان اپنی جگہ سے احتراماً کھڑا ہوا تھا۔ مگر بہروز اور میرب کو غصہ آ گیا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہوں۔۔۔۔؟؟"

بہروز نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"مروہ کو اپنے اس بھائی کے لئے راضی کرنے آیا ہو گا۔۔۔۔ "

میرب نے بھی اس کو حقارت سے دیکھا تھا۔

موم ڈیڈ۔۔۔۔مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ دونوں کی سوچ ایسی"
"ہے۔۔۔۔

مروہ نے دکھ سے کہا تھا۔

جب تک بھائی نے مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا آپ نے ان کو اپنا بیٹا بنا"
کر رکھا۔ جیسے ہی انہوں نے مجھے اپنے بارے میں بتا دیا آپ نے ان سے
"سارے رشتے ہی ختم کر لئے۔۔۔۔

"مروہ۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو روکنا چاہا تھا مگر مروہ نے اس کو بھی غصے سے بول دیا۔

کیا مروہ۔۔۔۔؟؟؟انہوں نے آپ کی پہچان آپ کو وجود ہی ختم کر دیا۔"
آپ نے پھر بھی ان کو ماں باپ کہا اور مانا۔۔۔۔ کبھی اپنے بارے میں
نہیں سوچا۔۔۔۔بس ایک بار آپ نے اپنے بھی نہیں اپنے بھائی کے
"بارے میں سوچ لیا تو انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔۔۔

مروہ نے اذلان کو اچھی خاصی سنا کر اپنے ماں باپ کی طرف دیکھا۔

اور آپ لوگ۔۔۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا تو"
مجھے کچھ بھی پتا نہیں چلے گا۔۔۔۔ تیرہ سال کی تھی میں ڈیڈ مجھے اچھی طرح
یاد تھا کہ وہ ایکسیڈینٹ میری وجہ سے ہوا تھا۔۔۔۔جب روہی بھابھی کے

منہ سے بھائی نے لئے اذی سنا تو مجھے سمجھ نہیں آئی کہ بھائی اپنے نام کے آگے دلاور لگتی ہیں تو پھر بھائی کو اذی کیوں کہتی ہیں۔۔۔۔جس دن بھائی کو سب یاد آیا تھا اور بھائی رو ہی بھابھی کو گھر لے کر آئے تھے تو میں نے ان کی باتیں سن لیں تھیں۔۔۔۔مجھے دلاور بھائی کے مرنے کا دکھ تھا۔۔۔۔پر اذی بھائی جب بھی مجھ سے بات کرتے تو مجھے لگتا میری دلاور بھائی مجھ سے بات کر رہے ہیں۔۔۔۔میں نے اپنی دوست کا نام لے کر بھائی سے پوچھا بھی تھا۔۔۔۔اور بھائی نے ہی مجھے دلاور بھائی کے گلٹ سے باہر نکالا

"تھا۔۔۔۔۔

مروہ نے ان دونوں کو بھی اچھی خاصی سنا دیں تھی۔

مجھے یقین نہیں آتا آپ دونوں میرے آئیڈیل موم ڈیڈ ہیں۔۔۔۔اذی " بھائی نے بغیر کسی غرض کے وہ سب کیا جو آپ چاہتے تھے۔۔۔۔اب جب بھائی نے اپنے منہ سے سب بولا تو آپ لوگوں نے بھائی کو بیٹا ماننے سے ہی "انکار کر دیا۔۔۔۔

مروہ کو آج سچ میں اپنے ماں باپ کی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔

تم اس کے لئے ہمیں باتیں سنا رہی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟ یہ تو تمہارا سگا بھائی"

" بھی نہیں ہے۔۔۔۔

میرب کی بات سن کر مروہ طنزیہ مسکرائی تھی۔

اپنے سگے بھائی کو تو میں بھی بہت اچھے سے جانتی ہوں اور آپ"

بھی۔۔۔۔۔ موم ڈیڈ آپ دونوں سوچ کر بتائیں کے اگر اذی بھائی کے جگہ دلاور بھائی ہوتے ؟؟ چاہے ان کو مجھ سے بہت محبت تھی۔۔۔۔ اگر ان کے ہوتے ہوئے میں اغواء ہوئی ہوتی اور ایک ہفتہ کسی اور مرد کے پاس رہ کر آتی تو وہ مجھے زندہ چھوڑتے ؟؟؟ یا ان کے کسی دوست یا عزیز نے میری جان بچانے کے لئے ہی مجھ سے نکاح کیا ہوتا تو وہ اس کا وہ حال کرتے جو "اذی بھائی نے اپنے سگے بھائی کا کیا ہے ؟؟؟؟

مروہ کے سوالات پر میرب اور بہروز دونوں ہی خاموش ہو گئے تھے۔

دلاور ملک کو چاہے اپنی بہن بہت عزیز تھی مگر اس نے مروہ کو آزادی بھی

ایک حد تک دی ہوئی تھی۔اذلان بار بار اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر مروہ تھی کہ بولے ہی چلی جا رہی تھی۔

آج اذی بھائی نے اپنی منہ بولی بہن کے لئے اپنی سگے بھائی کو کومہ میں " پہنچا دیا ہے۔۔۔آپ بتایئے موم ڈیڈ اگر ان کی جگہ دلاور بھائی ہوتے تو وہ "کیا کرتے؟؟؟

مروہ کے سوالات مزید مشکل ہوئے تھے۔میرب اور بہروز لاجواب ہو گئے تھے۔اذلان شرمندہ ہو گیا تھا کیونکہ مروہ نے ان دونوں کو ضرورت سے زیادہ ہی سنا دی تھی۔

جب تک آپ نہیں کہیں گے میں مسٹر شاہ کے پاس نہیں جاؤں "
"گی۔۔۔پر یاد رکھیئے گا میں ان کو چھوڑوں گی بھی نہیں۔۔۔۔

مروہ نے ختمی فیصلہ کن انداز میں کہتے بات ختم کر دی تھی۔اذلان مروہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کر زبردستی اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔

یہ کیابد تمیزی تھی مروہ۔۔۔؟؟؟کیا تمہاری تربیت ایسی ہوئی ہے کہ "
"تم اپنے ماں باپ سے اس طرح بات کرو۔۔۔؟؟
اذلان نے غصے سے کہا تھا۔میرب اور بہروز جو کمرے سے باہر آرہے تھے
اذلان کی غصے بھری آواز پر ان کے قدم وہیں رک گئے۔
ہا۔۔۔بھائی۔۔۔۔۔وہ اپنی اولاد کے معاملے میں اتنے خود غرض ہو سکتے "
ہیں کہ انہوں نے آپ سے آپ کا سب کچھ چھین لیا۔۔۔۔اور میں ان کو
یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔۔۔آپ خود کہتے ہیں نا کے ماں
باپ بھی انسان ہی ہوتے ہیں ان سے بھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے اور ہمیں
"۔۔۔۔۔

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اذلان نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔
بات کرنے اور سمجھانے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔۔۔میں نے تمہیں یہ "
تو نہیں سیکھایا کہ جا کر تم کسی بھی ایرے غیرے کے لئے لڑائی کرو۔۔۔
"

اذلان اب بھی غصے میں ہی تھا۔

"آپ کوئی ایرے غیرے نہیں ہیں بھائی۔۔۔۔۔۔"

مروہ نے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی تھی۔

"یونو واٹ آج کل کی جنریشن کو یہ ہی مسئلہ ہے۔۔۔۔تم لوگ کسی کی بات سمجھتے ہی نہیں ہو۔۔۔۔۔بس اپنی ہی چلانی ہوتی ہے۔۔۔"

اذلان نے غصے سے سارا ملبہ آج کل کی جنریشن پر ڈالا تھا۔اس کی بات سن کر مروہ نے منہ بسورا تھا۔

"مروہ بات کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔اگر آپ صحیح ہو اور آپ کا بات سمجھانے کا طریقہ ایسا ہے تو سامنے والا کبھی آپ کی بات کو نہیں سمجھے گا۔اگر آپ کے بات کرنے کا اور سمجھانے کا طریقہ ٹھیک ہو تو سامنے والا آپ کی غلط بات بھی مان لے گا۔۔۔۔تمہیں ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی ان سے۔۔۔۔ماں باپ ہیں وہ ہمارے۔۔۔۔اگر مجھے انہوں نے پیدا نہیں کیا تو میری سانسیں چلنے کا ذریعہ موم اور ڈیڈ

ہیں۔۔۔اگر بچوں سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو کیا ماں باپ کا حق نہیں کے وہ اس کو ڈانیں یا اس کو سزا دیں کے وہ دوبارہ ایسی غلطی نا کریں۔۔۔۔"

مطلب آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ آپ نے مجھے مسٹر شاہ کا سچ بتا کر غلط کیا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

مروہ نے بات کو کوئی اور ہی رنگ دیا تھا۔اذلان کے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

وہ اس بات پر غصہ نہیں ہیں کہ میں نے تمہیں سچ بتایا ہے۔۔۔۔بلکہ وہ اس بات پر غصہ ہیں کہ میں نے خود کو یہ کہانے میں ان کا بیٹا نہیں ہوں۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو کندھوں سے تھام کر پیار سے سمجھایا تھا۔اس کی بات سن کر مروہ نے اپنی زبان دانتوں تلے دی تھی۔اذلان کی بات نے میرب اور بہروز کو شرمندہ کیا تھا۔

"اور میں نے ان کو اتنا کچھ کہہ دیا ہے۔۔۔۔"

مروہ کو اپنے لفظوں پر افسوس ہوا تھا۔اذلان نے اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"اچھا چلو اب سوری بولو ان دونوں کو۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو حکم دیا تھا۔جبکہ میرب اور بہروز اس کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔جواب بھی مروہ کو ہی سمجھنے میں لگا ہوا تھا حالانکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ میرب اور بہروز نے وہی کیا تھا جو مروہ نے کہا تھا۔

"میں کیسے سوری بولوں۔۔۔۔۔؟؟؟میں نے موم ڈیڈ کو اتنا کچھ سنا دیا ہے۔۔۔۔"

مروہ رونے والی ہو گئی تھی۔

"موم ڈیڈ کو منانا کون سا مشکل کام ہوتا ہے۔۔۔۔بس ایک ہگ کرو ایک کس کرو اور وہ مان گئے۔۔۔۔"

اذلان نے فوراً ہی اس کو طریقہ بتایا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے کر لوں گی سوری۔۔۔۔"

مروہ نے اس کے سینے پر سر رکھ کر کہا تو اذلان کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

اور تم سے جھوٹ بولنے کے لئے پر تم مجھے میری نور کی طرح ہی عزیز"
ہو۔۔۔ماں باپ کو ناراض کرنے کی اجازت تو میں نے نور کو بھی کبھی نہیں
"دی۔۔۔۔۔

اذلان دل ہی دل میں اس سے محاتب ہوا تھا۔

"یاد سے منا لینا ورنہ تمہارے پیپرز اچھے نہیں ہوں گے۔۔۔۔"

اذلان کے مسکرا کر اس کو خود سے الگ کرتے مروہ کو ڈرایا تھا۔

"ان کی ناراضگی کا میرے پیپرز سے کیا تعلق۔۔۔۔؟؟؟"

مروہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑاکا عورتوں کی طرح کہا تھا۔

ارے موم ڈیڈ ناراض ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو گے اور جن سے "
"اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں وہ کیسے کبھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔۔۔۔؟؟

اذلان نے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا تو مروہ کو سچ میں ڈر لگ گیا
کہ کہیں وہ پیپرز میں فیل ہی نا ہو جائے

شمشیر کھڑکی کے پاس کھڑا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ جب وہ سب اذان سے ملنے آئے تھے۔ شمشیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ان سب کو دیکھ کر وہ لمحے بھر کو رک گیا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں بندھی گھڑی کی طرف دیکھا۔

"دولقر۔۔۔۔"

شمشیر کی پکار پر اس نے اپنے موبائل سے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

مجھے ضروری کام ہے مجھے ابھی جانا پڑے گا۔۔۔۔ اذان کی ڈریپ میں "
"انجکشن لگانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔۔۔ دھیان رکھنا۔۔۔

شمشیر کی آنکھوں میں کچھ تھا جو ان سب کو بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔ دولقر سر اثبات میں ہلا گیا۔ شمشیر وہاں سے چلا گیا۔ دولقر نے اپنے بیگ میں سے ایک چاقو نکالا۔ وہ سب حیرت سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے چاقو کو الٹا پکڑ کر اس طرح اپنی بازو میں چھپایا تھا کہ کسی کو بھی نظر نا آئے۔ وہ چل

کر اذان کے بیڈ تک آیا اور اس کے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں ایسے بند کر لیں تھیں جیسے وہ سونے لگا ہو۔ وہ سب ہی حیرت سے دولقر کو دیکھ رہے تھے۔ جس کا دماغ کچھ زیادہ ہی چلتا تھا۔ وہ سب آرام سے صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔ اتنے میں ایک ڈاکٹر ماسک پہنے ہوئے وہاں آیا تھا۔ دولقر نے ایک نظر اس کو دیکھا تھا۔ اور اس ایک نظر میں ہی وہ جان گیا تھا کہ سامنے موجود ڈاکٹر اذان کا ڈاکٹر نہیں ہے۔

"آپ تو بابا کے ڈاکٹر نہیں ہیں۔۔۔۔؟؟"

دولقر نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔ اس ڈاکٹر کے تو پسینے چھوٹ گئے تھے۔ اتنے چھوٹے بچے نے پہچان لیا تھا کہ وہ اذان کا ڈاکٹر نہیں ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود ٹرے اذان کے بیڈ پر رکھ دی۔ دولقر اس کے جواب کا منتظر اس کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سب ابھی تک خاموش بیٹھے دولقر کو دیکھ رہے تھے۔ کسی نے اس کی کسی بھی بات میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔

ہاں وہ ڈاکٹر زرا مصروف تھے۔۔۔اس لئے انہوں نے مجے بھیجا"
"ہے۔۔۔ کمیشنر سر کی سیفٹی کا سوال ہے نا اس لئے۔۔۔
اس نے اذان کی ڈریپ میں ایک انجیکشن ڈالتے ہوئے اس کو جواب دیا۔
دولقر کی نظریں اس کے ہاتھ پر تھیں۔ڈاکٹر کی بات سن کر بھی دولقر نے
اپنے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آنے دیا تھا۔وہ اتنی کم عمر میں بھی اپنے
تاثرات چھپانے میں ماہر تھا۔ڈاکٹر نے دوسرا انجیکشن ڈریپ میں ڈالا تھا۔
ڈاکٹر کو اس طرف متوجہ دیکھ کر دولقر نے سامنے موجود ٹرے میں سے ان
دونوں انجیکشنز کے نام پڑے تھے۔ڈاکٹر اس طرف مڑا تو دولقر کے ہاتھ
میں انجکشن کی شیشی دیکھ کر اس نے فوراً اس نے ہاتھ سے لے لی۔
"بچوں کے کام کی چیز نہیں ہے یہ۔۔۔"
اس کی بات سن کر دولقر نے سرد نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔اگلے
ہی لمحے اس نے ڈریپ کی بارک تار نما ٹیوب کاٹ دی۔
"یہ کیا کیا ہے۔۔۔۔؟؟"

ڈاکٹر نے اس کو غصے سے کہا تھا۔

"ہوم روک پورا نہیں تھا تمہارا۔۔۔۔کیونکہ پورے ہوسپٹل میں کسی کو نہیں پتا کہ بابا کمیشنر ہیں۔۔۔۔"

دولقر کی بات سن کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔وہ سب ہی اس کی حاضر دماغی پر مسکرائے تھے۔ڈاکٹر نے وہاں سے بھاگنا چاہا تھا مگر دولقر نے اپنے ہاتھ میں موجود چاقو اس کی ٹانگ پر مار دیا تھا۔ڈاکٹر منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔اس کے منہ سے بے اختیار ہی چیخ نکلی تھی۔

"واہ چیمپئن۔۔۔۔۔"

اذلان اس کی تعریف کرتے اٹھا تھا۔اس نے اٹھ کر ڈاکٹر کو زمین سے اٹھایا تھا۔

"اس کو ایجنسی لے کر چلو۔۔۔۔"

"ہم نے اس سے اٹیک کرنے والے کے بارے میں اگلوانا ہے۔۔۔اس سے انفارمیشن لئے بغیر اس کو کومہ میں نہیں پہنچانا۔۔۔۔"

دولقر نے بیڈ سے اٹھ کر آتے ہوئے مقتضیٰ کو طنز کیا تھا۔اس کے طنز پر مقتضیٰ نے اس کو گھورا تھا۔ جبکہ باقی سب نے منہ کے زاویے بگاڑے تھے۔ کیونکہ اذان کی حالت کے بارے میں وہ پہلے بھی ان سب پر طنز کر چکا تھا۔اس نے ڈاکٹر کی ٹانگ سے چاقو نکالا تھا۔چاقو نکالے جانے پر ڈاکٹر کی چیخیں مزید بلند ہوئی تھی۔اس کی ٹانگ سے پانی کی طرح بہتا خون زمین پر گرتا جا رہا تھا۔

"فکر نہیں کرو۔۔۔۔اس بار ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو یقین دھیانی کروائی تھی۔

"میں کیسے یقین کر لو آپ پر۔۔۔۔؟؟؟جبکہ بابا آپ سب کی وجہ سے کومہ میں ہیں۔۔۔"

دولقر کو اب بھی ان پر یقین نہیں تھا۔

"اگر ہمیں اب اس کو کچھ کرنا ہوتا تو مروہ کو اس سے ملوانے نا لاتے۔۔۔۔"

اذلان کی بات سن کر دولقر خاموش ہوا تھا۔ جبکہ مقتضیٰ، ایزد، ازمار غزال اور رویہا تو اس کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔ اذان نے اس کو اس کی عمر سے زیادہ بڑی باتیں سیکھا دیں تھیں۔ دیکھنے میں بھی وہ بارہ تیرہ سال کا لگتا تھا۔

اذلان نے اس ڈاکٹر کو سب کی نظروں سے چھپا کر وہاں سے نکالا تھا۔ وہ اس کو لے کر ایجنسی آیا تھا۔ اپنے ایک آدمی کو کہہ کر اس نے ڈاکٹر کی مرہم پٹی کروادی۔

"دھیان رکھنا یہ کہیں جائے نا۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو حکم دیا۔ جس کو سمجھ کر وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔ اذلان نے اس کو بیڈ کے ساتھ ایک ہتھکڑی کے ذریعے باندھ دیا تھا۔ اپنے آدمیوں کو سب سمجھا کر اس نے مقتضیٰ کو فون کیا تھا۔ وہ خود وہاں سے چلا گیا تھا۔

وہ کمیشنر مقدم ملک سے ملنے ان کے گھر آیا تھا۔

"آؤ دلاور۔۔۔۔۔"

وہ ہمیشہ ہی ان کو آفیس میں یا پھر ان کے گھر کے ڈرائنگ روم میں ملتا تھا۔ پہلی بار وہ ان کے گھر کے اندر آیا تھا۔ دیواروں پر لگی شمشیر اور اذان کی تصویریں دیکھ کر اس کا سر گھوم گیا تھا۔ اذلان کی نظریں اذان کی تصویروں پر جمی دیکھ کر کمشنر مقدم ملک مسکرا کر بولے تھے۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔۔؟؟"

"آپ کا تو ایک ہی بیٹا ہے نا۔۔۔۔؟؟؟ "

اذلان نے الجھ کر پوچھا تھا۔

"یہ بھی میرا بیٹا ہے۔۔۔۔"

انہوں نے محبت سے اس کی تصویر کو دیکھ کر کہا تھا۔

مقدم ملک، بہروز ملک کے خالہ زاد تھے۔ اپنے کام کی وجہ سے ان کو بار بار شہر بدلنے پڑتے تھے۔ اس لئے اذلان ان سے بہت کم ملتا تھا۔ اگر ملتا بھی تو

کہیں باہر ہی ملتا تھا۔ان کے گھر جب بھی آتا تو ڈرائنگ روم سے ہی واپس چلا جاتا تھا۔اس لئے ان سات آٹھ سالوں میں اس کو اذان کے بارے میں پتا نہیں چل سکا تھا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔۔۔بہت ہی اچھا بچہ ہے۔۔۔۔میں تو شیر و کو بھی کہتا ہوں اس جیسا بنے۔۔۔۔۔اس کی ماں کو سلام ہے جنہوں نے اس کی اتنی اچھی تربیت کی ہے۔۔۔"

ان کی باتیں اذلان کا دل چیر رہیں تھی۔اس نے کبھی اپنے بھائی کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔اور وہ تھا کہ اس کو کومہ میں پہنچا چکا تھا۔

"مجھے آپ سے ایک کام تھا انکل۔۔۔۔۔۔"

اذلان نے بات کا رخ بدلہ تھا۔

"او۔۔۔۔سوری میں بھی نا۔۔۔۔"

مقدم ملک نے اپنا سر جھٹک کر کہا تھا۔

"ہاں بولو کیا کام تھا۔۔۔۔"

وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

میری بہن کی ایک دوست ہیں غانیہ۔۔۔۔۔یہ اس کی تصویر"

ہے۔۔۔۔اس کو شاپنگ مال کے پارکنگ سے کسی نے اغواء کروالیا ہے

۔۔۔۔۔میں اس کو پرسنلی بہت اچھے سے جانتا ہوں۔۔۔۔میں اور وحی

ابھی کسی کیس میں بزی ہیں آپ پلیز اس کو ڈھونڈنے کے لئے کسی کو کہہ

"دیں۔۔۔۔

اذلان نے ان کو غانیہ کی ایک تصویر دیتے ہوئے ان کو بتایا تو انہوں نے سر

اثبات میں ہلاتے اس کی تصویر دیکھی تو بے اختیار بول گئے۔

"یہ تو وہی ہے نا۔۔۔۔جس کو مرد وہ اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔۔۔۔"

"آپ مل چکے ہیں اس سے۔۔۔۔؟؟؟"

اذلان نے حیرت سے پوچھا تھا۔

ہاں ایک بار تم گھر نہیں تھے۔۔۔۔میں آیا تھا وہیں ملا تھا اس سے۔۔۔۔ "

"یہ تو بہت پیاری بچی ہے۔۔۔۔

مقدم ملک نے غانیہ کے بارے میں بتاتے ہوئے اس کی تعریف بھی کی تھی۔

"تھنکیو۔۔۔۔انکل مجھے ابھی کہیں جانا ہے۔۔۔۔میں چلتا ہوں۔۔۔۔"

اذلان کہتے ہوئے جلدی میں وہاں سے نکل گیا تھا۔اس نے مقدم ملک کے گھر سے نکلتے ہی ایجنسی کا رخ کیا تھا۔

اس کے وہاں پہنچنے تک مقتضیٰ اس ڈاکٹر سے سب کچھ اگلوا چکا تھا۔ باقی سب ہوسپٹل میں تھے۔اس لئے مقتضیٰ نے اذلان کو فون کر کے ہوسپٹل میں ہی بلا لیا تھا۔ وہ سیدھا وہیں پر آیا تھا۔ شمشیر اب بھی واپس نہیں آیا تھا۔

غزل اور ازمار تم دونوں یہی رہو گے۔۔۔۔۔وحی تم ابھی گھر جاؤ"
گی۔۔۔۔اور گھر میں مروہ کا دھیان رکھو۔۔۔۔آہان اس کو دوبارہ اغواء
کروانے کی کوشش کر سکتا ہے۔۔۔۔عادی تم اور اذی میرے ساتھ آج
"شام کو کلب چلو گے۔۔۔۔

"کیوں۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات سن کر سب سے پہلا سوال دولقر نے کیا تھا۔

"اذان کی جان کو اب بھی خطرہ ہے۔۔۔۔۔ "

"آہان سے۔۔۔۔"

دولقر کی بات سن کر ان سب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی اس نے پوچھا ہے یا بتایا
ہے۔

"آپ کو کیسے پتا۔۔۔۔؟؟ "

رویہا نے اس سے پوچھا تھا۔

"آہان کے بارے میں آپ سب سے زیادہ میں جانتا ہوں۔۔۔"

دولقر نے جیسے اس کو یاد کروایا تھا۔اتنی سی عمر میں بھی سامنے والے کو دو سیکنڈ میں لاجواب کر دیا تھا۔اپنی باتوں سے سامنے والے کو کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑتا تھا۔رویہا کو بھی وہ اپنے ایک ہی جملے سے لاجواب کر چکا تھا۔

آہان نے اس ڈاکٹر کو کہا تھا کہ وہ مجھے یعنی اذان کو مارنے کی کوشش" کرے۔۔۔۔وہ مرے گا نہیں پر اس کو اپنے اوپر ہونے والے حملے کی وجہ سے پولیس پروٹیکشن مل جائے گی۔۔۔اور یہ کرنے کے لئے آج شام کو وہ اس ڈاکٹر کو کلب میں مل کر پیسے دینے والا تھا۔۔۔۔ہمیں پہلے آہان کو چیک کرنا ہے وہ کس طرح اپنے ہر کام میں اذان کا نام استعمال کرتا ہے۔۔۔غزل اور ازمار ہم بلکل بھی ریسک نہیں لے سکتے اس لئے تم دونوں اذان کی سکیورٹی کے لئے یہیں رہو گے۔۔۔"

اس نے ان سب کو تفصیل بتائی تھی۔

"Dulquer be careful....."

مقتضیٰ اس کو بھی اس کا کام سمجھانا نہیں بھولا تھا۔

"آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"

دولقر نے اس کو بھی ٹکا سا جواب دیا تھا۔

"آپ تھوڑی دیر کے لئے سب بھول نہیں سکتے۔۔۔۔؟؟"

اذلان اس کے بار بار طنز کر کے شرمندہ کرنے سے تنگ آ گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔"

دولقر نے اس کو بھی ویسے ہی جواب دیا تھا۔

وہ تینوں کلب آئے تھے۔ تیز میوزک سن کر چند لمحوں کے لئے ان تینوں کے قدم رکے تھے۔امیر لڑکے اور لڑکیاں گناہوں سے بے خبر ایک دوسرے میں مگن تھے۔بہت سے ڈانس فلور پر تھے۔اور کئیں حرام مشروب اپنے اندر اتارنے میں مصروف تھے۔وہ تینو بار کاؤنٹر کی طرف چلے گئے تھے۔ایک ویٹر نے شائستگی سے اس سے سوال کیا تھا۔ مقتضیٰ نے

منع کر دیا۔ان کی نظر چاروں طرف گھوم رہی تھی۔ایزاد کی نظر ایک کونے پر رک گئی تھے۔اس نے ان دونوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے مقتضیٰ کا بازو پکڑ لیا تھا۔اس نے فوراً ہی ایزد کی طرف دیکھ تھا جو آنکھوں میں حیرت لئے ایک کونے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مقتضیٰ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو بلکل اذان کی شکل کے آدمی کو دیکھ کر اس کو بھی حیرت ہوئی تھی۔ کوئی کسی سے اتنی مشابہت کیسے رکھ سکتا تھا۔ لی گئی۔ جیسے اسی ایزد نے فوراً ہی غزال کو ویڈیو کال کی تھی۔ جو فوراً ہی اٹھا کے انتظار میں تھی۔ غزال کے فون اٹھاتے ہی تیز میوزک کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ مگر سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا سر چکرا گیا تھا۔ غزال نے بے اختیار ہی کیمرہ بیک کرتے اذان کا چہرہ ان تینوں کو دیکھایا تھا۔ابھی کچھ بولنے کا فائدہ تو تھا نہیں تیز میوزک کی وجہ سے نا ہی ایزد کی آواز وہاں جانی تھی اور نا ہی اس کی کسی بات کی سمجھ ایزد، مقتضیٰ یا اذلان کو آنی تھی۔ وہ نشے میں دھت چل کر کاونٹر کی طرف آیا تھا۔اس کے

قدموں میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔اسی وقت ایک نہایت خوبصورت لڑکی چل کراس کی طرف آئی تھی۔

"ہائے۔۔۔۔۔"

اس نے آہان کو دیکھ کر بے باکی سے کہاتو وہ مسکرایا۔

"ہائے بیوٹی فل۔۔۔۔"

اس نے اپناہاتھ اس کی طرف بڑھایا جس کو اس لڑکی نے بغیر کسی جھجھک کے تھام لیا تھا۔اذلان اور ایزد دونوں کا غصہ ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اذلان کو اذان کے لئے اس پر غصہ آرہا تھااور ایزد کو رمل کے لئے مگر دونوں ہی خود پر قابو کئے کھڑے اس کی ہر حرکت دیکھ رہے۔

"آپ کانام۔۔؟؟؟"

اس لڑکی نے بے تکلفی سے پوچھا تھا۔

"اذان شاہ۔۔۔۔"

اس نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگا کر کہا تھا۔اذلان کا ضبط جواب دے گیا۔اس نے آگے بڑھ کر آہان کو جان سے مار دینا چاہا تھا۔ مگر ایزد اور مقتضیٰ دونوں نے اس کا ایک ایک ہاتھ پکڑ کر اس کو روکا تھا۔رونہ اذلان نے ابھی کہ ابھی اس کی جان لے لینی تھی۔

"روم میں چلیں۔۔۔"

آہان نے بے باکی سے اس کے وجود کو چھوتے ہوئے پوچھا تھا۔اس کی آنکھوں میں ہوس صاف نظر آرہی تھی۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

اس لڑکی نے شراب کا ایک گلاس اس کی طرف بڑھا کر کہا تھا۔ایزد کے فون پر اب بھی ویڈیو کال چل رہی تھی۔آہان نے مسکرا کر گلاس اس کے ہاتھ سے لینے کے لئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ان سب کی نظریں آہان پر ہی تھیں۔اس لئے اس کے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی میں چار خانے دیکھ کر ان سب کو وہ تصویر یاد آئی تھی۔جو دولقر نے اذلان کے ہاتھ

میں پکڑائی تھی۔آہان نے گلاس تھام کر ایک ہی سانس میں سارا گلاس ختم کر دیا تھا۔گلاس واپس کرتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان کا فاصلہ کم کیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔اذلان نے پوری قوت سے مقتضیٰ اور ایزد کے ہاتھ سے خود کو چھوڑانے کی کوشش کی تھی۔

"چلو یہاں سے۔۔۔۔"

مقتضیٰ سے ایزد اور اذلان کے قریب ہو کر غصے سے کہا تھا۔ایزد کو اس بھیڑ میں ایک جانی پہچانی آواز آئی تھی۔اس نے بے اختیار ہی مڑ کر دیکھ تھا۔ چاروں طرف اس نے نظر دوڑائی مگر اس کو کوئی نظر نہیں آیا۔ مقتضیٰ اذلان کو زبردستی وہاں سے لے کر باہر کی طرف بڑھا تھا۔ایزد کو بھی واپس جانا پڑا تھا۔ باہر آتے ہی ایزد نے اذلان کا ہاتھ چھوڑا تھا۔ایزد کو گم دیکھ کر مقتضیٰ بھی چونک گیا تھا۔

"مجھے لگ رہا ہے رمل اندر ہے۔۔۔"

ایزد نے ایک ہی سانس میں ان کو بتایا تھا۔اذلان کو آہان پر مزید غصہ آیا تھا۔

"آر یو شیور۔۔۔۔"

اس نے فوراً ہی پوچھا تھا۔

ایم ناٹ شیور۔۔۔۔۔پر مجھے لگا میں نے اس کی آواز سنی ہے۔۔۔بھائی" آپ اذی کو لے کر جائیں یہاں سے۔۔۔۔میں ایک بار اندر چیک کر کے آتا "ہوں۔۔۔۔۔

"میں بھی چلتا ہوں اندر۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر مقتضیٰ نے فوراً کہا تھا مگر اس نے منع کر دیا۔

ہاں ہم بھی جائیں گے اور ایک ہی بات اس کمینے کا کام تمام کر کے آئیں" "گے۔۔۔۔

اذلان نے خون خوار آنکھوں سے کلب کو دیکھا کر کہا تھا

نہیں بھائی۔۔۔اذی ابھی غصے میں ہیں۔۔۔۔اپ ان کو لے کر یہاں"
سے جائیں۔۔۔۔اور ویسے بھی میں شیور نہیں ہوں۔۔۔میں ایک بار
"چیک کر کے تسلی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔
ایزد نے سمجھداری دیکھاتے ہوئے کہا تھا۔
"اگر میری مدد کی ضرورت پڑے تو بس ایک بار فون کر دینا۔۔۔"
مقتضیٰ نے اس کا کندھا تھپتھپا کر کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ایزد اندر
واپس چلا گیا اور مقتضیٰ زبردستی اذلان کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔جو بلکل
بھی وہاں سے نہیں جانا چاہتا تھا۔

مرو وہ اپنے کمرے میں کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔وہ چاہ کر بھی پڑھائی پر
دھیان نہیں دے پا رہی تھی۔اس کا دھیان بار بار غانیہ کی طرف جا رہا تھا۔
جس کے بارے میں بلکل بھی نہیں پتا چل رہا تھا۔وہ کافی پینے کی غرض سے

نیچے کچن میں آئی تھی۔اس نے کافی بنائی اور لے کر کمرے میں آگئی۔اس نے ایک سیپ لیا ہی تھا کہ اذان کے الفاظ اس کے کانوں میں ہونے تھے۔

لٹل اینجل!!!!!کافی پینا شروع کر دیں۔۔۔۔۔کیونکہ مجھے کافی پیئے"

"بغیر نیند نہیں آتی۔۔۔۔۔

ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔

اذان اس کو اپنے ساتھ کچن میں لے کر آیا تھا۔

"ایم شیور کھانا بنانا تو نہیں آتا ہوں گا آپ کو۔۔۔۔"

اذان نے اس کو کرسی میں بیٹھا کر کہا تھا۔

"اگر آتا بھی ہوتا تو آپ کے لئے تو کبھی نا بناتی۔۔۔۔"

مروہ نے غصے سے کہا تھا۔

چلیں آج میرے ہاتھ کا کھانا کھائیں۔۔۔۔دولقر کو بہت اچھا لگتا ہے"

"میرے ہاتھ کا کھانا۔۔۔۔

اذان نے مسکرا کر اس کو بتایا اور ساتھ ہی ریفریجریٹر کھول کر اس میں سے کچھ سامان نکالا تھا۔

"دولقر۔۔۔۔۔کون؟؟؟"

اذان کے منہ سے اتنی بے تکلفی سے کسی کا ذکر سن کر مروہ نے بے ساختہ ہی پوچھا تھا۔

"میرا آٹھ سال کا بیٹا ہے۔۔۔۔اس کا نام ہے۔۔۔۔۔"

اذان نے مصروف سے انداز میں بتایا تھا۔

"آپ کا ایک بیٹا بھی ہے؟؟؟"

مروہ نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔اذان کے ہاتھ لمحے بھر کو روکے تھے۔ اس نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"جی بلکل۔۔۔۔"

اور آپ کو زرا شرم نہیں آئی اپنی وائف کو چیٹ کرتے ہوئے"

"۔۔۔۔؟؟؟؟اپنے ہی بیٹے کو دھوکا دیتے ہوئے۔۔۔۔

مروہ کی بات سن کر اذان ہلکا سا ہنسا تھا۔اس کے پاس آکر اس کے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے اذان نے نرمی سے کہا تھا۔

"اپنے اس ننھے سے دماغ پر زیادہ زور مت ڈالیں میرے بیٹے کو آپ کے بارے میں پتا ہے۔۔۔۔"

وہ نرمی سے کہہ کر چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"ایک بات پوچھوں۔۔۔۔"

اذان نے اس سے اجازت مانگی تھی۔

"اگر میں کہوں نہیں تو کیا آپ نہیں پوچھیں گے۔۔؟"

مروہ کی نظروں میں اس کے لئے غصہ اور نفرت صاف نظر آرہی تھی۔جو دولقر کے بارے میں جان کر مزید بڑھ گئی تھی۔

"نہیں۔۔۔"

اذان نے مختصر سا جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔"

مروہ نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔جو ایک لمحے میں اس کی بات مان گیا تھا۔

"مجھے اپنے لئے کچھ سامان چاہیے۔۔۔"

مروہ نے اپنا چہرے کا رخ دوسری طرف کرتے ہوئے اس کو یاد کروایا تھا کہ اس کی بھی کچھ ضروریات ہیں۔

آپ کو جو بھی چاہیے کل صبح آپ کے اٹھنے سے پہلے آجائے گا۔۔۔۔"

"آپ گھر سے باہر نہیں جا سکتیں۔۔۔

اذان نے پہلی بار اس کو کوئی حکم دیا تھا۔مگر اس نے رعب نہیں جمایا تھا۔

"مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"

مروہ کو اس کی بات سن کر غصہ آگیا تھا۔اس لیے بدتمیزی سے بولی۔

یہ آپ کے لئے سیف نہیں ہے۔۔۔اور آپ کو میری اجازت کی"

"ضرورت ہے۔۔۔۔

اس نے مروہ کو سمجھاتے ہوئے آخر میں اس کو اپنے اور اس کے رشتے کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔ مروہ اس کو جتنے غصے سے جواب دیتی اذان اس کو اتنی ہی نرمی سے مخاطب کرتا تھا۔ کھانا بنا کر اذان نے اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ جس کو اس نے بغیر کوئی نخرا دیکھائے کھالیا تھا۔ کیونکہ اس کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ اذان کے ہاتھ میں ذائقہ تو بہت تھا۔ جو مروہ کو بہت پسند آیا تھا۔ مگر اس نے اذان کو کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اذان کو اس کا چہرا دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ کھانا اس کو بہت اچھا لگا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اذان نے دو کپ کافی بنائی اور ایک کپ اس کے سامنے رکھ دیا۔

"میں کافی نہیں پیتی۔۔۔۔"

مروہ نے اذان کو گھور کر کہا تھا۔

لٹل اینجل!!!!! کافی پینا شروع کر دیں۔۔۔۔۔ کیونکہ مجھے کافی پیئے"

"بغیر نہیں نہیں آتی۔۔۔۔۔

اذان کی بات سن کر مروہ کا پارہ چڑھا تھا۔

"کیوں میں کیوں وہ سب کروں جو آپ کو پسند ہے؟؟؟"

مروہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اذان کی جان لے لے۔

"کیوں کہ اب میں اکیلے کافی پیتا اچھا تو نہیں لگوں گا نا۔۔۔"

مروہ نے اس کو جتنے غصے سے کہا تھا اذان نے اتنی ہی نرمی سے جواب دیا تھا۔ مروہ اس کا یہ انداز یہ لہجہ سن کر جھنجھلا کر رہ گئی تھی۔ وہ جان بوجھ کر بار بار اس کو باتیں سناتی کہ اذان اس سے تنگ آجائے مگر اذان کا یہ نرم لہجہ اس کا ضبط مروہ کو اس کی طرف کھینچتا تھا۔ جس وجہ سے وہ جھنجھلا جاتی۔ وہ چاہتی تھی کہ اذان اس کی کڑوی باتوں اور اس کے طنز سے تنگ آکر عام مردوں کی طرح اس پر غصہ کرے چیخے چلائے۔ مروہ کی بدتمیزیوں سے تنگ آکر اس کو واپس چھوڑ آئے مگر اذان ہر بار اتنی نرمی سے اس کو جواب دیتا کہ وہ تلملا کر رہ جاتی۔ اس کو غصہ اذان پر کم اور خود پر زیادہ آتا تھا۔ نتیجتاً وہ اذان پر اور زیادہ بھڑک جاتی تھی۔ اب بھی اذان کا مسلسل اس

سے آرام، سکون اور تحمل سے بات کرنا مروہ کو جھنجھلانے پر مجبور کر گیا تھا۔اذان اس کے اندر کی ایک ایک کیفیت سے بہت اچھے سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا وہ پہلے ہی مروہ کے ساتھ بہت غلط کر چکا ہے۔اس کو مروہ کا غصہ اور اس کی نفرت بلکل جائز لگ رہی تھی۔اس لئے ہی وہ اس کو بہت آرام سے ڈیل کر رہا تھا۔اس کے بہت منع کرنے کے باوجود وہ اس کو کافی پلا چکا تھا۔کافی پینے کے بعد اس کی نیند پوری طرح اڑ چکی تھی۔

آپ نے مجھے کافی کیوں پلائی ہے مسٹر شاہ۔۔۔۔میری نیند اڑ گئی ہے۔۔۔۔؟؟؟"

مروہ کو لڑنے کا کوئی اور بہانا نہیں ملا تو اسی بات پر لڑائی شروع کر دی۔ اچھی بات ہے نا۔۔۔۔کہ آپ کی نیند اڑ گئی ہے۔۔۔۔اب آپ نیند آنے کا بہانا تو نہیں بنائیں گی۔۔۔۔"

اذان معنی خیز لہجے میں کہتا ہوا اس کے لبوں پر جھکا تھا۔ کچھ دیر تک اس کو محسوس کر کے اذان نے اس کو دیکھا۔ جس کا چہرا بلکل بے تاثر تھا۔ اذان اداسی سے مسکرایا تھا۔

آج تک میں نے اپنے لئے کوئی خواہش نہیں کی لٹل اینجل!!!!! پر اب" دل آپ کی چہرے پر اپنی قربت کے رنگ دیکھنے کی خواہش کر بیٹھا ہے ۔۔۔۔ میں انتظار کروں گا اس دن کا جب آپ کے چہرے پر میری قربت "کے رنگ ہو گے۔۔۔۔

اذان نے اس کا چہرا سہلاتے ہوئے محبت سے کہا۔

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔۔۔۔۔"

مروہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔

"زبان سے کئے دعوے اکثر جھوٹے پڑ جاتے ہیں۔۔۔۔ لٹل اینجل۔۔۔"

اذان کہتے ہوئے اس کی گردن پر جھکا تھا۔ مروہ نے اس کی ہی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ آہستہ آستہ اذان اس کی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ اذان نے

اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ جس کو کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

اذان نے بے باکی سے اس کے دل کے مقام پر لب رکھے تھے۔ مروہ بری طرح مچلی تھی۔ اس نے اذان کو بالوں سے پکڑ کر خود سے دور کیا تو وہ کھول کر مسکرایا۔ مروہ کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ اذان نے اس کو اوپر کرتے ہوئے اپنی گود میں بیٹھا دیا۔

"مم۔۔۔۔۔ مسٹر ششش۔۔۔ شاہ۔۔۔۔"

اپنی شرٹ کو کندھوں سے سرکتا محسوس کر کے مروہ کی زبان لڑکھڑائی تھی۔ ابھی ابھی کیا مروہ کا دعویٰ چند لمحوں میں جھوٹا پڑ گیا تھا۔

"یس مسز شاہ۔۔۔۔"

اذان نے حماد آلود لہجے میں کہتے اس کے کندھے پر لب رکھے تھے۔ مروہ کو اپنی کمر پر اس کا ہاتھ رینگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"پپ۔۔۔۔ پلیز ڈڈ۔۔۔ ڈونٹ۔۔۔۔ "

مروہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اذان نے اس کے لبوں پر جھکتے اس کی بات کاٹ دی۔

"آج نہیں۔۔۔۔۔میں نے کل بھی آپ کی حالت پر ترس کھا کر آپ کو جلدی چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔۔اینجل آج نہیں۔۔۔۔۔"

وہ بے خود سا بولتا آہستہ آہستہ اس کے پورے وجود پر قابض ہو رہا تھا۔ مروہ کی جان لبوں تک آگئی تھی۔بے شک اس کے ہر لمس میں محبت تھی۔ مگر اذان جیسے ہٹے کٹے پولیس آفیسر کی شدتیں برداشت کرنا مروہ جیسی نازک جان کے لئے جان لیوا ہی تھا۔

"آج تک آپ کے علاوہ زندگی نے کوئی خوشی نہیں دی۔۔۔۔"

اذان اس کے کان میں سرگوشی کرتا اس کی گردن پر جھکا تھا۔ مروہ اس کے وجود کے نیچے ہل بھی نہیں سکی تھی۔اس کی گردن پر ایک گہرا سرخ نشان دے کر اذان نے اس نشان کو دیکھا تھا۔ مروہ کو لگ رہا تھا وہ ابھی بے ہوش

ہو جائے گی۔اس کی حالت دیکھ کر اذان نے نرمی سے اس کی آنکھوں پر لب رکھے تھے۔اب وہ اس کو بہت نرمی سے چھو رہا تھا۔

"شش۔۔۔۔شاہ پپ۔۔۔پلیز سس۔۔۔۔سٹوپ۔۔۔۔۔"

اس کو لگ رہا تھا اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔مروہ نے یہ تین لفظ بھی بڑی مشکل سے ادا کئے تھے۔

۔بالکنی سے تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا تھا۔

" !!!! مسٹر شاہ"

مروہ ایک دم سے اس کی قربت کے اثر سے باہر آئی تھی۔کافی کا کپ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔اس کو اب تک اپنے وجود پر اذان کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔مروہ کی آنکھیں ایک دم سے نم ہو گئیں تھیں۔وہ آدھی رات کو واش روم کی طرف بھاگی تھی۔شاور کھول کر وہ اس کے نیچے کھڑی ہو گئی تھی۔مروہ کو میرب اور بہروز ملک کی باتیں یاد آرہیں تھیں۔جو کسی صورت اس کو اذان کے ساتھ نہیں رہنے دینا چاہتے تھے۔وہ زمین پر بیٹھتی

چلی گئی۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ وہ زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ اپنے گھٹنوں میں سر چھپا کر جیسے وہ اپنے آنسو خود سے بھی چھپا لینا چاہتی تھی۔ اس کو اپنے ماں باپ کی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔

ایزد واپس کلب میں آیا تھا۔ اس نے وہاں موجود ایک ایک شخص کی طرف دیکھا تھا۔ باہر تو اس کو کہیں بھی کچھ گڑ بڑ کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ ویٹرز کی نظروں سے بچتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہاں کچھ کمرے تھے۔ ایزد ان کمروں کی طرف بڑھ گیا۔ دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی ایک ایک سانس دعا کر رہی تھی کہ رمل یہاں پر نا ہو۔ ہر دعا اس دنیا میں ہی قبول ہو جائے تو صبر کیسے آئے گا۔ قیامت کے دن اس چیز کا بھی انعام ہو گا۔ جو دعائیں یہاں قبول نہیں ہوتیں۔ وہ اس دن قبول ہو

جاتی ہیں۔ جلد یا دیر سے پر دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔پر یہ اس کی دعا قبول ہونے کا وقت نہیں تھا۔ایزد ایک ایک کر کے سارے کمرے چیک کر رہا تھا۔کلب کے اس طرف شور بھی زرا کم تھا۔ایزد ایک کونے میں بنے کمرے کی طرف گیا تھا۔ مگر وہ کمرا نہیں تھا۔وہ دروازے کے ساتھ کڑی سیڑھیاں نیچے کی طرف جا رہیں تھیں۔ایزد احتیاط سے بغیر کوئی آواز کئے نیچے گیا تھا۔وہاں بھی کچھ کمرے تھے۔ایزد کا دل شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔

رمل مجھے پتا ہے تم میرے احساس سے بھی جان جاتی ہو کہ میں " ہوں۔۔۔۔۔پلیز اگر تم یہاں پر ہو تو صرف ایک بار مجھے آواز دے "دو۔۔۔۔

وہ آنکھیں بند کئے دل ہی دل میں رمل سے مخاطب ہوا تھا۔اس کا سارا دھیان ان دروازوں کہ طرف تھا۔

"چھوڑوں مجھے۔۔۔۔ "

اس چیخ پر ایزد نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔

"کوئی ہے۔۔۔۔"

ایک بار پھر خلق کے بل چیخنے کی آواز آئی تھی۔ایزد بغیر کچھ بھی سوچے آخری کمرے میں گیا تھا۔اس نے دروازہ کھٹکھٹانے کی زحمت نہیں کی تھی۔بلکہ توڑ دیا تھا۔سامنے کچھ لڑکے کھڑے تھے۔اور رمل جس حالت میں تھی۔ایزد کے سر پر ساتوں آسمان ٹوٹے تھے۔ایزد کسی وحشی جانور کی طرح ان سب پر ٹوٹ پڑا تھا۔اس نے جس بے دردی سے ان سب لڑکوں کی جان لی تھی ایزد کا یہ روپ دیکھ کر رمل بے ہوش ہو گئی تھی۔اس نے رمل کے پھٹے کپڑوں کی وجہ سے اس کو بیڈ شیٹ سے لپیٹ کر خود میں چھپا لیا تھا۔اس نے ایک نظر پورے کمرے کو غور سے دیکھا تھا۔اس میں کیمرے لگے ہوئے تھے۔ایزد نے اس کمرے کا حشر بگاڑا اور پھر باقی کے دو کمرے چیک کئے جہاں ایک میں شراب پڑی ہوئی تھی۔اور دوسرے کمرے میں کمپیوٹرز لگے ہوئے تھے۔اس کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ایزد

نے کیمروں میں موجود رمل کی ساری ویڈیوز چیک کیں جہاں رمل کو طرح ٹارچر کیا جا رہا تھا۔اس نے ایک ایک کر کے آہان کے جانوروں کی خلاف ویڈیوز ایک یو ایس بی میں کی تھی۔وہ یو ایس بی اور رمل کو لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔آہان نے اس کو جاتے دیکھا تھا۔

ہائے۔۔۔۔۔پھر سے اذان شاہ کے خلاف ثبوت لے گیا یہ بے" وقوف۔۔۔۔لے جاؤ اس کو بھی اب میرے کس کام کی۔۔۔۔پاگل جو ہو "گئی ہے۔۔۔

آہان نے دل میں سوچا تھا۔اسی وقت ایک لڑکی اس کے پاس آئی تھی۔ آہان نے ایک نظر اس برہنہ حالت میں موجود لڑکی پر ڈالی تھی۔جس کے چادر سے خود کر چھپایا ہوا تھا۔آہان نے ایک ہاتھ سے اس کی چادر کھینچی اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر ڈال کر اس کو اپنے قریب کر کے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا۔وہ اسی طرف اس کر لے کر بیڈ کی طرف گیا تھا۔آہان نے

ایک نظر کیمرے پر ڈالی تھی۔ جہاں ان کی ہر حرکت رکاڈ ہو رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر اس پر جھکا تھا۔

وہ اس کو لے کر سیدھا اپنے اپارٹمنٹ میں آیا تھا۔ اس نے رمل کے اوپر سے چادر اتاری تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ رمل کے کچھ بال کندھے تک کٹے تھے۔ کچھ بال عجیب سے کاٹے گئے تھے۔ ماتھے کی طرف سے بھی بال بہت عجیب طریقے سے کٹے ہوئے تھے۔ اور ایک لٹ اس کے کہنی تک جا رہی تھی۔ اس کا پورا وجود زخمی تھی۔ اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں زخم نا ہو۔ اس کے بازوؤں پر بھی کٹ لگائے تھے۔ اس کے چہرے پر بھی بری طرح زخم دیے گئے تھے۔ اس کے جسم کا ایک ایک حصہ زخمی دیکھ کر ایزد نے ایک بار پھر اس کو خود میں بینج لیا تھا۔ ایزد کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ رمل نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو خود کو

کسی کے حصار میں پا کر وہ بری طرح چیخی تھی۔اس کے ذہن میں یہ تھا کہ ایک بار پھر سے اس کو ثابت کیا جانے لگا ہے۔

"ایم سوری۔۔۔۔۔۔ایم سو سو سوری۔۔۔۔میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا۔۔۔۔ایم سوری رمل ایم سوری۔۔۔۔ایم سوری میری جان۔۔۔۔۔"

وہ اس کے چہرے کو ہاتھوں میں تھام کر دیوانہ وار اس کے چہرے کے ہر نقش کو اپنے لبوں سے چھوتا بار بار اس سے معافی مانگ رہا تھا۔اس کو ایزد کا لمس بھی یاد نہیں رہا تھا۔اس کو جتنا ٹارچر کیا گیا تھا اس کو کچھ بھی یاد نہیں تھا۔وہ بس اتنا جانتی تھی کہ وہ کسی کی قید میں ہے اور وہ لوگ اس کو بری طرح ٹارچر کر رہے ہیں۔رمل کچھ بھی نہیں سن رہی تھی۔بار بار اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش کرتی چیخ رہی تھی۔اس کی ہر چیخ ایزد کا دل چیر رہی تھیں۔وہ مسلسل اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اور ایزد اس کی ہر کوشش ناکام کرتا۔اس کو اور زور سے خود میں چھپا لیتا تھا۔

"رمل۔۔۔۔۔"

ایزد نے کرب سے اس کو پکارا تھا۔اس کی آواز ان کر رمل کو یاد آیا تھا کہ آج اس نے ایزد کو کلب میں دیکھا تھا۔اس نے سر اٹھا کر ایزد کو دیکھا تو ایزد اس کی گردن میں منہ چھپا کے بچوں کی طرح بلک بلک کر روئی۔ایزد نے اس کا چہرا اپنے سامنے کرتے اس نے آنکھوں پر لب رکھ کر اس کے آنسو چن لئے۔ابھی بھی وہ ایسے بیہو کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔رمل تو جیسے سکتے میں چلی گئی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے۔۔۔۔"

اس کی اتنی سرد آواز پر ایزد نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔رمل کی خالی خالی نظریں دیکھ کر ایزد کو لگا ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔

"طلاق دے۔۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایزد نے اس کا چہرا بالوں سے پکڑ کر اوپر کیا تھا۔اور اس کو کچھ بھی سمجھنے کا موقع دیے بغیر ہی اس کے لبوں پر

جھک گیا تھا۔رمل کواپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ایزد کے لمس میں اتنی شدت تھی کہ رمل بری طرح کانپی تھی۔پہلی بار اس نے ایزد کا غصہ اس طرح محسوس کیا تھا۔اس کی حالت کے پیشِ نظر ایزد نے اس کو چند ہی لمحوں میں آزاد کر دیا تھا۔مگر ان چند لمحوں میں ہی رمل کی حالت غیر ہو چکے تھی۔

"دوبارہ بکواس کی تو جان لے لوں گا۔۔۔۔"

ایزد غصے سے دھاڑا تھا۔پہلی بار ایزد نے رمل سے اس لہجے اور اس ٹون میں بات کی تھی۔رمل کو ایزد کا ان سب کو جانوروں کی طرح مارنا یاد آیا تھا۔پہلی بار رمل کو ایزد سے خوف محسوس ہوا تھا۔

"مم۔۔۔۔میں تت۔۔۔تمہارے قابل۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر ایزد نے اس کو گردن کی پشت پر زور دیتے اپنے قریب کیا تھا۔

تم میرے قابل ہو یا نہیں یہ تم ڈیسائڈ کرنے والی ہوتی کون"

ہو۔۔۔؟؟؟میں نے کہا تھا تم چاہ کر بھی اب مجھ سے دور نہیں ہو سکتی۔۔۔وہ کونٹریکٹ ٹھیک سے پڑھا ہوتا تو پتا ہوتا اس بکواس کو سوچنے کی بھی اجازت نہیں ہے تمہیں۔۔۔رمل ایزد خان تمہارے جسم سے محبت نہیں کی میں نے۔۔۔چند زخم ہیں بھر جائے گے۔۔۔۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر یہ ناشزن ساری زندگی بھی تمہارے جسم پر رہیں

وہ اس کے چہرے کے حد درجہ قریب ہو کر غرایا تھا۔رمل کو ایزد کی کوئی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔بلکہ ہو خوف سے مرنے کے قریب ہو گئی تھی۔

ایزد نے اس کو اسی حالت میں وہیں پر چھوڑا تھا اور قینچی لے کر اس کی طرف بڑھا تھا۔رمل کی آنکھوں کے سامنے آہان کا قینچی لے کر آنا گھوم گیا تھا۔وہ خلق کے بل چیخی تھی۔اس کی دل دہلا دینے والی چیخوں کا بھی ایزد پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر رمل کے بال ایک ترتیب سے

کاٹے تھے۔اپنے بالوں پر قینچی چلتے محسوس کر کے رمل کی چیخیں مزید بلند ہوئی تھیں۔ایزد نے اس کے بالوں کو بوب کٹ کر دیا تھا۔اور ماتھے کے بالوں کی وجہ سے اس نے رمل کا بے بی کٹ کر دیا تھا۔

"واؤ رمل تمہیں بوب پلس بے بی کٹ زیادہ سوٹ کر رہا ہے۔۔۔۔"

ایزد نے اس کا چہرا اپنی طرف کر کے محبت سے کہا تھا۔رمل کو ایزد اور آہان میں کوئی فرق نظر نہیں آرہا تھا۔اس کو ایزد میں بھی آہان ہی نظر آرہا تھا۔

ایزد نے اس کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اس کو لے کر باتھ روم میں چلا گیا۔

ایزد نے رمل کو آہستہ سے باتھ ٹب میں لٹایا تو رمل کے آنکھوں کے سامنے پھر سے ایک منظر گھوم گیا۔رمل نے ایک بار پھر سے چیخ کر کسی کو اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ایزد نے آہستہ سے اس کے پھٹے کپڑے اس سے تن سے جدا کئے تھے۔

آہان شاہ۔۔۔۔رمل کے ایک ایک زخم کے بدلے تمہیں ہزار تکلیفیں نا" دیں تو میرا نام بھی ایزد خان نہیں۔۔۔۔اگر میں نے رمل کی ایک ایک چیخ

کے بدلے تمہاری چیخیں نا نکلوادیں تو کہنا مجھے رمل سے محبت
نہیں۔۔۔۔رمل کو دیے ایک ایک زخم کے بدلے ایسا زخم دوں گا کہ
"مرنے کی بھیک مانگو گے۔۔۔
ایزد نے پرسوچ آنکھوں سے رمل کو دیکھا۔
"چھوڑ دو۔۔۔۔پلیز اذان چھوڑ دو۔۔۔۔"
رمل ایزد کے سامنے ہاتھ جوڑے اس کو اذان سمجھ کر بھیک مانگ رہی
تھی۔کیونکہ اس کو یہ ہی لگ رہا تھا کہ اس کو اغواء کرنے والا اذان ہے۔
ایزد نے اس کے جوڑے ہاتھ تھام کر ان پر لب رکھے اور ٹیب کھول دی۔
رمل ایک بار پھر سے چیخی تھی۔ایزد نے اس کو اپنے ساتھ لگایا اور اس کے
ساتھ ہی باتھ ٹب میں بیٹھ گیا۔وہ آہستہ آہستہ نرمی سے اس کے جسم پر
اپنے ہاتھ سے پانی گرایا تھا۔اس کے جسم پر جما ہوا خون صاف کر کے وہ اس
کے اپنی گود میں لئے باہر آیا تھا۔وہ حیرت سے ایزد کو دیکھ رہی تھی۔جو اس
کو ایک بچی کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا۔ایزد نے اس کے چہرے پر مرہم لگانا

چاہا تھا۔ مگر رمل کی چیخ نکل گئی۔ ایزد نے اس کے چہرے پر پھونک مارے ہوئے بہت نرمی سے اس کے زخم پر مرہم لگائی تھی۔ ایسے ہی اس نے رمل کے سارے زخموں پر نرمی سے مرہم لگایا تھا۔ رمل کا گلا بھی بیٹھ چکا تھا۔ اس کا پورا وجود اب بھی سسک رہا تھا۔ ایزد نے اس کو کپڑے پہنانے چاہے تھے۔ مگر اس کے جسم پر کپڑے لگے ہی تھے کہ اس کہ چیخ نکل گئی۔ ایزد نے اپنی ایک نرم اور کھولی سی شرٹ اس کو پہنائی تھی۔ رمل کو اپنے ساتھ لگا کر ایزد نے اپنے ایک دوست کو فون کیا تھا۔ ڈاکٹر اے مشورہ کر کے ایزد اپنے ایک خاص آدمی کو وہ دوائیاں لانے کے لئے کہا تھا۔ رمل کو اس نے سلیپنگ پیلز دے کر سولا گیا تھا۔ نیند میں بھی رمل خود سے سر دائیں بائیں ہلاتے خود کر چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ امزید ایزد کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر رمل کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔ رمل کو نیند میں ایک مضبوط پناہ گاہ کا احساس ہوا تو وہ غنودگی میں جاتی چلی گئی۔

مقتضیٰ اذلان کو لے کر ہوسپٹل آیا تھا۔اس نے بار بار چلتی گاڑی سے بھی کودنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اس کے دروازے کو ہاتھ لگاتے ہی مقتضیٰ اپنی گاڑی کی سپیڈ بڑھا دیتا۔ جیسے ہی وہ ہوسپٹل پہنچے۔اذلان نے گاڑی کر دروازہ کھولا اور واپس باہر کی طرف بھاگا۔اس کے دور جانے سے پہلے ہی مقتضیٰ نے اس کو پکڑ لیا اور گھسیٹ کر اس کو ہوسپٹل میں لے کر گیا۔ غزال نے رویہا کو بھی ہوسپٹل بولا لیا تھا۔اذان کے کمرے میں آتے ہی مقتضیٰ نے اس کو غصے سے پھینکنے کے انداز میں چھوڑا تھا۔ان سب ننگ حیرت سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"ہوش میں آؤ اذلان۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی دھاڑ پر ان سب کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی تھی۔اذان پر کسی کا دھیان نہیں گیا تھا۔ جس کے دل کی تھمی دھڑکن میں

ہلچل ہوئی تھی۔دولقر نے اذلان کے نام پر حیرت سے دلاور ملک کو دیکھا تھا۔ازمار اور رویہا کو وہ جانتا تھا۔ مگر اس اذلان کے اس چہرے کی وجہ سے دولقر نے بھی اس کو نہیں پہچانا تھا۔اس کا دھیان بھی انہیں کی طرف تھا۔

"کیوں ہوش میں آؤں ؟؟میں تم نے بھی دیکھا تھا کس طرح وہ اذان کا نام استعمال کر رہا تھا۔۔۔۔"

"اندھا نہیں ہوں میں۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی دھاڑ اس کی آواز سے زیادہ اونچی تھی۔

"تو پھر ایک ہی بار اس کا قصہ ختم کیوں نہیں کرنے دیا۔۔۔؟؟"

اذلان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مقتضیٰ کو بھی اس کے ساتھ ہی ختم کر دے۔

"اذلان شاہ!!!! ہوش میں آؤ ہمارے پاس جتنے بھی ثبوت ہیں سب کے سب اذان کے خلاف ہیں۔۔۔۔۔اگر تم اس کو جان سے مار دو گے تو ان ثبوتوں کی بنا پر قانون اذان کو ہی سزا دے گا۔۔۔۔۔اگر وہ مر گیا تو ہم کبھی

بھی اذان کے بے قصور ثابت نہیں کر سکیں گے۔۔۔۔ہوش سے کام لو
"جوش سے نہیں۔۔۔۔
مقتضیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی کہ ابھی اس کا منہ اپنے طریقے سے بند کر دے۔
کیوں ہوش سے کام لوں۔۔۔۔؟؟؟اگر اذان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو تم کیا"
"کرتے۔۔۔۔؟؟
"وہ بے وقوفی تو نہیں کرتا جو تم کرنے والے تھے۔۔۔ "
مقتضیٰ نے غصے سے اس کو ہی سنائیں تھیں۔
" اذی کنگ صحیح کہہ رہے ہیں۔۔۔۔"
رویہانے بھی مقتضیٰ کی طرف داری کی تھی۔
کیا ثبوت ہے ہمارے پاس کہ یہ سب کچھ اذان نہیں وہ آہان کر رہا"
ہے۔۔۔۔اذان کے خلاف اتنے ثبوت نہیں کہ اس کو پھانسی بھی ہو سکتی
ہے۔۔۔۔۔جبکہ اس کو بے قصور ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس

صرف وہ ایک تصویر ہے۔۔۔۔سب لوگ اس کے خلاف باقی کے ثبوت دیکھیں گے۔۔۔۔اس کے ہاتھوں کی انگلیاں چیک نہیں کریں گے۔۔۔۔ ہمیں پتا کرنا ہے وہ اذان کو ہی کیوں ٹارگٹ کر رہا ہے؟؟؟اب تو جازم شاہ بھی مر گیا ہے۔۔۔اب کیوں وہ اذان کا ہی نام استعمال کر رہا ہے ۔۔۔۔؟؟؟؟اس نے ابھی تک باقی کسی کو نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟؟؟؟ ہم اس کے اتنے قریب تھے۔۔۔ مگر اس کے خلاف کچھ کر نہیں سکے کیوں کہ اس نے اذان کا نام استعمال کیا ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اپنے چھوٹے سے کام کے لئے بھی اذان کا نام استعمال کر رہا ہے۔۔۔۔اذان کو بے قصور ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔۔۔۔اگر وہ مر گیا گا کہ یہ سب کچھ کرنے والا اذان تو ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں بچے "نہیں آہان ہے۔۔۔۔بار کو سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔

اس نے غصے سے ساری بات کر کے آخر میں اذلان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔اذلان بس اب تو دینے

کو تھا۔اس کی حالت دیکھ کر مقتضیٰ نے باقی سب کو باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ اذلان نے بے بسی سے اذان کو دیکھا تھا۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس تک آیا اور بیڈ پر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ایم سوری اذان۔۔۔۔۔"

اس نے اذان کا چہرا تھام کر کہا تھا۔اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر اذان کے سینے پر گرا تھا۔اذلان نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

"میری غلطی ہے ساری۔۔۔۔مجھے تمہیں پہچاننا چاہیے تھا۔۔۔۔تم نے تو مجھے میرے لمس سے بھی پہچان لیا۔۔۔اور میں ہوں کہ میں اتنے سالوں تک نہیں جان سکا کہ میرے سامنے تم نہیں۔۔۔۔ مجے پتا ہونا چاہیے تھا کہ تمہیں کیا کچھ برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔۔ایم سوری۔۔۔۔۔پلیز آٹھ جاؤ۔۔۔۔۔کچھ تو بولو۔۔۔۔۔میں اس گلٹ سے مر جاؤں گا۔۔۔۔۔"

اذلان اپنے رونے میں اتنا مصروف تھا کہ اس کو احساس ہی نہیں ہوا کہ اذان کہ ایک گہرا سانس اپنی طرف کھینچا ہے۔

پلیز اذان آٹھ جاؤ۔۔۔میں اس آہان سے اکیلا نہیں لڑ سکتا۔۔۔پلیز"

اذان اٹھ جاؤ۔۔۔اب ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔۔۔پلیز آٹھ جاؤ

"۔۔۔اذان ایم سوری۔۔۔

"رر۔۔۔روتو۔۔۔شش۔۔۔۔شاہ"

اذان کی آواز پر اذلان نے حیرت سے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔اذان ہلکا سا مسکرایا تھا۔اذلان کو جیسے ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔

"تت۔۔۔تم اٹھ گئے۔۔۔۔"

اذلان نے بے یقینی سے اس کے چہرے کا چھو کر دیکھا تھا۔

"رر۔۔۔روتو۔۔۔شش۔۔۔شاہ"

اذان نے ایک بار پھر اس کو اپنے دیے ہوئے مخصوص نام سے پکارا تو اذلان کو یقین آیا تھا۔

"ڈڈ۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔"

اذلان کی آواز تک لڑکھڑا گئی تھی۔ وہ اذان کی طرف دیکھتا ہوا الٹے قدم اٹھاہابر گیا تھا۔ باہر سب سے پہلے وہ ازمار سے ٹکرایا تھا۔

"اا۔۔۔ااذ۔۔۔۔اذان۔۔۔۔"

اس کی نم آنکھوں میں خوشی کی چمک دیکھ کر وہ سب ہی اندر گئے تھے۔

اذان آنکھیں کھولے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہاں سب کو دیکھ کر اس کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"بابا۔۔۔۔"

دولقمر خوشی سے بھاگ کر اس کے بیڈ پر چڑھ کر اس کے سینے پر سر رکھ چکا تھا۔ اذان نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے بازو پر رکھا تھا۔

زویزان مسلسل غانیہ کو فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب اس کی پریشان میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے سب کو فون کیا

تھا۔ان سب میں سے کوئی بھی اس کا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔اس نے تنگ آ کر ایجنسی میں فون کر دیا تھا۔

"جی بولئے ہم آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔۔؟؟"

زویزان نے ایک انجان شخص بن کر اس سے بات کی تھی۔اس نے ایول کنگ سے بات کرنے کا کہا تو دوسری طرف مقتضیٰ کو فون دے دیا گیا تھا۔

"اب یہ بھی وقت آ گیا ہے کہ مجھے ایک انجان شخص بن کر آپ سے رابطہ کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔۔"

زویزان غصے سے بھرا بیٹھا تھا۔ مقتضیٰ کی آواز سنتے ہی چھوٹ پڑا تھا۔

"زی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے پریشانی سے اس کا نام لیا تھا۔وہ لوگ جان بوجھ کر اس کے فون اور میسجز اگنور کر رہے تھے۔ مگر وہ بھی زویزان جلال خان تھا۔ مقتضیٰ اس کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے غانیہ کے بارے میں اب تک

اس کو نہیں بتایا تھا۔ مگر زویزان نے ان سب کی اگنورینس کو محسوس کر لیا تھا۔

"غانیہ کہاں ہیں۔۔۔۔؟؟"

زویزان سیدھا مدعے کی بات پر آیا تھا۔

"وہ گھر پر ہو گی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے انجان بنتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ بے وقوف کس کو بنا رہے ہیں۔۔۔۔؟؟؟ بچہ نہیں ہوں میں جو آپ کی کسی بھی بات کی سمجھ نہیں آئے گی مجھے۔۔۔۔۔ مجھے اچھے سے پتا ہے آپ میری کالز کو تب ہی اگنور کرتے ہیں۔۔۔۔۔ جب مجھ سے کچھ چھپانا ہو۔۔۔ اور ابھی صرف آپ یہ نہیں کر رہے ایجنسی کا ہر بندہ یہ ہی کام کر رہا ہے۔۔۔۔ مروہ تک میرا فون نہیں اٹھا رہیں۔۔۔ چلیں آپ اب تو کسی کیس میں بزی ہوں کے مروہ کو کون سی ٹینشن ہے جو میری غانیہ سے بات نہیں کروا رہی۔۔۔۔"

زویزان غصے میں جو منہ میں آیا کہتا چلا گیا۔

"....!!! زی"

اس سے پہلے کہ مقتضیٰ اس کو کچھ کہتا زویزان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ کو نوربھا بھی کا واسطہ ہے جھوٹ مت بولئے گا۔۔۔مجھے پتا ہے کوئی توپرابلم چل رہی ہے۔۔۔۔بھولئے نہیں کہ میں بھی ایک آفیسر ہوں۔۔۔۔"

زویزان نے اس قدر سنجیدگی سے کہا تھا کہ مقتضیٰ کچھ دیر تک اس کو یہ خبر دینے کی ہمت جمع کرتا رہا۔

"غانیہ اغواء ہو گئی ہے۔۔۔۔پہلے ہمیں لگا یہ سب اذان شاہ کا کیا ہے کیونکہ مر وہ اس کے پاس تھی۔۔۔۔پر ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔۔وہ سب ۔۔۔۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات سن کر جیسے وہ سکتے میں چلا گیا تھا۔

ہم اب اس لئے تمہارا فون نہیں اٹھا رہے تھے کہ تم وہاں پر پریشان ہو"
"گے۔۔۔۔

مقتضیٰ نے ساری تفصیل اس کو بتادی۔آہان کے بارے میں بھی اور اذان کے بارے میں بھی۔

"کیا فائدہ ہوا چھپا کر۔۔۔۔پریشان تو میں ویسے بھی تھا۔۔۔۔"

زویزان نے کہہ کر اس کی کوئ بھی بات سنے بغیر ہی فون کاٹ دیا۔وہ بے جان سا بیڈ پر بیٹھا تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ دن گھوم گیا تھا۔جو اس نے غانیہ کے ساتھ گزارا تھا۔

کمرے سے باہر آکر جب اس نے کھانا آڈر کیا تھا۔اس کے چند منٹ بعد غانیہ خود کو سنبھالتی باہر آگئ تھی۔زویزان جیسے ہی پلٹا اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

"آئیں بیٹھیں۔۔۔"

اس نے غانیہ کو جھولے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔غانیہ کا سر ابھی تک جھکا ہوا تھا۔زویزان نے اس کو جھولے پر بیٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"غانیہ!!!!! نظریں کیوں نہیں ملا رہیں۔۔۔۔؟؟"

زویزان نے اس کا سر جھکا کر دیکھ کر کہا تو غانیہ نے اس کو دیکھا۔

"ابھی کمرے میں مجھے سر یاد آ گئے تھے۔۔۔۔ "

اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔زویزان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

"غانیہ بھول جائیں اس کو وہ تو کب کا اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر غانیہ نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"وہ کیسے۔۔۔۔؟؟ "

"آپ کو لگتا ہے میں آپ کو تکلیف دینے والے کو چھوڑ دوں گا۔۔۔۔"

اس کے سوال پر زویزان نے الٹا اس سے سوال کیا۔غانیہ کچھ دیر تک ایسے ہی اسے دیکھتی رہی۔

"کیا دیکھ رہی ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

زویزان کے پوچھنے پر اس نے جھولا جھولتے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

کبھی کبھی یقین نہیں آتا۔۔۔۔قسمت اتنی مہربان کیسے ہو سکتی"

ہے۔۔۔۔۔زندگی کچھ بھی ایسے نہیں دے دیتی خان!!!بدلے میں بہت "کچھ لے لیتی ہے۔۔۔۔

غانیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

اب آپ کو کچھ بھی نہیں کھونا پڑے گا کیونکہ جب میں وہاں سے آؤں گا تو"

" موم ڈیڈ کو آپ کے بارے میں پتا ہو گا۔۔۔۔۔

زویزان نے اس کو یقین دلاتے ہوئے اس کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔

"جب میں واپس آؤں گا تو ہم اپنے اس گھر میں رہیں گے۔۔۔۔۔ "

زویزان نے اپنے فلیٹ کو دیکھ کر کہا تھا۔

"اگر آپ کے آنے سے پہلے مجھے کچھ ہو گیا تو۔۔۔۔؟؟؟"

غانیہ کے سوال پر زویزان کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"میں آپ کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔ "

اس نے غانیہ کو خود میں بھینچ کر شدت سے کہا تھا۔وہ کچھ دیر بات کرتے رہے تو کھانا بھی آگیا۔زویزان نے کھانا رسیو کیا اور اپنے اور غانیہ کے لیے ایک ہی پلیٹ میں نکال کر اسی کے پاس لے آیا غانیہ کے دل میں ایک عجیب سا خوف تھا۔جس کو زویزان نے بھی محسوس کیا تھا۔مگر اس کو غانیہ کا وہم سمجھ کر نظر انداز کر گیا۔وہ کھانا غانیہ کے پاس ہی لے آیا تھا۔

"یہ لیں۔۔۔"

کچھ یاد آنے پر اس نے غانیہ کو فون دیا تھا۔

"یہ کیا ہے۔۔۔۔؟؟"

غانیہ نے فون کو ایک نظر دیکھ کر پوچھا تھا۔پڑنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"مجھے تو فون نظر آرہا ہے۔۔۔۔آپ کو کیا لگ رہا ہے۔۔۔؟؟"

زویزان نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس گئی۔

"وہ تو مجھے بھی نظر آرہا کہ پر یہ ہے کس کا۔۔۔؟؟"

غانیہ نے ابھی تک فون نہیں پکڑا تھا۔

"پڑوسن کا۔۔۔۔"

زویزان کے اس کو گھور کر کہا تھا۔زویزان کا ہنر اس کے سر کے اوپر سے جہاز کی طرح گزرا تھا۔

"تو پھر ان کو ہی جا کر دیں نا۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر زویزان نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

غانیہ آپ میری بیوی ہیں میں یہ فون آپ کو دے رہا ہوں تو آپ کے "

"لئے ہی ہے نا۔۔۔۔پڑوسن کو جا کر کیوں دوں گا میں۔۔۔۔

زویزان تو جیسے اس کی طنز نا سمجھنے والی عادت سے تنگ تھا۔غانیہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"سوری۔۔۔پر میں اس کا کروں گی کیا۔۔۔

غانیہ نے اس کے ہاتھ سے فون لے کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

آپ مجھ سے بات کریں گی اور کیا کریں گی۔۔۔۔روز فون کر کر کے دماغ"

کھاؤں گا آپ کا تاکہ یہ جو آپ کے دل میں پتا نہیں کون سا ڈر ہے وہ ختم ہو

"جائے۔۔۔

زویزان نے اس کو سمجھایا تو اس نے فون کو دیکھ کر زویزان کو دیکھا۔

انکار نہیں کرنا۔۔۔۔اکلوتی بیوی ہیں آپ میری۔۔۔آپ سے بات"

"نہیں کروں گا تو کس سے کروں گا؟؟؟

زویزان نے اس کو نکار کرنے کے لئے منہ کھولتی دیکھ کر پہلے ہی روک دیا۔

غانیہ خاموش ہو گئی۔زویزان نے غیر محسوس سے انداز میں اس کو اپنے

ہاتھ سے کھانا کھلانا شروع کر دیا۔غانیہ کو خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ اس

کے ہاتھ سے کھا رہی ہے۔

"وہاں کی ٹائمنگ تھوڑی الگ ہو گی تو پریشان مت ہونا۔۔۔"

زویزان نے اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے ہوئے اس کو بتایا۔غانیہ نے اس کے ہاتھ سے پانی لے کر پی لیا۔

غانیہ کمرے کی بالکنی سے باہر کہ طرف دیکھ رہی تھی۔زویزان نے پیچھے سے اس کو حصار میں لیا تو غانیہ شرم سے چہرا جھکا گئی۔زویزان کی باتوں نے اس کے اندار کا ڈر ختم کر دیا تھا۔

"غانیہ۔۔۔۔"

زویزان نے محبت سے چور لہجے میں اس کو پکارا تھا۔جواباً غانیہ کچھ نہیں بولی۔اس وقت وہ کچھ بھی بولنے کی حالت میں نہیں تھی۔زویزان نے اس کے کندھے پر لب رکھے تو غانیہ نے زور سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

میرے سامنے یہ چادر نہیں لیا کریں۔۔۔۔مجھے آپ کے بال دیکھنے کا"

"بہت شوق ہے۔۔۔۔

اس نے کمر سے پکڑ کا غانیہ کا رخ اپنی طرف کر کے کہا۔غانیہ اس کو کیا کہتی اتنی سی بات پر ہی شرم سے لال پہلی ہو گئی تھی۔زویزان نے اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

" !!! غانیہ"

اس نے اتنی سنجیدگی سے اس کو پکارا تھا کہ غانیہ نے بے اختیار ہی سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

ہر بار آپ کو بچانے میں نہیں آسکتا۔۔۔۔اپنی حفاظت خود کرنا سیکھیں"

۔۔۔۔خود کو اتنا بہادر اتنا مضبوط بنائیں کہ کبھی کوئی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نا دیکھ سکے۔۔۔"

زویزان نے اس کا گال سہلاتے ہوئے اس کو نرمی سے سمجھایا۔

"کہنا آسان ہوتا ہے۔۔۔۔بنانا نہیں۔۔۔۔"

غانیہ کی بات سن کر وہ مسکرایا تھا۔

کرنے والے کر جاتے ہیں۔۔۔غانیہ!!!!میری بھی ایک بہن ہیں"
غزال۔۔۔انہوں نے خود کو ایسا بنایا ہوا ہے کہ اگر کوئی اس کی طرف
دیکھتا ہے تو وہ اس کی آنکھیں نکال دیتی ہیں۔۔۔اگر کوئی ان پر ہاتھ اٹھاتا
ہے تو اس کا ہاتھ توڑ دیتی ہیں۔۔۔کوئی بھی اس پروفیسر جیسا انسان ان کی
"طرف دیکھنے سے پہلے سو بار سوچتا ہے۔۔۔۔۔
زویزان کے دل میں نا جانے کیا آیا تھا کہ اس نے غانیہ کو یہ بات سمجھائی
تھی۔غانیہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
آپ کیسی بیوی ہیں۔۔۔۔؟؟؟نا کوئی جھگڑا۔۔۔نا کوئی آرگیومینٹ"
۔۔۔۔میری ہر بات پر ہاں۔۔۔۔مجھے لگتا ہے کہ اگر میں ابھی آپ سے
"کہہ دوں کہ یہ رات کا وقت ہے تو آپ نے یقین کر لینا ہے۔۔۔
زویزان نے اس کی اتنی فرمانبرداری پر اس کو گھور کر کہا۔
انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔۔۔۔بات بات پر بحث کرنے والی لڑکی مل جائے
تو یہ شکوہ کہ ہر بات پر لڑتی بحث کرتی ہے اور اگر ہر بات مان جانے والی مل

جائے تو یہ شکایت کہ باقی لڑکیوں کی طرح نخرے کیوں نہیں
"کرتی۔۔۔؟؟

غانیہ نے بھی اس کو گھور کر کہا تھا۔

"میں بس یہ کہہ رہا ہوں آپ کی بھی کوئی چوائس ہو گی۔۔۔آپ وہ کیوں نہیں باتیں۔۔۔اگر میری کوئی بات اچھی نا لگے یا کوئی بھی بات آپ کو پسند نا آئے تو آپ بول سکتی ہیں۔۔۔میری ہاں میں ہاں ملانا ضروری تو نہیں۔۔۔"

وہ اس کو بہت پیار سے بہت کچھ کرنے کی اجازت دے رہا تھا۔غانیہ کو وہ اپنی روح میں اترتا محسوس ہو رہا تھا۔اس کو بلکل بھی اندازہ نہیں تھا زویزان اس کے لئے کیا ہوتا جا رہا ہے۔زویزان اس کو لے کر کمرے میں آیا تھا۔ کمرے میں آکر غانیہ نے خود ہی اپنی چادر اتار کر اس کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔غانیہ نے آہستہ آہستہ اپنے بال کھولنے شروع کئے تو زویزان کو لگا وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ساری زندگی بھی گزر جاتی تو زویزان کو غانیہ سے یہ

امید نہیں ہونی تھی کہ وہ اس کے لئے ایسا بھی کچھ کرے گی۔اس کے سیاہ ریشمی لمبے بال دیکھ کر زویزان فوراً اس کی طرف بڑھا تھا۔زویزان نے اس کے بالوں کو چھو کر اس کو محسوس کیا۔غانیہ کے بال اس کے ہاتھ سے ریشمی دھاگوں کی طرح پھسل رہے تھے۔اس نے آگے بڑھ کر غانیہ کے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتاری تھی۔اس کی بے خودی پر غانیہ شرم سے ڈوب مرنے کو ہوئی تھی۔

زویزان کے ہاتھ سے فون چھوڑ کر گرا تھا۔وہ بے جان سا پیچھے کی طرف گرا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر کانپٹی میں جذب ہوئے تھے۔

"غانیہ کہاں ہیں آپ؟؟؟میں کہاں ڈھونڈوں گا آپ کو۔۔۔۔آپ تو میری اجازت کے بغیر کہیں بھی نہیں جاتی تھیں۔۔۔۔پھر کہا چلی گئیں ہیں؟؟؟؟"

زویزان کے ہونٹوں پر جیسے قفل لگ گیا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اور دل اس کو پکار رہا تھا جیسے وہ ابھی کہیں سے نکل آئے گی۔پر وہ ہوتی تو اس کی پکار سنتی اور اس کی باتوں کا جواب دیتی نا۔

وہ سب کے سب آہان کے خلاف ثبوت ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ غانیہ کی تلاش بھی جاری تھی۔ مگر اس کا کہیں پتا نہیں چل رہا تھا۔ایزد سے بھی کسی کا کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ رمل اس کو ملی ہے یا نہیں۔ شمشیر زیادہ تر ہوسپٹل میں ہوتا تھا۔ مگر اس کو بھی کام کی وجہ سے کہیں نا کہیں جانا پڑ جاتا تھا۔اس دوران مقتضیٰ ازماریا اذلان کو وہاں بھیج دیتا تھا۔اذان کی طبیعت کچھ سنبھل چکی تھی۔ درعین تو مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی تھی۔ مگر مقتضیٰ اور دل نور کے درمیان اب بھی وہی پرانی جنگ چھڑی ہوئی تھی کہ دل نور اذلان کو بھائی بولے گی تو ہی وہ

اس سے ملوانے لے کر جائے گا۔ مگر دل نور تھی کہ اس کے منہ سے پر بار ہی دلاور نکل جاتا۔ مقتضیٰ کا پارہ ہائی ہوتے ہی دل نور کی شامت آجاتی۔ ساری رات مقتضیٰ اس کو سونے نہیں دیتا تھا۔

وہ سب پھر سے اذان کی خدمت میں حاضر تھے۔اذان کی ہڈیاں تک ٹوٹی ہوئی تھیں۔اس کو ٹھیک ہونے میں وقت درکار تھا۔

"کیا ہوا ہے اذان کن سوچوں میں گم ہو۔۔۔؟؟"

اذلان نے اس کو سوپ پلاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے ایک بات کھٹک رہی ہے۔۔۔۔"

اذان کا انداز ابھی بھی پر سوچ ہی تھا۔

"کیا؟؟؟؟"

اذلان نے اس کو ایک اور سیپ دیتے ہوئے پوچھا۔اذان نے سوپ پی کر اس کو دیکھا۔

"تم لوگوں کو آہان نے دیکھا تو نہیں تھا۔۔۔؟؟؟"

اذان کے سوال پر اذلان کا ہاتھ لمحے بھر کو رکھا تھا۔

"نہیں وہ اس دن بری طرح نشے میں تھا۔۔۔"

اذلان نے وی دن یاد کر کے اس کو بتایا تو اذان نے سر نفی میں ہلا دیا۔

نہیں۔۔۔۔وہ ہماری سوچ سے زیادہ چالاک ہے۔۔۔۔نشے میں بھی" وہ جانتا ہے کے اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔۔۔یہاں تک کہ اگر اس نے تم لوگوں کو نہیں دیکھا نا تب بھی وہ جانتا ہے کہ تم لوگ آئے ہو۔۔۔اور اس پر نظر رکھ رہے ہو۔۔۔جس دن وہ ڈاکٹر اس سے ملنے نہیں گیا اور اس کی جگہ تم لوگ وہاں پہنچ گئے۔۔۔۔مطلب کے وہ جان "گیا ہے کہ تم لوگوں کو پتا چل گیا ہے وہ سب کچھ میں نہیں کر رہا۔۔۔

اذان کو آہان کے بارے میں اتنا زیادہ پتا تھا کہ وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ آہان کس حد تک جا سکتا ہے اور کیا کر سکتا ہے۔

"بابا۔۔۔"

دولقر کی پکار پر اذان نے سوپ پیتے اس کو دیکھا تھا۔

آہان نے آپ کو ایک بار نہیں بار بار ہوسپٹل میں مروانے کی کوشش کی"
ہے۔۔۔۔تو کیوں نا اس تک آپ کے مرنے کی خبر پہنچادی
"جائے۔۔۔۔۔

اس کی بات سن کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔صرف
اذان کو ہی اس کی بات کا مطلب سمجھ آیا تھا۔

"آپ کو پتا بھی ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے اس کو ٹوکا تھا۔

" صحیح کہہ رہا ہے یہ۔۔۔۔"

"۔۔۔۔ مطلب"

اذان کی بات سن کر رویہانے الجھ کر پوچھا تھا۔

اس کے کہنے کا مطلب ہے کہ آہان ہر کام ہر گناہ میرے نام پر کرتا ہے"
اگر ہر جگہ پر یہ نیوز پھیل جائے کہ اذان شاہ مر چکا ہے۔۔۔۔تو آہان کو

اپنے اصلی نام اور پہچان سے سامنے آنا پڑے گا۔۔۔اب مرنے کے بعد
"کوئی قبر سے اٹھ کر کرائمز کرنے سے رہا۔۔۔۔

اذان نے ان کو دولقر کی بات سمجھائی تو سب نے بے یقینی سے پوری
آنکھیں کھول کر دولقر کو دیکھا تھا۔ جس کا دماغ اس عمر میں بھی ضرورت
سے زیادہ تیز چلتا تھا۔

"ویسے تمہارے بیٹے کا دماغ ضرورت سے زیادہ تیز نہیں چلتا۔۔۔؟؟؟"
مقتضیٰ نے داد دینے والے انداز میں کہا تھا۔

"مجھ پر جو گیا ہے۔۔۔۔"

اذان نے شرارت سے کہا تو اب ہی مسکرا دیے۔

"بائے داوے آپ سب کو اس کی ضرورت پڑے گی۔۔۔۔"

اذان نے ان کو اطلاع دی تو غزال اپنا منہ بند نہیں رکھ سکی۔

"اس ٹڈے کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے ہمیں۔۔۔۔؟؟"

دولقر کو اپنے آپ کو ٹڈا کہا جانا بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

آپ نے اپنی ہائٹ دیکی ہے آپ عورتوں سے تو بلکل بھی میچ نہیں ہوتی"

"آنٹی۔۔۔۔

اس کے منہ سے اپنے لئے عورت کا لفظ سن کر غزال کو تو پتنگے ہی لگ گئے تھے۔

"اوہیلو۔۔۔۔ عورت ہو گی مروہ۔۔۔۔۔"

غزال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا حشر بگاڑ کر رکھ دے۔

"آپ سے تو چھوٹی ہی ہیں۔۔۔۔۔"

دولقر بھی دوبدو بولا تھا۔اس سے پہلے سے غزال اس کو کوئی جواب دیتی یا دولقر کچھ اور بولتا اذان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

برامت ماننا۔۔۔۔ کوئی اس کا نام بگاڑتا ہے تو اس کا پارہ ہائی ہو جاتا ہے۔۔۔"

اذان نے غزال کے ساتھ ساتھ سب کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

" Dulquer !!! Stop talking like this..."

اذان نے اس کو گھور کر کہا تو وہ چپ ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے دو قلر۔۔۔؟؟ "

اس کے منہ پھولا کر بیٹھنے پر غزال نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے دو لقر کا نام بگاڑا تھا۔ غزال کا اپنے نام کی ٹانگیں ہاتھ پاؤن سب کچھ توڑ نا دو لقر کو مزید طیش دلا گیا تھا۔

"تیمور۔۔۔۔ جن کو دو لقر کہنا نہیں آتا وہ مجھے تیمور کہتے ہیں۔۔۔۔اگر آپ کو میرا نا نہیں بولنا آتا تو آپ مجھے تیمور کہہ سکتی ہیں۔۔۔۔۔

"اوکے تمور۔۔۔۔۔"

اس نے فرمانبرداری سے ایک بار پھر دو لقر کا غصہ ساتویں آسمان تک پہنچایا تھا۔

"اٹس تیمور۔۔۔۔"

دولقر کے دانت پیس کر کہا جبکہ باقی سب کو اپنا قہقہہ ضبط کرنا مشکل لگ رہا تھا۔اذان تو غزال کی شرارت سمجھ رہا تھا۔ مگر دولقر کو مزاق میں بھی اپنا نام بگاڑنا برداشت نہیں تھا۔

"وہی تو بولنا تمور۔۔۔۔"

غزال نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ مجھے کچھ بھی نابلائیں۔۔۔"

دولقر نے ایک گہرا سانس اندر کھینچ کر اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ قینچی سے غزال کی زبان ہی کٹ دے۔اذان اچھے سے جانتا تھا کہ دولقر کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"تو پھر میں آپ کو کیا بلاؤں۔۔۔۔۔؟؟؟"

غزال نے سادگی سے پوچھا تھا۔

آپ مجھے بلائیں ہی نا۔۔۔۔ضرورت ہی کیا ہے مجھ سے بات کرنے کی"

"۔۔۔۔

دولقر نے جبراً مسکرا کر کہتے اپنی اور اس کے درمیان ساری بات ہی ختم کر دی تھی۔ غزال نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اذان کی بات پر رک گئی۔

غزال اگر اس سے زیادہ دولقر کو تنگ کیا تو اس نے کوئی چیز اٹھا کر آپ کا" "سر پھاڑتے ہوئے کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑنا۔۔۔۔

اذان کی بات سن کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔ جبکہ غزال منہ بسور کر رہ گئی تھی۔

میں بس پھوپھو ہونے کا فرض ادا کر رہی تھی۔۔۔۔چاچی بھی ہوں اس" "کی۔۔۔۔

غزال کی دولقر کو گھور کر اپنے اور اس کے رشتے کا احساس دلایا تھا۔ جبکہ اذان تو لفظ پھوپھو پر ہی اٹک گیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ غزال اس کی ہادیہ پھوپھو کی بیٹی ہے۔

"پھوپھو۔۔۔۔۔"

اذان نے اس کا لفظ دہرایا تو دو لقمہ بھی چونک گیا۔غصے میں اس نے بھی دھیان نہیں دیا تھا۔

آپ کی ہادیہ پھوپھو کی بیٹی آپ کی کزن تو آپ کے بیٹے کی پھوپھو ہوئی"
"نا۔۔۔۔

غزال نے تفصیل سے اذان کو اپنا اور اس کا رشتہ بتایا تھا۔

"You mean heer .....???"

اذان نے گھر میں کسی کہ منہ سے کبھی ہادیہ نام نہیں سنا تھا۔اس لئے اس کو سمجھ نہیں آئی تھی کیسے ری ایکٹ کرے۔

"آپ کو اپنی پھوپھو کا نام ہی نہیں پتا۔۔۔۔؟؟"

غزال نے حیرت سے کہا تھا۔ مقتضیٰ نے اس کے سر پر ایک چپت لگائی تھی۔

بھول مت۔۔۔۔کہ ان کے گھر میں ان کو پیر کہہ کر پکارا جاتا"
"... تھا۔۔۔اور چاچی کا اصلی نام بہت کم لوگ جانتے تھے

مقتضیٰ کی بات سن کر اس نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔

"ہم آہان نے بارے میں بات کر رہے تھے۔۔۔۔"

رویہانے سب کا دھیان آہان کی طرف کروایا تھا۔

"ہاں تو پلین یہ ہے کہ شام کو اذان مر جائے گا۔۔۔ویسے بھی ڈاکٹر شمشیر

"اور ہمارے علاوہ کسی کو نہیں پتا کہ اذان کو ہوش آگیا ہے۔۔۔۔

اذلان نے پلین سن کرتے ہوئے کہا تو سب نے ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

"دولقر آپ ہمارے ساتھ چلو گے۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو اپنے ساتھ آنے کا کہا تھا۔

"نہیں میں نہیں جاؤں گا۔۔۔۔میں گھر پر ہی رہوں گا۔۔۔"

دولقر نے فوراً ہی انکار کر دیا۔

"نہیں دولقر۔۔۔۔۔آپ اکیلے نہیں رہیں گے۔۔۔۔"

رویہانے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"I don't want to go anywhere..."

دولقران کے گھر جانے کے لئے بلکل بھی راضی نہیں تھا۔

"وہاں پر دائم بھی ہو گا۔۔۔آپ کو کمپنی بھی مل جائے گی۔۔۔۔ "

رویہانے اس کو سمجھانے کی ایک اور کوشش کی۔دولقر نے ایک بار پھر سے انکار کرنا چاہا تھا مگر اذان نے اس کو روک دیا۔

"They are right..... You have to go with them...."

اذان نے اس کو سمجھایا تو وہ خاموش ہو گیا۔دولقر اذان کی بات ٹال دے یہ کیسے ممکن ہے۔

"تو ٹھیک ہے دولقر ہمارے ساتھ ہی جائے گا۔۔۔۔"

رویہانے کہہ کراس کا ہاتھ پکڑا تواس نے گھبر کر فوراً کھینچ لیا۔جب سے وہ لوگ وہاں آرہے تھے کسی نے دولقر کو پکڑایا اس کو چھوا نہیں تھا۔اس لئے دولقر کا ہاتھ پیچھے کھینچ لیناسب کو چونکا گیا تھا۔

"کیاہواہے۔۔۔۔؟؟؟؟دولقر۔۔۔"

رویہانے ایک بار پھر اس کو چھوناچاہا تھا مگر وہ پیچھے ہو گیا۔اذان خود بھی حیران تھا کیونکہ دولقر اس کے اور شمشیر کے چھونے پر ایسا نہیں کرتا تھا۔

"پپ۔۔۔۔پتا نہیں۔۔۔۔"

پہلی بار اس کی زبان لڑکھڑائی تھی۔ان سب کا دماغ ہی چکرا گیا تھا۔

"Are you ok....???"

اذان نے اس کو اپنے ساتھ لگا کر محبت سے پوچھا تھا۔دولقر نے کچھ نہیں کہا۔اذلان نے بھی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو دولقر نے اپنے کندھا پیچھے کر لیا۔

" Dd .. don't touch...."

دولقر کی بات پر سب نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔اذلان نے اذان کی طرف دیکھا تو اس نے بھی نا سمجھی سے سر نفی میں ہلا دیا۔غزال نے کچھ سوچ کر آگے بڑھ کر اس کو ہاتھ لگایا تو اس کے چھونے پر بھی دولقر نے وہی کیا۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔۔۔"

اذان نے ازمار کو دیکھ کر کہا تو وہ باہر چلا گیا۔کچھ ہی دیر میں ایک ڈاکٹر وہاں پر حاضر تھا۔اذان نے دولقر کے بارے میں ڈاکٹر کو بتایا تو وہ دولقر کو چیک کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھ گیا۔اس نے دولقر کو ہاتھ لگایا تو دولقر نے گھبرا کر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"Don't touch me ...."

دولقر بلکل اذان کے ساتھ چپک گیا تھا۔

"اس کو شاید سکین الرجی ہے۔۔۔۔مطلب کسی کے بھی چھونے سے اس کو ایریٹیشن ہونے لگتی ہے۔۔۔۔"

"لیکن میرے یا شمشیر کے چھونے پر اس کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔۔۔"

ڈاکٹر کی بات سن کر اذان نے الجھ کر کہا۔

"یہ ایک موروثی بیماری ہے۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر دولقر کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی تھی۔ مگر اس نے اپنے چہرے کے تاثرات چھپا لئے اس کا چہرا اب بھی ہمیشہ کی طرح سپاٹ تھا۔

"اس کو صرف وہ چھو سکتا ہے جو اس کے دل کو چھو لے۔۔۔۔ کوئی اور اس کو ٹچ کرے یہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ آپ لوگوں کو احتیاط کرنی پڑ گی۔۔۔ ویسے اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔۔۔ پر جس طرح یہ گھبرا رہا ہے اس کا کونفیڈینس لوز ہو سکتا ہے۔۔۔"

ڈاکٹر نے ان کو ساری تفصیل بتائی۔ تو انہوں نے سکون کا سانس لیا۔ لیکن مقتضیٰ کب سے دولقر کو دیکھ رہا تھا۔ جو سپاٹ چہرا لئے بیٹھا ہوا تھا۔ چند

لمحوں کے لئے اس کی آنکھوں میں جو تاثر آیا تھا۔ڈاکٹر کے جاتے ہی مقتضیٰ نے اذلان کی طرف دیکھا۔

" اذلان تم اپنا حیران کیوں ہو رہے ہو اس بیماری کے بارے میں جان کر ۔۔۔۔بھول گئے کیا بچپن میں تمہیں بھی تو ایسا ہی کچھ تھا۔۔۔۔۔یہ تو تمہارے ایکسیڈینٹ کے بعد تم سیکنڈ الرجی سے باہر نکلے ہو۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو اشارہ کیا تھا۔ جس کے بارے میں اذلان کے علاوہ کسی کو سمجھ نہیں آئی تھی۔اذان اور باقی سب کو سمجھ نہیں آئی کہ مقتضیٰ جھوٹ کیوں بولا رہا ہے۔

" ہا۔۔۔ہاں یاد نہیں تمہیں اذان۔۔۔۔۔یہ میرا ہی تو بھتیجا ہے اس لئے ہی اس کو یہ الرجی ہے۔۔۔۔"

اذلان نے ایک نظر دولقر کو دیکھ کر کہا اذان کو اس کی بات سمجھ آگئی۔

"ہاں یاد ہے مجھے۔۔۔۔"

اذان نے دولقر کو دیکھ کر کہا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دولقر نے کوئی تاثر نہیں دیا۔ بس اس کی بات پر سر اثبات میں ہلا دیا۔ مقتضیٰ نے سکون کا سانس لیا۔ اذان نے اس کو ابھی تک نہیں بتایا تھا تو وہ اب اس کو کیسے پتا چلنے دے سکتے تھے۔ دولقر اس کے بیڈ سے اتر کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ لوگوں نے جھوٹ کیوں بولا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار کا دماغ ابھی تک الجھا ہوا تھا۔

یہ موروثی بیماری ہے۔۔۔۔ مطلب اس کے ماں باپ میں سے کسی کو" تھی۔۔۔۔ یا اس کے ماں باپ کا کوئی بہن بھائی۔۔۔۔۔ جس کی وجہ سے دولقر کو بھی ہے۔۔۔۔ ڈاکٹر کی بات سن کر اس نے اپنے ایکسپریشن چھپا لئے تھے۔۔۔۔۔ اگر میں یہ نہیں کہتا تو اس نے سوچنا تھا کہ شاہ خاندان میں تو کسی کو بھی نہیں۔۔۔۔۔ اور جتنا اس کا دماغ چلتا ہے اس کو ایک سیکنڈ میں پتا چل جاتا کہ وہ اذان کا بیٹا نہیں ہے۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو جھوٹ بولنے کی وجہ بتائی تو ازمار مزید الجھ گیا۔

"اس کو کبھی نا کبھی تو پتا چلے گا نا۔۔۔۔۔"

"جب پتا چلے گا تب کی تب ہی دیکھیں گے۔۔۔۔"

اذان نے بات ہی ختم کر دی۔ دولقر کو اس کے بارے میں کچھ بھی پتا چلے یہ بات تو اس کو بھی برداشت نہیں تھی۔ اذان نے ازلان کو دولقر کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تا کہ دولقر کو لے کر ان کو کوئی پرابلم نا ہو۔

ساری طرف اذان کے مرنے کی خبر پھیل گئی تھی۔ دل نور نے سامنے لگی ایل ایی ڈی بند کرنے کے لئے ریموٹ اٹھایا ہے تھا کہ سامنے چلتی نیوز سن کر ریموٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا تھا۔ درعین کچن سے وہاں آئی تو سامنے چلتی نیوز دیکھ کر بے اختیار ہی دل نور کو دیکھا تھا۔

"نور!!! ہو سکتا ہے یہ حدی بھائی کا پلین ہو۔۔۔۔۔ "

درعین نے ٹی وی کی طرف دیکھ کر اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

ہا۔۔۔۔زرا سی ایکٹنگ تو کرنے دیتی۔۔۔۔۔۔اب اب کو یہ بھی بتانا"
"ہے کہ اذان بھائی مر گئے ہیں۔۔۔
دل نور نے منہ بسور کر کہا تو در عین نے ہنس کے سر نفی میں ہلا دیا۔
"مطلب تمہیں پتا تھا۔۔۔ایسا کچھ ہونے والا ہے۔۔۔۔"
در عین نے اس کو پاس بیٹھا کر پوچھا تھا۔
نہیں پتا تو نہیں تھا۔۔۔۔پر مجھے دا ایول کنگ سے ہر کام کی امید"
"ہے۔۔۔۔
دیکھ لو۔۔۔۔حدی بھائی کو تمہارا کتنا خیال ہے۔۔۔۔تمہاری امیدوں پر"
"پورا اترتے ہیں۔۔۔
در عین نے شرارت سے آنکھ دبا کر کہا تو دل نور کی ہنسی نکل گئی۔
جی نہیں۔۔۔۔میری امیدوں پر پورا نہیں اترتے۔۔۔۔بلکہ مجرم تک"
پہنچنے کے لئے ہر حد سے گزر جاتے ہیں تمہارے پیارے حدی
"بھائی۔۔۔۔

اس نے سر نفی میں ہلا کر جھولا جھولتے ہوئے کہا۔

"میرے یا تمہارے پیارے حدی۔۔۔۔"

درعین نے اس کے ساتھ بیٹھ کر ایک بار پھر اس کو تنگ کیا۔درعین نے جس طرح سوال کیا تھا وہ کچھ بھی کہتی جواب الٹا ہی ہونا تھا۔اس لئے دل نور نے بس اس کو گھورا تھا۔

ہر پاگل کہتا ہے میں پاگل نہیں ہوں۔۔۔۔تم بتاؤ تم پاگل ہو یا نہیں"

"

دل نور نے منہ بسور کر کہا تھا۔اس کی بات سن کر وہ کھول کر ہنسی تھی۔

رویہا اور اذلان، دولقر کو لے کر اپنے گھر آئے تھے۔ہوسپٹل میں دولقر کا جو بھی سامان تھا وہ ساتھ ہی لے کر آیا تھا۔بہروز اور میرب اس کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے تھے۔

"اس کو یہاں کیوں لے کر آئے ہو۔۔۔۔؟؟"

میرب نے غصے سے کہا تھا۔اذان کے مرنے کی خبر تو وہ بھی سن چکے تھے پر ابھی مروہ کے کانوں میں نہیں گئی تھی۔

"دولقر۔۔۔۔ "

اس سے پہلے کے اذلان اس کو کوئی جواب دیتا مروہ خوشی سے چہکتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔ مروہ نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا مگر دولقر پہلے ہی پیچھے ہو گیا۔

"مروہ اس کو سکین الرجی ہے۔۔۔۔۔اسے چھونا مت۔۔۔۔"

اذلان کی بات سن کر مروہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

مجھے اس کو ہگ کرنا تھا۔۔۔۔آفٹر آل اتنا ہینڈسم بیٹا ہے اُن "

"کا۔۔۔۔۔

مروہ نے منہ بسور کر کہا تھا۔

"بچے ہینڈسم نہیں کیوٹ ہوتے ہیں۔۔۔۔"

"یہ بچہ نہیں ہے نا۔۔۔۔"

رویہا کی بات سن کر مروہ نے دولقر کو دیکھ کر کہا۔ تو آٹھ سال کا بچہ تو ہر گز نہیں لگتا تھا۔

چھوڑو ان لوگوں کو۔۔۔۔۔ آؤ میں آپ کو دائم کا روم دیکھاتی ہوں۔۔۔"

"آپ اس کے ساتھ روم شئیر کر لینا۔۔۔

مروہ اس کو ساتھ لے کر چلی گئی۔ اس نے دولقر کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ مگر اس کو آگے کئے وہ خود اس کے پیچھے تھی۔ کمرے میں آکر اس نے دائم کو دیکھا جو اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو مروہ کے ساتھ اپنے کلاس فیلو کو دیکھ کر حیرت سے پوری آنکھیں کھول گئیں۔

"دولقر۔۔۔۔ "

اس کے منہ سے دولقر کا نام سن پر مروہ بھی حیران ہو گئی تھی۔ اس نے دولقر کو دیکھا جو بلکل نارمل ہی کھڑا تھا۔

"آپ دونوں جانتے ہو ایک دوسرے کو۔۔۔۔؟؟"

مروہ نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ میرا کلاس فیلو ہے۔۔۔۔۔"

جواب دائم نے دیا تھا۔

ارے واہ پھر تو آپ دونوں پہلے سے ہی دوست ہو۔۔۔ چلیں دولقر"

"۔۔۔۔

"ہم دوست نہیں ہیں۔۔۔۔ یہ دلاور اور داور کا دوست ہے۔۔۔"

دولقر نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ جبکہ مروہ نے ایک ایک بار ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"کوئی بات نہیں اب بن جاؤ۔۔۔۔۔"

مروہ نے مسکرا کر کہا تو اس نے کوئی تاثر نہیں دیا۔

دائم!!!! یہ آپ کے اذان چاچو کا بیٹا ہے۔۔۔۔ تو اچھے سے رہنا ہے اس"

"کے ساتھ۔۔۔۔

مروہ نے دائم کو اس کا اور دولقر کا راشتہ بتایا تو اس نے حیرت سے مروہ کو دیکھا۔

"تو پھر مجھے کیوں نہیں پتا تھا۔۔۔اور یہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتا۔۔۔؟؟؟"

دائم کے ننھے سے ذہن میں یہ سوال آئے تھے۔

"آپ کے اذان چاچو پولیس میں ہیں نا۔۔۔تو اس لئے وہ اس شہر میں نہیں تھے۔۔۔جب ٹرانسفر ہوا تو وہ کراچی میں آ گئے۔۔۔ان کو کچھ کام ہے تو اس لئے دولقر ہمارے ساتھ رہیں گے۔۔۔"

مروہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کو تفصیل بتائی تو وہ مزید الجھا۔

"پر اذان چاچو تو ہمارے گھر پر ہمارے ساتھ رہتے تھے۔۔۔؟؟"

"وہ میرے بابا نہیں تھے۔۔۔۔"

مروہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے دولقر نے کہہ دیا تھا۔اس کو کہاں اذان کے بارے میں کچھ بھی برداشت تھا۔

"وہ انکل۔۔۔۔اچھے انکل نہیں تھے۔۔۔۔اس لئے آپ کے ڈیڈ اور
"دلاور کے ڈیڈ مل کر اس کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔
مروہ نے اس کو اس کے ذہن کے حساب سے ہی سمجھایا تھا۔
"سب کہتے ہیں وہ اذان چاچو ہیں۔۔۔۔۔"
دائم کا ذہن ابھی تک الجھا ہوا تھا۔
وہ آپ کے اذان چاچو نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔بس ان کا چہرا اذان چاچو جیسا"
"ہے۔۔۔۔
"وہ ہمشکل ہیں۔۔۔۔اذان چاچو کہ ؟؟؟ "
اس کی بات سن کر دائم نے حیرت سے کہا تو مروہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
اچھا اب آپ دونوں اپنا اپنا ہم ورک کرو۔۔۔۔میں آپ دونوں کے "
"کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں۔۔۔
مروہ نے دولقر کو دائم کے پاس آنے کا اشارہ کرتے کہا تھا۔
"میں کر چکا ہوں۔۔۔۔"

دولقر نے کہتے ہوئے آگے آگیا تھا۔ مروہ نے دائم کو دیکھا۔

"میرا بھی آل موسٹ کمپلینٹ ہو گیا ہے۔۔۔۔"

دائم نے اپنی کاپیوں کی طرف دیکھا کر کہا۔ دولقر اس کے پاس آگیا۔ اس نے ایک نظر دائم کی نوٹ بُکس کو دیکھا۔ دائم نے اپنا کام ختم کیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مروہ ان کے کھانے کے لئے کچھ لینے گئی تھی۔ دائم نے اپنا پھیلاوا سمیٹتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"تو تمہیں پہلے سے پتا تھا کہ میں تمہارا کزن ہوں۔۔۔ پھر کبھی بتایا کیوں نہیں؟؟؟"

اس کی بات سن کر دولقر کے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا۔۔۔۔؟؟"

دولقر نے الٹا اس سے سوال کیا تھا۔

"کیونکہ ابھی جب پھوپھو نے تمہارے بارے میں مجھے بتایا تو تم نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا۔۔۔۔ مطلب تمہیں پہلے سے پتا تھا۔۔۔۔

ہمارے گھر پر آپ سب کی تصویریں لگائی ہوئی ہیں بابا نے ہی بتایا تھا"

"۔۔۔

زندگی میں پہلی بار دولقر نے کسی کو اپنی صفائی دی تھی۔

میں نے یہ نہیں پوچھا تم کیسے جانتے ہو۔۔۔۔میں نے کہا تم نے بتایا کیوں"

"نہیں۔۔۔۔؟؟؟

دائم نے اپنے سوال پر زور دے کر کہا۔

مجھے کیسی سے زیادہ بات کرنا پسند نہیں ہے۔۔۔۔اور تم ہر وقت اپنے"

"دوستوں کے ساتھ ہوتے ہو۔۔۔۔

اس نے ایک نظر اس کے پورے کمرے میں دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔اتنے میں مروہ بھی وہاں آگئی تھی۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں۔۔۔؟؟"

مروہ نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

کچھ خاص نہیں میں دولقر سے دوستی کرنے کی کوشش کر رہا"

"ہوں۔۔۔۔۔

دائم نے عام سے انداز میں بتایا تھا۔

"تو ہوئی دوستی آپ دونوں کی۔۔۔؟؟"

مروہ نے ایک ایک نظر دونوں دیکھ کر کہا۔

"ابھی تک تو نہیں۔۔۔۔"

دائم نے اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو ہو جائے گی۔۔۔۔"

اس نے دائم کو تسلی دی۔

"آپ کے پیپرز ہونے والے ہیں پھو پھو کچھ پڑھ لیں۔۔۔"

دائم نے اس کو بڑے بوڑھوں کی طرح سمجھایا تھا۔

"اب آپ کی طرح کتابی کیڑا تو نہیں بن سکتی میں۔۔۔ "

مروہ نے منہ بسور کر کہا تھا۔ وہ ہر طرح سے اپنا دھیان پیپرز سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی اور دائم تھا جو اس کو سمجھانے بیٹھ جاتا تھا۔

"آپ نے اپنا سامان تو اَن پیک کیا ہی نہیں۔۔۔ "

مروہ نے اس کا سامان دیکھ کر کہا تو دولقر نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا مروہ نے خود ہی اس کا سامان دائم کے سامان کے ساتھ سیٹ کرنا شروع کر دیا۔ کچھ ہی وقت میں ان کا کھانا بھی آ گیا۔ مروہ نے دائم کو بتا دیا تھا کہ اس کو سکین الرجی ہی تو تھوڑی احتیاط کرے اور اس کو کسی بھی وجہ سے چھونے کی کوشش نا کرے۔ بہروز اور میرب نے بار بار مروہ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ تھی کہ سن ہی نہیں رہی تھی۔

جیسے ہی آہان کو خبر ملی کے اذان مر چکا ہے وہ پوری طرح بوکھلا گیا تھا۔
اس کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ہر کام تو وہ اس کے نام پر کرتا ہے۔پہلی بار آہان کا دماغ ماؤف ہوا تھا۔اس کو لڑکیا بھی سمگل کرنی تھی۔
اس نے اپنے خاص آدمی کو بلایا۔
"یہ جو بیس لڑکیاں ہیں تم اس کو بھیجواؤ اور وہاں سب کو یہ ہی پتا چلنا چاہیے
"کہ یہ لڑکیاں اذان نے اپنے مرنے سے پہلے بھیج دی تھیں۔۔۔۔
"جی سر۔۔۔۔۔"
وہ فرمانبرداری سے سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔اس نے ان سب لڑکیوں کو غیر ملک میں بجیجوانے کا کام شروع کر دیا۔

مروہ لاؤنج میں کتابیں کھول کر بیٹھی یہ سوچ رہی تھی کہ کیا پڑھے۔
سامنے ہی رویہا اور اذلان بیٹھے ہوئے تھے۔آج اذلان نے زبردستی مروہ

کو اپنے سامنے بیٹھایا تھا کہ جب تک وہ پڑھے گی نہیں اس کی جان نہیں چھوٹے گی۔

"میں کب سے دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔مروہ کب پڑھنا شروع کرو گی۔۔۔۔۔"

"؟؟؟؟کل تمہارا پیپر ہے۔۔۔۔

اذلان نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"بھائی ویسے بھی تو فیل ہی ہونا ہے۔۔۔۔تو پڑھ پڑھ کے اپنا دماغ کیوں ضائع کرو۔۔۔

اس نے منہ بسور کر کہا۔

"محترمہ!!!!!پہلی بات تو یہ کہ دماغ استعمال کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔۔۔۔دوسری بات یہ کہ اگر فیل ہی ہونا ہے تو کچھ پڑھ کر ہو جاؤ "بعد میں یہ دکھ تو نہیں ہو گا کہ کچھ پڑھ لیتی۔۔۔۔

اذلان نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر انداز ایسا تھا کہ مروہ اس کے آگے کچھ بول نا سکے۔ اتنے میں دولقر اور دائم بھی سکول سے واپس آ گئے تھے۔

" !!! اسلام و علیکم "

ان دونوں نے ایک ساتھ کہا تھا۔

شکر ہے آپ دونوں آ گئے ہیں۔۔۔۔ ورنہ اس خون آشام چڑیل اور جن "
"نے میرا جینا حرام کر دینا تھا۔۔۔۔

مروہ نے ان دونوں کو دیکھ کر محبت سے اور رویہا اور اذلان کو گھور کر کہا تھا۔

پہلے پڑھ لیں۔۔۔۔۔ پھوپھو۔۔۔۔۔ کل سے آپ کے ایگزیمز شروع "
"ہونے والے ہیں۔۔۔۔

دائم کی بات سن کر مروہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

مجھے پتا ہے آپ اس جن کے بیٹھے ہیں۔۔۔ثابت کرنے کی ضرورت"
"نہیں ہے۔۔۔۔

مروہ نے اس کو گھورتے ہوئے منہ بسور کر کہا تھا۔ تو وہ مسکرا دیا۔ دولقر نے ایک نظر اس کی کتاب پر ڈالی اور ایک ہائی لائٹر لے کر کچھ ٹوپکس اور سوال مارک کر دیے۔

"آپ یہ پڑھ لیں۔۔۔۔۔"

دولقر نے اس کی کتاب اس کو دیتے ہوئے کہا۔ جبکہ رویہا اور اذلان حیرت سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ کو کیسے پتا مروہ کو یہ پڑھنا چاہیے۔۔۔۔۔؟؟"

اذلان نے حیرت سے پوچھا تھا۔

ڈیڈ!!!!آپ کو پتا ہے یہ بہت جینیس ہے۔۔۔۔۔۔کچھ بھی ایک بار"
"دیکھ لیتا ہے تو کبھی نہیں بھولتا۔۔۔۔

دائم نے رویہا اور اذلان کی معلومات میں اضافہ کیا۔ دولقر نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔ کیونکہ یہ بات وہ کبھی کسی کو شو نہیں کرتا تھا۔ زیادہ تر لوگ جانتے بھی نہیں تھے۔ دائم کے گھر رہتے ہو اس کو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور وہ اس کے بارے میں جان بھی گیا تھا۔

"واہ۔۔۔۔۔۔ ہمارے جینیس بچے۔۔۔۔۔۔"

اذلان نے اس کی تعریف کرتے دل میں ماشاءاللہ بھی کہا تھا۔ دولقر وہاں سے اٹھ کر ہی چلا گیا تھا۔

"ہائے میرا بچہ شرما گیا ہے۔۔۔۔"

اس کے کچھ ٹاپکس مارک کرنے پر مروہ کا تو دل خوش ہو گیا تھا۔ دائم بھی چینج کرنے چلا گیا۔

غزال اور ازمار کلب آئے ہوئے تھے۔ ان کا حلیہ بگڑے ہوئے امیر زادوں جیسا تھا۔ ایک کونے میں آہان بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ازمار کو آہان پہچانتا

تھااس لئے اس نے اپنا گیٹ اَپ چینج کیاہوا تھا۔آہان مسلسل کسی سوچ میں گھوم ڈرینک کر رہا تھا۔اس نے ایک نظر پورے کلب کی لڑکیوں پر ڈالی تھی۔ازمار نے اس کی نظر غزال کی طرف اٹھتے دیکھی تواس نے غزال کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیااور اس کے لبوں پر جھک گیا۔آہان اس کی شکل نہیں دیکھا سکا تھا۔غزال تو حیرت سے آنکھیں پھاڑے ازمار کی اس حرکت پر ششدر تھی۔آہان نے ان سب کو نظر انداز کیااور وہاں کی ایک خوبصورت لڑکی کو لے کر اپنے ساتھ چلا گیا۔غزال نے اس کو جاتے دیکھا تو ازمار کے کندھے پر زور دے کر اس کو ہٹنے کا اشارہ دیا۔ازمار پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔۔۔۔؟؟"

غزال اس کے کافی کلوز تھی اس لئے اس کے کان میں غرائی۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی گندی نظر تم پر پڑے۔۔۔"

ازمار نے اس کے کان میں کہتے اس کے گال پر لب رکھے تھے۔

"ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں رومینس نہیں۔۔۔"

غزال نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"وہی تو کر رہے ہیں۔۔۔۔۔"

ازمار نے بھی اسی کے انداز میں کہا تھا۔

"آہان یہاں سے چلا گیا ہے۔۔۔۔ "

غزال نے اس کو ہوش دلایا۔

"کہاں۔۔۔۔؟؟"

اب کی بار ازمار سنجیدہ ہوا تھا۔

"شاید کوئی روم ہو یہاں پر۔۔۔۔۔"

غزال کی بات سن کر وہ سر اثبات میں ہلا کر اس کو لے کر ایک طرف گیا۔ اس طرف کچھ کمرے تھے۔ازمار نے ایک کمرے کو دیکھا جہاں بُکڈ لکھا ہوا تھا۔وہ خاص آہان کا کمرہ تھا۔کمرے میں آکر دونوں نے ایک نظر پورے کمرے پر دوڑائی تھی۔ازمار نے غزال کو کمر سے تھام کر اپنی طرف کیا تو

غزال نے اس کی گردن میں بازو ڈال لئے۔ازمار اس کی گردن پر جھک گیا۔

"اس کمرے میں کیمرے لگے ہوئے ہیں۔۔۔۔ "

ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں آنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی ویڈیوز کے "

"تھروان لوگوں کو بلیک میل کرتا ہو۔۔۔۔

غزال نے بھی اس کے کان میں سرگوشی کی۔غزال کے بولنے پر ازمار اس کی گردن پر اپنی شدتیں لٹانے میں مصروف تھا۔وہ دونوں ایسے ری ایکٹ کر رہے تھے جیسے کوئی بھی یہاں آنے والا لڑکیاں یا لڑکی کرتے۔ازمار نے اس کو رخ بدلتے ہوئے اس کے کندھے پر لب رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمیں ایسے پریٹینڈ کرنا پڑے گا جیسے ہمیں کچھ بھی فیل نہیں ہوا۔۔۔۔"

غزال نے اس کی طرف مڑ کر اس کی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کئے تو ازمار اس کو پیچھے کی طرف دھکیلتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔غزال نے اس کی شرٹ اتار کر ایک طرف پھینک دی۔ازمار اس کے لبوں پر جھکتے ہوئے

اس کو بیڈ پر گراتا خود بھی اس پر جھکا تھا۔ ازمار کا ایک ہاتھ بے باکی سے غزال کے وجود کو چھو رہا تھا۔ ازمار اس کے لبوں کو آزاد کرتے اس کی گردن کی طرف بڑھا تو غزال نے اس کے بال مٹھی میں جھکڑا۔

"ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں۔۔۔۔؟؟"

غزال اس کے کان میں غرائی تھی۔

"مجھے بھی پتا ہے۔۔۔۔۔"

ازمار نے بھی دانے پیس کر کہا۔

"اپنی یہ چھچھوری حرکتیں بند کرو گے۔۔۔۔"

غزال آہستہ آواز میں اس کے کان کے قریب خلق کے بل چیخی تھی۔

"تم کرو تو پیا ہے۔۔۔۔میں کروں تو چھچھوری حرکتیں۔۔"

ازمار کے اپنے چہرے پر محبت کے تاثرات سجا کر کہا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ پاؤں سے مسلسل اس کی ٹانگوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔

غزال کے کروٹ بدلی اور ازمار سے خود کر آزاد کروا کر اس کی گردن پر " جھک کر اس نے اپنے دانت گاڑ دیے۔ ازمار نے آنکھیں زور سے بند کر کے جلن کو برداشت کیا تھا۔

"میں جو بھی کرتی ہوں موقع اور جگہ دیکھ کر کرتی ہوں۔۔۔ "

غزال نے ایک بار پھر غصے سے اس کے سینے پر دانت گاڑھ کر اپنے غصے کا اظہار کیا تھا۔ ازمار کی برادشت سے باہر ہوا تو اس نے بھی کروٹ بدلی کر غزال کے دونوں ہاتھ بیڈ کے ساتھ لگائے۔

"روکو زرا بتاتا ہوں تمہیں۔۔۔۔۔"

وہ غصے سے کہتے ہوئے جارہانہ انداز میں اس کے لبوں پر جھکا تھا۔ ازمار نے اس کے ہونٹوں کو زخمی کیا اور پھر اس کے کندھے پر دانت گاڑھ دیئے۔ اس سے بھی اس کو سکون نہیں ملا تو اس کی گردن سے ہوتا ہوا نیچے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ غزال چیخی تھی۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔ "

وہ اپنی پوری قوت سے خود کو چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر ازمار پر تو جیسے جنون سوار تھا۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ غزال چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جبکہ ازمار کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ غزال پر جھکا ہوا تھا اور غزال کا دھیان آہان کی طرف تھا اس لئے وہ دونوں اس کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ نہیں سکے تھے۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔"

غزال نے خود کو چھوڑانے کے لئے پوری قوت اس کے کو دھکا دیا تھا۔ ازمار نے ابھی تک دروازے پر کھڑے آہان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ غزال وہاں سے جانے والی تھی کے ازمار کے اس کو واپس کھینچ لیا۔

ابھے۔۔۔۔۔ تیری تو۔۔۔۔۔ نخرے کیا کر رہی ہے۔۔۔۔۔ اپنی مرضی" "سے آئی تھی میرے ساتھ۔۔۔۔۔

ازمار نے اس کے اوپر ہو کر غصے سے کہا۔ اس کی لینگوج پر غزال تو چند لمحے کچھ بول ہی نہیں سکی۔

"چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔۔۔۔"

غزال اس کا پلین سمجھ کر غصے سے خود کو چھوڑتی ہوئی بولی تھی۔

"روک زرا ابھی بتاتا ہوں تجھے۔۔۔۔"

ازمار نے اس کے دونوں طرف ٹانگیں رکھ کر اپنا بیلڈ کھولتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

"اہم۔۔۔۔"

ازمار چونک کر اس طرف مڑا تھا۔اس نے حیرت سے آہان کو دیکھا تھا۔

"یہ میرا کمرا ہے۔۔۔۔"

آہان کو دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے اس کو ازمار پسند آیا ہو۔ازمار فوراً اس سے دور ہوا تھا۔غزال اٹھ کر بھاگنے والی تھی کہ ازمار نے زبردستی اس کی کلائی پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچ کر لیا۔غزال کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا تھا۔

"معاف کرنا مجھے نہیں پتا تھا۔۔۔۔"

اس نے آہان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ غزال کو وہ تقریباً اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔ غزال بھرپور مزاحمت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر ازمار کی گرفت سے خود کو آزاد نہیں کروا سکی۔ وہ اس کی گرفت سے نکلنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اپنے چہرے اس اس نے ایسے تاثرات سجائے ہوئے تھے جیسے اپنی پوری قوت استعمال کر رہی ہو۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔"

آہان نے مسکرا کر کہا۔

"تھینکیو سر۔۔۔۔"

ازمار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ساتھ ہی اس نے غیر محسوس انداز میں اپنی گھڑی کے ساتھ چیپکاٹریکر آہان کی گھڑی میں لگا دیا تھا۔ وہ غزال کو لے کر وہاں سے نکل گیا۔

"یہ کیا بد تمیزی تھی ازمار۔۔۔۔؟؟؟"

کلب سے باہر آ کر وہ خلق کے بل چیخی تھی۔

کیابد تمیزی کی ہے میں نے۔۔۔۔۔؟؟؟تم نے یہ کیا حشر کیا ہے"

"میرا۔۔۔۔

اس نے اپنے زخمی سینے اور گردن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

ہم یہاں کسی پلین کے تحت آئے تھے۔۔۔۔رو مینس کرنے"

"نہیں۔۔۔۔

غزال اب بھی غصے میں تھی۔ازمار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھنے چاہے تھے مگر غزال پیچھے ہو گئی۔

خبر دار جو مجھے ہاتھ لگایا تو۔۔۔۔۔تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ہے اس"

"گھٹیا انسان کو چھونے کی۔۔۔۔؟؟

غزال اتنے غصے میں تھی کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ازمار کی جان نکال دے۔اگر کوئی اور وقت ہوتا تو ازمار اس کی پوزیسو نیس پر خوشی سے جھوم اٹھتا۔مگر اس وقت غزال کا غصہ ازمار کی آنکھ سے باہر تھا۔

"اس کی گھڑی میں ٹریکر لگایا ہے میں نے۔۔۔۔۔"

ازمار نے غصے سے دانت پیس کر اس کو بتایا تھا۔ غزال لمحے بھر کو چپ ہو گئی۔ ازمار اس کو لے کر کلب کے دوسری طرف چلا گیا۔ وہاں کچھ لڑکیاں پہلے سے موجود تھیں۔ ازمار کو دیکھ کر کئیں لڑکیاں تو اپنا دل ہار بیٹھی تھیں۔ اس کا کسرتی وجود دیکھ کر کچھ لڑکیوں کی رال ٹپکنے لگی تھی۔ ایک تو باقاعدہ اس کے پاس آگئی تھی۔ اس نے ازمار کو چھوا تو غزال کا دماغ خراب ہو گیا۔

"کیا مجھے آپ کا نمبر مل سکتا ہے۔۔۔۔۔"

اس کی پاس سن کر غزال کے سر پر لگی اور تلوں پر بجھی تھی۔ اس نے اپنی گن نکال کر اس لڑکی کے سر پر رکھ دی تھی۔

"ہمت کیسے ہوئی ہے تیری اس کو چھونے کی۔۔۔؟؟"

غزال نے غصے سے کہہ کر اس لڑکی کے ہاتھ پر گولی چلائی تھی جبکہ اس کا اتنا جنونی انداز دیکھ کر ازمار آنکھیں پھاڑے اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکی کی

چیخیں سن کر وہاں بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے تھے۔ کئیں لڑکے اور لڑکیاں اس پاگل سائیکو لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا بکواس کی ہے تو نے۔۔۔۔۔؟؟؟ نمبر چاہیئے تھا اس کا۔۔۔۔۔اب ڈاکٹروں کے نمبر یاد کر لے۔۔۔۔"

غزال نے غصے سے سرخ ہوتی آنکھیں اس پر گاڑھ کر کہا تھا۔ غزال کی گن اب اس کی آنکھ کی طرف تھی۔ ازمار نے آگے بڑھ کر فوراً اس کی گن کا رخ اوپر کیا تھا۔

"غزال!!!! پاگل ہو گئی ہو۔۔۔۔۔؟؟؟"

ازمار غصے سے دھاڑا۔

"ہاں ہو گئی ہوں میں پاگل۔۔۔۔"

وہ غصے سے چیخی تھی۔ اس نے ازمار کی گردن تھام اس کا چہرا اپنے چہرے کے قریب کیا۔

"!!!! تم صرف میرے ہو۔۔۔۔۔ صرف میری ازمار شاہ

جو میرا ہے وہ صرف میرا ہے

اس پر کسی کا حق تو دور نظر بھی نہیں منظور

غزال کی اپنی سرخ آنکھیں اس کی سرخ انگارہ آنکھوں میں سال کر کہا تھا۔

یہ مت سوچنا کہ کوئی بھی ایری غیری آکر تمہیں بھلانے کی کوشش "

کرے گی اور میں چپ کر کے دیکھتے رہوں گی۔۔۔۔ غزال ابراہیم خان ہو

میں۔۔۔۔ آنکھیں نکال دوں گی ہر اس لڑکی کی جس نے تم پر نظر ڈالنے کی

کوشش بھی کی تو۔۔۔۔ میں تو اپنی کسی بے جان چیز کو کسی اور کے پاس

" برداشت نا کرو تم تو سر سے پیر تک میرے ہو۔۔۔۔۔

غزال کی شدت پسندی کے سامنے ازمار کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔ وہ بس

بے یقین سا اپنی پوری آنکھیں کھولے غزال کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی تھی۔

ابھی میری شدت پسندی سے واقف نہیں تم۔۔۔۔۔اس لئے انجان"
رہنا ہے تمہارے لئے بہتر ہے۔۔۔۔اتنا یاد رکھنا اب کسی نے تمہیں
"چھونے کی کوشش بھی کی تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔۔۔
"میں مجھے ہر شک کر رہی ہو۔۔۔۔؟؟ "

ازمار نے خود کو چھوڑا کر غصے سے کہا تھا۔اس کی بات سن کر غزال
مسکراتے ہوئے اس کے گلے کا ہار بنی تھی۔ جس کو اس نے گولی ماری تھی
وہ کوکب کی بے ہوش ہو چکی تھی۔سب لوگ تو اور کا تماشای اور غزال کا
جنون دیکھنے کے لئے رو کے ہوئے تھے۔

تم تو جان ہو میری۔۔۔۔۔غرور ہو میرا۔۔۔۔ازمار شاہ!!! عشق ہے "
تم سے مجھے اور عشق میں شین ہوتا ہے شدت ہوتی ہے شک نہیں ہوتا
"۔۔۔۔

اس نے آنکھوں میں چمک لئے ازمار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
اس کی بات سن کر ازمار کی سانس کیا اس کے دل کی دھڑکن بھی رک گئی

تھی۔اس نے پہلی بار ایسا اظہار سنا تھا۔اس نے زندگی میں پہلی بار آیسی محبت دیکھی تھی۔ غزال نے آگے بڑھ کر اس کا چہرا تھام کر اس کے ماتھے پر عقیدت سے لب رکھے تھے۔

ع: عقیدت اور عبادت کی "

ش: شدت

ق: قلب

"میں نا ہو تو عشق مکمل نہیں ہوتا۔۔۔

اس کا ایک ہاتھ ازمار کے گال پر تھا اور دوسرا اس کے کندھے پر۔ازمار دم سادھے اب کچھ بھولے بس اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔جو آنکھوں میں دیوانوں جیسی چمک لئے عقیدت سے اس کے چہرے سے ایک ایک نقش کو دیکھ رہی تھی۔اس کی اتنی محبت پر آزمار کی دائیں آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"میں تم سے محبت نہیں کبھی نہیں جیت سکتا۔۔۔۔ "

ازمار نے اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کو اپنے ساتھ لگایا تو غزال بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔ وہاں موجود مجمہ اب تب سکتے میں اس لڑکی کی دیوانگی کا دیکھ رہا تھا۔

رمل کی حالت کچھ بہتر تھی اس کے زخم بھی زرا بھر گئے تھے۔

" !!! رمل"

ایزد نے اس کو اپنے حصار میں لے کر محبت سے پکارا تو رمل نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔ اب وہ بولتی ہی نہیں تھی خاموش ہو کر رہ گئی تھی۔

ایجنسی چلو۔۔۔۔مجھے حدی بھائی کو کچھ دینا ہے اور تم بھی گواہی دے"

"دینا۔۔۔۔

ایزد نے پیار سے کہا تو رمل نے نم آنکھوں نے سر نفی میں ہلا دیا۔

میں تمہارے ساتھ جاؤں گا ناوعدہ کرتا ہوں ایک سینڈ کے لئے بھی نہیں"

"چھوڑوں گا۔۔۔۔

ایزد نے پیار اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"پکا۔۔۔۔"

جب سے رمل واپس آئی تھی یہ پہلا لفظ تھا جو اس نے اپنے منہ سے نکالا تھا۔ ورنہ وہ بس چیختی تھی۔ سوتے ہوئے نیند میں بھی چیخ کر اٹھ جاتی تھی۔ اس کے دماغ میں بس آہان تھا اور اس کا رمل کو ٹارچر کرنا۔ اس کو سمجھا کر ایزد ایجنسی کے لئے نکل گیا تھا جہاں ایک اور شاک رمل کا انتظار کر رہا تھا۔

ایزد نے گاڑی روکی اور رمل کے دوسری طرف آکر اس کو باہر نکالا۔

رمل کو لگا سب لوگ اس کو ہی دیکھ رہے ہیں۔ اس نے ایزد کے سینے میں

منہ چھپالیا۔ وہ ایسے ہی اس کو اپنے حصار میں کے کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ لوگ اپنا کام کر رہے تھے۔ ایزدان لوگوں سے پوچھ کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اذان کو بھی ان لوگوں نے وہیں پر رکھا ہوا تھا۔

"عادی۔۔۔۔"

غزال کی آواز پر سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ رمل نے ابھی بھی اس کے سینے میں منہ چھپایا ہوا تھا۔ اذان اس وقت جاگ رہا تھا۔ اس کی نظر بھی رمل پر ہی تھی۔ ایزد نے کچھ سوچ کر رمل کو پکارا تھا۔

"رمل۔۔۔۔"

رمل نے سر اٹھا کر ایزد کو اور باقی سب کو دیکھا تو سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رمل کا چہرا بہت بڑی طرح زخمی تھا۔ زخم زرا مندمل تھے۔ مگر اب بھی تھے۔ رمل کی نظر جیسے ہی بیڈ پر لیٹے وجود پر پڑی تو اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ ایک دم سے چیخی تھی۔ اذان کو اب سمجھنے میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت لگا تھا۔ سب کو تو جیسے سکتے سے باہر

آئے تھے۔رمل خوف سے پیچھے ہوئی تھی۔ مگر ایزد نے اپنا چہرا سپاٹ کرتے اس کو بازو سے پکڑ کر اپنے آگے کیا۔رمل کے اس کو دیکھا تو ایزد میں اس کو آہان کا ہی ایک آدمی نظر آیا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔ایزد۔۔۔۔"

رمل مسلسل چیخ چیخ کر خود کو چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ایزد کہاں ہو؟؟؟ایزد۔۔۔۔"

وہ ایزد کے حصار میں اس کو ہی پکار رہی تھی۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔"

وہ مسلسل ایزد سے خود کو چھوڑانے کوشش کرتی رو رہی تھی۔یہ سب دیکھنا اذان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔اس نے اپنا چہرا بائیں طرف موڑ لیا تھا۔اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

"پلیز چھوڑ دو۔۔۔۔"

خود کو ہر طرح سے ناکام ہوتے دیکھ کر رمل اس کے سامنے گڑ گڑائیں تھی۔ رویہا کی تو آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ جبکہ غزال سپاٹ چہرا لئے کھڑی تھی۔ ازمار نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ رمل ایک دم سے رک گئی۔ اس نے ازمار کو دیکھا تھا۔ اس کو پہچاننے میں رمل کو کچھ وقت لگا تھا۔

"بب۔۔۔بھائی۔۔۔۔"

ازمار کو پہچانتے ہی رمل اس کے سینے میں چہرا چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

"رمل!!! وہ اذان بھائی نہیں تھے۔۔۔ "

ازمار نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ رمل نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔ ازمار نے اس کو اذان کی طرف دیکھنے کا کہا تو رمل اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"ازمار!!! یہ ایسے نہیں ماننے کی تم جانتے ہو یہ بہت ضدی ہے۔۔۔۔"

ایزد نے سپاٹ لہجے میں کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اذان کے پاس لے گیا۔
رمل کی چیخیں ایک بار پھر سے بلند ہوئی تھی۔

"!!!!! رمل "

ایزد نے سختی سے اس کا نام لیا تو رمل خوف سے ساکت ہو گئی۔اس کی سانس تک رک گئی تھی۔

"اس کی حالت دیکھو۔۔۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ وہ اذان تھا۔۔۔۔"

ایزد نے اس کا دھیان اذان کی طرف کیا تو رمل نے ایزد کے ڈر سے اذان کو دیکھا جو پوری طرح زخمی تھا۔وہ اپنے ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔اس کو مارنا تو بہت دور کی بات تھی۔

"ریم۔۔۔۔۔۔ "

اذان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو رمل نے بے یقینی سے اس کو دیکھا۔وہ بچپن میں اس کو اس نام سے بلاتا تھا۔ میٹرک کے بعد جب اس کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا اس کے بعد اذان نے یہ نام لینا چھوڑا تھا جیسے اس نے کبھی

یہ نام لیا ہی نا ہو۔اب سالوں بعد اس کے منہ سے اچانک یہ نام سن کر وہ ششدر رہ گئی تھی۔

"وہ میں نہیں تھا ریم۔۔۔۔"

اذان نے نم آنکھوں سے اپنی صفائی دی تھی۔

"وہ آہان تھا اس کا ہم شکل۔۔۔۔"

اذلان نے اپنے مخصوص انداز میں اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر بتایا تھا۔

رمل نے اذان کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اپنے سر پر ہاتھ رکھنے والے کو دیکھا تھا۔وہاں اذلان نہیں بلکہ کوئی اور تھا۔یہ چہرا اس کے لئے انجان تھا مگر یہ انداز یہ لمس اس کے لئے انجان نہیں تھا۔

"رمل۔۔۔۔ "

رویہا نے اس کے پاس آ کر اس کو اپنی طرف متوجہ کیا۔اتنے عرصے بعد رویہا کو دیکھ کر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔اس نے آگے بڑھ کر

رویہا کو ہگ کرنا چاہا تھا مگر اس کا پیٹ دیکھ کر رمل نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔

"سرپرائز۔۔۔۔"

رویہا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو رمل کی ہنسی نکل گئی۔ایزد کی رگ و پے میں سکون اترا تھا۔رویہا نے اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

مروہ نے گھر آتے ہی خوشی سے چہکتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی تھی۔اس نے ایک ہی سانس میں دولقر کو نا جانے کتنی آوازیں دے دیں۔دولقر سیڑھیوں سے اترتا اس تک آیا تھا۔

"جی۔۔۔۔"

ہمیشہ کی طرح مختصر جواب دیا تھا۔

" تھینکیو۔۔۔۔ تھینکیو سو مچ۔۔۔"

وہ اپنی خوشی میں اس کو اپنے سینے سے لگانے لگی تھی کہ دولقر فوراً پیچھے ہو گیا۔ مروہ نے کچھ سوچ کر اپنا دایاں ہاتھ بائیں کندھے اور بایاں ہاتھ دائیں کندھے پر رکھ کر زور سے اپنی آنکھیں میچ کر دولقر کو اشارے سے ہگ کیا۔ پیار کرنے کی اس انوکھے انداز پر دولقر مسکرا دیا۔

"تھینکیو سو مچ۔۔۔۔آپ کو پتا ہے آج پیپر میں وہ ہی سب آیا تھا جو آپ نے مجھے مارک کر کے دیا تھا۔"

مروہ کے اس کو دیکھ کر خوشی سے بتایا۔ جبکہ ہاتھ ابھی تک ویسے ہی تھے۔

دولقر کے مسکرانے پر مروہ نے اس کو ایک فلائی کس کی تھی۔ اس کے ایسا کرنے پر دولقر جھینپ گیا۔ اس کو شرماتے دیکھ مروہ کو اس پر مزید پیار آیا تھا۔

"اب ایسے شرماؤ مت۔۔۔۔۔میں جو احتیاط کر رہی ہوں سب بھول جاؤں گی۔۔۔"

اس کی بات سن کر دولقر کو مزید شرم آئی تھی۔ مگر وہ اپنے تاثرات چھپا گیا۔
دولقر کے ایسا کرنے پر مروہ کھول کر مسکرائی۔ جبکہ میرب اور بہروز کو
غصہ آیا تھا۔ وہ دونوں وہاں آئے تھے۔ اس سے پہلے کے وہ دولقر کے
سامنے اس کے لئے کچھ کہتے مروہ نے اس کو وہاں سے بھیج دیا تھا۔
مروہ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہی۔۔۔؟؟؟ تم جتنا بھی اس سے پیار"
" کرتی ہو سب تمہیں اس کی سوتیلی ماں کی ہی نظر سے دیکھیں گے۔۔۔۔
"لوگ مجھے کس نظر سے دیکھتے ہیں مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔"
مروہ کا انداز ختمی تھا۔
"تم تو اس کو چھو بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔ماں کیسے بنو گی۔۔۔۔۔؟؟ "
بہروز نے بھی مروہ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔
بغیر چھوئے بھی پیار کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔ڈیڈ اور رہی بات ماں بننے کی تو"
مائیں تو بچوں کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہیں نا۔۔۔۔۔تو میں دولقر کے لئے
"اس کی الرجی سے نہں لڑ سکتی۔۔۔۔

مروہ نے بہروز کو سمجھانے کی کوشش کرتے کہا تھا۔

"تم اپنے باپ کو انکار کرو گی۔۔۔۔۔؟؟"

بہروز نے رعب دار لہجے میں کہا تھا۔

"ڈیڈ آپ کی ہر بات مانی ہے میں نے آج تک۔۔۔۔پڑھائی ہو یا کوئی اور چیز یہاں تک کہ آپ نے اذلان بھائی کے لیے کہا کہ یہ تمہارے دلاور بھائی ہیں تو میں نے صرف مانا نہیں بلکہ ایمان لے آئی۔۔۔۔۔آج میں پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہی ہوں تو آپ مجھے نہیں دے سکتے

"کیا۔۔۔؟؟

مروہ نے نم آنکھوں اور بے بسی سے کہا تو بہروز ملک چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئے۔

" !!! مروہ"

میرب نے غصے سے اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

اب تم اپنے ماں باپ کو کہوں گی کہ تم نے ان کے لئے کیا کیا "
ہے۔۔۔۔۔؟؟؟ یہ تو ہمیں تمہیں کہنا چاہیے کہ کیا نہیں دیا ہم نے تمہیں
۔۔۔۔۔اور اب تم ہم سے ہی زبان لڑا رہی ہو۔۔۔۔ ہمیں ہی آنکھیں
"دیکھا رہی ہو۔۔۔۔

میرب نے غصے سے کہا تھا۔

وہ چند ہزار کمانے والا ایک معمولی سا پولیس والا تمہیں دے ہی کیا سکتا"
ہے۔۔۔۔۔۔؟؟؟ کہاں ان آسائشوں اور لگجری لائف سٹائل کی
عادی۔۔۔۔اور کہاں تو کبھی ایک شہر اور کبھی دوسرے شہر میں دھکے کھاتا
"پولیس والا۔۔۔۔

بہروز نے ایک اور حقیقت کو اس کے سامنے رکھا تھا۔

میں تو مسٹر شاہ کے ساتھ اس چھوٹے سے تین کمروں کے فلیٹ میں بھی"
اتنے سکون میں تھی۔۔۔۔۔ کہ لفظوں میں بتانا مشکل ہے۔۔۔۔۔اور
آپ کو کیا لگتا ہے میں ان میٹریلیسٹک چیزوں کے لئے ایک ایسے انسان کو

چھوڑدوں گی جس نے مجھے بچایا۔۔۔میں بھی آپ کو ایک حقیقت بتادوں ڈیڈ جس کو اور اس کی اولاد کو اتنی باتیں سنا رہے ہیں نا آپ دونوں ان کی ہی وجہ سے آج میں آپ کے سامنے صحیح سلامت ہوں ورنہ پڑی ہوتی کسی "امیر زادے کے بستر پر۔۔۔۔۔

"مروہ۔۔ "

اس کی بات پر میرب اور بہروز دونوں ہی تڑپ گئے تھے۔ان دونوں نے ایک ساتھ غصے سے کہا تھا۔

"اپنی اولاد پر بات آتی ہے تو آپ دونوں کیسے تڑپ جاتے ہیں۔۔۔۔اذلان بھائی کی ماما کا کیا حال ہوا ہو گا۔۔۔جب آپ دونوں نے ان تک ان کے بیٹے کے مرنے کی خبر پہنچائی تھی۔۔۔اگر اِس معصوم کی ماں اس کو چھوڑ گئی ہے تو اس میں دولقر کی کیا غلطی ہے۔۔۔۔؟؟اس کے تیمور بابا شہید ہو گئے ہیں تو اس سب میں دولقر کا کیا قصور ہے۔۔۔۔؟؟ائی ایم سوری بٹ "میں کسی کو بلاوجہ ایسی سزائیں نہیں دوں گی مجھے۔ہیں دینی چاہیے۔۔۔۔

مروہ کو اب ان کی خود غرضی پر غصہ آیا تھا۔ وہ ان کو ایک بار پھر آئنی دکھا کر چلی گئی تھی۔ ان کے سامنے تو وہ بہت کچھ بول آئی تھی مگر کمرے میں آ کر دروازہ بند کر کے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"موم ڈیڈ آپ دونوں کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔ کیوں اتنے خود غرض ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔؟؟؟ اگر پہلے سے تھے تو کیوں تھے۔۔۔۔؟؟

وہ زمین پر بیٹھ کر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر روتے ہوئے خود سے کہہ رہی تھی۔ اذان کی حالت سے زیادہ تکلیف مروہ کو اس کے ماں باپ کی اچانک بدل جانے پر ہو رہی تھی۔ وہ جتنی خوش اپنا پیپر دیکھ کر ہوئی تھی ہال میں ہی اس کی چیخ نکل گئی تھی۔ پورے ہال میں موجود سارے سٹوڈینٹ اور وہاں موجود چیکرز اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ مگر گھر آتے ہی اس کی ساری خوشی ملیامیٹ کو گئی تھی۔ وہ سب کو اپنے پیپر کے بارے میں بتانے کے لئے جتنی ایسائیٹڈ تھی۔ اب اکیلے میں بیٹھ کر اتنی ہی شدت سے رو رہی تھی۔

ازمار نے آہان کی جس گھڑی میں ٹریکر لگایا تھا جو اس نے اپنے ہی ایک آدمی سے خوش ہو کر اس کو دے دی تھی۔ اس لئے ان لوگوں پتا نہیں چلا تھا کہ آہان کیا کرنے والا ہے۔ جس کو اس نے گھڑی دی تھی۔ اس نے بھی سنبھال کر رکھ دی تھی۔

"یا تو ہم نے کوئی غلطی کی ہے یا پھر آہان ضرورت سے چالاک ہے۔۔۔ "

مقتضیٰ کو جیسے ہی پتا چلا تو اس نے ان سب کو اکٹھا کر کے کہا تھا۔ آہان پر نظر رکھنے کے لئے ان میں سے ہر روز کوئی نا کوئی کلب جاتا تھا۔ مگر اس نے اپنا ٹھکانا بھی بدل لیا تھا۔ وہ لوگ جان گئے تھے کہ آہان کو پتا چل گیا ہے کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔

*** ایک ماہ بعد ***

مقتضیٰ ایجنسی جارہا تھا ٹریفک کی وجہ سے اس کو سگنل پر روکنا پڑا تھا۔ اس کی نظر اپنے ساتھ کھڑی ایک وین پر پڑی۔ اسی وقت ٹریفک لائٹ گرین ہوئی تھی۔ مقتضیٰ نے سامنے دیکھا پھر چوونک کر اپنے ساتھ کھڑی وین کی طرف دیکھا۔ وہ ایک کالج وین تھی۔ مگر اس پر ایک ییلو مارک تھا جس نے مقتضیٰ کو چونکنے پر مجبور کیا تھا۔ وین آگے بڑی تو مقتضیٰ نے اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگادی۔ وین میں موجود آدمی لڑکیوں کو کالج کے لئے پک کر رہا تھا۔ مقتضیٰ کچھ فاصلے سے اس کا پیچھا کر رہا تھا اس لئے اس کو پتا نہیں چلا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔ لڑکیوں کو کالج ڈراپ کرنے کے بعد وہ شرافت سے جارہا تھا۔ کچھ دیر تک مقتضیٰ کو اس کا پیچھا کرنا بے کار لگا تھا۔ مگر کچھ وقت بعد وین کو ایک ویران راستے سے گزرتے دیکھ کر مقتضیٰ کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا۔ اس رستے سے گزر کر وین کچے راستے پر چلنے لگی تھی۔

ایک جگہ پر وہ وین والا آ کر رک گیا۔ وہاں پر ٹرکوں پر مال لوڈ کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا۔

"ایک وین والے کا ٹرک والوں سے کیا تعلق۔۔۔۔؟؟"

اس دل میں سوچ کر مسکرایا تھا۔ مقتضیٰ نے ایک سائیڈ پر اپنی گاڑی پارک کی، اپنی گن لی اور خود اس کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کے وہ ایک کمرے میں گیا ہے جہاں کچھ لوگوں پہلے سے موجود تھے وہ ان سے کوئی بات کر رہا ہے۔ ان کی باتیں سننے کے لئے مقتضیٰ احتیاط سے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ ایک بڑے سے کاٹن کے پیچھے چھپ گیا۔

جنگل کنگ کو پتا چل گیا تو انہوں نے تو مجھے کچا کھا جانا ہے اور ڈکار بھی"

"نہیں لینا۔۔۔۔

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھی اکیلے ہی بڑبڑا رہی تھی۔

"واپس چلوں کیا۔۔۔۔؟؟"

وہ اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے مسلسل اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی۔ جب سے وہ ہوسپٹل کے لئے نکلی تھی اس کی گاڑی مقتضیٰ کی گاڑی کے پیچھے تھی۔ جب اس نے مقتضیٰ کو ایجنسی کی بجائے کہیں اور جاتے دیکھا تھا تو بغیر سوچے سمجھے اس کے پیچھے آگئی۔ مقتضیٰ کا سارا دھیان وین پر تھا اس لئے اس کو احساس نہیں ہوا کہ ایک گاڑی اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ اس کا سارا دھیان مقتضیٰ پر تھا اس لئے اس کو پتا ہی نہیں چلا کہ مقتضیٰ کیوں جگہ جگہ پر رک رہا ہے۔ مقتضیٰ بھی زرا فاصلے سے وین کا پیچھا کر رہا تھا اس لئے دل نور کو پتا نہیں چلا کہ وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ وہ ابھی واپس جانے ہی والی تھی کہ ایک گولی چلی۔

"آہ۔۔۔۔"

گولی سے زیادہ اونچی آواز دل نور کی تھی۔ صد شکر کے گاڑی کے شیشے بند تھے۔ اس کی آواز زیادہ دور تک نہیں گئی تھی۔ گولیاں چلنے کی آوازیں بڑھی تھیں۔

"ہائے اللہ!!!! اگر میرے جنگل کنگ کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔"

وہ پھر سے بڑائی تھی۔

نہیں نہیں۔۔۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔کچھ پوچھا تو کہہ دوں گی"

"راستہ بھول گئی تھی۔۔۔

اس نے ایک بہانا گڑنے کی کوشش کی تھی۔ گولیاں چلے کی آواز اب مزید بڑھ گئی تھی۔

یہ مرتضیٰ بھائی کی گاڑی ہے۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے شاید اس میں کچھ "

"ہو۔۔۔۔

سوچ کر اس نے ڈرار چیک کیا تو سامنے ہی اس کو گن پڑی نظر آئی۔ دل نور نے اپنا تھوک نگلا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے گن پکڑی تو اس کا ہاتھ نیچے کی طرف ڈھلک گیا۔

ہائے اللہ!! کتنی بھاری ہے۔۔۔۔۔میرے جیسی تو دو بھی اس کو نہیں"

"اٹھا سکتیں۔۔۔۔یا اللہ کس جنگل کنگ کے ساتھ پھنسا دیا ہے۔۔۔۔

اپنے آپ سے باتیں کرتے دل نور نے اچانک سر اوپر اٹھا کر گاڑی کی چھت کو دیکھتے اللہ کو بھی بتانا ضروری سمجھا تھا۔

"یہ مجھے ہو کیا گیا ہے؟؟؟؟ میں اتنی باتیں کب سے کرنے لگ گئی ہوں ؟؟؟"

دل نور مقتضیٰ کو بھولے اپنے بارے میں سوچنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اسی وقت ایک گولی چلی تھی۔

"ہائے میرے جنگل کنگ۔۔۔۔"

دل نور کا ہاتھ بے اختیار ہی دل پر گیا تھا۔ اس نے سامنے پڑی گولیاں اپنے دوپٹے میں باندھیں اور گاڑی کا دروازہ کھولا کر گن دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر باہر نکل گئی۔ اس نے گاڑی کا دروازہ زور سے بند کیا تو وہ لاک ہو گیا۔ جلدی جلدی میں اس نے گاڑی کی چابیاں گاڑی میں ہی چھوڑ دیں تھیں۔ وہ ڈرتے ڈرتے گولیوں کی آواز کا پیچھا کرتے اس کمرے تک آئی۔ اس کو مقتضیٰ ایک بڑے سے کاٹن کے پیچھے چھپا نظر آیا تھا۔ وہ اپنا تھوک نگل کر

اندر داخل ہوئی۔ مقتضیٰ کا دھیان اپنے سامنے کے لوگوں کی طرف تھا۔ کسی نے اچانک اس کے سر پر گن رکھ دی۔ دل نور کہ اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔

"ہاتھ اوپر۔۔۔۔"

اس نے مقتضیٰ کے سر پر رکھی گن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ مقتضیٰ نے اپنی ہاتھ اٹھا لئے۔ دل نور احتیاط سے بغیر آواز کئے ان تک گئی اور اس آدمی کے سر پر گن رکھ دی۔

"گن نیچے۔۔۔۔"

ایک نسوانی آواز پر اس نے پلٹنا چاہا مگر دل نور کے اپنی گن پر زور دے دیا۔ جبکہ دل نور کی آواز پر مقتضیٰ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑا تھا۔ دل نور کو دیکھ کر تو اس کی آنکھیں ہی پھیل گئی تھیں۔

"یہاں کیا کر رہی ہو تم۔۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ دانت پیس کر غرایا تھا۔ لمحے بھر کو دل نور خوف سے کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"ووو۔۔۔وہ باتیں بعد میں کر لینا پہلے ان کو پکڑیں۔۔۔"

دل نور نے بات گھوما دی۔

"تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گا۔۔۔۔"

مقتضیٰ کہہ کر غصے سے ان لوگوں کی طرف بڑھ گیا۔ کیونکہ ان کی گنز میں گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اور اب وہ ری لوڈ کر رہے تھے۔ اتنے میں مقتضیٰ کسی وحشی کی طرح ان سب پر ٹوٹ پڑا تھا۔ کچھ کو تو اس نے گولیوں سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مگر ان لوگوں کو اس نے بس زخمی کیا تھا۔ دل نور نے جس آدمی کو پکڑا ہوا تھا وہ اس کو بھی لے کر مقتضیٰ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جوان زخمی لوگوں کو باندھ رہا تھا۔

"تم نے ابھی تک مارا نہیں اس کو۔۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے اس کو گھور کر طنز کیا۔

اوہیلو۔۔۔۔کہاں کی غنڈی نظر آتی ہوں میں۔۔۔؟؟؟یہ میرا کام"

"نہیں۔۔۔۔

اس نے منہ بسور کر کہا۔جبکہ وہ سارے کے سارے حیرت سے منہ کھولے ان دونوں کو دیکھنے لگے تھے۔

" تمہارا کام تو یہاں آنے کا بھی نہیں تھا۔۔۔"

مقتضیٰ نے ایک بار پھر اس کی یہاں آمد پر چوٹ کی۔

"یہ لیں۔۔۔۔"

دل نور نے گن اس کے ہاتھ پر رکھ کر اپنا ہاتھ مسلا تھا۔

"اتنی بھاری ہے۔۔۔۔۔میرے ہاتھ درد کرنے لگ گئے ہیں۔۔۔۔"

دل نور نے گن کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا آنکھوں سے ہی گن کو سالم نگل جائے۔نگلتی بھی کیسے لوہے کی تھی۔

ہاں تو کس نے کہا تھا کہ گن لے کر گھومو۔۔۔بچوں کے کھیلنے کی چیز "
"نہیں ہے یہ۔۔۔۔
مقتضیٰ نے ایک بار پھر اس کو لتاڑا تھا۔ جبکہ اپنے لئے لفظ 'بچی' سن کر دل نور کا منہ ہی کھول گیا۔

اوہیلو۔۔۔۔۔بچے ہوں گے آپ۔۔۔۔اب تو میرے اپنے بچے ہونے"
"والے ہیں۔۔۔۔پھر دیکھنا میں منہ بھی نہیں لگاؤ گی آپ کو۔۔۔۔
دل نور نے لڑکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچانا کر اس کو بتایا۔ جبکہ مقتضیٰ کتنی ہی دیر کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔ دل نور نے اس کو یہ بات بتائی بھی تھی تو کس حال میں کس سیچویشن میں؟؟ مقتضیٰ کی مسلسل خاموشی پر دل نور نے اس کو گھورا تھا۔

کیا ہوا ہے بولتی کیوں بند ہو گئی۔۔۔۔؟؟؟اب زبان قینچی کی طرح"
"کیوں نہیں چل رہی۔۔۔۔؟؟

دل نور ایک اس کو ایک بار پھر سنائیں تھیں۔ جبکہ ان کے ساتھ کھڑے شخص کا سر چکرانے لگا تھا۔

"بی بی اس بے چارے کو بولنے کا موقع تو دو۔۔۔"

اس نے مقتضیٰ پر ترس کھاتے دل نور کو کہا۔ دل نور نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔

"یہ بی بی کس کو کہا ہے۔۔۔۔؟؟"

وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے اس کو دیکھا رہا تھا۔

"تمہیں پتا نہیں ہے کسی لڑکی کو عورت، بی بی یا آنٹی نہیں بولتے۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ایسے کہا تھا جیسے بڑی پرانی دوستی ہو۔

"ایک منٹ۔۔۔۔"

مقتضیٰ کو کچھ یاد آیا تو وہ پھر سے دل نور کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

یہ بات تم مجھے گھر پر نہیں بتا سکتی تھی۔۔۔؟؟اور اس حالت میں تم سفر "
کیسے کر سکتی ہو۔۔۔۔خود ایک ڈاکٹر ہو تمہیں پتا ہونا چاہیے اس حالت میں
"کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے۔۔۔۔۔
مقتضیٰ نے اس کو گھور کر ایک بار پھر آڑے ہاتھوں لیا تھا۔
ڈاکٹر سے کنفرم کرنے جا رہی تھی۔۔۔۔۔اس لئے نہیں بتایا۔۔۔۔۔ "
"

دل نور کب ہار ماننے والوں میں سے تھے۔
تم خود ایک ڈاکٹر ہو تمہیں نہیں پتا۔۔۔۔۔اور گھر سے نکلنے کی کیا "
ضرورت تھی۔۔۔۔۔۔؟؟عینا بھی تو تھی گھر میں وہ بھی ڈاکٹر
"ہے۔۔۔۔
مقتضیٰ نے اس کو گھور کر کہا تھا۔
آپ مجھے پر پابندیاں لگا رہے ہیں۔۔۔روکیں زرا میں بتاتی ہو۔۔۔۔۔ "
"

وہ مقتضیٰ کی طرف بڑھی تھی کہ مقتضیٰ نے اپنے پاس کھڑے آدمی کو دل نور کی طرف دھکا دیا۔دل نور نے اس کو کالر سے پکڑ لیا۔

" اس وقت مجھے آپ پر اتنا غصہ آرہا ہے نا کہ دل کر رہا ہے مار مار کے، مار مار کے، مار مار کے آپ کا بھرتا بنا کر سب کو کھلا دوں۔۔۔۔

دل نور نے اپنا ہر لفظ ادا کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اس کی دھلائی کرتے مقتضیٰ کا سارا غصے اس بے چارے پر نکالا تھا۔

"تم مجھے مارو گی۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے تصور میں اس کی جگہ خود کو دیکھ کر جھرجھری لی تھی۔اب تو دل نور نے اس سے ڈرنا بھی بند کر دیا تھا۔

" آپ کی حرکتیں ہی مار کھانے والی ہیں اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔۔؟؟"

دل نور نے کندھے آچکا کر کہتے سارا ملبہ اس پر ہی ڈال دیا تھا۔

" کبھی کبھی تو میرا بھی دل کرتا تمہارا حشر بگاڑ کر رکھ دو۔۔۔۔"

اس نے یہ کہتے ہوئے اس آدمی کو پکڑ کر اس کا ہی حشر بگاڑ دیا۔دل نور کا منہ ہی کھول گیا۔

"ہاتھ تو لگا کر دیکھائیں مجھے بھائی سے کہہ کر آپ پر کیس کر دوں گی۔۔۔۔"

اس کا بگاڑ حشر دیکھ کر دل نور کا پارا پھر سے ہائی ہوا تھا۔

"یہ لو لگا لیا ہے ہاتھ۔۔۔۔"

اس نے دل نور کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کرتے بغیر ڈرے کہا تھا۔جبکہ دل نور تو سٹپٹا گئی تھی۔اس کو پوری امید تھی کہ مقتضیٰ یہاں بھی شروع ہو جائے گا۔اور اگر ایک بار وہ شروع ہو گیا تو دل نور کا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آجائے تو وہ بچ نہیں سکے گی۔یہ بات تو وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔

"بس کر دو۔۔۔۔کتنا لڑتے ہو تم لوگ۔۔۔۔یا تو اپنی اس جنگلی بیوی سے رومینس کر لو۔۔۔۔یا ہمیں جانے دو یہاں سے۔۔۔۔"

وہ دونوں جو سب کچھ فراموش کئے ایک دوسرے سے لڑنے میں مصروف تھے وین کے ڈرائیور کی دہائی سن کر مقتضیٰ کو یاد آیا تھا کہ وہ یہاں اپنے کام سے آیا تھا۔

تمہاری وجہ سے ہوا ہے سب۔۔۔۔۔۔میں یہاں کسی کام سے آیا "

"تھا۔۔۔۔

مقتضیٰ نے دل نور کو چھوڑ کر غصے سے کہا تھا۔دل نور کا لمحے بھر کو منہ کھولا تھا۔اس نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر غصے سے کہا۔

میری وجہ سے ہوا ہے ؟؟؟اگر میں نا آتی تو ان لوگوں نے جنگل کنگ کا"

"ڈنر بنا کر جنگلی جانوروں کو کھلا دینا تھا۔۔۔۔

اس کو انداز خاصہ تپا ہوا تھا۔

بعد میں لڑ لینا میرے بچوں کی ماں۔۔۔۔ابھی میں کام کر "

"لوں۔۔۔۔۔

مقتضیٰ نے تنگ آکر اس کے سامنے ہاتھ جھوٹ دیے تھے۔

بیویاں آخر بیویاں ہی ہوتی ہیں۔۔۔۔چاہے غنڈوں کی ہوں یا آفیسرز"
"کی۔۔۔۔

ان میں سے ایک نے ان دونوں کا حال دیکھ کر سر نفی میں ہلایا تھا۔ جبکہ باقی سے نے بھی زور و شور سے اپنا سر اثبات میں ہلا کر اس کی بات کی تصدیق کی۔ انداز ایسا تھا جیسے سارے ہی اپنی اپنی بیویوں سے تنگ ہوں۔ ان کی بات سن کر دل نور کے پارے کا گراف ساتویں آسمان تک پہنچا تھا۔

جنگل کنگ ان کو چھوڑ نا مت۔۔۔۔۔یہ میرے خلاف باتیں کر رہے "
"ہیں۔۔۔۔

دل نور نے مقتضیٰ کا دھیان ان کی طرف کروایا۔ جبکہ دل نور کے خلاف بولنے پر مقتضیٰ کی آنکھیں سرخ انگارا ہوئی تھی۔ اس نے خون خوار نظروں سے ان سب کو دیکھا تھا۔ ان سب نے ہی خوف سے اپنا تھوک نگلا تھا۔ جبکہ دل نور نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ان سب کو ایسے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو اب بول کر دیکھاؤ میرے خلاف کچھ بھی۔ وہ خود ایک

کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔اب مقتضیٰ ان سب کی دھلائی کر رہا تھا جبکہ دل نور نے پاس پڑے کھانے کے سامان سے کچھ سامان لیا اور کھاتے ہوئے مزے سے مقتضیٰ کو ان سب کی دھلائی کرتے دیکھنے لگی۔وہ تو کرسی پر آلتی پالتی مارے ان سب کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی ایکشن فلم دیکھ رہی ہو۔

" ارے بھائی!!! معاف کر دو غلطی ہو گئی۔۔۔۔۔"

ان سب نے مقتضیٰ کے پاؤں پکڑ لئے تھے۔جبکہ دل نور کا دل تو ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔وہ اب بھی مزے سے کھانے میں مصروف تھی۔ مقتضیٰ نے ان سب سے ساری انفارمیشن نکلوائی تو دل نور اپنا کھانا بھول کر سنجیدہ ہو گئی۔ساری انفارمیشن مل جانے کے بعد مقتضیٰ نے مرتضیٰ کی گن سے ان پر فائرنگ کرنا چاہی تھی مگر گن تو خالی تھی۔

" میں آپ کو بتانا بھول گئی یہ خالی ہے۔۔۔۔اس کی گولیاں یہ ہیں۔۔۔۔"

دل نور نے اپنے دوپٹے کے ساتھ باندھی گئی گولیاں اس کو دیکھائی تھی۔
جبکہ دل نور نے جس کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا اس کا دل کیا یا تو اپنا سر
دیوار کے ساتھ مار دے یا پھر خود کو شوٹ کر کے سارا قصہ ہی ختم کر دے
پر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ کیونکہ مقتضیٰ نے ان کا حشر بہت بری طرح
بگاڑا تھا۔ کوئی بھی کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔
"تم نے خالی گن اس کے سر پر رکھی ہوئی تھی۔۔۔۔؟؟"
مقتضیٰ نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔ وہ تو جیسے ابھی تک صدمے میں تھا۔
"ہاں تو اسے کون سا پتا تھا کہ یہ گن خالی ہے۔۔۔"
دل نور نے گولیاں نکال کر اس کے طرف بڑھاتے ہوئے منہ کے زاویے
بگاڑ کر کہا۔ جبکہ مقتضیٰ اپنے دانت پیس کر رہ گیا تھا۔ اب وہ اس کو کہتا بھی تو
کیا کہتا۔ دل نور وقت پر نا آتی تو اس جنگل کنگ نے آج سچ میں جنگلی
جانوروں کا ڈنر بن جانا تھا۔ ان سب کو ان کے انجام تک پہنچا کر وہ لوگ
وہاں سے نکلے تھے۔ گاڑی کے پاس آ کر دل نور کو یاد آیا کہ چابی تو گاڑی کے

اندر ہی رہ گئی ہے۔اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنا چاہا تو اللہ کے فضل و کرم سے گاڑی لاک ہو چکی تھی۔

"چلو گھر چھوڑ دوں۔۔۔۔۔یہ گاڑی میں بعد میں منگوا لوں گا۔۔۔"

مقتضیٰ نے دل نور کو کہا تو وہ فوراً ہی اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔اس کے اتنی جلدی بات ماننے پر مقتضیٰ پہلے تو حیران ہوا پھر خود بھی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"اتنی جلدی کیسے بات مان لی۔۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے اس کو مشکوک نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

" وہ۔۔۔۔۔گاڑی لاک ہو گئی تھی۔۔۔۔"

اس نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں موڑتے ہوئے جھجھک کر کہا۔

کوئی پاگل ہی گاڑی کو چوروں کے لئے اَن لاک چھوڑے گا۔۔۔اتنی "

"پریشان کیوں ہو۔۔۔؟؟

مقتضیٰ نے ایک نظر اس کو دیکھ کر پوچھا۔

"وہ گاڑی کی چابیاں گاڑی کے اندر ہی ہیں۔۔۔۔"

اس کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ مقتضیٰ کا پیر بریک پر گیا تھا۔اس کے اچانک بریک لگانے پر دل نور نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں۔

"کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے مصیبت ٹل نہیں جاتی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو گھور کر کہا۔دل نور نے اپنی آنکھیں اور زور سے بند کر لیں۔

"وہ میرے بھائی کی فیورٹ کار تھی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے دانت پیس کر کہا تو دل نور نے اپنی ایک آنکھ کھول کر اس کو دیکھا۔جو اسے ہی گھور رہا تھا۔اس نے گھبر کر فوراً ہی اپنی دونوں آنکھیں کھول کر سارا ملبہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ کا قصور ہے اس میں بھی۔۔۔۔"

"اچھاااااا۔۔۔۔بتا ناز را میرا قصور کیسے ہے۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے اچھا کو لمبا کھینچ کر اپنا قصور پوچھا تو دل نور گڑ بڑا گئی۔

وہ۔۔۔ایسے کہ گولیوں کی آواز سن کر میں فوراً گن لے کر وہاں آ"
"گئی۔۔۔اور جلدی جلدی میں چابیاں گاڑی میں ہی رہ گئیں۔۔۔۔

"تو اس میں میرا قصور کہاں پر ہے۔۔۔؟؟؟ "
مقتضیٰ کو اب بھی اپنا قصور کہیں پر نظر نہیں آیا تھا۔دل نور تو سٹپٹا ہی گئی تھی۔

وو۔۔۔۔وہ ایسے کہ ۔۔۔کیا ضرورت تھی آپ کو ایسے اکیلے ان لوگوں"
"کے پاس جانے کی اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔

دل نور کے کانوں میں گولیاں چلنے کی آواز گونجی تو اس کا دل ایک بار پھر سے بے چین ہوا تھا۔

"تو زیارہ سے زیادہ کیا ہوتا۔۔۔۔۔میں مر جاتا۔۔۔۔ "
مقتضیٰ نے غصے سے کہا تھا۔دل نور کا دل دہل گیا تھا۔بے اختیار ہی اس کا نازک ہاتھ مقتضیٰ کے گال پر اٹھا تھا۔ مقتضیٰ نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔خانزادہ مقتضیٰ حدی کو سورج مغرب سے نکلنے کے بعد بھی دل نور سے

اس حرکت کی توقع نہیں تھی۔دل نور کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مقتضیٰ اس کی قبر کھود چکا ہوتا پر سامنے اس کا دل تھا۔

"سمجھتے کیا ہیں آپ خود کو۔۔۔۔؟؟میں کچھ ایسا کروں جس سے میری جان کو خطرہ ہو تو آپ اپنے ہاتھوں سے میری جان لینے پر اتر آتے ہیں ۔۔۔۔۔خود کوئی بھی بکواس کرنے سے پہلے ایک بار بھی نہیں سوچتے۔۔۔۔"

دل نور نے غصے سے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا تھا۔جبکہ مقتضیٰ تو ابھی تک سکتے کی حالت میں دل نور کا یہ انداز ملاحظہ فرما رہا تھا۔مقتضیٰ نے سنبھل کر اس کو اپنے ساتھ لگانا چاہا تو دل نور نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔۔"

اس نے روتے ہوئے غصے سے اپنا مخصوص جملہ بولا تو وہ مسکرا دیا۔اس نے دل نور کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔انداز

خاصہ شدت لئے ہوئے تھا۔غصے میں دل نور نے اس کے ہونٹ کو ہی کاٹ لیا۔ جبکہ دل نور کے ایسا کرنے پر وہ سرشار ہوا تھا۔ مقتضیٰ نے اپنی شدت میں اضافہ کیا تو دل نور نے اس کے سینے پر مکوں کی برسات کر دی۔ وہ ابھی تک رو رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد مقتضیٰ نے اس کو لبوں کو آزادی بخشی تھی۔

" I love you Noor e Muqtza..."

اس نے دل نور کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکا کر گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا۔

ایم سوری۔۔۔۔۔میرا کام ہی ایسا ہے کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا"

"ہے۔۔۔۔۔اپنے دماغ کو ہر چیز کے لئے تیار رکھو دل۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اس کے ماتھے پر لب رکھ کر نرمی سے اس کو سمجھایا تو دل نور کی آنکھیں پھر سے اشک بار ہو گئیں۔

دل پر تو کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔۔۔۔میں کیسے خود کو اپنے اختیار میں "
"رکھوں۔۔۔۔

دل نور نے بے بسی سے کہا تھا۔ مقتضیٰ نے اس کی آنکھوں کو عقیدت سے چھو لیا۔

"میرے دل پر صرف میرا اختیار ہے۔۔۔۔"

اس نے دل نور کا چہرا دیکھ کر کہا۔ وہ اب بھی سنجیدہ ہی تھی۔

"پر میرا نہیں ہے نا۔۔۔۔تو میں کیسے سمجھاؤ آپ کے دل کو۔۔۔۔ "

اس نے بے بسی سے کہا تھا۔

جب۔۔۔۔جب گولیاں چلنے کی آواز آئی تھی نا تو مجھے لگا میرا دل رک "
"جائے گا۔۔۔۔

وہ سب سوچ کر ہی دل نور کی آواز کانپنے لگی تھی۔ جبکہ پہلی بار مقتضیٰ نے اس کو خود کے لئے ویسے ہی بے چین دیکھا تھا جیسے اس پر بات آنے پر مقتضیٰ ہو جاتا تھا۔

"اگر مجھے کچھ ہو بھی گیا تو میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔۔۔۔دل"
مقتضیٰ نے اس کے پیٹ کو چھو کر کہا تو بھی دل نور مطمئن نہیں ہوئی۔
ساتھ ہونے اور پاس ہونے میں فرق ہوتا ہے۔۔۔۔آپ کو کچھ ہو گیا تو"
"آپ کا دل کیسے دھڑک سکتا ہے۔۔۔۔
دل نور نے مقتضیٰ کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر نم لہجے میں کہا تو مقتضیٰ نے اس کو شدت سے خود میں بینچ لیا۔دل نور کو نا جانے کیوں اتنا رونا آرہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ مقتضیٰ نے شدت سے اپنے لب اس کے ہونٹوں پر رکھ کر اس کو خاموش کروانا چاہا تھا۔دل نور کی نازک شدت محسوس کر کے مقتضیٰ سب کچھ بھولے اس کے لمس میں کھوتا چلا گیا۔ان دونوں کو تو جیسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس وقت وہ راستے میں گاڑی میں موجود ہیں۔
کافی دیر کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے تھے۔اپنی اپنی سیٹ کے ساتھ سر ٹکا کر وہ دونوں ہی گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔دونوں کا ہی سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔ان دونوں نے ایک

دوسرے کی طرف دیکھا تو مقتضیٰ کی دائیں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر گرا جس کو گرنے سے پہلے ہی دل نور نے اپنے لبوں سے چن لیا۔

تھینکیو دل۔۔۔۔۔مجھے ایک ساتھ دو دو گفٹس دینے کے لئے۔۔۔۔۔"

"

اس نے دل نور کو اپنے حصار میں لے کر کہا تو دل نور نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔وہ جو ایول کنگ سے تو کیا اس کے سائے سے بھی نفرت کرتی تھی اب اسی کی بانہوں میں سکون تلاش کرتی تھی۔وہ جو اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔اس کے بغیر زندگی کا تصور بھی سہانِ روح تھا۔وہ جو اپنی ہر گزرتی سانس کے ساتھ اس کی نفرت کا دم بھرتا تھی۔اب دل نور کا اس کے بغیر سانس لینا مشکل تھا۔

"پھر بھی آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔"

اس نے مقتضیٰ کے سینے سے سر اٹھا کر اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا تو وہ کھول کر ہنسا۔

"آئی لو یو ٹو۔۔۔۔۔میری جنگلی کوئین۔۔۔۔"

اس نے دل نور کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ بھی مسکرائی۔کچھ دیر بعد مقتضیٰ نے اس کو خود سے الگ کیا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

زویزان آج پورے ایک مہینے بعد گھر آیا تھا۔اس کی سرخ آنکھیں رت جگے کا پتا دے رہی تھی۔آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ ہلکے اور بکھرے بال بکھرا بکھرا سا حولیہ چہرے پر شدید تھکن کے آثار اس کے چہرے پر کرب اور تکلیف زویزان کی ابتر حالت دیکھ کر کوئی بھی اس پر ترس کھانے کو تیار ہو جاتا۔ مگر زویزان کو خود پر ترس آنا تو دور اس کو اپنی اس حالت کا احساس تک نہیں تھا۔جب سے اس کو غانیہ کے اغواء کی خبر ہوئی تھی تب سے ہی وہ اس حال میں تھا۔پورا پورا دن گھر نہیں آتا تھا۔ہر

وقت گھر سے باہر رہتا۔اب جب گھر آیا بھی تو اس حال میں آنکھوں کے سامنے تھوڑی دیر پہلے کا منظر گھومنے لگا تھا۔

وہ معمول کی طرح ہی اپنے دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈل کر سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔وہ روز ہی مقتضیٰ کو فون کر کے اس سے غانیہ کے بارے میں پوچھتا تھا۔ہر نماز میں ہر لمحے زویزان کے لبوں پر ایک ہی دعا ہوتی۔

" میری غانیہ کو کچھ نا ہو۔وہ جہاں بھی ہو صحیح سلامت ہو۔ایک بار وہ مل جائے اس کے بعد میں غانیہ کو کبھی بھی اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤ گا۔۔۔اللہ! "بس وہ ایک بار مل جائے۔۔۔۔

ابھی بھی وہ نیچے دیکھ کر چلتا ہوا دل ہی دل میں اس کی خیریت کے لئے دعا گو تھا کہ اس کا فون بجا۔فون بجتے ہی اس نے بے قراری سے فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگایا۔وہ ہر فون پر ایسے ہی ری ایکٹ کرتا جیسے غانیہ کا فون ہو۔ابھی بھی فون اٹھاتے ہی اس کے منہ سے ایک ہی لفظ نکلا تھا۔

"غانیہ۔۔۔۔"

غانیہ لندن میں ہی ہے۔۔۔۔وہاں کی پولیس سے ہیلپ لے کر اس جگہ "
"پہنچو جہاں کا ایڈریس میں نے ابھی تمہیں سینڈ کیا ہے۔۔۔۔
مقتضیٰ کی بات سن کر جیسے زویزان کو کسی نے زندگی کی نوید سنادی ہو۔
زویزان نے اسی وقت پولیس کی مدد لی۔پہلے تو پولیس نے بہت سے سوال کئے جن کے جواب میں زویزان نے ان کو اپنا ایجنسی کا کارڈ دیکھادیا۔وہ لوگ اس کے ساتھ اس کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تھے۔زویزان آگے آگے تھا۔اس کو بس کسی بھی حال میں آج غانیہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا تھا۔وہ لوگ ایک ویران جگہ پر پہنچے جہاں کی تمام بیلڈنگز کا کام ابھی آدھے سے زیادہ رہتا تھا۔زویزان نے وہاں کی ایک ایک بیلڈنگ کو اس کی ایک ایک دیوار کو چیک کیا تھا۔سب سے آخر میں موجود بیلڈنگ کے پیچھے کی طرف ان کو وہ ایک دروازہ ملا تھا۔زویزان نے سب آفیسرز کو وہاں بلایا اور دروازہ توڑ کر اس کے اندر گھس گئے۔وہاں پر اچھی خاصی جنگ ہوئی تھی۔

جس میں بہت سے پولیس آفیسرز زخمی بھی ہوئے تھے۔ہر گزرتے لمحے ہوتا جارہا تھا۔وہاں سے ان سب کے ساتھ ساتھ زویزان کا دل بے چین لڑکیاں کو بچا کر زویزان نے ایک ایک لڑکی کا چہرا دیکھا تھا مگر غانیہ ان میں نہیں تھی۔اس کو اپنی ساری محنت بے کار لگی تھی۔زویزان کو پاکستان سے آئی لڑکیوں میں سے ایک سے اس کو پتا چلا تھا کہ جب ان لوگوں کو یہاں لایا گیا تھا تب ہی ایک لڑکی یہاں سے بھاگ گئی تھی۔اس نے زویزان کو ساری روداد سنائی تھی۔

ان سب کو ابھی ابھی ہوش آیا تھا۔ان کو تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ یہاں پر قید میں رہتے ان کو کتنا وقت ہو گیا تھا۔ان سب کے کھانے کا وقت تھا۔ان سب کو کھانا دیا تھا۔اس کھانے کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی ابھی تک مکمل ہوش میں نہیں تھی۔وہ سب کھانا کھا رہی تھی۔ایک غانیہ ہی

تھی جو نم آنکھوں سے اپنے سامنے رکھے اس ڈبے کو دیکھ رہی تھی۔ ہر بار کھانا دیکھ کر اس کو زویزان کے ساتھ گزرا ایک ایک لمحہ یاد آتا تھا۔ ایک وہ ہی تھی جو اس کھانے میں سے چند لقمے کھا کر اپنا باقی کا کھانا کسی اور کو دے دیتی تھی۔ جیسے بس خود کو زندہ رکھنے کے لئے کھانا کھاتی ہو۔ ان سب میں ایک وہ ہی تھی جس کو ابھی تک اِس نشے والے کھانے کی لت نہیں لگی تھی۔ ورنہ باقی سب کی حالت دن بادن بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ وہاں موجود سب لڑکیوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ سب کچھ فیس کیا تھا۔ مگر وہ تھی ہی نہیں رہی تھی۔ ہر وقت اس کی آنکھیں نم ہی رہتی تھیں۔ کہ سنبھل لڑکیا تو اپنی قسمت سے سمجھوتا کر چکی تھیں۔ آج بھی غانیہ نے چند نوالوں کے بعد کھانا کسی اور کو دے دیا تھا۔ جب سے وہ سب اس قید میں تھیں کسی نے سورج کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ سب کھانا کھا چکیں تو ان سب کے ہاتھ باندھ کر ان کو اس ٹرنک میں سے نکال دیا۔ غانیہ سب سے آگے تھی اس لئے اس کو ہی سب سے پہلے نکالا گیا۔ وہاں پر صرف چار لوگ

تھے۔ان کے ہاتھوں میں گنز تو تھیں مگر ان چاروں کا دھیان ٹرنک میں سے لڑکیوں کو اتارنے میں تھا۔غانیہ کو یہ موقع غنیمت لگا اور وہ الٹے قدموں سے ان لوگوں سے دور ہو گئی۔ٹرنک میں سے اترتی ایک لڑکی نے غانیہ کو بھاگتے دیکھا تھا۔مگر کسی کو کچھ نہیں بتایا۔اس کو غانیہ کی قسمت پر رشک آیا تھا کہ اس کو بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔یہ علاقہ ویران تھا۔ چاروں طرف کنسٹرکشن بیلڈنگز تھیں۔وہ ایک بیلڈنگ کے پیچھے چھپ گئی۔اس نے ایک نظر ان سب کو دیکھا اور پھر وہاں سے الٹی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔غانیہ اس جگہ سے بہت دور نکل گئی تھی۔

آہان اپنے مخصوص فارم ہاؤس میں موجود اچھا خاصہ پریشان تھا۔اس کا خاص ملازم اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔

"ایک منٹ۔۔۔۔"

آہان کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا۔

"کیاہواسائیں۔۔۔۔؟؟ "

اس نے مؤدب سے انداز میں پوچھا۔

"میں نے اذان کو مروانے کے لئے ایک ڈاکٹر بھیجا۔۔۔اس نے اُس شام مجھ سے ملنے آنا تھا۔۔۔وہ مجھ سے ملنے نہیں آیا۔۔۔۔بلکہ وہاں پر تین بزنس مین آئے۔۔۔بزنس مینز کا وہاں آنا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ خانزادہ مقتضیٰ حدی کا اپنے ہی بزنس رائول ملک دلاور کے ساتھ ہونا بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ملک دلاور کی مجھ سے کیا دشمنی؟؟؟میں تو کیا اذان بھی کبھی اس سے نہیں ملا۔۔۔۔پھر غزال ابراہیم خان مشہور و معروف وکیل جس کا نام سن کر ہی لڑکے لائن پر آجاتے وہ میرے ہی کمرے میں کسی "لڑکے کے ساتھ۔۔۔۔میں نے کچھ تو مس کیا ہے۔۔۔۔

آہان پر سوچ انداز میں اپنے ملازم سے بات کر رہا تھا۔

"اذلان!!!میں نے اس کی لاش ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی پر مجھے ملی نہیں۔۔۔۔ملک دلاور تو خانزادہ مقتضیٰ حدی کا بزنس رائول ہے پھر

اچانک سے ان دونوں کی دوستی کیسے ہو گئی اس کی دوستی تو دلاور شاہ یعنی کہ اذلان کے ساتھ تھی۔ مطلب ملک دلاور اور اذلان ایک ہی انسان ہے۔۔۔۔اذان کا اچانک کومہ میں پہنچ جانا میرے کئیں بار کوشش کے باوجود وہ نہیں مرا۔۔۔۔پھر اچانک اس کے مرنے کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔۔۔۔۔اذان زندہ ہے۔۔۔۔۔اور اذلان کو میرے بارے میں سب پتا چل گیا ہے۔۔۔۔۔اور اس نے ہی یہ سب کچھ کیا ہے تاکہ میں کوئی غلطی کروں اور وہ مجھے پکڑوا لے۔۔۔۔۔"

اس نے کڑی کے ساتھ کڑی کو ملاتے ان کا سارا پلین سمجھ لیا تھا۔

"پہلے بھی تو میرے راستے میں آیا تھا لگتا ہے۔۔۔۔اپنی پہلی غلطی سے کچھ نہیں سیکھا جو دوبارہ مجھ سے پنگا لے لیا ہے۔۔۔۔۔اب دیکھ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں۔۔۔"

آہان نے اذلان کو تصور میں ہی دھمکی دی تھی۔

تم ملک دلاور کے گھر پر نظر رکھو۔۔۔۔اور مجھے ایک ایک پل کی خبر دو"

"۔۔۔

آہان نے اپنے اسی ملازم سے کہا جس سے وہ ابھی بات کر رہا تھا۔

زویزان سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔ کمرے میں آکر بے جان سا اپنے بیڈ پر گرا تھا۔ آنکھوں سے بہتے آنسو تکیے کو بھیگونے لگے تھے۔ رائحہ نے اس کی گاڑی باہر دیکھی تو فوراً اندر آگئیں۔ وہ دونوں بھی اندر ہی موجود تھے۔

"زی آگیا ہے۔۔۔۔"

رائحہ نے بتایا تو جلال کو تھا مگر وہ بھی چونک گئی تھی۔ وہ جانتی تھی رائحہ اور جلال اپنے ایک بیٹے کے ساتھ یہاں رہتے ہیں مگر اس کو یہ نہیں پتا تھا کہ ان کا بیٹا کون ہے۔ وہ گھر پر نہیں تھا اس لئے وہ اس سے نہیں مل سکی تھی۔ رائحہ اور جلال لندن کم ہی آتے تھے اسلئے باہر زویزان یا مقتضیٰ اور مرتضیٰ

میں سے کسی کی تصویر بھی نہیں لگی ہوئی تھی۔سب کی تصاویر ان کے کمروں میں تھیں۔اس لئے اس نے رائحہ اور جلال کے کسی بیٹے کو نہیں دیکھا تھا۔وہ دونوں اس سے ملنے اس کے کمرے میں چلے گئے تھے۔وہ اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ان کی آہٹ محسوس کر کے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔انہوں نے اس سے بات کرنے کے لئے اس کو کئیں آوازیں دی تھیں مگر وہ سوتا بنا رہا۔

"مجھے پتا ہے تم جاگ رہے ہو زی۔۔۔۔سوئے ہوتے تو ایک آواز پر اٹھ جاتے۔۔۔۔"

رائحہ کی بات سن کر زویزان نے اپنی آنکھیں کھولیں۔مگر بولا کچھ بھی نہیں۔

"کب تک اس کو ڈھونڈو گے۔۔۔؟"

ماں باپ تھے وہ دونوں کیسے اپنے جوان بیٹے کی ایسی حالت برداشت کرتے۔جب سے اس کو غانیہ کے بارے میں پتا چلا تھا۔ایسے لگتا تھا جیسے اس نے سانس لینا بھی چھوڑ دیا ہو۔

"جب تک مل نہیں جاتیں۔۔۔۔"

اس نے اپنا سر رائحہ کی گود میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔اس وقت وہ سکون چاہتا تھا۔رائحہ نے آہستہ سے اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں چلانی شروع کیں تو کچھ ہی دیر میں وہ سو گیا۔جلال اس کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دنیا کے کسی بھی کونے سے اس کو اس کی غانیہ ڈھونڈ کر لا دے۔جس طرح ایک مہینے سے وہ اس کے لئے سب کچھ بھولائے بیٹھا تھا ان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ غانیہ اس کے لئے کیا ہے۔غانیہ اس کے لئے کتنی اہم سے اس بات کا اندازہ تو ان کو تب ہی ہو گیا تھا جب غانیہ اس کا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔کچھ دیر تک وہ دونوں وہیں بیٹھے رہے پھر اٹھ کر چلے گئے۔

صبح ہوتے ہی وہ ان کے اٹھنے سے پہلے گھر سے نکل گیا تھا۔اس کا ارادہ آج غانیہ کو اس علاقے کے آس پاس ڈھونڈنے کا تھا۔وہ واپس اسی جگہ پر آیا تھا۔زویزان کو جس لڑکی نے غانیہ کے بارے میں بتایا تھا اس کے کہے کے مطابق وہ غانیہ کو اس جگہ کے آس پاس کے علاقے میں ڈھونڈنے لگا تھا۔پورا دن اس نے غانیہ کو تلاش کرنے میں گزار دیا۔بس نماز پڑھنے کے لیے اپنی تلاش روکتا اور پھر واپس سے اس کی تلاش شروع کر دیتا۔ رات گئے تک بھی جب وہ اس کو نا ملی تو وہ تھکے قدموں سے گھر کی جانب چل دیا۔آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔آس پاس کی کئیں لڑکیاں اس بے پرواہ بکھرے سے حولیے والے لڑکے کو دیکھ رہیں تھی۔اس کی آنکھ سے بہنے والے آنسو نے ان سب کو ہی حیران کر دیا تھا۔ایک دو نے اس کے پاس آکر اس کو ایک رات کے لئے ساتھ چلنے کا بھی کہا مگر اس نے کر دیا۔لندن جیسے سپاٹ چہرے سے اس کو دیکھا اور سرد لہجے میں انکار

ملک میں کسی لڑکی کا خود چل کر لڑکے کے پاس جانا تو عام بات تھی مگر ایک لڑکے کا سرِ راہ اس طرح کسی کے لئے رونا حیران کن تھا۔

رمل پوری طرح ٹھیک کو گئی تھی۔ چہرے کی زخموں کے نشان بھی چلے گئے تھے۔ اس کے باقی جسم پر اب بھی نشان تھے۔ جن کو چھپانے کے لئے اس نے اپنا ڈریسنگ سٹائل ہی بدل دیا تھا۔ اس ایک مہینے میں اس نے خود کو پوری طرح بدل اپنے بال خود سے بھی چھپانے کے لئے اس نے سر پر حجاب لینا شرؤ کر دیا تھا۔ ایزد اس کو گھر لے کر جانے والا تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے ایزد۔۔۔۔"

رمل نے اس کو خوف زدہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"کیوں؟؟؟ ہم گھر ہی تو جا رہے ہیں۔۔۔۔"

ایزد نے اپنے مخصوص نرم انداز میں اس سے پوچھا تھا۔

"پیچھلی بار جب تم گھر لے کر گئے تھے تو۔۔۔۔"

رمل نے نم آنکھوں سے کہتے بات اُدھوری چھوڑ دی۔

"تمہیں پتا ہے تم میرے لئے سب سے سپیشل کیوں ہو.....؟؟؟؟ "

اس نے رمل کے ماتھے پر لب رکھ کر پوچھا۔رمل نے سر نفی میں ہلا دیا۔

جب تم پہلی بار موم کو ملی تھی تو انہوں نے مجھے پہلی بار چھوا تھا۔۔۔۔۔ "

"جب تم اور وحی اپنی اپنی ساس کے لئے لڑ رہے تھے۔۔۔۔

رمل کو تو اس سے ہر ملاقات یاد تھی۔ایزد کو یاد ہونے پر رمل کو حیرت ہوئی تھی۔

"اور اب۔۔۔۔۔اب تو تم نے مجھے میری موم ہی دے دی ہیں۔۔۔"

اس کی بات پر رمل چونک گئی تھی۔

"مطلب۔۔۔۔۔؟؟"

رمل نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"مطلب گھر جا کر بتاؤں گا۔۔۔۔۔"

وہ رمل کو ایسے ہی ساتھ لگائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

بلال اور ہادیہ جانتے تھے کہ رمل، ایزد کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ میں ہے۔اس نے ان دونوں کو کہہ دیا تھا کہ رمل کے ٹھیک ہو جانے کے بعد وہ اس کو خود لے کر آجائے گا۔ازمار اور غزال بھی ان دونوں کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔رمل کے آتے ہی وہ سب اس سے ایسے ملے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔رمل سے مل کر ہادیہ نے ایزد کو اتنے دن بعد دیکھنے کی وجہ سے اس کے ماتھے پر پیار کیا تو رمل کو ایزد کی بات کا مطلب سمجھ آیا۔

"میرے ببر شیر۔۔۔"

بلال نے اس کے کندھے پر تھپک کر کہا۔غزال نے ازمار کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر اداس مسکراہٹ تھی۔غزال نے اس کا بازو سہلایا تو ازمار نے اس کی طرف دیکھا۔غزال اس کو دیکھ کر مسکرائی تو وہ بھی مسکرا دیا۔ازمار

نے بھی آگے بڑھ کر رمل کو ساتھ لگایا تو وہ الجھ گئی۔اس نے پہلے بھی غزال اور ازمار کو ساتھ دیکھا تھا۔اس وقت وہ ایزد کی حالت کی وجہ سے کچھ بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔اب وہ الجھ گئی تھی۔ازمار کو تو ہادیہ کے بارے میں ہوسپٹل میں پتا چلا تھا۔

"میں کھانا لگواتی ہوں۔۔۔۔"

ہادیہ مسکرا کر کہتی وہاں سے چلی گئی تھی۔بلال کو فون آگیا تھا اور ایزد نے ان سے کچھ بات کرنی تھی اس لئے وہاں سے چلے گئے۔

"کیا چکر چل رہا ہے تم دونوں کا۔۔۔۔۔؟؟؟"

رمل نے اپنے سینے پر ہاتھ باندھ کر ان دونوں کو ہی مشکوک نظروں سے گھور کر پوچھا۔جب ایزد اس کو ایجنسی لے کر گیا تھا تو اس کو اذلان اور اذان کے بارے میں بتایا تھا۔غزال اور ازمار کے بارے میں نہیں۔غزال اور ازمار نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"ایک دوسرے کو کیس دیکھ رہے ہو۔۔"

رمل نے اس پر رعب جمانے کی کوشش کی تھی۔

"بیوی ہے میری۔۔۔۔۔"

ازمار نے اتنے آرام سے بتایا تھا جیسے اپنی شادی کی خبر نہیں بلکے پھوپھی کی پتر کی بیوی کے بارے بتا رہا ہو۔

"ہاااا۔۔۔۔آپ نے شادی کر لی اور مجھے بلوانا تو دور بتایا بھی نہیں۔۔۔۔۔"

رمل نے اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھا۔ازمار نے اپنا تھوک نگلا تھا۔

"یہ تو سب کو پتا ہے عادی کو بھی۔۔۔۔"

غزال نے نا سمجھی سے اس کو بتایا جبکہ رمل کا پارہ مزید ہائی ہوا تھا۔

"ازمار بھائی۔۔۔۔۔ "

اس نے ازمار کا نام لمبا کھینچا تھا۔ازمار اس کے ارادے جان کر فوراً دور بھاگا تھا۔اب رمل پیچھے پیچھے اور ازمار آگے آگے تھا۔پورے گھر میں ازمار اور رمل کی جنگ کی آوازوں کے ساتھ ساتھ غزال کے قہقہے پورے گھر میں

گونج رہے تھے۔ہادیہ اور بلال اپنی اپنی جگہ پر مسکرا دیے۔ جبکہ ایزد نے سکون کا سانس ہوا میں خارج کیا تھا۔رمل نے اس کو پکڑ کر صوفے پر دھکا دیا اور خود اس کی کمر پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

"موٹی۔۔۔۔۔اٹھو میرے اوپر سے۔۔۔۔"

ازمار نے دبی دبی آواز میں کہا تھا۔

"ایک شرط پر جان چھوڑوں گی۔۔۔۔"

اتنے میں باقی سب بھی ان کی طرف آ گئے تھے۔

"موٹی بھینس۔۔۔۔"

اس کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ رمل اس کے اوپر اُچھلی

"آاااااہہہہ۔۔۔۔"

ازمار کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔

"موٹی بھینس ہو گی تمہاری بیوی۔۔۔۔۔"

رمل نے غصے سے کہا تھا۔

"آپ دونوں کی لڑائی میں میرا کیا کام۔۔۔۔؟؟"

غزال نے منہ بسور کر کہا۔

"کیونکہ مجھے تم نے بھی نہیں بتایا۔۔۔۔"

رمل نے اس کو بھی الزام دیا۔ غزال کا تو منہ ہی بھول گیا تھا۔اس نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے رمل کو بتانا ضروری سمجھا تھا۔

"گن پوائنٹ پر شادی کی تھی اس نے مجھے سے۔۔۔۔"

رمل نے بے یقینی سے ازمار کو دیکھا تھا۔ازمار سپٹپٹا گیا تھا۔اس کو بلکل بھی امید نہیں تھی کہ غزال رمل کو بتادے گی۔

ہائے میں صدقے جاؤں بھائی۔۔۔۔۔کتنا شوق تھا مجھے ایسی فلمی لو "

"سٹوریز دیکھنے کا۔۔۔۔۔

رمل نے تو ازمار کو منہ ہی چوم لیا تھا۔ جبکہ رمل کے اس عجیب و غریب شوق پر ازمار کے ساتھ ساتھ سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔

"اب اٹھ جا موٹی۔۔۔۔ "

وہ اس کو بہت اچھے سے جانتا تھا اِس لئے ازمار کو رمل کے اس عجیب شوق کے صدمے سے باہر آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

"شاپنگ کروانے کا وعدہ کریں پھر آٹھوں گی۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو گھورا تھا۔

اس روہی کی بچی نے سسپینڈ کروایا ہوا تھا۔۔۔۔ساری سیونگ ختم ہو گئی ہے۔۔۔۔۔" "

ازمار نے رویہا کو سنائیں اور رمل سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔رویہا کے بارے میں سن کر رمل نے اس کو گھورا اور ایک بار پھر اس کی کمر پر اچھلی۔

"اااااہہہہ"

ایک بار پھر ازمار کی چیخ نکل گئی جبکہ سب کا ہی ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

روہی کے بارے میں کوئی بکواس نہیں۔۔۔۔۔اور آپ کو جو ہے ملے گی"

"۔۔۔۔۔

"واہ جی واہ۔۔۔۔۔۔اوبی بی۔۔۔۔"

ازمار کے منہ سے لفظ بی بی نکلنے کی دیر تھی کہ رمل ایک بار پھر اس کے اوپر اچھلی۔

میری پوری تنخواہ تمہارے ایک سوٹ میں چلی جائے گی۔۔۔۔۔ "

"موٹییییییی۔۔۔۔

رمل کا وزن ازمار کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔اس لئے آخر میں اس کے نام کو لمبا کھینچ گیا۔

"میں ایک ہی سوٹ سے خوش ہو جاؤ گی۔۔۔۔"

رمل نے اب کی بار اس کے بال پکڑ کر اس کا چہرا اوپر کرتے کہا تھا۔آنکھوں میں تو جیسے خون اترا ہوا تھا۔

شرم کر لو۔۔۔۔پہلے ہی پیچھلے ڈیڈھ مہینے سے سسرال میں پڑا ہوا ہوں "

"۔۔۔۔۔۔۔

ازمار نے اس کو شرم دلانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

میرے گھر میں ہیں۔۔۔۔اور اگر مجھے شاپنگ نا کروائی تو اٹھا کر باہر "
"پھینک دوں گی۔۔۔۔۔

آخری بات پر وہ پوری قوت سے چیخی تھی۔

"..موٹی!!! میرے اوپر سے اٹھو پہلے ےےےےے"

رمل کے ایک بار پھر اچھلنے پر ازمار کا آخری لفظ لمبا ہوا تھا۔

"پہلے شاپنگ۔۔۔۔"

رمل نے اپنے ہاتھ سینے پر باندھ کر ضدی انداز میں کہا تھا۔

"تم کچھ زیادہ ہی ضدی نہیں ہو گئی۔۔۔۔۔"

ازمار نے اس کو گھور کر کہا۔

"شاپنگ۔۔۔۔۔"

اس نے ازمار کی بات کو ایسے نظر انداز کیا تھا جیسے سنی ہی نا ہو۔

"نااااا۔۔۔۔ "

اس نے انکار کرنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کے رمل نے ایک بار پھر سے اس کے بال کھینچ لئے۔

"اگر مجھے شاپنگ نا کروائی تو میں گھر سے باہر نکال کر غزال کو کمرے میں بند کر دوں گی۔۔۔۔۔اور ملنے بھی نہیں دوں گی۔۔۔۔۔"

رمل کی دھمکی سن کر غزال کے تو ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے تھے۔ جبکہ ازمار نے تو باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"اچھا میری ماں کروا دوں گا۔۔۔۔اب اٹھ میرے اوپر سے۔۔۔۔"

ازمار نے ہار مانتے ہوئے کہا تو رمل نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"پھو پھو۔۔۔۔"

اس نے ہادیہ کو دیکھ کر آواز دی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک نظر ازمار کو بھی دیکھ رہی تھی۔ چہرے سے شرارت صاف جھلک رہی تھی۔

"بولو۔۔۔۔"

غزال کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے ہادیہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"کیوں نا ہم ان دونوں کی شادی دوبارہ کروایں۔۔۔۔۔"

"مشورہ تو اچھا ہے۔۔۔۔"

بلال نے بھی صوفے پر بیٹھ کر کہا تھا۔رمل ابھی تک ازمار کے اوپر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ جبکہ ازمار اور غزال نے حیرت سے ان تینوں کو دیکھا تھا۔

اور آپ کو پتا ہے نا کہ شادی سے پہلے لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے سے "نہیں مل سکتے۔۔۔۔

رمل نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"ہاں ہاں بہت اچھے سے پتا ہے ہمیں۔۔۔۔ "

ہادیہ نے غزال کی اڑی رنگت دیکھ کر کہا۔ جبکہ ازمار کو لگا اس کے پیروں کے نیچے سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔ان دونوں کی حالت دیکھ کر ایزد کو اپنا قہقہے کا گلا دبانا دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔

ایسا کرتے ہیں دو سال تک روک جاتے ہیں۔۔۔۔ازمار بھائی بھی اپنا گھر "
بنالیں گے اور آہان کا کیس بھی بند ہو جائے گا۔۔۔۔۔تب تک غزال
"ہمارے ساتھ ہی رہ لے گی۔۔۔
رمل نے باری باری ان دونوں کی شکلیں دیکھ کر کہا۔ جبکہ دو سال کا سوچ کر ہی غزال اور ازمار تو مرنے والے ہو گئے تھے۔ان کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے بلال اور ہادیہ نے بھی رمل کا ساتھ دیا تھا۔۔
"ہاں مشورہ تو بہت اچھا ہے۔۔۔۔ "
موم ڈیڈ آپ بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہیں۔۔۔۔میرے پاس "
"....شادی کرنے کے علاوہ بھی بہت سے کام ہیں
ہادیہ کی بات پر غزال تڑپ ہی تو گئی تھی۔ جبکہ ازمار جو رمل کے گرنے کے ڈر سے نہیں اٹھ رہا تھا وہ بھی فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔رمل کو گرنے سے پہلے ہی اس نے پکڑ لیا تھا۔
"مجھے کچھ کام یاد آگیا ہے۔۔۔۔"

غزال کو باہر جاتا دیکھ کر ازمار بھی بہنا بناتا باہر بھاگا تھا۔ان کے جاتے ہی سب کے ضبط کے لئے ہوئے قہقہے بلند ہوئے تھے۔

باہر آتے ہی ازمار اور غزال نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

کتنی جلاد فیملی ہے تمہاری۔۔۔۔۔؟؟"زرا ترس نہیں آیا ان کو ہم پر "

"۔۔۔

ازمار نے غزال کو گھور کر کہا تو غزال کا میٹر شاٹ ہو گیا۔

اپنی بہن کا نہیں پتا جس نے یہ شوشا چھوڑا ہے۔۔۔ان کی شادی کروا "

"دیتے ہیں۔۔۔۔

اخی میں اس نے رمل کی نکل اتاری تھی۔

"میں تو گھر نہیں جا رہی۔۔۔۔"

"تو جائیں گے کہاں میرے پاس بھی گھر نہیں ہے۔۔۔"

ازمار نے اس کو یاد دلایا کہ مکان مالک اس کو گھر سے نکال چکا ہے۔

"عادی کی اپارٹمنٹ کی ایکسٹرا چابی ہے میرے پاس وہاں چلتے ہیں۔۔۔ "

غزال نے کچھ سوچ کر کہا تو ازمار نے بھی فوراً ہی رضامندی دے دی۔

"رمل کی بچی کتنے آرام سے کہہ رہی تھی دو سال۔۔۔ "

ازمار نے اپنے تصور میں ہی رمل کا قیمہ بنا دیا تھا۔

"شارخ خان تو کہتا ہے کہ جس چیز کو شدت سے چاہو تو ساری کائنات آپ کو اس کے ملنے میں لگ جاتی ہے۔۔۔۔ پھر ہمیں کیوں علیحدہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔۔۔"

غزال نے منہ بسور کر کہا تو ازمار کو جنگل میں غزال کا دعا کرنا یاد آ گیا تھا۔

ازمار اس کا ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"ویسے۔۔۔۔ تمہیں فلمیں دیکھنے کا ٹائم مل کیسے جاتا ہے۔۔۔ "

ازمار کے سوال پر غزال نے اس کی طرف دیکھا۔ جو سادگی سے اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

مجھ سے فارغ نہیں رہا جاتا۔جب کوئی کیس نہیں ہوتا تو کچھ دیکھ کر اپنا "
" ٹائم گزار لیتی ہوں۔۔۔۔

اس نے اپنی روٹین بتائی تو ازمار نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ویسے تم کچھ نہیں دیکھتے۔۔۔۔؟؟"

غزال اور ازمار کے درمیان یہ پہلی بار تھا کہ وہ ایک دوسرے سے موویز دیکھنے کے بارے میں بات کر رہے ہوں۔

جب سے پولیس جوائن کی ہے ٹائم ہی نہیں ملتا۔۔۔۔جب سسپینڈ تھا تو "
میں ان کیسز کے بارے میں اِنویسٹی گیشن کر رہا تھا جن کی وجہ بتا کر مجھے
"سسپینڈ کیا گیا تھا۔۔۔

اس کی بات سن کر غزال نے ازمار کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

ہمممم۔۔۔۔۔مطلب کے ہم اس دنیا کا واحد کپل ہوں گے جو ایک "
دوسرے سے رومینٹک باتیں کرنے کی بجائے کیس کے بارے میں بحث
"کر رہے ہوں گے۔۔۔۔

غزال کو اپنا فیوچر سوچ کر ہی ہنسی آئی تھی۔ازمار نے بھی ہنس کر اپنا سر جھکا لیا۔

ویسے مڈل کلاس لوگوں کی لائف کتنی رومینٹک اور اچھی ہوتی ہے"

"نا۔۔۔۔

غزال نے اپنے اور ازمار کے پیدل چلنے کے انداز کو دیکھ کر کہا۔اس کی بات سن کر ازمار نے بھی نوٹ کیا تھا۔

" ایم سوری۔۔۔۔"

ازمار نے سنجیدگی سے کہا تو غزال کے حیرت سے پوچھا۔

"کس لئے۔۔۔۔؟؟"

کہاں تم اپنے ڈیڈ اور عادی بھائی کی پرنسس اور کہاں میں تمہارے لئے"

"ایک گھر بھی افوڈ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔

ازمار نے جیسے خود پر افسوس کیا تھا۔

تمہیں لگتا ہے کہ مجھے ان میٹریلیسٹک چیزوں سے فرق پڑے گا یہ مجھے "
"یہ لگجری لائف ہی چاہیے۔۔۔۔
غزال نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کو گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔
میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔۔۔پر یہ تو تمہارا بنیادی حق ہے نا۔۔۔۔۔کم "
"از کم تمہارے رہنے کے لئے تو جگہ ارینج کرنی چاہیے نا مجھے۔۔۔۔
ازمار کو سچ میں ہی یہ سوچ کر شرمندگی ہوتی تھی کہ وہ غزال کے لئے ایک گھر بھی افوڈ نہیں کر پا رہا۔

ازمار!!!اب لوگ کہتے ہیں ہسبینڈ اور وائف ایک دوسرے کا ہر حال "
میں ساتھ دیتے ہیں تو پھر ہر چیز کی ریپونسیبیلیٹی تمہاری اکیلے کی کیسے ہو
"سکتی ہے؟؟؟
غزال نے بہت ہی آرام سے اس کو سمجھایا تھا۔اس کی بات سن کر ازمار بغیر مسکرائے نہیں رہ سکا۔

تمہارے جیسی انڈر سٹینڈ نگ وائف ہو تو زندگی کتنی آسان ہو جاتی "

"ہے۔۔۔۔

ازمار نے اس کی تعریف کرنے کا فرض سرانجام دیا تھا۔ جو وہ اس ایک مہینے میں دن میں تین سے چار بار لازمی کرتا تھا۔

"ویسے تم میری کچھ زیادہ ہی تعریف نہیں کرنے لگ گئے۔۔۔۔؟؟ "

غزال نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"میں نے انسٹا میں پڑھا تھا کہ ماہرِ نفسیات کے مطابق شوہر اگر دن میں تین سے چار بار بیوی کی تعریف کرے تو بیوی کبھی ڈپریشن کا شکار نہیں ہوتی۔۔۔اور ہمارے دین کے مطابق دن میں تین سے چار بار بیوی کی تعریف کرنا سنت ہے۔۔۔۔ "

ازمار نے صاف گوئی سے اس کو بتایا تھا۔ غزال نے اپنی مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔

مجھے ڈپریشن سے بچانے کے لئے کرتے ہو یا سنت کے لئے کرتے "

"ہو۔۔۔۔

ازمار نے ایک نظر اس کو گھورا تھا۔اس کی آنکھوں میں چمکتی شرارت دیکھ کر ازمار سمجھ کر مسکرایا تھا۔

"میں سنت پر عمل کر کے ثواب کمانا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ "

ازمار نے بھی اسی کے انداز میں کہا تھا۔آس پاس کے لوگ بار بار مر مڑ کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جو ادر گرد سے بے پرواہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مگن تھے۔

"آئی ہیٹ یو۔۔۔۔ "

اس کی بات سن کر غزال نے منہ بسور کر کہا تو ازمار نے ہنس کو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"آئی لو یو ٹو۔۔۔۔۔"

اس نے غزال کے ماتھے پر لب رکھ کر کہا تو غزال کا سارا غصہ اُڑن چھو ہو گیا۔

وہ سب ہی گھر پر موجود تھے۔ دولقر جب سے گھر پر آیا تھا۔ میرب اور بہروز ملک کا رویہ اب کچھ بہتر تھا مگر وہ مروہ کو اب بھی اذان کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ دولقر اور دائم سکول سے واپس بھی آ چکے تھے۔ ہفتے کا دن تھا اس لئے ابھی ان کا ہوم ورک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ اب گھر کے اندر اپنے معمول کے کاموں میں مصروف تھے۔

دو لوگ گارڈز کے یونیفارم میں گھر کے اندر داخل ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا اذلان گھر پر نہیں تھا جبکہ باقی سب گھر کے اندر تھے۔ باہر کی

طرف کوئی بھی نہیں تھا۔انہیں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور پیٹرول گھر سے چاروں اطراف چھڑک دیا۔ان دونوں نے اپنا کام کیا اور اپنے ایک آدمی کو فون کر کے بلا لیا۔وہ دونوں کچھ دن سے یہ سب پلین کر رہے تھے اس لئے انہوں کے مروہ کے کمرے کی لائٹس خراب کر دیں تھیں۔

اذلان نے کہا تھا کہ وہ الیکٹریشن کو بلا لے گیا۔مگر کام کی مصروفیات کی وجہ سے اس کو وقت نہیں ملا تھا۔ان میں سے ایک الیکٹریشن کو اپنے ساتھ اندر لے گیا۔سامنے مروہ ہی تھی اس لئے گارڈ نے اس کو بتایا۔

"..... اذلان نے یہ الیکٹریشن بلوایا تھا "

مروہ دیکھ تو میگزین رہی تھی مگر اس کا دھیان اذان کی طرف تھا اس لئے اس کا دھیان نہیں گیا کہ گارڈ نے دلاور نہیں بلکہ اذلان کہا ہے۔مروہ کے جواب دینے سے پہلے ہی گارڈ الیکٹریشن کو گھر کے مین سوئچ کی طرف لے گیا۔دولقر جو نیچے آرہا تھا اس نے گارڈ کا ایسے جلدی جلدی میں جانا دیکھ لیا تھا۔وہ یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ اس نے مروہ کے جواب کا انتظار نہیں کیا اور

الیکٹریشن کو لے کر چلا گیا ہے۔دولقر کو کچھ گڑ بڑ کا احساس ہوا تھا۔رویہا اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی اور دائم اپنے کمرے میں مصروف تھا۔ دولقر واپس دائم کے کمرے میں چلا گیا۔اس نے اپنا مخصوص کشن اٹھایا اور اپنی جگہ پر بیٹھا گیا۔اس نے کشن پر ہاتھ پھیرا تو اس پر اذان کی اور اس کی تصویر سامنے آگئی۔

"بابا!!!آپ کب ٹھیک ہوں گے۔۔۔۔۔؟؟؟"

وہ دل ہی دل میں اذان سے مخاطب ہوا تھا۔اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ رونا شروع کر دے۔ مگر وہ کسی کے سامنے رونا نہیں چاہتا تھا۔بظاہر وہ اپنے تاثرات چھپا لیتا تھا مگر اندر سے وہ عام بچوں کی نسبت زیادہ حساس تھا۔وہ اذان کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔دائم کی غیر ارادہ نظر اس پر پڑی تھی۔اس کو اذان کی تصویر کی طرف دیکھتا پا کر دائم اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"کیا ہوا ہے دولقر۔۔۔؟؟"

دائم نے اپنے مخصوص فکر مندانہ انداز میں پوچھا تھا۔ جواباً وہ خاموش ہی رہا۔

"تمہیں چاچو کی یاد آرہی ہے۔۔۔۔"

اس نے دولقر کا کشن دیکھ کر پوچھا تو اس نے جھکے سر کے ساتھ سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آج جب ڈیڈ آئیں گے تو میں ان کو بولو گا کہ وہ تمہیں اذان چاچو کے پاس لے جائیں۔۔۔۔"

دائم نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کی۔ دائم اس کو مسلسل تسلیاں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ دولقر مسلسل خاموش ہی تھا۔ وہ ابھی بات ہی کر رہے تھے کہ کھڑکی پر نظر پڑتے ہی دائم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"آگ۔۔۔۔"

دولقر نے چونک کر سر اٹھایا تو سامنے کھڑکی تک آتی آگ کو دیکھ کر فوراً اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

"دائم!!!! باقی سب کو بتاؤ۔۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔۔۔۔۔ "

دولقر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ دانستہ میرب اور بہروز کا نام نہیں لیتا تھا۔ تو دائم سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے باہر بھاگ گیا۔ گھر میں چاروں طرف سے پھیل گئی تھی۔ دولقر باہر گیا تو رویہا سیڑھیوں سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ میرب اور بہروز دونوں ہی سامنے نہیں تھے۔ مروہ بھی وہاں سے غائب تھی۔ دولقر جلدی سے نیچے آیا۔ اس نے اپنے بائیں بازو میں پہنی گھڑی کا ایک بٹن دبا دیا تھا۔ دولقر کی نظر رویہا کی طرف اٹھی اس پر ایک پلر گرنے والا تھا۔ دولقر اس سے دور تھا اس لئے اس نے ایک کرسی اس کی طرف دھکیل دی۔ رویہا کرسی لگنے کی وجہ سے لڑکھڑا کر وہاں سے چند قدم آگے ہوئی تھی۔ اس نے بے اختیار ہی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پلر کرسی پر گر گیا۔ دولقر دائم کی طرف گیا۔ جو بری طرح کھانس رہا تھا۔

"دائم!!!! تم رویہا کو لے کر یہاں سے جاؤ۔۔۔۔ "

رویہا کی بگڑتی حالت دیکھ کر دولقر نے فوراً دائم کو کہا تو اس نے کھانستے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔اس حالت میں اس کا زیادہ دیر تک یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔

"موم ڈیڈ۔۔۔۔مروہ ان کے ساتھ ہی تھی۔۔۔"

رویہا کو بھی اب کھانسی شروع ہو گئی تھی۔

"آپ دونوں جاؤ میں ان کو دیکھتا ہوں۔۔۔۔"

دولقر نے اس کو جانے کا کہا اور خود میرب اور بہروز کے کمرے میں چلا گیا۔جہاں مروہ بھی موجود تھی۔

" چلیں یہاں سے۔۔۔۔"

دولقر نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا پھر بھی اس کو کھانسی ہو رہی تھی۔

"دولقر اندر نہیں آؤ۔۔۔۔"

مروہ نے اپنی چاروں طرف آگ دیکھ کر اس کو وہاں سے دور رکھا تھا۔

دولقر نے تو جیسے اس کی سنی ہی نہیں تھی وہ پھر بھی اندر آ گیا۔گھر میں

سارے دروازے لکڑی کے تھے اور لکڑی کے فرنیچر کی وجہ سے آگ کو پھیلنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ دور کے اندر آتے ہی دروازہ ٹوٹ کر زمین پر گر گیا۔

"دولقر۔۔۔۔"

اس حال میں بھی مروہ کو دولقر کی ہی فکر تھی جیسے میرب اور بہروز کو اس کی ہو رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

دولقر کی آواز سن کر مروہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ دولقر نے باہر کا راستہ دیکھا اور پھر بیڈ سے ایک کمبل اٹھا کر آگ کے اوپر رکھ دیا۔ میرب اور بہروز اس حالت میں بھی آنکھیں پھاڑے اس کو دیکھ کر تھے۔ جس نے بر وقت اپنا دماغ استعمال کر لیا تھا۔

"جلدی چلیں ہمارے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔۔۔۔"

دولقر نے کھانستے ہوئے ان تینوں کو کہا تو وہ سب ہوش میں آئے تھے۔

دولقر نے پہلے مروہ کو وہاں کے نکالا تھا۔ دھواں پھیپھڑوں میں جانے کی وجہ سے ان سب کی کھانسی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ دولقر نے پہلے مروہ کو وہاں سے نکالا اور پھر خود باہر کودا۔ بہروز میرب کو لے کر باہر آنے ہی والے تھے کہ میرب کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ اسی وقت میرب کے اوپر چھت پر لگا فانوس آ کر گرا تھا۔

"موم۔۔۔"

مروہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے میرب کو دیکھا تھا۔

"میرب۔۔۔۔"

بہروز کے منہ سے بھی بے اختیار نکلا تھا۔

مروہ چلیں یہاں سے۔۔۔۔اس طرح کھڑے رہنے سے وہ واپس "
"نہیں آجائیں گی۔۔۔۔

دولقر نے اس کو ڈانٹا تھا۔ اپنے ہاتھ پر مروہ کا دوپٹہ باندھ کر دولقر نے بہروز کا بازو پکڑ کر ان کو اپنی طرف کھینچا تھا۔ ان کو لے کر وہ باہر آیا۔ جہاں رویہا دائم کو اپنے حصار میں لئے کھڑی تھی۔ وہ دونوں ابھی تک وہیں پھنسے ہوئے تھے۔ رویہا کا ایک بازو بھی بری طرح جل گیا تھا۔ وہ ان دونوں کو لے کر ان تک آیا۔ دولقر نے ایک نظر سامنے کے دروازے کا جائزہ لیا۔ جہاں سے باہر جانا تو ناممکن تھا۔ دولقر ڈرائینگ روم کی طرف گیا تو اس کو وہاں سے گزرنے کا راستہ مل گیا۔

"یہاں پر راستہ ہے۔۔۔۔ جلدی آئیں سب یہاں۔۔۔۔"

دولقر نے ان سب کو وہاں پر بلایا تو وہ لوگ اس طرف بڑھ گئے۔ بہروز کی طرف ایک پلر کو گرتے دیکھ کر دولقر نے اپنے پاس پڑا ایک گول میز اٹھایا اور اس طرف اچھال دیا۔

"بچیئے مسٹر ملک۔۔۔۔"

دولقر نے کی بات سن کر میز کو اپنی طرف آتا دیکھ کر بہروز پیچھے ہو گئے تھے۔ پلر زمین پر گر گیا۔

"جلدی آیئے۔۔۔۔۔"

دولقر نے ان سب کو جلدی آنے کا کہا تو وہ سب ہی اس طرف بڑھ گئے۔ ڈرائیونگ روم میں آنے کے بعد دولقر نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو باہر کی طرف لگی آگ کا ایک شعلہ اس کی طرف آیا تھا۔ جس سے بچنے کے لئے دولقر نے اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھ لیا تھا۔ اس کے ہاتھ پر مروہ کا دوپٹہ باندھا ہوا تھا۔ اس لئے دولقر کو کچھ نہیں ہوا۔

"دولقر۔۔۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔۔۔"

مروہ فوراً ہی اس کے پاس آئی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو دولقر کو چھونے سے روکا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔ بچا لیا آپ نے۔۔۔۔"

اس کا اشارہ مروہ کے دوپٹے کی طرف تھا۔جو مروہ کو تو بلکل بھی سمجھ نہیں آیا۔دولقر واپس اندر کی طرف آیا اور صوفے پر پڑی اس کی ایک موٹی چادر اٹھالی۔بہروز اور اپنا اور میرب کا فیصلہ غلط لگا تھا۔دولقر کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی جس کے لئے اس نے بولی تھی مگر بہروز کو بہت اچھے سے سمجھ آگئی تھی۔دولقر نے دائم اور رویہا کو پہلے باہر نکالا اور پھر مروہ کو اس نے بہروز کی طرف دیکھا۔جو اسے ہی دیکھ رہی تھے۔انہوں نے کچھ ٹوٹنے کی آواز سنی تو سر اٹھ کر دیکھا۔دولقر کے اوپر چھت گرنے والی تھی۔وہ چل کر اس کے پاس ہے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔

" I am sorry for everything the war-ier...."

بہروز نے اس کو کندھوں سے تھام کر نم آنکھوں سے کہا تھا۔دولقر نے پیچھے ہونا چاہا تھا مگر بہروز نے نہیں ہونے دیا۔

مجھے مروہ کی فکر نہیں ہے۔۔۔۔کیونکہ اس کے پاس تم جیسا بہادر بیٹا "
"ہے۔۔۔۔۔سوری وَنس اگین۔۔۔۔

بہروز نے کہتے ہوئے سے کے ماتھے پر لب رکھے اور اس کو باہر دکھادے دیا۔دولقر نے بمشکل خود کو گرنے سے روکا تھا۔اسی وقت چھت ٹوٹ کر بہروز ملک کے اوپر گری تھی۔

"ڈیڈ۔۔۔۔"

مروہ جو ابھی اپنی ماں کے دکھ سے نہیں سنبھلی تھی اپنے باپ کی موت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہوش حواس سے بے گانا ہو کر زمین پر گر گئی۔

رویہا صدمے سے کانپتی ہوئی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی جس جگہ بہروز پر چھت گری تھی۔

"مروہ۔۔۔۔"

دولقر کی آواز نے رویہا کو ہوش میں لایا تھا وہ مروہ کی طرف بھاگی تھی۔

"رویہا آپ جلدی سے گاڑی نکالیں۔۔۔۔ "

دولقر کی بات سن کر وہ فوراً گاڑی کی طرف گئی تھی۔اس نے گارڈ کے کمرے سے گاڑی کی چابی لی اور گاڑی سٹارٹ کر کے واپس آئی۔دولقر نے اس کو مروہ کو اٹھانے کا کہا اور وہ دائم کا بازو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔جو ابھی تک شاک میں تھا۔ایک دس گیارہ سال کے بچے کے ذہن پر اس کا بہت برا اثر پڑا تھا۔رویہا ابھی تک بری طرح کانپ رہی تھی۔اس کا دماغ ماؤف تھا۔دولقر اس کو جو کہہ رہا تھا وہ کسی روبوٹ کی طرح وہ سب کیے جا رہی تھی۔مروہ اور دولقر گاڑی کی پیچھلی سیٹ پر تھے اور دائم آگے کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"اس شہر کے باہر کی طرف ایک بنگلا ہے حنا منزل۔۔۔۔وہاں پر چلیں"

"میں آپ کو راستہ بتاتا ہوں۔۔۔۔

دولقر کی بات پر اس نے سر اثبات میں ہلایا اور گاڑی اس دولقر کے بتائے راستے پر ڈال دی۔

"اا۔۔۔اذ۔۔۔اذی۔۔۔۔"

رویہانے اس سے زیادہ کچھ بولا نہیں گیا تھا۔

"میں نے فون کر دیا تھا۔۔۔۔"

جواب دولقر نے دیا تھا۔رویہانے سر اثبات میں ہلا دیا۔

دولقر نے اذلان کو فون کر کے آگ لگنے کا بتایا تھا۔فون مقتضیٰ نے اٹھایا تھا اس لئے اس نے فوراً ہی جا کر اذلان کو اس کی خبر دی تھی۔ایجنسی میں کام کرنے والے چند آفیسرز کو چھوڑ کر مقتضیٰ، ایزد، ازمار، اذلان اور غزال سب ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔آدھے راستے میں جا کر مقتضیٰ کو خیال آیا تھا کہ اذان اکیلا ہے۔اس نے ان سب کو سپانِش زبان میں کہا تھا کہ کچھ لوگ ایجنسی جاؤ۔اسی وقت ان کا سامنے رویہا کی گاڑی سے ہو گیا تھا۔اس سے پہلے کے اذلان اس کے کچھ پوچھتا وہاں پر کچھ گاڑیاں آئی تھیں۔جن سے کچھ گارڈز نکلے تھے۔

"ان سب کو گھر لے کر چلو۔۔۔۔"

دولقر کے آڈر دینے پر انہوں نے تابع داری سے سر اثبات میں ہلایا اور ان سب کو اپنے ساتھ لے کر حنا منزل کی طرف بڑھ گئے۔ان سب نے ہی پہلی بار اذان کا گھر دیکھا تھا۔گھر کے باہر لگی تختی کو دیکھ کر اذلان اداسی سے مسکرایا تھا۔اذان بے چارے کو اس کی ماں کا آخری دیدار بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ مقتضیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دی تو اس نے بھی گاڑی آگے بڑھادی۔گھر بہت ہی شاندار تھا۔اذلان نے گارڈن کی طرف دیکھ تو ہر جگہ پر ٹیولپ دیکھ کر اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ٹیولپ اس کی ماں کا پسندیدہ پھول تھا۔اور اذان نے اپنے پورے گارڈن میں چند دوسرے پھولوں کے علاوہ ٹیولپ کے ہر رنگ کے پودے لگوائے ہوئے تھے۔گارڈن میں خوبصورت سا گزیبو بھی تھا۔ جہاں پتھر کی کرسیاں تھیں۔بڑے سے گیٹ کے سامنے کی راہ داری سے گئی۔ گزر کر گاڑی گھر کے آگے سے گزرتی ہوئی گھر کے بائیں طرف

وہاں ایک بہت بڑا پارکنگ لاٹ تھا۔ جہاں پہلے سے ہی ایک سپورٹس کار اور تین دوسری کارز اور دو ہیوی بائیکس کھڑی تھیں۔ گارڈز نے گاڑیاں پارک کیں تو اس نے بھی کر دی۔ اس پارکنگ ایریا میں تقریباً تیس گاڑیاں پارک کرنے کی جگہ تھی۔ مروہ کو اذلان نے اٹھایا۔ وہ سب ہی دولقر کے پیچھے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ ڈبل ہائیٹڈ ڈور سے گزر کر اندر سے گھر کا منظر دیکھا تو سب کی آنکھوں میں ستائش اتر گئی۔ گھر کی چاروں دیواروں پر اذان اور ان کے سب کزنز کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ اور حنا کی بھی کئیں تصاویر تھی۔ اذلان، ازمار رمل رویہا، دائم اور دل نور سب کی ہی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ ازمار اور اذان تو ابھی تک اس سے معافی بھی نہیں مانگے سکے تھے۔ اس کے گھر کی ہر دیوار پر اپنی تصاویر دیکھ کر ان سب کی شرمندگی میں اضافہ ہوا تھا۔ اذلان نے مروہ کو صوفے پر رکھا تو دولقر نے اپنی ایک ملازمہ کو آواز دے کر اس کو بلایا۔

"ان کا چیک اپ کرو۔۔۔۔"

اس نے رویہا، مروہ اور دائم کی طرف اشارہ کر کے کہا تو اب کی آنکھیں ہی باہر آ گئیں۔

"یہ میڈ ڈاکٹر ہے کیا۔۔۔۔؟؟ "

ایز دنے ملازمہ کی طرف دیکھ کر پوچھا تو جواب اسی میڈ نے دیا۔

"جی۔۔۔دولقر سر اکثر سٹنٹس کرتے رہتے ہیں۔۔۔۔اور ان کو چوٹ لگ جاتی ہے۔۔۔۔۔اس لئے اذان سر نے مجھے خاص ان کے لئے رکھا ہوا تھا۔اذلان کو تو یقین ہی نہیں آیا تھا۔

" نہیں یہ تو اتنا اچھا بچہ ہے۔۔۔۔"

اذلان نے اس کی بات ماننے سے ہی انکار کر دیا۔

" سر بس اذان سر کے ساتھ اپنی عمر کے بچوں جیسا بیہیو کرتے ہیں۔۔۔۔

"باقی ساری دنیا کے سامنے یہ اپنی عمر سے بڑے نظر آتے ہیں۔۔۔۔

میڈ نے دولقر کو لے کر ان سب کی معلومات میں اصافہ کیا تھا۔

"کیوں دولقر۔۔۔۔؟؟"

ازمار نے اس کے پاس زرا فاصلے پر بیٹھ کر پوچھا تھا۔اس کو برا لگا تھا کہ وہ ان سب کے ساتھ ویسے نہیں رہتا جیسے اذان کے ساتھ رہتا ہے۔ میڈ نے مروہ کو چیک کر کے دولقر کو بتایا۔

سر یہ ڈر اور صدمے کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہیں۔۔۔کچھ دیر تک ان "کو ہوش آجائے گا۔۔۔

اس کی بات سن کر دولقر نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ میڈ دائم اور رویہا کو چیک کرنے لگی تھی۔رویہا کا ہاتھ بری طرح زخمی تھی۔

"موم ڈیڈ کہاں ہیں۔۔؟؟؟"

اذلان کے سوال پر رویہا کی آنکھوں کے سامنے بہروز کے اوپر چھت گرنے کا منظر آگیا تھا۔اس نے نم آنکھوں سے اذلان کو دیکھا تھا۔اذلان کو شدت سے کچھ برا ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"مر گئے ہیں وہ دونوں۔۔۔۔۔"

جواب دولقر نے دیا تھا۔ اذلان نے بے اختیار ہی دولقر کو دیکھا تھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔ دائم اذلان کی بات سن کر ہوش میں آیا تھا۔ اس نے بھاگ کر اس کے سینے سے لگتے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس کو ساری بات بتائی تھی۔ وہ ابھی تک خود زدہ تھا۔ اذلان کے دولقر کی طرف دیکھا جو نچلا لب کاٹتے ہوئے سر جھکا کر بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر نے ان سب کو دائم کی سچویشن سمجھادی۔ رویہا بھی ازمار کے سینے پر سر رکھ کر بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ جب رو رو کر آنسو خشک ہو گئے تو اذلان اٹھا اور مروہ کو لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ بابا کا کمرہ ہے۔۔۔۔ "

دولقر نے اس کو بتانا ضروری سمجھا تھا۔ اذلان کے قدم چند لمحوں کے لئے روکے تھے۔ پھر وہ بغیر روکے اس کے کمرے میں ہی مروہ کو چھوڑ آیا۔

"یہ آپ کا روم ہے آپ ریسٹ کریں۔۔۔۔ "

وہ کہہ کر جانے والا تھا کے رویہا نے اس کو روک لیا اور اس کے گلے لگ کر بے تحاشہ روئی۔اس نے دھیان ہی نہیں دیا کہ دولقر مسلسل اس کو خود سے چھوڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔وہ بس روتی جا رہی تھی اور اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔رویہا کے زور زور سے رونے کی آواز پر سب ہی روم میں آگے اذلان نے آگے آکر رویہا کو دولقر سے الگ کیا۔دولقر کے گلے اور گال پر سرخ نشان بن گے تھے۔اس نے سامنے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو وہ کمرے سے ہی باہر نکل آیا۔اور بھاگ کر اپنے کمرے میں چلا گیا.

"اذی ہمیں اس نے بچایا ہے اگر دولقر نہ ہوتا اُدھر۔۔۔۔تو۔۔۔۔تو پتا نہیں کیا ہوتا ہمارے ساتھ۔"

رویہا روتے روتے اس کو ساری بات بتائی تھی۔وہ چھوٹا سا بچہ ان پر آتے ہی احسان کر گیا تھا۔اذلان کو دولقر کی پرورش پر فخر بھی محسوس ہو رہا تھا۔ مگر میرب اور بہروز کے جانے کی وجہ سے دکھی بھی تھا۔یہ کمرا رویہا اور

اذلان کے حساب سے سجایا گیا تھا۔ ہر چیز ویسی ہی تھی جیسی وہ دونوں اپنے کمرے میں چاہتے تھے۔ رویہا اس کے سینے سے لگے روتے ہوئے ہی سو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے دولقر کو اپنے روم میں جاتے ہوئے دیکھا تو میڈیسن لے کر اس کے پیچھے گئی ابھی کچھ ہی دیر گزری ری تھی کہ مقتضیٰ کو ایجنسی کی طرف سے کال آگئی کے ایجنسی پر آہان حملہ کر کے اذان کو لے گیا ہے اتنی دیر میں دولقر کو سب نے آتے ہوئے دیکھا اس نے ایک بیگ میں اذان کی گنز ڈالی اور باہر کی طرف گیا۔ وہ ہیوی بائیک لے کر چلا گیا۔ اُس کے پیچھے گارڈز کی گاڑیاں بھی گئی۔

"یہ کہاں گیا ہے؟؟؟ "

ازمار نے حیرت سے دولقر کو اس وقت گھر سے باہر جاتے دیکھا تھا۔ جبکہ اذلان خود بھی حیران تھا کیونکہ دولقر کو کبھی اس طرح گھر سے باہر نہیں جاتا تھا۔ سوال کیا تو ڈاکٹر بولی۔

گیا ہو گا کوئی سٹنٹ کرنے اذان سر نہیں ہوتے تو ہی دولقر بائیک یا کار "
لے کر جاتا ہے اور جب کوئی چوٹ لگ جاتی ہے تو دو دن تک سامنے ہی
"نہیں آتا۔۔۔

اس نے اپنا سر ہلا کر ازمار کو جواب دیا۔ مقتضیٰ نے اذلان سے کہا۔

اذی تم اور غزال ادھر ہی راہو ہم ایجنسی جا رہے ہے"

"ہیں۔ آہان اذان کو لے کر چلا گیا ہے یہ نہ ہو وہ ادر بھی آ جائے۔

آپ سب جا سکتے ہے سر!!! آپ ان کی فکر نا کریں یہ گھر سیف ہے "
" اس گھر کے آس پاس کوئی ٹریکر کام نہیں کرتا۔

پھر بھی ازمار تم یہیں رکو۔۔۔۔ اذلان تم دولقر کا پیچھا کرو وہ ضرور اذان"
کے پیچھے گیا ہو گا غزال تم ادھر ہی ازمار کے ساتھ رہو رویہا اور مروہ کو تم
"دونوں کی ضرورت پڑھ سکتی ہے۔۔۔۔

مقتضیٰ نے صدف (ملازمہ) کی بات سن کر کہا۔ صدف نے اذلان کو ہیوی
بائیک کی چابی لا کر دی وہ دولقر کے پیچھے گیا اور باقی سب ایجنسی جا لے گے۔

وہ معمول کے مطابق رات کو دیر سے گھر واپس آیا تھا۔ کچن سے آتی آواز پر وہ چونک گیا تھا۔

"اس وقت کون ہے۔۔۔۔؟؟"

وہ بڑبڑاتا ہوا اس طرف گیا تو سامنے ہی ایک نسوانی وجود کو دیکھ کر اس کے قدم وہیں رک گئے۔ وہ جیسے ہی پانی کی بوتل لے کر پلٹی تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کے ہاتھ سے پانی کی بوتل چھوٹ کر گری تھی۔ زویزان جو سکتے کی حالت میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ بوتل گرنے کی آواز پر ہوش میں آیا۔ اس کی آنکھیں پہلے ہی سرخ تھیں اب اس کو دیکھ کر ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ وہ غصے سے ایک ہی جست میں اس تک آیا اور سارے لحاظ سارا احترام بلائے تاک رکھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ غانیہ کا سر فریزر کے ساتھ ٹکرا جاتا اگر زویزان اس کو پکڑ نا لیتا تو۔ اس کے منہ پر

زویزان کے بھاری ہاتھ کا نشان پڑ گیا تھا۔غانیہ بے یقینی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔اس کو زویزان سے ایسی امید ہر گز نہیں تھی۔

"کمرے میں چلو بتاتا ہوں تمہیں۔۔۔"

زویزان نے اس کو تقریباً اپنے ساتھ گھسیٹ کر لے جاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ اس قدر غصے میں تھا کہ اس کو آپ سے تم پر آنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا۔غانیہ تو ابھی تک بے یقین سی زویزان کا یہ وحشیانہ انداز دیکھ رہی تھی۔کمرے میں لا کر زویزان نے اس کو بیڈ پر پٹخا تھا۔غانیہ کسی بے جان چیز کی طرح منہ کے بل بیڈ پر گری تھی۔اس نے واپس جا کر دروازہ بند کیا اور اس کی طرف واپس آیا۔اس کی آنکھوں میں وحشت دیکھ کر غانیہ خوف سے پیچھے ہوئی تھی۔زویزان بیڈ پر آیا تھا۔غانیہ نے مزید دور ہونا چاہا تھا مگر بیڈ کراؤن کے ساتھ لگ گئی۔زویزان نے اس کا پیر پینڈلی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔

"آہ۔۔۔۔"

غانیہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔زویزان نے اس کا منہ دبوچ کر اپنی طرف کیا۔اس کا گال پہلے ہی زویزان کے تھپڑ سے درد کر رہا تھا۔زویزان کے جبڑا پکڑنے کا اس کی آنسو سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"میں یہاں پاگلوں کی طرح ایک ایک گلی کی خاک چھان رہا ہوں اور تم ....میرے ہی گھر میں بیٹھی ہوئی ہو"

زویزان اس کے منہ پر غرایا تھا۔

"درد۔۔۔۔درد۔۔۔۔"

زویزان کی وحشیانہ گرفت میں وہ بس اتنا ہی بول سکی تھی۔

"مجھے بھی درد ہو رہا تھا جب میرا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔۔۔۔۔"

زویزان نے دانت پیس کر ایک بار پھر اس کے منہ پر غراتے ہوئے کہا تھا۔

غانیہ خوف سے کانپنے لگی تھی۔اس نے غانیہ کا منہ ایک جھٹکے سے چھوڑا تھا۔اس کی آنکھوں سے لگاتار آنسو نکل رہے تھے۔زویزان نے اس کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کیا۔

ایک مہینے سے۔۔۔۔میرے ہی گھر پر مجھے ہی بھول کر زندگی گزارنے"
میں مصروف تھی۔۔۔۔۔ایک بار۔۔۔۔بس ایک بار فون کر کے بکواس
"نہیں کر سکتی تھی کہ جہاں بھی ہو بلکل ٹھیک ہو۔۔۔۔۔

زویزان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ غانیہ کا حشر نشر کر کے رکھ دے۔غانیہ
اس کے خوف سے کچھ بول ہی نہیں رہی تھی۔غانیہ بیڈ پر لیٹی خوف سے
کانپتے ہوئے رو رہی تھی۔زویزان اس پر جھکا ہوا تھا۔

"فون نمبر تو آتا تھا نا۔۔۔۔ "

وہ اپنے دونوں ہاتھ غصے سے بیڈ پر مار کر دھاڑا تو غانیہ سہم کر مزید خود میں
سمٹی۔

غانیہ آغا تم ابھی مجھے جانتی نہیں ہو۔۔۔۔۔۔سامنے تم ہو اس لئے اب"
تک سانسیں چل رہی ہیں۔۔۔۔۔تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کے
"ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔۔۔۔۔

زویزان کا یہ روپ غانیہ نے کب دیکھا تھا۔اس نے تو بس اس کی محبت دیکھی تھی۔اس کی آنکھوں میں وحشت کی سرخی نے غانیہ کو اس قدر خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے ہوش وحواس سے بیگانا ہو کر وہیں پر گر گئی۔ اس کے بے ہوش ہونے پر بھی زویزان کا غصے کم نہیں ہوا تھا۔وہ جارہانہ انداز میں اس کے لبوں پر جھکا تھا۔زویزان نے اس کے دونوں ہاتھ سختی سے پکڑ کر سختی سے بیڈ کے ساتھ لگا دیے تھے۔غانیہ کو تو کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔کافی دیر تک اس کے وجود میں کوئی ہلچل نا ہوئی تو زویزان نے اس کے لبوں پر گرفت سخت تر کر دی۔غانیہ کو بے ہوشی میں بھی اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں تو زویزان کو خود پر جھکا پا کر اس نے اپنے ہاتھ چھڑانے چاہے۔زویزان نے اس کی کلائیوں پر اپنے سخت ہاتھوں کی گرفت مزید سخت کی تو غانیہ کو لگا ہاتھ ہلا بھی نہیں سکی تھی۔ اس کے ہاتھ کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔وہ اپنے زویزان اپنی ہی مرضی سے پیچھے ہوا اور اس کو اٹھا کر بیٹھا دیا۔غانیہ اپنے

سینے پر ہاتھ رکھے بری طرح کھانسنے لگی تھی۔زویزان نے اس کی حالت پر ترس کھاتے اس کی کمر کو سہلایا تھا۔اس کا ہاتھ اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر غانیہ خوف سے پیچھے ہوئی تھی۔زویزان نے زبردستی اس کا بازو پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"میں ابھی بھی پہلے جیسا ہی ہوں۔۔۔۔۔اور ایسا ہی رہوں گا۔۔۔۔اگر دوبارہ مجھے سے دور ہونے کی کوشش کی تو مجھے ایک سیکنڈ نہیں لگے گا وحشی بننے میں۔۔۔۔۔"

زویزان نے نرمی اس کی کمر سہلاتے ہوئے کہتے ہوئے بہت پیار سے دھمکی بھی دی تھی۔غانیہ کے دل میں اس کا ڈر بیٹھ گیا تھا جو شاید کبھی بھی نہیں نکل سکتا تھا۔اس نے غانیہ کو اپنے ساتھ لگایا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔

"سو جاؤ۔۔۔۔۔دو مہینے ہو گئے ہیں مجھے سکون کی نیند آئے ہوئے ۔۔۔۔۔"

زویزان نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اس کو بھی سونے کا حکم دیا۔غانیہ ابھی تک کانپ رہی تھی۔زویزان کے ڈر سے اس کو نیند بھی نہیں آرہی تھی۔

مم۔۔۔۔م۔۔۔مجھے۔۔۔۔نن۔۔۔نہیں پپ۔۔۔پتا۔۔۔۔۔"

" یی۔۔۔۔یہ آ۔۔۔آپ۔۔۔۔۔کک۔۔۔کا گگ۔۔۔۔گھر۔۔۔۔

خوف سے اس کی زبان بری طرح لڑکھڑائی تھی۔زویزان کے ڈر سے غانیہ اپنی بات بھی پوری طرح سے نہیں کر سکی تھی۔

"میرا فون نمبر تو آتا تھا نا یہاں آکر مجھے فون کر تو سکتی تھی نا۔۔۔۔۔ "

زویزان نے اس کا کانپتا وجود دیکھ کر بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔ناچاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں غصے کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔جس کو محسوس کر کے غانیہ خوف سے رونے لگی تھی۔اس نے اپنے حلق سے آواز نہیں نکلنے دی تھی پر اس معصوم کو کیا خبر کے جس سے وہ اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہی ہے اسی کے سینے پر اس نے آنسو گرر ہے ہیں۔

"مم۔۔۔مجھے جج۔۔۔جانا۔۔۔۔ "

" کہیں نہیں جاؤ گی۔۔۔۔"

زویزان نے اس کے گرد اپنا حصار تنگ کرتے سرد لہجے میں کہا تھا۔

ککک۔۔۔۔کیا "

"سس۔۔۔سوچیں۔۔۔۔۔گگ۔۔۔گے۔۔۔۔؟؟؟

غانیہ نے ہچکیوں کے ساتھ اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

" میں نے موم ڈیڈ کو اپنی بیوی کے بارے میں بتا دیا تھا۔۔۔۔کل جب یہاں سے نکلوں گی تو وہ سمجھ جائیں گے۔۔۔۔۔

زویزان ناچاہتے ہوئے بھی اس کو بتا گیا تھا کہ وہ اس کے اور اپنے بارے میں اپنے گھر والوں سے بات کر چکا ہے۔غانیہ نے حیرت سے اس کو دیکھا جو آنکھیں بند کئے سکون سے لیٹا ہوا تھا۔خوف کے باوجود وہ ایک بار پھر سے اس کے دل میں گھر کر گیا تھا۔

بھاگ کر موم ڈیڈ کے پاس کیسے آئی اور موم ڈیڈ سے ہی کیوں ہیلپ لی "
؟؟؟"

اس کا دماغ کچھ پر سکون ہوا تو اس کے ذہن میں نئے سوال آ گئے۔ زویزان نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ غانیہ اب بھی اس سے خوف زدہ تھی۔

غانیہ!!! میں بلکل پہلے جیسا ہوں جس سے تم ہر بات شئیر کر سکتی ہو"
۔۔۔۔بس دوبارہ مجھے سے دور ہوئی تو میں اپنی کوئی گارنٹی نہیں دے
"سکتا۔۔۔

زویزان نے اس کا خوف کم کرنے کئے لئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔ غانیہ کا ڈر تو کم نہیں ہوا تھا پر وہ اس کو بتانے لگی تھی وہ اس کے ماں باپ کو کہاں کیسے اور کیوں ملی۔

وہ بھاگ کر سڑک کی طرف آگئی تھی۔ بھاگ بھاگ کر اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔ پیاس کی وجہ سے حلق میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ کمزوری کی وجہ سے اس کو چکر بھی آرہے تھے۔ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی اور بھاگتی جارہی تھی۔ کئیں لوگوں نے اس سے بات کرنے کی اور مدد کرنے کی کوشش بھی کی تھی مگر وہ ڈر کر سر نفی میں ہلا دیتی۔ اس کو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ وہ کہاں پر ہے۔ بھاگتے ہوئے وہ ایک ہوسپٹل کے پاس آگئی تھی۔ وہ اس کی دیوار پر ہاتھ رکھے آگے کی طرف جھکے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے کھڑے رائحہ اور جلال کو دیکھ کا اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے۔ چہرے سے پریشانی صاف واضح تھی۔ غانیہ نے اپنی پریشانی میں ان کے چہرے کی پریشانی نہیں دیکھی تھی۔ وہ بل ان کے بھاگ کر ان تک آئی تھی۔ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ منہ کے قدموں میں گری تھی۔

"ارے بیٹا دھیان سے۔۔۔۔۔"

رائحہ نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہا۔اس سے زیادہ غانیہ کے لئے اپنے حواس میں رہنا مشکل تھا۔

"مم۔۔۔۔می۔۔۔میری مدد۔۔۔۔مدد کریں۔۔۔۔"

وہ اٹک اٹک کر یہ تین لفظ ادا کرتے رائحہ کے بازوؤں میں ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔رائحہ اور جلال نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"اس کو لے کر چلو یہاں سے۔۔۔۔۔"

جلال کے کہنے پر رائحہ نے ان کی مدد سے غانیہ کو اٹھایا اور اس کو گھر لے کر چلے گئے۔ڈاکٹر کو بھی انہوں نے وہاں پر ہی بلا لیا تھا۔ڈاکٹر نے بتایا کہ وہ کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہے۔ڈاکٹر اس کے کھانے پینے کی اور دوائی کی ہدایات دے کر چلا گیا۔ صبح جب اس کو ہوش آیا تو رائحہ اور جلال اس کے سامنے ہی تھے۔ان کو دیکھ کر اس کو اپنے بے ہوش ہونے سے پہلے کا منظر یاد آیا تو رائحہ کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

رائحہ تو حیرت سے اس انجان لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو اس کے سینے سے لگی بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ رائحہ نے اس کو پانی پلایا تو وہ چند گھونٹ لے کر کچھ پر سکون ہوئی۔ اس کا پورا وجود اب بھی ہچکیاں لے رہا تھا۔ رائحہ نے اس کو کچھ پر سکون کر کے اس سے پوچھا۔

"بیٹا آپ کا نام کیا ہے۔۔۔۔؟؟؟"

رائحہ نے پیار سے اس سے پوچھا تو غانیہ نے سسکتے ہوئے اپنا نام بتایا۔

"ع۔۔۔۔غانیہ۔۔۔۔۔"

اس کا نام سن کر رائحہ اور جلال نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ جسکی سمجھ غانیہ کو تو بلکل بھی نہیں آئی تھی۔

"آپ نے ہم سے ہی کیوں ہیلپ مانگی۔۔۔۔؟؟"

جلال نے الجھ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس وقت ان کے ذہن میں زویزان کی غانیہ کا خیال آیا تھا۔

"مم۔۔۔۔مجھے ماما اور بابا نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔۔۔"

ان دونوں پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

"کیا بتایا تھا۔۔۔۔؟؟ "

جلال کو بہت سے لوگ ان کے کام کے حوالے سے جانتے تھے۔ان کو یہ ہی لگا تھا کہ اس کے پیرینٹس بھی جلال خان کے کام کے حوالے سے جانتے ہوں گے۔

" رائحہ خالہ ماما کی اور جلال انکل بابا کے دوست ہیں۔۔۔۔۔ان کے پاس آپ کی تصویریں بھی تھیں۔۔۔

اس کی بات سن کر رائحہ اور جلال کے ذہن میں رانیہ اور آغا آئے تھے۔

"آپ رانیہ اور آغا کی بیٹی ہیں۔۔۔۔؟؟"

رائحہ نے پُرامید ہو کر پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔وہ دونوں گہرا سانس لے کر رہ گئے تھے۔جلال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور رائحہ نے بے ساختہ ہی اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔غانیہ کو ایک بار پھر سے رونا آیا تھا۔ناجانے کس کی دعائیں تھی جو غانیہ صحیح سلامت ان لوگوں کے چنگل سے

نکل آئی تھی۔اس کی قسمت بلند تھی یا پھر کسی کی دعائیں تھیں جو غانیہ کو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔غانیہ کی حالت کی وجہ سے رائحہ نے اس کا خاص خیال رکھنا شروع کر دیا تھا۔غانیہ کو کچھ وقت لگا تھا مکمل صحت یاب ہونے میں اس دوران کئیں بار اس کو زویزان کا خیال آیا تھا مگر وہ اس کو فون کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔اس کے دل میں ڈر تھا کہ زویزان اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گیا یا کیا سوچے گا۔وہ تو بھول ہی گئی تھی کہ اس نے زویزان کو آخری فون کال میں کیا کہا تھا۔اس کے ذہن میں سب اپنے اغواء کا واقعہ تھا۔جس کو رائحہ اور جلال بہت کوشش کے باوجود اس کے ذہن سے نکال نہیں سکے تھے۔

غانیہ کی باتیں سن کر زویزان کو مزید غصہ آیا تھا۔
"مطلب کے تم نے مجھے اتنا گھٹیا سمجھ لیا تھا کہ میں تمہیں اس جرم کی سزا دوں کا جو تم نے کیا ہی نہیں۔۔۔۔؟؟؟

زویزان نے سرد لہجے میں اس سے پوچھا تو غانیہ کے خوف میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ ڈر کر اس کے سینے میں چھپ گئی تھی۔ زویزان کا تو سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ مگر ناراضگی دیکھانا بھی ضروری تھا۔ غانیہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر روتے روتے ہی سو گئی تھی۔ نیند میں بھی اس کا پورا وجود سسک رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے غانیہ کو اس حال میں پہنچانے والوں کا قیمہ بنا دے۔ آہان کے غصے میں وہ بلکل گیا تھا کہ ابھی ابھی اس نے خود ہی غانیہ کو اس حال میں پہنچایا ہے۔ وہ شدت سے غانیہ کو خود میں بھینچے سو گیا تھا۔

صبح رائحہ کی آنکھ کھولی تو وہ فریش ایئر کے لئے باہر آ گئیں۔ وہاں زویزان کی گاڑی کھڑی دیکھ کر فوراً ہی اندر واپس آ گئیں۔ جلال جوان کو کھانے کا کہنے کے لئے لاؤنج میں آئے تھے رائحہ کی چہرے کے تاثرات دیکھ کر اپنی بات بھول گئے۔

"زی گھر پر ہی ہے۔۔۔۔"

رائحہ نے جلال کے پوچھنے سے پہلے ہی بتادیا۔ جلال اور رائحہ دونوں ہی اس کے کمرے میں آئے تھے۔ کمرے کو لاک دیکھ کر جلال نے اس کمرے کی چابی لاکر فوراً دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ زویزان صاحب غانیہ کو تکیہ سمجھ کر خود میں بھینچے سو رہے تھے۔ ان کو سمجھنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا کہ یہ غانیہ ہی زویزان کی غانیہ ہے۔ وہ دونوں آنکھیں پھاڑے ان کو دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت غانیہ کی آنکھ کھولی تو اپنے سامنے رائحہ اور جلال کو دیکھ کر شرمندگی سے اس کا دل کیا ابھی اسی وقت زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس نے خود کو زویزان سے چھڑانے کی کوشش کی تو وہ مزید اس کو خود میں بھینچ گیا۔

زویزان جیسے ہٹے کٹے انسان سے خود کو چھوڑانے میں غانیہ کی جان آدھی ہوگئی تھی۔ زویزان کی نیند خراب ہو رہی تھی۔ اس نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کو دیکھا۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔؟؟؟"

زویزان کے غصے کرنے پر وہ سہم گئی۔زویزان نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر اس کی گردن میں منہ چھپالیا۔

"نیند آرہی ہے مجھے۔۔۔۔۔سونے دو۔۔۔۔ "

وہ سرد آواز میں کہتا واپس سو گیا تھا۔جبکہ غانیہ تو رونے کو تیار ہو گئی تھی۔ اس نے نم آنکھوں سے رائحہ اور جلال کو دیکھا جو ابھی تک سکتے میں کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔زویزان کو جتنی اپنی نیند پیاری تھی اس کو رائحہ اور جلال کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا۔غانیہ تو شرمندگی سے ہی مرنے والی ہو گئی تھی۔اس کو زویزان سے ڈر بھی لگ رہا تھا اور اس کے لئے رائحہ اور جلال سے نظریں ملانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔زویزان صاحب اب بھی آرام سے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

رائحہ اور جلال تو وہاں سے باہر چلے گئے تھے۔یہ بات وہ بھی بہت اچھے سے جانتے تھے غانیہ کہ گم شدگی کی وجہ سے زویزان ایک دن بھی ٹھیک سے

نہیں سویا تھا۔اس کو اٹھانا ان دونوں کو مناسب نہیں لگا تھا۔ جبکہ غانیہ کو لگ رہا تھا کہ وہ اس سے غصہ ہو کر گئے ہیں۔

"چھچھ۔۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔۔۔"

غانی نے ایک بار پھر خود کو اس سے چھوڑانے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔اس کے الفاظ پر زویزان کا پارا ایک بار پھر سے ہائی ہوا تھا۔اس نے غصے سے سر اٹھا کر غانیہ کو دیکھا تھا۔زویزان کی آنکھوں میں غصے کی سرخی غانیہ کو کانپنے پر مجبور کر گئی تھی۔

"کیا بکواس کی ہے۔۔۔۔۔؟؟"

زویزان نے دانت پیس کر غصے سے کہا تھا۔اس کو غصے میں دیکھ کر غانیہ کہ آواز حلق میں ہی دب کر رہ گئی تھی۔

"اا۔۔۔۔آنٹی اا۔۔۔۔اور اا۔۔۔۔انکل آ۔۔۔آئے۔۔۔۔۔ "

غانیہ نے اپنی صفائی پیش کرنگ کی کوشش کی تھی مگر زویزان نے اس کی کمر کے گرد اپنا حصار سخت کر دیا۔

"آئے تھے تو۔۔۔۔۔"

مجال ہے کہ زویزان جلال خان شرمندہ ہوا ہو۔غانیہ کی آنکھوں میں اٹکے آنسو باہر نکل آئے تھے۔زویزان کو پھر بھی اس پر ترس نہیں آیا۔وہ جارہانہ انداز میں اس کے لبوں پر جھکا تھا۔غانیہ کی بہتے آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔اس کو اپنے حلق میں کانٹے چبھتے محسوس ہو رہے تھے۔اس کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔غانیہ نے اس کو خود سے دور کرنے کی کوشش کی تو زویزان کے غصے میں مزید اضافہ ہوا۔اس نے غانیہ کے لبوں پر اپنے دانت گاڑھ دیئے۔غانیہ کو شدید جلن کا احساس ہوا تھا۔

زویزان نے اس کو آزاد کیا تو غانیہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

" دوبارہ چھوڑنے کی بکواس کی یا خود کو مجھ سے دور کرنے کی کوشش کی تو انجام اس سے بھی زیادہ برا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔"

زویزان نے اپنے لبوں سے اس کا خون صاف کرتے ہوئے اس کو دھمکی دی تھی۔غانیہ جو پہلے ہی اس سے خوف زدہ تھی۔اس کی حرکت پر مزید ڈر

گئی۔ زویزان اس کو اچھا خاصہ ڈرا کر خود آرام سے اس کو خود میں بھینچ کر اس کی گردن میں منہ چھپاتا سونے کے لئے لیٹ گیا۔ اس کے خوف کی وجہ سے غانیہ نے اب کی بار اس کو منع کرنے یا پیچھے کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ زویزان تو اس کو ڈرا کر خود گدھے گھوڑے بیچ کر سو گیا تھا۔ غانیہ کتنی ہی دیر تک اس کے حصار میں اسی سے ڈر کر کانپتی رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو اب بھی جاری تھے۔ زندگی میں پہلی بار کسی نے اس پر غصہ کیا تھا۔ کیا بھی اس نے جس نے کبھی اس سے اونچی آواز میں بات کرنا تو دور اس کو سخت نظر سے بھی نہیں دیکھا تھا۔ آہستہ آہستہ اس پر نیند کا غلبہ ہونے لگا تھا۔ نیند میں بھی وہ زویزان کے ڈر سے کانپ اور سسک رہی تھی۔

مقتضیٰ ایجنسی آیا تھا جبکہ اذلان دولقر کے پیچھے گیا تھا۔ ایجنسی میں جو چند لوگ کام میں مصروف تھے۔ آہان نے ان سب کو مار دیا تھا۔ جبکہ اذان

بھی وہاں نہیں تھا۔ڈاکٹر بھی زخمی تھا۔اس نے ہی بتایا تھا کہ کچھ لوگ آئے تھے جو سب کو مار کر اذان کو اپنے ساتھ لے گئے۔اذان اس وقت دوائیوں کے زیرِاثر سو رہا تھا۔یہ سن کر مقتضیٰ کی پریشانی میں اضافہ ہوا تھا۔اس سے پہلے کے وہ کچھ سمجھتا ایزد کی بات سن کر اس کا سر چکرا گیا تھا۔ کنگ!!!!وہ آہان نور بھابھی مرتضیٰ عینا اور دلاور کو اپنے ساتھ لے گیا"

"ہے۔۔۔۔

"واٹ۔۔۔ "

وہ پہلے ہی پریشان تھا اس کی بات پر غصہ سے مقتضیٰ کا پارا ہائی ہو گیا تھا۔

"اس کو تو پتا ہی نہیں تھا کہ مرتضیٰ زندہ ہے۔۔۔۔؟؟ "

مقتضیٰ کا سر چکرانے کو تھا۔یہ سوچ ہی اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہی تھی کہ آہان کو مرتضیٰ کے بارے میں نا صرف پتا ہے کہ وہ زندہ ہے بلکہ وہ اس کو ان کے گھر سے لے کر چلا گیا ہے۔اس نے ایجنسی کی سی سی ٹی وی چیک کی تو اس کو پتا چلا کہ آہان اندر نہیں آیا تھا۔اس نے باہر کی سی سی ٹی

وی فوٹیج چیک کی جہاں آہان نے ایجنسی سے نکلتے مرتضیٰ کو دیکھ لیا تھا۔اور وہ اپنے آدمیوں کو کچھ کہہ کر وہاں سے ہی مرتضیٰ کے پیچھے چلا گیا تھا۔ مقتضیٰ نے فوراً اذلان کو فون کیا ابھی وہ کسی ایک جگہ پر نہیں رکا تھا۔اس نے دولقر کی لوکیشن پوچھی اور وہ بھی ان کے پیچھے ہی چلا گیا تھا۔اس کو یقین تھا کہ وہ اذان کے پیچھے ہی گیا ہے۔

دولقر کو ایک فارم ہاؤس کے سامنے کھڑے دیکھ کر اذلان وہیں پر رک گیا تھا۔ مقتضیٰ بھی ریش ڈرائیونگ کرتے وہاں تک پہنچا تھا۔دولقر نے وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک جینز پہنی ہوئی تھی۔وہ فارم ہاؤس کے اندر جا رہا تھا۔اسی وقت اندر سے آہان باہر آیا تھا۔دولقر نے ہاتھ میں ایک پیکٹ پکڑا ہوا تھا جس میں چاک کا پاؤڈر تھا۔اس کے چہرے اور گردن پر اب بھی ریشز کے نشان تھے۔اس کی آنکھیں اِس وقت سرخ ہو رہی تھیں۔وہ اندر جانے لگا

تھا کہ آہان نے اس کا بازو پکڑ کر روک دیا۔اذلان اور مقتضیٰ ایک ساتھ گاڑی سے باہر نکلے تھے۔دولقراب بھی اتنا ہی پر سکون تھا۔

"کہاں جارہے ہو۔۔۔؟؟"

آہان دولقر کے بارے میں نہیں جانتا تھا اس لئے اس نے دولقر کو نہیں پہچانا تھا۔مقتضیٰ اور اذلان کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی تھی۔دولقر کے جواب پر ان دونوں کو اس کا سارا پلین سمجھ آگیا تھا۔

"اندر جارہا ہو۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔؟؟"

آہان نے اس کو گھور کر پوچھا تھا۔

"مجھے میرے ڈیڈ ڈر گز نہیں لینے دے رہے۔۔۔اس لئے گھر سے بھاگ کر آیا ہوں۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں کی سرخی اور ہاتھوں میں سفید پاؤڈر کا پیکٹ دیکھ کر آہان کو اس کی بات پر یقین آگیا تھا۔

"ٹھیک ہے چلے جاؤاندر۔۔۔۔"

اس نے دولقر کواندر جانے کی اجازت دی۔اس نے دروازے کے پاس جا کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مقتضیٰ اور اذلان جس جگہ پر تھے آہان کو وہ دونوں ہی نظر نہیں آئے تھے۔وہ اپنے فون کی طرف متوجہ تھا۔دولقر نے پیچھے سے اذلان اور مقتضیٰ کو اشارہ کیا تھا۔وہ دونوں سمجھ کر فارم ہاؤس کے پیچھے کی طرف چلے گئے۔

اس کواندر آتے دیکھ کر مرتضیٰ حیران ہوا تھا۔سامنے مرتضیٰ اور دل نور کو دیکھ کر دولقر کے قدم بھی چند لمحوں کے لئے رک گئے تھے۔دلاور کی حیرت سے پوری کی پوری آنکھیں کھول گئیں تھیں۔دائم نے اس کو دولقر کے بارے میں بتایا تو تھا مگر اس کو یہ سمجھ نہیں آئی تھی کہ دولقر یہاں کیسے اور کیوں آیا ہے۔دل نور نے ابھی تک دولقر کو نہیں دیکھا تھا اِس لئے اُس نے دولقر کو نہیں پہچانا۔وہ سب رسیوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ان

کے منہ پر بھی پٹی بندھی تھی۔ دولقر نے ان کو دیکھ کر ایسے نظر انداز کیا تھا جیسے ان کو جانتا ہی نا ہو۔ وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے بس ایک نظر چاروں طرف دیکھا تھا۔ میز کے سامنے بیٹھ کر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود پاؤڈر ایسے میز پر پھیلایا تھا جیسے وہ ڈرگز لے چکا ہو۔ پھر اٹھ کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں جا کر اس نے کمرے کی کھڑکی کھول دی۔ کر وہاں سے باہر آیا۔ اس نے ایسے اپنا حولیہ کر لیا تھا جیسے نشے واش روم جا میں ہو۔ وہ یہ سب کر کے واش سے آتے ہی وہ باہر واپس چلا گیا تھا۔ آہان وہاں آیا تو دولقر کو اذان کے کمرے سے باہر آتا دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تم وہاں کیا کرنے گئے تھے۔۔۔۔ "

"وو۔۔۔۔ واش روم۔۔۔ "

اس نے اپنی آواز کو خمار آلود کر کے کہا۔ وہ ایسے بیہیو کر رہا تھا جیسے نشے میں ہے۔ جبکہ درعین، دل نور اور دلاور تو اس کی ایکٹنگ پر ہی اَش اَش کر اٹھے

تھے۔ درعین اور دل نور کی اس حالت میں بھی ہنسی نکل گئی تھی۔ آہان نے سر اثبات میں ہلایا اور دولقر بھی صوفے پر آکر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ آہان نے اپنے آدمیوں کو وہاں بلا لیا تھا۔ وہ جانتا تھا مقتضیٰ کچھ ہی دیر میں وہاں پہنچ جائے گا۔ مرتضیٰ کو دیکھ کر آہان کا پارا ہائی ہوا تھا۔ اس لئے جا کر مرتضیٰ کے منہ پر غصے سے ایک تھپڑ مار ادیا۔ درعین کی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔ دلاور اور اس نے اپنی پوری قوت سے خود کو چھوڑانے کی کوشش کی تھی۔

" تیرے اس بھائی کو کیا لگا تھا میرے ساتھ گیمز کھیلے گا اور مجھے پتا بھی نہیں چلے گا۔۔۔؟؟ "

آہان نے اس کا چہرا بالوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔ دولقر نے آنکھیں کھول کر اس کو دیکھا۔ آہان کے ایسا کرنے پر دولقر نے اپنے ہاتھ سے واز گرا دیا۔ آہان کے پیچھے مڑنے سے پہلے ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ وہ ایسے ہو گیا تھا جیسے نیند میں اس کے ہاتھ

لگنے سے واز گرا ہو۔ آہان نے ایک گہرا سانس لے کر مرتضیٰ کو چھوڑا تھا۔ درعین نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے مگر پھر بھی اس نے تشکر سے دولقر کو دیکھا تھا جو آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ آہان وہاں سے اندر کمرے کی طرف چلا گیا جہاں اذان اب بھی بے ہوش تھا۔ وہ دوائیوں کے زیرِ اثر سو رہا تھا اس لئے آہان کو لگا وہ اب بھی کومہ میں ہی ہے۔ کھڑکی کھولی دیکھ کر آہان اس طرف جانے ہی والا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کے سر پر پسٹل کا بَٹ مار دیا۔

"اہ۔۔۔۔۔۔"

اس نے ایک چیخ کے ساتھ اپنے سر کی پشت پر ہاتھ رکھ کر پیچھے مڑتے ہوئے اس کو دیکھا تھا۔ اس سے پہلے کے آہان کچھ سمجھتا اس کی آنکھیں بند ہو گئیں تھیں۔ مقتضیٰ نے اس کو اذلان کے حوالے کیا اور خود باہر چلا گیا۔ سب سے پہلے اس کی نظر دل نور پر پڑی تھی۔ جس کو دیکھنے کے لئے اس کا

دل بے چین تھا۔اس کو رسیوں سے بندھا دیکھ کر مقتضیٰ فوراً ہی اس تک آیا تھا۔

" دل۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو کھول کر اپنے ساتھ لگا کر اپنے آپ کو اس کی سلامتی کا یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔دل نور سب کے سامنے مقتضیٰ اس حرکت پر شرمندہ ہو گئی تھی۔

رومینس بعد میں کر لینا آہان نے اپنے آدمیوں کو یہاں بلوایا ہے۔۔۔ "

"پہلے بابا اور باقی سب کو یہاں سے نکالیں۔۔۔۔

مقتضیٰ کو دیکھ کر دولقر نے اس کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔جس کو بس اسی کی پڑی تھی باقی سب کی طرف اس نے دیکھا بھی نہیں تھا۔

آپ کو کیا مسئلہ ہے؟؟؟میں اپنی بیوی سے رومینس کر رہا"

"ہوں۔۔۔۔۔

مقتضیٰ نے 'اپنی' پر زور سے کر اسی کے انداز میں کہا تھا۔اس دنیا میں مقتضیٰ حدی کو اگر کچھ برا لگتا تھا تو وہ اپنے اور دل نور کے بیچ آنے والا انسان ہو یا کوئی بے جان چیز مقتضیٰ کا دل کرتا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

"پہلے میرے بابا کی بہن ہیں۔۔۔۔ "

اس نے بھی اپنی بات پر زور دیتے ہوئے باور کروایا تھا۔دل نور نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔اذان کے بارے میں مقتضیٰ نے اس کو سب کچھ بتایا تھا۔دل نور اور درعین کب سے حیرت سے اس بچے کی حرکتیں دیکھ رہیں تھیں۔

"میں آپ کے باپ کو بھی کچھ نہیں سمجھتا۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے بھی اس کو اسی کے انداز میں باور کروایا۔

"جانتا ہوں اس لئے ہی تو بابا آپ ہی وجہ سے اس حال میں ہیں۔۔۔"

وہ دونوں لڑائی میں ہی مصروف تھے۔

بعد میں لڑ لینا کنگ۔۔۔۔ابھی ہمارا یہاں سے نکلنا زیادہ ضروری "
"ہے۔۔۔۔

اذلان نے ان دونوں کو ٹوکا تھا۔

"اذی تمہیں اچھے سے پتا ہے کہ میرے اور دل کے بیچ میں کوئی بھی آئے
"مجھے یہ برداشت نہیں۔۔۔۔پھر چاہے وہ تم ہی کیوں نا ہو۔۔۔۔

مقتضیٰ کے الفاظ سن کر دل نور کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی تھیں۔اس نے بے اختیار ہی اذلان کی طرف دیکھا تھا۔وہ چہرہ دل نور کے لئے انجان تھا۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ اور کہتا آہان کے آدمی وہاں آ گئے تھے۔فارم ہاؤس چند ہی لمحوں میں جنگ کا میدان بن گیا تھا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے دلاور کو پکڑ لیا تھا۔دلاور کی آنکھوں میں زرا بھی خوف نہیں تھا۔اس نے جب دلاور کو کھینچ کر اپنی طرف کیا تھا اس نے ایک واز پکڑ کر زور سے میز پر مارتے ہوئے اس کو توڑا تھا۔

"روک جاؤ ورنہ اس کو جان سے مار دوں گا۔۔۔"

اس کی بات سن کر لمحے بھر کر سب رک گئے۔ درعین نے تڑپ کر دلاور کو آواز دی تھی۔

"دلاور۔۔۔۔"

دل نور بھی ڈر گئی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کے ہاتھ میں واز دیکھا تو اس کو نظر انداز کر کے اس کے دوسری طرف کھڑے آدمی کو شوٹ کر دیا۔ اس آدمی کا حیرت سے منہ ہی کھول گیا تھا۔ مقتضیٰ نے دلاور کو بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ آدمی کچھ بھی سمجھتا دلاور نے اپنی کن پٹی پر رکھی گن والے ہاتھ پر ایک گہرا کٹ لگا دیا تھا۔ دلاور پر اس کی گرفت کمزور ہوئی تو اس نے اپنے پیچھے کھڑے آدمی کی گردن کاٹ دی۔ دولقر لمحے بھر کو حیران ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر کبھی بھی دولقر کو نہیں لگا تھا کہ وہ بھی یہ سب جانتا ہے۔ دلاور اس کے چونکنے پر مسکرایا تھا۔ اس کے مسکرانے پر دولقر نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا دیں۔ ابھی وہ سب لڑ ہی رہے تھے کے آہان وہاں آ گیا۔ دولقر کو ان کے ساتھ لڑتا دیکھ کر آہان

نے غصے سے اس کو دیکھ کر دل نور کو دبوچ لیا تھا۔ مقتضیٰ کی تو جان پر بن گئی تھی۔ سب لوگ ہی اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر گئے تھے۔

"کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔۔۔۔"

آہان نے ہوائی فائر کرتے ہوئے کہا تو سب ہی رک گئے اسی وقت اذان نے دولقر کو پکڑ کر اپنی گرفت میں لیا تھا۔ دولقر نے تو اس کو پہچان لیا تھا مگر سب لوگ الجھ گئے تھے کہ ان میں سے اذان کون ہے اور آہان کون ہے۔

"خبردار جو اگر کسی نے بھی کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔۔ "

اذان ابھی تک پوری طرح سے ٹھیک نہیں تھا۔ اس لئے تکلیف کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"اذان شاہ بند کرو اپنی بکواس ورنہ میں اس کو مار دوں گا۔۔۔۔ "

آہان نے گن کا رخ اس کی طرف کر کے کہا تو اس نے ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔

"یہ تو ہر کوئی جانتا ہے۔۔۔۔۔ پکڑو اس کو۔۔۔ "

اذان نے آہان کے آدمیوں کو حکم دیا تھا۔ان سب نے اپنی گن کا رخ اس طرف کیا ہی تھا کہ آہان غصے سے دھاڑا۔

"بکواس کر رہا ہے یہ۔۔۔۔میں تم لوگوں کا بوس ہوں۔۔۔"

آہان کا دل کیا ابھی کہ ابھی اذان کو شوٹ کر دے۔ مگر اس وقت اسی کے آدمی اذان کو اپنا بوس سمجھ رہے تھے۔ان سب نے اپنی اپنی گنز کا رخ اذان کی طرف کیا تھا۔

"تم لوگ میرے لئے کام کرتے ہو۔۔۔ "

اذان نے کی بات پر وہ گڑ بڑا گئے۔

"بکواس کر رہا ہے یہ۔۔۔۔تم لوگوں کا بوس میں ہو۔۔۔۔ "

اس نے گن کو اپنی سینے پر مار کر کہا۔دل نور تو خوف سے کانپ رہی تھی۔

اس حالت میں بھی دل نور کے چہرے پر موجود خوف مقتضیٰ کا دل بے ایمان کر رہا تھا۔ مقتضیٰ کو جہاں آہان کے دل نور کو چھونے پر غصہ آرہاں تھا وہاں دل نور کے چہرے پر نظر پڑتے ہی۔ شدت سے ہی اس کا کوئی گستاخی

کرنے کو دل کر رہا تھا۔اس کو اپنی حالت پر غصہ اور ہنسی دونوں ہی آ رہے تھے۔

"ہم اذان شاہ کے لئے کام کرتے ہیں۔۔۔"

آہان کے آدمیوں میں سے ایک نے کہتے اس پر گن تان لی۔آہان اپنے ہی بنائے جال میں پھنس گیا تھا۔اذان نے اس کی طرف فاتحانہ مسکراہٹ اچھالی تھی۔اذان کے اشارہ کرنے پر ان سب نے آہان کر سر پر گن رکھی تھی۔

"نور کو چھوڑو۔۔۔۔"

اذان غصے سے دھاڑا تھا۔ان میں سے ایک نے نور کو اس کی گرفت سے آزاد کروایا تو مقتضیٰ نے فوراً آگے بڑھ کر دل نور کو اپنے حصار میں لیا تھا۔ اذان کے اشارہ کرتے ہی مقتضیٰ اذلان اور ایزد نے ایک ساتھ آہان کے آدمیوں پر حملہ کیا تھا۔یہ سب ان لوگوں نے اتنا اچانک کیا تھا کہ آہان کے کسی بھی آدمی کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔آہان کو اتنا غصہ آیا تھا کہ اس

کے غصے سے اذان کو شوٹ کر دیا۔ دولقراب بھی اس کے پاس ہی تھا۔ مقتضیٰ اس کے آگے آگیا۔ گولی اس کو لگی تو سب پر جیسے لمحے بھر کو سکتا تاری ہو گیا۔ دل نور کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ ایزد غصے سے اس کی طرف بڑھا اور ایک مکا اس کے منہ پر مار دیا۔ اتنے اچانک اور شدید غصے میں مارے گئے مکے کی وجہ سے آہان کا چہرا ایک طرف ڈھلکا تھا۔ اس کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے ایزد نے ایک ساتھ اس کو کئیں مکے مار زندہ چاہیے تھا اور ان کی گنز میں موجود اور ایکسٹرا دیے تھے۔ ان کو وہ گولیاں جتنی بھی تھیں سب ختم ہو چکی تھیں۔

"How dare you to touch my brother....??"

وہ ایک ایک لفظ پر پر کئیں کئی مکے اس کے منہ پر مار کر کہتا جا رہا تھا۔ ایزد کا کوئی بھائی نہیں تھا مگر مقتضیٰ نے ہر مشن پر اور ہر معاملے میں اس کو ایسے ہی پروٹیکٹ کیا تھا ایسے ہی سپورٹ کیا تھا جیسے ایک بڑے بھائی کو کرنا

چاہیے رمل کی بار اس نے برداشت کر لیا تھا۔ مگر مقتضیٰ کی بار اس کے دماغ نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ وہ کسی پاگل وحشی کی طرف آہان کو مار رہا تھا۔

"رک جاؤ۔۔۔ایزد۔۔۔ "

"رک جاؤ عادی۔۔۔"

اذلان اور اذان نے اس کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ مقتضیٰ کے سینے سے خون ابل ابل کر باہر آ رہا تھا۔

"میرے جنگل کنگ۔۔۔۔۔"

دل نور زمین پر بیٹھی بے آواز رو رہی تھی۔ دل نور کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ خود بھی ایک ڈاکٹر تھی مگر مقتضیٰ کو اس حال میں دیکھ کر اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ اس کو آس پاس کا کچھ بھی ہوش نہیں تھا۔ وہ جو اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے دلاور سے کرتی تھی۔ مقتضیٰ کی حالت دیکھ کر اس کو وہ بھی یاد نہیں رہا تھا۔ وہ جو اپنے اذان بھائی سے ملنے کے لئے ڈھیڈ مہینے سے تڑپ رہی تھی۔ اس کو اذان سے ملنا بھی

یاد نہیں تھا۔اس کو بس اپنا جنگل کنگ یاد تھا۔اس کی حالت دیکھ کر دل نور کو لگ رہا تھا جیسے مقتضیٰ کا درد اس کی روح کو زخمی کر رہا ہے۔دل نور کی حالت دیکھ کر اذان اور اذلان بھی پریشان ہو رہے تھے۔

عادی!!!پہلے حدی کو ہوسپٹل لے کر چلو۔۔۔۔اس کو ایجنسی میں " دیکھ لیں گے۔۔۔۔

مرتضیٰ نے بھی ایزد کو روکنے کی کوشش کی تھی۔جس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔

" اذی،اذان تم دونوں اس کو ایجنسی چھوڑ کر آؤ میں اور ایزد حدی کو لے کر ہوسپٹل جاتے ہیں۔۔۔۔عینا تم دلاور اور دولقر کو لے کر اذان کے گھر جاؤ۔۔۔۔اس وقت وہی سیو جگہ ہے۔۔۔۔ "

"مم۔۔۔۔میں بھی ساتھ جاؤ گی۔۔۔ "

دل نور نے روتے ہوئے ضدی انداز میں کہا تھا۔اس کی حالت دیکھ کر مرتضیٰ نے سر اثبات میں ہلا گیا۔وہ لوگ وہاں سے نکل گئے۔آہان کے آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر وہی پر ہی تھا۔

اذان اور اذلان گاڑی میں بیٹھے تھے۔اذان کو اب بھی کمزوری تھی اس لئے وہ سیٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔اس کی آنکھیں بند تھیں۔

"تمہیں پتا ہے۔۔۔میں نے جب دولقر کو اڈاپٹ کیا تھا مجھے بلکل بھی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔میرے دل میں ڈر تھا کہ پتا نہیں میں ٹھیک سے اس کی پرورش کر بھی سکوں گا یا نہیں.....پتا نہیں میں اس کو وہ پیار دے سکوں گا یا نہیں جو اس کا حق ہے.....جب اس نے مجھے پہلی بار بابا کہا تو کچھ بدل گیا.....میرے لئے اس دنیا میں سب سے زیادہ ضروری دولقر ہو گیا۔۔۔مروہ سے پہلے بھی میں نے کبھی شادی کرنے کا نہیں سوچا تھا۔۔۔چاہے مجھے اس سے جتنی بھی محبت ہے میں اس کی اور اپنی عمر کا

فرق جانتا تھا۔۔۔جب دولقر میری زندگی میں آیا تھا۔۔۔تو بھی میرے دل میں شادی کا تصور بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔میں دولقر کو سوتیلی ماں نہیں دینا چاہتا تھا۔۔۔۔مروہ سے بھی میں کبھی شادی نا کرتا اگر مجھے یہ پتا نا چلتا کہ مروہ کو اغواء کرنے کی کوشش کرنے والے لوگ آہان کے کرنا چاہتا۔۔۔۔اس ہیں۔۔۔۔۔میں زبردستی خود کو اس کر مسلط نہیں "لئے میں چھوڑ دوں گا اس کو۔۔۔۔

اذان نے آخری بار کہتے ہوئے اذلان کی طرف دیکھا تھا۔وہ دونوں تھے تو جوڑوا بھائی مگر پھر بھی یہ ان دونوں کے درمیان پہلی بار تھا کہ اذان اس کو خود اپنے بارے میں کچھ بتا رہا تھا۔وہ دونوں دنیا کے پہلے جوڑوا تھے جو ایک دوسرے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔وہ جو تھوڑی تھوڑی دیر میں اس کو بھی ایک نظر دیکھ لیتا۔اس کی آخری بار پر اذلان کا پاؤں بے اختیار ہی بریک پر گیا تھا۔اس نے اذان کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

میں اس کو فورس نہیں کروں گا۔۔۔۔میرب اور بہروز ملک ٹھیک کہتے "
ہیں۔۔۔۔ہماری عمروں کا فرق کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔۔۔۔میں ایک بچے
کی زمہ داری اس پر مسلط نہیں کر سکتا۔۔۔۔اسے بھی حق ہے اپنی زندگی
"میں اپنی پسند کے شخص کا امتحاں کرنے کا۔۔۔

اس نے اپنی گردن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔آنکھوں سے اب بھی آنسو
گر رہے تھے۔

"تم رہ لوگے اس کے بغیر۔۔۔۔۔؟؟ "

اذلان کے سوال پر اذان کی سانسیں اس کے سینے میں ہی کہیں پر اٹکی
تھیں۔جو اذلان سے مخفی نہیں تھا۔

" میری مانو تو تھوڑے سے خود غرض ہو جاؤ۔۔۔۔ "

اذلان نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کرتے ہوئے اس کو مشورے سے نوازا تھا۔

"ماما کبھی بھی خود غرض ہو سکتی تھیں۔۔۔۔؟؟؟ "

اس کے سوال پر اذلان چند لمحوں کے لئے خاموش سا ہو گیا تھا۔

"وہ نا رہی تو کچھ نہیں بچے گا تمہارے پاس۔۔۔۔ "

اذلان نے ایک بار اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

" زندگی میں کب کبھی کچھ ملا ہے۔۔۔۔۔؟؟؟ "

اس کی آواز میں کرب محسوس کر کے اذلان کا دل پسیج گیا۔

" اس لئے کہہ رہا ہوں۔۔۔۔ "

اذلان نے گاڑی روک کر اس کو اپنے ساتھ لگاتے بھرائی آواز میں کہا۔

" میں اس کے ساتھ پہلے ہی بہت غلط کر چکا ہوں۔۔۔۔اب اور نہیں کر سکتا۔۔۔"

اس نے اذلان کے گرد حصار بناتے ہوئے روتے ہوئے ایک بار پھر سے انکار کر دیا۔

" میری بہن ہے مروہ۔۔۔اور میں جانتا ہوں اس کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔۔۔۔"

اس نے دل میں سوچا تھا۔ وہ چاہتا تھا اذان ایک بار تو کھول اپنے دل کا درد کم کر لے۔ یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ وہ بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ مرد کو درد نہیں ہوتا۔ اس کے آنسو بھی سب کو فریب ہی لگتے ہیں۔ مرد بھی ایک انسان ہے اور اس کے سینے میں بھی ایک دل ہے۔ وقت اور حالت اس پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ تکلیف تو ایک بے زبان جانور کو بھی محسوس ہوتی ہے۔ پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مرد کو درد نہیں ہوتا۔ اگر رونے والے مرد کو سب کمزور کہتے ہیں تو غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ اس دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے تین انسان بھی مرد ہی تھے۔ آنسو مرد کی کمزوری نہیں ہی۔ بلکہ مرد کہ آنکھ سے آنسو اس وقت گرتا ہے جب تکلیف حد سے بھی زیادہ بڑھ جائے۔ اذان آج پہلی بار اپنی زندگی پر رویا تھا۔ اذلان کو بھی رونا آرہا تھا۔ ابھی تو اس نے دل نور کو بھی سنبھالنا تھا۔ کافی دیر تک رونے کر بعد وہ کچھ سنبھلا تھا۔ اس کے آنسوؤں میں کمی دیکھ

کر اذلان نے اس کی کمر سہلاتے ہوئے اس کو سنبھالنے کی کوشش کرتے کہا۔

"ابھی ہمیں نور کو بھی سنبھالنا ہے۔۔۔ "

اس کی بات سن کر اذان کو یاد آیا کہ مقتضیٰ کو گولی لگی ہے۔اس نے خود کو کمپوز کرتے سر اثبات میں آیا تھا۔اذلان نے اس کو ایک نظر دیکھ کر دوبارہ گاڑی سٹارٹ کر دی۔اس کا ارادہ وہاں سے ہوسپٹل جانے کا تھا۔

دل نور بینچ پر بیٹھی رو رہی تھی۔مرتضیٰ یہاں وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔ ایزد بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔مقتضیٰ کو آئی سی یو میں لے کر گئے ہوئے تھے۔کافی دیر سے کوئی ڈاکٹر باہر نہیں آ رہا تھا۔کچھ دیر بعد اذان اور اذلان بھی وہاں آ گئے تھے۔وہ دونوں ایک ساتھ ہی دل نور کی طرف بڑھے تھے۔

"نور۔۔۔۔"

اپنے نام کی پکار پر دل نور نے ان کی طرف دیکھ تو اذان اور اذلان کو دیکھ کر بھاگ کر ان کے سینے سے لگی تھی۔اس کو ایسے روتے دیکھ کر وہ تڑپ ہی تو گئے تھے۔ان کی اکلوتی بہن ان کی زندگی کا کل اثاثہ تھی۔اُس کو اِس حال میں دیکھ کر ان دونوں کی آنکھیں ہی نم ہو گئیں تھیں۔

"صبر سے کام لو نور۔۔۔ "

اذلان نے اس کو اپنے ساتھ لگا کر کہا تو دل نور نے سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھا۔

"میں کیسے صبر کروں۔۔۔۔بھائی مم۔۔۔میرا دم گھٹ رہا ہے۔۔۔۔ "

مقتضیٰ کو اس حال میں دیکھ کر مم۔۔۔۔مجھے سانس نہیں آ رہا۔۔۔

اے۔۔۔۔ایسے لگ رہا ہے جیسے کسی نے میرے دل پر بھاری پتھر رکھا ہوا ہے"۔۔۔۔کوئی میری سانسیں روک رہا ہے۔۔۔۔

اس نے روتے ہوئے ان کو بتایا تو اذلان اس کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ کیا وہ اتنا ضروری تھا اس کی چھوٹی سی دل کے لئے کہ مقتضیٰ کو اس حال میں دیکھ کر دل نور کا سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔

"مم۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے میں سانس لے کر کوئی بہت بڑا گناہ کر رہی ہوں۔۔۔۔اللہ سے کہیں نا کہ چاہیے میری زندگی لے لیں پر میرے جنگل کنگ کو کچھ نا کریں۔۔۔۔"

دل نور کے الفاظ سن کر ان دونوں نے بے اختیار ہی اس کو زور سے خود میں بینچ لیا۔

"بس اللہ سے دعا کرو اس کے لئے نور۔۔۔۔کچھ نہیں ہو گا اس کو ۔۔۔۔۔ایسی باتیں نہیں کرو۔۔۔۔"

اذان نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"اللہ تعالیٰ میری دعا نہیں سنتے نا بھائی۔۔۔۔"

اس نے جیسے ہار مان لی تھی۔

نہیں میری جان۔۔۔ایسے نہیں کہتے۔۔۔اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں "
کی دعا جلدی قبول نہیں کرتے جن کے مانگنے کا طریقہ اللہ کو پسند آجاتا
ہے۔۔۔اللہ تو تمہیں خود سے جوڑے رکھنے کے لئے تمہاری دعا جلدی
قبول نہیں کرتے تاکہ ان کی دل نور ہمیشہ ان سے جڑی رہے۔۔۔اللہ
تعالیٰ سب سے زیادہ پیار تم سے کرتے ہیں۔۔۔وہ بار بار تم پر اس لئے
آزمائش ڈالتے ہیں تاکہ میری دل نور بار بار مجھے یاد کرے اور تمہاری جو
دعائیں قبول نہیں ہوئیں نا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دعاؤں کا بھی اجر
سنبھال کر رکھا ہے۔۔۔تم نے تو کبھی کچھ نہیں مانگا۔۔۔جب پہلی بار
اللہ سے اپنے لئے کچھ مانگو گی اور دل سے مانگو گی تو اللہ کی رحمت کو یہ گوارا
"نہیں ہو گا کہ وہ تمہیں حالی ہاتھ لوٹائیں۔۔۔۔۔

اذان نے بہت پیار اور نرمی سے اس کو سمجھایا تھا۔اس کے سمجھانے کا انداز
بلکل ایسا ہی تھا جیسا اس کی ماں کا ہوتا تھا۔اس نے سر اثبات ہلا دیا۔اذان
کے سمجھانے پر اس کو ایک بار پھر سے امید ملی تھی۔ایک بار پھر سے اللہ پر

اس کا یقین پختہ ہوا تھا۔اپنی دعائیں قبول نا ہونے پر اکثر انسان مایوسی کی گہری دلدل میں چلا جاتا ہے۔دل نور بھی جا رہی تھی مگر اذان نے اس کو سنبھال لیا۔

"اذان تم بھی ایک بار اپنا چیک اَپ کروالو۔۔۔ "

دل نور کو سنبھلتے دیکھ کر اذلان نے اذان کو کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔مرتضیٰ کو کچھ یاد آیا تو وہ فوراً اذلان کی طرف بڑھ گیا۔

" !!!! اذی"

"ہاں بولو۔۔۔ "

مرتضیٰ کے آواز دینے پر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ازمار کو یہاں بلالو۔۔۔ایزد اور تم میرے ساتھ چلو۔۔۔آہان کے "

"آخری پاٹنر کا کام بھی تمام کرنا ہے۔۔۔۔

مرتضیٰ کی بات سن کر وہ اس نے اپنا فون نکالا تھا۔

ازمار کو جیسے ہی اطلاع ملی کے مقتضیٰ کو گولی لگی ہے۔وہ اچھا خاصہ پریشان ہو گیا تھا۔دولقر،درعین اور دلاور بھی گھر پہنچ چکے تھے۔درعین اس وقت کسی ٹرانس کی کیفیت میں تھی۔اس کو وہاں دیکھ کر غزال بہت خوش ہوئی تھی۔اس سے پہلے کے وہ درعین سے کچھ بھی پوچھتی ازمار وہاں آگیا تھا۔

دولقر کو دیکھ کر ازمار نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"اذان بھائی کہاں ہیں دولقر۔۔۔۔؟؟ "

ازمار نے اس سے پوچھا تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی میں اذان کی لوکیشن دیکھ کر اس کو بتایا کہ وہ ہوسپٹل میں ہے۔

"غزال تم یہیں پر روکو۔۔۔۔میں ہوسپٹل جاتا ہوں۔۔۔ "

ازمار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو اس نے انکار کر دیا۔

" میں بھی جاؤں گی۔۔۔۔۔"

نہیں غزال۔۔۔۔روہی آپی کی حالت تم دیکھ چکی ہو۔۔۔عینا بھی"
ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔مروہ کو بھی ابھی تک ہوش نہیں آیا۔۔۔
"یہاں پر کسی کا تو رہنا ضروری ہے۔۔۔
ازمار کے سمجھانے پر وہ منہ بسور کر رہ گئی۔
وہاں پہنچ کر مجھے اَپ ڈیٹ کرتے رہنا۔۔۔عادی اور حدی بھائی کا فون "
"بھی نہیں لگ رہا۔۔۔
اس کی بات سن کر ازمار نے سر اثبات میں ہلا دیا۔وہ وہاں سے چلا گیا۔دلاور پر اس حادثے نے نہیں بلکہ مقتضیٰ کی حالت نے برا اثر ڈالا تھا۔وہ معمول سے زیادہ خاموش تھا تو غزال نے اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر پیار سے اس سے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔
"بابا کو گولی لگی ہے۔۔۔ "
دلاور نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا تھا۔غزال کتنی ہی دیر کچھ بولی ہی نہیں سکی تھی۔ مقتضیٰ اس کے لئے ایسے ہی تھا جیسے ایزد

تھا۔ دولقرا یک بار پھر حیران ہوا تھا۔ اگر دولقرا ذان کی کاپی تھا تو دلاور مقتضیٰ کی کاپی تھا۔ جیسے اذان اس کے لئے سب کچھ تھا اسی طرح دلاور کے لئے مرتضیٰ سے زیادہ ضروری مقتضیٰ تھا۔

مرتضیٰ، اذلان اور ایزد گاؤں آئے تھے۔ مرتضیٰ نے ان دونوں کو ان سب لڑکیوں کو جرگے تک لانے کے لئے کہا تھا۔ جن کو آہان نے اغواء کروایا تھا۔ جبکہ اپنے کچھ ملازموں سے کہہ کر اس نے کچھ سامان منگوایا تھا۔ وہ دونوں گاؤں کی ان لڑکیوں کو لینے کے لئے چلے گئے تھے۔ جبکہ مرتضیٰ کو مقتضیٰ کے خاص ملازم نے بتایا تھا کہ گاؤں میں قتل کے کیس پر ایک جرگہ بیٹھا ہوا ہے۔ جس کا فیصلہ ابراہیم خان کرنے والے ہیں۔ مرتضیٰ کا رخ جرگے کی طرف تھا۔ وہ جانتا تھا ابراہیم خان کا فیصلہ ونی ہی ہو گا۔ وہ جلد از جلد وہاں پہنچ جانا چاہتا تھا۔

چودھریوں کے ایک بیٹے نے کسی کا قتل کر دیا تھا۔ گاؤں میں سالوں سے ونی کی چلتی رسم کو دھیان میں رکھتے ہوئے ابراہیم خان نے ونی کا فیصلہ سنایا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ چودھریوں کے گھر کوئی بیٹی نہیں تھی۔ اپنے بیٹے کو بچانے کے لئے چودھریوں کے گھر اس رسم کی بھینٹ چڑھانے کے لئے کوئی لڑکی نہیں تھی۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ ان سے خون بہا لے کر صلح کر لی جائے۔ مگر ابراہیم خان نے فیصلہ سنا دیا کہ اگر ان کے گھر بیٹی نہیں ہے تو وہ لوگ بیٹا ونی کریں گے۔ جو چودھری بلکل بھی نہیں چاہتے تھے۔ بیٹے کی جگہ بیٹی ہوتی تو وہ سوچنے میں ایک پل نا لگاتے جہاں بھی بیٹے اور بیٹی کی بات آتی ہے وہاں پر ہمیشہ بیٹے کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔ ابراہیم خان نے ان کو دو راستے دیے تھے کہ یا تو ونی کر دیں یا پھر اپنے بیٹے کو مرنے دیں۔ وہ ہی یہ دونوں کام ہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر جرگے کا فیصلہ تھا ان کو ماننا پڑا۔ ابراہیم خان چودھریوں کہ ایک بیٹے کو ونی کرنے کا فیصلہ سنانے ہی والے تھے کہ مرتضیٰ وہاں پہنچ گیا۔

: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "

کسی باپ کے جرم کا بدلہ اولاد سے اور اولاد کے جرم کا بدلہ والدین سے

"نہیں لیا جائے گا۔۔۔۔

مرتضیٰ کی آواز پر سب نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔ گاؤں والے بھی حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مرتضیٰ جلال خان کو صحیح سلامت دیکھ رہے تھے۔ان کو بلکل بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ جس کی موت نے پورے گاؤں کو ہلا کر رکھ دیا تھا وہ صحیح سلامت اپنے پیروں پر کھڑا یہاں ان کو مذہب سیکھا رہا تھا۔ ابراہیم خان کو دیکھ کر اس کی آنکھیں سرخ انگارا ہو گئیں تھیں۔ جبکہ ابراہیم خان خود بھی صدمے کی کیفیت میں تھے۔ جس کی موت نے پورے گاؤں میں صفِ بچھ گیا تھا آج وہ ان سب کے سامنے کھڑا یہاں پر ونی کے فیصلے کو روکنے آیا تھا۔ جس کی موت پر بھی ایک معصوم کو ونی کی بھینٹ چڑھایا گیا تھا۔ وہ مرتضیٰ جلال خان جس ضبط سے ابراہیم کو دیکھ رہا تھا اس بات کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

"تت۔۔۔۔ تم زندہ ہو۔۔۔۔؟؟ "

ابراہیم خان کو جیسے اب تک یقین نہیں آیا تھا۔ان کے لہجے میں اب بھی بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

اس گاؤں کی سرداری میرے پاس ہے۔۔۔۔اس لئے فیصلہ بھی میں ہی"

"کروں گا۔۔۔۔

"سائیں آپ تو۔۔۔۔ "

اسی کے ایک آدمی نے الجھ کر پوچھا تھا۔

مارنے والے نے کوئی کسر تو نہیں چھوڑی تھی مگر کہتے ہیں نا جسے اللہ"

"رکھے اسے کون چکھے۔۔۔۔

مرتضیٰ نے ابراہیم خان کی طرف طنزیہ مسکراہٹ اچھالتے ہوئے کہا تھا۔

ابراہیم کے ہاتھوں کے طوطے اڑے تھے۔پیروں کے نیچے سے زمین کا نکلنا اور اور سر سے آسمان کا ہٹ جانا کیا ہوتا ہے یہ آج ابراہیم کو بہت اچھے سے سمجھ آیا تھا۔

اگر آپ زندہ ہیں تو وہ سید زادی ونی نہیں ہونی چاہیے تھی۔۔۔۔ جس "
"نے پورے جرگے کے سامنے خود کو ونی ہونے سے روکا تھا۔۔۔۔

بھیڑ میں سے ہی ایک نوجوان بولا تھا۔

"آپ کو کس نے کہا ہے کہ وہ ونی ہے۔۔۔۔؟؟ "

اس کے سوال کے بدلے مرتضیٰ نے سوال کیا تھا۔ وہ واقع تو پورا گاؤں جانتا تھا۔ دل نور شاہ اس گاؤں کی پہلی لڑکی تھی جس نے خود کو اس فرسودہ رسم کی بھینٹ چڑھنے سے روکنے کی جراءت کی تھی۔ وہ اس گاؤں کی پہلی لڑکی تھی جس نے جرگے کے فیصلے کے خلاف جانے کی ہمت دیکھائی تھی۔ وہ پہلی لڑکی تھی جس نے اپنے حق میں آواز اٹھائی تھی۔ مگر اُس خان زادہ مقتضیٰ حدی نے اس کے گھر جا کر زبردستی اس سے نکاح کیا تھا۔

مقتضیٰ خان کی بیوی ہے وہ۔۔۔۔ اور اس وقت وہ اسی کے ساتھ "
"ہے۔۔۔۔ جہاں اس کو ہونا چاہیے۔۔۔۔

مرتضیٰ نے پراعتمادی سے سر اٹھا کر ان سب کو باور کروایا تھا۔اس کا انداز ایسا تھا کہ کچھ وقت کے لئے مکمل خاموشی چھا گئی۔

"تو پھر آپ نے مرنے کا ڈھونگ کیوں کیا۔۔۔؟؟ "

گاؤں کے ہی ایک بزرگ نے اس سے پوچھا تھا۔

میں جانتا ہوں آپ سب کے ذہن مجھے زندہ دیکھ کر بہت الجھ گئے "

ہیں۔۔۔آپ کے سارے سوالوں کے جواب بعد میں دوں گا۔۔۔۔۔

"پہلے ایک خان زادے کا کیا وعدہ تو پورا کر لوں۔۔۔

وہ اپنے مخصوص رعب دار انداز میں کہتا ہوا گاؤں کے سربراہ کی کرسی تک آیا اور ابراہیم خان کا بازو پکڑ کر اپنی جگہ سے اٹھا دیا۔سب لوگ ہکا بکا مرتضیٰ کو دیکھ رہے تھے جس کی فرمانبرداری اور ادب واحترام پورے گاؤں کو متاثر کرتا تھا آج پہلی بار اس نے اس قدر بدتمیزی سے اپنے داجی کو کرسی سے اٹھایا تھا۔وہ جو کسی غیر کو بھی دیکھ کر اپنے سردار ہونے کا خیال

کئے بغیر اپنی جگہ سے اٹھ کر جگہ دے دیتا تھا۔ آج وہ اپنے ہی گھر کے فرد سے ایسے پیش آ رہا تھا۔

"یہ آپ کی جگہ نہیں ہے۔۔۔۔ "

پورے گاؤں کے سامنے مرتضیٰ کے ایسا کرنے پر احساسِ توہین سے ابراہیم کا چہرا سرخ ہوا تھا۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی کہ ابھی اس کو جان سے مار دیں۔

"بتایئے کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔؟؟"

مرتضیٰ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر پوچھا تھا۔

" سائیں!!!! میرا ایک ہی بیٹا تھا سات بہنو کا اکلوتا سہارا اس چودھری نے ناحق اس کو قتل کر دیا ہے۔۔"

اس غریب باپ نے خود پر بیتی داستان سنائی تھی۔

"کوئی گواہ ہے جس نے اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا ہو۔۔۔۔؟؟"

مرتضیٰ نے پوچھا تو کچھ لوگوں نے اس کو بتایا کہ قتل ان کے سامنے ہوا تھا۔ زرا سی بات پر اس چودھری نے ایک معصوم کی جان لے لی تھی۔ یہی تو ہوتا ہے آج کل اس دنیا میں پہلی بار قتل ہونے پر چھے مہینے تک یہ زمین کانپتی رہی تھی۔ چھے مہینے تک اس روئے زمین پر زلزلہ رہا تھا اور آج کل چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک انسان کا قتل کر دیا جاتا ہے۔

اس دنیا میں قانون صرف اللہ کا ہے۔۔۔۔اور ہم سب اسی کو مانتے " ہیں۔۔۔اور اس لئے سزا بھی اللہ کے قانون اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہو گی۔اور قتل کے بدلے قتل کا حکم دیا گیا ہے "نا کے کسی بے قصور کو اپنے باپ یا بھائی کے کئے کی سزا دینے کا۔۔۔

مرتضیٰ نے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ جس کی سمجھ اس وقت تو کسی کو نہیں آئی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے مرتضیٰ نے اپنی گَن نکالی اور قاتل کو اسی وقت اسی جگہ پر ایک ہی گولی سے اس کے انجام تک پہنچا دیا تھا۔ جبکہ سب لوگ تو ہکا

بکا کبھی مرتضیٰ کو تو کبھی زمین پر گرتے اس چودھری کو دیکھ رہے تھے۔
جس کے ماتھے کے بیچ وبیچ گولی ماری گئی تھی۔

" آج کہ بعد اس گاؤں میں ماں باپ کے کئے کی سزا اس کی اولاد کو نہیں دی جائے گی۔۔۔۔اور یہ میرے اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے جس کے انکار کی اجازت ہمیں بھی نہیں ہے۔۔۔۔نا کسی امیر کو اور نا کسی غریب کو۔۔۔۔"

" میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں مرتضیٰ خان۔۔۔۔میرے بیٹے کو قتل کیا ہے تم نے۔۔۔۔۔اس کا حساب تمہیں دینا پڑے گا۔۔۔۔"

چودھری غصے سے سرخ انگارہ آنکھیں اس پر گاڑھے دھمکی دیتا وہاں سے چلا گیا۔ مرتضیٰ جانتا تھا ابھی وہ غصے میں ہے اس لئے یہ سب کہہ کر گیا ہے۔

" لیکن آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے بھی تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔۔۔"

مرتضیٰ کے ایسا کہنے پر کسی نوجوان کا خون کھول اٹھا تھا۔

" آپ کو یاد ہو تو ایک جرگے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ اس گاؤں کی لڑکیوں کا اغواء کرانے والے کا انجام عبرت ناک ہو گا۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے مسکراتے ہوئے اس کو یاد کروایا تھا۔

" آپ کے زندہ ہونے سے اور گاؤں کی لڑکیوں کے اغواء ہونے کا کیا تعلق۔۔۔۔؟؟"

اس نے الجھ کر پوچھا تھا۔ مگر چہرے پر اب بھی غصہ تھا۔

" کیونکہ مجھے اذان شاہ نے نہیں بلکہ اس انسان نے مروانے کی کوشش کی تھی جو یہ کام کرتا ہے۔۔۔"

مرتضیٰ کی بات سن کر ابراہیم خان کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکیں تھیں۔ انہوں نے وہاں سے جانا چاہا تھا مگر اسی وقت اذلان اور ایزد گاؤں کی ان سب لڑکیوں کو وہاں لے آئے تھے جن کو آہان اغواء کروا چکا تھا۔ ایزد

کے ساتھ زخموں سے چور آہان بھی تھا۔اس کے چہرے پر کوئی زخم نہیں تھاتاکہ سب لوگ اس کا چہرا دیکھ سکیں۔

"اذان شاہ۔۔۔۔"

گاؤں کے ایک آدمی نے حیرت سے کہاتو مرتضیٰ نے ان کے الفاظ کہ تصحیح کی۔

اذان نہیں آہان۔۔۔اذان شاہ کا ہم شکل ہے اور اس نے یہ سب " کرتے ہوئے اذان کا نام استعمال کر کے اس کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔اذان شاہ اس وقت ہوسپٹل میں ہے۔۔۔

مرتضیٰ نے ساتھ ہی ساتھ اس کو تفصیل بھی بتائی تھی۔وہ سب خاموش ہوگئے ابراہیم خان نے لمحے بھر کو سکون کا سانس لیا تھا۔مگر یہ سکون صرف چند منٹوں کے لئے ہی تھا۔آہان زندہ تو تھا مگر کچھ بھی بولنے کی حالت نہیں تھا۔ایزد نے اس کو رسی سے باندھ کر سامنے موجود ایک درخت کے ساتھ لٹکا دیا تھا۔

"کیا کرنے والے ہو مرتضیٰ۔۔۔؟؟ "

ابراہیم خان کے ذہن میں اس وقت ہتھوڑے برس رہے تھے۔دل ہی دل میں اپنے پکڑے جانے کا خوف ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔

"ایک منٹ۔۔۔۔ "

مرتضیٰ نے گاؤں کی سب عورتوں اور مردوں کو اشارہ کر کے کہا اور آہان کے ساتھ ہی ابراہیم خان کا ہاتھ باندھ کر ان کو بھی درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔

یہ کیا کر رہے ہو مرتضیٰ کھولو مجھے۔۔۔۔کیوں باندھ رہے ہو۔۔۔۔ "

"میں نے کہا کھولو ورنہ چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔۔۔۔

ابراہیم خان غصے سے دھاڑے تھے۔مرتضیٰ کی سرخ آنکھیں مزید سرخ ہوئی تھی۔اس وقت مرتضیٰ اتنے غصے میں تھا کہ کسی نے بھی اس سے کچھ بھی پوچھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔مرتضیٰ نے ابراہیم خان کی رسی کو مزید مضبوطی سے نیچے کی طرف کھینچا تھا۔

عورت مرد پیدا کرتی ہے۔۔۔۔ عورت کو اپنی مردانگی نہیں دیکھاتے "
۔۔۔۔۔اگر وہ اپنی پر آجائے تو تم جیسے جانوروں کو اس کے انجام تک
پہنچانے میں زرا بھی دیر نا لگائے۔۔۔۔اور افسوس ہے مجھے کہ یہ جانور
میرے گھر سے نکلا ہے۔۔۔۔ تم مرد عورت کو کمزور سمجھتے ہو نا۔۔۔۔۔
جن معصوموں کو کمزور سمجھ کر ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہو آج وہی تمہیں
"تمہارے انجام تک پہنچائیں گی۔۔۔۔

مرتضیٰ نے اپنے ملازم کو رسی پکڑائی اور خود اس کے سامنے آتے ہوئے
زہر خند لہجے میں بولا تھا۔

کیا ثبوت ہے آپ کے پاس کہ ابراہیم خان کا ہی ہاتھ ہے اس سب "
"میں۔۔۔۔؟؟

ابراہیم خان کے ہی ایک آدمی نے اس کی طرف داری کی تھی۔ جس کو پورا
یقین تھا کہ وہ ایسا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

"آپ یہ بات اپنی بیٹی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔۔۔ "

مرتضیٰ نے اپنی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ پورا گاؤں وہاں موجود ہونے کے باوجود وہاں موت کا سا سنّاٹا تھا۔ مرتضیٰ نے ابراہیم خان کی وہ ویڈیو نکالی جو درعین نے دل نور کو سینڈ کی تھی۔ جہاں وہ اذان شاہ کا نام لے کر اس کو مرتضیٰ کو مارنے کی بات کر کے اغواء کی جانے والی لڑکیوں کے بارے میں بات کرتا ان سب کے دلوں میں اپنے لئے نفرت بھر رہا تھا۔ مرتضیٰ نے اپنے ملازمین کو زمین پر پتھر رکھتے دیکھا تو چل کر ان لڑکیوں کی طرف آگیا۔ جو خوف سے کانپ رہی تھیں۔ مرتضیٰ نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور ایک سولہ سترہ سال کی لڑکی کے ہاتھ میں پکڑایا۔ مرتضیٰ نے جیسے ہی اس کا ہاتھ تھاما تھا اس کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوا تھا۔ مرتضیٰ کو ابراہیم اور آہان پر مزید غصہ آیا تھا جنہوں نے کتنی ہی معصوم زندگیاں برباد کر دیں تھیں۔

"ڈور نہیں بیٹا۔۔۔ان دونوں کا وہ حال کرو کے آئندہ کوئی بھی ان جیسا ہ جانور ایسا کرنے سے پہلے ہزار بار سوچے۔۔۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اس کو پیار سے سمجھاتے ہوئے اس کے پیچھے گیا اور اس کے ہاتھ میں موجود پتھر کو آہان کی طرف پھینکا۔ وہ پتھر اس کے سر پر لگا تھا۔ مرتضیٰ کے ایسا کروانے پر ان سب لڑکیوں کی آنکھوں میں جہاں نمی چمکی تھی۔ وہیں ان سب کو جیسے کسی نے نئی زندگی دے دی تھی۔

اس گاؤں کا کوئی بھی مرد آگے بڑا تو میں اس کی جان اپنے ہاتھوں سے " لینے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤں گا۔۔۔۔اور آج تو آپ سب کو ایک خان زادے کی زبان کا علم ہو ہی گیا ہو گا۔۔۔۔"

مرتضیٰ نے ان سب کو حکم دیا تو وہ لڑکیاں نم آنکھوں سے مسکرائیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے جھک کر پتھر ابراہیم خان کو مارا تو باری باری ان سب لڑکیوں نے ہی پتھر زمین سے اٹھا کر مارنا شروع کر دیے۔ آہان پہلے ہی زخمی تھا۔ اتنی مار کھانے کی وجہ سے اس کی لاش وہیں پر لٹکی رہ گئی تھی۔

ابراہیم خان کی سانسیں اب بھی چل رہی تھیں۔ تمام پتھر ختم ہو چکے تھے ان سب لڑکیوں کا غصہ اب بھی کم نہیں ہوا تھا۔

" بہت شوق ہے نا اپنی مردانگی دیکھانے کا ابراہیم خان۔۔۔۔۔ "

مرتضیٰ نے یہ کہتے ہوئے اپنی گن نکالی تھی۔ ابراہیم خان جیسے انسان کو وہ اتنی آسان موت نہیں دے سکا تھا۔

"تمہاری زندگی ہی تمہاری سزا ہے۔۔۔۔ "

مرتضیٰ نے کہتے ہوئے نشانہ باندھا ابراہیم خان نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ کے پاس دوسرا ہاتھ لے جاتے معافی مانگنی چاہی تھی مگر مرتضیٰ نے اس کے ہاتھ پر گولی چلادی۔

"انہیں ہاتھوں سے چھوتے تھے نا ان معصوموں کو۔۔۔۔ "

ابراہیم خان کی دل خراش چیخیں پورے گاؤں میں گونج رہی تھیں۔

مرتضیٰ نے اس کی ٹانگوں کے درمیان گولی ماری تو ابراہیم خان اپنے اس انجام پر اگلی سانس بھی نہیں لے سکا تھا۔

"کوئی ان کو نا ہی دفنائے گا اور نا ہی ان کا جنازہ پڑھایا جائے گا۔۔۔۔ "

مرتضیٰ نے ان سب کو اپنا ایک اور فیصلہ سنایا تھا۔ان لڑکیوں نے تشکر سے مرتضیٰ کو دیکھا تھا۔ مرتضیٰ پُر سکون سا سانس خارج کرتے مسکرا دیا تھا۔ اس نے جو کہا تھا وہ اسی وقت کر دیکھایا تھا۔ابھی اس نے کہا تھا کہ اللہ کے حکم کے خلاف جانے کی اجازت ان کو بھی نہیں ہے تو اس نے اپنے ہی خاندان کے فرد کو بھی سزا دینے سے دریغ نہیں کیا تھا۔

"خان زادہ اور ان کی خانم کہاں ہیں۔۔۔؟؟ "

گاؤں کے ایک آدمی نے پوچھا تھا جو مقتضیٰ کی شخصیت سے پہلے ہی حاصہ متاثر تھا۔

"گولی لگی ہے اس کو ہوسپٹل میں ہے۔۔۔۔ "

مرتضیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔ان سب کے دل دہل گئے تھے۔خانوں کے گھر پر ایک قیامت برپا تھی اور وہ اس حال میں بھی اپنے گاؤں والوں کا ہی سوچ رہے تھے۔ان سب کو سرداری مرتضیٰ کے ہاتھ میں دینے کا فیصلہ

بلکل درست لگا تھا۔ گاؤں کے ہر فرد کے دل سے پہلے ہی ان لوگوں کے لئے دعائیں نکل رہی تھیں۔ اب مقتضیٰ کا سن کر ان سب لوگوں نے شدت سے اس کی سلامتی کی دعائیں کیں تھیں۔ معجزے اللہ کی شان ہیں۔ جب انسان اللہ کی سنتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ اس کو اتنا نواز دیتا ہے جتنا اس نے سوچا بھی نہیں ہوتا۔ وہ وہاں سے عطا کرتا ہے جہاں سے اس کے بندوں کے ہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اور مرتضیٰ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس نے اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا لیا تھا۔ اور اللہ نے اس کو نواز دیا۔ اس نے یہ نہیں دیکھا کہ ابراہیم خان اس کے داجی کا سزادی اور اللہ نے اس کو اس کے بھائی سگا بھائی تھا۔ اس کو اس کے کئے کی سے نواز دیا تھا۔ ابھی وہ جرگے میں ہی تھا کہ ہوسپٹل سے فون آگیا کہ مقتضیٰ اب خطرے سے باہر ہے۔ مگر کچھ دن تک انڈر ابزرویشن میں رکھا جائے گا۔ اس نے سب گاؤں والوں کو مقتضیٰ کی حیریت کی اطلاع دی تو اب لوگ خوشی سے نہال ہو گئے۔

مروہ کو ہوش آیا تو خود کو کسی انجان کمرے میں پا کر وہ ایکدم اٹھ بیٹھی تھی۔ دیواروں پر لگی اذان کی تصاویر دیکھ کر وہ کچھ پر سکون ہوئی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے اس کو اپنے ماں باپ یاد آئے تھے جن کو اس نے اپنی آنکھوں سے مرتے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے تھے۔ چند ہی لمحوں میں اس کمرے میں مروہ کی دل خراش چیخ بلند ہوئی تھی۔ وہ سب باہر ہی تھی۔ مروہ کے چیخنے کی آواز سن کر فوراً اذان کے کمرے میں گئے تھے۔ رویہا نے آگے بڑھ کر اس کو اپنے سینے سے لگایا تو وہ بلک بلک کر رو دی۔ رویہا اس کو کوئی تسلی بھی نہیں دے سکی تھی۔ کوئی بھی تسلی ہوئی بھی جملہ اس کا دکھ کم نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے اپنے ماں باپ کو مرتے دیکھا تھا۔ وہ کسی صورت نہیں سنبھل رہی تھی۔ روتے روتے پھر سے بے ہوش ہو گئی تو دولقر صدف کو بلا کر لے آیا۔ اس نے

مروہ کو چیک کیا تو گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ مجبوراً اس کو مروہ کو نیند کا انجیکشن دینا پڑا تھا۔

"دیکھئے میم بہت بڑے ٹراما سے گزر رہی ہیں ان کے لئے سٹریس بہت خطرناک ہے اگر ایسا ہی رہا تو ان کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ ان کو اکیلا ہرگز نا چھوڑیں۔۔۔۔ کوئی نا کوئی ان کے پاس ہی رہے اور ان کو باتوں میں الجھائیں تاکہ یہ بار بار اس حادثے کے بارے میں نا سوچیں۔۔۔۔"

صدف کے ان کو تفصیل سے ساری بات سمجھائی تو انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ وہیں پر بیٹھی تھیں جب غزال کے فون پر ازمار کا فون آیا۔ ہوسپٹل سے مقتضیٰ کی خیریت کی خبر ملتے ہی ان سب میں سکون کی لہر دوڑ گئی تھی۔

دل نور ڈاکٹرز کے منع کرنے کے باوجود ان کو کسی اور کمرے میں جاتا دیکھ کر مقتضیٰ کے کمرے میں چلی گئی تھی۔ مشینوں میں جکڑا اس کا جنگل کنگ دل نور کو رونے پر مجبور کر گیا تھا۔ ایک ایک قدم اس کے لئے من من بھاری ہو رہا تھا۔ وہ روتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس تک آئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اس کو محسوس کرنے کے لئے وہ بغیر اس کے زخم کی پرواہ کئے اس کے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔ اس نے مقتضیٰ کی ہوسپٹل شرٹ زور سے پکڑ کی تھی۔ اس کو اپنے کانوں میں مقتضیٰ کے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔ اس کی ہر لمحہ بڑھتی دھڑکن کی رفتار دل نور کے رونے میں شدت لا رہی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کے کمرے میں آتے ہی دل نور کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔

" I heat you jungle king.... I heat you.....
I heat you so much....."

وہ روتے ہوئے اس کو بار بار اپنا مخصوص جملہ کہہ رہی تھی۔ جس کو سن کر وہ دل نور کے لبوں کو چومنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ دل نور کے الفاظ پر مقتضیٰ نے کوئی ردِ عمل نہیں دیا تھا۔

"آپ بلکل بھی اچھے نہیں ہیں۔۔۔۔ "

دل نور نے معصومیت سے اس کو اسی کی شکایت لگائی تھی۔

ہمیشہ مجھے ہرٹ کرتے ہیں۔۔۔۔ آپ کہتے ہیں آپ کو مجھے سے عشق " ہے۔۔۔۔ تو کیا اپنے محبوب کو ایسے ستاتے ہیں۔۔۔۔؟؟؟ کتابوں اور کہانیوں میں تو لکھا جاتا ہے کے محبوب ستم گر ہوتا ہے پر یہاں تو آپ خود عشق کرتے ہیں اور خود ہی ستم کرتے ہیں۔۔۔۔ پھر مجھ سے امید رکھتے ہیں کہ میں آپ سے محبت کروں۔۔۔۔ آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔۔ میرا دل کر رہا ہے آپ سے ناراض ہو جاؤں اور کبھی بات نا کروں۔۔۔۔ پر کیا کروں؟؟ آپ کے بغیر گزارا بھی نہیں ہے۔۔۔۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے آپ کے بغیر سانس لینا بھی مشکل ہو رہا ہے۔۔۔۔ اور آپ خود

آرام سے سو رہے ہیں۔۔۔۔ بلکل بھی اچھے نہیں ہیں آپ۔۔۔۔آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔

"وہ اس کو ڈانٹتی اپنے دل کا حال سنا رہی تھی۔آخری الفاظ کر اس نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔اس امید پر کہ شاید کوئی درِ عمل دے دے۔ مگر اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تو وہ مزید اس کے سینے پر اپنا ماتھا رکھ کر روئی۔ابھی بھی اس نے مقتضیٰ کی شرٹ کو زور سے پکڑا ہوا تھا جیسے ڈر ہو کہ وہ اس کو چھوڑ کر چلا جائے تھے۔اس نے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر اس کو دیکھا تو وہ اب بھی ویسے ہی بے حس و حرکت پڑا تھا۔دل نور نے روتے ہوئے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتے اپنی آنکھیں زور سے بند کیں تو اس کی آنکھوں سے بہنے ولے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ پہلی بار دل نور کا نرم سا لمس محسوس کر کے مقتضیٰ کی بند آنکھ سے ایک آنسو گرا تھا۔ جس کو دل نور نے محسوس نہیں کیا تھا۔دل نور پیچھے ہٹی تو مقتضیٰ کی آنکھ سے بہنے والا آنسو بھی کنپٹی میں جذب ہوتا اس کی نظروں میں آنے سے پہلے ہی او جھل ہو

گیا۔دل نور نے اس کے چہرے سے ماسک ہٹایا کہ شاید کوئی حرکت کرے۔دل نور کی خواہش پوری ہوئی تھی۔ مقتضیٰ کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تو گہرے گہرے سانس لینے لگا۔آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ اس کے ایسا کرنے پر دل نور مسکرائی تھی۔

"بلکل ایسے ہی محسوس ہو رہا ہے مجھے۔۔۔"

اس نے مقتضیٰ کے سینے پر اپنے ہاتھ کا مکا رکھ کر اس پر اپنی تھوڑی رہی تھی۔وہ کچھ دیر تک ایسے ہی اس کو تڑپتا دیکھتی رہی۔اس کو بلکل بھی یاد نہیں تھا کہ وہ یہاں سے ہی زخمی ہے۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔"

اسنے اپنا مخصوص جملہ کہا تھا۔ مقتضیٰ کی حالت مزید خراب ہو رہی تھی۔ دل نور نے اس کی ناک کو اپنی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے بند کیا تھا۔ مقتضیٰ نے مزید گہرا سانس اندر کھینچا تھا۔اسی وقت دل نور اس کی تھوڑی کو پکڑ کر اس کے لبوں پر جھک گئی تھی۔دل نور کی ایسی جراءت پر مقتضیٰ کی آنکھیں

ایک دم سے کھول گئیں تھیں۔جو خوش اس کو چند دن بعد آنا تھا دل نور کے ایسا کرنے پر مقتضیٰ کا دماغ لمحے بھر میں بیدار ہو گیا تھا۔ مقتضیٰ کو پہلے سے بہتر محسوس کر کے دل نور نے بغیر اس کی طرف دیکھے اس کے سینے میں منہ چھپا لیا تھا۔دل نور کی اس حرکت پر مقتضیٰ کے گال کے گھڑے گہرے ہوئے تھے۔

"آنکھیں بند کریں جنگل کنگ۔۔۔۔ "

"آہہہ۔۔۔۔ "

دل نور نے اپنا سر مزید اس کے سینے میں چھپانے کی کوشش کی تو مقتضیٰ کی کراہ نکل گئی۔دل نور اپنی شرم ایک طرف رکھ کر فوراً ہی پیچھے ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے اثرات دیکھ کر دل نور بوکھلا گئی تھی۔

"آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ "

اس نے گھبرا کر مقتضیٰ کے زخم پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ مقتضیٰ نے بمشکل مسکرا کر اس کی آنکھوں کی نمی دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مم۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔۔ "

دل نور نے اس کا زخم چیک کیا۔جو کھولا تو نہیں تھا۔مگر دل نور کو اپنی بے اختیاری پر غصے آیا تھا۔وہ جب سے یہاں آئی تھی اس کے سینے پر ہی سر رکھے ہوئے تھی۔

"ایم سوری۔۔۔ "

اس نے نم آنکھوں سے مقتضیٰ کا چہرا دیکھ کر کہا تھا۔وہ مقتضیٰ کی تکلیف پر اپنی چند لمحوں پہلے کی گئی حرکت کو بھول گئی تھی۔

"آئی لو یو نورِ عشق۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے محبت سے چور لہجے میں کہا تو دل نور اپنا رونا بھول کر یک ٹک اسے ہی دیکھے گئی۔

"آئی ہیٹ یو ٹو عشقِ نور۔۔۔ "

آخری الفاظ اس نے دل میں کہے تھے۔جو مقتضیٰ نے اس کی آنکھوں میں پڑھ لئے تھے۔

" Kiss me Dil...."

مقتضیٰ نے التجاء کی تو دل نور کو اپنی کچھ دیر پہلے کی گئی حرکت یاد آ گئی۔اس کا چہرا لال ٹماٹر ہوا تھا۔ نظریں بے اختیار ہی جھک گئیں تھیں۔اس کی لرزتی پلکوں کا رقص دیکھ کر مقتضیٰ کو اپنی بے بسی پر غصے آیا تھا۔اس کے ایک ہاتھ میں ڈریپ تھی اور گولی لگنے کی وجہ سے وہ اپنے دوسرے ہاتھ کو حرکت نہیں دے پا رہا تھا۔

"پلیز۔۔۔۔"

اس نے بے بسی سے کہا تھا۔ پہلی بار اس کے لہجے میں بے بسی محسوس کر کے اس کو بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔دل نور نے اپنی جھکی پلکیں اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی شدت سے اس کے لبوں کو چوم لے مگر وہ بے بس تھا۔ مقتضیٰ کی نظروں کا مرکز محسوس کر کے وہ ایک بار پھر اس کے لبوں پر جھکی تھی۔کچھ بھی تھا وہ مقتضیٰ کو یوں ایسے بے بس نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مقتضیٰ کی ہیزل گرین آنکھیں مسکرائی تھیں۔

دل نور پیچھے ہوئی تو اس کی مسکراتی آنکھیں دیکھ کر بھول گئی کہ اس نے شرمانا تھا۔

آپ کو پتا ہے جب آپ کی آنکھیں مسکراتی ہیں تو ان میں آنے والی چمک " بہت خوبصورت لگتی ہے۔۔۔ایسے لگتا ہے جیسے ساری دنیا ان آنکھوں میں ٹھہر گئی ہو۔۔۔۔میری سانس یہاں تک کہ میرا دل بھی رک جاتا ہے۔۔۔۔ "

دل نور محبت اس کی آنکھوں کو چھو کر محسوس کرتے بولی تھی۔بولتے ہوئے بھی اس نے سانس نہیں لیا تھا۔جیسے اس کی آنکھوں کی چمک پر سب کچھ وہیں تھم گیا ہو۔

😍_تیری معصوم نگاھوں کے تقدس کی قسم___❤

دل تو کیا_ ❤ روح نے بھی تجھ سے محبت کی_ ❤

😘😘_ ❤ _____ ہے

مقتضیٰ کی بات سن کر دل نور کھول کر مسکرائی تھی۔اس نے جھک کر اسکی آنکھوں پر لب رکھے تھے۔دل نور نے اس کو دیکھا جس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی تھی۔

"میں آپ کی آنکھیں کھا جاؤ گی۔۔۔۔ "

اس نے مقتضیٰ کو آنکھیں نکال کر دھمکی دی تھی۔

"اتنی ہمت ہے۔۔۔؟؟ "

اس کی دھمکی پر وہ کھول کر مسکرایا تھا۔اپنی تکلیف تو جیسے اس کو یاد ہی نہیں رہی تھی۔دل نور نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ مقتضیٰ نے ڈریپ کی طرف دیکھا جو بلکل ختم ہو گئی تھی۔

"یہ اتارو۔۔۔۔"

اس نے دل نور کو کہا تو دل نور نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ڈریپ ختم ہو گئی تھی۔اس لئے دل نور نے بھی اتار دی۔اس کے ایسا کرنے پر مقتضیٰ کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آئی تھی۔دل نور واپس اس کے پاس بیٹھ تو اس نے دل نور کی گردن کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کو خود پر جھکا لیا۔یہ سب اس نے اتنا اچانک کیا تھا کہ دل نور کچھ سمجھ ہی نہیں پائی۔اپنے ہونٹوں پر اس کا شدت بھرا لمس محسوس کر کے دل نور کی آنکھیں پوری کی پوری کھول گئی تھیں۔دل نور نے اس کا خیال کر کے آرام سے خود کو اس سے الگ کرنے کی کوشش کی تھی۔جواباً غصے سے مقتضیٰ نے اس کے لبوں پر اپنی گرفت مزید سخت کر دی۔دل نور کا ہاتھ غلطی سے اس کے زخم پر آیا تو مقتضیٰ نے تکلیف کی شدت سے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں۔اس کو اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔دل نور نے اس کی سے ٹس سے مس نہیں ہوا تو دل گردن پر اپنے ناخن گاڑھ دیئے۔وہ پھر نور نے اس کے نیچلے ہونٹ پر اپنے دانت گاڑھے۔جس کی وجہ سے مقتضیٰ

اس کی حالت کا احساس کر کے اس کو آزاد کر گیا۔اس کے چھوڑتے ہی وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لیتے خود کو نارمل کرنے لگی۔

مقتضیٰ نے اپنی گردن پر جلن محسوس کی تو ہاتھ بے اختیار ہی گردن پر گیا تھا۔خون کی چند ننھی سے بوندیں اس کے ہاتھ پر لگی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کو گھورا تھا جو ابھی تک نارمل نہیں ہو سکی تھی۔اس کی حالت دیکھ کر مقتضیٰ کو اپنی تھوڑی دیر پہلے والی حالت یاد آئی تھی۔دل نور کے الفاظ یاد کرتے ہی وہ مسکرایا تھا۔اس نے ایک بار پھر دل نور کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اس کو خود پر جھکایا تھا۔

"اس حالت میں بھی سکون نہیں ہے آپ کو؟؟ "

وہ غصے سے بولی تھی۔

" میں بے ہوش تھا تو بے ہوش رہنے دیتی نا۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے بھی اس کو اسی کے انداز میں ڈانٹا تھا۔اس سے پہلے کے وہ کوئی اور حرکت کرتا ڈاکٹر کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔دل نور گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہی۔۔۔۔ہم نے منع کیا تھا کسی کو بھی یہاں آنے سے۔۔۔"

ڈاکٹر نے اس کو غصے سے کہا تو مقتضیٰ کے ماتھے پر بل پڑ گئے مگر دل نور کے جواب پر اسکی آنکھیں مسکرائی تھیں۔

"دماغ خراب ہو گیا تھا میرا۔۔۔۔جو جنگل کنگ سے ملنے آگئی۔۔۔۔"

آخری بات اس نے آہستہ آواز میں کہی تھی۔

"چلئے جایئے یہاں سے آپ۔۔۔"

ڈاکٹر نے ابھی مقتضیٰ کو نہیں دیکھا تھا۔اس لئے دل نور کو ایسے بولے جا رہا تھا۔

"اوئے۔۔۔زبان سنبھال کر بات کر ورنہ اوپر پہنچا دوں گا۔۔۔۔"

مقتضیٰ غصے سے بولا تھا۔اسکے ایسا کرنے پر مقتضیٰ کے سینے پر زور پڑا تھا۔ درد کی ایک لہر اس کے وجود میں سرائیت کر گئی۔اس نے تکلیف سے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں تھیں۔ جبکہ ڈاکٹر ہکا بکا آنکھیں پھاڑے مقتضیٰ کو ہوش میں دیکھ رہا تھا۔ مقتضیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا دل نور سے ایسے بات کرنے والے کا منہ توڑ کر رکھ دے۔ مگر ابھی وہ کچھ بھی کرنے سے کاسر تھا۔ڈاکٹر نے پہلی بار ایسا مریض دیکھا تھا جو سینے پر گولی لگنے کے باوجود اتنی جلدی ریکور کر گیا تھا۔اور اب اس کو ہی دھمکی دے رہا تھا۔ڈاکٹر کو تو جیسے ابھی تک ہوش ہی نہیں آیا تھا۔

"اب جاؤ گے یہاں یا سیدھا اوپر جانے کا ارادہ ہے۔۔۔ "

اب کی بار مقتضیٰ نے آرام سے کہا تھا۔ مگر دیکھ وہ ایسے رہا تھا جیسے سالم ہی نگل جائے جا۔ڈاکٹر ہوش میں آتا اس تک آیا اور اس کا پراپر چیک اپ کیا۔

مسٹر خان کوشش کیجیئے کہ کم بات کریں کیونکہ جب آپ بولیں گے تو "
آپ کے سینے پر زور پڑے گا۔۔۔۔ جس سے آپ کا زخم جلدی نہیں
"بھرے گا۔۔۔۔

مقتضیٰ اب بھی اس کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی کہ ابھی اٹھ کو اس کو دُھنک کر رکھ دے۔دل نور تو ابھی تک شرمندہ تھی کہ ڈاکٹر نے ان دونوں کو ایسی حالت میں دیکھ لیا ہے۔جو اس کو بلکل بھی نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔اس کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد اذان اور ازمار بھی وہاں آ گئے تھے۔ مقتضیٰ کو ہوش میں دیکھ کر وہ بہت خوش تھے۔

"آپ ٹھیک ہیں بھائی۔۔۔؟؟؟"

ازمار نے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"یہ تمہارے ہونٹ کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔"

اذان نے اس کے ہونٹ پر زخم دیکھ کر پوچھا۔ مقتضیٰ کی نظر بے اختیار ہی دل نور کی طرف اٹھی تھی۔ جبکہ اپنے بڑے بھائی کے سوال پر دل نور کے لئے شرمندگی سے ڈوب مرجانے کا مقام تھا۔ مقتضیٰ کے ایسے دل نور کو دیکھنے اور دل نور کے شرمندہ ہونے پر اس کو سمجھنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں۔۔۔ "

اذان نے دل نور کو تنگ کرنے کے لئے شرارت سے کہا تھا۔

"جنگلی کوئین نے کاٹا ہے۔۔۔۔"

اس نے بھی شرارت سے کہا تھا دل نور نے تو شکر ادا کیا تھا کہ اس کا مطلب ازمار اور اذان کو نہیں پتا۔

"جنگلی کوئین۔۔۔۔ یہاں کیسے آگئی۔۔۔ "

ازمار نے بھی دل نور کو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ دل نور کا جھکا سر مزید جھکا تھا۔ اذان چل کر اس تک آیا اور اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔

جو مقتضیٰ کی برداشت سے باہر تھا۔اس نے دل نور کے چہرے سے نظریں ہٹالیں تھیں۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر چند منٹ تک اسنے دل نور کو اذان کے حصار میں دیکھا تو یقیناً کچھ برا کر دے گا۔

" نظر رکھا کرو اپنے شوہر پر دل۔۔۔ "

اذان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے دل نور کو کہا تھا۔آخری لفظ پر زور دیتے اذان نے مقتضیٰ کو دیکھا تھا۔جو خون خوار نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔دل نور نے بھی اذان کے دل کہنے پر سر اٹھا کر پہلے اذان اور پھر مقتضیٰ کو دیکھا تھا۔ جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اذان کی زبان گدی سے کھینچ لے۔

"کیا اب آنکھوں سے ہی مارو گے۔۔۔۔؟؟ "

اذان نے انجان بن کر پوچھا۔

"دوبارہ اس کو دل بولا تو جان لے لوں گا۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے دانت پیس کر غصے سے کہا تھا۔ جبکہ ازمار کی تو آنکھیں باہر آنے کو تھیں۔ اتنا پوزیسو تھا وہ دل نور کے معاملے میں کہ اس کے رضائی بھائی کہ منہ سے بھی دل سننا گوارا نہیں تھا اس کو۔ مقتضیٰ نے صرف دھمکی نہیں دی تھی۔ دل نور بھی جانتی تھی کہ وہ سچ میں ایسا کرنے کی ہمت رکھتا ہے۔

"کیوں نا بولوں۔۔۔۔ میری بہن ہے جو چاہوں گا وہ بلاؤں گا۔۔۔ "

"میری بیوی ہے۔۔۔۔ "

اذان کو اس کا دھمکی دینا مزید اس کو شرارت کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اور مقتضیٰ تھا جس کو مزاق میں بھی دل نور کو کسی اور کا دل کہنا برداشت نہیں تھا۔ دل نور کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا تھا۔ وہ جانتی تھی مقتضیٰ کو تو اذلان کے منہ سے بھی دل سننا برداشت نہیں تھا۔

"بھولو مت دل میری ہی وجہ سے ہی تمہارے پاس ہے۔۔۔۔ "

اذان نے دل نور کو مزید خود میں بھینچتے ایک بار پھر اس کو دل کہا تھا۔
مقتضیٰ نے اٹھنے کی کوشش کی تو درد کی وجہ سے اس کی کراہ نکل گئی۔دل نور تڑپ کر اذان کے حصار سے نکل کر مقتضیٰ کی طرف گئی تھی۔ مقتضیٰ نے فاتحانہ نظروں سے اذان کو دیکھ تھا۔ جبکہ اذان تو اس کی چالاکی کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"دل اس کو کچھ نہیں ہوا۔۔۔ "

اذان نے دل نور کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ دل نور نے اپنے بھائی کو گھورا۔

اذان میں آخری بار کہہ رہا ہو میری دل کو دوبارہ دل کہا تو ساری زندگی "
"اس کی شکل دیکھنے کے لئے ترسو گے۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اب کی بار جس قدر مشکل سے اپنا غصے ضبط کیا تھا اس کا اندازہ ازمار اور اذان دونوں کو ہی بہت اچھے سے ہو گیا تھا۔اسی وقت اذلان وہاں پہنچا تھا۔وہ مقتضیٰ کی بات سن چکا تھا۔

اذان اس کی دھمکی کو مزاق مت سمجھنا۔۔۔۔یہ سچ میں ایسا کر دے گا "

"۔۔۔

اذلان کی بات سن کر اذان کو اب کی بار سچ میں غصہ آگیا تھا۔

کیوں؟؟؟ ہماری بہن ہے ہم جو مرضی کہیں اس کو کیا تکلیف"

"ہے۔۔۔۔؟؟

اس کی تکلیف جنون ہے۔۔۔۔۔تمہاری سوچ سے زیادہ جنونی ہے یہ "

نور کے معاملے میں۔۔۔۔اور آئندہ اس کے سامنے ہماری کہنے سے زرا

" گریز کرنا۔۔۔۔

اذلان نے اس کو سمجھانا چاہا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟؟؟؟اب میں اس کو میری بہن بھی نا کہوں۔۔۔۔ "

اذان کو مقتضیٰ پر مزید غصہ آیا تھا۔

میں اس کا انجام بھگت چکا ہوں۔۔۔۔اس لئے سمجھا رہا ہوں۔۔۔۔اور "

" ازمار تم بھی یاد رکھنا تمہاری بیوی اس کی بہن ہے۔۔۔۔

اذلان نے ان دونوں کو سمجھایا تھا۔اذلان کے اس کی سائیڈ لینے پر مقتضیٰ مسکرایا تھا۔کیونکہ اذلان کو ہر بار دل نور کو دل کہنے پر اپنے بیوی بچوں سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔بہت وقت لگا تھا اذلان دل نور کو دل کی بجائے نور کہنے کے لئے۔

" تھینکس۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے اذلان کو کہا تو اذلان نے اس کو گھوری سے نوازا۔

"تم ہماری سائیڈ پر ہو یا اس کی سائیڈ پر ہو۔۔۔؟؟ "

اذان نے اذلان کو غصے سے گھورا تھا۔اس سے پہلے کہ اذلان کچھ کہتا دل نور نے ان دونوں کو ہی چپ کروا دیا تھا۔

" آپ کو مقتضیٰ کی حالت نظر نہیں آرہی۔۔۔۔؟؟اور آپ!!! سکون نہیں ہے آپ کو بھی۔۔۔ڈاکٹر نے ابھی زیادہ بولنے سے منع کیا ہے۔۔۔"

دل نور کے منہ سے اپنا نام سن کر مقتضیٰ نے تو جیسے کچھ اور سنا ہی نہیں تھا۔ مقتضیٰ کو ڈانٹ پڑنے پر ان تینوں نے ہی اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔ مقتضیٰ نے اسکو اپنے پاس آنے کا کہا تو وہ چل کر اس کے پاس آگئی۔ ماتھے پر ابھی تک بل پڑے ہوئے تھے۔ مقتضیٰ نے اس کو بازو سے پکڑ کر اپنے پاس کیا اور اس کا گال چوم لیا۔ دل نور کی آنکھوں کے ساتھ پورا کا پورا منہ بھی کھول گیا تھا۔

"اگر یہ لوگ نا ہوتے تو یہ کس تمہارے ہونٹوں پر کرتا۔۔۔ "

مقتضیٰ کی بات سن کر دل نور نے غصے اور حفت سے سرخ پڑتے چہرے سے ساتھ ایک زوردار مکا اس کے سینے پر مارا تھا۔ مقتضیٰ کے مسلسل بولنے اور دل نور کے مکے کی شدت سے اب کی بار تکلیف مقتضیٰ کی برداشت سے باہر ہوئی تھی۔

"آہ۔۔۔۔"

"....!!! یا اللہ "

دل نور نے گھبرا کر اس کے سینے کی طرف دیکھا تھا جہاں سے اب پھر سے خون بہنے لگا تھا۔

"ایم سوری۔۔۔۔ "

دل نور رونے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔اس کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔

"ڈڈ۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔۔کو بلائیں بھائی۔۔۔۔"

دل نور نے اذان اور اذلان کو روتے ہوئے کہا تھا۔وہ خود بھی گھبرا گئے تھے۔

"نور تم خود بھی تو ڈاکٹر ہو۔۔۔۔ "

ازمار نے جیسے اس کو یاد کروایا تھا۔دل نور چند لمحوں کے لئے اس کو دیکھتی رہی۔دماغ نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔اس کا ذہن اس وقت بلکل خالی تھا۔

"نور جلدی کرو۔۔۔۔خون زیادہ بہہ رہا ہے۔۔۔۔۔ "

اذان کے کہنے پر وہ ہوش میں آتی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔جواب بے ہوش ہونے لگا تھا۔دل نور نے کانپتے ہاتھوں سے اس کے سینے سے شرٹ ہٹائی تھی۔دل نور کو ایسے کانپتے دیکھ کر مقتضیٰ کے ذہن میں آنے والی آخری باران کی وہ ملاقات تھی جس میں وہ ایول کنگ کے ڈر سے کانپ رہی تھی۔اور مقتضیٰ نے اس کو کہہ دیا تھا کہ آپ کو ڈاکٹر کس نے بنایا ہے۔اس نے جلدی سے اس کا بہتا خون صاف کر کے اس کو روکا تھا۔وہ تینوں پہلی بار دل نور کو ایسے پر فیشنلی کسی کا ٹریٹمنٹ کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔اس کو کچھ سامان چاہیے تھا۔جو اس نے ازمار کو بتایا تو وہ جلدی سے لے آیا۔

" کمزوری پہلے بھی تھی۔۔۔۔اب پھر سے بلیڈ نگ سٹارٹ ہو گئی ہے۔۔۔۔خون کی ضرورت پڑے گی۔۔۔۔"

دل نور نے ان تینوں کو دیکھ کر بتایا۔

"میرا اور حدی کا بلڈ گروپ سیم ہے۔۔۔۔"

اذلان کے کہنے پر دل نور نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

" یہ ڈاکٹر ابھی تک بھائی کو چیک کرنے کیوں نہیں آیا۔۔۔۔حالانکہ ایک ڈاکٹر یا نرس کو ہر وقت بھائی کے ساتھ ہونا چاہیے۔۔۔"

ازمار نے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

" کوئی ایمرجنسی آگئی ہو گی۔۔۔۔"

دل نور خود بھی ایک ڈاکٹر تھی اس لئے وہ حالات کو سمجھتی تھی۔

" تو کیا اس پورے ہوسپٹل میں ایک ہی ڈاکٹر ہے۔۔۔۔کوئی نرس بھی نہیں ہے بھائی کہ پاس۔۔۔۔"

ازمار کو ڈاکٹروں کی لاپرواہی پر غصہ آیا تھا۔

" ڈاکٹرز پر غصہ بعد میں نکال لینا۔۔۔۔پہلے یہاں دھیان دیں۔۔۔"

دل نور نے اسکو گھور کر کہا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

" ازمار ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔۔ڈاکٹر خود نہیں آسکتا تو اس کو کسی نرس کو ہی بھیج دینا چاہیے تھا۔۔۔"

اذان نے اذلان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

مجھے پتا ہے آپ سب جاسوس ہیں۔۔۔۔ہر کسی پر شک کر کے ثابت "

"کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

دل نور نے ایک بار پھر ان سب کو ڈانٹا تھا۔بظاہر تو وہ خاموش ہو گئے تھے۔

ازمار باہر آیا تو اس نے کمیشنر کو ڈاکٹر کے کمرے سے باہر نکلتے دیکھا تھا۔

"یہ تو وہی کمیشنر ہے جس نے مجھے ایول کنگ کے پیچھے لگایا تھا۔۔۔۔"

وہ پر سوچ انداز میں اس کو جاتا دیکھ رہا تھا۔وہ وہاں سے واپس چلا گیا۔دل نور اندر مقتضیٰ کے پاس تھی۔جبکہ مرتضیٰ،اذلان اور اذان باہر آ گئے تھے۔

ڈاکٹر کے ہاتھ میں مقتضیٰ کی کچھ رپورٹس تھیں۔جن کو دیکھ کر ازمار کو ایک بار پھر اس پر شک ہوا تھا۔وہ ان کے پاس ہی آیا تھا۔

"مسٹر خان مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔ "

"جی کہیے۔۔۔"

مرتضیٰ نے اس کے قریب ہو کر کہا تھا۔

ایک تو مجھے آپ کو یہ دینا تھا۔۔۔اگر یہ لاکٹ نا ہوتا تو پیشنٹ کو گولی "
" دل کے مقام پر لگ جاتی۔۔۔۔
اس نے ایک لاکٹ مرتضیٰ کے حوالے کیا تھا۔جو دل کی شیپ کا تھا۔
مرتضیٰ نے ایک نظر لاکٹ کو دیکھ کر وہ لے لیا۔
"اور دوسری بات۔۔۔"
"ہمیں مقتضیٰ کا ایک اور آپریشن کرنا پڑے گا۔۔۔۔"
"کیوں۔۔۔"
ڈاکٹر کی بات سن کر ازمار نے مرتضیٰ سے پہلے سوال کیا تھا۔
خطرے کی کوئی بات نہیں ہے بس ایک کلاٹ رہ گیا ہے وہ نکالنا "
"ہے۔۔۔۔ چھوٹا سا اوپریشن ہے۔۔۔
ڈاکٹر نے اس کی فکر مندی کم کرنے کے لئے کہا۔اسی وقت دل نور مقتضیٰ
کے کمرے سے باہر آئی تھی۔مرتضیٰ نے وہ لاکٹ اس کی طرف بڑھا دیا
تھا۔اس نے سوالیہ نظروں سے مرتضیٰ کو دیکھا تو اس نے بتایا۔

"حدی کا ہے۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ فقط سر اثبات میں ہلا گئی۔

" !!! نور "

" !!! جی بھائی۔۔۔"

ازمار کی پکار پر وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

کیا مقتضیٰ بھائی کو کسی اور اوپریشن کی ضرورت ہے۔۔۔۔یہ دیکھ کر "

"بتانا۔۔۔

آخری بار پر ازمار نے ڈاکٹر کے ہاتھ سے رپورٹس چھیننے کے انداز میں لے کر پوچھا تھا۔اس کی سخت نظریں اب بھی ڈاکٹر کے چہرے ہی پر تھیں۔

ڈاکٹر نہیں جانتا تھا کہ دل نور بھی ایک ڈاکٹر ہے اس لئے اس نے نا سمجھی سے ازمار کو دیکھ کر کہا۔

"رپورٹ چیک کرنا ایک ڈاکٹر کا کام ہے۔۔۔ "

" سیکنڈ اوپینیّن لے رہا ہوں۔۔۔ "

ازمار نے مسکرا کر کہا تو ڈاکٹر ایک بار پھر الجھ گیا۔

"مطلب؟؟؟ "

"میری بہن بھی ڈاکٹر ہیں۔۔۔"

ازمار کا انداز خاصہ جتانے والا تھا۔دل نور نا سمجھی سے کبھی ڈاکٹر کو تو کبھی ازمار کو دیکھ رہی تھی۔دل نور اس کی بہن تھی اس کی آنکھوں میں صاف شک دیکھ سکتی تھی۔اس نے ایک بار رپورٹس چیک کیں اور ازمار کو بتایا۔

" اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ "

ازمار ڈاکٹر کے پاس آیا اور اس کے آوور آل کو کالر سے پکڑ کر ٹھیک کیا آنکھیں میں صاف وارنگ تھی۔

" اس آپریشن کے لئے جس کمیشنر سے پیسے لئے ہیں ڈاکٹر صاحب اس کے خلاف اگر عدالت میں گواہی نا دی تو اس ہوسپٹل کے چیتھڑے اڑانے میں مجھے ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت لگے گا۔۔۔"

ازمار نے بظاہر مسکرا کر کہا تھا۔آگے پیچھے کے لوگوں کو بس یہ ہی لگا تھا کہ وہ نارملی بات کر رہے ہیں جبکہ ازمار کے پاس کھڑے نفوس حیرت سے ڈاکٹر کو دیکھ رہے تھے۔ڈاکٹر کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔وہ کئیں بار کمیشنر کے کہنے پر بہت سے غلط کام کر چکا تھا مگر اس بار وہ پکڑا گیا تھا۔بہت سے نوجوان لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیل چکے تھے وہ دونوں اب کی بار ان کا پالا ایول کنگ اور اس کی ٹیم سے پڑا تھا۔

"اب جھوٹ بولنے کی کوشش کی مت کرنا۔۔۔۔یہ آپریشن اس لئے کرنے والے تھے کہ اسکے بعد آپریشن کا بہانا کر کے مقتضیٰ بھائی کی دوائیاں بدلوا اور آہستہ آہستہ وہ خود ہی موت کے منہ میں چلے جائیں۔۔۔۔تم پر نام بھی نا آئے اور تمہارا کام بھی ہو جائے۔۔۔۔"

ازمار نے بہت پیار سے اس کو اس کی ساری پلینگ بتائی تھی۔

"تت۔۔۔۔تمہیں کیسے پتا۔۔۔؟؟"

ڈاکٹر کی زبان سے سچ خود ہی پھسل گیا تھا۔

وہ کیا ہے ناجب سے پولیس جوائن کی ہے تب سے ہی کسی پر یقین نہیں "
ہوتا برامت ماننا شک کرنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔۔۔۔تم آپریشن تھیٹر
میں تھے اور اذان بھائی کو ڈریپ لگی ہوئی تھی میں فارغ تھا اس لئے
تمہارے بارے میں تفتیش شروع کر دی۔۔۔۔اور دیکھو تو۔۔۔۔میرا
"شک کتنا درست نکلا۔۔۔۔۔

ازمار بظاہر بہت پیار سے بات کر رہا تھا مگر اس کی قہر برساتی نظریں اب بھی
ڈاکٹر کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔دل نور کا سر چکرا کر رہ گیا تھا۔

اس کمیشنر کے خلاف گواہی دے دی تو تمہیں اور تمہارے اس "
" ہوسپٹل کو بخشنے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔۔۔۔۔

ازمار نے اس کا کندھا تھپتھپا کر کہا تو اس نے گھبرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

کوئی بھی ہوشیاری کرنے سے پہلے سوچ لینا تمہارا پالا برائی کے بادشاہوں"
"سے پڑا ہے۔۔۔۔

ازمار نے ایک بار پھر اس کو جتایا تھا۔ڈاکٹر جو کمیشنر کو فون کر کے اس کو سب بتانے کا سوچ رہا تھا ازمار کی بات پر اس کا ارادہ وہیں دم توڑ گیا۔اس کو کمیشنر کے کالے کارنامے چھپانے سے زیادہ خود کو بچانا بہتر لگا تھا۔

اذان گھر آیا تو درعین رویہا اور غزال اس کو وہیں پر ملیں تھیں۔

رویہا کو اپنے گھر دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا پھر یہ سوچ کر سر جھٹک دیا کہ اذلان نے اس کو فون کر کے بتایا ہو گا کہ آج وہ گھر واپس آ رہا ہے۔اس کو گھر دیکھ کر دولقر فوراً ہی اس کی طرف بھاگا تھا۔ان سب نے پہلی بار دولقر کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔

"میرا شیر!!کیسا ہے۔۔۔؟؟ "

اذان نے اس کو اپنے حصار میں لے کر پوچھا تو دولقر نے مسکرا کر جواب دیا۔

" I am fine.... And well come back Baba."

اس نے اذان کے گال پر لب رکھ کر کہا تو اذان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

" Thank you.... "

اس نے بھی جواباً دولقر کے گال پر لب رکھے تھے۔

"What do you want to drink or eat...??"

دولقر نے ایسے ہی اس کے حصار میں پوچھا تھا۔

" Something spicy.... "

اذان نے ایک لمحہ بھی نہیں لگایا تھا سوچنے کے لئے۔

" But this is not good for you..."

دولقر نے اس کو کسی بڑے کی طرح گھور کر ڈانٹا تھا۔

" I'm tired , I have eaten it all ...."

اذان کے لہجے میں بھی اکتاہٹ تھی۔

"Okay....."

اس نے اذان کو گھور کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔ دولقر اس کے حصار سے نکل کر کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اذان ان سب سے مل کر دولقر کے پیچھے چلا گیا تھا۔

"یہ خود بنا رہا ہے؟؟"

غزال بھی اس کے پیچھے گئی تھی۔

"یہ صرف میرے لئے ہے۔۔۔ "

اذان نے اس کو جتایا تھا۔ غزال منہ بسور کر رہ گئی۔

"ہر کسی کے پاس اتنے پیارے بچے ہیں۔۔۔۔ مجھے بھی ایک چاہئے ۔۔۔۔"

غزال کی بات سن کر ازمار کو کھانسی کا دورا پڑا تھا۔ جبکہ باقی سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟"

ازمار کو ایسے کھانستے دیکھ کر غزال نے اس کو گھورا تھا۔ازمار کو پہلی بار شدت سے اس کی بولڈ نیس پر غصہ آیا تھا۔ازمار نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"ایسے کیوں گھور رہے ہو جیسے کچا کھا جاؤ گے۔۔۔؟؟ "

غزال کو اب بھی اپنے لفظوں کا احساس نہیں ہوا تھا۔ازمار تو اپنے بڑے بھائیوں کے سامنے اپنی بیوی کی بولڈ نیس پر شرمندہ ہو گیا تھا۔جبکہ باقی سب کا چھت پھاڑ قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"غزال ضرورت سے زیادہ بولڈ ہے۔۔۔"

درعین نے اذان اور اذلان کو بتایا تھا۔

"نظر آرہا ہے۔۔۔"

اذلان کی بات پر درعین نے غزال کو گھورا تھا۔غزال منہ بسور کر رہ گئی تھی۔اگر دل نور سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے شاہوں کی لاڈلی تھی تو غزال گھر میں سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے خانوں کی لاڈلی تھی۔بس

دونوں میں ماحول کا فرق تھا۔دل نور اپنے گھر کے ماحول کی وجہ سے اپنے دل کی بات جلدی جلدی کسی سے کہہ نہیں پاتی تھی۔اور غزال کو جیسا ماحول ملا تھا وہ اپنے دل کی بات کہنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتی تھی۔

اب بندہ اپنے دل کی بات فیملی سے بھی نا کرے تو کیا کھوتوں سے جا کے " کرے۔۔۔۔"

درعین کے گھورنے پر غزال نے اپنے منہ کے زاویے بگاڑ کر کہا تھا۔

" دیکھو دائم کتنا اچھا بچہ ہے،اذان بھائی کہ پاس دو لقر ہے، حدی بھائی کے پاس دلاور ہے، تمہارے پاس بھی جلدی ہی ایک آجائے گا ایک میں ہی ہوں جس کے پاس کوئی بھی بے بی نہیں ہے۔۔۔۔۔"

غزال نے ایک ایک کر کے سب کے بارے میں بتایا۔سب لوگ تو اس بات پر ہی اٹک گئے تھے کہ درعین کے پاس بھی جلدی ہی ایک آجائے گا۔

"عینا تم پریگننٹ ہو۔۔۔۔؟؟؟ "

رویہا نے حیرت سے پوچھا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔ وہ غزال جیسی بلکل بھی نہیں تھی۔ رویہا کو تو کوئی بھی دیکھ کر جان سکتا تھا۔ درعین کو اس طرح شرماتے دیکھ کر رویہا نے اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

" عیناب ایسے شرماؤ تو مت۔۔۔۔ کون سا پہلی بار ہے۔۔۔؟؟ "

رویہا نے اس کو پیار سے سمجھایا تھا۔

"میں آپ کے جیسی نہیں ہوں نا۔۔۔۔ "

درعین نے رویہا کو گھورا تھا۔ جس پر وہ مسکرائی تھی۔

"او۔۔۔ واؤ اس کا مطلب پہلی بار ہم ماموں بننے والے ہیں۔۔۔ "

اذان نے خوشی اور جوش سے کہا تو وہ سب ہی مسکرائیں۔

"میں تو پہلے بن چکا ہوں آپ کا اور اذی بھائی کا پہلی بار ہے۔۔۔"

ازمار نے اس کو کچھ یاد کروایا تھا۔ وہ ایسے ہی باتوں میں مگن تھے۔ جب کچن سے آتی خوشبو پر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اذان اندر گیا تو دولقر کھانا بنانے میں مصروف تھا۔ دلاور بھی اس کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ مگر وہ بھی مقتضیٰ

حدی کا لاڈلا تھا۔ کسی پر اپنا آپ ظاہر نا کرنے میں بچپن میں ہی ماہر تھا۔اس کو دولقر اچھا لگتا تھا۔وہ بھی اس کی طرح ہی ایٹیٹیوڈ میں رہتا تھا۔اس کا یہ روپ صرف اذان کے لئے تھا تو دلاور بھی اپنے گھر والوں کے علاوہ کسی پر نہیں کھولتا تھا۔وہ دونوں ہی بہت کم عمری میں سمجھداری کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔اذان ڈائینگ میں آکر بیٹھ گیا تھا۔دولقر کچھ ہی دیر میں اس کے لئے اس کا پسندیدہ کھانا بنا کر اس کے سامنے حاضر تھا۔

"تھینکیو سو مچ میرا بچہ۔۔۔"

اذان نے مسکرا کر کہتے اس کا گال چوما تھا۔

"ہمیں بھی بھوک لگی ہے۔۔۔"

رویہا نے اس کو یاد کروایا کہ وہ بھی اس ہی گھر میں رہتے ہیں۔

"میڈ آپ سب کا کھانا لا رہی ہے۔۔۔"

دولقر نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"جو تم نے کھانا بنایا ہے مجھے وہ دو۔۔۔"

دلاور نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو دائم اور دلاور کو کھا نا دے کر سب کو ہی حیران کر دیا تھا۔ اس کے ایسا کرنے پر دلاور اور دائم کے گال پر پڑنے والے گڑھے گہرے ہوئے تھے۔ جن کو اس نے بس ایک نظر ہی دیکھا تھا۔ جب سے وہ دلاور اور دائم کے سکول میں گیا تھا اس نے دلاور کو اپنے جیسا ہی دیکھا تھا۔ اگر دلاور کو دولقر اچھا لگتا تھا تو دولقر کو بھی دلاور اور اس کی عادات بہت پسند تھیں۔ وہ دونوں ہی اپنے اپنے ایٹیٹیوڈ کی وجہ سے ایک دوسرے کو کچھ نہیں بتاتے تھے۔

اذان کھانا کھا چکا تو دولقر نے اس کو ریسٹ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اذان پہلے سے بہت بہتر تھا مگر پھر بھی اس کو ریسٹ کی ضرورت تھی۔

کمرے کی ساری لائٹس آف تھیں۔ کمرے میں آتے ہی اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ وہ بغیر لائٹس آن کئے بیڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ گرنے کے انداز میں لیٹا تھا۔ مر وہ نیند میں ہونے کے باوجود پوری قوت سے چیخی

تھی۔اس کی چیخ سے ساؤنڈ پروف ہونے کے باوجود کمرے کے در و دیوار ہل گئے تھے۔اذان فوراً بیڈ سے اٹھا اور کمرے کی لائٹس آن کر دیں۔

سامنے مروہ کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔مروہ کی نیند تو اذان کے اس کے اوپر گرنے پر ہی اڑن چھو ہو گئی تھی۔مروہ نے اس کو دیکھ کر گھورا تھا۔

ہاتھی کہیں کہ ناہوں تو۔۔۔۔۔وہاں پر کتنی ساری جگہ ہے وہاں نہیں "

"سو سکتے۔۔۔۔

مروہ نے غصے سے کہا تھا۔وہ جو خواب کی سی کیفیت میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے ایسا کہنے پر اذان کا کھولا منہ بند ہوا تھا۔اس نے اپنی شہادت کی انگلی سے اس کے گال کو چھو کر خود کو یقین دلانا چاہا تھا کہ وہ سچ میں اس کے سامنے ہے۔مروہ نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"کیا ہے۔۔۔؟؟"

"آپ سچ میں یہاں ہو۔۔۔؟؟ "

اذان کے لہجے میں ابھی تک بے یقینی تھی جیسے اس کو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ سامنے وہ سچ میں موجود ہے۔

"کیوں آپ مجھے ایمیجن کر رہے تھے۔۔۔؟؟؟ "

مروہ نے اپنی مسکراہٹ دبا کر پوچھا تو اذان کا سر خود باخود اثبات میں ہل گیا۔ مروہ کے حیران ہونے پر اذان نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کی حالت دیکھ کر مروہ کو یقین ہو چلا تھا کہ اس وقت وہ ضرورت سے زیادہ ہی حواس باختہ ہے۔ مروہ جب سے اس گھر میں آئی یہ پہلی بار تھا کہ ہوش میں آتے ہی وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے روئی نہیں تھی۔

" آ۔۔۔ آپ یہاں کیوں آئی ہیں۔۔۔۔؟؟ "

اذان کا انداز بلکل کسی چھوٹے بچے کی طرح تھا۔ اس کو اپنے لفظوں کا احساس ہوا تو فوراً سر نفی میں ہلاتے ہوئے جھٹک کر اپنا سوال بدلا۔

" مم۔۔۔ میرا مطلب کیسے۔۔۔؟؟ "

اس کو اپنا سوال خود ہی سمجھ نہیں آیا تھا۔ اس لئے ایک بار پھر سے سر جھٹکا۔

میرا مطلب کب۔۔۔؟؟اور آپ کو آنے کی اجازت کس نے "
"دی۔۔۔
اس کو ایک بار پھر سے اپنے لفظوں کے غلط ہونے کا گمان ہوا تو اس نے اپنا سر زور سے جھٹکا۔آنکھیں بند کر کے اپنے حواس کو قابو کرنے کی کوشش کی۔
"میرا مطلب آپ یہاں کب کیسے اور کس کے ساتھ آئی ہیں۔۔۔؟؟ "
اذان جو بات بار اپنے سوال بدل رہا تھا اب کی بار مروہ اپنے ہاتھ سینے پر باندھ کر بیٹھتی اس کو فرصت سے دیکھنے میں مصروف تھی۔اذان نے اپنا سوال درست کر کے پوچھا تو مروہ کو کوئی جواب نا دیتے دیکھ کر اذان نے سوالیہ آئی برو اٹھائی تھی۔
"پہلے آپ سوچ لیں آپ نے پوچھنا کیا ہے۔۔۔ "
اس کی بات سن کر اذان نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا تھا۔

مجھے بلکل بھی یقین نہیں آرہا کہ آپ سچ میں یہاں ہیں۔۔۔۔اس لئے "
"مجھے یہ بھی سمجھ نہیں آرہا کے میں کیا بول رہا ہوں۔۔۔۔
اذان نے اس کو وضاحت دی تو مروہ نے سر اثبات میں ہلاتے کہا۔
وہ تو بہت اچھے سے نظر آرہا ہے۔۔۔۔اس لئے کہہ رہی ہوں پہلے "
"سوچ لیں کیا پوچھنا ہے۔۔۔۔
مروہ کی بات پر وہ چند لمحے کچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔اس کا ذہن پوری طرح الجھ گیا تھا۔

"آپ سو جائیں۔۔۔۔بعد میں بات کریں گے۔۔۔۔ "
اذان سنجیدگی سے اس کو کہہ کر سونے کے لئے لیٹ گیا تھا۔مروہ بھی سر جھٹک کر واپس لیٹ گئی۔دونوں ہی اوپر چھت کو دیکھ رہے تھے۔اذان کو دوائی کی وجہ سے اب تک گہری نیند آتی تھی۔جلدی ہی اس کی آنکھیں نیند کے بوجھ سے بند ہونے لگی تھیں۔وہ بعد میں اذلان سے بات کرنے کا سوچ کر سو گیا تھا۔مروہ کو اس کی بھاری سانسوں کی آواز آئی تو اس کی

طرف مڑ گئی۔اس کو دیکھ کر مروہ کو میرب اور بہروز کی باتیں یاد آئیں تھیں۔وہ نم آنکھوں سے اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔اس وقت اس کو بس کوئی سہارا چاہیے تھا۔مروہ کو کسی کے ساتھ بھی غم بانٹ کر سکون نہیں مل رہا تھا۔اذان کو اپنے سینے پر وزن کا احساس ہوا تھا۔نیند میں بھی وہ جانتا تھا یہ مروہ کا سر ہے۔اس کا ذہن غنودگی میں ہی تھا۔مروہ کے آنسو اپنے سینے پر محسوس کر کے اذان کی نیند بھک سے اڑی تھی۔اس نے کے سینے پر سر رکھ کر بے آواز آنکھیں کھول کر مروہ کو دیکھا تھا۔جو اس رو رہی تھی۔اذان کو بلکل بھی سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔اس نے بغیر کچھ بھی پوچھے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے تھپکنا شروع کیا تو مروہ کے رونے میں شدت آگئی۔اذان نے پھر بھی اس سے کچھ نہیں پوچھا۔وہ چاہتا تھا کہ مروہ خود اس کو بتائے۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔روتے روتے مروہ نے اس کو ساری بات بتا دی۔اذان نے بغیر کچھ بھی کہے اس کے گرد اپنا مضبوط حصار قائم کر دیا۔اس وقت وہ رونا چاہتی تھی اور اتنی

شدت سے رونا چاہتی تھی کہ اس کے رونے سے پورا آسمان ہل جائے۔
اذان نے اس کو رونے دیا تھا۔ اذان بہت ضبط سے اس کا رونا برداشت کر رہا تھا۔

جلال اور رائحہ پاکستان واپس آ گئے تھے۔ زویزان کو غانیہ کے پیپرز بنوانے کے لئے وہیں رکنا پڑا تھا۔ جیسے ہی ان کو پتا چلا کہ مقتضیٰ کو گولی لگی ہے انہوں نے پاکستان واپس آنے میں بلکل بھی وقت ضائع نہیں کیا تھا۔
اذلان اور ازمار کو اب اپنے کئے کی ٹھیک سے معافی مانگنے کا موقع ملا تھا۔
جن کو اذان نے ایک شرط پر قبول کیا تھا۔
"تم دونوں میرے ساتھ اس گھر میں ہی رہو گے۔۔۔"

میرا ایک گھر اس حدی کے بچے نے جلادیا ہے اور دوسرا گھر اس آہان نے " جلادیا ہے اب میرے پاس یہاں رہنے کے علاوہ کوئی اور آپشن بھی نہیں "ہے۔۔۔

اس نے بظاہر منہ بسور کر کہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں شرارت واضح ناچ رہی تھی۔ اذان نے سوالیہ نظروں سے ازمار کو دیکھا تو اس نے بھی کندھے اچکا کر کہ دیا۔

آپ کی بھابھی صاحبہ نے مجھے سسپینڈ کروادیا تھا۔۔۔ میری ساری " سیونگز اس دوران ختم ہوگئی ہیں۔۔۔۔ اور عام سا پولیس والا ہوں۔۔۔۔ "میرے پاس رینٹ دینے کے پیسے نہیں ہیں۔۔۔

سسپینڈ ہونے والی بات اس نے رویہا کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر کی تھی۔ رویہا نے اس سے نظریں چرائیں تھیں۔ ان کے ساتھ کام کرتے ازمار کو یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ رویہا نے کمیشنر سے کہہ کر اس کو سسپینڈ کروایا تھا۔ تب سے ہی وہ اس سے ناراض ہوا بیٹھا تھا۔ وہ اسکو محاتب ہی

نہیں کرتا تھا۔ اگر اذلان سے اس کی بات کرتا تو آپ کی بیوی کہہ کر اور اذان کو آپ کہ بھابھی جبکہ غزال کو تمہاری جیٹھانی کہتا۔ رویہا نے اس کو منانے کی بہت کوشش کی تھی مگر وہ تھا کہ مان کے ہی نہیں دے رہا تھا۔ بات بات پر رویہا کو طنز کرتا کہ اس نے مجھے سسپینڈ کروادیا تھا۔ اس کو اپنی نوکری ایسے ہی عزیز تھی جیسے مجنوں کو لیلہ عزیز تھی۔ غزال نے بھی دیکھا تھا کے جب ازمار سسپینڈ تھا تو وہ اکثر راتوں کو اٹھ کر اپنی وردی کو دیکھتا رہتا تھا۔ اس نے کبھی اپنے کام میں غداری کرنا تو دور اس کے بارے میں سوچا نہیں تھا۔ جب اس کو اسی کی بہن نے بلاوجہ سسپینڈ کروایا تو وہ اس بھی سے ناراض ہو گیا تھا۔ رویہا اس کو منا منا کر تھک گئی تھی۔ وہ تھا کہ بچوں کی طرح ضد لگائی ہوئی تھی وہ اس کی بات بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔

کچھ دن بعد

مقتضیٰ کو ڈیسچارج کر دیا گیا تھا۔ اذان بھی اب بہت بہتر تھا۔ اذان کو دولقر نے مروہ اور اسکی فیملی کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کو مروہ کے لئے دکھ ہوا

تھا۔اتنی سے عمر میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ماں باپ کو آگ میں جل کر مرتے دیکھ کر وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔مروہ کو سنبھلنے میں بہت وقت لگ گیا تھا۔وہ آہستہ آہستہ ڈیپریشن کا شکار ہو رہی تھی۔اس سب میں اذلان کو اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔رمل بھی اذان سے مل کر واپس چلی گئی تھی۔رمل ابھی تک اپنے اغواء کے ٹراما سے نہیں نکل سکی تھی۔اذان نے اس میں واضح تبدیلی دیکھی تھی۔مروہ کا دھیان بٹانے کے لئے وہ سب مروہ کو مقتضیٰ کے گھر لے کر آئے تھے۔خان حویلی میں آکر بھی اس کو کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔

اذلان جانتا تھا کہ غانیہ اس کی سب سے اچھی دوست ہے۔وہ اس سے بات رائحہ سے کہہ کر اس سے بات کر کے اچھا محسوس کرے گی۔تو اس نے کروائی۔غانیہ کو ویڈیو کال پر دیکھ کر مروہ کو نئے سرے سے رونا آیا تھا۔غانیہ خود بھی رو رہی تھی مگر اس کو مروہ کی فکر ہوئی تھی کیوں کہ اس کا رنگ پہلے سے زرد پڑ چکا تھا۔غانیہ کو مروہ بہت کمزور لگی تھی۔اس نے

مروہ سے پوچھے کی بہت کوشش کی مگر مروہ سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ وہ بس روتی رہی۔ اس کو ایسے روتے دیکھ کر غانیہ نے خود بھی رونا شروع کر دیا تھا۔ اس نے رویہا سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ مروہ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ جب غانیہ کو پتا چلا تو وہ بھی اپنی اکلوتی دوست کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ زویزان بہت ضبط سے اس کا رونا برداشت کر رہا تھا۔ کچھ دیر رونے کے بعد اس کی ہچکیاں تھمیں تو غانیہ نے اس کو بہت پیار سے سمجھایا۔ اس کے ماں باپ بھی نہیں تھے وہ اس کا دکھ سمجھ سکتی تھی۔ اس نے کچھ اس طرح مروہ کو سمجھایا تھا کہ اس کی باتیں مروہ کے دل میں اتریں تھیں۔ وہ بہت کچھ پر سکون ہو گئی تھی۔ اس کو تھوڑا سنبھلتے دیکھ کر سب نے ہی شکر ادا کیا تھا۔ ہادیہ اور جلال بھی گاؤں ہی آئے ہوئے تھے ان کو ابراہیم خان کے بارے میں بھی سب پتا چل گیا تھا۔ جلال اور رائحہ کو بھی ابراہیم نے ہی سلو پوئیزن دیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کی موت کو بدلہ جلال اور بلال کو برباد کر کے لینا چاہتا تھا۔ رمل کے ہوسپٹل میں ہونے کے بارے

میں بھی آہان کو ابراہیم نے ہی بتایا تھا۔ ابراہیم جانتا تھا کہ رائینا کس قسم کی لڑکی ہے اس لئے رائینا کو بھی ابراہیم نے ہی اس کے پیچھے لگایا تھا۔ اور یہ ساری باتیں ان سب کو بھی ابراہیم کے مرنے کے بعد جب وہ اس کیس کو بند کر رہے تھے تب ہی پتا چلیں تھیں۔ جلال اور بلال کو بہت دکھ تھا کے ابراہیم کو انہوں نے اپنے باپ کی جگہ دی تھی اور ان کے باپ کو بھی اسی نے مروایا تھا۔ وہ سب ہی مقتضیٰ کے کمرے میں آگئے تھے۔ کیونکہ اذلان نے کہا تھا کہ وہ سب سے ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔

آپ سب کو تو پتا ہی ہے کہ سب کی شادیاں کیسے ہوئی ہیں تو کچھ دن تک " آپ سب تیاریاں کر لیں رمل اور ایزد۔۔۔۔ اور ازمار اور غزال کے ساتھ "حدی اور نور کی بھی شادی ہو گی۔۔۔

اذلان کی بات سن کر مقتضیٰ کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

"تم رشتہ مانگ رہے ہو یا چنے۔۔۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے اس کو گھور کر کہا تو اذلان نے مسکرا کر دل نور کو اپنے حصار میں لے لیا۔

" نکاح سب کے ہوئے ہیں بس پراپر طریقے سے شادی کرنے کی بات کر رہا تھا۔"

مقتضیٰ نے اذلان کو ایسے دیکھا تھا کہ اگر اسنے ایک سیکنڈ میں دل نور کو نا چھوڑا تو وہ اس کو کچا ہی کھا جائے گا۔ پکانے کی بھی زحمت نہیں کرے گا۔

" دل کہیں بھی نہیں جائے گی۔۔۔۔ اتنا ہی شوق ہے شادی کا تو خود کر لو۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے ضدی انداز میں فیصلہ سنایا تھا۔

" میری بہن ہے میں تو کرواؤں گا اس کی شادی۔۔۔۔ اور میری دل کو کتنا شوق تھا دلہن بننے کا۔۔۔"

مقتضیٰ نے تو جیسے اذلان کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ پہلے میری اور پھر دل کہنے پر مقتضیٰ کی برداشت سے باہر ہوا تو اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا واز اٹھا کر

اس کے منہ پر مارا تھا۔ جس کو اذلان نے اپنے منہ کے پاس ہی کیچ کر لیا تھا۔ اس کو حیرات میں ڈال کر مقتضیٰ نے دل نور کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ یہ سب اس نے اتنی جلدی کیا تھا کہ اذلان کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا جبکہ باقی سب کا منہ ہی کھول گیا تھا۔ دل نور بھی ہکا بکا اس کو دیکھ رہی تھی۔

"اب کہہ کے دیکھاؤ اس کو دل پھر بتاؤں گا۔۔۔۔ "

اسنے تو اپنے سامنے بیٹھے سب گھر والوں کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔ اس ایسا کرنے پر دل نور سب کے سامنے شرمندہ ہوئی تھی۔

"میری بہن پہلے ہے۔۔۔۔ "

اذلان نے دل نور کو اس سے چھیننا چاہا تو مقتضیٰ نے مزید شدت سے اس کو خود میں بھینچ لیا۔ اذلان کا پارا اب سچ میں ہائی ہو گیا تھا۔

میری بہن کی شادی ہو گی اگر کرنی ہے تو ٹھیک ہے نہیں کرنی تو جب " تک تم عزت سے رشتہ لے کر نہیں آؤ گے تب تک میرے ساتھ ہی رہے "گی۔۔۔

اس نے دل نور کو اپنی طرف کھینچ کر کہا۔ مقتضیٰ نے جس طرح سب کے سامنے اذلان پر ہملہ کیا تھا۔ وہ ڈر گئی تھی۔ کسی چیز کا ڈر نہیں تھا اس کو بس اس کی دل چاہیے تھی۔

میرا تو دماغ خراب ہے ناجو میں اپنی پریگننٹ بیوی کو تمہارے ساتھ "

"جانے دوں گا۔۔۔

مقتضیٰ نے بھی اس کو اپنی طرف کھینچنا چاہا تھا۔ سب گھر والے اب ہوش میں آئے تھے جس طرح وہ دونوں بار بار دل نور کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے اس کے بچے کو نقصان ہو سکتا تھا۔

کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو بار بار دل کو ایسے کھینچنے سے اس کے بے بی کو"

"نقصان ہو سکتا ہے۔۔۔

ان کے منہ سے دل سن سن کر در عین کے منہ سے بھی دل نکل گیا تھا۔

مقتضیٰ نے اس کو خون خوار نظروں سے گھورا تھا۔

"عینا میرے ہاتھوں سے میرے بھائی کو رنڈوانا کروالینا۔۔۔ "

مقتضیٰ کا انداز اتنا سرد تھا کہ درعین بھی لمحے بھر کو ڈر گئی۔ مرتضیٰ کے تو سر پر لگی اور تلوں پر بجھی تھی۔

اوئے زبان سنبھال کر بات کرو ورنہ الگی بار اپنے بے بی کو تمہیں بابا "

"نہیں کہنے دوں گا۔۔۔۔

مرتضیٰ کی دھمکی پر سب نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔ مقتضیٰ بھی حیران تھا۔

"اور تم یہ بات ہمیں کب بتانے سے تھے۔۔۔ "

جلال نے غصے سے کہا تو اس نے فرمانبرداری اور آداب سے بتایا تھا۔

ڈیڈ جس دن ہمیں پتا چلا تھا اسی دن حدی کو گولی لگ گئی تھی۔۔۔ پھر "

مجھے مناسب وقت نہیں ملا۔۔ ایک منٹ آپ کو نور کے بارے میں کیسے

"پتا کیونکہ اس کی تو آپ سے بات ہوتی نہیں۔۔۔

اسکو یاد آیا کے دل نور کی بات پر کسی نے کوئی ری ایکٹ نہیں کیا۔

" میں نے بتا دیا تھا۔۔۔ "

مقتضیٰ نے پرانے والے انداز میں کہا تو مرتضیٰ اس کو گھور کر رہ گیا تھا۔

"ارے یار میری شادی کی بات چل رہی تھی۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ یہاں پر کسی اور جنگ کا آغاز ہوتا غزال نے اپنی ٹانگ بیچ میں اڑانا فرض سمجھا تھا۔اس کی سوئی ابھی تک وہاں اٹھی ہوئی تھی اور یہاں پر جائیں جنگیں اختتام تک پہنچنے کو تیار نہیں تھیں۔

"شرم کرو لڑکیاں اپنے منہ سے اپنی شادی کی بات نہیں کرتیں۔۔۔۔ "

ہادیہ نے اس کو ڈپٹا تھا۔

کیوں۔۔۔۔کیوں نہیں کرتیں؟؟؟شادی میری ہے میں تو بولوں " گی۔۔۔۔ بھئی مجھے سارے فنگشن جوائنٹ ہی چاہئے۔۔۔۔اتنے دن میں ازمار سے دور نہیں رہ سکتی۔۔۔"

غزال کی زبان کے جوہروں سے تو سب ہی واقف تھے مگر اس کی بات سن کر ازمار سب کے سامنے شرمندہ ہو گیا تھا۔

ازمار بیٹا اس کی لمبی زبان اسکے بھائی کی دین ہے شرمندہ ہونے کی "

"ضرورت نہیں ہے۔۔۔

بلال نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ان کو ایسے نوج جوک کرتے دیکھ کر خانم بیگم کے قدم وہیں رک گئے۔

"آئیں ناخانم۔۔۔۔ "

وہ جو مقتضیٰ کو دیکھنے آئی تھیں دل نور کی نظر ان کی طرف اٹھی تو ان کو بھی دعوت دے دی۔انہوں نے جو کچھ بھی دل نور کے ساتھ کیا تھا ان کو بلکل بھی امید نہیں تھی کہ وہی سب سے پہلے ان کو بلائے گی۔سب لوگ دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔دل نور اپنی جگہ سے اٹھ کر ان تک گئی۔اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر ان کو سہارا دینے کی کوشش کی۔ جس کو انہوں نے نم آنکھوں کے ساتھ تھام لیا تھا۔دل نور ان کو اندر لے کر آئی تو انہوں نے بے اختیار ہی اس کا ماتھا چوم لیا۔گاؤں کے لوگوں اور کئیں ملازموں سے ان کو ہر چیز کی خبر تو مل ہی چکی تھی۔ان کا غرور ان کی

اکڑ سب خاک میں مل گئیں تھیں۔دل نور بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔اس کے صبر کا پھل اس کو مل گیا تھا۔خانم نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے چاہے تھے مگر دل نور نے پہلے ہی ان کا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا۔معاف کرنا کہ معاف کر دیا تو پھر پرانی باتوں کو ایسے ایسا ہی تو ہوتا ہے کہ جب کہہ دیا بھول جانا کہ کچھ ہوا ہی نا ہو۔اس لئے تو کہتے ہیں کہ سب کچھ بھولنا اور معاف کرنا آسان نہیں ہوتا کیونکہ معاف کرنا اللہ کی صفت ہے اور اللہ ہر کسی کو اپنی اِس صفت سے نہیں نوازتا۔یہ اللہ کے کچھ خاص اور پسندیدہ بندے ہوتے ہیں جن کو اللہ اپنی یہ صفت رہا کرتا ہے۔

"بڑے معافیاں نہیں مانگتے۔۔۔ "

ان کی آنکھوں میں معافی کی طلب دیکھ کر دل نور نے آہستہ سے کہا تو وہ بھی مسکرا دیں۔خانم وہاں آئیں اور مقتضیٰ کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئیں تھیں۔

ویسے مجھے کہنا تو نہیں چاہیے پر اذلان بیٹا حدی ٹھیک کہہ رہا "
ہے۔۔۔۔ ہمیں دل نور کی شادی نہیں کرنی چاہئے۔
"کیوں۔۔۔۔؟؟"

اذان نے بے اختیار ہی پوچھ لیا تھا۔
نور کی کنڈیشن کچھ ٹھیک نہیں ہے یہ کمزور بھی بہت ہے اور شادی پر "
آپ کو پتا ہے نا ہی نیند پوری ہوتی ہے اور گھر کی شادی میں تو کسی کو کھانے
پینے کا بھی ہوش نہیں رہتا۔۔۔۔ ہم ایسا کریں گے کے رمل اور غزال کی
شادی کے بعد ان کا ولیمہ کر لیں لیں۔۔۔۔ اس طرح نور کا دلہن بننے کا
"شوق بھی پورا ہو جائے گا۔۔۔۔

رائحہ نے اذان کو سمجھایا تو اذان نے ایک نظر اس کو دیکھا۔ دل نور واقعی
میں بہت کمزور تھی۔ اس کے لئے اس کو بہت زیادہ کیئر کی ضرورت تھی۔
"اور ان شادیوں کی وجہ سے مروہ کا بھی دھیان بٹ جائے گا۔۔۔۔"
مقتضیٰ کی بات سن کر اذلان کے اس کو گھورا تھا۔

"مجھے کہنا تو نہیں چاہیے پر میں تمہاری بات سے ایگری کرتا ہوں۔۔۔۔ "

"غانیہ۔۔۔۔ "

تب سے مسلسل خاموش بیٹھی مروہ کو ہی اسکا خیال آیا تھا۔اس کی بات پر وہ سب بے اختیار ہی مسکرائے تھے۔

" ڈونٹ وری میرا بچہ غانیہ کو واپس آنے دو پھر ہم اس کی بھی شادی کریں گے۔۔۔۔"

اذلان نے اس کو اپنے ساتھ لگا کر کہا۔ مروہ نے سب سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔اب سب کو مقتضیٰ کے ٹھیک ہونے کا انتظار تھا۔

دو ماہ بعد

مقتضیٰ کے مکمل ٹھیک ہونے تک زویزان اور غانیہ بھی واپس آ گئے تھے۔اذان بھی پوری طرح ٹھیک ہو چکا تھا۔ان دو مہینوں میں تقریباً سب نے ہی اپنی اپنی تیاریاں مکمل کر لیں تھیں۔دل نور ضد کر کے مقتضیٰ کو

اپنے بھائیکے لے کر آئی تھی اس کا کہنا تھا کہ ماں باپ سے میکہ ہوتا ہے۔ اس کے پاس بس بھائی ہیں اس لئے وہ بھائیکے جائے گی۔ وہ سب ہی اس کو دیکھ کر بہت خوش تھے۔ مروہ نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ جس میں سب نے ہی اس کا بہت ساتھ دیا تھا۔ ان میں سے کوئی نا کوئی اس کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ وہ لوگ اس کو سمجھاتے اور اس کی دل جوئی کرتے رہتے تھے۔ وہ پہلے جیسی شوخ تو نہیں رہی تھی۔ ہر وقت سنجیدہ رہنے لگی تھی۔ دولقران سب میں بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا۔ دائم دل نور کے حصار میں بیٹھا ہوا تھا۔ مروہ کو وہاں آتے دیکھ کر دولقر اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ وہ وہاں بیٹھی تو دولقر نے اٹھ کر میٹھائی اس کی طرف بڑھائی۔

"کونگریچولیشز مروہ۔۔۔ "

ان سب نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔

"کس لئے۔۔۔؟؟؟"

وہ ہمیشہ ہی دولقر کے خیال رکھنے پر مسکرادیتی تھی۔ بہروز نے دولقر کو جو زمہ داری دی تھی وہ بہت اچھے سے نبھارہا تھا۔ وہ کسی بڑے کی طرح اس کا خیال رکھتا تھااور مروہ مسکرادیتی تھی۔

"آپ نے ٹاپ کیاہے۔۔۔"

"کیا۔۔۔۔؟؟؟"

یہ کہتے اس نے اپنا موبائل اس کے سامنے کیاتو مروہ بے یقینی سے اچھل پڑی جبکہ اذلان اور رویہاتو مرتے مرتے بچے تھے۔ کہاں وہ پڑھائی سے جان چھڑانے کے لئے مشکل سے پاس ہونے والی اور کہاں ٹاپ کرنا۔

اذلان نے اس سے موبائل چھین کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کا رزلٹ چیک کیا تھا۔

"ہائے میرا بچہ۔۔۔۔دولقر یہ آپ کی وجہ سے ہواہے۔۔۔۔ورنہ میری تو کوئی تیاری بھی نہیں تھی۔۔۔۔"

اس کو یاد تھا کہ دولقر نے ہی اس کو سارے پیپرز کے نشان لگا کر دیے تھے اور کہا تھا کہ وہ بس ان سب کی تیاری کر لے۔ وہ دنیا کی پہلی ماں تھی جس نے اپنے بیٹے سے پڑھ کر ٹاپ کیا تھا۔ اس نے خوشی سے چہکتے ہوئے دولقر کو اپنے مخصوص انداز میں ہگ کیا تھا۔ ہمیشہ مروہ ہی اسکو ہگ کرتی نے کبھی دولقر اس کو ہگ نہیں کیا تھا۔ اس نے آج بھی نہیں کیا۔

"تیمور۔۔۔۔"

پہلے اذان ہی بس اس کو دولقر کہتا تھا کیونکہ زیادہ تر لوگوں کو اس کا نام ہی نہیں لینا آتا تھا۔ اب سب گھر والے اس کو دولقر کہتے تو اس نے تیمور کہنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ تیمور جو میرے لئے ہے وہ کسی کے لئے نہیں ہو سکتا۔

"جی بابا۔۔۔"

اس نے اپنا پسندیدہ جملہ بولا۔

"آپ مروہ کو ماما کیوں نہیں بولتے۔۔۔ "

اس سارے وقت وہ میں چاہ کر بھی دولقر کی زبان پر مروہ کے لئے ماما لفظ نہیں لا سکا تھا۔ آج اس نے پوچھ ہی لیا تھا کیونکہ دولقر اذان کے کہنے پر بھی اس کو ماما نہیں کہتا تھا۔

"اتنی چھوٹی ماما ہوتی ہیں کسی کی۔۔۔"

دولقر نے منہ بسور کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔ جبکہ مروہ کی تو آنکھیں ہی باہر آ گئیں تھیں۔

"کیا مطلب ہے کہ اتنی چھوٹی ماما ہوتی ہیں کسی کی۔۔۔؟؟"

مروہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے کہا تھا۔ رویہا اور اذلان کو آج ڈھائی ماہ کے بعد اس میں پرانی مروہ کی جھلک نظر آئی تھی۔

چند سال بعد میں آپ سے بڑا لگنے لگوں گا۔۔۔اور آپ کو لگ رہا ہے "
"کے آپ چھوٹی نہیں ہیں۔۔۔

دولقر بھی دوبدی بولا تھا۔ مروہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا حشر کر دے۔

"آپ مجھے کم عمری کا طعنہ دے رہے ہو۔۔۔؟؟ "

مروہ کو جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی معصوم اور پیارا بچہ سے جس کے وہ گُن گاتے نہیں تھکتی تھی۔اس کی بات سن کر دولقر اذان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں طعنہ نہیں دے رہا۔۔۔اٹس ری ایلیٹی۔۔۔۔ "

دولقر کی بات سن کر مروہ کا منہ پھول گیا تھا۔وہ ناراض ہو کر بیٹھ گئی۔

"ناراض کر دیا ہے نا آپ نے۔۔۔۔ چلو سوری بولو ماما کو۔۔۔۔ "

اذان نے اس کو پیار سے سمجھایا تو دولقر نے ایک نظر اس کو دیکھا۔اذان کی شدید خواہش تھی کہ دولقر، مروہ کو ماما کہہ کر محاتب کرے۔چاہتی تو مروہ بھی یہ ہی تھی مگر وہ دولقر کو ماما کہنے کے لئے فورس نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"سوری ماہ۔۔۔۔"

اس کے اتنے خوبصورت طرزِ تخاطب پر مروہ بے اختیار ہی مسکرائی تھی۔ جبکہ اس کے ایسا کہنے پر سب ہی دل سے مسکرائے تھے۔مروہ نے اس کو

زور سے فلائی کس کیا تھا۔اس کے ایسا کرنے پر دولقر شرما گیا تھا۔اس کو دیکھ سب کا چھت پھاڑ قہقہہ بے ساختہ تھا۔دائم کافی دیر سے دل نور کے حصار میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ مقتضیٰ کا سب نہیں چل رہا تھا کہ اس کا سر کھول کر رکھ دے۔

"نور تم اپنے کمرے میں جا کر ریسٹ کرو۔۔۔۔اس سے پہلے سے تمہارا شوہر میرے معصوم بچے کو سالم نگل جائے۔۔۔۔۔"

رویہا نے دائم کو اس کے حصار سے الگ کیا تھا۔اذان کو بہت اچھے سے پتا چل گیا تھا کہ مقتضیٰ ہر چیز برداشت کر سکتا ہے بس دل نور کو کسی سے شئیر نہیں کر سکتا۔دائم کو رویہا کی بات سمجھ نہیں آئی تھی جبکہ رویہا کے دائم کو دل نور سے دور کرنے پر مقتضیٰ نے سکون کا سانس لیا تھا۔دل نور کا دھیان اب اس کی طرف گیا تھا۔

"حد ہوتی ہے پوزیسونیس کی بھی مقتضیٰ میرے بچے آپ پر چلے گئے تو میں پاگل ہو جاؤ گی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے تو جیسے اپنے نام کے علاوہ کچھ سنا ہی نہیں تھا۔

" مجھے ایسے میرے نام سے مت بلاؤ ورنہ میں کس کر دوں گا۔۔۔۔۔ کوئی بڑا ہے بھی نہیں جن کا خیال کروں۔۔۔"

مقتضیٰ نے اتنے آرام سے یہ بات کہہ تھی کہ دل نور نے شرمندہ ہونے کی بجائے کشن اٹھا کر اس کو مارا تھا۔

"کوئی لحاظ نام کی چیز ہے یا نہیں۔۔۔۔؟؟"

اس نے غصے سے کہا تھا۔ اذان اور اذلان کو وہ پہلے جیسی دل نور بلکل بھی نہیں لگی تھی۔ وہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ڈر جاتی تھی۔ وہ تو کسی کی معنی خیز بات پر بھی ایسے سر جھکا لیتی تھی جیسے کوئی جرم کر دیا ہو۔ یہ مقتضیٰ کی دی خود اعتمادی اور محبت تھی جو اس کو کسی چیز کا ڈر نہیں تھا۔

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے انہوں نے کبھی کچھ کیا ہی نا ہو۔۔۔ "

مقتضیٰ نے اس کی بات کا کوئی بھی اثر لئے بغیر کہا تھا۔ جبکہ وہ سب ان دونوں کی نوک جھوک سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ دل نور اس کو کیا جواب دے گی۔

"ہاں تو نہیں کرتے۔۔۔۔ "

دل نور کی بات پر مقتضیٰ نے تیوری چڑھائی تھی۔ جیسے اس کو دل نور کی یہ بات پسند ہی نا آئی ہو۔

"یہ بچے آسمان سے تو نہیں ٹپکے۔۔۔۔ "

اس کی معنی خیزی سے کہی گئی بات پر دل کچھ بول ہی نہیں سکی۔ وہ سب ہی شادی شدہ تھی۔ مقتضیٰ کے ایسا کہنے پر غزال کے علاوہ سب ہی شرم سے لال پیلی ہوئی تھیں۔

" کچھ تو سوچ کر بولا کریں نور بھابھی۔۔۔۔۔ "

اس سے پہلے کہ وہ اپنی زبان کے جوہر دیکھاتی ازمار نے اس کی گردن کے گرد بازو ڈال کر اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

ارے اس کا منہ کیوں بند کر رہے ہو۔۔۔۔۔ ساری زندگی ہم نے ہی "

"اس کی زبان کو جھیلا ہے۔۔۔۔

مقتضیٰ نے جیسے اس کو کچھ یاد کروایا تھا۔

ارے بھائی اب لڑیں نا۔۔۔۔ اتنا مزا آرہا تھا آپ کی لڑائی دیکھنے "

"کا۔۔۔۔

غزال نے ازمار کا ہاتھ منہ سے ہٹا کر کہتے واپس اپنے منہ پر رکھ لیا تھا۔ جبکہ ازمار بس اسکو گھور کر رہ گیا تھا۔

اب تمہاری انجوائے مینٹ کے لئے میں اپنی بیوی سے لڑ کے بیٹھ جاؤ تو "

"رات کو کہاں جاؤں۔۔۔۔

مقتضیٰ نے آنکھیں نکال کر کہا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"بھائی نو سیریس والا غصہ۔۔۔۔۔ چلیں بھائی شروع ہو جائیں۔۔۔۔"

اس نے دل نور کو کہہ کر مقتضیٰ سے کہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں لڑائی شروع کرتا ہوں۔۔۔"

مقتضیٰ نے اپنی شہادت کی انگلی سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے کہا تو اب کی بار دل نور کو بولنا ہی پڑا۔

"اس میں کوئی شک ہے۔۔۔ "

مقتضیٰ نے اس کو گھورا تھا۔

اچھاااااااااااا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور تمہاری تو کوئی غلطی ہی نہیں ہوتی "

"نا۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اچھا کو اچھا خاصہ لمبا کھینچ کر کہا تو دل نور نے زور و شور سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ہاں تو ابھی کس نے لڑائی شروع کی۔۔۔۔؟؟ "

مقتضیٰ نے اس کو یاد کروایا کہ اسی نے شروع کیا تھا۔ وہ دونوں ادھر گرد کو بھولائے پھر سے لڑنا شروع ہو گئے تھے۔

ہاں تو میں نے کیا غلط کہا ہے۔۔۔۔۔؟؟؟آپ کی پوزیسونیس کبھی کبھی "

"مجھے قید لگتی ہے۔۔۔۔

دل نور کو اپنے لفظوں کی سختی کا بلکل بھی احساس نہیں تھا۔ مقتضیٰ کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں۔ وہ اپنا سارا مزاق بھول گیا تھا۔ دل نور کا چہرا بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت بہت سنجیدہ ہے۔ اس کو مقتضیٰ کی یہ بات بلکل بھی پسند نہیں آئی تھی کہ وہ ایک بچے کو بھی اس کے پاس برداشت نہیں کر سکا اس لئے مزید بولی تھی۔

میں اپنے بھائیوں سے نہیں مل سکتی کیوں کہ جناب کو غصہ آتا "
ہے۔۔۔۔۔ میں اپنے بھانجے کو پیار نہیں کر سکتی کہ آپ سے ڈر لگتا
ہے۔۔۔۔۔۔ آپ بات بات پر میرے ہی سامنے میرے بھائیوں کو
" دھمکیاں دیتے ہیں۔۔۔۔۔

"ہو گیا۔۔۔۔؟؟"

اس کی باتیں سن کر مقتضیٰ نے بہت مشکل سے خود پر ضبط کیا ہوا تھا۔ جس کا انداز کسی کو بھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے یہ دو لفظ کس طرح خود کو نارمل رکھ کر کہے تھے یہ صرف وہ ہی جانتا تھا۔

"نہیں۔۔۔"

دل نور نے بھی سینے پر ہاتھ باندھ کر منہ پھولاتے ہوئے کہا تھا۔

"بولو۔۔۔۔ "

وہ جانتا تھا کہ اب وہ کیا کہے تھے وہ اس کی توقع کے مطابق ہی اس نے اپنا پسندیدہ جملہ کہا تھا۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔ "

مقتضیٰ کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔ مقتضیٰ کا مسلسل سپاٹ چہرا ان سب کو پریشان کر رہا تھا مگر دل نور کی بات پر اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تو وہ سب ہی پر سکون ہو گئے۔ دل نور کو اب بھی اپنے لفظوں کی سختی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ سب کے سامنے اس کو کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے خود کو نارمل رکھا ہوا تھا۔ ورنہ اس کے الفاظ نے مقتضیٰ کے دل کے ہزاروں ٹکڑے کئے تھے۔ دلنور کے معاملے میں اس کا جنون خود اس کے بس میں نہیں تھا اور دل نور نے اس کو قید کا نام دے دیا تھا۔ اس کو مقتضیٰ کا

دیا اعتماد اور اس کی محبت نظر نہیں آ رہی تھی۔اس کو بس اسی بات کا غصہ تھا کہ مقتضیٰ اس کو اس کے بھائیوں سے دور کر رہا ہے۔دل نور کی یہاں رہنے کی ضد پر مقتضیٰ بھی وہیں رک گیا تھا۔وہ جتنا بھی اس کے ناراض ہو جائے اس کے بغیر چند گھنٹے بھی گزارنا اس کے لئے مشکل تھا۔کمرے میں آ کر اس نے دل نور سے کوئی بات نہیں کہ تھی۔جس کو اس نے تب محسوس کیا جب مقتضیٰ اس کی طرف کروٹ لے کر لیٹ گیا۔اس نے بے یقینی سے مقتضیٰ کی طرف دیکھا تھا۔

"جنگل کنگ۔۔۔۔"

اسکی آواز میں بھی بے یقینی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"جنگل کنگ۔۔۔۔"

دل نور نے اس کا رخ اپنے طرف کر کے غصے سے کہا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟؟ "

مقتضیٰ نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا۔ آواز نا زیادہ اونچی تھی اور نا نیچی تھی۔ دل نور کی حیرت میں اضافہ ہوا تھا۔

"منہ کیوں پھولایا ہوا ہے۔۔۔؟؟؟؟ "

اس نے بھی مقتضیٰ کو اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

میں نے کیا کیا ہے اب۔۔۔۔۔؟؟؟؟ تمہیں میری محبت قید لگتی ہے نا "

"تو بس اس قید سے آزاد ہو اب۔۔۔۔

دل نور کو یقین نہیں آرہا تھا کہ مقتضیٰ اس کو یہ سب کہہ کر رہا ہے۔ دل نور نے پتھرائے لہجے میں کہا تھا۔

"آپ مجھے طلاق۔۔۔۔ "

"بکواس بند کرو اپنی۔۔۔۔"

مگر مقتضیٰ نے اس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔ وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ اس کے اتنے سخت لہجے پر وہ سہم گئی تھیں۔ آخری بار مقتضیٰ نے دل نور سے اس لہجے میں تب بات کی تھی جب اس نے یہی لفظ بولنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے دل نور کو بازو سے دبوچ کر اپنے قریب کیا تھا۔ مقتضیٰ کی گرم سانسیں اس کے چہرے کو جھلسانے لگی تھیں۔

" یہ لفظ بول بھی کیسے لیتی ہو جس کو سن کر گھر کی دیواریں بھی کانپ جاتی ہیں۔۔۔۔۔ تمہیں میری محبت نظر نہیں آتی۔۔۔۔۔ تمہیں میرا عشق کیوں نظر آئے گا۔۔۔۔۔؟؟؟ تمہیں تو میرا جنون قید لگتا ہے نا۔۔۔۔ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی۔۔۔۔۔ تمہارے معاملے میں بے بس ہوں میں۔۔۔۔۔ جو بھی کرتا ہوں یہ سب میرے اختیار میں نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ پوری دنیا میں بس میری دل چاہیے ہوتی ہے مجھے۔۔۔۔۔ اسے بھی میں بانٹ دوں۔۔۔۔۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ تم نے ہی کہا تھا نا کہ میں تمہیں قید کر کے رکھتا ہوں تمہارے بھائیوں سے دور رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ اب جو چاہو وہ کرو۔۔۔۔۔ ویسے میں جانتا ہوں ایسا کبھی ہو گا تو نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ پر جب کبھی میرا عشق جو ساری دنیا کو نظر آتا ہے سوائے تمہارے۔۔۔۔ کبھی نظر آ جائے تو میرے پاس آ جانا کیونکہ اب میں

تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔۔۔۔۔غصے میں تم ضرورت سے زیادہ ہی بول جاتی ہو۔۔۔۔۔ہر بار میں ہی کیوں سوری کروں صرف اس لئے کہ مجھے دل نور شاہ سے عشق ہے۔۔۔۔۔میں اپنی انا کو چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں مجھ سے محبت تھوڑی ہے۔۔۔۔۔میرا ہی دماغ خراب ہے جو بار بار۔۔۔بار بار۔۔۔۔۔تمہارے لفظوں کی مار برداشت کر کے بھی تمہارے ہی پیچھے پاگل ہوتا پھرتا ہوں۔۔۔۔۔۔اب میں ایسا کچھ نہیں "کروں گا۔۔۔۔

وہ تو جیسے سکتے میں چلی گئی تھی۔اس کو اب بھی اپنی غلطی نظر نہیں آئی تھی۔اس کو بس مقتضیٰ کے غصہ کرنے پر غصہ آیا تھا۔اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ مقتضیٰ ایک جھٹکے سے اس کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے ہی نکل گیا تھا۔ پیچھے سے اس نے دل نور کے غصے میں کہے الفاظ سنے تھے۔

"آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔"

دل نور ساری رات بلک بلک کر روتی رہی تھی۔ مقتضیٰ اذان کے گھر سے ہی چلا گیا تھا۔ ساری رات وہ بے وجہ گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا رہا تھا۔ دل نور کو صبح باری باری سب نے ہی ناشتے کے لئے بلایا تھا مگر وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کو ایسی حالت میں دیکھے۔ مقتضیٰ نے اذلان کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ اس کوئی ضروری کام تھا تو وہ صبح صبح جلدی ہی نکل گیا تھا۔ کس کی وجہ سے ان کو مقتضیٰ اور دل نور کی لڑائی کے بارے میں کچھ بھی پتا نہیں چلا تھا۔ صبح سے دوپہر ہو جانے کے باوجود دل نور کے باہر نا آنے پر اذان خود اس کے پاس چلا گیا۔ دل نور نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ اذان اس کے کمرے کی چابیاں لے کر اس کے کمرے میں آیا تو کمرا اندھیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے لائٹس آن کیں تو دل نور بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے گھٹنوں میں سر دیئے ابھی تک رو رہی تھی۔ سو سکی تھی۔ اذان بھاگ کر اس کی طرف آیا تھا۔ وہ ساری رات نہیں

"نور۔۔۔۔"

اذان نے تڑپ کر اس کا چہرا اٹھایا تھا۔دل نور اذان کو دیکھ کر ٹھٹھک گئ تھیں۔ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں موجود چابیاں دیکھ کر سمجھ گئ تھی۔

کیا ہوا ہے میری جان رو کیوں رہی ہو۔۔۔۔؟؟کیا حدی نے کچھ کہا "

"ہے۔۔۔۔۔؟؟؟؟بتاؤ میں اس کی کلاس لیتا ہوں۔۔۔۔

اذان بہت پیار سے اس سے پوچھ رہا تھا۔اگر اس کو ایک بھائی نے باپ جیسا پیار دیا تھا تو دوسرے کو دیکھ کر اس کو ماں کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اللہ نے اس سے اس کی ماں ءلی تھی تو اس کو اس کا اذان بھائی دے دیا تھا۔

جس کے ہر انداز میں حنا کی ہی جھلک نظر آتی تھی لوگ کہتے ہیں بیٹیاں ماں کی عکس ہوتی ہیں پر اذان بیٹا ہونے کے باوجود اپنی ماں جیسا بننے کی کوشش کرتا تھا۔اس کے ہر کام میں حنا کے کام کرنے کا طریقہ نظر آتا تھا۔وہ دل نور کے لئے ہمیشہ یہی سوچتا کہ اگر ماما ہوتیں تو وہ اس کو کیسے ہینڈل کرتیں۔ وہ ہوتیں تو کیسے اس کو سمجھاتیں۔وہ ان کی جگہ نہیں لے سکتا تھا پر اس کو دیکھ کر اس سے بات کر کے اس کے سمجھانے کے طریقے سے دل نور کو

کبھی حنا کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔اپنے بھائیوں کی لاڈلی بیٹی تھی جس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ان دونوں کا دل کرتا اس کو رلانے والے کو موت کی بھیک مانگنے پر مجبور کر دیں۔اس وقت اذان کا بھی یہی دل چاہ رہا تھا کے مقتضیٰ کو اپنا وہ وحشیانہ روپ دیکھا دے جو خاص مجرموں کے لئے ہے۔ تاکہ آئندہ وہ اس کی بہن کو رولانے سے پہلے ہزار بار سوچے۔اس کے سوال پوچھنے کی دیر تھی کہ وہ اذان کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"بتاؤ نا میری جان اب ایسے روگی تو کیسے چلے گا۔۔۔۔؟؟ "

اذان نے نرمی سے کہتے اس کو اپنے سامنے کر کے اس کے آنسو صاف کئے۔دل نور کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔اذان نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے اس کو پانی پلایا تو اس نے چند گھونٹ لے کر گلاس اس کو واپس دے دیا۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے میری جان کو۔۔۔۔؟؟؟"

اذان نے ایک بار پھر محبت سے اس سے پوچھا تو دلنور نے ہچکیوں کے ساتھ اس کو ساری بات بتادی۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اس کا گلہ بیٹھ گیا تھا۔ اذان اس کو گھور کر رہ گیا تھا۔اب بھی اس پر غصہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"ایک کہانی سناؤں۔۔۔۔۔"

اذان نے پیار سے اس سے پوچھا تو دل نور نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا تھا جو محبت سے اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے سر اثبات میں ہلایا تو اذن نے اس کو کہانی سنانا شروع کی۔

" ایک عورت نے 60 سال بعد اپنے شوہر کو ایک راز بتایا "

ان کے شادی شدہ زندگی کو 60 سال گزر چکے تھے،اور اس دوران وہ ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کرتے تھے اور ہر وقت بات چیت میں یا ایک دوسرے کی خدمت میں خوش رہتے تھے۔

!!... لیکن ایک بات تھی جو ہمیشہ راز رہی اور کبھی ظاہر نہیں ہوئی

ان کے درمیان کوئی اور راز نہیں تھے، لیکن بیوی ہمیشہ ایک صندوق کو ایک شیلف پر رکھتی تھی اور اپنے شوہر کو بارہا منع کرتی تھی کہ وہ اس صندوق کو نہ کھولے اور نہ ہی اس کے مواد کے بارے میں سوال کرے۔ شوہر نے اپنی بیوی کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے کبھی اس صندوق کے بارے میں فکر نہیں کی۔

یہاں تک کہ ایک دن، جب بیماری نے بیوی کو نڈھال کر دیا، اور ڈاکٹر نے کہا کہ اس کے دن اب گنے چنے ہیں۔

شوہر نے اداسی کے ساتھ بیوی کی چیزوں کو یادگار کے طور پر محفوظ کرنے کے لیے سامان باندھنا شروع کیا۔

پھر اس کی نظر اس صندوق پر پڑی، اس نے اسے اٹھایا اور اس بستر کے قریب لے گیا جہاں اس کی بیمار بیوی لیٹی تھی۔

بیوی نے جیسے ہی صندوق کو دیکھا، ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"کوئی بات نہیں... تم یہ صندوق کھول سکتے ہو۔"

شوہر نے صندوق کھولا اور اس میں دو کپڑے کی گڑیاں، کروشیے کی سوئیاں، اور 75 ہزار ڈالر کی رقم پائی۔

اس نے بیوی سے پوچھا کہ یہ چیزیں کیا ہیں۔

بیوی نے آہستہ سے کہا: "جب ہم نے شادی کی تھی، میری دادی نے مجھے بتایا کہ کامیاب شادی کا راز جھگڑوں اور اختلافات سے بچنے میں ہے۔
اور مجھے نصیحت کی کہ جب بھی میں تم سے ناراض ہوں، تو میں اپنے غصے کو دباؤں اور کپڑے کی گڑیا بناؤں۔"

یہ سن کر شوہر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔
صرف دو گڑیاں؟ یعنی تم 60 سال میں مجھ سے صرف دو بار ناراض ہوئیں؟

اور اپنی بیوی کے بستر مرگ پر ہونے کے باوجود، شوہر کو خوشی محسوس ہوئی کہ اس نے اپنی بیوی کو صرف دو بار ناراض کیا تھا۔

پھر اس نے پوچھا: "ٹھیک ہے، گڑیوں کا راز تو سمجھ میں آ گیا، لیکن یہ 75 ہزار ڈالر کیسے آئے؟"

بیوی نے جواب دیا: "یہ وہ رقم ہے جو میں نے ان گڑیوں کو بیچ کر جمع کی ہے۔"

کیاخوبصورت بات ہے کہ انسان تکلیف میں ہو مگراس کاذکرنہ کرے،اور آنسو بہائے مگر شورنہ مچائے۔

ہر مسکراہٹ کے پیچھے ایک شدید درد ہوتا ہے۔

ایک عقلمند عورت اپنے گھر کو در گزر کے ذریعے اپنے ہاتھوں سے بناتی ہے،اور ایک ناسمجھ عورت اپنے گھر کو اختلافات کے ذریعے اپنے ہاتھوں سے برباد کرتی ہے۔

دل حدی جس طرح کاانسان ہے کل تمہارے الفاظ سن کر ہم سب کو لگا تھا کہ وہ ابھی تمہارے منہ پر تھپڑ لگادے گا پر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔۔کیونکہ وہ سب کے سامنے تمہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔جو محبت کرتے ہیں وہ سب کے سامنے عزت دینا بھی جانتے ۔۔۔۔میں خود بھی ایک مرد ہوں اس لئے بہت اچھے سے جانتا

ہوں۔۔۔مرد اگر محبت چھوڑ کر آنا پر آجائے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو اس کی ضد سے نہیں ہٹا سکتی۔۔۔۔وہ محبت کرتا ہے تم سے اس کو محبت کرنے والا ہی رہنے دو۔۔۔۔میں مانتا ہوں وہ تھوڑا زیادہ پوزیسو ہو جاتا ہے۔۔۔۔پر تم خود بتاؤ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے کبھی بھی تمہیں کسی بھی چیز سے ڈر لگا ہے۔۔۔۔کبھی بھی ایسا لگا ہے کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ نہیں بلکے ایک انا پرست انسان کے ساتھ رہ رہی ہو۔۔۔ہر لڑکی کو اس کے گھر والے کہتے ہیں کے اس نے پرائے گھر جانا ہے۔۔۔اپنے گھر جا کر اس کو یہ ہی طعنہ سننے کو ملتا ہے کہ وہ پرائے گھر سے آئی شوہر کے ہے۔۔۔۔کبھی اس نے یا اس کی فیملی نے تمہیں ایسا فیل کروایا ہے کہ تم ان کی بیٹی نہیں ہو۔۔۔یا حدی نے تمہیں کبھی تمہارے ماضی کا طعنہ دیا ہو۔۔۔بہترین مرد وہ ہی ہے جو عورت سے اس کے ماضی کے بارے میں سوال نا کرے۔۔۔وہ غصے کا جتنا تیز ہے میں رات کو بھی کتنے گھنٹے بیٹھ کر سوچتا رہا کہ اس نے تمہیں کچھ کہا کیوں نہیں۔۔۔۔؟؟؟دل نور

تمہارے اور حدی کے درمیان جو بھی ہو اس کو ہمیشہ اپنے اور اس تک رکھنا ۔۔۔اور کبھی بھی اس سے لڑائی ہو جائے تو بس یہ سوچ لینا کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جب کوئی نکاح کرنا ہے تو شیطان چیخ اٹھتا ہے کہ اس نے مجھے سے اپنا نصف ایمان بچا لیا۔۔۔"

تمہیں پتا ہے شیطان دنیا کے کسی بھی برے کام سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا شوہر اور بیوی کی لڑائی کروا کر ہوتا ہے۔۔۔میں نے جو کہانی سنائی ہے اس میں جو کردار تمہیں ادا کرنا چاہیے وہ اب تک مقتضیٰ نے کیا ہے۔۔۔مرد کی برداشت عورت کی برداشت سے جیسی نہیں ہے۔۔۔اس لئے آج وہ غصہ کر گیا ہے۔۔۔اگر وہ اب تک جھکتا آیا ہے تو یہ امید مت رکھنا کے ساری زندگی جھکے گا۔۔۔اگر وہ کمپرومائز کر رہا ہے تو تمہیں بھی کرنا پڑے گا۔۔۔اس نے تمہارے لئے خود کو تھوڑا کنٹرول کرنا سیکھا ہے تو اب تمہاری باری ہے۔۔۔وہ بہت محبت کرتا ہے تم سے۔۔۔ کبھی آئینے

میں خود کو دیکھو تو صحیح کیا یہ وہی دل نور ہے جو شادی سے پہلے تھی۔۔۔۔۔
جو مقتضیٰ حدی کی محبت ملنے سے پہلے تھی۔۔۔۔دیکھنا جب تم اس کو سوری
"کرو گی تو وہ کبھی تمہیں جھکنے نہیں دے گا۔۔۔۔

اذان کا ایک ایک لفظ دل نور کے دل میں اتر رہا تھا۔اس نے اب تک کا
مقتضیٰ کے ساتھ گزرا سارا وقت یاد کیا۔اذان کا ایک ایک لفظ سچ تھا۔وہ ہر
بار غصے میں بہت زیادہ بول جاتی تھی اور مقتضیٰ اس کے ایک جملے پر ہی
سب کچھ بھول جاتا تھا۔اب تک ہر بار وہ ہی اس کو مناتا تھا اس بار دل نور کی
باری تھی۔اس کو پر سکون ہوتے دیکھ کر اذان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے
اس کے ماتھے پر لب رکھے۔

میرا بہادر بچہ۔۔۔۔مجھے پتا ہے تم نے سب سے زیادہ فیس کیا ہے "
۔۔۔۔۔اللہ نے حدی کی صورت ایک بہترین شوہر دے کر تمہیں
تمہارے صبر کا انعام دے دیا ہے اب یہ تم پر ہے کہ تم اس انعام کے ملنے
پر اس کی قدر کرو یا اپنی نا سمجھی میں اس کو گنوا دو۔۔۔حدی کو گنوانے سے

پہلے بس ایک بار وہ وقت یاد کر لینا جب حدی کو گولی لگی تھی تو تمہاری کیا حالت ہو گئی تھی۔۔۔اگر اس کو کھو دیا تو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا ۔۔۔۔"

اس کو گنوانے کی سوچ کر ہی دل نور کا دل سکڑ گیا تھا۔

میں ان کو کیسے مناؤں۔۔۔۔؟؟؟ مقتضیٰ کبھی مجھ سے ناراض ہی نہیں "ہوئے۔۔۔۔۔۔

دل نور نے منہ بسور کر کہا تو اذان نے اس کو گھوری سے نوازا۔

اب میں اپنی بہن کو اس طرح کے مشورے دوں گا۔۔۔بھابھی سے "پوچھ لو۔۔۔۔

اذان نے اس کو ڈپٹا تو وہ منہ بسور کر رہ گئیں۔

چلو نیچے آ کے کھانا کھاؤ۔۔۔تمہاری زرا سی لاپرواہی کا اثر بے بی پر ہو گا "۔۔۔۔۔ڈاکٹر تم ہو اور سمجھانا مجھے پڑ رہا ہے۔۔۔

اذان کے اس کو ایک بار پھر آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"آپ کو پتا ہے مجھے مقتضیٰ کے علاوہ کوئی بھی نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔۔"

اس نے بھی اذان کو یاد کروایا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"اگر بے بی کو کچھ بھی ہوا تو خود ہی صفائیاں دیتی رہنا۔۔۔اس کی زندگی میں صرف تم نہیں ہو اب یہ بے بی بھی ہے۔۔۔۔۔اپنی اولاد کے معاملے میں کوئی بھی مرد معافی نہیں دیتا۔۔۔۔پھر چاہے سامنے کوئی بھی ہو۔۔۔۔"

اذان نے بھی اس کو باور کرایا تو دل نور منہ کے زاویے بگاڑ کر رہ گئی۔

وہ لوگ زویزان اور غانیہ کو ائیر پورٹ سے لے کر واپس آ ہی رہے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ رویہا کو لیبر پین ہوا ہے سب اس کو ہوسپٹل لے کر گئے ہیں۔ کچھ صبر آزما گھنٹوں کے بعد اذلان کو سحر نے ایک ننھی سی گڑیا لا کر دے دی۔ بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔

اللہ نے اس کو اپنی رحمت سے نوازا تھا۔ وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتا اتنا ہی کم تھا۔ مقتضیٰ ویسے تو دل نور سے ناراض تھا مگر اذلان کی خوشی میں شریک ہونا اس کے لئے بھی ضروری تھا۔ اذلان نے دل نور کو اپنی ننھی گڑیا پکڑائی اور خود شکرانے کے نوافل ادا کرنے چلا گیا۔ دائم، دولقر اور دلاور کو اذان سکول سے سیدھا ہوسپٹل ہی لے کر آیا تھا۔ داور اپنی ماں کی وجہ سے وہاں آگیا تھا۔ ساری خان فیملی کو وہاں دیکھ کر اس کے قدم رک گئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دل نور اور درعین سے سلام کیا تھا۔ کیونکہ وہ تینوں بہت اچھی سہیلیاں تھیں۔ داور کو دیکھ کو وہ دونوں ہمیشہ کی طرح خوش دلی سے ملی تھیں۔ داور مسکرایا تھا مگر اس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔ جس کو سحر کے علاوہ کسی نے محسوس نہیں کیا تھا۔ اس نے داور کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وہ سب ہی رویہا کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ اذلان نے اپنی بیٹی کا نام انابیہ رکھا تھا۔ اذان نے جب اس کو اپنی گود میں لیا تو دولقر اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ وہ سائیڈ پر پڑے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ دولقر نے اس کی

طرف دیکھا تو اس ننھی شہزادی کو دیکھ کر اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ آٹھ سال کی کی عمر میں وہ نہیں جان سکا تھا کہ اِس چھوٹی سی شہزادی کو دیکھ کر اس کو اپنا دل کانوں میں بجتا کیوں سنائی دے رہا ہے۔ اذان پوری طرح انابیہ کی طرف متوجہ تھا۔ دولقر نے گھبرا کر اس کو دیکھا تھا۔ اندر آتے دلاور نے پہلی بار اس کے بے تاثر چہرے پر کوئی تاثر دیکھا تھا۔ دولقر، اذان کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کو ڈر تھا کہ کہیں کوئی اور اس کے دل سے کی دھڑکن نا سن لے۔ دائم تو دوڑ کر اذان کے پاس آیا تھا۔ وہ شدت سے

دعائیں کر رہا تھا کہ جیسے اذلان کے پاس دل نور ہے اذان کے پاس رمل ہے ایزد کے پاس غزال ہے ازمار کے پاس رویہا ہے اسی طرح اس کے پاس بھی ایک چھوٹی سے پیاری سی بہن ہو اور اس کی دعائیں رنگ لے آئیں تھیں۔ اللہ کبھی بھی بچوں کی کوئی دعا در نہیں کرتا۔ کیونکہ جب وہ مانگتے ہیں ان کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا بچوں کے دل بہت معصوم ہوتے ہیں یہ تو وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھ کر اس میں ہی ڈھل جاتے ہیں۔

بچوں کو جیسا بھی ماحول ملے وہ ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ دائم کو دل نور نے ہمیشہ ہر برائی سے دور رکھا تھا اس لئے اس کا دل بھی اتنا ہی معصوم تھا جتنا اس کی عمر کے بچے کو ہونا چاہیے تھا۔ اس نے سچے دل سے اللہ سے ایک بہن مانگی تھی جو کہ پوری ہو گئی تھی۔ سحر رویہا کا چیک اپ کرنے کے لئے آئی تو داور بھی اس کے پیچھے آ گیا۔ وہ ہمیشہ سے ہی ایسا کرتا تھا۔ ہوسپٹل میں جہاں جہاں سحر جاتی تھی وہیں وہ بھی چلا جاتا تھا۔ داور کی نظر درعین پر آ کر ٹھہر گئی تھی۔ آج اس کے ہاتھ میں ایک بریسلٹ تھا۔ اس گول نفیس سی چین میں ایک چھوٹا سا دل لٹک رہا تھا۔ اس دل کے کنارے میں ڈی ڈی لکھا ہوا تھا۔ جس کا مطلب درعین اور دلاور تھا۔

" ڈی ڈی۔۔۔"

وہ بڑبڑایا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک اداس مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ اس کی مسلسل نظر درعین پر ہی تھی۔ جیسے ہی اس کو محسوس ہوتا کہ کوئی اس کو دیکھ رہا ہے داور اس کے چہرے سے نظر ہٹا لیتا۔ درعین کے ہاتھ

سے اس کا وہ بریسلٹ ٹوٹ کر داور کے قدموں میں گر گیا تھا۔اس نے نیچے دیکھا تو اپنے شوز کے تسمے بند کرنے کے لئے نیچے جھک گیا۔اس نے زمین پر پڑا وہ چاندی کا بریسلٹ اٹھالیا۔کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔سحر نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔وہ ان سب کو ایکسکیوز کرتی داور کو لے کر باہر چلی گئی۔داور نے وہ بریسلٹ اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔

"داور یہ کیا حرکت ہے۔۔۔۔؟؟؟ "

"کون سی حرکت۔۔۔۔۔؟؟؟"

سحر نے جتنے غصے سے دیکھا تھا داور نے اتنے ہی آرام سے جواباً سوال کیا تھا۔

"عینا کا بریسلٹ لیا ہے تم نے۔۔۔۔۔ "

"میں نے لیا نہیں ہے مجھے ملا ہے۔۔۔ "

داور نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔

"یہ چوری ہے۔۔۔۔داور۔۔۔۔۔ "

سحر سے اب کی بار اس کو پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

" یہ چوری نہیں ہے۔۔۔۔یہ میرا ہے۔۔۔۔ "

داور نے اس کو باور کروایا تھا۔

" آپ تو میرے اچھے بچے ہو نا پلیز یہ عینا کو واپس کر دو یہ اس کو دلاور نے گفٹ کیا ہے۔۔۔۔"

اس نے داور کو اپنے حصار میں لے کر محبت سے کہا تو داور نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

" پلیز ماما!!!اُن کا کوئی احساس تو میرے پاس رہنے دیں۔۔۔۔ "

داور نے بے بسی سے کہا تو سحر کا دل پسیج گیا۔اس کا دل پھٹنے کو تھا۔

" دادو نے دیکھ لیا تو۔۔۔۔؟؟ "

سحر نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

" آئی پرومس میں اس کو چھپا کر رکھوں گا۔۔۔۔پلیز اس کو میرے پاس رہنے ہیں۔۔۔۔اس پر ڈی ڈی لکھا ہے۔۔

داور نے نم آنکھوں سے کہا تو سحر نے اپنے آنسو ضبط کرتے شدت سے اس کو خود میں بھینچ لیا۔ سحر نے اس کے سر پر لب رکھے تو داور کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

زویزان گھر واپس آگیا تھا۔ اس کو جیسے ہی پتا چلا کہ اذی کو اللہ نے ایک بیٹی سے نوازا ہے تو وہ غانیہ کو لے کر ہی ہوسپٹل آگیا تھا۔ غانیہ کو دیکھ کر مروہ کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ اتنے وقت کے بعد اس کو پہلے جیسا دیکھ کر وہ سب بہت خوش ہوئے تھے۔ رویہا کو بھی ڈیسچارج کر دیا گیا تھا۔ دل نور نے مقتضیٰ سے اذلان کی طرف کچھ دن کے لئے رہنے کی اجازت چاہی تھی مگر اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ اس کو بعد میں منانے کا سوچ کر اذلان کی طرف رہنے چلی گئی تھی۔ سب لوگ حیرت سے مرنے کو تھے دل نور کے کچھ دن کے لئے رہنے کا سن کر۔ مقتضیٰ کسی بھی صورت میں اس کو خود سے ایک دن کے لئے بھی دور نا کرتا۔ اب تو اس نے کہا تھا کہ وہ ولیمے

کے دن اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے ولیمے پر ہی پہنچے گی۔ سب کو مقتضیٰ نے یہ ہی کہا تھا کہ رویہا کو بے بی کے حوالے سے کبھی بھی کسی بھی چیز کی یا ضرورت پڑ سکتی ہے اس لیے وہ وہیں پر رک گئی ہے۔ ویسے بھی وہ ڈاکٹر کی بہت وقت سے کہہ رہی تھی کہ وہ اذلان اور اذان کی طرف رہنا چاہتی ہے۔ خان حویلی میں مقتضیٰ اور دل نور کے ولیمے کی تیاریاں پورے زور و شور سے جاری تھیں۔ درعین نے کہا تھا کے ان دونوں کی ایک ہی دوست ہے سحر اس کو بھی اس کی پوری فیملی کے ساتھ بلایا جائے۔ ولیمے کی دعوت میں پورا گاؤں مدعو کیا گیا تھا۔ پوری خان حویلی دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔ درعین کو رائحہ نے کسی بھی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا۔ غانیہ کو خاص اس کی نگرانی پر لگایا ہوا تھا کہ وہ کسی کام کو ہاتھ نا لگائے۔ درعین کو فارغ رہنے کی عادت نہیں تھی اس لئے بار بار ڈانٹ کھا رہی تھی۔ چاروں طرف چہل پہل تھی۔ کوئی تصاویر بنانے میں مصروف تھا تو کوئی آپس میں خوش گپیوں میں، کوئی حویلی میں گھوم گھوم کر اس کی سجاوٹ پر تبصرے کر

اوراب بھی سیاہ ٹیکسیڈو پہنے سب کی رہا تھا۔ مقتضیٰ اپنے نام جیسا ہی تھا توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دل نورا بھی تک نہیں آئی تھی۔ شاہ خاندان کا کوئی بھی فرد ابھی نہیں آیا تھا۔ مقتضیٰ کا مطلب 'ایسی شخصیت جس کو مڑ مڑ کر دیکھا جائے' اور مقتضیٰ کو سب ہی بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت دل نورا اپنے سب بھائیوں اور بھابھیوں کے درمیان چلتی ہوئی آئی تھی۔ اس کو گھونگھٹ میں دیکھ کر مقتضیٰ کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ وہ تو پہلے ہی سب کی توجہ کا مرکز تھا۔ اس کی مسکراہٹ کو کئیں لوگوں نے رشک اور کئیں لڑکیوں نے حسرت کی نظر سے دیکھا تھا۔ مقتضیٰ اپنے سامنے موجود لوگوں کو ایکسکیوز کرتا دل نور کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جس کو دیکھ کر چاروں طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ سب ہی دل نور کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اس کے سامنے آکر اس نے دل نور کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کو اس نے تھام لیا۔ اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ نے مقتضیٰ کو لمحے بھر کو حیران کیا تھا۔

تم ٹھیک ہو۔۔۔۔؟؟؟؟اگر طبیعت خراب ہے تو بتادو۔۔۔۔میں "

"ابھی یہ سب رکوادیتا ہوں۔۔۔

وہ اپنی فکر مندی میں ایک ہی سانس میں سب کچھ بول گیا۔ گھونگھٹ کے دوسری طرف جہاں دل نور مسکرائی تھی وہی آس پاس کے لوگ اس کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔ کہاں وہ مغرور شہزادہ جو کبھی کسی کی طرف نگاہِ غلط بھی نہیں ڈالتا تھا۔ سب کو ہی مقتضیٰ کا ایک نیا روپ دیکھنے کو ملا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بس بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی ہوں۔۔۔۔ "

دل نور نے نارمل انداز میں کہا تو اس نے بس سر ہلادیا۔ وہ اس کو لے کر صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دل نور کو بیٹھا کر اس نے کشن ٹھیک سے رکھے تو آس پاس کی ہر لڑکی نے اس جیسے شوہر کی خواہش کی تھی۔ جن گاؤں والوں کو لگ رہا تھا کہ ونی کی رسم ختم کرنے والے خانوں کے اپنے گھر کی ایک بہو ونی ہے تو ان سب کے تمام خدشے ختم ہو گئے تھے۔ مقتضیٰ جس طرح ارد گرد سے بے پرواہ دل نور کا خیال رکھ رہا تھا بس اس کے

کمفرٹ کے بارے میں سوچ رہا تھا وہیں اس کے کئیں ساتھی غش کھا کر گر گئے تھے۔ مقتضیٰ کو ایسے دل نور کا دھیان رکھتے دیکھ کر اس کے تینوں بھائی مسکرائے تھے۔ گاؤں کے لوگ اذان شاہ کو دیکھ کر حیرت سے آپس میں باتیں کرنے لگے تھے۔ اگر ان سب نے آہان کا انجام اپنی آنکھوں سے نا دیکھا ہوتا اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے نا دیکھا ہوتا تو دو لوگ بھی ہو وہ کبھی بھی یقین نا کرتے کے اس دنیا میں ایک شکل کے سکتے ہیں۔ اپنی ذات کو باتوں کا مرکز بنے دیکھ کر اذان اداسی سے مسکرایا تھا۔ یقیناً اس کو اپنے آس پاس کے لوگوں کا یقین جیتنے میں وقت درکار تھا۔

بہت سے لوگوں نے جہاں اپنی بیٹیوں کو اس سے چھپایا تھا وہیں کئیں لڑکیاں اس کے ڈر سے اپنے ماں باپ کے پہلو میں چھپ گئیں تھیں۔

اذان کو لگا تکلیف سے اس کا دل پھٹ جائے گا۔ اس نے اپنی سرخ آنکھیں اپنے آس پاس کے لوگوں سے ہٹا کر دل نور پر مرکوز کر لیں۔ اس نے ایک نظر چاروں طرف دیکھا۔ جہاں جگہ جگہ پر اذان کے آدمی تھے۔ اس وقت

عدالت میں کمیشنر کا کیس چل رہا تھا۔اس کو پورا یقین تھا کہ وہ ضرور کچھ کرے گا۔اس لئے اس نے پہلے ہی اپنے آدمیوں کو کام پر لگا دیا تھا۔اذان نے دوبارہ مقتضیٰ کی طرف دیکھا تو سامنے ہی اس کے ماتھے پر سرخ نشان دیکھ کر اس نے بے اختیار چاروں طرف دیکھا تھا۔اس کو آس پاس کوئی بھی گڑبڑ کا احساس نہیں ہوا تھا۔اس نے فوراً اپنے ہی ایک آدمی کو میسج کر کے باہر جا کر چیک کرنے کا کہا۔ گولی چلنے کی آواز آئی تو سب کی ہی چیخیں نکل گئیں۔اذان اس کی طرف بھاگا تھا۔اس سے پہلے کے گولی مقتضیٰ کو لگتی اذان نے اس کو پیچھے کر دیا تھا۔دونوں کا ہی پاؤں پھسلا تھا۔چاروں طرف ایک قہرام مچ گیا تھا۔

"دل۔۔۔۔"

مقتضیٰ کے منہ سے سب سے پہلے ایک ہی لفظ نکلا تھا۔دل نور بھی ڈر گئی تھی۔درعین نے فوراً اس کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔وہ تو ویسے بھی شاہوں کی لاڈلی تھی۔درعین پہلے بھی اس کی دوست تھی لیکن جب سے

اس کو پتا چلا تھا کہ وہ اس کی بہن ہے تب سے ہی وہ اس کو زیادہ عزیز ہو گئی تھی۔ اذلان نے حویلی کے اوپر دیکھا تو وہاں سے کسی کو ایک بار پھر نشانہ لگانے کی تیاری کرتا دیکھ کر اذلان وہیں سے ایک دیوار سے اوپر چڑھنے لگا۔ سب لوگ آگے پیچھے دیکھ رہے تھے۔ کسی کی نظر اس پر پڑی تو ہجوم میں سے ہی آواز آئی۔

"وہ دیکھو وہ اوپر جا رہا ہے۔۔۔۔۔"

سب لوگ اذلان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ چاروں طرف مزید شور مچ گیا۔ وہ جو مقتضیٰ پر نشانہ باندھ چکا تھا۔ اس نے فوراً ہی وہاں سے بھاگنے کی تیاری پکڑ لی۔ اذلان اتنے میں اوپر پہنچ گیا تھا۔ ایک بچہ کھیلتا ہوا چھت پر آیا تھا۔ اس سے پہلے سے وہ اس سنائپر کو پکڑتا سنائپر نے اس بچے کو نیچے پھینک دیا۔ اذلان کا ایک ہاتھ دیوار پر تھا۔

"میرا بچہ۔۔۔"

ہجوم میں ہی ایک ماں چیخی تھی۔اذلان نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس بچے کو پکڑ لیا۔بچے کی بھی دل دہلا دینے والی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔نیچے سب لوگ کچھ پر سکون ہوئے تھے۔بچہ بار بار نیچے دیکھ کر ڈر کر اذلان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ڈرنا نہیں بیٹا۔۔۔۔بہادر بچے ڈرتے نہیں ہیں۔۔۔۔ہم نے اس "
"گندے انکل کو پکڑنا ہے اوکے۔۔۔۔

اذلان نے اس کو سمجھایا تو اس کے اپنا سر اثبات میں ہلا کر اپنے آنسو صاف کئے۔دلاور نے جا کر ایک ملازم سے سیڑھیاں لانے کو کہا تو وہ فوراً بھاگ کر سیڑھیاں لینے چلا گیا۔سنائپر موقعے کا فائدہ اٹھا کر بھاگنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے ازمار نے اس کو پکڑ کر سب کو تھامز اَپ کا اشارہ کیا۔سب ہی پر سکون ہو گئے تھے۔ملازم سیڑھیاں لے کر آیا تو اذلان نے اس بچے کو سیڑھیوں پر کیا۔بچے کا ڈر کم ہو گیا تو اس نے اپنا کانپتا پیر نیچے کی سیڑھی پر رکھ دیا۔اذلان بھی اس کے برابر نیچے اتر رہا تھا کہ ڈر کی وجہ سے کہیں بھی

اس کا پاؤں پھسلا تو وہ اس کو پکڑ لے۔ وہ نیچے اترتے ہوئے بری طرح کانپ رہا تھا۔ آخری چار سیڑھیاں رہ گئیں تو اذلان نیچے کود گیا۔ اس بچے نے اپنا کانپتا پیر نیچے کی سیڑھی پر رکھنا چاہا تھا۔ اذلان نے جیسے ہی سر اٹھایا اس بچے کر تھامتا۔ وہ نیچے گر کا پیر پھسلا اس سے پہلے کے اذلان اس کو آگے بڑھ گیا۔ اس کا سر ایک کیاری کے کنارے سے ٹکڑا گیا تھا۔

"میرا بچہ۔۔۔۔"

ایک بچے کے گرنے کی آواز پر دل نور نے گھبرا کر اپنا گھونگھٹ اٹھا دیا تھا۔ کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔ درعین، دل نور اور سحر تینوں ہی اس کی طرف بھاگی تھیں۔ درعین اور دل نور کو تو یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ ان کے وجود میں بھی ایک ننھی سی جان پل رہی ہے۔

"ہٹئے۔۔۔۔سب لوگ۔۔۔"

وہ تینوں اپنا اپنا راستہ بنا کر اس بچے تک آئی تھیں۔ ایک خان حویلی کی ملازمہ جانتی تھی اس وقت درعین اپنا ڈاکٹر کیٹ لانے کا کہے ہی اس لئے وہ

بغیر کہے ہی چلی گئی۔ سحر اس کا خون روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ درعین دیکھ رہی تھی کہ اس کو کہیں اور چوٹ نا لگی ہو۔ ملازمہ آئی تو دل نور نے اس کو ایک میز پر رکھنے کا کہا۔ سحر نے ہی اس کو اٹھا کر میز پر رکھا تھا۔ دل نور نے اس کے زخم کا معائنہ کیا۔ صد شکر کے زیادہ گہری چوٹ نہیں تھی۔ دل نور نے اس کا زخم صاف کرتے ہوئے درعین کو بتایا۔

"زخم زیادہ گہرا نہیں ہے تم اس کو سٹیچیز لگانے کی تیاری کرو سحر تم اس کو انجیکشن لگاؤ تاکہ اس کو زیادہ درد نا ہو۔ وہ دونوں اس کی ہدایات کے مطابق اپنا اپنا کام کرنے لگی تھیں۔ دل نور نے اس کے سر سے بہتے خون کی جگہ صاف کر لی۔ سحر نے اس کو جیسے ہی انجیکشن لگایا اس کا چند منٹ انتظار کر کے درعین نے اس کو سٹیچیز لگانے شروع کر دیے۔

"اور کہیں چوٹ لگی ہے اس کو۔۔۔"

دل نور نے پوچھا تو درعین نے نفی میں سر ہلا دیا۔ بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ تینوں اپنا کام کر چکیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر پر سکون سا سانس

خارج کیا۔اس کی ماں کو کب سے لوگوں نے روکا ہوا تھا۔اپنے بازو پر گرفت کمزور پاتے ہی خود کو چھڑا کر اپنے بیٹے کی طرف بھاگی۔اور اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

" یہ ٹھیک ہے بس دوائی کہ وجہ سے بے ہوش ہے۔۔۔۔کچھ دن تک بلکل پہلے جیسا ہو جائے گا۔۔۔۔ "

دل نور نے اس کو تسلی دی تو اس نے تشکر کے احساس سے تینوں کو دیکھا تھا۔یہ سارا مسئلہ حل ہوا تو سب کا دھیان اس پری پیکر پر گیا تھا۔دل نور ولیمے کی دلہن بن کر بھی اپنا فرض ادا کرنا نہیں بھولی تھی اور اس چیز نے سب کے دلوں میں دل نور کا مقام بلند کر دیا تھا۔ مقتضیٰ جو کب سے اس کو گھور رہا تھا جو ادر گرد سے بے نیاز بھول چکی تھی کہ اس کے چہرے پر گھونگھٹ نہیں ہے اور آس پاس کا ہر انسان اس کو دیکھ رہا ہے۔سب لوگ اس کے حسن اور کام دونوں سے ہی متاثر ہوئے تھے۔

" تمہیں گھونگھٹ ہٹانے کے لئے کس نے کہا تھا۔۔۔؟؟ "

مقتضیٰ نے اس کو گھور کر کہا تھا۔

"آپ نے اس بچے کو دیکھا نہیں۔۔۔۔؟؟ "

دل نور نے بے یقینی سے کہا تو سب لوگوں کی آنکھیں پھیل گئیں۔ آج تک کسی نے خانزادہ مقتضیٰ حدی سے آنکھیں اٹھا کر بات نہیں کی تھی اور وہ تھی کہ پورے گاؤں کے سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی بات کا انکار کر رہی تھی۔ یہ اس نے پہلی بار نہیں کیا تھا۔ کسی کو بھی امید نہیں تھی۔ دل نور شاہ پہلے بھی یہ جرأت کر چکی تھی مگر اب وہ اس کا شوہر تھا۔ کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی۔

" ہاں تو تم اکیلی ڈاکٹر نہیں ہو۔۔۔۔۔ "

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دل نور نے کاٹ دی۔

" آپ کو کیا لگتا ہے ڈاکٹر بننا اتنا آسان ہے۔۔۔۔ اس کی صرف پڑھائی مشکل نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ جب ہم یہ پیشہ چنتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ کو چھوڑنا پڑتا ہے۔۔۔۔ ہمیں اپنی ذات کو پیچھے رکھنا پڑتا ہے۔۔۔۔ کیونکہ

ہماری زرا سی لاپرواہی یا خود غرضی کسی کی جان بھی لے سکتی ہے۔۔۔۔ہم چاہیں تو خود کو ہزار وضاحتیں دے کر مطمئن کر سکتیں ہیں۔۔۔۔پر اللہ کی عدالت میں ہمیں اس ایک جان کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے جو کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے۔۔۔۔یہ تو صرف ایک گھونگھٹ تھا اگر مجھے کبھی بھی رات کو ڈھائی بجے بھی آپ کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر کسی کی جان بچانے کے لئے جانا پڑے تو میں ایک بار بھی نہیں سوچوں گی۔۔۔۔ویسے آپ تو ناراض تھے مجھ سے۔۔۔۔"

اپنی سنا کر آخر میں اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے مقتضیٰ کو اس کی ناراضگی بھی یاد کروادی۔ سارے گاؤں کے لوگ ہکا بکا اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھ رہے تھے جو گاؤں کے سردار کے بھائی سے ایسے لڑنے میں مصروف تھی جیسے وہاں پر کوئی موجود ہی نا ہو۔ جیسے کوئی بچہ اپنی کینڈی کے لئے لڑ رہا ہو۔

"ہاااااں وہ تو میں ابھی بھی ہوں۔۔۔ "

مقتضیٰ تو گڑبڑا گیا تھا۔ وہ اس سب میں بھول گیا تھا کہ وہ اس سے ناراض تھا۔ مقتضیٰ بھی پھر سے ادر گرد کو بھولے اس سے لڑنے کو تیار ہو گیا تھا۔ یہ لڑکی اس کے حواسوں پر ایسے ہی سوار ہو رہی تھی کہ اس کو اپنے آس پاس کا کوئی ہوش نا رہتا۔ مقتضیٰ کو اس سے لڑنے سے زیادہ اس کے منہ سے زاویے دیکھنے میں مزا آتا تھا جو وہ لڑائی نے دوران بناتی تھی۔

"اب آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں آپ کو سوری بولوں؟؟ "

دل نور نے منہ بسور کر کہا تھا مقتضیٰ نے بھی اس کو زبردست گھوری سے نوازا کر کہا تھا۔

" تمہیں بولنا چاہئے۔۔۔۔ "

"آپ مجھے سے سوری بولوا سکتے ہیں۔۔۔۔؟؟؟ "

اس نے پورے گاؤں کے سامنے جس غرور سے یہ سوال پوچھا تھا مقتضیٰ کے لب بے ساختہ ہی مسکرائے تھے۔ دل نور نے بھی اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر لب رکھے تو دل نور کا سر

شرم وحیا سے جھک گیا تھا۔ جس طرح ابھی اس نے پورے گاؤں کے سامنے اپنے بچوں کا ذکر کیا تھا کسی کو امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح شرما بھی سکتی ہے۔ سب لوگ سانس روکے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ اس گاؤں میں پہلی بار ہوا تھا کہ کسی مرد نے سب کے سامنے اپنی بیوی کا ماتھا چوما ہو۔

بیوی کے ماتھے پر بوسہ دے کر اپنی محبت کا اظہار کرنا سنت ہے۔۔۔۔ "

اور میرے پاس کوئی اور طریقہ نہیں ہے تمہیں بتانے کا۔۔۔۔ دل نور شاہ دل ہو تم میرا۔۔۔۔ تم نہیں ہوتی تو مقتضیٰ حدی کو اپنی سانسیں بے وجہ " لگنے لگتی ہیں۔۔۔۔ چودہ سال کی عمر سے صرف تمہیں ہی چاہا ہے۔۔۔۔

دل نور کا دل کیا وہاں ہے بھاگ کر دنیا کے آخری کونے۔ میں چھپ جائے۔ وہ جانتی تھی مقتضیٰ تھوڑا نہیں بہت بے باک ہے پر اس کو بلکل بھی امید نہیں تھی کے وہ پورے گاؤں کے سامنے شروع ہو جائے تھے۔ دل نور سے اپنا سر اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ جو ابھی پورے حق سے پورے

اعتماد سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہی تھی اب اس کو سر اٹھانا دنیا کا سب سے مشکل کام لگا تھا۔ اس کا دل کیا ابھی یہی پر رونا شروع کر دے۔ جو کبھی جگہ کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ پورا گاؤں دم سادھے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ساری لڑکیاں حیران تھیں کہ کیا کوئی کسی سے اتنی محبت بھی کر سکتا ہے۔ کوئی کسی کو اتنا بھی چاہ سکتا ہے۔ کچھ دیر پہلے کا سارا ڈرامان کی محبت دیکھ کر ہی گم ہو گیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہونے والا حملہ سب کے ذہنوں سے ایسے نکلا تھا جیسے ہوا ہی نہیں۔ گاؤں کے لوگ اور بھی بھول گئیں تھیں۔ لڑکیاں تو اذان کا ڈر

فنگشن ختم ہونے کے بعد دل نور کمرے میں بیٹھی مقتضیٰ کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ رویہانے اس کو منانے کا جو طریقہ بتایا تھا وہ سب کرنے کا سوچ کر ہی اس کو ٹھنڈے پسینے آ

رہے تھے۔ مقتضیٰ تقریباً رات سے دو بجے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ابھی تک اس کو اپنے انتظار میں بیٹھا دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"تم ابھی تک سوئی نہیں۔۔۔؟؟؟"

"چلو۔۔۔۔ کیا میں آپ کو سوئی ہو نظر آ رہی ہوں۔۔۔؟؟"

اس کے غصہ کرنے پر دل نور کے بھی ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تمہیں ہزار بار سب نے ٹوکا ہے کے اپنا دھیان رکھا کرو۔۔۔ اپنی ڈائٹ کے ساتھ ساتھ سونے اور اٹھنے کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔۔۔"

مقتضیٰ نے ایک بار پھر غصہ کیا تو وہ منہ پھولا کر اپنے سینے پر ہاتھ باندھ کر بولی۔

"میں آپ کی امامت میں شکرانے کے نوافل پڑھنے کے لئے جاگ رہی تھی۔۔۔۔"

مقتضیٰ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"میں وضو کر کے آتا ہوں۔۔۔۔"

اس نے اپنی ساری ناراضگی ایک طرف رکھ کر کہا تو وہ مسکرادی۔ کچھ ہی دیر میں وہ وضو کر کے واپس آیا تو دل نور جائے نماز بچھا چکی تھی۔

" تم خود ایک ڈاکٹر ہو۔۔۔۔ابھی تھوڑی دیر میں کر دیتا نا دل۔۔۔۔ پہلے۔نیچے جان بچانے کے بارے میں لیکچر دے رہی تھی۔۔۔اور اپنی ہی اولاد کا دھیان نہیں رکھ رہی۔۔۔۔ جس طرح تم اپنے پیشے کے حوالے سے ہر کام کا حساب دینے کی زمہ دار ہو اسی طرح ہم اس جان کا حساب دینے کے زمہ دار ہیں۔۔۔۔ قیامت کے دن جب تمہاری یہ اولاد تم سے "اپنے مرنے کی وجہ پوچھے گی تو کیا جواب دو گی۔۔۔۔

مقتضیٰ نے بہت محبت سے اس کو اسی کی زبان میں سمجھایا تھا۔اس کو بس یہ ہی زبان سمجھ آتی تھی دل نور شرمندہ ہو گئی تھی۔وہ سچ میں ان دنوں میں اختیاط نہیں کر رہی تھی۔

دل یہ پہلی بار ہے۔۔۔۔اس لئے تمہیں اپنے آپ کو چینج کرنے میں "
مشکل ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔میں بس اتنا کہہ رہا ہوں کچھ بھی کرنے سے
"پہلے یہ سوچو کے تمہارے پاس اللہ کی ایک امانت ہے۔۔۔۔۔
اسکے الفاظ پر دل نور اللہ کے خوف سے بری طرح کانپی تھی۔اس نے ڈر کر
نم آنکھوں سے مقتضیٰ کو دیکھا تھا۔

"ایم سوری۔۔۔۔"

اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ مقتضیٰ نے نرمی سے اس کی
آنکھوں سے آنسو صاف کئے تھے۔

دل عورت ذات بہت قابل احترام ہے۔۔۔۔اللہ نے اس کو جو دیا ہے "
وہ ہم مردوں کو بھی نہیں دیا۔۔۔۔۔۔پیدا کرنا اللہ کی صفت ہے۔۔۔۔۔
اور اللہ نے ایک عورت کو اپنے بندوں کی تخلیق کے لئے چنا ہے۔۔۔۔۔
بس ایک بات سوچو۔۔۔۔۔اللہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔۔۔۔۔تم اللہ

کے سامنے کیا ہو جو اللہ نے تمہیں نا صرف معاف کرنے کا ظرف دیا بلکہ
" ایک ماں کے طور پر بھی چنا۔۔۔۔
اس کی باتیں دل نور کے دل کو مزید ہلا رہی تھی۔اس کے آنسو رکنے کی
بجائے مزید بہتے جا رہے تھے۔وہ ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی تھی۔ مقتضیٰ
جانتا تھا وہ روئے بغیر پر سکون نہیں ہو گی۔وہ اللہ کی ناراضگی سے ڈرتی تھی
اور اس لئے ہی وہ اللہ کو خود سے راضی رکھنے کے لئے وہ سب کر جاتی تھی
جو وہ کرنا نا چاہتی ہو۔

"ایم سوری۔۔۔۔۔ایم سوری۔۔۔۔دوبارہ کبھی نہیں کروں گی۔۔۔۔"
وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

" تمہیں پتا ہے دل تمہاری سب سے خاص بات کیا ہے۔۔۔۔؟؟ "
مقتضیٰ نے اس کو خاموش کروانے کے لئے کہا تو اس نے سرخ نم آنکھوں
سے اس کی طرف دیکھا۔اس کا روہانسا چہرا اور سرخ آنکھیں دیکھ کر

مقتضیٰ کا دل کیا کوئی گستاخی کر دے پر اس کا وضو ٹوٹ جاتا۔ ابھی دل نور نے بھی وضو کرنا تھا۔

"کیا۔۔۔۔"

اس نے سوں سوں کرتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"تمہیں اللہ سے اتنی محبت سے کے میں بھی شاید کبھی اتنی محبت نہیں کر سکتا۔۔۔۔ اللہ نے تمہیں اور تمہارے دل کو اپنی محبت کے نور سے بھر دیا ہے۔۔۔۔ تمہیں اللہ، اس کے حکم اور اس کی پسند کے آگے کچھ نظر نہیں آتا۔۔۔۔ اللہ نے اس لئے پہلے تمہیں توڑا کیونکہ وہ تمہیں اور تمہارے دل کو اپنی محبت کے نور سے جوڑنا چاہتا تھا۔۔۔۔ اور دیکھو آج کیا نہیں ہے تمہارے پاس۔۔۔۔ تمہارے دونوں بھائی۔۔۔۔ ایک بھائی باپ کی شفقت دیتا ہے تو دوسرا بھائی کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتا۔۔۔۔ اور تیسرا بھائی تمہارے لئے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے ایک بھابھی ماں کی طرح خیال رکھتی ہو تو ایک کزن بڑی بہن ہونے کا فرض ادا کرتی

ہے۔۔۔اور ایک بھابھی تمہارے لئے چھوٹی بہن جیسی ہے۔۔۔ماں
"کہنے والا دائم۔۔۔۔

وہ اس کو بہت پیار سے سب بتا رہا تھا۔دل نور بہت غور سے اس کی باتیں
سن رہی تھی مگر آخر میں مقتضیٰ نے شرارت سے کہا۔

اور اتنی محبت کرنے والا شوہر کے۔۔۔۔اسکی محبت کا نتیجہ چند ماہ بعد "
"تمہارے ہاتھوں میں ہو گا۔۔۔۔

وہ اس کو گھور کر رہ گئی تھی۔

"میں وضو کرنے جا رہی ہوں۔۔۔۔"

وہ منہ پھولا کر کہتی واش روم میں چلی گئی تھی۔کچھ دیر میں وہ اپنے دھولے
دھلائے چہرے کے گرد حجاب لے کر باہر آئی تو مقتضیٰ ایک نظر اسکو دیکھ
کر جائے نماز کی طرف بڑھ گیا۔دل نور بھی اس کے پیچھے بچھی جائے نماز
پر جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ مقتضیٰ کی آواز سن کر دل کی روح تک کو سکون ملا
تھا۔اس کی آواز تھی ہی اتنی خوبصورت دل نور نے پہلی بار اس کے منہ

سے تلاوت سنی تھی۔ کمرے میں ایک سحر طاری تھا۔ وہ دل و جان سے اللہ کے سامنے جھکی تھی۔ یہ سجدہ شکر تھا۔ جس کو ان دونوں نے ہی بہت دل سے ادا کیا تھا۔ بے شک شکر کرنا نعمتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ اللہ سے دعائیں کرتے ہوئے مقتضیٰ نے آخری میں کہا تھا۔

"اللہ تعالیٰ!!!!! ہمارے بچے مجھ پر ہی جائیں۔۔۔۔۔ "

"آمین۔۔۔۔"

دل نور جو آمین آمین کہے جا رہی تھی۔ اس دعا میں بھی اس نے منہ سے آمین نکل گیا۔ مقتضیٰ کے قہقہے پر دل نور کو ہوش آیا کہ وہ کیا بول گئی تھی۔

"تہجد کا وقت ہے دل!!! اور اس ٹائم پر اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔۔۔۔ اللہ کی لاڈلی نماز کا وقت ہے اس وقت کی گئی دعا تو کبھی رد نہیں کی جاتی۔۔۔۔"

اس نے دل نور کو چھیڑا تھا۔ دل نور تو رونے والی ہو گئی تھی۔ مقتضیٰ جیسے ایک دو اور کا سوچ کر ہی وہ روہانسی ہو رہی تھی۔ مقتضیٰ نے اس کی طرف

دیکھا۔جو نیچلا ہونٹ لٹکائے بیٹھی تھی۔وہ ہنس کر اٹھتا اس تک آیا اور اس کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔وہ اتنے صدمے میں تھی کہ اس کو ہوش ہی نہیں تھا۔

"چلو۔۔۔۔اب اچھی بیویوں کی طرح مجھے مناؤ۔۔۔۔۔"

اس نے دل نور کے ماتھے پر لب رکھ کر کہا تو اس نے مقتضیٰ کو گھورا۔اس کی بے باک نظریں اپنے اوپر دیکھ کر دل نور کے ہاتھوں کے طوطے اڑے تھے۔

"مجھے منانا نہیں آتا۔۔۔۔ "

دل نور نے صاف گوئی سے کہا۔

جیسے مجھے ہوسپٹل میں کس کیا تھا ویسے کرو۔۔۔میں مان جاؤں "

"گا۔۔۔۔

اس کی بات سن کر دل نور نے اس کو گھورا تھا۔

واہ جی واہ یہ تو وہی ہوا نا۔۔۔۔"

میرے نخروں کو اٹھایا جائے

میں ناراض ہو مجھے منایا جائے

دل نور نے اسکو گھور کر کہا تو وہ بے اختیار ہی ہنسا۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔۔۔"

"ہنسا تو پھنسا۔۔۔۔آپ مان چکے ہیں۔۔۔۔"

مقتضیٰ کے ایسے کہنے پر دل نور نے منانے سے صاف انکار کر دیا۔

دل!!! تمہاری کنڈیشن کی وجہ سے میں تمہیں کچھ کہہ نہیں سکتا "

"۔۔۔۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کے میں مان گیا ہوں۔۔۔۔

اس نے خفگی سے کہا تو دل نور نے اس کو گھورا۔

"یہ کیسی ناراضگی ہوئی بھلا۔۔۔۔ "

وہ اب بھی اس کو منانے کے لئے تیار نہیں تھی۔

رشتہ ایسا ہونا چاہئے کہ ایک چھوٹی سی معذرت اور زرا سی مسکراہٹ "
سے سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے۔۔۔۔میں جتنا اس رشتے کو لڑائی جھگڑوں
"سے دور رکھنے کے لئے جھکا ہوں تم اتنا ہی میرا ضبط آزماتی ہو۔۔۔۔
مقتضیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔
جنگل کنگ۔۔۔۔کیا میں آپ کے علاوہ کسی اور پر اپنی فرسٹریشن یا غصہ "
"نکال سکتی ہوں۔۔۔۔؟؟
اس نے سنجیدگی سے کہا تو مقتضیٰ کا سر خود باخود نفی میں ہل گیا۔
"تو پھر آپ میری باتوں کو سرئیس کیوں لیتے ہیں۔۔؟؟ "
دل نور نے اس کے گلے میں بازو ڈال کر کہا۔یہ اس کو منانے کی کوشش
تھی۔مقتضیٰ نے ایک بار پھر اس کو سمجھانے کی کوشش گی۔
" تمہاری باتیں مجھے ہرٹ کرتی ہیں دل۔۔۔۔ "
کوشش کے باوجود اس کی زبان سے شکوہ پھسلا تھا۔اور یہ پہلی بار تھا کہ
مقتضیٰ حدی نے کسی سے شکوہ کیا تھا۔

"اچھا آئندہ لڑائی کرتے ہوئے دھیان رکھوں گی۔۔۔۔ "

اس نے مقتضیٰ کو ایک بار پھر منانے کی کوشش کی تھی۔

"مطلب لڑنا ضروری ہے۔۔۔۔؟؟ "

اس نے دل نور کو گھورا تو اس نے زور و شور سے سر اثبات میں ہلا کر کہا۔

" مجھے آپ کو تنگ کرنے کا، آپ سے اپنی باتیں منوانے کا اور پھر خود ہی

"ناراض ہو جانے کا بہت مزا آتا ہے۔۔۔

دل نور نے مسکرا کر اس کو ایک راز سے آگاہ کیا۔اس کی گوہر افشانیاں سن کر مقتضیٰ بس اس کو گھور کر رہ گیا تھا۔

" چلو اب میں بھی نہیں مناؤں گا۔۔۔۔جب تک تم مجھے نہیں مناؤ گی میں

" بھی نہیں مانوں گا۔۔۔

وہ اس سے ناراض ہو کر سیدھا لیٹ گیا۔دل نور نے اس کے سینے پر اپنے ہاتھ کا مکار کھا اور اس پر تھوڑی رکھ کر اس کو دیکھا۔ مقتضیٰ نے خفگی سے اس کو گھور کر آنکھیں بند کر لیں۔کچھ دیر تک مزید اس کو دیکھتا تو یقیناً اپنی

ساری ناراضگی بھول جاتا۔دل نور مسکرائی اور نرمی سے اس کے لبوں پر جھک گئی۔ مقتضیٰ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔اس سے پہلے کے وہ دل نور کو ہٹنے سے روکتا وہ اس کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی۔اس دن تو وہ بے ہوش تھا۔اس لئے غصے میں پتا نہیں کہاں سے اس میں اتنی ہمت آگئی تھی۔اس کے ہوش و حواس میں یہ گستاخی کرنا دل نور کے بس سے باہر تھا۔ مقتضیٰ نے اپنے سینے میں چار سو کی سپیڈ سے دھڑکتے اس کے دل کی حالت دیکھ کر خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھاتے کمبل پاؤں سے اپنے اور اس کے اوپر کھینچ لیا تھا۔دل نور کانپ رہی تھی۔ مقتضیٰ نے کروٹ بدل کر تھا۔دل نور کو لگ رہا تھا کے اس کا دل پسلیاں اس کا سر اپنی سینے سے نکالا توڑ کر باہر آجائے گا۔اس نے اپنی آنکھیں زور سے بند کی ہوئی تھیں۔

" دل ڈرو نہیں۔۔۔۔ "

مقتضیٰ نے نرمی سے کہا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"مم۔۔۔میں ڈڈ۔۔ڈر نہیں رہی۔۔۔۔مم۔۔۔میرا دل۔۔۔۔۔"

اس نے اپنے کانپنے کی وجہ بتائی تو مقتضیٰ مسکرایا تھا۔اس نے نرمی سے اس کے دل کے مقام کو اپنے لبوں چھو کر اس کو دیکھا جو ایک دم سے تھم گئی تھی۔ مقتضیٰ نے آہستہ سے اس کی ساری جیولری اس سے الگ کی۔دل نور ابھی کچھ بھی کرنے کی حالت میں بلکل بھی نہیں تھی۔ مقتضیٰ نے اس کی جیولری اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔اس نے آہستہ سے اس کا لہنگا اتارا۔اب وہ جینز اور لہنگے کی شرٹ میں تھی۔شرٹ میں زیادہ کام نہیں ہوا تھا اس لئے مقتضیٰ نے اس کو چینج کرنے کا نہیں کہا۔ مقتضیٰ نے اس کے بال کھول دیئے۔دل نور ابھی بھی ویسے ہی آنکھیں بند کئے ہوئے تھی۔

"اس دن تو تمہاری ایسی حالت نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔"

مقتضیٰ نے اپنی مسکراہٹ دبا کر پوچھا تھا۔

"اس دن آپ کو دیکھ کر میرا دل اور دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔۔۔۔ "

اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا تو وہ مسکرایا۔اس کا چہرا صاف گواہی دے رہا تھا کہ مقتضیٰ کو دل نور کے الفاظ صرف پسند نہیں آئے بلکہ

اس کے دل میں اترے ہیں۔ وہ دل نور سے ایسی محبت کرتا تھا کہ بدلے میں اس سے محبت نہیں چاہتا تھا۔ بس وہ اسکو اپنے پاس اپنی زندگی میں چاہتا تھا۔ دل نور کے دل میں اس نے جو اللہ کے لئے محبت دیکھی تھی وہ چاہتا تھا کہ دل نور کسی سے بھی محبت کر کے اپنے دل کو اللہ کے علاوہ کسی کو نا دے۔

" بہت معصوم ہو تم دل۔۔۔۔اس لئے اللہ نے تمہیں کسی ایسے انسان کے حوالے نہیں کیا جو تمہاری قدر نا کر سکتا۔۔۔۔"

مقتضیٰ کی بات پر اس نے آنکھیں کھولیں تھیں۔

"آپ اپنی تعریف کر رہے ہیں۔۔۔۔؟؟؟"

اس نے اس قدر معصومیت سے پوچھا تھا کہ مقتضیٰ نے اس کے ماتھے پر لب رکھ دیے۔

" میرا مطلب جازم سے تھا۔۔۔۔اللہ نے کبھی تمہیں اس کے قریب ہونے ہی نہیں دیا۔۔۔۔قدر کرنے کا مطلب صرف لائف پاٹنر کا قدر

کرنا نہیں ہوتا۔۔۔۔ہمارے اپنے خون کے رشتوں کا قدر کرنا بھی شامل ہے"۔۔۔۔

مقتضیٰ نے اس کو سمجھایا تو اپنے باپ کو اور اس کے گناہوں کو یاد کر کے دل نور کی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔ مقتضیٰ نے جھک کر نرمی سے اس کے آنسو اپنے لبوں سے چن لئے۔

"وہ میرے سگے بابا نہیں تھے۔۔۔۔پر میں نے ان کو اپنا باپ ہی مانا تھا۔۔۔۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کبھی اس کو بھول نہیں سکتی۔۔۔۔اور یہ ہی تو تمہاری خاص بات ہے کہ تم ان کے بارے میں بھی اچھا سوچتی ہو جو تمہارے ساتھ برا کرتے ہیں۔۔۔۔۔اور یہ بات ہی تمہیں سب سے الگ بناتی ہے۔۔۔"

مقتضیٰ نے اس کو نرمی سے سمجھایا۔

"آپ بہت اچھے ہیں۔۔۔۔۔پھر بھی آئی ہیٹ یو جنگل کنگ۔۔۔۔"

اس نے نم آنکھوں سے منہ بسور کر کہا تو وہ بے اختیار ہی مسکرایا تھا۔اس نے دل نور کے لبوں کو شدت سے چوم کر چھوڑا تھا۔

تمہیں پتا ہے مجھے تمہارے منہ سے یہ جملہ سننا کتنا اچھا لگتا ہے "

"____؟؟

"جانتی ہوں۔۔۔۔"

اس نے نظریں نیچے کئے ہی کہا تو مقتضیٰ نے نرمی سے اس کے چہرے کے تمام نقوش ہو چھو کر اس کو ٹھیک طریقے سے لٹایا اور خود بھی سونے کے لئے لیٹ گیا۔

یہ بے بی ہمارے درمیان آرہا ہے۔۔۔۔میں اسے کبھی پیار نہیں کروں "گی۔۔۔۔"

دل نور نے اسکو دھمکی دی تو مقتضیٰ ہنس دیا۔وہ یہ ہی تو چاہتا تھا کہ دل نور کسی سے محبت نا کرے۔

"وہ کیسے ہمارے بیچ آرہا ہے۔۔۔۔؟؟"

مقتضیٰ نے اپنے سر کو مٹھی میں رکھ کر اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

" آپ ہر وقت بے بی، بے بی کرتے رہتے ہیں ابھی بھی آپ مجھے ہگ کر کے نہیں سو رہے۔۔۔"

مقتضیٰ کو لگا کہ اگر اس نے ابھی دل نور کو ہگ نا کیا تو وہ رونا شروع کر دے گی۔

" تمہیں پتا ہے میں کس طرح تمہیں ہگ کر کے سوتا ہوں۔۔۔۔اگر بے بی کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔۔"

اسنے دل نور کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔وہ جانتا تھا اس حالت میں عورت چڑچڑی ہو جاتی ہے۔اس لئے وہ بہت نرمی سے اس کو ہینڈل کر رہا تھا۔ورنہ دل نور تو بغیر سر پیر کی لڑائی شروع کر دیتی تھی۔

" مجھے نہیں پتا مجھے ہگ کر کے سوئے۔۔۔۔۔مجھے نیند نہیں آتی ایسے ۔۔۔۔۔۔اتنے دن سے میری نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔۔۔۔"

دل نور نے ضدی انداز میں کہا تھا۔ وہ اس کو گھور کر رہ گیا تھا۔ ناراض بھی خود کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ وہ اس کو ہگ کئے بغیر بھی ناسوئے۔ دل نور کی آنکھوں میں آنسو چمکتے دیکھ کر مقتضیٰ نے اس کو اپنے حصار میں لیا تھا۔ اس نے اپنے قیمتی اثاثے کی طرح بہت احتیاط سے دل نور کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔

چار سال بعد

حنا منزل میں دولقر اور دائم دلاور اور داور سے ملنے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ دولقر تو ہمیشہ کی طرح تیار تھا مگر انابیہ نے دائم کو تنگ کر کے رکھا ہوا تھا۔

"آنا۔۔۔۔ جانے دو نا میں جلدی آجاؤں گا۔۔۔۔۔ "

دائم نے اس سے التجاء کی تھی۔

"نا۔۔۔ نہیں جانا۔۔۔۔۔ "

اس نے اپنا سر نفی میں ہلا کر سختی سے منع کر دیا۔

جانے دو نا۔۔۔بے بی۔۔۔دلاور اور داور بھائی سے مل کر آجاؤں "

" گا۔۔۔۔

"میں بھی جاؤں گی۔۔۔ "

چار سال کی انابیہ جب ایک بار دائم اور اذلان میں سے کسی کو دیکھ لیتی تو مجال ہے کہ کوئی بھی انسان اس کو اس کے باپ یا بھائی میں سے کسی سے دور کر سکتا۔

"جلدی ڈیسائیڈ کرو دائم تم نے جانا ہے یا نہیں۔۔۔۔ "

دولقر بیزاری سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ اب اگر دائم نے اس کو لے کر جانے سے انکار کیا تو انابیہ نے ایسا رونا ہے کہ کوئی بھی اس کو چپ نہیں کروا سکے گا۔دولقر سے اس کا رونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔

وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ دو سال کا غزام اس کے راستے میں آ

گیا۔ غزال بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ مشرقی لباس میں اس کا حسن مزید نکھر گیا تھا۔ ازمار کی محبت میں وہ دن بادن مزید دلکش ہوتی جارہی تھی۔

" دولقر اس کو غازیان اور حدید سے ملوادینا۔۔۔۔ پلیز ابھی مجھے کچھ کام ہے۔۔۔۔"

غزال نے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔ غزام تو اپنے چھوٹے چھوٹے دوستوں سے ملنے کا سوچ کر ہی اچھل پڑا تھا۔

"(یہ غازی دے ے ے ے۔۔۔۔ دادی اور ادی شے منے جاؤدا۔۔۔ اور حدی سے ملنے جاؤں گا)

غزام نے اپنی توتلی زبان میں کہا تو دولقر نے اس کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں انابیہ نے رو رو کر پورے گھر کو سر پر اٹھالیا تھا۔ شاہ خاندان کی اکلوتی بیٹی سب کی ہی لاڈلی تھی۔ انابیہ پورے گھر کو اپنی مرضی سے نچاتی تھی۔ سوائے دو لوگوں کے ایک رویہا اور دوسرا دولقر۔ دولقر تو اس سے بات ہی نہیں کرتا تھا مگر رویہا اکثر اس کو ڈانٹ دیتی تھی۔ انابیہ سب

سے زیادہ اذان اور ازمار کی لاڈلی تھی۔دونوں کو بیٹیاں پسند تھیں مگر ان دونوں کو اللہ نے ایک ایک بیٹا ہی تھا۔وہ اپنے بیٹیوں سے بھی بہت پیار کرتے تھے بیٹی ان کی خوشی تھی۔انابیہ کے رونے پر سب لوگ وہیں جمع ہو گئے تھے۔

"آنا کیا ہوا ہے میرے بچے کو۔۔۔؟؟؟ "

مروہ نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"موم نے ڈانٹا۔۔۔ "

اس نے موٹے موٹے آنسو بہاتے ہوئے سوں سوں کر کے کہا تو مروہ اور غزال نے اس کو گھورا۔

"بھابھی آپ نے کیوں ڈانٹا ہے اس کو۔۔۔۔؟؟"

مروہ نے رویہا کو زرا غصے سے کہا تو انابیہ اسی میں خوش ہو گئی کہ اب اس کی موم کو بھی ڈانٹ پڑ گئی ہے۔

تم سب لوگ مل کر اس کو بگاڑ رہے ہو۔۔۔ مجال ہے کہ اس پر میری "
"کسی بات کا اثر ہو جائے۔۔۔۔

رویہا نے ان سب کو ہی آٹے ہاتھوں لے لیا تھا۔

"ایک ہی تو بیٹی ہے ہم سب کی۔۔۔۔ اب اس کو بھی نا بگاڑیں۔۔۔ "
غزال نے بھی لڑنے کے انداز میں کہا تھا۔

"دیکھ لینا یہ بلکل اپنی غزال چاچی جیسی بنے گی۔۔۔ "
غزال نے انابیہ کو پکڑ کر اس کا پورا منہ چوم ڈالا تھا۔

"ہاں تو پھر تم ہی برداشت کرنا اس کو۔۔۔۔ "
رویہا کب پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔

ہاں۔۔۔۔ تو آپ کو کس نے کہا ہے کے میری بیٹی کو آپ برداشت "
"کریں۔۔۔

مروہ نے بھی رویہا کو ایک بار پھر ڈانٹا تھا۔

" یااللہ!!!!اس کو زراسا ڈانٹ دیتی ہوں۔۔۔۔پورا گھر میرے سر پر
" کھڑا ہو جاتا ہے۔۔۔۔دن بادن بہت ضدی ہوتی جا رہی ہے۔۔۔۔
اس کی ہر ضد پوری کرنے کے لئے تین تین بھائی ہیں اس کے "
" پاس۔۔۔۔

مروہ کی بات سن کر دولقر کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"میں اس نک چڑی کا بھائی نہیں ہوں۔۔۔ "

دولقر نے صاف لفظوں میں اس کا بھائی بننے سے انکار کر دیا تھا۔مروہ کا
دولقر کو انابیہ کا بھائی کہنا اس کو برا لگا تھا۔

" سڑیل۔۔۔۔۔ "

انابیہ نے نا جانے کہاں سے یہ لفظ سیکھ لیا تھا۔دولقر کے ہر اعتراض پر اس کو
اسی لقب سے نوازتی تھی۔رویہا کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

بھولو مت کے اس نے میری جان بچائی تھی اس لئے تم زندہ سلامت ہو "
"۔۔۔۔

رویہانے ہمیشہ کی طرح دولقر کی طرف داری کرتے انابیہ کو سچائی سے آگاہ کیا تھا۔جو چار سال کی عمر میں ہی وہ چالیس ہزار بار بتا چکی تھی۔جب بھی انابیہ دولقر کو کچھ کہتی تو رویہا اس کو یہ ہی کہتی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے بھابھی۔۔۔؟؟؟؟چھوٹی بچی ہے یہ۔۔۔اسکو کہاں کسی چیز کا پتا ہے۔۔۔۔"

مروہ نے رویہا کو ہوش دلانی چاہی تھی۔

"اس چھوٹی بچی کو اچھی طرح پتا ہے کہ موم کو ڈانٹ کیسے پڑوانی ہے۔۔۔اس چھوٹی بچی کو یہ بھی پتا ہے کہ اس چھوٹی بچی کو یہ بھی پتا ہے کہ ڈیڈ لوگوں کی جان بچاتے ہیں۔۔۔۔میڈم کو اس بات کی سمجھ نہیں ہے کہ جس کو ہر وقت الٹے سیدھے ناموں سے بلاتی ہے اس نے ہی اس کی جان بچائی ہے۔۔۔"

رویہا بھی لڑکا عورتوں کی طرح ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر اور دوسرا ہاتھ بار بار نچا کر مروہ کو اس چھوٹی بچی سے کرتوت بتا رہی تھی۔دائم نے دولقر کو

اشارہ کیا تو وہ غزام کو ساتھ لے کر وہاں سے کھسک گئے۔ انابیہ تو آرام سے ان دونوں کی لڑائی کروا کر انجوائے کرنے میں مصروف تھی۔ وہ غزال کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں بہت وثوق سے مروہ اور رویہا کو اس کی وجہ سے لڑتے دیکھ رہی تھیں۔ غزال ان کی لڑائی دیکھ کر بھول گئی تھی کہ اس کو کسی کام سے جانا تھا۔ دائم تو موقعے کا فائدہ اٹھا کر کب کا وہاں سے رفو چکر ہو گیا تھا۔

دلاور اپنی چار سالہ بہن پریشے کو اپنے ساتھ لے کر اس کی عزیز از جان سہیلی دیلان سے ملوانے لے کر آیا ہوا تھا۔ مقتضیٰ کا شہر میں جو گھر تھا ان لوگوں نے وہیں پر ملنے کا ڈسائیڈ کیا تھا۔ ایول کنگ کی ساری ٹیم اپنے ایک نئے مشن پر کام کر رہی تھی۔ آج کل بچوں کو اغواء کیا جا رہا تھا۔ اور وہ لوگ اس گروہ کو پکڑنے کی سر توڑ کر شش کر رہے تھے۔ ازمار بھی ان کی ہی ٹیم میں شامل ہو گیا تھا۔ بظاہر وہ اور اذان پولیس میں ہی تھے مگر وہ ایول کنگ

کے ساتھ اس کی ایجنسی میں بھی بہت کار آمد ثابت ہو رہے تھے۔ دولقر اور دائم مقتضیٰ کے گھر پہنچے تو دلاور اور زویزان کی فیملی بھی وہاں موجود تھیں۔ غزام تو حدید اور غازیان سے مل کر انہیں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ جبکہ چاروں بڑے لڑکے مقتضیٰ کے گھر میں موجود دلاور کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ دیواروں پر لگی پزلز کو دیکھ کر دولقر چند لمحوں لئے رکا تھا۔ ان سب پزلز کے پیسیز بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ ان پر کے غور کرو تو پتا چلتا کہ یہ تصاویر نہیں ہیں۔ وہ دلاور کے مقتضیٰ والے گھر میں پہلی بار آیا تھا۔ ورنہ وہ زیادہ تر گاؤں، سکول، یا حنا منزل میں ہی ملتے تھے۔ مقتضیٰ نے جب سے اپنا گھر لیا تھا۔ دلاور اس کے گھر ویک اینڈز پر ہی آتا تھا۔ وہ زیادہ تر گاؤں میں مرتضیٰ کے ساتھ گاؤں کے مسائل اور دوسری چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔ سب کہتے تھے کے مرتضیٰ کے بعد اس کا بیٹا ہی گاؤں کا اگلا سردار بنے گا۔ وہ ایجنسی میں بھی مرتضیٰ کے ساتھ ہی

جاتا تھا۔اپنے حدی بابا سے اس کی ملاقات زور ہی ہو جاتی تھی۔خالہ ماما سے ملنے ویک اینڈز پر ہی جاتا تھا۔

دیلان اور حدید صرف شکل وصورت سے ہی نہیں بلکہ اپنے ہر عمل سے مقتضیٰ پر ہی گئے تھے۔حدید کو سب چھوٹا حدی کہتے تھے۔دل نور تو تین تین خانزادوں کو سنبھال سنبھال کر تھک جاتی تھی۔مقتضیٰ کی اس کے لئے محبت اور پوزیسونیس آج بھی ویسی ہی تھی۔دیلان مقتضیٰ کی زیادہ لاڈلی تھی۔اس کا نام بھی مقتضیٰ نے اپنی دل جیسا ہی رکھا تھا۔جبکہ حدید کا نام حدی اور دل نور کا دال جوڑ کر بنایا گیا تھا۔دونوں ہی جب ضد پر آتے تو پھر ان کو مقتضیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہینڈل کر سکتا تھا۔غانیہ اور زویزان کا ایک ہی بیٹا تھا۔غانیہ کی پڑھائی کی وجہ سے وہ اپنے فلیٹ میں ہی رہتا تھا۔غانیہ کی خواہش کے مطابق زویزان نے غانیہ کا اور اپنا نام جوڑ کر غازیان رکھا تھا۔ایزد اور رمل کی ایک ہی بیٹی تھی۔جو دیلان اور پریشے سے

چندماہ چھوٹی تھی۔رمل نے اس کا نام ایزد کے نام سے ملتا جلتا رکھا تھا۔ایزد چاہتا تھا کہ ایزل اپنی پھوپھو کی طرح ہی بہادر بنے۔جبکہ رمل نے بچپن سے ہی اس کا دھیان اسلام کی طرف کر دیا تھا۔وہ چار سال کی عمر میں ہی سر پر حجاب لیتی تھی مگر ایزد اس کو ایک کمزور لڑکی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ہر رات جب بھی وہ گھر واپس آتا تو ایزل کو لے کر غائب ہو جاتا۔جبکہ دلاور نے اپنی پری پر کسی کی بھی نظر نہیں پڑنے دی تھی۔وہ پریشے کو اپنے کام اور دنیا کے ظلم سے دور ہی رکھنا چاہتا تھا۔جو وہ ابھی سے ہی کر رہا تھا۔

دیلان چھت پر کھڑی چودھریوں کے گاؤں کو دیکھ رہی تھی۔داور، دلاور کو بائے بولنے کے لئے اس کو ڈھونڈتا ہوا چھت پر آیا تو اس کو ہمیشہ کی طرح گاؤں کو دیکھا پا کر اس کے پاس آ گیا۔

"ہم ہر وقت اس گاؤں کو کیوں دیکھتی رہتی ہو۔۔؟؟ "

داور نے آج اپنے دل میں آیا سوال کر ہی لیا تھا۔

مجھے بہت پسند ہے۔۔۔۔جب لالہ گاؤں کے سردار بن جائیں گے تو ہم "
"چودھریوں سے یہ گاؤں لے لیں گے۔۔۔
دیلان کی بات سن کر داور کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
"اپنے سائز کے مطابق خواب دیکھا کرو آن۔۔۔۔ "
داور کی بات سن کر دیلان نے اس کو گھورا تھا۔
"تم لے کر دو گے جو مرچیں لگ رہیں ہیں۔۔۔۔ "
اس کی بات سن کر داور نے ہنس کر کہا تھا۔
"ابھی میرا دماغ خراب نہیں ہوا جب ہو گا تو لے دوں گا۔۔۔۔ "
داور نے سر جھٹک کر کہا تو دیلان نے اس کو گھورا تھا۔اس کے ننھے سے
ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ہیزل گرین آنکھوں میں غصہ اتر گیا تھا۔
"کیوں آئے ہو یہاں۔۔۔؟ "
دیلان نے غصے سے بات ہی بدل دی تھی۔
"دلاور کہاں ہے۔۔۔میں گھر جا رہا ہوں۔۔۔"

دلاور کے نام پر وہ سنجیدہ ہوا تھا۔

"پتا نہیں۔۔۔ "

وہ کندھے آچکا کر کہتی وہاں سے ہی چلی گئی تھی۔داور نے ایک نظر چودھریوں کے گاؤں کو دیکھا اور پھر ہنس کر سر جھٹکتا نیچے چلا گیا۔سامنے ہی درعین کے پاس پریشے کو دیکھ کر اس کے دل میں ٹیس اٹھی تھی۔

"ارے داور آپ کب آئے۔۔۔۔اور کیسے ہو۔۔۔۔؟؟ "

درعین نے ہمیشہ کی طرح مسکرا کر اس سے ملتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔کافی دیر سے آیا ہوا ہوں۔۔۔۔بس جا رہا ہوں۔۔۔ "

اس نے جبراً مسکرا کر جواب دیا تھا۔وہ ایک لمحے سے زیادہ اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ سکا تھا۔اس نے اپنی نظریں نیچے کر لیں تو درعین کے جوتے پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔اس کے جوتے کے ایک پاؤں میں دو موتی کم تھے۔

"تھوڑی دیر رک جاؤ کھانا کھا کر چلے جانا۔۔۔ "

درعین نے اسرار کیا تو داور کا دھیان اس کے پیروں سے ہٹا۔اس نے سر اٹھا کر سہولت سے انکار کر دیا۔

"نہیں رابی موم کو تنگ کر رہی ہو گی۔۔۔آج ان کی نائٹ شفٹ ہے۔۔۔"

اسنے اپنی چھوٹی بہن کے بارے میں بتایا تو درعین نے اس کے بارے میں بھی پوچھ لیا۔

"روتابہ کیسی ہے۔۔۔؟؟"

"ٹھیک ہے۔۔۔"

اس نے مختصر جواب دیا تھا۔اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔اس کو لگ رہا تھا وہ زیادہ دیر تک درعین کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

"میں چلتا ہوں۔۔۔"

اس نے جانے کی اجازت چاہی تو درعین نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ گھر سے باہر نکلا تو زمین پر اس کو درعین کے جوتے کے دو موتی گرے نظر آئے تھے۔ اس نے وہ سفید موتی اٹھا لئے اور وہاں سے باہر نکلتا چلا گیا۔

وہ دس سالہ بچہ سیاہ پینٹ کوٹ پہنے خود کو آئینے میں نہارنے میں مصروف تھا۔

"آہم۔۔۔۔اہم۔۔۔"

کسی کے گلا کھنکھارنے پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سامنے اپنے باپ کو دیکھ کر اس نے اپنا تھوک نگلا تھا۔

بلیک پینٹ کوٹ پہننے کا اتنا شوق ہے تو وکیل کیوں نہیں بن جاتے "

" ۔۔۔؟؟

انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

" وہ تو پڑھ کر بڑا ہو کر بنوں گا نا۔۔۔۔ "

اس نے اپنی آنکھیں گھوما کر کہا تو انہوں نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔
آہل صدیقی دنیا کا پہلا وکیل ہو گا جو صرف اس لئے وکیل بنے گا کہ وہ "
"بلیک پینٹ کوٹ میں زیادہ ہینڈسم لگتا ہے۔۔۔
وہ چل کر اس کی طرف آتے ہوئے بولے تو اس نے پھر سے اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں گھمائیں۔
"ہاں تو۔۔۔۔
'ساتھ والوں کی گاڑی کا شیشہ تم نے توڑا ہے۔۔۔؟؟
انہوں نے اس تک پہنچ کر اچانک ہی اس کا کان پکڑ لیا تھا۔ آہل اس کے لیے بلکل بھی تیار نہیں تھا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ اس نے اپنے بابا کا دھیان اس بات سے ہٹا لیا ہے۔ مگر باپ بھی باپ ہی ہوتا ہے۔
"آہہہہ۔۔۔۔ قسم سے میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔۔ "

اس نے اپنے کان پر ہاتھ کر کر چیختے ہوئے اتنی معصومیت سے کہا تھا کہ صدیقی صاحب کی جگہ کوئی اور ہوتا تو آہل پر یقین کر لیتا۔ مگر وہ اپنے اکلوتے نوٹنکی بیٹے کی رگ رگ سے واقف تھے۔

"آہل۔۔۔ "

انہوں نے سرد لہجے میں کہا تو اس نے منہ بسور کر اپنے باپ کر گھورا تھا۔

"قسم سے پہلے اس نے میری بلی کا بچہ مارا تھا۔۔۔ "

اس کی بات پر صدیقی صاحب نے اہل کا کام چھوڑا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ آہل اپنی بلی کے معاملے میں کتنا ٹچی ہے اس لئے انہوں نے اس کو گھورا تھا۔

"تمہیں آکر مجھے بتانا چاہئے تھا۔۔۔ نا کہ خود بدلہ لینا چاہئے تھا۔۔۔ "

صدیقی صاحب نے خفگی سے کہا۔

"قسم سے اگلی بار آپ کو بتاؤں گا۔۔۔ "

اسکی بات سن کر انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔اپنے بیٹے کی بات پر یقین کرنے کی غلطی کر کے صدیقی صاحب باہر واپس چلے گئے تھے۔ان کے جاتے ہی آہل کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

اگر بابا نے تمہیں دیکھ لیا کیٹی تو قسم سے ہماری شامت آجائے گی "

"۔۔۔

اس کی بات سن کر اس کی بلی اور اس نے ننھے سے بچے نے آہل کو ایسے گھورا تھا جیسے انہیں اس کی قسم پر یقین نا آیا ہو۔

"اب ایسے تو نا دیکھو۔۔۔۔ قسم سے سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔ "

اس نے اتنی معصومیت سے کہا تھا کے معصوم بلی اور اس کے بچے کو بھی دھوکہ ہو گیا تھا۔

گھر واپس آنے تک داور سے صبر کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ گھر کے اندر آ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا تھا۔ اس کو ایسے جاتا دیکھ کر اعظم اور سحر دونوں نے ہی ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ دونوں کی آنکھوں میں ہی اداسی تھی۔ روتا بہ، داور کا انتظار کر کر کے سو گئی تھی۔ وہ دونوں اس کے کمرے میں گئے تو داور حسبِ معمول بیڈ پر بیٹھا ایک باکس ہاتھ میں پکڑے رو رہا تھا۔ اس میں درعین اور مرتضیٰ کی وہ چیزیں تھیں۔ جن کو وہ بے کار سمجھ کر پھینک دیتے تھے۔ اگر داور سامنے ہوتا تو ان سے چھپ کر وہ چیزیں اٹھا لیتا۔ اس نے مرتضیٰ کی ٹوٹی گھڑیوں کو ٹھیک کروا کر پاس رکھا ہوا تھا۔ درعین کی بھی بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو یا تو ٹوٹ جاتیں یا درعین سے گر جاتیں وہ ان کو اٹھا کر کسی متاعِ حیات کی طرح سنبھال کر رکھ لیتا تھا۔ ابھی بھی درعین کے جوتے کے سفید موتی رکھتے ہوئے اس کی آنکھیں نم کھولنے پر اس کے گھبرا کر سامنے دیکھا تھا۔ سامنے سحر ہو گئی تھی۔ دروازہ

اورا عظم کو دیکھ کر وہ پر سکون ہوا تھا۔ وہ دونوں دروازہ بند کرتے اس کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔۔؟؟ "

اعظم نے اپنے عزیز از جان بیٹے کو اپنے حصار میں لے کر پوچھا تو اس نے سر جھکا کر نفی میں ہلا دیا۔

پھر سے در عین یا مرتضیٰ بھائی میں سے کسی کا سامان اٹھا کر لئے آئے "

"ہوں۔۔۔

سحر نے حقگی سے پوچھا تو اس کے سر اثبات میں ہلا کر باکس اس کے سامنے کیا۔ جہاں دو سفید موتیوں کا اضافہ تھا۔

"کیوں اپنے آپ کو تکلیف دے رہے ہو داور۔۔۔ "

اعظم نے کرب سے اس کو دیکھ کر پوچھا تو داور کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

میں تکلیف نہیں دے رہا خود کو۔۔۔۔یہی کام تو مجھے سکون دیتا "

"ہے۔۔۔۔

داور کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔یہ کام جتنا اس کو سکون دیتا تھا اتنا ہی تکلیف بھی دیتا تھا۔

"اگر امی کو پتا چل گیا تو۔۔۔۔ "

سحر کی چہرے کے ساتھ لہجے میں بھی خوف تھا۔

تو میں کیا کروں موم۔۔۔۔؟؟؟میں تو کسی کو کچھ بتا بھی نہیں سکتا "

۔۔۔۔"

داور کے لہجے میں بے بسی ہی بے بسی تھی۔اس کی آنکھوں میں کرب کی سرخی لمحہ بالمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ سحر نے تڑپ کر اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔داور بچوں کی طرح بلک بلک کر رویا تھا۔ سحر اور اعظم نے ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر اس کی ہچکیوں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ان کی اپنی آنکھیں نم

تھیں۔اس کے رونے میں مزید اضافہ ہوتے دیکھ کر سحر نے ڈر کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔جو کہ بند ہی تھا۔

چھوڑ دو یہ چیزیں اکٹھی کرنا۔۔۔۔یہ صرف تمہیں تکلیف دیں" "گی۔۔۔۔

سحر نے اس کو سمجھانے کی ایک اور ناکام کوشش کی تھی۔

موم ایک بار عینا کو بتانے دے۔۔۔۔ایک بار دلاور کو سچ بتانے " " دیں۔۔۔۔

"نہیں داور آپ نہیں بتاؤ گے۔۔۔ "

اس کی بات سن کر اعظم کا دل دہل گیا تھا۔اس نے فوراً منع کر دیا۔

عینا نے جب مجھے نائینتھ پاس کرنے پر ہگ کیا تھا تو کہہ رہی تھیں ایسے " لگ رہا ہے جیسے میرے وجود کا کھویا ہوا حصہ مجھے واپس مل گیا ہے۔۔۔۔

میں کیوں نہیں ان کو بتا سکتا کہ انہوں نے صحیح پہچانا تھا۔۔۔۔دلاور کہتا ہے وہ مجھے اپنا بھائی مانتا ہے۔۔۔۔۔میں کیسے بتاؤں اس کو کہ میں اس کا بھائی ہی

ہوں۔۔۔مرتضیٰ کہتے ہیں میرے لئے تم اور دلاور ایک جیسے ہو۔۔۔۔میرا دل کرتا ہے میں ان کو بتادوں۔۔۔ہم ایک جیسے ہی ہیں"۔۔۔ہم ایک ہی ہیں۔۔۔

داور نے اس کے سینے سر سے اٹھا کر ان دونوں کو بتایا تھا۔سحر اور اعظم نے اس کو شدت سے خود میں بھینچ لیا تھا۔داور کی ہچکیاں ان کے سینے میں ہی کہیں گم ہو گئیں تھیں۔تکلیف اور اذیت کی انتہا پر وہ ہمیشہ کی طرح روتے روتے بے ہوش ہو گیا تھا۔

ختم شد